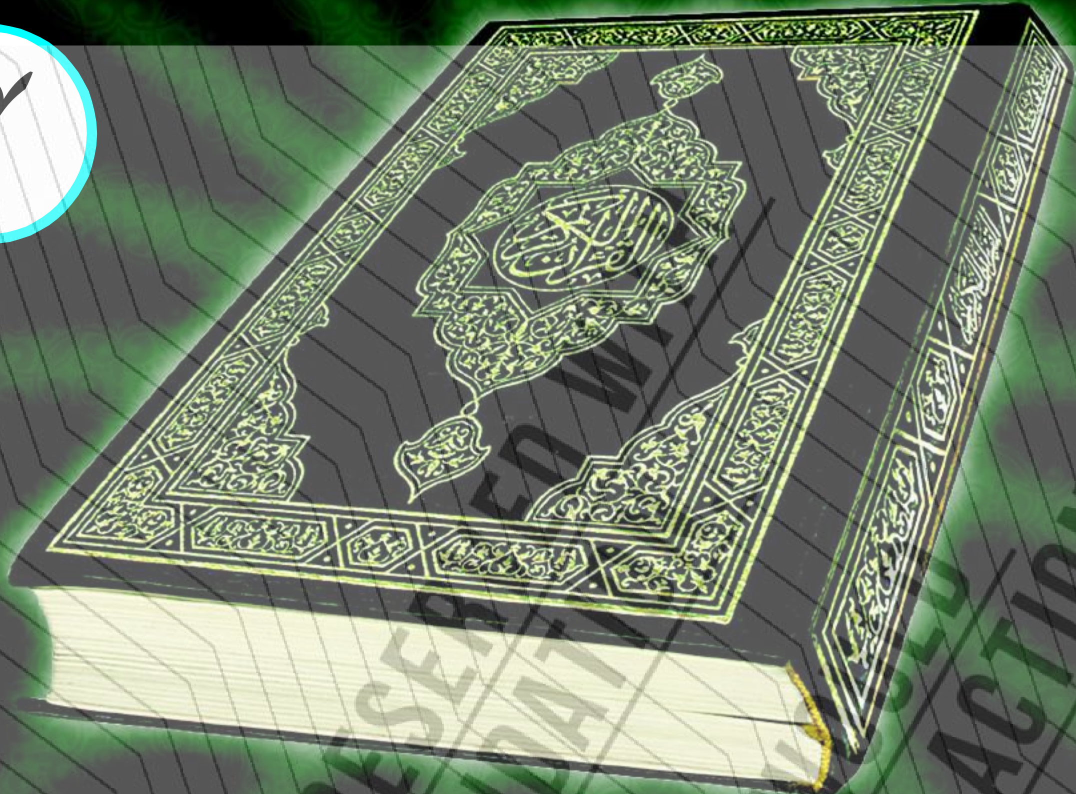
۴



رہنمائے اساتذہ

مطالعۂ قرآنِ حکیم

برائے طلباء وطالبات

حصّہ چہارم

THE ILM FOUNDATION

رہنمائے اساتذہ

مطالعۂ قرآنِ حکیم

برائے طلباء و طالبات

حصّہ چہارم

- عمومی تدریسی ہدایات (مختصر)
- اسباق کی منصوبہ بندی
- طریقۂ تدریس برائے اسباق
- جائزہ فارم
- مقاصدِ مطالعہ
- ربطِ سورت
- مشقوں کے جوابات
- عملی سرگرمیاں

آیت بہ آیت تشریحی نکات:

- سوالاً جواباً وضاحت
- آیاتِ قرآنِ حکیم اور احادیث مبارکہ کے حوالہ جات
- شانِ نزول
- سائنسی تحقیق اور تاریخی پس منظر
- قرآنِ حکیم کے علمی، عملی اور فکری پہلو

"رہنمائے اساتذہ برائے مطالعۂ قرآنِ حکیم" کے شائع شُدہ حصّوں کی اشاعت کی تفصیلات:

- حصّہ اوّل .... طبع اوّل تا سوم– ۲۰۱۵ء تا ۲۰۱۷ء– کل تعداد: ۱۹۰۰۰
- طبع جدید .... مارچ ۲۰۱۸ء– تعداد: ۵۰۰۰
- حصّہ دوم .... طبع اوّل تا دوم– ۲۰۱۵ء تا ۲۰۱۷ء– کل تعداد: ۴۰۰۰
- طبع جدید .... مارچ ۲۰۱۸ء– تعداد: ۲۰۰۰
- حصّہ سوم .... طبع اوّل– ۲۰۱۵ء کل تعداد: ۲۰۰۰
- طبع جدید .... مارچ ۲۰۱۸ء– تعداد: ۲۰۰۰
- حصّہ چہارم .... طبع اوّل– مارچ ۲۰۱۸ء کل تعداد: ۲۰۰۰

زیرِ اہتمام .... شعبہ تصنیف و تالیف۔ دی علم فاؤنڈیشن

پتہ .... ۶۳/۳، بلاک نمبر ۳، دہلی مرکنٹائل کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی،
پوسٹ کوڈ ۷۴۸۰۰، کراچی، پاکستان

فون نمبر .... ۳۴۳۰۴۴۵۰، ۳۴۳۰۴۴۵۱ (۲۱-۹۲+)

موبائل نمبر ۰۳۳۵-۳۳۹۹۹۲۹

ای میل .... tif1430@gmail.com /info@tif.edu.pk

ویب سائٹ .... www.tif.edu.pk

عرضِ ناشر

اللہ ﷻ کے فضل و کرم سے انتہائی ذمہ داری کے ساتھ ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ مطالعۂ قرآنِ حکیم کے نصاب کی تمام تر کوتاہیوں سے پاک بہترین اشاعت کا اہتمام ہو۔ تاہم خدانخواستہ دورانِ طباعت اعراب، جلد بندی یا دیگر کوئی کوتاہی جو سہواً ہو گئی ہو آپ کی نظر سے گزرے تو ادارہ کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ کی اشاعت میں اسے درست کیا جاسکے۔

یہ کتاب رضائے الٰہی کی خاطر بلا ہدیہ فراہم کی جاتی ہے۔

نصاب "مطالعۂ قرآنِ حکیم" کے بارے میں معروف علماء کرام اور ماہرین تعلیم کے تاثرات سے اقتباسات

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب (نائب صدر جامعہ دارالعلوم کراچی، چیئرمین شریعہ کونسل بحرین)

اس کتاب کا مقصد اسکول کے بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم سے مناسبت پیدا کرنا اور اس کی بنیادی تعلیمات اور واقعات آسان زبان اور اسلوب میں پیش کرنا ہے، کتاب کی ورق گردانی سے اندازہ ہوا کہ بحیثیتِ مجموعی یہ کتاب اس مقصد میں کامیاب ہے، اور بچوں کی ذہنی سطح کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں مفید معلومات آسانی کے ساتھ فراہم کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بچوں کیلئے نافع بنائے۔

مفتی منیب الرحمٰن صاحب (صدر تنظیم المدارس، مہتمم دارالعلوم نعیمیہ کراچی)

ان کتابوں میں منتخب انبیاءِ کرام علیہم السلام کی سوانح کو دل نشین اور سہل انداز میں ترتیب دیا گیا ہے۔ طلبہ میں اصلاحِ نفس (Self-Reform) اور احتسابِ ذات (Self-Accountability) کا شعور پیدا کرنے کے لئے "ہم نے کیا سمجھا؟" کے عنوان سے خود اپنا جائزہ لینے کے لئے تربیت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ بحیثیتِ مجموعی یہ ایک قابلِ قدر اور قابلِ تحسین کاوش ہے۔ یہ سارا سلسلہ ادارے کے مؤسسین کے اخلاص اور دینی جذبے کا مظہر ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس کاوش کو ماجور فرمائے، اِس کے فیض کو دوام اور قبولِ عام نصیب فرمائے۔

ڈاکٹر محمد محسن نقوی صاحب (ماہر تعلیم)

الحمد للہ! زیر نظر سلسلۂ کتب ہمارے برادران دینی علماء و فضلاء نے ترتیب دیا ہے۔ جدید اسلوب کے ذریعہ قرآنِ مجید کے مختلف مقامات کا مطالعہ، اس کی زبان و بیان کی تشریح، حلِّ مطالب، تمرینات، شگفتہ بیانی نیز تعقید سے پاک اسلوب اس کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس سلسلۂ کتب کے مصنفین، مرتبین، حسن افزائی کے ذمہ دار حضرات اور ناشرین کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے اور طالبانِ قرآن کو اس سلسلۂ کتب سے بھرپور استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

مولانا محمد مظفر شیرازی صاحب (فاضل اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ، وائس چانسلر جامعہ عمر بن عبدالعزیز الاسلامیہ سیالکوٹ)

یہ نصاب سلیس اور سہل ہے۔ چھوٹی عمر کے طلبہ کے لئے نہایت مفید اور آسان ہے۔ بعض آیات کے ساتھ دیئے ہوئے نقشہ جات کی وجہ سے طلبہ کے لئے انتہائی دلچسپ ہے۔ طلبہ کی ذہنی استعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے ترتیب دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہستی پاک قرآنِ کریم کے لئے آپ کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کی اس عمدہ کاوش کو دنیا میں باعث برکت اور آخرت میں باعث نجات بنائے۔ آمین

مولانا محمد اسماعیل صاحب (چیئرمین متحدہ علماء بورڈ، چیف خطیب خیبر پختونخوا)

عموماً قرآن کا ترجمہ، تفسیر لکھنا یا بیان کرنا اپنی حساسیت (Sensitivity) کے باوجود نسبتاً آسان کام ہے، لیکن اس سے کورس کی کتاب بنانا اور ٹیکسٹ بک کی شکل دینا بڑا دل گردے کا اور کٹھن کام ہے اور یہی مشکل کام دی علم فاؤنڈیشن کراچی نے انجام دیا ہے کہ پورے قرآن کو مختلف سیریز میں تقسیم کرکے طلبہ کی صلاحیتوں کے مطابق اسے مرتب کیا ہے اور پھر اسے نصاب کی کتاب بنا کر اسکولوں کے طلبہ کے لئے انتہائی آسان کر دیا گیا ہے۔

اس لئے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ نصاب اپنی مثال آپ ہے۔ یہ بات انتہائی اطمینان کا باعث ہے کہ اس کے تیار کرنے میں تمام مکاتبِ فکر کے جیّد علماء اور مفسرین کرام کی کاوشوں سے بھرپور مدد ملی گئی ہے اور یوں اسے تمام مکاتبِ فکر کے لئے قابل قبول بنادیا گیا ہے۔ اس نصاب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کہیں بھی فرقہ واریت یا کسی قسم کی عصبیت کی بُو تک نہیں پائی جاتی بلکہ قرآن کی آفاقی دعوت کو محور بنایا گیا ہے۔ اس سے یہ اُمید پیدا ہوگئی ہے کہ ہمارے بچے اور بچیاں اس نصاب کو پڑھ کر ہر قسم کے لسانی، گروی، نسلی، قومی، علاقائی اور مذہبی فرقہ بندیوں سے آزاد ہو کر خالص قرآن و سنت کے ذریعے اپنے آفاقی دین "اسلام" کا فہم حاصل کر سکیں گے۔ گویا یہ نصاب فرقوں اور گروہوں میں تقسیم اس اُمت کو ایک بار پھر واحد بنانے کے لئے واحد اُمید کی حیثیت رکھتا ہے۔

مولانا محمد سیف البر سکر گاہی صاحب (فاضل وفاق المدارس العربیہ، مرکزی ناظم اعلیٰ ٹرسٹ جمیعت تعلیم القرآن)

دی علم فاؤنڈیشن نے اکابرین کی تفاسیر وتراجم کو سامنے رکھتے ہوئے خاص طور پر اسکولز کے طلبہ کیلئے جو نصاب ترتیب دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اسباق کا حاصل تمارین اور گھریلو سرگرمیاں وغیرہ متعلمین ومتعلمات کیلئے انتہائی مفید ثابت ہونگی ان شاء اللہ۔ امید واثق ہے کہ یہ نصاب فہم قرآن حکیم کیلئے انتہائی مؤثر کردار ادا کریگا۔ اس میں سب سے زیادہ خاص بات یہ ہے کہ جملہ نصاب میں ان اُمور اور تشریحات کو بیان کرنے کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے جس میں عموماً سب کا اتفاق پایا جاتا ہے۔ جس سے بچوں کا یہ ذہن بنے گا کہ ہمارا دین اختلافات کا مجموعہ نہیں ہے اس طرح قربتوں کو فروغ ملے گا اور جو فاصلے بلکہ خلیجیں مسلمانوں کے درمیان پیدا ہو گئی ہیں وہ رفتہ رفتہ کم ہو جائیں گی (ان شاء اللہ تعالیٰ) دل و جان سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دی علم فاؤنڈیشن کے جملہ ذمہ داران کی خدمات اور کاوشوں کو قبول فرمائے اور دنیا اور آخرت کی کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے اور ادارے کو خوب ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

مولانا حکیم محمد مظہر صاحب (مہتمم جامعہ اشرف المدارس کراچی)

اس کتاب میں بچوں کی ذہنی سطح کو سامنے رکھتے ہوئے قرآنی آیات کا ترجمہ عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے، مجموعی لحاظ سے یہ کتاب بہت مفید ہے۔ اس کتاب کا مقصد اسکول کے بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم سے مناسبت پیدا کرنا اور اس کی بنیادی تعلیم سے آگاہ کرنا ہے۔ یہ اپنے مقصد میں کامیاب ثابت ہوگی ان شاء اللہ۔

شیخ الحدیث مولانا مفتی عطاء الرحمن صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ بہاولپور)

قرآنِ کریم ہی مسلمانوں کی دنیاوی اور اخروی فلاح وبہبود کا واحد ضامن ہے۔ افسوسناک صورتِ حال یہ ہے کہ جس قوم کو یہ کتاب عطا کی گئی وہی آج اس کتاب سے بیگانہ اور انجان نظر آتے ہیں۔ دین بیزاری اور مغربیت کی چکاچوند کے اس دور میں بعض اہل دل ایسے بھی ہیں جو قرآنِ کریم کی تعلیمات کو سہل سے سہل انداز میں ڈھال کر گھر گھر پہنچانے کی سعی کر رہے ہیں۔ انہی باہمت لوگوں میں دی علم فاؤنڈیشن کے اصحاب بھی ہیں۔ جنہوں نے ماشاء اللہ علماء کرام کی زیرِ نگرانی سکول کالج کی درس گاہوں کے لئے انتہائی آسان اور جدید طرزِ تدریس سے ہم آہنگ مطالعہ قرآنِ حکیم کا نصاب تشکیل دیا ہے۔ مجموعی طور پر نصاب اپنی ترتیب اور انتخابِ مضامین کے لحاظ سے بہترین ہے۔ دی علم فاؤنڈیشن کے تمام رفقاء کار اس خدمت کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ ﷻ ان حضرات کی مساعی کو قبولیت سے نوازے اور امت کو تادیر ان سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

جسٹس دوست محمد خان صاحب (جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان)

"مطالعہ قرآنِ حکیم برائے طلباء وطالبات" کا نصاب اسلامی اقدار کی نشونما میں گراں قدر خدمت ہے جو قابل ستائش ہے کیونکہ قرآنی علوم اوج ثریا اور دل بینا عطا کرتے ہیں۔ علم فاونڈیشن کی طرف سے یہ کوشش دوسرے تدریسی اداروں کو بھی رہنمائی مہیا کرے گی۔ اس کا مطالعہ جاں گداز ہے۔ بصارت کے ساتھ بصیرت کو اجاگر کرنے والا ہے تاکہ قوم کے معماروں کا مستقبل تاریکی سے پرے رہے۔ اللہ آپ کو سلامت اور خوش رکھے۔

مولانا ڈاکٹر قاری محمد ضیاء الرحمٰن صاحب (چیئرمین القرآن ایجوکیشن ٹرسٹ، انچارج فیصل مسجد اسلام آباد)

دی علم فاؤنڈیشن کا مرتب کردہ نصاب مطالعۂ قرآن حکیم برائے طلباء وطالبات پاکستان کے لاکھوں عصری ودینی تعلیمی اداروں کے طلبہ کے علم وعمل، کردار واخلاق اور فکری نشونما کے لئے سنگ میل کا کام دے گا۔ جس کے ذریعہ ہم نہ صرف اپنی کھوئی ہوئی اخلاق قدروں اور گم کردہ قائدانہ مقام سے آشنا ہوں گے بلکہ پورے عالم انسانیت کے لئے مؤثر اور مفید ثابت ہونگے، مطالعۂ قرآن حکیم کورس کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ہر طرح کی فرقہ ورانہ سوچ سے بلند تر اور اتحاد امت کا ترجمان ہے۔

ونگ کمانڈر ڈاکٹر مولانا ضمیر اختر خان صاحب (ڈائریکٹر شعبہ امورِ دینیہ۔ پاکستان فضائیہ، فاضل علوم اسلامیہ)

دی علم فاؤنڈیشن نے عصری تعلیمی اداروں کے لئے مطالعۂ قرآن حکیم کا نصاب ترتیب دے کر ملت اسلامیہ پاکستان کی خاص طور پر اور امت مسلمہ کی عام طور پر خدمت کا عظیم فریضہ ادا کیا ہے۔ علم فاؤنڈیشن کا بڑا کارنامہ (Herculean Task) پورے قرآن مجید فرقان حمید پر محیط ان کتب کی ترتیب وتدوین ہے۔

Prof. Dr. Masoom Yasinzai (Rector International Islamic University-Islamabad)

Its very impressive work on Quranic teachings 'Mutalae Quran-e- Hakeem'.I am greatly impressed by the IlM Foundation approach for introducing Quranic teaching with the help of stories of prophets and from the grass root level. Surely, ILM Foundation work will make a sustainable impact on the lives of future generations in their personal lives as practicing Muslims and in the society at large.

دی سیٹیزن فاؤنڈیشن (شعبۂ نصاب)

مختلف رنگوں کا استعمال بچوں کے لئے بہت interactive ہے اور قرآن فہمی میں معاون ہے۔ اس کتاب کی مشقیں بہت اچھی ہیں۔ اس نصاب میں کوئی ایسا مواد نہیں جس سے طلباء وطالبات میں انتہاپسندی پیدا ہو رہی ہو۔ نصابِ قرآن بچوں کی اخلاقی تربیت میں بھی بہت معاون ہے۔ بحیثیت مجموعی بہت اچھی کاوش ہے یقیناً اس کے اچھے نتائج سامنے آئیں گے۔

مفتی محمد قمر الحسن صاحب (استاد الحدیث جامعہ حمادیہ، شرعیہ ایڈوائزر ٹرسٹ جمعیت تعلیم القرآن، ایڈوکیٹ ہائی کورٹ)

طلباوطالبات میں اسلامی کردار و تشخص اور ایمانی جذبہ و قوت پیدا کرنے کے لئے اس میں جو محنت کی گئی ہے اس کو دیکھ کر بے اختیار زبان سے آفرین کے الفاظ نکل گئے۔ ہر سورت کے شروع میں اس کا مقصد اور جاندار خلاصہ کا پیش کرنا بڑا مفید ہے۔ "علم و عمل کی باتیں" کے عنوان قرآنِ حکیم کی فکری اور عملی ہدایت سے آگاہی دلانے کا طریقہ بھی نہایت مؤثر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو دین کی اشاعت اور جذبہ ایمانی کا ذریعہ بنادیا ہے۔

قاری سید علی عابد نقوی صاحب (اعزازی مشیر اسلامی نظریاتی کونسل، منتظم اعلیٰ امامیہ دار التجوید، بین الاقوامی قصر قرآنِ پروجیکٹ اسلام آباد)

مجھے انتہائی خوشی ہوئی کہ ادارہ نے مسلکی اختلافات سے پرہیز کرتے ہوئے طلباء وطالبات میں حقیقی قرآنی روح سے آگاہ کرنے کا بہترین اہتمام کیا ہے۔ میں اس عمل کو قابل تحسین قرار دیتا ہوں۔ وزارتِ مذہبی امور سے چالیس سے مربوط ہوں۔ علم فاؤنڈیشن کے افراد ادارہ میں ملازمت نہیں بلکہ نظریاتی بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔ موجودہ پر اشوب دور میں علم فاؤنڈیشن کا قرآنی حوالے سے کام بہت بلند ہے۔ جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔

مفتی محمد منظور علی خان قادری حنفی صاحب (فاضل علوم شرقیہ، خطیب اعلیٰ غوثیہ مسجد، گلشن حدید کراچی)

پانچویں کلاس سے دسویں کلاس کے بچوں کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے قرآنی واقعات پر مشتمل جو نصاب پیش کیا گیا ہے یہ بچوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ اس ترجمہ میں کسی مقام پر مجھے کوئی غلطی یا بے ادبی نظر نہیں آئی۔ یہ ترجمہ مسلک اہلسنت کے مطابق بالکل درست ہے۔ اس وقت اس کام کے لئے جو لوگ جانی اور مالی تعاون کر رہے ہیں وہ لائق تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

Muhammad Rafique Tahir. Joint Education Adviser, Ministry of Federal Education Govt of Pakistan.

The ILM Foundation has devised the Holy Quran Urdu translation books / course consists of seven parts. The Ministry of Federal Education & Professional Training has constituted a committee consist of representatives of Ittehad Tanzeemat-ul-Madaris Pakistan to reach consensus regarding translation of Holy Quran and Teachers Guide. The process of review is going on successfully. The council of Islamic Ideology has also highly appreciated this effort and suggested to form an Ulema Committee for providing guidelines.

The Ministry of Federal Education and Professional Training too appreciate the efforts of The ILM Foundation and term it as an excellent support towards the implementation of Compulsory Teaching of the Holy Quran Act 2017.

تلاوت اور ترجمہ قرآن کے چند آداب

۱۔ پاک صاف ہو کر قرآنِ حکیم کی تلاوت کرنی چاہیئے۔

۲۔ تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوذ (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ) اور تسمیہ (بِسْمِ اللّٰهِ) پڑھنی چاہیئے۔

۳۔ تجوید کے ساتھ تلاوت کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۴۔ تلاوت کرتے ہوئے رب العالمین اور اس کے کلام کی عظمت بھی دل میں موجود ہونی چاہیئے۔

۵۔ تلاوت آہستہ اور بلند آواز سے کی جاسکتی ہے۔ البتہ یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ بلند آواز تلاوت سے کسی کے کام یا آرام میں خلل نہ ہو۔

۶۔ سجدۂ تلاوت والی آیت پر سجدہ ادا کرنا چاہیئے۔

۷۔ جب کوئی دوسرا تلاوت کررہا ہو تو اسے خاموشی اور توجہ سے سننا چاہیئے۔

۸۔ ترجمہ اور تشریحات کے مطالعہ کے وقت خوب غور وفکر کرنا چاہیئے تاکہ آیات کا مفہوم اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

۹۔ ہدایت حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی نیت سے قرآنِ حکیم کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

۱۰۔ جہنم اور عذاب کے ذکر والی آیات کا ترجمہ پڑھتے ہوئے اللہ ﷻ کی پناہ اور نجات کی دعا مانگنی چاہیئے۔

۱۱۔ جنت اور خوشخبری والی آیات کا ترجمہ پڑھتے وقت اللہ ﷻ سے جنت عطا فرمانے کی دعا مانگنی چاہیئے۔

۱۲۔ تلاوت کے آخر میں اپنی، اپنے والدین، اساتذہ، مرحومین اور پوری امت مسلمہ کی سلامتی، بھلائی اور مغفرت کے لئے دعا مانگنی چاہیئے۔

طلبہ کے لئے اہم ہدایات

تمام طلباء وطالبات اس نصاب کے مطالعہ کے دوران درج ذیل باتوں کو خاص طور پر ذہن نشین رکھیں۔

۱۔ مطالعۂ قرآنِ حکیم کی کتاب کے ادب اور حفاظت کا بھرپور انتظام کریں اور اس کی جلد بندی بھی کروائیں یہ خیال کرتے ہوئے کہ آپ آئندہ بھی اس سے استفادہ کرتے رہیں گے۔

۲۔ مطالعۂ قرآنِ حکیم میں پیش کیئے گئے ترجمہ کا انتخاب بہت سے علماء کرام اور بزرگانِ دین کے معروف تراجم سے کیا گیا ہے۔ اس حوالہ سے ان معزز شخصیات کی محنت کی ہمیں قدر کرنی چاہیئے اور انہیں اپنا محسن سمجھنا چاہیئے۔

۳۔ اس نصاب میں قرآنِ حکیم کے ترجمہ اور اس کی بنیادی تعلیمات سے آگاہی فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دینی مسائل اور قرآنِ حکیم کے احکامات کی تفصیل جاننے کے لئے علماء کرام سے رجوع کرنا چاہیئے۔

۴۔ اس نصاب کا ایک اہم مقصد قرآنِ حکیم کے بنیادی پیغام اور ہدایات سے طلبہ کو واقف کرانا ہے۔ البتہ اس مطالعہ کے نتیجہ میں اپنے آپ کو اس قابل سمجھنا کہ ہم خود قرآنِ حکیم سے مسائل اور احکامات اخذ کرسکتے ہیں اور ہمیں اہل علم سے کچھ سیکھنے کی ضرورت نہیں، ہرگز صحیح نہیں ہے۔

۵۔ قرآن حکیم کے مطالعہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ اور سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ بھی بہت ضروری ہے کیونکہ قرآنی احکامات اور تعلیمات کی وضاحت آپ ﷺ نے اپنے قول اور عمل کے ذریعہ فرمائی۔ گویا قرآنِ حکیم کی عملی وضاحت آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے میسر آئے گی۔ اس سلسلہ میں اپنے اساتذہ کرام اور اہل علم سے رہنمائی لیتے رہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

نمبر شمار	سبق	صفحہ نمبر
۱	ابتدائی کلمات	۸
۲	"رہنمائے اساتذہ برائے مطالعہ قرآنِ حکیم" کی خصوصیات	۱۰
۳	اساتذہ کے لئے عمومی تدریسی ہدایات	۱۱
۴	اسباق کی منصوبہ بندی (Lesson Planning)	۱۳
۵	نصاب کا جائزہ فارم (Course Coverage Form)	۱۸
۶	سُوۡرَۃُ مَرۡیَم	۱۹
۷	سُوۡرَۃُ طٰہٰ	۴۳
۸	سُوۡرَۃُ الۡاَنۡبِیَآء	۵۴
۹	سُوۡرَۃُ الۡحَجّ	۷۷
۱۰	سُوۡرَۃُ الۡفُرۡقَان	۱۰۲
۱۱	قصہ حضرت لوط علیہ السلام	۱۲۸
۱۲	سُوۡرَۃُ الشُّعَرَآء	۱۳۵
۱۳	سُوۡرَۃُ النَّمۡل	۱۴۵
۱۴	سُوۡرَۃُ الۡقَصَص	۱۷۴
۱۵	سُوۡرَۃُ الۡعَنۡکَبُوۡت	۱۹۰
۱۶	سُوۡرَۃُ الرُّوۡم	۲۱۵
۱۷	سُوۡرَۃُ لُقۡمَان	۲۳۵
۱۸	سُوۡرَۃُ السَّجۡدَہ	۲۵۳
۱۹	سُوۡرَۃُ سَبَا	۲۶۶
۲۰	سُوۡرَۃُ فَاطِر	۲۸۸
۲۱	سُوۡرَۃُ یٰسٓ	۳۱۰
۲۲	سُوۡرَۃُ صٓ	۳۳۸
۲۳	سُوۡرَۃُ الۡاَحۡقَاف	۳۶۲

ابتدائی کلمات

الحمدللہ "دی علم فاؤنڈیشن" کے زیرِ اہتمام طلبہ کی قرآنی تعلیمات سے آگاہی کے لئے ۲۰۱۰ء سے ایک جامع نصاب "مطالعہ قرآنِ حکیم برائے طلباء وطالبات" مرتب کیا گیا ہے۔ اس نصاب سے سینکڑوں تعلیمی اداروں میں دو لاکھ سے زائد طلبہ استفادہ کر رہے ہیں جن کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ "مطالعہ قرآنِ حکیم" کے بارے میں الحمدللہ پاکستان بھر کے مختلف تعلیمی اداروں سے بہت حوصلہ افزا نتائج موصول ہو رہے ہیں جو محض اللہ ﷻ کا فضل اور اساتذہ کرام کے اخلاص اور محنت کا نتیجہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا "مجھے معلّم بنا کر بھیجا گیا ہے۔" (سنن دارمی) اس حدیثِ مبارکہ کے مطابق وہ تمام اساتذہ قابلِ صد افتخار ہیں جو تدریس سے وابستہ ہیں۔ انہیں نبی کریم ﷺ سے اس منصب کی نسبت حاصل ہے جس کا ذکر نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا۔ پھر یہ منصب اور زیادہ عزت و افتخار کا باعث ہو جاتا ہے جب یہ تدریس قرآنِ حکیم کے حوالہ سے ہو۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا "تم میں سے بہترین وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں۔" (صحیح بخاری) ایک اور حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ ﷻ تمہارے ہاتھ پر (یعنی تمہارے ذریعہ) کسی ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دیں، تو یہ تمہارے لئے اس ساری کائنات سے بہتر ہے، جس پر آفتاب طلوع اور غروب ہوتا ہے۔" (طبرانی)

تاہم جہاں فریضہ تدریس کے فضائل و درجات بلند ہیں وہیں اس کی ذمّہ داری اور حساسیت بھی بہت زیادہ ہے۔ پھر "مطالعہ قرآنِ حکیم" کے حوالہ سے یہ ذمّہ داری اور حساسیت مزید بڑھ جاتی ہے کیوں کہ قرآنِ حکیم ایک مکمل ضابطۂ حیات عطا کرتا ہے اور اس نصاب کا طلبہ کی کردار سازی سے بھی گہرا تعلق ہے۔ پھر خود اساتذہ کرام طلبہ کے لئے عملی نمونے بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا اساتذہ کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ خود بھی قرآنِ حکیم، احادیث مبارکہ، سیرت النبی ﷺ اور دینی اسلامی کتب کا باقاعدہ مطالعہ کریں۔ نیز خود اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ بن کر طلبہ کی تربیت اور کردار سازی کے اہم فریضہ کو سرانجام دے کر اجرِ عظیم کی سعادت حاصل کریں۔

"مطالعہ قرآنِ حکیم برائے طلباء و طالبات" کی موثر تدریس کے حوالہ سے ہر حصّہ کے لئے انتہائی تحقیق کے ساتھ ۳۰ سے زائد تراجم و تفاسیر کی روشنی میں "رہنمائے اساتذہ برائے مطالعہ قرآنِ حکیم" مرتب کیا گیا ہے۔ اساتذہ "مطالعہ قرآنِ حکیم" کی تدریس کے دوران اس سے ضرور استفادہ کریں اور دورانِ تدریس مندرجہ ذیل باتوں کو پیشِ نظر رکھیں تا کہ "رہنمائے اساتذہ برائے مطالعہ قرآن حکیم" سے بھرپور معاونت حاصل کر کے موثر انداز سے "مطالعہ قرآن حکیم" کی تدریس کا اہتمام ہو سکے۔

"مطالعہ قرآنِ حکیم" اور "رہنمائے اساتذہ" موصول ہونے کے بعد دونوں کتب کا مکمل جائزہ لے لیں تا کہ اس نصاب کی ضرورت، اہمیت اور مقصد واضح ہو جائے۔ آئندہ کی تمام منصوبہ بندی اور تدریسی عمل میں یہ جائزہ معاون ہو گا۔ ان شاءاللہ

- رہنمائے اساتذہ میں دی گئی "عمومی تدریسی ہدایات" اور "عمومی پوچھے جانے والے سوالات" کے ایک ایک نکتہ کا بغور مطالعہ فرمائیں اوراگراس ضمن میں مزید کوئی سوال ہو تواسے نوٹ فرماکر ادارہ سے رابطہ فرمائیں۔
- اسباق کی منصوبہ بندی کا جائزہ لینے کے بعد اپنی سہولت کے مطابق اپنے اسکول کے نظام الاوقات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ بنیاد کے ساتھ ساتھ روزانہ کے سبق کی بھی منصوبہ بندی کرلیں کہ کسی مکمل یا جزوی سبق کے لئے کتنا وقت دستیاب ہوگا۔
- ہر سبق کو پڑھانے سے پہلے اس سے متعلقہ مواد کو ضرور پڑھ لیں۔ مثلاً قرآنی متن کی تلاوت اور درست ادائیگی کی مشق وغیرہ۔ املا اور تلفظ کی اصلاح کے لئے لغت (ڈکشنری) سے استفادہ کریں۔
- دورانِ تدریس ہر سبق کے متعین کردہ "مقاصدِ مطالعہ" کو خاص طور پر پیشِ نظر رکھیں تاکہ سبق کے اختتام پر طلبہ کو اس سبق کا وہ فہم حاصل ہو جس کا "مقاصدِ مطالعہ" میں ذکر کیا گیا ہے۔
- ہر سبق سے متعلقہ آیات کی تشریحات اور وضاحت "رہنمائے اساتذہ" میں دیئے گئے نکات تک ہی محدود رکھیں جو کہ الحمدللہ کئی معروف تفاسیر سے ماخوذ ہیں۔
- سورتوں کا باہمی رَبط اچھی طرح جان لیں۔ اس میں کوئی مزید نکتہ شامل کرنا ہو تو وہ بھی پہلے سے نوٹ کرکے رکھیں تاکہ وقت کا ضیاع نہ ہو اور تدریسی عمل کی روانی برقرار رہے۔
- ہر سورت یا قصہ کی تدریس سے قبل طلبہ سے سوال وجواب کے ذریعہ متعلقہ سبق کے بارے میں بحیثیت مجموعی معلومات اور فہم کا جائزہ ضرور لے لیں تاکہ ان کی ذہنی سطح اور فہم کو سامنے رکھتے ہوئے بہتر انداز میں اس سبق کی مزید وضاحت ان کے سامنے کی جاسکے۔
- آیات کی تشریحات میں دیئے گئے سوالات طلبہ سے خود کریں۔ اگر وہ مطلوبہ جواب نہ دے سکیں تو "رہنمائے اساتذہ" میں دیئے گئے جواب انہیں بتائیں۔ سوال وجواب کمرۂ جماعت میں طلبہ کے سامنے "رہنمائے اساتذہ" سے پڑھنے سے بچنے کا اہتمام کریں اور متعلقہ سبق کی آیات کے سوالات وجوابات کا پہلے سے مطالعہ فرمائیں۔
- مشقوں کے جوابات طلبہ ہی سے حل کرائیں جائیں نہ کہ خود ہی سوالوں کے جوابات پہلے سے دے دیئے جائیں۔
- تمام اسباق کے اختتام پر دلچسپ عملی سرگرمیاں دی گئی ہیں۔ سرگرمیوں کے حل کے لئے کچھ معاون نکات بھی دیئے گئے ہیں تاکہ اساتذہ کے لئے آسانی رہے۔ ان سرگرمیوں میں طلبہ سے کرائے گئے کاموں کو نمایاں کریں تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو۔

ہم امید کرتے ہیں کہ "مطالعۂ قرآنِ حکیم" کی موثر تدریس میں یہ "رہنمائے اساتذہ" بہت معاون ثابت ہوگا اور اس کے حوصلہ افزا نتائج سامنے آئیں گے۔ ان شاءاللہ

"رہنمائے اساتذہ برائے مطالعۂ قرآنِ حکیم" کی خصوصیات

۱۔ اساتذہ کی تدریسی معاونت کے لئے **"عمومی تدریسی ہدایات"** وضاحت کے ساتھ دی گئی ہیں۔ جن کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی موجود ہے۔

۲۔ اساتذہ کی سہولت کے لئے مطالعۂ قرآنِ حکیم کے ہر حصّہ کے **"اسباق کی منصوبہ بندی"** (Lesson Planning) کی گئی ہے۔

۳۔ نصاب کی تدریس کا وقتاً فوقتاً جائزہ لینے اور مشاورت کے لئے **"نصاب کا جائزہ فارم"** (Course Coverage Form) بھی دیا گیا ہے۔

۴۔ ہر قصہ اور سورت کی تدریس کے حوالہ سے اسباق کی وضاحت کے لئے **"طریقۂ تدریس"** بتایا گیا ہے تاکہ اساتذہ کو روزانہ کی بنیاد پر اسباق کے تعین میں کوئی دشواری نہ ہو۔

۵۔ قصّوں اور سورتوں کے مطالعہ کے بعد متعلقہ اسباق کے بارے میں طلبہ کے فہم اور استعداد کا جائزہ لینے کے لئے اسباق کے **"مقاصدِ مطالعہ"** متعین کیئے گئے ہیں۔

۶۔ سورتوں کے مضامین کے مطابق **"ربطِ سورت"** کے نام سے سورتوں کا باہمی ربط بھی بیان کیا گیا ہے تاکہ سورتوں کا باہمی تعلق اور تسلسل سمجھنا آسان ہو۔

۷۔ ہر قصّہ اور سورت کے **"آیت بہ آیت تشریحی نکات"** سوال وجواب کی صورت میں دیئے گئے ہیں۔

۸۔ آیات کے مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے حاصل ہونے والی عملی باتوں کو **"عملی پہلو"** کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔

۹۔ آیات کی تشریحات میں **"قرآنِ حکیم کے دیگر مقامات"** کے حوالہ جات بھی دیئے گئے تاکہ متعلقہ بات قرآنِ حکیم کی روشنی میں زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان ہو جائے۔

۱۰۔ آیات کی وضاحت میں **"احادیث مبارکہ"** کے حوالہ جات بھی دیئے گئے ہیں تاکہ قرآنِ حکیم کے ساتھ ساتھ حدیث مبارکہ کی ضرورت واہمیت بھی واضح ہو اور قرآنی احکامات کی عملی شکل بھی واضح ہو سکے۔

۱۱۔ آیاتِ قرآنی میں بیان کی گئی تاریخی، سائنسی، معاشی، معاشرتی اور علمی باتوں کو **"نوٹ"** کے عنوان سے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں مزید مطالعہ کے لئے **"انٹرنیٹ کے لنکس"** بھی دیئے گئے ہیں۔

۱۲۔ آیاتِ قرآنی کے مضامین کے مطابق بعض عنوانات پر **"خصوصی نوٹ"** بھی دیئے گئے ہیں۔ مثلاً زمین، بادل، بارش، میٹھا پانی وغیرہ

۱۳۔ اساتذہ کی آسانی کے لئے **"مشقوں کے جوابات"** بھی دیئے گئے ہیں۔

۱۴۔ طلبہ کی ذہنی سطح اور دلچسپی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہر سورت اور قصہ کے متعلق مزید **"عملی سرگرمیاں"** بھی دی گئی ہیں۔

۱۵۔ نصابِ مطالعۂ قرآنِ حکیم کے حوالہ سے **"عمومی پوچھے جانے والے سوالات"** (FAQs) کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں۔ الحمدللہ ان کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی موجود ہے۔

۱۶۔ اساتذہ کی معاونت کے لئے مطالعۂ قرآنِ حکیم برائے طلباء وطالبات کے سالانہ امتحان کے لئے **"ماڈل پیپر"** بھی دیا گیا ہے۔

۱۷۔ "رہنمائے اساتذہ برائے مطالعۂ قرآنِ حکیم" کو مرتب کرنے میں خصوصی طور پر اہتمام کیا گیا ہے کہ **مسلکی اختلافات کے بیان سے گریز** کیا جائے اور ان ہی اُمور اور تشریحات کو بیان کیا جائے جن پر عموماً سب کا اتفاق پایا جاتا ہے۔

۱۸۔ "رہنمائے اساتذہ" کو مرتب کرنے میں **علماء کرام، حفّاظِ کرام، اساتذہ کرام اور والدین کی مشاورت** اور نظرِ ثانی سے استفادہ کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اساتذہ کی رہنمائی کے لئے تدریسی ہدایات

تدریسی ہدایات کا مقصد

الحمد للہ دی علم فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام طلباء و طالبات کے لئے مطالعہ قرآن حکیم کا جو نصاب تیار کیا گیا ہے اس کی تدریس کے حوالے سے کچھ گزارشات اور ہدایات اساتذہ کرام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں۔ اگر اساتذہ کرام ان ہدایات کا خیال رکھیں گے تو ان شاء اللہ بہت بہتر طریقے پر اس نصاب کی تدریس کا عمل آگے بڑھ سکے گا۔ امید ہے اس طرح اس نصاب کے بنیادی مقاصد بھی حاصل ہو سکیں گے یعنی قرآنی تعلیمات کو سمجھنا، یاد رکھنا اور عملی زندگی میں قرآنی ہدایات پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا، ان شاء اللہ۔

اساتذہ کرام تدریس کے دوران مندرجہ ذیل باتوں کو مدّ نظر رکھیں۔

1. سبق کے دوران عربی متن ضرور پڑھایا جائے لیکن یہ یاد رہے کہ یہ نصاب فہم قرآن کے حوالہ سے تیار کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس نصاب کے مطالعہ کے دوران فہم قرآن ہی پر توجہ دی جائے۔ اس نصاب کے لئے مختص کیا ہوا وقت تجوید کے قواعد سکھانے، مشق کروانے وغیرہ میں نہ صرف کیا جائے۔
2. اس نصاب کو رٹانا مقصود نہیں بلکہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے۔
3. عربی متن کے ساتھ ترجمہ پڑھایا جائے۔ اور ترجمہ پر خاص توجہ دیتے ہوئے اسے بار بار دہرایا جائے۔ تاکہ بچوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ آگاہی حاصل ہو اور وہ اس کو سمجھ سکیں۔
4. عربی متن کی تلاوت کے دوران یہ خیال رکھا جائے کہ الفاظ کی ادائیگی درست ہو اور اگر اساتذہ کی اس لحاظ سے کوئی کمزوری ہے تو ایسے طلباء وطالبات سے تلاوت کرائی جائے جن کی تجوید درست ہو۔
5. رنگوں کے استعمال کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جو رنگ عربی متن کا ہے اتنا ہی ترجمہ پڑھایا جائے تاکہ طلباء کسی حد تک عربی سے بھی واقفیت حاصل کر سکیں اور اس کا ذوق و شوق پیدا ہو۔ لیکن یہ ذہن میں رہے کہ عربی گرامر سکھانا اس نصاب کا مقصود نہیں۔
6. جہاں تک ممکن ہو سکے اساتذہ خود بھی باوضو ہوں اور طلباء کو بھی اس کا پابند بنائیں تاکہ پاکیزگی اور طہارت کے ساتھ اس فریضہ کو سرانجام دیا جائے اور روحانی برکات کا حصول بھی ہو۔
7. خواتین اساتذہ کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ مخصوص ایام میں مکمل آیت کی تلاوت کرنے کے بجائے الفاظ کو توڑ توڑ کر علیحدہ علیحدہ پڑھیں کیونکہ اس کی گنجائش دی گئی ہے۔ مثلاً اَلۡحَمۡدُ۔۔لِلّٰہِ۔۔۔رَبِّ۔۔الۡعٰلَمِیۡنَ
8. ”نکات برائے اساتذہ“ میں بعض مقامات پر آیات کی تشریح میں اضافی مواد صرف اساتذہ کی معلومات کے لئے دیا گیا ہے لہٰذا وہ طلباء کی ذہنی سطح کو مدّ نظر رکھتے ہوئے صرف ضروری تشریحات ہی انہیں سمجھائیں۔
9. رہنمائے اساتذہ میں دیئے گئے نکات سادہ صفحات پر بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق درج کروائیں۔

10. مطالعہ قرانِ حکیم کے نصاب کے "اسباق کی منصوبہ بندی" عمومی انداز میں اس طرح کی گئی ہے کہ حصہ اول کے لئے ایک کلاس میں عربی متن والا ایک صفحہ تجویز کیا گیاہے اور ایک کلاس "علم و عمل کی باتوں اور مشق" کے لئے رکھی گئی ہے۔ لیکن اساتذہ اپنے اسکول کے نظام الاوقات، اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق اسباق کی ترتیب اور مقدار میں تبدیلی لا سکتے ہیں۔

11. حصہ اول کے لئے ہفتہ وار کم سے کم دو اور دیگر حصوں کے لئے کم سے کم تین کلاس رکھ دی جائیں تو بہت ہی آسانی سے یہ نصاب مکمل ہو سکتا ہے۔

12. بعض سورتوں میں ہو سکتا ہے کم وقت درکار ہو لہٰذا جہاں مناسب سمجھیں وہ وقت دوسری سورتوں اور قصوں میں زیادہ استعمال کر سکتے ہیں۔ لہٰذا پہلے سے اس کی منصوبہ بندی کر لیں۔

13. فقہی بحثوں اور اختلافی مسائل کے بیان سے خود بھی گریز کریں اور بچوں کو بھی اس سے دور رکھیں تاکہ ان میں اُلجھنے اور وقت ضائع کرنے کے بجائے بامقصد باتوں کی طرف توجہ ہو۔

14. اختلافی مسائل کے بیان سے کیسے گریز کیا جائے جبکہ طلباء پوچھ رہے ہوں؟

15. "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ بچوں کو سمجھائی جائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائی جائیں۔

16. بچوں کو اخلاقیات کیسے سکھائیں؟

17. انبیاءِ کرام علیہم السلام کے قصّوں کو عام فہم انداز میں کہانی کی صورت میں پڑھایا جائے تاکہ بچوں میں دلچسپی پیدا ہو۔

18. طلباء سے مختلف سوالات، کوئز پروگرام اور مقابلوں کے ذریعے ان میں قرآن فہمی کی دلچسپی پیدا کی جا سکتی ہے۔

19. "سمجھیں اور حل کریں" بچوں کو گھر کے کام (Homework) کے طور پر دیں تاکہ ان کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کلاس میں خود حل کرائیں۔

20. اساتذہ آیات کی تشریحات رہنمائے اساتذہ میں دیئے گئے نکات تک محدود رکھیں یا پھر معتبر تفاسیر سے رجوع کریں۔ غیر مصدقہ مواد سے پرہیز کریں۔

21. "مطالعہ قرآن حکیم" کی تدریس کے دوران بچوں کی عملی تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے اور وقتاً فوقتاً اس کا جائزہ لیتے رہیں۔

22. تدریس کے دوران پیش آنے والے تجربات اور مفید باتوں کو نوٹ فرمائیں اور دی علم فاؤنڈیشن کو آگاہ فرمائیں۔

23. اگرچہ مشکل الفاظ سے حتی الامکان اجتناب کیا گیا ہے تاہم اگر دورانِ تدریس طلباء کو کوئی لفظ مشکل لگے یا اساتذہ کوئی متبادل لفظ تجویز کرنا چاہیں تو اس کی نشاندہی فرمائیں۔

24. تدریس کے دوران پیش آنے والے مسائل اور مشکلات کے حل کے لئے دی علم فاؤنڈیشن سے رابطہ کریں۔

25. اساتذہ کی سالانہ کارکردگی کو جانچنے کے بعد حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

26. تمام اساتذہ ڈیمو کلاس اور تعارفی ویڈیو بھی ضرور دیکھیں۔

27. FAQs (عمومی پوچھے جانے والے سوالات) پر مبنی ویڈیو بھی ضرور دیکھیں۔

28. تمام اساتذہ ماہانہ کارکردگی کا فارم ہر مہینے کے اختتام پر پُر کر کے رکھیں تاکہ رابطہ کرنے پر آسانی رہے۔

29. اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے خصوصی دعا اور اخلاص نیت کا اہتمام کریں۔

نوٹ: مندرجہ بالا نکات کی تفصیلی وضاحت حصّہ اوّل کے رہنمائے اساتذہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ یا ہماری ویب سائٹ www.tif.edu.pk سے ڈاؤن لوڈ کر لیں۔

نوٹ: "اسباق کی منصوبہ بندی" عمومی انداز میں اس طرح کی گئی ہے کہ ایک کلاس میں عربی متن والے دو صفحات تجویز کیئے گئے ہیں اور ایک کلاس "علم و عمل کی باتوں اور مشق" کے لئے رکھی گئی ہے۔ لیکن اساتذہ اپنے اسکول کے نظام الاوقات، اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق اسباق کی ترتیب اور مقدار میں تبدیلی لا سکتے ہیں۔

اسباق کی منصوبہ بندی (Lesson Planning)

نمبر شمار	عنوان سبق	تفصیل	صفحہ نمبر
سبق نمبر ۱	قصّہ حضرت زکریا علیہ السلام	مختصر خلاصہ	۸،۷،۶
سبق نمبر ۲	قصّہ حضرت مریم علیہا السلام	مختصر خلاصہ	۱۲،۱۱،۱۰،۹
سبق نمبر ۳	قصّہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام	مختصر خلاصہ	۱۵،۱۴،۱۳
سبق نمبر ۴	سُوْرَةُ مَرْيَم	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۱۶
سبق نمبر ۵	سُوْرَةُ مَرْيَم	قرآنی متن اور ترجمہ	۲۰،۱۸
سبق نمبر ۶	سُوْرَةُ مَرْيَم	قرآنی متن اور ترجمہ	۲۳،۲۲
سبق نمبر ۷	سُوْرَةُ مَرْيَم	قرآنی متن اور ترجمہ	۲۶،۲۴
سبق نمبر ۸	سُوْرَةُ مَرْيَم	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۲۹،۲۸،۲۷
سبق نمبر ۹	سُوْرَةُ طٰهٰ	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۳۲،۳۰
سبق نمبر ۱۰	سُوْرَةُ طٰهٰ	قرآنی متن اور ترجمہ	۳۶،۳۴
سبق نمبر ۱۱	سُوْرَةُ طٰهٰ	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۳۹،۳۸
سبق نمبر ۱۲	سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآء	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۴۰
سبق نمبر ۱۳	سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآء	قرآنی متن اور ترجمہ	۴۴،۴۲
سبق نمبر ۱۴	سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآء	قرآنی متن اور ترجمہ	۴۸،۴۶
سبق نمبر ۱۵	سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآء	قرآنی متن اور ترجمہ	۵۲،۵۰
سبق نمبر ۱۶	سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآء	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۵۵،۵۴،۵۳
سبق نمبر ۱۷	سُوْرَةُ الْحَجّ	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۵۸،۵۶
سبق نمبر ۱۸	سُوْرَةُ الْحَجّ	قرآنی متن اور ترجمہ	۶۱،۶۰

سبق نمبر ۱۹	سُوْرَۃُ الْحَجّ	قرآنی متن اور ترجمہ	۶۲،۶۴
سبق نمبر ۲۰	سُوْرَۃُ الْحَجّ	قرآنی متن اور ترجمہ	۶۶،۶۸
سبق نمبر ۲۱	سُوْرَۃُ الْحَجّ	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۶۹،۷۰،۷۱
سبق نمبر ۲۲	سُوْرَۃُ الْفُرْقَان	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۷۲،۷۴
سبق نمبر ۲۳	سُوْرَۃُ الْفُرْقَان	قرآنی متن اور ترجمہ	۷۶،۷۸
سبق نمبر ۲۴	سُوْرَۃُ الْفُرْقَان	قرآنی متن اور ترجمہ	۸۰،۸۲
سبق نمبر ۲۵	سُوْرَۃُ الْفُرْقَان	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۸۳،۸۴،۸۵
سبق نمبر ۲۶	قصّہ حضرت لوط علیہ السلام	مختصر خلاصہ	۸۶
سبق نمبر ۲۷	قصّہ حضرت لوط علیہ السلام	قرآنی متن اور ترجمہ	۸۸
سبق نمبر ۲۸	قصّہ حضرت لوط علیہ السلام	قرآنی متن اور ترجمہ	۹۰
سبق نمبر ۲۹	قصّہ حضرت لوط علیہ السلام	قرآنی متن اور ترجمہ	۹۲
سبق نمبر ۳۰	قصّہ حضرت لوط علیہ السلام	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۹۵،۹۴،۹۳
سبق نمبر ۳۱	سُوْرَۃُ الشُّعَرَآء	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۹۶
سبق نمبر ۳۲	سُوْرَۃُ الشُّعَرَآء	قرآنی متن اور ترجمہ	۹۷،۹۸
سبق نمبر ۳۳	سُوْرَۃُ الشُّعَرَآء	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۱۰۰،۱۰۱
سبق نمبر ۳۴	قصّہ حضرت سلیمان علیہ السلام	مختصر خلاصہ	۱۰۲،۱۰۳
سبق نمبر ۳۵	قصّہ حضرت سلیمان علیہ السلام	مختصر خلاصہ	۱۰۴،۱۰۵
سبق نمبر ۳۶	سُوْرَۃُ النَّمْل	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۱۰۶،۱۰۸
سبق نمبر ۳۷	سُوْرَۃُ النَّمْل	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۱۰،۱۱۲
سبق نمبر ۳۸	سُوْرَۃُ النَّمْل	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۱۴،۱۱۵
سبق نمبر ۳۹	سُوْرَۃُ النَّمْل	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۱۶،۱۱۸
سبق نمبر ۴۰	سُوْرَۃُ النَّمْل	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۱۱۹،۱۲۰،۱۲۱
سبق نمبر ۴۱	سُوْرَۃُ الْقَصَص	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۱۲۲،۱۲۴
سبق نمبر ۴۲	سُوْرَۃُ الْقَصَص	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۲۶،۱۲۸

سبق نمبر ۴۳	سُوْرَةُ الْقَصَص	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱
سبق نمبر ۴۴	سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۱۳۲، ۱۳۴
سبق نمبر ۴۵	سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۳۵، ۱۳۶
سبق نمبر ۴۶	سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۳۸، ۱۳۹
سبق نمبر ۴۷	سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۴۰
سبق نمبر ۴۸	سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳
سبق نمبر ۴۹	سُوْرَةُ الرُّوْم	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۱۴۴، ۱۴۶
سبق نمبر ۵۰	سُوْرَةُ الرُّوْم	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۵۰، ۱۴۸
سبق نمبر ۵۱	سُوْرَةُ الرُّوْم	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۵۲، ۱۵۴
سبق نمبر ۵۲	سُوْرَةُ الرُّوْم	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷
سبق نمبر ۵۳	سُوْرَةُ لُقْمَان	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۱۶۰، ۱۵۸
سبق نمبر ۵۴	سُوْرَةُ لُقْمَان	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۶۲، ۱۶۴
سبق نمبر ۵۵	سُوْرَةُ لُقْمَان	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷
سبق نمبر ۵۶	سُوْرَةُ السَّجْدَة	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۱۶۸
سبق نمبر ۵۷	سُوْرَةُ السَّجْدَة	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۷۰، ۱۷۲
سبق نمبر ۵۸	سُوْرَةُ السَّجْدَة	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵
سبق نمبر ۵۹	سُوْرَةُ سَبَا	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۱۷۶، ۱۷۸
سبق نمبر ۶۰	سُوْرَةُ سَبَا	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۸۰، ۱۸۲
سبق نمبر ۶۱	سُوْرَةُ سَبَا	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۸۴، ۱۸۶
سبق نمبر ۶۲	سُوْرَةُ سَبَا	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹
سبق نمبر ۶۳	سُوْرَةُ فَاطِر	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۱۹۰، ۱۹۲
سبق نمبر ۶۴	سُوْرَةُ فَاطِر	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۹۳، ۱۹۴
سبق نمبر ۶۵	سُوْرَةُ فَاطِر	قرآنی متن اور ترجمہ	۱۹۶، ۱۹۸
سبق نمبر ۶۶	سُوْرَةُ فَاطِر	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱

سبق نمبر ۶۷	سُوْرَةُ يٰسٓ	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۲۰۴،۲۰۲
سبق نمبر ۶۸	سُوْرَةُ يٰسٓ	قرآنی متن اور ترجمہ	۲۰۷،۲۰۶
سبق نمبر ۶۹	سُوْرَةُ يٰسٓ	قرآنی متن اور ترجمہ	۲۱۰،۲۰۸
سبق نمبر ۷۰	سُوْرَةُ يٰسٓ	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۲۱۳،۲۱۲،۲۱۱
سبق نمبر ۷۱	سُوْرَةُ صٓ	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۲۱۶،۲۱۴
سبق نمبر ۷۲	سُوْرَةُ صٓ	قرآنی متن اور ترجمہ	۲۲۰ ،۲۱۸
سبق نمبر ۷۳	سُوْرَةُ صٓ	قرآنی متن اور ترجمہ	۲۲۴ ،۲۲۲
سبق نمبر ۷۴	سُوْرَةُ صٓ	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۲۲۷،۲۲۶،۲۲۵
سبق نمبر ۷۵	سُوْرَةُ الْاَحْقَاف	تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ	۲۲۸
سبق نمبر ۷۶	سُوْرَةُ الْاَحْقَاف	قرآنی متن اور ترجمہ	۲۳۲،۲۳۰
سبق نمبر ۷۷	سُوْرَةُ الْاَحْقَاف	قرآنی متن اور ترجمہ	۲۳۵،۲۳۴
سبق نمبر ۷۸	سُوْرَةُ الْاَحْقَاف	علم و عمل کی باتیں اور ہم نے کیا سمجھا؟	۲۳۸،۲۳۷،۲۳۶

The ILM Foundation (TIF)

Lesson Planning for Mutalae Quran-e-Hakeem Part-4

Chapter #	Chapter Name	Lessons Required	سبق
1	Story of Prophet Zakariah-AS	1	قصّہ حضرت زکریا علیہ السلام
2	Story of Hazrat Maryam-AS	1	قصّہ حضرت مریم علیہا السلام
3	Story of Prophet Isa-AS	1	قصّہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
4	Surah Maryam	5	سُوْرَةُ مَرْيَم
5	Surah Taha	3	سُوْرَةُ طٰهٰ
6	Surah Al-Anbia	5	سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآء
7	Surah Al-Hajj	5	سُوْرَةُ الْحَجّ
8	Surah Al-Furqan	4	سُوْرَةُ الْفُرْقَان
9	Story of Prophet Lut-AS	5	قصّہ حضرت لوط علیہ السلام
10	Surah Ash-Shu'ara	3	سُوْرَةُ الشُّعَرَآء
11	Story of Prophet Suleman-AS	2	قصّہ حضرت سلیمان علیہ السلام
12	Surah An-Naml	5	سُوْرَةُ النَّمْل
13	Surah Al-Qasas	3	سُوْرَةُ الْقَصَص
14	Surah Al-Ankabut	5	سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت
15	Surah Ar-Rum	4	سُوْرَةُ الرُّوْم
16	Surah Luqman	3	سُوْرَةُ لُقْمَان
17	Surah As-Sajdah	3	سُوْرَةُ السَّجْدَة
18	Surah Saba	4	سُوْرَةُ سَبَا
19	Surah Fatir	4	سُوْرَةُ فَاطِر
20	Surah Ya-Sin	4	سُوْرَةُ يٰسٓ
21	Surah Sad	4	سُوْرَةُ صٓ
22	Surah Al-Ahqaf	4	سُوْرَةُ الْاَحْقَاف
Total Lessons		78	کُل اسباق

The ILM Foundation (TIF) دی علم فاؤنڈیشن

Course Coverage Form نصاب کی تکمیل کا جائزہ کا فارم

Mutalae Quran-e-Hakeem Part-4 مطالعہ قرآنِ حکیم۔ حصہ چہارم

School: ____________ Address: ____________ Branch: ________ Date: ____________

Month: ________

نوٹ: رہنمائے اساتذہ میں دی گئی "Lesson Planning" کے مطابق پڑھائے گئے اسباق کی تعداد نیچے درج کیجیے۔

Chapter Nos.	Chapter	Classes								سبق
		III	IV	V	VI	VII	VIII	IX	X	
	No. of Students									طلباء وطالبات کی تعداد
1	Story of Prophet Zakariah-AS									قصہ حضرت زکریا علیہ السلام
2	Story of Hazrat Maryam-AS									قصہ حضرت مریم علیہا السلام
3	Story of Prophet Isa-AS									قصہ حضرت عیسٰی علیہ السلام
4	Surah Maryam									سُوْرَةُ مَرْيَم
5	Surah Taha									سُوْرَةُ طٰهٰ
6	Surah Al-Anbia									سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآء
7	Surah Al-Hajj									سُوْرَةُ الْحَج
8	Surah Al-Furqan									سُوْرَةُ الْفُرْقَان
9	Story of Prophet Lut-As									قصہ حضرت لوط علیہ السلام
10	Surah Ash-Shu'ara									سُوْرَةُ الشُّعَرَآء
11	Story of Prophet Suleman-AS									قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام
12	Surah An-Naml									سُوْرَةُ النَّمْل
13	Surah Al-Qasas									سُوْرَةُ الْقَصَص
14	Surah Al-Ankabut									سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت
15	Surah Ar-Rum									سُوْرَةُ الرُّوْم
16	Surah Luqman									سُوْرَةُ لُقْمَان
17	Surah As-Sajdah									سُوْرَةُ السَّجْدَہ
18	Surah Saba									سُوْرَةُ سَبَا
19	Surah Fatir									سُوْرَةُ فَاطِر
20	Surah Ya-Sin									سُوْرَةُ يٰسٓ
21	Surah Sad									سُوْرَةُ صٓ
22	Surah Al-Ahqaf									سُوْرَةُ الْاَحْقَاف

Principal's Signature: ____________ For Office Use: ____________

3/63, Block-3, D.M.C.H. Society, Karachi-74800 Phone : (92-21) 3430 4450 - 51 Website : www.tif.edu.pk Email : info@tif.edu.pk

سُوْرَۃُ مَرْیَم

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر ۱: قصّہ حضرت زکریا علیہ السلام کا مختصر خلاصہ (صفحہ نمبر ۶، ۷، ۸) عام فہم اور کہانی کے انداز میں درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: قصّہ حضرت مریم علیہا السلام کا مختصر خلاصہ (صفحہ نمبر ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲) عام فہم اور کہانی کے انداز میں درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: قصّہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مختصر خلاصہ (صفحہ نمبر ۱۳، ۱۴، ۱۵) عام فہم اور کہانی کے انداز میں درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۴: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۶) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۵: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۸، ۲۰) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۶: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۲۲، ۲۳) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۷: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۲۴، ۲۶) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۸: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ:

اس سورت کے اختتام پر طلبہ میں یہ استعداد ہو کہ وہ جانتے ہوں:

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں اسلامی عقائد اور عیسائیوں کے غلط تصورات۔

۲۔ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحیٰ علیہ السلام، کے حالات زندگی اور دعا کے آداب۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اندازِ دعوت۔

۴۔ رسولوں کے خصوصی کمالات اور ان کے اہل اور نااہل جانشینوں کا تذکرہ۔

۵۔ رب کا مفہوم اور صفات۔

۶۔ اہل جنت کی صفات۔

۷۔ قیامت کے دن ظالموں اور مجرموں کی کیفیت اور انجام۔

۸۔ منکرین قیامت کی غلط فہمیاں اور ان کا ازالہ۔

۹۔ شفاعت کی حقیقت۔

۱۰۔ شرک کی حقیقت واقسام۔

مزید یہ کہ طلبہ میں مندرجہ ذیل باتوں کا احساس اور جذبہ پیدا ہو:

۱۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت سے رہنمائی حاصل کرنا۔

۲۔ دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کو سمجھنا اور آخرت کی فکر کرنا۔

۳۔ نیکیوں کی اہمیت سمجھ کر ان پر عمل کرنا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا احساس کرنا۔

ربطِ سورت:

ا۔ سورۃ الکہف کا اختتام توحید باری تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ کی رسالت اور بشریت کے ذکر پر ہوا۔ یہی بات سورۃ مریم کے آغاز میں بیان ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے رسول اور بشر تھے اور رب العالمین کی توحید اور عبادت کی طرف بلانے والے تھے۔

۲۔ سورۃ الکہف میں عجیب اور خلافِ عادت واقعات کا ذکر تھا جن سے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور مخلص بندوں پر بے پناہ نعمتوں کے نزول کا اظہار ہو رہا ہے۔ سورۃ مریم میں بھی چند ایسے ہی واقعات کا بیان ہے۔ جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت وغیرہ

۳۔ سورۃ الکہف میں نزول قرآن کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ تھا کہ عیسائیوں کو ان کے غلط عقیدے پر تنبیہ کرنا مقصود تھا۔ سورۃ مریم میں یہ مضمون متعدد بار آیا ہے۔

۴۔ ان دونوں سورتوں میں دنیاوی زندگی کی بے ثباتی، عارضی زینت کے مقابلے میں "نیکیوں کا" ذکر بڑی خوبصورتی سے واضح فرمایا گیا ہے کہ یہ ہمیشہ کام آنے والی ہیں۔

۵۔ سورۃ الکہف میں مشرکین کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا گیا۔ جو شبہات باقی رہ گئے تھے۔ ان کا جواب سورۃ مریم میں دیا گیا ہے۔ دونوں کے مضامین میں کافی یکسانیت ہے۔ گویا سورۃ مریم، سورۃ الکہف کے لئے تکمیل مضمون کا درجہ رکھتی ہے۔

۶۔ جس دور میں یہ سورت نازل ہوئی اس دور میں یہود کی طرح نصاریٰ (عیسائیوں) نے بھی درپردہ قریش کی پشت پناہی شروع کر دی تھی۔ اہل کتاب کی اس پشت پناہی سے قریش کو بظاہر بڑی طاقت حاصل ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اہل عرب اُمّی یعنی جاہل ہونے کے سبب سے مذہبی معاملات میں اہل کتاب سے ایک قسم کا حسنِ ظن رکھتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اہل کتاب بھی انہی کے ہم خیال ہیں تو اس سے ان کا حوصلہ بہت بڑھ گیا۔ قرآنِ مجید نے اہل کتاب کے اس اثر کو باطل کرنے کے لئے ان کی حقیقت واضح کی۔ چنانچہ پہلے سورۃ بنی اسرائیل میں یہود کا بالکل بے بنیاد ہونا واضح کیا گیا اور سورۃ الکہف کے آغاز اور سورۃ مریم میں بالکل اسی انداز میں نصاریٰ کی بے ثباتی دکھائی گئی۔ مقصود یہ تھا کہ قریش پر حقیقت واضح ہو جائے کہ جن اہل کتاب کی اپنی کوئی بنیاد نہیں ہے وہ بھلا حق و باطل کے اس معرکے میں ان کے لئے کیا سہارا بن سکیں گے۔

آیت نمبر ۱: ۱: حروف مقطعات کے معنی کیا ہیں؟ ۱: ایک ایک حرف کو علیحدہ علیحدہ یعنی قطع کر کے پڑھنا۔

۲: کٓھٰیٰعٓصٓ کے کیا معنی ہیں؟ ۲: یہ حروف مقطعات ہیں۔ حروف مقطعات کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔

۳: حروف مقطعات قرآنِ حکیم میں کہاں آئے ہیں؟ ۳: یہ قرآنِ حکیم کی ۲۹ سورتوں کے آغاز ہی میں آئے ہیں۔

۴: عربی حروف تہجی میں سے کتنے حروف "حروفِ مقطعات" بن کر آئے ہیں؟ ۴: چودہ (۱۴) حروف۔

۵: کم سے کم کتنے حروف مقطعات کس سورت کے آغاز میں آئے ہیں؟ ۵: ایک حرف مثلاً سورۃ ق میں قٓ، سورۃ ص میں صٓ اور سورۃ القلم میں نٓ وغیرہ۔

۶: زیادہ سے زیادہ کتنے حروف مقطعات کس سورت کے آغاز میں آئے ہیں؟ ۶: پانچ حروف اور یہ دو سورتوں کے آغاز میں آئے ہیں سورۃ مریم میں کٓھٰیٰعٓصٓ اور سورۃ شوریٰ میں حٰمٓ عٓسٓقٓ۔

آیت نمبر ۲: ۱: اپنے کس نیک بندے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: حضرت زکریا علیہ السلام پر۔

۲: سورۃ مریم میں اللہ تعالیٰ کے کن نیک ہستیوں کا ذکر ہے؟ ۲: بارہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے جن کے اسماء مبارکہ یہ ہیں: i۔ حضرت زکریا علیہ السلام ii۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام iii۔ حضرت یعقوب علیہ السلام iv۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام v۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام vi۔ حضرت اسحاق علیہ السلام vii۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام viii۔ حضرت ہارون علیہ السلام ix۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام x۔ حضرت ادریس علیہ السلام xi۔ حضرت آدم علیہ السلام xii۔ حضرت نوح علیہ السلام۔

۳: حضرت زکریا علیہ السلام کے مختصر حالات بیان کریں؟ ۳: حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری دور کے انبیاء علیہم السلام میں سے تھے۔

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے مطالعہ قرآنِ حکیم کے حصہ چہارم میں دیا گیا قصہ حضرت زکریا علیہ السلام ملاحظہ فرمائیں۔

۴: حضرت زکریاعلیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی کس رحمت کا ذکر ہے؟ ۴: آگے کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریاعلیہ السلام بوڑھے ہو چکے تھے اور اولاد سے محروم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت فرمائی اور بڑھاپے میں نیکوکار اولاد جیسی نعمت عطا فرمائی۔

آیت نمبر ۳: ا: حضرت زکریاعلیہ السلام کے کس عمل کا ذکر ہے؟ ا: ان کی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کا ذکر ہے۔ ۲: حضرت زکریاعلیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۲: انہوں نے اللہ تعالیٰ سے آہستہ آواز سے دعا مانگی۔ ۳: آہستہ آواز سے دعا مانگنے کی کیا حکمت ہے؟ ۳: i۔ تنہائی میں آہستہ آواز سے دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے کیونکہ اس میں زیادہ اخلاص، خشوع و خضوع، دلجمعی، سکون اور رقت ہوتی ہے۔ ii۔ حضرت زکریاعلیہ السلام نے خیال کیا کہ بڑھاپے میں جب کہ بظاہر اولاد پیدا ہونے کے تمام امکانات ختم ہو چکے ہیں تو لوگ انہیں اولاد کی دعا مانگنے پر بے وقوف (معاذاللہ) نہ کہیں۔ iii۔ جب حضرت زکریاعلیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم میوے دیکھے تو دل ہی دل میں وہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگے۔

نوٹ: رات کی تاریکی اور تنہائی میں پست آواز سے دعا مانگنا افضل ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً" "اپنے رب کو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے پکارو"۔ (سورۃ الاعراف، آیت: ۵۵)۔ یہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔ اس میں خشوع، خضوع اور اخلاص زیادہ ہوتا ہے۔ اس میں ریاکاری اور دکھاوا نہیں ہوتا۔ تاہم بلند آواز سے بھی اجتماعی دعا وغیرہ مانگنے کی ممانعت نہیں ہے۔ جیسا کہ عام طور پر اجتماعات میں علماء کرام کا معمول ہے۔

آیت نمبر ۴: ا: حضرت زکریاعلیہ السلام کے کس عمل کا ذکر کیا گیا ہے؟ ا: حضرت زکریاعلیہ السلام کی دعا کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ۲: حضرت زکریاعلیہ السلام کی دعا کے ذریعے ہمیں دعا مانگنے کے کیا آداب سکھائے گئے ہیں؟ ۲: i۔ اپنی عاجزی اور کمزوری کا اظہار کرنا۔ ii۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھنا۔

نوٹ: جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا مانگا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل اور لہو ولعب میں مشغول دل کی دعا قبول نہیں فرماتے"۔ (ترمذی، مسند احمد)

۳: حضرت زکریاعلیہ السلام نے اپنی کمزوری کا کیسے اظہار فرمایا؟ ۳: حضرت زکریاعلیہ السلام نے فرمایا کہ میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں اور سر پر بڑھاپا چھا چکا ہے۔

۴: "سر آگ کے شعلے کی طرح سفید ہونے" سے کیا مراد ہے؟ ۴: بالوں کا سفید ہو جانا اور کمزوری اور ضعف کا پیدا ہو جانا۔ یہ بطور محاورہ استعمال ہوا ہے اور یہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب بڑھاپے کی وجہ سے سر کے بال سفید اور چمکدار ہونے لگیں۔

۵: حضرت زکریاعلیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے امید کا اظہار کیسے فرمایا؟ ۵: میں تجھ سے دعا مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔

عملی پہلو: دُعا مانگتے وقت اپنی کمزوری و بدحالی اور حاجت مندی کا ذکر کرنا قبولیتِ دُعا کے لئے بہت قریب ہے اسی لئے علماء نے فرمایا کہ انسان کو چاہیئے کہ دُعا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اپنی حاجت مندی کا ذکر کرے۔

آیت نمبر ۵: ا: حضرت زکریاعلیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کس بات کی دعا مانگی؟ ا: اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے وارث عطا فرمانے کی دعا مانگی۔

۲: حضرت زکریاعلیہ السلام نے وارث کی خواہش کا کیا سبب بیان کیا؟ ۲: انہیں اندیشہ تھا کہ ان کے بعد ان کے رشتہ دار دین سے دور نہ ہو جائیں۔

۳: حضرت زکریاعلیہ السلام کے ہاں اولاد نہ ہونے کے کیا ظاہری اسباب تھے؟ ۳: حضرت زکریاعلیہ السلام بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی اہلیہ بانجھ تھیں۔

۴: حضرت زکریاعلیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کیا دعا مانگی؟ ۴: مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔

۵: اپنے پاس سے وارث عطا فرمانے سے کیا مراد ہے؟ ۵: بظاہر اولاد کے امکانات نہ ہونے کے باوجود محض اپنے فضل و رحمت سے اولاد نصیب فرما۔

۶: حضرت زکریاعلیہ السلام نے خاص طور سے بیٹے کی دعا کیوں مانگی؟ ۶: خاص طور پر لڑکے کے لئے دُعا کی غرض یہ تھی کہ وہ اِن کا صحیح جانشین ثابت ہو اور ان کے بعد دعوت دین اور تبلیغ کا کام سنبھال سکے۔

آیت نمبر ۶: ا: حضرت زکریاعلیہ السلام نے کن وجوہات کی بنا پر اولاد کی خواہش فرمائی؟ ا: i۔ تاکہ وہ ان کا وارث بنے۔ ii۔ خاندانِ یعقوب علیہ السلام کا وارث بنے۔

۲: انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت کیا شے ہوتی ہیں؟ ۲: علمِ دین اور شریعت۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ " ہم انبیاء علیہم السلام کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم ترکہ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے"۔ (صحیح بخاری، شمائل ترمذی) ۳: انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۳: اس سے مراد علم دین کا وارث ہونا ہے کیوں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہی وِراثت ہوتی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک علماء، انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام دنیار و درہم کی وراثت نہیں چھوڑتے بلکہ ان کی وراثت علم ہوتا ہے۔ جس نے علم حاصل کرلیا اس نے بڑی دولت حاصل کرلی"۔ (سنن ابوداؤد، ابن ماجہ، جامع ترمذی) ۴: حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کیسی اولاد مانگی؟ ۴: ایسی اولاد کی دعا مانگی جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پسندیدہ ہو۔

عملی پہلو: والدین کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے نیک، صالح اور صدقۂ جاریہ رہنے والی اولاد کے لئے دعا مانگنی چاہیئے۔ کیونکہ در حقیقت وہی اولاد دنیا و آخرت میں کام آنے والی ہے جو دین و ایمان کی دولت سے مالا مال اور پاکیزہ اخلاق و کردار والی ہو۔

آیت نمبر ۷: ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا کیا جواب دیا؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں ایک لڑکے کی بشارت دی۔ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹے کا کیا نام رکھا؟ ۲: یحیٰ (علیہ السلام)۔ ۳: حضرت یحیٰ علیہ السلام کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۳: آپ علیہ السلام سے پہلے یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا تھا۔ ایک مراد یہ ہے کہ اس شان وصفت (رقت قلب یعنی دل کی نرمی اور خوف و محبت الٰہی میں رونے کی کثرت) کا حامل کوئی شخص ان سے پہلے نہیں ہوا تھا۔

۴: یحیٰ کے کیا معنی ہیں؟ ۴: یحیٰ کے معنی "جینا" ہیں۔ دعائیہ نام ہے جس کا مطلب ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کرے تادیر زندہ رہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ لمبی زندگی دے۔

عملی پہلو: اسباب کی کمی، فقدان اور نامناسب حالات کے باوجود جب بندہ اپنے رب کے ساتھ اپنا تعلق مضبوطی کے ساتھ جوڑ دیتا ہے اور اسی سے سب کچھ ہونے کا یقین اپنے دل میں پختہ کرلیتا ہے تو پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت وہاں سے ظاہر ہوتی ہے، جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ سورۃ الطلاق آیات: ۲ اور ۳ میں یہی بات بیان کی گئی ہے۔

آیت نمبر ۸: ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے بیٹے کی بشارت ملنے پر حضرت زکریا علیہ السلام نے کیا اظہار فرمایا؟ ۱: حیرت اور تعجب کا اظہار فرمایا۔

۲: حضرت زکریا علیہ السلام نے حیرت کا اظہار کیوں فرمایا؟ ۲: اس لئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی بانجھ تھیں اور وہ خود بوڑھے تھے اور عموماً ان اسباب کی وجہ سے اولاد کا ہونا بظاہر ناممکن ہوتا ہے۔

نوٹ: یہ تعجب اس لئے نہ تھا کہ (معاذ اللہ) آپ علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت میں شک تھا ورنہ ایسی دعا ہی نہ مانگتے بلکہ یہ تعجب اس انسانی فطرت کی بنا پر تھا کہ انسان کی عادت ہے کہ جب وہ کوئی غیر معمولی خوشخبری سنے تو مزید اطمینان اور مزید خوشی کے حصول کے لئے اس بات کو کرید کرید کر بار بار پوچھتا ہے۔

آیت نمبر ۹: ۱: حضرت زکریا علیہ السلام کی حیرت پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کیا تبصرہ فرمایا؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسباب کا پابند نہیں اور بڑھاپے اور بانجھ پن کے باوجود اولاد عطا فرما سکتا ہے۔ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی قدرتِ تخلیق کی کیا دلیل پیش فرمائی؟ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے حضرت زکریا علیہ السلام کو پیدا فرمایا جب کہ وہ کچھ بھی نہیں تھے تو اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ بغیر اسباب کے حضرت یحیٰ علیہ السلام کو بھی پیدا فرما سکتا ہے۔

نوٹ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے کوئی کام بھی ناممکن نہیں۔ وہ اسباب کا محتاج نہیں اور کوئی چیز بھی اس کے قبضہ قدرت سے باہر نہیں۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی بشارت پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کیا درخواست کی؟ ۱: حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دیجیے۔ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے کیا نشانی مقرر فرمائی؟ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ تم تین راتوں تک لوگوں سے بات نہیں کرسکو گے۔ ۳: حضرت زکریا علیہ السلام کا بات نہ کرنے کا سبب کیا کوئی بیماری تھی؟ ۳: نہیں بلکہ حضرت زکریا علیہ السلام کا تین راتوں تک لوگوں سے بات نہ کر سکنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے محض ایک نشانی تھی حالانکہ حضرت زکریا علیہ السلام بالکل ٹھیک ٹھاک، تندرست اور صحیح سلامت تھے۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: جب علامت کا وقت آیا تو حضرت زکریا علیہ السلام نے کیا طرزِ عمل اختیار کیا؟ ۱: حضرت زکریا علیہ السلام محراب سے باہر آئے اور انہوں نے اپنی قوم سے اشاروں میں بات کی۔ ۲: محراب سے کیا مراد ہے؟ ۲: محراب کے لفظ سے یہاں پر وہ معروف محراب مراد نہیں جو کہ آج کل

ہماری مسجدوں میں بالعموم پائے جاتے ہیں بلکہ اس سے مراد وہ خاص کمرے اور عبادت خانے ہیں جو کہ مسجد اقصیٰ کے آس پاس موجود ہوا کرتے تھے۔ جن میں عبادت گزار لوگ رہا کرتے تھے۔ یہاں محرٰاب سے مراد وہ حجرہ ہے جس میں حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔

۳: حضرت زکریا علیہ السلام نے اشاروں میں قوم سے کیا بات کی؟ ۳: حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی قوم کو صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کا حکم دیا۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو کیا حکم فرمایا؟ ۱: اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو مضبوطی سے کتاب تھامنے کا حکم دیا۔

۲: کتاب کو مضبوطی سے تھامنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: کتاب کو پڑھنا، اس پر عمل کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا۔

عملی پہلو: اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی قرآنِ حکیم کے حوالے سے یہی حکم دیا کہ ہم قرآنِ حکیم کے ساتھ مضبوطی سے اپنا تعلق استوار کریں اور دوسروں تک اس کی تعلیمات پہنچانے کے لئے کوشش کریں۔

۳: حضرت یحییٰ علیہ السلام کو کس کتاب کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا؟ ۳: تورات۔ ۴: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی کیا شان بیان فرمائی؟

۴: اللہ تعالیٰ نے انہیں لڑکپن ہی سے "حکم" عطا فرمایا۔ ۵: حکم سے کیا مراد ہے؟ ۵: "حکم" سے مراد فہم و فراست، شعور و آگہی، کتاب میں درج احکامِ دین کی سمجھ، حق و باطل میں فرق کرنے کی صلاحیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاملات میں فیصلہ دینے کا اختیار ہے۔ یہ سب باتیں "حکم" میں آتی ہیں اور اس سے منصب نبوت بھی مراد ہے۔ ۶: لڑکپن میں "حکم" دیئے جانے سے کیا مراد ہے؟ ۶: یعنی فہم و دانش، علم و حکمت اور بہت سے علماء کے نزدیک عام حالات کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے انہیں لڑکپن ہی میں نبوت عطا فرمادی۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: حضرت یحییٰ علیہ السلام کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۱: اللہ تعالیٰ نے انہیں نرم دلی، پاکیزگی اور پرہیزگاری عطا فرمائی تھی۔

۲: حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ان تینوں صفات کی وضاحت کریں؟ ۲: i۔ حناناً یعنی نرم دلی سے مراد مہربانی، شفقت اور محبت کی وہ قسم ہے جو ماں کو اپنے بچے سے ہوتی ہے۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام لوگوں کے حق میں اس قدر ہمدرد، غم خوار اور نرم دل تھے جیسے ماں اپنی اولاد کے حق میں ہوتی ہے۔ ii۔ زکوٰۃ سے مراد اپنا تزکیہ کرنا یعنی برائیوں سے پاک صاف ہونا پاکیزگی حاصل کرنا۔ iii۔ پرہیزگاری سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ناراضگی سے بچنا۔ آپ علیہ السلام پر ہر وقت خوف الٰہی کی کیفیت طاری رہتی اور اکثر گریہ وزاری کرتے رہتے تھے۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: حضرت یحییٰ علیہ السلام کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۱: وہ اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے والے تھے۔ وہ سرکش اور نافرمان نہ تھے۔

۲: حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفات میں ان کے سرکش اور نافرمان نہ ہونے کا بیان کیوں کیا گیا؟ ۲: حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کی بڑھاپے کی اولاد تھے اور بہت دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا تھا، عموماً ایسی صورت میں لاڈ اور پیار کی وجہ سے اولاد بگڑ جاتی ہے مگر حضرت یحییٰ علیہ السلام نہ ہی سرکش تھے اور نہ ہی والدین کے نافرمان تھے۔ بلکہ ان کے ساتھ بہت بہتر سلوک کرنے والے تھے۔

نوٹ: اگر اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں والدین کے لئے شفقت و محبت، اطاعت، خدمت اور حسن سلوک کا جذبہ پیدا فرمادے تو یہ اس کا خاص فضل و کرم ہے اور اس کے برعکس جذبہ یا رویہ اللہ تعالیٰ کے فضل خاص سے محرومی کا نتیجہ ہے۔

عملی پہلو: ہمیں بھی والدین کے ساتھ شفقت و محبت اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہیئے اور اپنے رب کی اطاعت اور فرماں برداری اختیار کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: حضرت یحییٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی کس رحمت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ تعالیٰ نے ان پر سلامتی فرمائی جس دن وہ پیدا ہوئے، جس دن وہ وفات پائیں گے اور جس دن وہ دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے۔ ۲: پیدائش، موت اور دوبارہ اُٹھائے جانے کے وقت سلام سے کیا مراد ہے؟

۲: یعنی پوری زندگی پیدائش سے لے کر موت اور موت کے بعد قیامت کے دن دوبارہ اُٹھائے جانے تک، یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی ان پر سلامتی رہنا۔

نوٹ: انسانی زندگی میں تین مواقع بہت اہم اور مشکل ہوتے ہیں۔ یعنی پیدائش، موت اور موت کے بعد اُٹھایا جانا۔ پیدائش کے مشکل مرحلے سے گزر کر وہ عالمِ اَرواح سے اس دنیا میں آتا ہے۔ موت کے سخت ترین مرحلے سے گزر کر اس دنیا سے عالم برزخ میں منتقل ہوتا ہے اور وہاں سے دوبارہ اٹھنے کے بعد

عالم آخرت کی دائمی زندگی کی طرف جائے گا۔ اس لئے ان تینوں مواقع پر انسان اپنی بے بسی کی وجہ سے اللہ ﷻ کی رحمت وعنایت کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے آپ علیہ السلام کو ان تینوں مواقع میں خاص رحمت اور سلامتی سے نوازا گیا۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد کن ہستیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ۱: حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا۔

۲: حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر کرنے کی کیا حکمت ہے؟

۲: عیسائیوں کو یہ سمجھانا مطلوب ہے کہ جو اللہ ﷻ حضرت زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے میں اور بانجھ بیوی سے اولاد دینے پر قادر ہے وہ اللہ ﷻ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر والد کے پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ کسی کی معجزانہ پیدائش اسے اللہ ﷻ کی عبادت میں شریک نہیں بنا دیتی اگر ایسا ہوتا تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھی خدا بنایا جائے (معاذ اللہ) جو حضرت زکریا علیہ السلام کے بڑھاپے میں بانجھ بیوی سے معجزانہ طور پر پیدا ہوئے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی حضرت مریم علیہا السلام کے گھر معجزانہ طور پر پیدا ہوئے۔ ۳: نبی کریم ﷺ کو کتاب میں کس کا ذکر پڑھ کر سنانے کی تلقین فرمائی گئی ہے؟ ۳: حضرت مریم علیہا السلام کا۔

۴: حضرت مریم علیہا السلام اپنے گھر والوں سے ایک مشرقی مکان کی طرف الگ کیوں ہوئیں؟ ۴: تنہائی میں اللہ ﷻ کی عبادت کرنے کے لئے۔ تاکہ پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ ﷻ کے ذکر اور عبادت میں مشغول رہیں نیز دوسروں کی طرف سے اس میں کسی قسم کی دخل اندازی نہ ہو اور لوگوں کی نظروں سے بھی دور ہوں۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: اپنے گھر سے مشرقی جانب ایک مکان میں حضرت مریم علیہا السلام کی کس کیفیت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: انہوں نے لوگوں کی طرف سے پردہ اختیار کیا اور عبادت کا اہتمام کیا۔ ۲: اللہ ﷻ نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس کسے بھیجا؟ ۲: اللہ ﷻ نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔

۳: اللہ ﷻ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو کس شکل میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا؟ ۳: ایک پورے انسان کی شکل میں۔

نوٹ: حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک خوبصورت انسان کی شکل میں اسی پردہ کے مقام پر آگئے۔ فرشتے انسانی شکل میں انبیاء کرام علیہم السلام یا دیگر نیک ہستیوں کے پاس عموماً خوش منظر صورتوں میں ہی آتے ہیں۔

۴: اللہ ﷻ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو انسانی شکل میں کیوں بھیجا؟ ۴: فرشتے کو اس کی اپنی اصلی صورت اور حقیقت میں دیکھنا عام انسان کے لئے آسان نہیں، اُس کی ہیبت غالب آجاتی ہے کیونکہ اگر فرشتہ اپنی اصل اور حقیقی صورت میں مریم علیہا السلام کے سامنے آجاتا تو ممکن ہے یہ اس کو دیکھنے اور اس کی بات سننے اور اس سے بات کرنے کی تاب نہ لاسکتیں۔ (واللہ اعلم)

آیت نمبر ۱۸: ۱: حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایک مرد کی شکل میں دیکھ کر کیا طرزِ عمل اختیار فرمایا؟ ۱: حضرت مریم علیہا السلام ایک اجنبی شخص کو اپنی خلوت کے مقام میں دیکھ کر ڈر گئیں اور انہوں نے کہا کہ میں تم سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تم رحمان سے ڈرنے والے ہو۔ یہ محاورہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو یہ کام نہ کرو۔

۲: "میں تم سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں" سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی میں تمہاری برائی اور تمہارے شر سے اللہ ﷻ کی پناہ مانگتی ہوں۔

عملی پہلو: ہمیں بھی بے بسی اور خوف کے عالم میں گھبرانے کے بجائے اللہ ﷻ کی ذات پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے اسی کی پناہ مانگنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے ڈر کو کیسے دور فرمایا؟ ۱: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں اطمینان دلایا کہ وہ اللہ ﷻ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ان کے لئے کوئی ڈرنے کی بات نہیں ہے۔

۲: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے بھیجے جانے کا کیا مقصد بیان کیا؟ ۲: وہ حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ ﷻ کے حکم سے پاکیزہ لڑکا دینے کے لئے بھیجے گئے تھے۔

۳: "پاکیزہ لڑکے" سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی لڑکا حسب و نسب اور اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے بالکل پاک وصاف ہوگا۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بیٹا عطا کرنے کی بشارت پر حضرت مریم علیہا السلام کا کیا ردِ عمل ہوا؟ ۱: وہ حیران ہوئیں کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ مجھے کسی انسان نے نہیں چھوا اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے تعجب کرنے کا کیا جواب ارشاد فرمایا؟ ۱: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اسی طرح ہوگا جیسے بشارت دی گئی ہے۔

۲: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بغیر مرد کے حضرت مریم علیہا السلام کے ہاں بیٹا ہونے کی کیا دلیل پیش فرمائی؟ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ایسا کرنا بہت آسان ہے۔

نوٹ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے کوئی کام مشکل یا ناممکن نہیں۔ وہ اسباب کا محتاج نہیں ہے۔ وہ بغیر اسباب کسی کو بھی تخلیق کرنے پر مکمل قدرت اور اختیار رکھتا ہے۔

۳: بغیر باپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی کیا حکمت بیان کی گئی؟ ۳: تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کے لئے ایک نشانی بنادیں اپنی طرف سے لوگوں کے لئے رحمت بنائیں۔ جیسا کہ سورۃ المومنون کی آیت: ۵۰ میں آتا ہے کہ " اور مریم کے بیٹے (عیسیٰ) اور ان کی ماں کو (اپنی) نشانی بنایا"۔

۴: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نشانی بنانے سے کیا مراد ہے؟ ۴: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات مبارکہ کو ایک معجزہ کی حیثیت سے بنی اسرائیل کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرتِ تخلیق کا اظہار ہو جائے۔

۵: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو کیسے تسلی دی؟ ۵: انہوں نے فرمایا کے یہ ایک طے شدہ بات ہے جو ہو کر رہے گی۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: حضرت مریم علیہا السلام کا کیا امتحان لیا گیا؟ ۱: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پھونک ماری اور حضرت مریم علیہا السلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے خود بخود حاملہ ہو گئیں۔

۲: حضرت مریم علیہا السلام حاملہ ہونے کے بعد کہاں تشریف لے گئیں؟ ۲: ایک دور مکان کی طرف جسے بیت اللحم کہتے ہیں وہاں وہ اکیلے جا کر بیٹھ گئیں۔

۳: بیت اللحم سے کیا مراد ہے؟ ۳: یہ بیت المقدس سے مشرقی جانب تقریباً آٹھ میل دور ایک مقام ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

۴: حضرت مریم علیہا السلام بیت اللحم کیوں تشریف لے گئیں؟ ۴: اگر آپ علیہا السلام اسی حالت میں بیت المقدس کے حجرے میں بیٹھی رہتیں اور ان کا حمل لوگوں پر ظاہر ہو جاتا تو خاندان والے ہی نہیں قوم کے دوسرے لوگ بھی ان کا جینا مشکل کر دیتے۔ اس لئے اس شدید آزمائش میں مبتلا ہونے کے بعد خاموشی کے ساتھ اپنے حجرے کو چھوڑ کر دور مقام پر چلی گئیں تاکہ جب تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی پوری ہو، قوم کی لعنت ملامت اور عام بدنامی سے تو بچی رہیں۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: اس آیت میں کس واقعہ کا ذکر ہے؟ ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا۔ ۲: حضرت مریم علیہا السلام ایک کھجور کے تنے کے پاس کیوں تشریف لے آئیں؟ ۲: ولادت کے وقت کی تکلیف سے مجبور ہو کر وہ ایک کھجور کے تنے کا سہارا لینے کے لئے اس کے قریب تشریف لے آئیں۔

۳: حضرت مریم علیہا السلام نے اپنے مرنے اور بھولی بسری ہونے کی کیوں خواہش ظاہر فرمائی؟ ۳: بدنامی کے خوف کا تصور کر کے انہوں نے اس طرح کی خواہش کا اظہار فرمایا کیونکہ اس مسئلے پر لوگوں کو مطمئن نہ کر سکنے کا ڈر تھا اور یہ ایک فطری ردِ عمل تھا۔ ۴: آیت نمبر: ۲۳ میں حضرت مریم علیہا السلام کی کس کیفیت کا بیان ہے؟ ۴: ان کی کمال شرم و حیا کا بیان ہے کہ وہ بدنامی کے ڈر سے دعا فرما رہی ہیں کہ کاش وہ مر گئی ہوتیں اور بھولی بسری ہو چکی ہوتیں۔ ۵: "بھولی بسری ہونے" سے کیا مراد ہے؟ ۵: مطلب یہ کہ دنیا میں میرا نام و نشان نہ رہتا اور کسی کو بھولے سے بھی یاد نہ آتی۔

نوٹ: حضرت مریم علیہا السلام اپنی فطری شرم و حیا کے غلبے کی وجہ سے درد بھرے الفاظ میں اپنی اندرونی کیفیت کا اظہار فرمایا جو کہ آپ علیہا السلام کی عفت و پاک دامنی کے کمال کا ثبوت ہے۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: حضرت مریم علیہا السلام کو کس نے پکارا؟ ۱: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے۔ ۲: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو کیا تسلی دی؟ ۲: آپ علیہا السلام غم نہ کیجیے۔ آپ علیہا السلام کے رب نے آپ علیہا السلام کے پاؤں کے نیچے ایک چشمہ جاری فرما دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وہاں اپنا پاؤں مار دیا جس کی وجہ سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہاں پہلے سے خشک نہر تھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس میں پانی جاری فرما دیا اور وہیں ایک خشک کھجور کا درخت تھا اس میں پتے اور پھل آ گئے اور اسی وقت پک گئے۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو کس بات کا مشورہ دیا؟ ۱: کھجور کے تنے کو ہلانے کا تاکہ ان پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گر سکیں۔

۲: فرشتہ خود بھی ان کے سامنے کھجوریں پیش کر سکتا تھا درخت کے ہلانے کا حکم کیوں فرمایا؟ ۲: اسباب کو استعمال کیا جائے اور نتیجہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر چھوڑا جائے۔

عملی پہلو: اسباب کی اس دنیا میں انسان کو ممکنہ حد تک اسباب اختیار کرنے چاہئیں اسی لئے حضرت مریم علیہا السلام کو درخت کا تنا ہلانے کا حکم ارشاد فرمایا گیا۔ اس میں کسب و محنت اور اسباب کو اپنانے کا درس دیا گیا ہے۔ لہذا ہمیں محنت سے جی نہیں چرانا چاہیئے۔

آیت نمبر ۲۶: ا: حضرت مریم علیہا السلام کو کن باتوں کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا؟ ا: کھانے، پینے اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھنے کا حکم دیا گیا۔
۲: آنکھیں ٹھنڈی رکھنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اپنے بیٹے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھیئے اور مطمئن رہیئے۔ ۳: حضرت مریم علیہا السلام کے لئے بدنامی سے بچنے کا کیا علاج بیان کیا گیا؟ ۳: اگر آپ علیہا السلام کسی آدمی کو دیکھیں تو کہہ دیں کہ میں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے خاموشی کے روزے کی نذر مان رکھی ہے اور میں آج کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔ تاکہ لوگوں کی تکلیف دہ اور دل آزار باتوں سے حفاظت کے ساتھ ساتھ اس بچے کے معجزانہ کلام کا اظہار بھی ہو جائے۔
۴: خاموشی کے روزے سے کیا مراد ہے؟ ۴: سابقہ امتوں میں چپ کا روزہ بھی ہوا کرتا تھا کہ کسی انسان سے بات نہ کی جائے اور سارا دن خاموش رہا جائے۔

نوٹ: چپ کا روزہ پہلی امتوں میں جائز تھا مگر شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں منسوخ ہو گیا ایسے روزے میں انسان ذکر اذکار اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا وغیرہ تو کر سکتا تھا، مگر لوگوں سے بات چیت نہیں کر سکتا تھا۔

عملی پہلو: جاہل لوگوں کی جہالت اور شر سے بچنے کا بہترین علاج یہ ہے کہ ان سے بحث و مباحثہ کے بجائے خاموشی اختیار کی جائے۔ جیسا کہ حدیث مبارک میں فرمایا گیا "جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پا گیا"۔ (جامع ترمذی، مسند احمد)

آیت نمبر ۲۷: ا: حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر کہاں تشریف لے گئیں؟ ا: قوم کے پاس۔
۲: قوم نے حضرت مریم علیہا السلام کی گود میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر کیا کہا؟ ۲: انہوں نے الزام لگایا کہ یہ تم نے ایک بہت ہی بُرا کام کیا۔ (معاذاللہ)

آیت نمبر ۲۸: ا: قوم نے حضرت مریم علیہا السلام پر کیا بہتان لگایا؟ ا: انہوں نے کہا کہ اے ہارون کی بہن! نہ تو تمہارے والد بُرے تھے اور نہ ہی تمہاری والدہ بدکار تھیں یہ تم نے کیا بُرا کام کیا (معاذاللہ)۔ یعنی تیرے ماں باپ اور خاندان والے ہمیشہ سے نیک رہے ہیں تم نے یہ بُرا کام کیسے کیا؟
۲: قوم نے حضرت مریم علیہا السلام کو ہارون کی بہن کیوں کہا؟ ۲: ایک رائے یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھی۔ جب کہ دوسری رائے یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے بھائی کا نام ہارون تھا۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ تمہارے والد پاکباز تھے، ماں پارسا تھی، بھائی نیک۔ پھر یہ حرکت تجھ سے کیوں کر سرزد ہوئی۔

آیت نمبر ۲۹: ا: حضرت مریم علیہا السلام نے قوم کی طرف سے لگائے جانے والے الزامات کا کیا جواب دیا؟ ا: حضرت مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ یہ بچہ ان سوالات کا جواب دے گا۔ ۲: حضرت مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف کیوں اشارہ کیا؟ ۲: چونکہ فرشتے نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت مریم علیہا السلام کو چپ رہنے کا کہا تھا۔ اس لئے آپ علیہا السلام بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے پوچھ لو جو پوچھنا ہے۔
۳: گہوارے میں بچہ کون تھا؟ ۳: گہوارے یعنی گود میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔
۴: قوم نے حضرت مریم علیہا السلام کے اس جواب پر کیا انداز اختیار کیا؟ ۴: وہ بولے کہ ہم گود میں پڑے بچے سے کیسے بات کریں۔ یعنی غصے کا اظہار کرتے ہوئے بولے کہ یہ بچہ جو ابھی پیدا ہوا ہے بھلا ان باتوں کا کیا جواب دے سکتا ہے؟ جو ابھی بولنا بھی نہیں جانتا۔

آیت نمبر ۳۰: ا: یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کس معجزے کا بیان ہے؟ ا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں کی گود ہی میں کلام فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ "میں اللہ کا بندہ ہوں"۔ ۲: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول سے کس غلط عقیدے کا رد ہوتا ہے؟ ۲: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول سے عیسائیوں کے غلط عقیدے کا رد ہوتا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بیٹے ہیں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں (معاذاللہ)۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہاں فرمایا کہ "میں اللہ کا بندہ ہوں"۔ ۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب سے کن حقائق کی وضاحت ہوتی ہے؟ ۳:ا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بندے ہیں جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ

نے نبی بنایا اور انجیل عطا فرمائی۔ ii۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ نہیں ہیں۔ iii۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں ہیں۔ iv۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کسی گناہ کا نتیجہ نہیں ہے۔ v۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کنواری حضرت مریم علیہا السلام کے ہاں معجزانہ طور پر بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

۴: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی کن رحمتوں کا اظہار فرمایا؟ ۴: انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی ہونے کا اعزاز عطا فرمایا ہے۔ یعنی مجھے آئندہ کتاب عطا کیا جانا اور نبوت سے سرفراز فرمایا جانا طے شدہ اور یقینی ہے۔

نوٹ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مہد (گود) میں کلام فرمانے کا واقعہ صرف ایک بار وقوع پذیر ہوا۔ جب لوگوں کو حضرت مریم علیہا السلام کی پاک دامنی کا یقین ہو گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنا فرما کر خاموش ہو گئے اور اس کے بعد کلام نہ فرمایا یہاں تک کہ اس عمر کو پہنچے جس میں بچے بولنے لگتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی کس رحمت کا ذکر فرمایا؟ ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے برکت والا بنایا ہے جہاں بھی میں رہوں۔ ۲: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا "برکت والا" ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی لوگوں کے لئے نفع پہنچانے والا اور خیر کی تعلیم دینے والا اور اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید کی دعوت دینے والا مراد ہے۔ کیوں کہ پیغمبر کا وجود خیر و برکت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ انہی سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو دین وہدایت کی روشنی ملتی ہے جو تمام خیرات وبرکات کا مجموعہ ہے۔

۳: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیا احکامات عطا فرمائے؟ ۳: اللہ تعالیٰ نے انہیں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے احکامات عطا فرمائے۔

۴: اللہ تعالیٰ نے انہیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم کتنی مدّت کے لئے دیا؟ ۴: جب تک وہ زندہ رہیں۔

نوٹ: اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نماز اور زکوٰۃ دو ایسی بنیادی عبادتیں ہیں جن کا حکم ہر شریعت میں فرمایا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے اس معجزانہ کلام میں ان کا ذکر فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: وہ اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے تھے۔

۲: یہاں صرف والدہ کا ذکر کیوں فرمایا گیا ہے؟ ۲: کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر والد کے معجزانہ طور پر پیدا فرمائے گئے تھے۔ اسی لئے یہاں پر صرف آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور آپ علیہ السلام اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک فرمانے والے تھے۔

۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کس منفی صفت سے برأت کا اظہار فرمایا؟ ۳: اللہ تعالیٰ نے انہیں سرکش اور محروم یعنی بدبخت نہیں بنایا۔

عملی پہلو: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان ہی لوگوں کی فطرت میں سرکشی اور قسمت میں بدبختی لکھی جاتی ہے جو اپنے ماں باپ کے خدمت گزار اور اطاعت شعار نہیں ہوتے۔ لہٰذا ہمیں اپنے والدین کا فرماں بردار ہونا چاہیئے۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے کس فضل کا ذکر فرمایا؟ ۱: اللہ تعالیٰ نے ان پر سلامتی فرمائی جس دن وہ پیدا ہوئے، جس دن وہ وفات پائیں گے اور جس دن دوبارہ انہیں اٹھایا جائے گا۔ یعنی دنیا اور آخرت دونوں میں سلامتی کی خوشخبری عطا فرمائی گئی۔

عملی پہلو: پیدائش، موت اور موت کے بعد اُٹھایا جانا انسان کی زندگی میں تین بہت اہم اور مشکل ترین مواقع ہیں۔ اس لئے آپ علیہ السلام کو ان تینوں مواقع پر خاص رحمت، فضل اور سلامتی کی خوشخبری عطا فرمائی گئی۔ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ سے ہر وقت خاص فضل و کرم کا سوال کرتے رہنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیا تعارف کرایا گیا؟ ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کنواری پاکیزہ حضرت مریم علیہا السلام سے پیدا ہوئے اور ان کی ولادت بغیر والد کے ہوئی، اللہ تعالیٰ نے انہیں نبی (علیہ السلام) بنایا، گود میں انہیں گویائی کی توفیق عطا فرمائی، وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور بنی اسرائیل کی طرف نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ۲: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی کُنیت ابنِ مریم کیوں استعمال کی جاتی ہے؟ ۲: یہ واضح کرنے کے لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ پیدا ہوئے اور وہ حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے تھے۔ ۳: "یہی بات سچی ہے" سے کیا مراد ہے؟ ۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر والد پیدائش اور آپ علیہ السلام کی حقیقت جو اوپر بیان ہوئی یعنی یہی حقیقت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں۔ اس کے علاوہ سب من گھڑت ہے۔

۴:لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا شک کر رہے تھے؟ ۴:عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت میں حد سے تجاوز کیا اور انہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بیٹا قرار دیا (معاذاللہ)۔ جبکہ یہودیوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگائی۔ (معاذاللہ) جب کہ دونوں معاملات حقیقت کے بر عکس ہیں۔

نوٹ: عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپس میں اختلاف کیا۔ یہود نے کہا کہ وہ جادوگر اور یوسف نجار کے بیٹے ہیں۔ (معاذاللہ) نصاریٰ کے ایک فرقے نے کہا کہ وہ ابن اللہ ہیں۔ (معاذاللہ) (کیتھولک) فرقے نے کہا وہ ثالِثُ ثَلَاثَةٍ (تین خداؤں میں سے تیسرے) ہیں اور تیسرے فرقے یعقوبیہ (آرتھوڈکس) نے کہا، وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں۔ (معاذاللہ) پس یہودیوں اور عیسائیوں دونوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام و مرتبے کے حوالے سے حدود سے تجاوز کیا اور انتہائی غلط عقیدہ قائم کیا۔

آیت نمبر ۳۵: ۱:اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱:اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے شایان شان نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔

۲:اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے اولاد ہونا کیوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان کے خلاف ہے؟ ۲:انسانوں کے لئے اولاد کا نہ ہونا ایک عیب ہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے اولاد کا ہونا عیب ہے۔ کیوں کہ نہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بوڑھا ہونا ہے نہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر موت آنی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے اُسے کسی اولاد کی حاجت نہیں۔

۳:اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے بیٹا یا بیٹی کا تصور کرنا کیسا ہے؟ ۳:اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے بیٹا یا بیٹی کا تصور کرنا شرک ہے۔

۴:شرک کرنا کیسا گناہ ہے؟ ۴:شرک بدترین گناہ ہے۔ جس کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ معافی نہیں فرماتا سوائے اس کے کہ آدمی خود سچی توبہ کر کے شرک چھوڑ دے۔

۵:بغیر والد بیٹے کا پیدا ہونا بظاہر ناممکن ہے اس کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۵:اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شان بیان کی گئی کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ کام ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے بالکل مشکل نہیں ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرما دے۔

آیت نمبر ۳۶: ۱:نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟ ۱:اللہ سبحانہ وتعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے بس اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

۲:عبادت سے کیا مراد ہے؟ ۲:شرعی اصطلاح میں عبادت کا مفہوم ہے معبود کے سامنے اپنے آپ کو انتہائی عاجزی میں جاننا اور اس کے لئے انتہائی تعظیم کو تسلیم کرتے ہوئے اس کا اظہار کرنا۔ اس معنی کے لحاظ سے عبادت کا مستحق صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ یہ کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے "اور آپ کے رب نے حکم فرمایا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔" (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت:۲۳) البتہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنا اور زندگی کے تمام گوشوں اور شعبہ جات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور اُسوۂ حسنہ کے مطابق عمل درآمد کرنا بھی عبادت شمار ہوتا ہے جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے۔

۳:سیدھے راستے سے کیا مراد ہے؟ ۳:سیدھے راستے سے مراد وہ راستہ ہے جس کی طرف قرآن مجید نے رہنمائی فرمائی ہے جس کا ذکر سورۃ النساء ۴، آیت:۶۹ میں آیا ہے۔ یہی وہ سیدھا راستہ ہے جو انسان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے مقام، جنّت تک لے جانے والا ہے۔ اسی راستے کی دعا ہم سورۃ الفاتحہ ۱، آیت:۵ میں مانگتے ہیں۔ قرآن کا راستہ ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی انعام یافتہ بندوں کا راستہ ہے ہمیں ان کے اس راستے کی پیروی کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۳۷: ۱:جماعتیں کس معاملے میں پڑ گئیں؟ ۱:جماعتوں نے آپس میں اختلاف کیا۔

۲:"جماعتوں" سے کون مراد ہیں؟ ۲:اہل کتاب کے فرقے اور خود عیسائیوں کے فرقے ہیں۔

۳:کس بات سے متعلق اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۳:اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید یا آخرت کے ہونے کے بارے میں۔

۴:آخرت کا انکار کرنے والی قوموں کا کیا انجام بیان کیا گیا؟ ۴:ایسی قوموں کے لئے تباہی ہے۔

۵:یہ تباہی کب ہو گی؟ ۵:ایک بڑے دن کی حاضری کے وقت یعنی قیامت کے دن۔

آیت نمبر ۳۸: ۱:قیامت کے دن ظالموں کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۱:وہ خوب سننے والے اور دیکھنے والے ہوں گے۔

۲: "خوب سننے اور دیکھنے والوں" سے کیا مراد ہے؟ ۲: ظالم لوگ دنیا میں نہ حق بات سننے کے لئے تیار ہیں نہ صراط مستقیم انہیں نظر آرہی ہے لیکن قیامت کے دن انہیں حق بات خوب سمجھ آرہی ہوگی اور وہ سیدھا راستہ بھی دیکھ رہے ہوں گے۔

۳: روزِ قیامت ظالموں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۳: وہ واضح گمراہی میں پڑے ہوئے ہوں گے۔

۴: گمراہی سے کیا مراد ہے؟ ۴: اللہ ﷻ کی پسند کا راستہ کھو دینا یا اللہ ﷻ کے مطلوبہ راستے کی طرف نہ آنا۔

۵: ظالم کسے کہتے ہیں؟ ۵: جو حق دار کا حق ادا نہ کرے۔ ۶: ظلم کسے کہتے ہیں؟ ۶: کسی شے کو اُس کے اصل مقام سے ہٹا دینا ظلم ہے۔

نوٹ: سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔ سورۃ لقمان ۳۱ کی آیت: ۱۳ میں آتا ہے کہ "بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔"

آیت نمبر ۳۹: ۱: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کس بات کا حکم فرمایا ہے؟ ۱: آپ ﷺ لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے۔

۲: حسرت کے دن سے کون سا دن مراد ہے؟ ۲: قیامت کا دن۔

۳: قیامت کے دِن کو یوم الحسرت کیوں کہا گیا؟ ۳۔ اس روز کو یوم الحسرت اس لئے کہا گیا ہے کہ اہل جہنم کو تو یہ حسرت ہونا ظاہر ہے کہ اگر وہ مومن صالح ہوتے تو ان کو جنت ملتی اب جہنم کے عذاب میں گرفتار ہیں۔ ایک خاص قسم کی حسرت اہل جنت کو بھی ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیک اعمال کرنے والے کو اس پر حسرت ہوگی کہ اور زیادہ نیک اعمال کیوں نہ کر لیئے کہ اور زیادہ درجاتِ جنت ملتے۔ (طبرانی)

۴: قیامت کے دن کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۴: اُس دن ہر کام کا فیصلہ اللہ ﷻ کی طرف سے کر دیا جائے گا۔

۵: ظالموں کی کن کوتاہیوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۵: آج دنیا میں وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔

۶: غفلت سے کیا مراد ہے؟ ۶: اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو رد کرنا یا بھلا دینا اور موت کو بھول کر آخرت کی تیاری نہ کرنا۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کا کس چیز کا وارث ہونا بتایا گیا ہے؟ ۱: زمین کا اور جو کچھ زمین کے اوپر ہے۔

۲: زمین کے اوپر جو کچھ ہے اُس سے کیا مراد ہے؟ ۲: انسان، تمام مخلوقات، خزانے اور مال و دولت۔

۳: "اور وہ سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے" سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی قیامت کے دن ہر ایک نے اللہ ﷻ کے سامنے حاضری دینی ہے۔

عملی پہلو: دنیا اور آخرت میں حقیقی مالک اللہ ﷻ ہے۔ ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت اور اختیار میں ہے۔ ہمیں اللہ ﷻ کی دی ہوئی نعمتوں اور اختیارات پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیئے۔ ان نعمتوں کو اللہ ﷻ کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا چاہیئے کیونکہ قیامت کے دن ان کے بارے میں ہم سے جوابدہی ہوگی۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: نبی کریم ﷺ کو کتاب میں کس کا ذکر کرنے کا فرمایا گیا؟ ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا۔

۲: اہل مکہ کو ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کر کے کیا بتایا جا رہا ہے؟ ۲: مشرکین مکہ کا دعویٰ تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ان ہی کے دین پر ہیں ان کو اپنا پیشوا مانتے تھے اور عرب میں فخر جتایا کرتے تھے۔ انہیں بتایا گیا کہ بت پرستی کے متعلق ان کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رویہ کیا رہا ہے۔ اگر آباؤ اجداد کی تقلید کرنا چاہتے ہیں تو ایسے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقلید کریں۔ اپنے مشرک آباؤ اجداد سے اسی طرح بیزار ہو جائیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہو گئے تھے۔ ورنہ وہ لوگ اپنے دعوے میں کیوں کر سچے ہیں؟

۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: وہ بڑے سچے نبی (علیہ السلام) تھے۔

۴: "صِدِّیق" سے کیا مراد ہے؟ ۴: صدیق صدق (سچائی) کے لفظ سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں بہت راست باز، بہت زیادہ سچا۔ "بہت زیادہ سچ کہنے والا اور سچ کی تصدیق کرنے والا" جو اپنی بات کو عمل سے سچا کر دکھائے یعنی جس کے قول و عمل میں مطابقت اور سچائی ہو۔ جیسے واقعہ معراج کی تصدیق کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب عطا ہوا۔ ۵: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "صِدِّیْقًا نَّبِیًّا" کیوں کہا گیا؟ ۵: کیوں کہ آپ علیہ السلام نے اللہ ﷻ کی طرف سے پہنچی ہر بات اور ہر حکم کو سچ کر دکھایا۔ ہر آزمائش پر پورا اُترے۔ کسی حکم پر شک و تردد کی کوئی گنجائش تک نہ رکھی۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کیا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آزر کو دین کی دعوت دینے کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے۔

۲: بڑوں کو دعوت دینے کا کیا ادب سکھایا گیا ہے؟ ۲: بڑوں اور بزرگوں کو دعوت دیتے ہوئے انسان نرم لہجہ استعمال کرے مگر مؤقف واضح ہو۔

۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو بتوں کی حقیقت کے بارے میں کیسے سمجھایا؟ ۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ ان بتوں کو جنہیں آپ پوجتے ہیں نہ یہ آپ کی بات سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی آپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

۴: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو مخاطب کرنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا؟ ۴: نہایت ادب کے ساتھ اے میرے باپ! کہہ کر مخاطب فرمایا۔

نوٹ: "مفسرین کی مشہور رائے کے مطابق آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تھا۔ کئی مورخین نے بتایا ہے کہ آپ علیہ السلام کے والد کا نام تارخ اور ان کا لقب آزر تھا۔ جبکہ مفسرین کی ایک جماعت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ اور چچا کا نام آزر تھا جو شرک میں مبتلا ہو گیا تھا اور چچا کو باپ کہنا عربی محاورات میں عام ہے۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو حق کی دعوت دیتے وقت کیا دلیل سامنے رکھی؟ ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا۔

۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس کون سا علم تھا جو آزر کے پاس نہ تھا؟ ۲: علم وحی۔ جو ہر غلطی اور نقص سے پاک ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔

نوٹ: وہ علم جو انسانی تجربات اور عقل سے حاصل ہوتا ہے اس میں نقص اور غلطی کا احتمال ہوتا ہے اور یہ علم اس وقت قابل اعتبار ہوتا ہے جب یہ علم وحی کے تابع ہو۔

۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کے سامنے کیا مطالبہ رکھا؟ ۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے اپنی پیروی کرنے کا مطالبہ رکھا۔

۴: آپ علیہ السلام کی پیروی کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۴: آپ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کو مانیں۔ یعنی جن باتوں کا آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان پر ایمان لائیں اور عمل کریں۔

۵: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو اپنی پیروی کرنے کی کیا حکمت بیان فرمائی؟ ۵: آپ میری پیروی کریں کہ میں آپ کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کروں گا۔

عملی پہلو: انبیاء کرام علیہم السلام کی سچی اطاعت ہی سیدھے راستے، دنیا و آخرت میں دائمی کامیابی، اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو کس بات سے منع فرمایا؟ ۱: شیطان کی پوجا کرنے سے منع فرمایا۔

۲: شیطان کی پوجا سے کیا مراد ہے؟ ۲: شیطان کے بہکانے پر بتوں کی پوجا کرنا۔ ۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو شیطان کی پوجا سے کیوں منع کیا۔

۳: کیوں کہ شیطان رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے۔

عملی پہلو: اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی تعلیمات کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے احکام اور رہنمائی کی اتباع کرنا دراصل اس کی اطاعت و بندگی ہے۔ شیطان، اللہ تعالیٰ کی بندگی چھوڑ کر شرک پر اکساتا ہے۔ ہمیں اس کے فریب میں آکر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر سے اپنے کس اندیشے کا اظہار فرمایا؟ ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اندیشہ تھا کہ آزر کو رحمٰن کی طرف سے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزر کے بارے میں یہ اندیشہ کیوں تھا؟ ۲: کیوں کہ آزر بت پرست تھا اور شیطان کی بات ماننے والا تھا اور انہیں اندیشہ تھا کہ جو شیطان کی بات مانتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے اسے عذاب دیتا ہے۔

۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزر کے بارے میں اور کیا اندیشہ تھا؟ ۳: شیطان کی بات مان کر اس کا ساتھی بننے کا۔

۴: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو دعوت کیوں دی؟ ۴: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزر سے بہت محبت تھی اور وہ آزر کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانا چاہتے تھے۔

عملی پہلو: اپنے گھر والوں، ساتھیوں اور متعلقین سے اصل محبت یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا بندہ بنانے اور جہنم سے بچانے کی کوشش کی جائے۔ جیسا کہ سورۃ تحریم ۶۶ کی آیت: ۶ میں بیان ہوا ہے۔ "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں"۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: آزر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا کیا جواب دیا؟ ۱: اس نے کہا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام)! کیا تم میرے معبودوں سے منہ پھیرتے ہو۔
۲: آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کس بات سے روکنا چاہتا تھا؟ ۲: توحید کی دعوت سے روکنا چاہتا تھا۔
۳: آزر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کس بات سے دھمکایا؟ ۳: آزر نے کہا کہ اگر تم توحید کی دعوت سے باز نہیں آؤ گے تو میں تمہیں لازماً رجم کر دوں گا۔
۴: رَجم سے کیا مراد ہے؟ ۴: پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا۔ ۵: آزر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا کہا؟ ۵: تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جاؤ۔
۶: آزر کو دعوت دینے کا کیا نتیجہ نکلا؟ ۶: آزر نے ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور بالآخر ان کو اپنے گھر سے نکال دیا۔

عملی پہلو: حق و صداقت کی راہ پر چلنے والوں پر ہر دور میں مشکلات آتی رہی ہیں۔ جو اس پر ثابت قدم رہتے ہیں بالآخر اللہ تعالیٰ ان کو کامیابی سے ہم کنار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال رہتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر مشکل میں صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر میدان میں سرخرو فرمایا۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گھر سے نکالے جانے پر آزر سے کیا فرمایا؟ ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بس اب ہمارا سلام۔

نوٹ: یہ سلام دُعائیہ نہیں ہے جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کرتا ہے بلکہ یہ قطع تعلق، رخصت اور مخاطب کو ترک کرنے کا اظہار ہے۔ جیسا کہ کسی سے قطع تعلق کرنے کا شریفانہ اور مہذب طریقہ یہ ہے کہ بات کا جواب دینے کے بجائے لفظ سلام کہہ کر علیحدہ ہو جائے۔ (وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا) (سورۃ الفرقان ۲۵، آیت: ۶۳) "جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ (بس اب ہمارا) سلام"۔

۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گھر سے نکلتے وقت آزر سے کس بات کا وعدہ فرمایا؟ ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آپ کے لئے اپنے رب سے بخشش مانگتا رہوں گا۔ ۳: کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کے لئے استغفار کی دعا مانگتے تھے؟ ۳: ابتداء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے رہے۔ لیکن جب بعد میں ان پر یقینی طور سے واضح ہو گیا کہ آزر حق کے دشمن ہے، اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے والا نہیں ہے تو انہوں نے اس کے لئے دعا سے دست برداری کا اعلان کیا۔ اس بات کا ذکر سورۃ توبہ ۹ کی آیت: ۱۱۴ میں بھی آتا ہے کہ "آزر کے لئے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے۔ لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے"۔ ۴: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو کن الفاظ میں واضح فرمایا؟ ۴: وہ اللہ تعالیٰ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔

آیت نمبر ۴۸: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کن سے علیحدگی اختیار کرنے کا بیان فرمایا؟ ۱: بُت پرستوں سے اور ان معبودوں سے جنہیں لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہوئے تھے۔ ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کسے پکارنے کا ذکر فرمایا؟ ۲: اپنے رب اللہ تعالیٰ کو پکارنے کا۔
۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو پکار کر کس امید کا اظہار فرمایا؟ ۳: کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ رہوں گا۔

عملی پہلو: مشکل ترین حالات میں بھی ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کبھی بھی مصیبت میں اپنے نیک بندوں کو تنہا نہیں چھوڑتا۔ ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ اس لئے ہمیں ہر حال میں اُسے ہی پکارنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۴۹: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت پرستوں اور بتوں سے علیحدہ ہونے پر اللہ تعالیٰ نے ان پر کیا انعام فرمایا؟ ۱: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نیک اور صالح اولاد سے نوازا۔ ۲: اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کن بیٹوں کا ذکر ہے؟ ۲: چھوٹے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کا۔ ۳: حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کیا رشتہ تھا؟ ۳: حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔
۴: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو کیا سعادت اور شان عطا فرمائی؟ ۴: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو نبوت عطا فرمائی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء کرام علیہم السلام آئے وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے بڑے صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا اور دنیا میں بھیجا جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چھوٹے صاحب زادے حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے

بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے پھر بارہ بیٹے دیئے اور ان سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے بنے اور پھر ان اولادوں میں اللہ تعالیٰ نے صدیوں تک ہزاروں انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے جن میں آخری حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "ابوالانبیاء" (انبیاء کے والد) ہونے کا اعزاز بخشا۔

۵: حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے یہ انعام کیوں فرمایا؟ ۵: شرک سے بچنے، توحید کی دعوت دینے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر ہر امتحان میں پورا اُترنے پر۔

عملی پہلو: جب بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی خاطر ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی خاص عنایات سے نوازتا ہے۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کیا فضل فرمایا؟ ۱: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رحمت فرمائی اور ان کا ذکرِ خیر بلند فرمایا۔

۲: ذکرِ خیر بلند کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اس وقت دنیا کے تین بڑے مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے پیروکار، کروڑوں لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنی نسبت جوڑتے ہیں اور انہیں اپنا جدِ امجد مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا نہایت پسندیدہ اور فرماں بردار بندہ مانتے ہیں۔

نوٹ: امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہمیشہ اپنی نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر درود پڑھتے ہیں تو ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر بھی درود پڑھتے ہیں۔ فی الحقیقت یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا "وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ" (سورۃ الشعراء ۲۶: آیت: ۸۴) کی مقبولیت کا ثمرہ ہے۔

آیت نمبر ۵۱: ۱: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتاب میں کس نبی علیہ السلام کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا؟ ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔

۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۲: وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور رَسُوْلًا نَّبِيًّا تھے۔

۳: رَسُوْلًا نَّبِيًّا سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی علیہ السلام تھے۔

۴: رسول اور نبی میں کیا فرق ہے؟ ۴: ہر رسول نبی ہوتے ہیں لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتے۔ رسول عموماً وہ خاص بندے ہوتے ہیں جن کو اللہ نے تعالیٰ نئی کتاب یا شریعت یعنی احکامات عطا فرمائے۔

آیت نمبر ۵۲: ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے کس دور کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: دوسرے دور کا جب کہ وہ مدین میں دس سال گزار کر واپس مصر کی طرف آرہے تھے۔ ۲: اس آیت میں کس خاص واقعہ کا ذکر ہے؟ ۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کا اور وہاں اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کے واقعہ کا ذکر ہے۔

۳: کوہِ طور کہاں واقع ہے؟ ۳: یہ مشہور پہاڑ ملک شام میں مصر اور مدین کے درمیان واقع ہے اور آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

۴: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پہاڑ پر کیوں بلایا؟ ۴: راز کی بات کہنے کے لئے اپنے قریب بلایا اور خاص قرب سے نوازا۔

۵: یہاں راز کی بات سے کیا مراد ہے؟ ۵: اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نبوت عطا فرمایا جانا۔ یعنی وہ ہدایت دینا جو بندوں کی رہنمائی کے لئے ہے۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ نے عام طور پر انبیاء کرام علیہم السلام سے اپنے مقرب فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے ہی کلام فرمایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کسی سے بھی اس طرح کلام نہیں فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ شرف اور اعزاز حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے بغیر واسطے کے براہِ راست کلام فرمایا گیا۔ اسی لئے آپ علیہ السلام کا لقب "کلیم اللہ" قرار پایا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی براہِ راست کلام فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظیم شرف اور خاص قرب بخشا اور اعلیٰ درجات سے نوازا۔

آیت نمبر ۵۳: ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی کس رحمت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: ان کی خواہش پر ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی بنائے جانے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ۲: حضرت ہارون علیہ السلام کون تھے؟ ۲: حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے۔

آیت نمبر ۵۴: ۱: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتاب میں کس رسول کا ذکر فرمانے کا کہا گیا؟ ۱: حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر فرمانے کا کہا گیا۔

۲: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: وہ وعدے کے سچے تھے اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی علیہ السلام تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام "صَادِقَ الْوَعْدِ" یعنی وعدے کے سچے ہونے میں ممتاز اس بناء پر ہیں کہ انہوں نے جس چیز کا وعدہ اللہ تعالیٰ سے یا کسی بندہ سے کیا اس کو بڑی مضبوطی اور اہتمام سے پورا فرمایا۔

عملی پہلو: وعدہ پورا کرنا حُسنِ خُلق ہے اور اس کے خلاف کرنے کو بُری عادت قرار دیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں وعدہ خلافی کو نفاق کی علامت بتایا گیا ہے، اسی لئے اللہ ﷻ کا کوئی نبی و رسول علیہ السلام ایسا نہیں گزرا جو صادق الوعد نہ ہو۔ ہمیں بھی اپنے وعدوں کا پاس رکھنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۵۵: ۱: حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو کس بات کی تلقین فرمایا کرتے تھے؟ ۱: نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی۔

نوٹ: یہ دونوں بنیادی عبادات ہیں۔ نماز کے ذریعہ تعلق باللہ استوار ہوتا ہے اور زکوٰۃ کے ذریعہ مخلوقِ خدا کے ساتھ تعلقات کی استواری ہوتی ہے اور یہ نفس کی اصلاح کا ذریعہ بھی ہے۔

۲: حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ ﷻ کے ہاں کیا مقام رکھتے ہیں؟ ۲: وہ اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھے۔

آیت نمبر ۵۶: ۱: نبی کریم ﷺ کو کتاب میں کس نبی علیہ السلام کا ذکر کرنے فرمایا گیا؟ ۱: حضرت ادریس علیہ السلام۔ ۲: حضرت ادریس علیہ السلام کس زمانے میں بھیجے گئے؟ ۲: حضرت ادریس علیہ السلام صدیوں پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد اور حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے کے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ہیں۔ ۳: حضرت ادریس علیہ السلام کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: بے شک وہ اللہ ﷻ کے سچے نبی تھے۔

نوٹ: شبِ معراج میں نبی کریم ﷺ کی چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

آیت نمبر ۵۷: ۱: حضرت ادریس علیہ السلام کا کیا مقام بیان فرمایا گیا؟ ۱: وہ اللہ ﷻ کے نزدیک نہایت بلند مرتبے والے تھے۔

آیت نمبر ۵۸: ۱: انبیاء کرام علیہم السلام کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: انبیاء کرام علیہم السلام وہ منتخب ہستیاں ہیں جن پر اللہ ﷻ نے خصوصی انعام فرمایا۔

۲: انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں کس حقیقت کو واضح فرمایا گیا؟ ۲: تمام انبیاء کرام علیہم السلام حضرت آدم علیہ السلام کی اولادوں میں سے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی نبی (معاذ اللہ) اللہ ﷻ کا بیٹا نہیں جیسے یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا کہتے ہیں (معاذ اللہ) یا عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا کہتے ہیں (معاذ اللہ)، یہاں اللہ ﷻ واضح فرما رہا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام حضرت آدم علیہ السلام کی اولادوں میں سے ہیں اور انسان ہیں اور اللہ ﷻ کا کوئی بیٹا یا بیٹی نہیں ہے۔

۳: حضرت نوح علیہ السلام کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ نے حضرت نوح علیہ السلام کو دیگر اہلِ ایمان کے ساتھ کشتی میں سوار کیا۔ آئندہ انسانوں کی نسل حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سے ہی آگے چلی اس لئے حضرت نوح علیہ السلام آدم ثانی بھی کہلاتے ہیں۔

۴: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء کرام علیہم السلام کی کیا صفت بیان فرمائی گئی؟ ۴: وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا لقب اسرائیل (یعنی اللہ کا بندہ) تھا، ان کی اولادوں میں سے تھے۔

۵: حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہونے کا ذکر کرنے سے کیا بات واضح ہوتی ہے؟ ۵: یہ کہ حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان ہی کی اولادوں میں سے تھے اور (معاذ اللہ) یہود اور عیسائیوں کے کہنے پر اللہ ﷻ کے بیٹے نہیں تھے۔ اللہ ﷻ کو کسی بیٹے کی حاجت نہیں۔

۶: ان انبیاء کرام علیہم السلام کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۶: اللہ ﷻ نے انہیں ہدایت عطا فرمائی اور اپنے لئے پسند فرمایا۔

۷: رحمٰن کی آیتیں سننے پر ان کا کیا تاثر بیان فرمایا گیا ہے؟ ۷: جب وہ رحمٰن کی آیتیں سنتے تھے تو سجدہ کرتے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے۔

۸: کیا یہ آیت سجدہ ہے؟ ۸: جی ہاں یہ آیت سجدہ ہے اور ہم پر اس آیت کا عربی متن پڑھتے اور سنتے وقت سجدہ کرنا ضروری ہے۔

۹: قرآنِ حکیم میں کتنی آیاتِ سجدہ ہیں؟ ۹: اکثر ائمہ کے نزدیک قرآنِ حکیم میں چودہ آیاتِ سجدہ ہیں۔

۱۰: سجدہ کیوں کیا جاتا ہے؟ ۱۰: سجدہ اللہ ﷻ کی بڑائی کو ماننے اور اس کے سامنے اپنی عاجزی اور انکساری کو ظاہر کرنے کا بہترین طریقہ ہے اور سجدہ اس لئے کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ ان آیات کو تلاوت فرمانے کے بعد سجدہ فرماتے تھے اور یہی حکم امتِ مسلمہ کو فرمایا گیا ہے۔

نوٹ: گویا اللہ ﷻ کی آیات کو سن کر وجد کی کیفیت کا طاری ہو جانا اور عظمتِ الٰہی کے آگے سجدہ ریز ہو جانا، بندگانِ الٰہی کی خاص علامت ہے۔ سجدہ تلاوت کی مسنون دعا یہ ہے "سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَ شَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ" "میرے چہرے نے اس ذات کو سجدہ کیا جس نے اپنی قوت وطاقت سے اسے پیدا کیا اور اس کے کان اور آنکھ بنائے۔" (سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی)۔

آیت نمبر ۵۹: ۱: اس آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے کیسے جانشینوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: نا اہل اور نا خلف جانشینوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۲: نا اہل اور نا خلف جانشینوں کی کیا علامات بیان کی گئیں؟ ۲: انہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی۔ ۳: ایسے لوگوں کا کیا انجام ہونے والا ہے؟ ۳: وہ عنقریب گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں گے۔ ۴: نماز کو ضائع کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۴: نماز کو نہ پڑھنا یا نماز کے ارکان، شرائط اور آداب کا خیال نہ کرنا۔

نوٹ: نماز ضائع کرنے سے مراد یا تو بالکل نماز کا ترک ہے جو کفریہ طرزِ عمل ہے یا ان کے اوقات کو ضائع کرنا ہے یعنی وقت پر نماز نہ پڑھنا، جب جی چاہا، نماز پڑھ لی، یا بلا عذر اکٹھی کر کے پڑھنا کبھی دو، کبھی چار، کبھی ایک اور کبھی پانچوں نمازیں۔ یہ تمام صورتیں بھی نماز ضائع کرنے کی ہیں جس کا مرتکب سخت گناہ گار اور آیت میں بیان کردہ وعید کا سزاوار ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الماعون میں ایسے لوگوں کے لئے وعید آئی ہے۔

۵: خواہشاتِ نفس کی پیروی سے کیا مراد ہے؟ ۵: اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کی بات ماننے کے بجائے اپنے دل اور نفس کی بات ماننا۔

۶: گمراہی سے کیا مراد ہے؟ ۶: حق کے راستے سے دور ہو جانا۔ اس آیت میں لفظ "غیا" استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہلاکت، انجام بد کے ہیں یا جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔

عملی پہلو: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "باطل معبودوں میں بدترین وہ خواہش نفس ہے جس کی پیروی کی جائے۔" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۶۰: ۱: انبیاء کرام علیہم السلام کے اچھے جانشین کون ہیں اور ان کی کیا صفات ہیں؟ ۱: وہ جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے۔

نوٹ: توبہ کا دروازہ ایسے مجرموں کے لئے بند نہیں۔ جو گناہ گار سچے دل سے توبہ کر کے ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کر لے اور اپنا چال چلن درست رکھے۔ جنت کے دروازے اس کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ توبہ کے بعد جو نیک اعمال کرے گا سابق جرائم کی بنا پر اس کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی نہ کسی قسم کا حق ضائع ہو گا۔ حدیث مبارک میں ہے۔ "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ" گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ (سنن ابن ماجہ)

۲: انبیاء کرام علیہم السلام کے اچھے جانشینوں کا کیسا انجام ہو گا؟ ۲: یہی لوگ جنّت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۳: ظلم کسے کہتے ہیں؟ ۳: کسی شے کو اس کے اصل مقام سے ہٹا دینا یا زیادتی کرنا۔ سب سے بڑا ظلم شرک ہے (سورۃ القمان ۳۱: آیت: ۱۳) یہاں مراد یہ ہے کہ اِن کے نیک اعمال کے ثواب میں کمی نہیں ہو گی۔

آیت نمبر ۶۱: ۱: جنّتوں کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۱: جنّتیں ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں۔

۲: رحمٰن نے جنّت کا وعدہ کس سے فرمایا ہے؟ ۲: اپنے نیک بندوں سے اس جنت کا وعدہ فرمایا ہے جسے انہوں نے نہیں دیکھا۔

۳: رحمٰن کا وعدہ کیسا ہے؟ ۳: رحمٰن کا وعدہ یقینی ہے جو پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ کیونکہ اللہ ﷻ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا۔

آیت نمبر ۶۲: ۱: اہل جنّت کس قسم کا کلام جنّت میں سنیں گے؟ ۱: وہ سلام اور دعاؤں کا کلام سنیں گے۔ وہاں کوئی بے کار اور بے ہودہ بات ہرگز نہیں سنیں گے۔ ۲: جنّت کی کس نعمت کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: جنّت میں اہل جنّت کو دیئے جانے والے رزق کا بیان ہے۔

۳: اہل جنّت کو یہ رزق کب دیا جائے گا؟ ۳: صبح و شام یعنی ہر وقت جب وہ چاہیں گے اور جب خواہش کریں گے۔

آیت نمبر ۶۳: ۱: جنّت کا وارث کسے بنایا جائے گا؟ ۱: اللہ ﷻ کے پسندیدہ بندوں کو۔

۲: جنت کے وارث بننے والوں کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۲: تقویٰ یعنی پرہیز گاری۔

۳: جنّت کا وارث بنائے جانے سے کیا مراد ہے؟ ۳: جس طرح اللہ ﷻ نے وُرثا کا حصہ وراثت میں مقرر فرمادیا ہے جو مل کر رہتا ہے اس میں کسی کمی بیشی کا امکان نہیں اسی طرح اللہ ﷻ کے پسندیدہ بندوں کو جنّت کا وارث بنادیا گیا ہے اور جنّت کا ملنا انہیں اسی طرح یقینی ہے۔

آیت نمبر ۶۴: ۱: اس آیت میں کس کا قول بیان کیا گیا ہے؟ ۱: فرشتے کا۔ ۲: فرشتے کب نازل ہوتے ہیں؟ ۲: جب اللہ ﷻ انہیں حکم فرماتا ہے۔

۳: فرشتے نے کیوں کہا کہ ہم آپ ﷺ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں نازل ہوسکتے؟ ۳: نبی اکرم ﷺ کی خواہش تھی کہ فرشتہ جلدی جلدی وحی کے ساتھ نازل ہو اس پر فرشتے نے عرض کیا کہ ہم اپنی مرضی سے اللہ ﷻ کے حکم کے بغیر نہیں اُتر سکتے۔

شانِ نزول: رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا" جتنا تم اب ہمارے پاس آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے" تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ "اور ہم آپ ﷺ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں اُترتے اسی کا ہے جو کچھ ہمارے سامنے ہے اور پیچھے ہے"۔(صحیح بخاری)

۴: فرشتے نے اللہ ﷻ کی شان ملکیت کا کیسے بیان فرمایا؟ ۴: سب اسی اللہ ﷻ کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے، جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

۵: "جو کچھ ہمارے آگے ہے" اس سے کیا مراد ہے؟ ۵: فرشتے سے آگے جتنی کائنات ہے۔

۶: "جو کچھ ہمارے پیچھے ہے" اس سے کیا مراد ہے؟ ۶: فرشتے سے لے کر ساری کائنات جو فرشتے کے پیچھے ہے۔

۷: "جو کچھ ان کے درمیان ہے" سے کیا مراد ہے؟ ۷: آسمان و زمین کے درمیان وہ خود ہیں اس سے مراد خود فرشتے ہیں، یعنی کُل کی کُل کائنات اللہ ﷻ ہی کی ہے۔ ۸: فرشتوں نے اللہ ﷻ کی کیا صفت بیان فرمائی؟ ۸: آپ ﷺ کا رب بھولنے والا نہیں، یعنی اللہ ﷻ جو چاہتا ہے وہی فرماتا ہے اور کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اللہ ﷻ بھول گیا ہو (معاذ اللہ) اور جس کے نازل کرنے کا خیال نہ رہا ہو (معاذ اللہ)۔

آیت نمبر ۶۵: ۱: رب کے کیا معنی ہیں؟ ۱: رب وہ ہے جو کسی شے کو آہستہ آہستہ منصب کمال تک پہنچائے۔ حقیقی رب اللہ ﷻ ہے جو تمام مخلوقات کی تمام ضروریات کو پورا فرماتا ہے۔ ۲: اللہ ﷻ کس کا رب ہے؟ ۲: آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ ۳: اللہ ﷻ کی شان ربوبیت کا کیسے اظہار فرمایا گیا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ ساری کائنات کا رب ہے۔ ۴: آپ ﷺ کو کیا حکم دیا گیا؟ ۴: آپ ﷺ اس اللہ ﷻ کی عبادت کیجیے جو کل کائنات کا رب ہے۔

۵: آپ ﷺ کو کس بات پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی گئی ہے؟ ۵: اللہ ﷻ کی بندگی پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

۶: آیت کے آخر میں مشرکین کو کیا بات سمجھائی گئی ہے؟ ۶: اللہ ﷻ کا کوئی ہم نام، ہم جنس اور کوئی بھی ہم شریک نہیں ہے۔ گویا شرک کی مذمّت کی گئی ہے۔

آیت نمبر ۶۶: ۱: اس آیت میں انسان کے کس حقیقت سے انکار کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: موت کے بعد دوبارہ زندہ کیئے جانے کے انکار کا ذکر کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۶۷: ۱: موت کے بعد دوبارہ زندہ کیئے جانے کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی قدرت تخلیق کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے کہ اللہ ﷻ نے انسان کو اس وقت بنایا کہ جب وہ کوئی شے نہ تھا اور اب جب کہ وہ وجود میں آچکا تو دوبارہ اسے زندہ کر کے اُٹھانا کون سا مشکل اور ناممکن کام ہے۔ ۲: کچھ نہ ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: جبکہ انسان کا وجود بھی نہ تھا نہ روحانی وجود نہ جسمانی وجود۔ پھر اللہ ﷻ نے اسے وجود دیا۔

آیت نمبر ۶۸: ۱: اللہ ﷻ نے اس آیت کے آغاز میں قسم کیوں فرمائی؟ ۱: بات میں زور اور تاکید پیدا فرمانے کے لئے۔

۲: بعث بعد الموت کے لئے کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۲: کہ ہم ضرور انہیں اور شیطانوں کو جمع کریں گے۔

۳: یہ کس قِسم کی دلیل ہے؟ ۳: اِسے دلیل خطابی کہتے ہیں۔ اس طرح کی دلیل میں اصل زور بات کرنے والے کی شخصیت کا ہوتا ہے گویا یہاں اللہ ﷻ کی قدرتِ تخلیق کا بیان ہے کہ اللہ ﷻ ضرور انہیں دوبارہ پیدا فرمائے گا۔

۴: یہاں آخرت کا انکار کرنے والے اور شیاطین کا ذکر ایک ساتھ کیوں کیا گیا ہے؟ ۴: شیاطین اللہ ﷻ کے نافرمان ہیں اور آخرت کا انکار کرنے والے بھی ان کی پیروی میں اللہ ﷻ کی نافرمانی پر اُتر آئے ہیں۔ لہٰذا دونوں ایک ہی راستے پر ہیں جو گمراہی کا ہے۔

۵: آخرت کا انکار کرنے والوں کا قیامت کے دن کیا حال ہوگا؟ ۵: اللہ ﷻ انہیں اس حال میں حاضر کریں گے کہ وہ جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے۔

۶: گھٹنوں کے بل گرے ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۶: انتہائی دہشت، مایوسی اور ذلت وخواری کی حالت میں گھٹنوں کے بل بے یارومددگار پڑے رہنا۔

آیت نمبر ۶۹: ۱: آیت: ۶۶ سے ۶۹ تک آخرت کا انکار کرنے والوں کے لئے اللہ ﷻ کا کیا اندازِ بیان ہوا ہے؟ ۱: آخرت کا انکار کرنے والوں کے لئے سرزنش اور اللہ ﷻ کی ڈانٹ کا انداز ہے۔ ۲: اللہ ﷻ انسانوں کے ہر گروہ میں سے کن لوگوں کو ضرور کھینچ کر نکال لے گا؟ ۲: جو رحمٰن کے خلاف زیادہ سرکش تھے۔

۳: سرکشی سے کیا مراد ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کی نافرمانی کرنا، اللہ ﷻ کی حدود کو پامال کرنا۔

آیت نمبر ۷۰: ۱: جہنم میں کون جھونکا جائے گا؟ ۱: جو جہنم میں جھونکے جانے کے حق دار ہوں گے یعنی اللہ ﷻ کے باغی اور سرکش لوگ۔

نوٹ: منکرین کے ہر فرقہ میں جو زیادہ بدمعاش، سرکش، باغی اور اکڑ باز تھے۔ (مثلاً ابو جہل جیسے لوگ) انھیں عام مجرموں سے علیحدہ کر لیا جائے گا۔ پھر ان میں بھی جو بہت زیادہ سزا کے لائق اور دوزخ کا حق دار ہو گا۔ وہ اللہ ﷻ کے علم میں ہے اس کو دوسرے مجرموں سے پہلے آگ میں جھونکا جائے گا۔

۲: جہنم میں جھونکے جانے والے لوگوں سے کون واقف ہے؟ ۲: اللہ ﷻ ایسے لوگوں سے خوب واقف ہے۔

۳: کیا کوئی مجرم قیامت کے دن اللہ ﷻ کے عذاب سے بچ سکے گا؟ ۳: ہرگز نہیں۔ اللہ ﷻ کا علم کامل ہے وہ ہر مجرم کو جاننے والا ہے اور کوئی مجرم اللہ ﷻ کے عذاب سے بچ نہیں سکے گا مگر جسے اللہ ﷻ چاہے۔

آیت نمبر ۷۱: ۱: اللہ ﷻ کا کیا حتمی فیصلہ بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: لوگوں میں سے ہر ایک کو اس جہنم پر سے گزرنا ہو گا۔

۲: کیا ہر شخص جہنم میں جھونک دیا جائے گا؟ ۲: ہرگز نہیں! بلکہ ہر شخص کو جہنم پر سے گزارا جائے گا۔

۳: جہنم پر سے گزرنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: جہنم پر سے گزرنے سے مراد پل صراط پر سے گزرنا ہے جو جہنم پر قائم کیا گیا ہے۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "لوگ اپنے اعمال کے مطابق دوزخ سے گزریں گے۔ چنانچہ پہلا گروہ بجلی کی چمک کی طرح گزر جائے گا۔ دوسرا گروہ ہوا کی طرح پھر گھوڑے کی رفتار سے پھر اونٹ کے سوار کی طرح پھر انسان کی دوڑ کی مانند اور آخر میں چلنے والے کی طرح دوزخ سے گزریں گے"۔ (جامع ترمذی)

آیت نمبر ۷۲: ۱: کون لوگ جہنم سے محفوظ رہیں گے؟ ۱: پرہیزگار لوگ۔

۲: متقین سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۲: گناہوں سے بچنے والے۔ ۳: کون جہنم میں جھونکے جائیں گے؟ ۳: ظالم لوگ۔

۴: جہنم میں ظالموں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۴: وہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور گھٹنوں کے بل اس میں چھوڑ دیئے جائیں گے۔

آیت نمبر ۷۳: ۱: تلاوتِ آیت سے کون سی آیات مراد ہیں؟ ۱: آیاتِ قرآنی۔

۲: آیاتِ قرآنی کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۲: وہ نہایت واضح آیات ہیں۔

۳: آیاتِ قرآنی تلاوت کرنے پر کفار کا کیا طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے؟ ۳: کفار مومنوں سے کہتے ہیں کہ دونوں گروہوں میں سے کون مقام کے اعتبار سے بہتر ہے اور مجلس کے اعتبار سے اچھا ہے۔ ۴: دونوں گروہوں سے کون مراد ہے؟ ۴: کفار اور مومنین۔

۵: کفار کے کس باطل خیال کا اظہار کیا گیا ہے؟ ۵: وہ اپنی اولاد، دولت، سرداری اور زیادہ لوگوں کی مجلس کو اہلِ ایمان کے مقابلے میں بہتر اور بلند مقام سمجھتے تھے اور اس دنیاوی اقتدار اور اختیارات پر گھمنڈ اور تکبر کرتے تھے۔

آیت نمبر ۷۴: ۱: اللہ ﷻ نے کافروں کے گھمنڈ اور تکبر کا کیا جواب دیا؟ ۱: اللہ ﷻ نے ان سے پہلے کتنی ہی نافرمان قوموں کو ہلاک کیا جو سازوسامان اور نمود ونمائش میں ان سے کہیں بڑھ کر تھیں۔ ۲: اللہ ﷻ نے سابقہ قوموں کی ہلاکت کی مثال کیوں بیان کی؟ ۲: تاکہ کفار اس سے عبرت لیں، دنیاوی سازوسامان کے تکبر سے بچیں، اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کریں۔

نوٹ: یہ ان کی بات کا جواب دیا کہ پہلے ایسی بہت قومیں گزر چکی ہیں جنھوں نے انبیاء علیہم السلام کے مقابلے میں سرکشی کی اور تکبر وتفاخر کو اپنا شعار بنا لیا، اللہ ﷻ نے ان کی جڑ کاٹ دی اور دنیا کے نقشہ میں ان کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ مال، اولاد یا دنیاوی خوشحالی اور مقبولیت اس بات کی دلیل نہیں کہ اُن کا انجام بھی اچھا ہو گا۔

آیت نمبر ۷۵ ۱: نافرمان شخص کے بارے میں اللہ ﷻ کی کس سنت کا بیان ہے؟ ۱: جو شخص گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ ﷻ اسے ڈھیل دیتا ہے۔

۲: ڈھیل دینے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ فوراً سزا اور عذاب نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے تاکہ انسان توبہ کرکے اپنی اصلاح کرسکے۔

۳: گمراہ لوگوں کو کب تک ڈھیل دی جاتی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کا وعدہ پورا ہونے تک ڈھیل دی جاتی ہے۔

۴: اللہ ﷻ کے وعدے سے کیا مراد ہے؟ ۴: گم راہ لوگوں پر اللہ ﷻ کا عذاب آجانا یا پھر قیامت کا واقع ہوجانا۔

۵: گمراہ لوگوں کی مہلت ختم ہونے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ ۵: یا تو ان کے جرائم اور گمراہی کے سبب دنیا ہی میں ان پر عذاب آتا ہے جو کہ ان کی برائی کے نتیجے کی پہلی قسط ہوتی ہے ورنہ اصل سزا آخرت میں دی جائے گی جو قیامت آنے کے بعد ہے۔

عملی پہلو: ہمیں مہلتِ عمل کو غنیمت سمجھتے ہوئے گناہوں سے سچی توبہ کرکے اللہ ﷻ کی فرماں برداری اختیار کرنی چاہیئے۔

۶: اپنے دنیاوی مقام اور کثیر گروہ پر گھمنڈ کرنے والوں کا قیامت کے دن کیا انجام ہوگا؟ ۶: انہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ کون بُرے مقام والا ہے اور کس کا گروہ کمزور ہے۔ ۷: بُرے مقام سے کیا مراد ہے؟ ۷: جہنم۔

۸: گروہ کے کمزور ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۸: قیامت کے دن گمراہ لوگوں کو اللہ ﷻ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا اور ان کے دنیاوی گمراہ دوست اور گروہ قیامت کے دن ان کے لئے انتہائی کمزور اور بودے ثابت ہوں گے۔

آیت نمبر ۷۶ ۱: گمراہ لوگوں کے مقابلے میں اللہ ﷻ کیسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے؟ ۱: ہدایت پر چلنے والے لوگوں کو اللہ ﷻ پسند فرماتا ہے۔

۲۔ ہدایت سے کیا مراد ہے؟ ۲: رہنمائی، طریقہ، سیرت۔ وہ سیدھا راستہ جس کا ذکر قرآن حکیم اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ ہدایت کے معنی رہنمائی کرنا (The Guidance) ہے اور قرآن کے ناموں میں سے ایک نام "اَلْھُدیٰ" ہے یعنی ہدایت دینے والا۔ (The Guidance)

۳: ہدایت یافتہ لوگوں پر اللہ ﷻ کے کس فضل کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۳: ہدایت یافتہ لوگوں کو اللہ ﷻ مزید ہدایت میں بڑھاتے ہیں۔ اس بات کا ذکر سورۃ محمد ۴۷ کی آیت: ۱۷ میں بھی ملتا ہے۔ ۴: انسانوں کے لئے فائدہ مند اور باقی رہنے والی کن چیزوں کا بیان ہے؟ ۴: نیکیاں جو باقی رہنے والی بھی ہیں اور انسان کے لئے فائدہ مند بھی ہیں۔ ۵: نیکیوں کے کیا فوائد بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۵: نیکیاں اللہ ﷻ کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور آخرت میں انجام کے اعتبار سے بھی بہت اچھی ہیں۔ اس بات کا ذکر سورۃ الکہف ۱۸ کی آیت: ۴۶ میں بھی ملتا ہے۔

آیت نمبر ۷۷ ۱: اس آیت میں کیسے لوگوں کا بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی آیات کا انکار کرنے والوں کا بیان کیا گیا ہے۔

۲: اللہ ﷻ کی آیات کا انکار کرنے والے شخص کی کس خوش فہمی کا بیان کیا گیا ہے؟ ۲: وہ کہتا ہے کہ انہیں مال اور اولاد ضرور دیا جائے گا۔

۳: اس خوش فہمی کی کیا وجہ ہوتی ہے؟ ۳: لوگوں کو اللہ ﷻ دنیا میں مال اور اولاد دے کر نوازتا ہے جو کہ ایک امتحان ہے تاہم دنیا پرستوں کو یہ گمان ہوتا ہے کہ ہمارے اندر کوئی ایسی خوبی ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ ﷻ نے ہمیں دنیا میں نوازا ہے وہ آخرت میں بھی ہمیں نوازے گا۔

شانِ نزول: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مکہ میں لوہار کا پیشہ کیا کرتا تھا۔ میں نے عاص بن وائل سہمی کے لئے ایک تلوار بنائی۔ میں اس کی مزدوری مانگنے کے لئے عاص کے پاس گیا وہ کہنے لگا۔ میں اس وقت تک تجھے مزدوری نہیں دوں گا۔ جب تک تو محمد (ﷺ) سے پھر نہ جائے۔ میں نے کہا "جب اللہ ﷻ تجھے موت دے گا پھر تجھے زندہ کرے گا، میں تو اس وقت تک بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا انکار نہیں کروں گا"۔ وہ کہنے لگا: "اچھا اگر اللہ ﷻ مجھے مرنے کے بعد زندہ کرے گا تو پھر مجھے مال اور اولاد بھی دے گا (اس وقت میں تمہارا حساب چکادوں گا) اس وقت اللہ ﷻ نے یہ آیات نازل فرمائیں"۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

آیت نمبر ۷۸ ۱: اللہ ﷻ کی آیات کا انکار کرنے والے کی خوش فہمی کا کس طرح رد کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا کہ کیا ایسے شخص نے غیب کی خبریں پالی ہیں کہ وہ آخرت میں بھی نوازا جائے گا یا ایسے شخص نے اللہ ﷻ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے کہ اسے دنیا اور آخرت میں انعامات ہی ملتے رہیں گے۔

عملی پہلو: آخرت کی زندگی میں کس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا یہ اللہ ﷻ کے علم میں ہے۔ لہٰذا ہمیں خوش فہمیوں میں مبتلا ہونے کے بجائے حسن عمل کی فکر کرتے ہوئے اللہ ﷻ سے خاص فضل و کرم کی طلب اور امید رکھنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۷۹ ۱: کیا اللہ ﷻ کی آیات کا انکار کرنے والوں کی خوش فہمی پوری ہو جائے گی؟ ۱: ہرگز نہیں۔

۲: اللہ ﷻ کی آیات کا انکار کرنے والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جا رہا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ ان کے انکار اور کفر کو لکھتا جا رہا ہے اور جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ لکھا جا رہا ہے۔ ۳: اللہ ﷻ کی آیات کا انکار کرنے والوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۳: اللہ ﷻ انہیں عذاب دے گا۔

۴: اللہ ﷻ کی آیات کا انکار کرنے والوں کو دیئے جانے والے عذاب کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۴: اللہ ﷻ اس عذاب کو بڑھاتا چلا جائے گا۔

عملی پہلو: ہمیں ہر وقت یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ کہیں ہماری زبان سے کوئی ایسا کلمہ یا بات نہ نکلے جس سے غرور، گھمنڈ اور دوسروں کے کم تر ہونے کا اظہار ہو رہا ہو۔

آیت نمبر ۸۰ ۱: آیات کا انکار کرنے والے کو اللہ ﷻ نے کس بات سے متنبہ کیا؟ ۱: وہ جس مال و دولت کی باتیں کر رہا ہے اللہ ﷻ ہی اس کا اصل وارث ہے۔

نوٹ: قیامت کے دن ہر ایک تنہا بغیر کسی مال و دولت کے صرف اعمال کے ساتھ اللہ ﷻ کے سامنے پیش ہو گا۔ یہ مال دولت اور دنیاوی وراثتیں جن پر لوگ اتراتے ہیں وہ سب یہیں رہ جائیں گی۔

۲: انکار کرنے والے اور دیگر لوگ قیامت کے دن اللہ ﷻ کے پاس کس کیفیت میں آئیں گے؟ ۲: ہر ایک اللہ ﷻ کے پاس اکیلا حاضر ہو گا اور کیفیت ایسی ہو گی کہ اللہ ﷻ اور بندے کے درمیان کوئی وکالت کرنے والا نہ ہو گا۔

آیت نمبر ۸۱ ۱: منکرین آخرت کے کس جرم کا بیان کیا گیا ہے؟ ۱: انہوں نے اللہ ﷻ کے سوا دوسرے معبود بنا لیئے ہیں۔

۲: اللہ ﷻ کے سوا دوسرے معبود بنانے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۲: تا کہ وہ ان کے لئے عزت کا باعث بنیں۔ یعنی وہ ان کے حامی و مددگار ہوں ان کی قوت کا باعث بنیں اور اللہ ﷻ کے سامنے ان کی حاجت روائی کریں۔

آیت نمبر ۸۲ ۱: کیا یہ باطل معبود مشرکین کے لئے عزت و شرف کا باعث ہوں گے؟ ۱: ہرگز نہیں۔

۲: مشرکین کے معبودوں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۲: قیامت کے دن وہ مشرکین کی پوجا سے انکار کریں گے، مثلاً وہ انبیاء علیہم السلام جن کے ساتھ ظلم کیا گیا جیسے یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا قرار دیا اور ان کی عبادت کی تو قیامت کے دن یہ انبیاء علیہم السلام ان کی عبادت کا انکار کریں گے، اسی طرح جن لوگوں نے مظاہر قدرت (مثلاً سورج، ستاروں، درخت وغیرہ) کی عبادت کی ہو گی اور انہیں خدا بنایا ہو گا تو یہ مظاہر قدرت بھی ان کی عبادت کا انکار کریں گے کہ ہم نے انہیں اپنی عبادت کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ یہ مشرکین کا ظلم تھا کہ انہوں نے ہمیں اللہ ﷻ کی الوہیت میں شریک کیا۔

۳: قیامت کے دن مشرکین کے معبودوں کا شرک کرنے والوں کے ساتھ کیا سلوک ہو گا؟ ۳: وہ ان کی پوجا کا انکار کریں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔ اس بات کا ذکر سورۃ الاحقاف ۴۶ کی آیت: ۶ میں بھی ملتا ہے۔

آیت نمبر ۸۳ ۱: کافروں کے بارے میں کس حقیقت کا بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے ان پر شیطانوں کو چھوڑ رکھا ہے۔ اس بات کا ذکر سورۃ الزخرف ۴۳ کی آیت: ۳۶ میں بھی ملتا ہے۔ ۲: شیاطین کفّار کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں؟ ۲: شیاطین کفّار کو گناہوں پر اُکساتے رہتے ہیں۔

عملی پہلو: شیطان ہمیشہ اپنے مکر و فریب میں لوگوں کو پھنساتا رہتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اس کے جال میں پھنسنے سے بچنے کے لئے اللہ ﷻ کی پناہ میں آنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۸۴ ۱: آپ ﷺ کو منکرین آیات کے بارے میں کیا تسلی فرمائی گئی؟ ۱: آپ ﷺ ان کے لئے عذاب کی جلدی نہ فرمایئے۔

۲: مجرموں کے دن گننے سے کیا مراد ہے؟ ۲: ان کے مہلت کے دن تیزی سے ختم ہو رہے ہیں اور وہ اپنے عذاب کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں۔

آیت نمبر ۸۵ ۱: آخرت میں اللہ ﷻ کے عذاب سے نجات پانے والوں کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے۔ ۱: وہ متّقین یعنی گناہوں سے بچنے والے ہوں گے۔

۲: اللہ ﷻ نے قیامت کے دن متقین کی کیا شان بیان فرمائی ہے؟ ۲: وہ اللہ ﷻ کے پاس اللہ ﷻ کے مہمان بنا کر جمع کیئے جائیں گے۔

آیت نمبر ۸۶ ۱: مجرموں کا قیامت کے دن کیا انجام ہو گا؟ ۱: اللہ ﷻ قیامت کے دن مجرموں کو ہانک کر جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ یعنی جس طرح پیاسے جانوروں کو ہانک کر پانی کے گھاٹ پر لایا جاتا ہے اسی طرح ان مجرموں کو اس روز نہایت ذلت اور رسوائی کے ساتھ ہانک کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔

آیت نمبر ۸۷ ۱: قیامت کے دن پیش آنے والی کس حقیقت کا اظہار فرمایا گیا ہے؟ ۱: قیامت کے دن کسی کو اللہ ﷻ کی جناب میں شفاعت کرنے کا اختیار نہیں ہو گا۔ البتہ جس کو اللہ ﷻ اجازت عطا فرمائے گا۔

۲: شفاعت کسے کہتے ہیں؟ ۲: شفاعت کے معنی دوسرے کے ساتھ اس کی مدد یا سفارش کرتے ہوئے مل جانے کے ہیں۔ عام طور پر کسی بڑے باعزت آدمی کا اپنے سے کم تر کے ساتھ اس کی مدد کے لئے شامل ہو جانے پر بولا جاتا ہے۔ اور قیامت کے روز شفاعت بھی اسی قبیل سے ہو گی۔ (مفردات القرآن)

۳: قرآن حکیم میں کس شفاعت کی نفی کی گئی ہے؟ ۳: شفاعتِ باطلہ یعنی جبری شفاعت کی نفی کی گئی ہے، یعنی کوئی شخص زبردستی کسی کی سفارش نہیں کر سکے گا۔ ۴: کون لوگ اللہ ﷻ کی جناب میں سفارش کریں گے؟ ۴: وہ لوگ جنہیں اللہ ﷻ اجازت دیں گے جیسے انبیاء علیہم السلام، صدّیقین، شہدا، صالحین، علماء، حفّاظ، حجاج وغیرہ انہیں اللہ ﷻ اجازت دے گا اور اللہ ﷻ کی اجازت دینے پر وہ سفارش کریں گے۔ یہ مضمون قرآن میں متعدد جگہ بیان فرمایا گیا ہے مثلاً سورۃ طٰہٰ ۲۰، آیت: ۱۰۹، سورۃ النجم ۵۳، آیت: ۶۲، سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۲۸، سورۃ سباء ۳۴، آیت: ۲۳، سورۃ النباء ۷۸، آیت: ۳۸ اور آیت الکرسی۔

۵: کن لوگوں کے لئے سفارش کی جائے گی؟ ۵: شفاعت ایسے خطاکاروں کے لئے ہو گی جنہوں نے ایمان پر زندگی گزاری ہو گی۔

۶: اس آیت میں اللہ ﷻ سے عہد لینے سے کیا مراد ہے؟ ۶: وہ نیک لوگ جو ایمان اور نیک اعمال پر ثابت قدم رہتے ہوئے مضبوطی سے جمے رہے، گویا ان کے ایمان اور نیک اعمال پر اللہ ﷻ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ انہیں شفاعت کی اجازت دے گا۔

آیت نمبر ۸۸ ۱: اس آیت میں کن لوگوں کا قول بیان کیا گیا ہے؟ ۱: مشرکین کا قول بیان کیا گیا ہے۔

۲: مشرکین کے کس جرم کا بیان کیا گیا ہے؟ ۲: وہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے بیٹا بنا لیا ہے (معاذ اللہ)۔

۳: اللہ ﷻ کے لئے بیٹے یا اولاد کا تصور کس نے گھڑا؟ ۳: اہل کتاب میں سے یہود جو حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا قرار دیتے ہیں یا عیسائی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور اسی طرح مشرکین مکہ جو فرشتوں کو اللہ ﷻ کی بیٹیاں قرار دیتے رہے (معاذ اللہ)۔

۴: ”ولد“ کے کیا معنی ہیں؟ ۴: عمومی معنی تو بیٹے کے ہیں مگر یہ ایسا لفظ ہے جو بیٹا بیٹی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے یہ لفظ واحد اور جمع دونوں کا احاطہ کرتا ہے۔

آیت نمبر ۸۹ ۱: اللہ ﷻ کے لئے اولاد تجویز کرنے کو ایک بھاری بات کیوں کہا گیا؟ ۱: کیونکہ یہ نہایت غلط، حقیقت سے دور اور مشرکانہ بُرا عقیدہ ہے۔

۲: ”اِدًّا“ کے معنی کیا ہیں؟ ۲: بہت بھیانک معاملہ، نہایت بھاری چیز اور بڑی مصیبت۔

آیت نمبر ۹۰ ۱: اللہ ﷻ کے لئے اولاد تجویز کرنے کی ہلاکت خیزی کو کس مثال سے بیان کیا گیا ہے؟ ۱: یہ اتنا بدترین جرم ہے کہ آسمان اس کی وجہ سے پھٹ پڑے، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں۔

۲: کس جرم کی سنگینی کو بیان کیا گیا ہے؟ ۲: شرک کی سنگینی اور ہلاکت خیزی کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

نوٹ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جن وانس کے علاوہ تمام مخلوقات اللہ ﷻ کے ساتھ شرک سے بہت ڈرتی اور کانپتی ہیں اور یہ خطرہ محسوس کرتی ہیں کہ وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

آیت نمبر ۹۱ ۱: شرک کی کس قسم کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: شرک فی الذّات کا ذکر کیا گیا ہے یعنی اللہ ﷻ کے لئے کسی بیٹی یا بیٹے کا تصور کرنا (معاذ اللہ)۔

۲: شرک فی الذّات کیسا شرک ہے؟ ۲: انتہائی بدترین شرک ہے۔ جس پر اللہ ﷻ کا غصہ بہت بھڑکتا ہے۔

۳: شرک فی الذّات کس طرح کے لوگوں نے کیا؟ ۳: انبیاء کرام علیہم السلام کو ماننے والے اہل کتاب نے اور مشرکین مکہ نے بھی اس کا ارتکاب کیا۔

آیت نمبر ۹۲ ۱: اللہ ﷻ کی اولاد ہونے کے الزام کا کیا جواب دیا گیا؟ ۱: رحمٰن کے شایانِ شان نہیں کہ وہ کسی کو اپنی اولاد بنائے۔
۲: اللہ ﷻ کے لئے اولاد کا تصور کیوں ایک جرم ہے؟ ۲: اولاد کے تصور کے ساتھ کئی کمزوریاں اللہ ﷻ کی ذات کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہیں مثلاً:
i۔ اولاد کے ہونے کے لئے بیوی کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ یہ تصور ہوتا ہے کہ (معاذاللہ) اللہ ﷻ کی بھی بیوی ہے۔ ii ۔اسی طرح اولاد پیدا کرنے کے پیچھے جنسی جذبہ ہوتا ہے تو (معاذ اللہ) یہ جنسی جذبہ کا معاملہ بھی اللہ ﷻ کے ساتھ ملوث ہو جاتا ہے۔

نوٹ: اساتذہ سے گزارش ہے کہ یہ نکتہ مناسب الفاظ مثلاً "شادی کی ضرورت" کا ذکر کرکے طلبہ کو سمجھائیں۔

iii۔ اولاد کی ضرورت انہیں پڑتی ہے جو بوڑھے ہو جائیں۔ iv۔ اولاد اپنے والدین کے ہم جنس اور ہم پلہ ہوتی ہے چنانچہ اللہ ﷻ کے لئے اولاد کا تصور بھی یہ بتاتا ہے کہ پھر اللہ ﷻ ایک نہیں ہے، اللہ ﷻ کی اولاد بھی اللہ ﷻ جیسی اس کی ہم پلہ اور اس کے برابر ہے (معاذاللہ)۔ ان ساری قباحتوں کی وجہ سے یہ بدترین عقیدہ ہے کہ اللہ ﷻ کے لئے اولاد کو تجویز کیا جائے۔

آیت نمبر ۹۳ ۱: شرک کے خلاف کس عقلی دلیل کا بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ مالک ہے اور آسمان و زمین میں جو کوئی مخلوق ہے وہ اللہ ﷻ کی عاجز غلام ہے تو گویا یہاں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ اللہ ﷻ مالک ہے اور باقی تمام مخلوقات اس کی غلام ہے۔ تمام انسان اللہ ﷻ کے بندے ہیں اور کوئی اللہ ﷻ کا بیٹا یا بیٹی نہیں ہے۔ ۲: اس آیت سے کیا حقیقت واضح ہوتی ہے؟ ۲: یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کے غلط عقائد کی اصلاح ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۹۴ ۱: "اللہ ﷻ نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے" سے کیا مراد ہے؟ ۱: یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسان اللہ ﷻ کی قدرت اور علم کے حصار اور احاطے میں ہیں اور اللہ ﷻ نے ان سب کو گن رکھا ہے، یعنی کوئی اللہ ﷻ سے چھپا نہیں رہ سکتا۔
۲: اس آیت کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ ۲: کوئی مجرم اللہ ﷻ سے نہیں بچ سکتا۔ یعنی ہر ایک کو اپنے کیئے ہوئے بُرے اعمال کا عذاب مل کر رہے گا۔

آیت نمبر ۹۵ ۱: قیامت کے دن کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: قیامت کے دن ہر فرد اللہ ﷻ کے سامنے تنہا حاضر ہونے والا ہے۔
۲: تنہا حاضر ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ اور بندے کے درمیان کوئی وکالت کرنے والا موجود نہیں ہو گا، ہر ایک کو اپنے کیئے کا اللہ ﷻ کو خود جواب دینا ہو گا۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "تم قیامت کے دن اللہ ﷻ سے ایسے ملاقات کرو گے کہ اس دوران بندے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہو گا پھر بندہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے اپنے (اچھے) اعمال نظر آئیں گے بائیں طرف نظر دوڑائے گا تو اس کے کیئے ہوئے (بُرے) اعمال ہوں گے پھر جب سامنے کی طرف دیکھے گا تو اسے دوزخ نظر آئے گی۔ پس اگر کسی میں اتنی بھی استطاعت ہو کہ وہ خود کو کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر جہنم کی آگ سے بچا سکے تو اسے چاہیئے کہ ایسا ہی کرے"۔ (جامع ترمذی، صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ، مسند احمد)

آیت نمبر ۹۶ ۱: قیامت کے دن کون لوگ کامیاب ہوں گے؟ ۱: وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیئے۔
۲: صاحب ایمان اور نیک لوگوں کے لئے اللہ ﷻ کے کس انعام کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ اپنے ان نیک اور متقی بندوں کے لئے محبت پیدا فرما دے گا۔ ۳: اللہ ﷻ اپنے نیک بندوں کی محبت کیسے پیدا فرماتا ہے؟ ۳: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جب اللہ ﷻ کسی بندے کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو جبرائیل (علیہ السلام) کو فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو پس جبرائیل (علیہ السلام) بھی اس سے محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں، جبرائیل (علیہ السلام) آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ فلاں آدمی سے محبت کرتا ہے، پس تمام آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کے لئے قبولیت اور پذیرائی رکھ دی جاتی ہے"۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

آیت نمبر ۹۷ ۱: قرآن حکیم کے بارے میں کس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی زبان مبارک میں قرآن حکیم کو بہت آسان فرما دیا ہے۔
۲: آپ ﷺ کی زبان مبارک سے کیا مراد ہے؟ ۲: i۔ اس سے مراد عربی زبان ہے۔ یعنی عربی زبان جو کہ Scientific اور عام فہم ہے اور جس کی Vocabulary بہت وسیع ہے، جس میں ایک بات کو کہنے کے لئے کئی الفاظ موجود ہیں چنانچہ یہ ایک ایسی زبان ہے جس میں بہت اچھی طرح سے بات کو سمجھانا ممکن ہے۔

ii۔اس سے مراد آپ ﷺ کی تشریحات ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے خود سے قرآنِ حکیم کے مضامین کو بیان فرما کر ہمارے لئے اسے بہت آسان کر دیا ہے۔

۳: قرآن حکیم کو آپ ﷺ کی زبان مبارک میں آسان کرنے کے کیا مقاصد بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۳:i۔ آپ ﷺ اس قرآن حکیم کے ذریعے پرہیز گاروں کو خوشخبری دیں۔ii۔ جھگڑالو قوم کو اس قرآن حکیم کے ذریعے ڈرائیں۔

۴: متقین کو خوشخبری دینے سے کیا مراد ہے؟ ۴: پرہیز گار لوگوں کو خوشخبری دی جائے کہ دنیا میں جو بھی مصائب آ رہے ہیں اور پرہیز گاری اور نیکی کے راستے میں جو بھی پریشانیاں وہ اُٹھا رہے ہیں تو اس کا نتیجہ بہترین اجر و ثواب اور جنت کی صورت میں نکلنے والا ہے۔

۵: جھگڑالو قوم سے کیا مراد ہے؟ ۵: اس سے مراد کفار و مشرکین ہیں جو توحید کو ماننے کے لئے تیار نہیں اور اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔

۶: اس آیت میں آپ ﷺ کے کیا دو بنیادی کام بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۶: متقین کو خوشخبری دینا اور جھگڑالو قوم کو خبردار کرنا۔

آیت نمبر ۹۸ ۱: اس آیت میں کن لوگوں کے لئے تنبیہ کی گئی ہے؟ ۱: نافرمان، کفار اور مشرکین کے لئے تنبیہ ہے کہ اللہ ﷻ ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ان کے جرائم کے سبب ہلاک و برباد کر چکا ہے۔ ۲: اس آیت میں کن لوگوں کے لئے بشارت ہے؟ ۲: حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بشارت ہے کہ ان کے مخالفین کا بھی بُرا انجام ہونے والا ہے جیسے ان سے پہلے سابقہ نافرمان قوموں کا بُرا انجام ہوا تھا۔

۳: ہلاک شدہ نافرمان قوموں کی کس کیفیت کا بیان کیا گیا ہے؟ ۳: ایسی قومیں اس طرح مٹادی گئی ہیں کہ نہ تو کوئی انہیں محسوس کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی ان کی آہٹ تک پا سکتا ہے۔ ۴: "رِكْزًا" سے کیا مراد ہے؟ ۴: نہایت ہی ہلکی سی آہستہ آواز۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) حضرت زکریا علیہ السلام کا بیٹے کی خوشخبری ملنے پر کیا تاثر تھا؟
(الف) وہ خوش ہو گئے (ب) وہ فکر مند ہو گئے ✓ (ج) انہیں تعجب ہوا

(۲) حضرت مریم علیہا السلام کو فرشتے نے کس چیز کی خوشخبری دی؟
(الف) جنت میں اعلیٰ مقام کی ✓ (ب) بیٹے کی (ج) اللہ ﷻ کی رضا کی

(۳) فرشتے نے حضرت مریم علیہا السلام کو لوگوں کے سوالات سے بچنے کے لیے کس بات کا مشورہ دیا؟
(الف) دور چلے جانے کا (ب) چھپ جانے کا ✓ (ج) چپ کا روزہ رکھنے کا

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو کیا کہا جاتا ہے؟
✓ (الف) حواری (ب) تابعی (ج) صحابی

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے ان سے کیا عجیب مطالبہ کیا؟
(الف) جنت کا (ب) کتاب کا ✓ (ج) آسمان سے خوان نازل کرنے کا

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجئے:

۱- اس سورت میں جن سات انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے ان کے نام تحریر کریں؟

حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام۔ (آیات: ۱-۵۷)

۲- حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کی خواہش کا اظہار کیوں فرمایا؟

حضرت زکریا علیہ السلام چاہتے تھے کہ بنی اسرائیل کی رہنمائی اور دینی تعلیمات کے لئے ان کے بعد ایک وارث ہو۔ (آیات: ۵،۶)

۳- ان انبیاء کرام علیہم السلام کا نام تحریر کریں جن کی پیدائش معجزانہ طور پر ہوئی؟

حضرت آدم علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

۴- اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کون سے پانچ معجزات عطا فرمائے؟

۱۔ مٹی سے پرندے کی سی شکل بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ پرندہ بن جاتا۔

۲۔ پیدائشی نابینا کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بینائی عطا فرما دیتے تھے۔

۳۔ کوڑھ کے مریضوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحت یاب کر دیا کرتے تھے۔ ۴۔ مُردوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کر دیا کرتے تھے۔

۵۔ لوگوں کو بتا دیا کرتے تھے کہ کیا کھا کر آئے ہو اور کیا گھر میں ذخیرہ کر رکھا ہے۔

۵- حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے سورۃ مریم کی تلاوت سُن کی نجاشی بادشاہ پر کیا اثر ہوا اور اس نے کیا کہا؟

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے سورۃ مریم کی تلاوت سُن کر نجاشی بادشاہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے ایک تنکا اُٹھا کر کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک تنکا برابر بھی زیادہ نہ تھے۔

سُوْرَةُ طٰهٰ

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر ۱: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۳۰، ۳۲) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۳۴، ۳۶) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ: اس سورت کے اختتام پر طلبہ میں یہ استعداد ہو کہ وہ جانتے ہوں:

۱۔ نزولِ قرآن کی حکمت اور شان۔

۲۔ حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت پر دلائل اور آپ ﷺ کی ذمہ داری۔

۳۔ قرآنِ حکیم سے اعراض کی سزا۔

۴۔ رسالت موسوی علیہ السلام اور رسالت محمدی ﷺ کے مشترکات۔

۵۔ قیامت، حشر کے ہولناک واقعات اور جنت کی نعمتیں۔

۶۔ پچھلی امتوں پر عذاب بھیجنے کی وجوہات و اسباب۔

۷۔ حفاظتِ قرآن اور آپ ﷺ کو سکھائی گئی دعائیں۔

۸۔ نماز، تسبیحات اور صبر کی اہمیت۔

۹۔ دنیاوی اور اخروی نعمتوں کی حقیقت۔

۱۰۔ نافرمان قوموں پر عذاب بھیجنے سے پہلے اتمامِ حجت کے لئے رسولوں کی بعثت۔

ربطِ سورت:

۱۔ سورۃ مریم کا اختتام اس بات پر ہوا کہ قرآنِ حکیم آپ ﷺ کی زبان مبارک پر آسان فرمادیا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم کا مرکزی پیغام "توحید" ہے۔ سورۃ طٰہٰ کا آغاز اس بات سے کیا گیا ہے کہ قرآنِ حکیم کا نزول آپ ﷺ کو مشکل میں ڈالنے کے لئے نہیں اور آپ ﷺ اپنے رب کی توحید بیان فرمانے کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔

۲۔ سورۃ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے استدلال کرکے نصاریٰ کو توحید کی طرف دعوت دی گئی۔ سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات سے استدلال کے ذریعے یہودیوں کو توحید کے لئے قائل کیا گیا ہے۔

۳۔ سورۃ مریم میں بعض انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات تفصیل سے ذکر کیئے گئے۔ البتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اختصار سے بیان ہوا۔ سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو تفصیل سے بیان کرکے مضمون مکمل کیا گیا ہے۔

۴۔ کفار و مشرکین کو مسئلہ توحید کے بارے میں جس قدر شبہات تھے۔ سورۃ کہف اور سورۃ مریم میں ان کا جواب دے دیا گیا اس کے بعد سورۃ طہٰ میں فرمایا گیا اللہ ﷻ کی وحدانیت کی خوب تبلیغ کی جائے اور اس سلسلے میں پیش آنے والی مصیبتوں اور تکلیفوں کو مردانہ وار برداشت کیا جائے۔ سورۃ طہٰ میں ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توحید کی خاطر فرعون اور اس کی قوم کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھائیں اور مصیبتیں برداشت کیں۔

آیت نمبر۱: ا: طٰہٰ کے کیا معنی ہیں؟　ا: یہ حروف مقطعات ہیں۔ حروف مقطعات کا علم اللہ ﷻ کے پاس ہے اور یہ اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔

آیت نمبر۲: ا: اس آیت میں آپ ﷺ کو کیا تسلی دی گئی ہے؟　ا: قرآن حکیم آپ ﷺ پر اس لئے نہیں اُتارا گیا کہ آپ ﷺ تکلیف اُٹھائیں۔

شانِ نزول: i۔ ہمارے پیارے نبی حضور اکرم ﷺ عبادت میں بہت جُہد اور محنت فرماتے تھے اور تمام رات حالتِ قیام میں گزارتے یہاں تک کہ قدمین مبارک متورم ہو جاتے۔ اس کیفیت پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر بحکم الٰہی عرض کیا کہ اپنے نفسِ پاک کو کچھ راحت دیجئے اس کا بھی حق ہے۔ ii۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ لوگوں کے کفر اور ان کے ایمان سے محروم رہنے پر بہت زیادہ افسوس محسوس فرماتے رہتے اور جس کی وجہ سے آپ ﷺ کی طبیعت مبارکہ پر اس سبب سے رنج و ملال رہا کرتا تھا۔ اس آیت میں فرمایا گیا کہ آپ ﷺ رنج و ملال کی مشقت نہ اٹھائیں قرآنِ حکیم آپ ﷺ کی مشقت کے لئے نازل نہیں فرمایا گیا ہے۔

آیت نمبر۳: ا: قرآن حکیم نازل فرمانے کی کیا وجہ بیان فرمائی گئی ہے؟　ا: تاکہ اس قرآن حکیم سے نصیحت حاصل کی جائے۔

۲: قرآن حکیم کس شخص کے لئے نصیحت ہے؟　۲: جو شخص اللہ ﷻ سے ڈرتا ہو۔

۳: اللہ ﷻ سے ڈرنے سے کیا مراد ہے؟　۳: اللہ ﷻ کی ناراضگی سے ڈرنا، اللہ ﷻ کی نافرمانی سے بچنا۔

عملی پہلو: قرآنِ حکیم سے ہدایت اسے ہی ملتی ہے جو ہدایت کا طالب ہو، آخرت کی فکر رکھتا ہو اور نیکی کی راہ پر چلنا چاہتا ہو۔ لہٰذا قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ گناہوں سے بچا جائے۔

آیت نمبر۴: ا: اللہ ﷻ کی صفتِ تخلیق کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟　ا: اللہ ﷻ ہی نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا۔

آیت نمبر۵: ا: عرش باری تعالیٰ کسے کہتے ہیں؟　ا: ساتویں آسمان کے اوپر عرش ہے جس کو اللہ ﷻ نے پیدا فرمایا ہے۔

۲: عرش باری تعالیٰ کے متعلق ہم کیا کچھ جانتے ہیں؟　۲: عرش باری تعالیٰ کے متعلق ہم زیادہ نہیں جانتے سوائے اس کے کہ عرش ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔ قیامت کے دن عرش کو آٹھ فرشتے تھامے ہوں گے۔

آیت نمبر۶: ا: اللہ ﷻ کی کس صفت کو بیان فرمایا گیا ہے؟　ا: ملکیت باری تعالیٰ کو۔

۲: ملکیتِ باری تعالیٰ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟　۲: اللہ ﷻ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ زمین کی انتہائی گہرائی میں ہے یعنی ساری کائنات کا مالک اللہ ﷻ ہے۔

نوٹ: قرآنِ حکیم سات آسمانوں کا ذکر فرماتا ہے مگر ان کی اصل حقیقت کا ہمیں علم نہیں۔ انہی آسمانوں میں فرشتے ہیں، سدرۃُ المنتہیٰ ہے، عرش باری تعالیٰ ہے، سورج، چاند ستارے، سیارے، کہکشائیں اور دوسرے اجرام فلکی ہیں۔

۳: زمین میں کیا ہے؟　۳: انسان، جن، حیوانات، نباتات، اور جمادات وغیرہ۔　۴: تحت الثریٰ سے کیا مراد ہے؟　۴: زمین کی انتہائی گہرائی یا زمین کا مرکز یعنی گیلی مٹی سے نیچے کی تمام چیزیں ہیں۔　۵: تحت الثریٰ میں کیا ہے؟　۵: لاوا/لوہا، دھاتیں، معدنیات، وغیرہ۔

آیت نمبر۷: ا: اس آیت میں کس بات کا ذکر فرمایا گیا ہے؟　ا: اللہ ﷻ کی صفت علم اور اس کی جامعیت کا بیان فرمایا گیا ہے۔

۲: السِّرّ سے کیا مراد ہے؟　۲: وہ راز جو انسان نے کسی اور کو نہ بتایا ہو۔

۳: اَخْفٰی سے کیا مراد ہے؟ ۳: اگر اس کا ترجمہ ماضی میں کیا جائے تو گویا اس سے مراد وہ تقدیر ہے جس سے لوگ ابھی واقف نہ ہوں، تو اللہ ﷻ اُس سے بھی واقف ہے اور اگر اس کا ترجمہ مبالغہ کے ساتھ کیا جائے تو اس کے معنی ہوں گے نہایت چھپی ہوئی اور پوشیدہ تر بات۔

آیت نمبر ۸: ۱: اللہ ﷻ کی کس شان کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، یعنی معبودِ حقیقی اللہ ﷻ ہے۔

۲: اللہ ﷻ کے کس حق کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۲: تمام بہترین نام اللہ ﷻ ہی کے لئے ہیں۔

۳: اللہ ﷻ کے کتنے نام ہیں؟ ۳: احادیث مبارکہ میں اللہ ﷻ کے بہت سے اسماء مبارکہ آئے ہیں، مفسرین و محدثین کرام نے اسماء مبارکہ کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں، جیسا کہ ایک حدیث مبارک میں بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ ﷻ کے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں، جو ان کو یاد کر لے جنت میں داخل ہوگا۔" (صحیح بخاری)

نوٹ: حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کو جب بھی کوئی فکر یا غم لاحق ہو وہ یہ دعا کرے تو اللہ ﷻ اس کا غم و فکر دور کر دیتا ہے۔" آپ ﷺ سے عرض کیا گیا: "یا رسول اللہ! ہم اسے سیکھ نہ لیں؟" فرمایا: "جو بھی اسے سنے اسے اس کو سیکھ لینا چاہیے۔" دعا یہ ہے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُكَ اَسْاَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ صَدْرِيْ وَجَلَاءَ حُزْنِيْ وَذَهَابَ هَمِّيْ" "اے اللہ! بے شک میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا فیصلہ مجھ پر نافذ ہے، تیرا فیصلہ میرے بارے میں عین انصاف ہے، میں تیرے ہر نام کے وسیلے سے جسے تو نے خود اپنا نام رکھا ہے، یا اسے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے، یا اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، یا تو نے اسے علم غیب میں اپنے پاس رکھنے کو ترجیح دی ہے، میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کا نور، میرے غم کا ازالہ اور میری فکر کو دور کرنے کا ذریعہ بنا دے۔" (مسند احمد، ابن حبان)

نوٹ: درج ذیل ویب سائٹ میں اللہ ﷻ کے سارے صفاتی نام قرآنِ حکیم کے حوالہ جات کے ساتھ موجود ہیں۔

http://www.99namesallah.org/index.html

i۔ ایک رائے ہے کہ "اللہ ﷻ کا ذاتی نام ہے اور باقی ننانوے (۹۹) نام صفاتی ہیں"۔ ii۔ ہم اللہ ﷻ کو اس کی صفات ہی سے پہچانتے ہیں۔ iii۔ اللہ ﷻ کے تمام نام اُس کی صفات کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ ہمیں اللہ ﷻ کو انہی ناموں سے پکارنا چاہیئے جو قرآن و حدیث میں ملتے ہیں۔

نوٹ: سورۃ طٰہٰ کی بقیہ آیات: ۹ تا ۹۸ کی تشریحات مطالعہ قرآنِ حکیم حصہ دوم میں حضرت موسیٰ ؑ کے قصہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

آیت نمبر ۹۹: ۱: آپ ﷺ کی نبوت کا کیا اعجاز بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو سابقہ قوموں کی خبروں یعنی حالات و واقعات سے آگاہ فرمایا۔

۲: اس آیت میں سابقہ قوموں میں سے کس قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۲: اس سورت کی آیت: ۹ سے ۹۸ تک حضرت موسیٰ ؑ اور ان کی قوم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

نوٹ: حضرت موسیٰ ؑ کے قصے کی تفصیلات مطالعہ قرآنِ حکیم برائے طلباء و طالبات کے حصہ دوم میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

۳: آپ ﷺ کو سابقہ قوموں کی خبریں کیوں دی گئیں؟ ۳: i۔ آپ ﷺ کی نبوت کے ثبوت کے لئے۔ ii۔ تا کہ مسلمان سابقہ قوموں کی خبروں سے فائدہ اُٹھا کر خود ان غلط باتوں سے بچ سکیں جن میں وہ مبتلا تھے اور مخالفین راہ راست پر آجائیں۔ iii۔ اللہ ﷻ کی طرف سے آپ ﷺ کو گزشتہ قوموں کی خبروں سے آگاہ فرمانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کا علم اور آپ ﷺ کی شان زیادہ ہو اور آپ ﷺ کے معجزات کی کثرت ہو، کیونکہ ہر آیت کئی وجوہ سے معجزہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ کی امت کے لئے عبرت پکڑنے اور نصیحت حاصل کرنے کے زیادہ مواقع ہوں۔

۴: آپ ﷺ پر اللہ ﷻ کے کس فضل کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۴: اللہ ﷻ نے اپنے پاس سے "الذکر" یعنی قرآن حکیم اپنے پیارے نبی ﷺ کو عطا فرمایا۔

۵: اللہ ﷻ کی طرف سے قرآن حکیم عطا فرمائے جانے کی کیا حکمت ہے؟ ۵: "ذکر" یعنی یاد دہانی اور نصیحت۔

آیت نمبر ۱۰۰: ۱: اس آیت میں کیسے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں قرآن حکیم سے اعراض کرنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲: قرآن حکیم سے اعراض سے کیا مراد ہے؟ ۲: قرآن حکیم سے اعراض کرنے یعنی منہ موڑنے سے مراد قرآن حکیم کے حقوق کو ادا نہ کرنا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں: i۔ قرآنِ حکیم پر ایمان لانا۔ ii۔ اس کی تلاوت کرنا۔ iii۔ اسے سمجھنے کی کوشش کرنا۔ iv۔ اس پر عمل کرنا۔ v۔ اسے دوسروں تک پہنچانا۔

۳: قرآن حکیم سے اعراض کرنے والوں کی قیامت کے دن کیا کیفیت ہو گی؟ ۳: قیامت کے دن اُس گناہ کا بوجھ اُٹھائیں گے۔

عملی پہلو: ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ قرآنِ حکیم سے اپنا تعلق مضبوط کریں۔ اس کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کریں تا کہ دنیا و آخرت میں خسارے سے بچ سکیں۔

آیت نمبر ۱۰۱: ۱: قرآن حکیم سے اعراض کرنے والے اپنے گناہوں کا بوجھ اُٹھانے کی کیفیت میں کب تک رہیں گے؟ ۱: وہ اس کیفیت میں ہمیشہ رہیں گے۔

۲: قرآن حکیم سے اعراض کا بوجھ قیامت کے دن کیسا ہو گا؟ ۲: یہ ان کے لئے انتہائی بُرا ہو گا۔

آیت نمبر ۱۰۲: ۱: صور میں کس دن پھونکا جائے گا؟ ۱: قیامت کے دن۔ ۲: صور میں کون پھونکے گا؟ ۲: حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم پر صور میں پھونکیں گے۔ ۳: صور میں کتنی بار پھونکا جائے گا؟ ۳: تین بار۔ i۔ نفخۃ الاُولیٰ۔ ii۔ نفخۃ الثانیہ۔ iii۔ نفخۃ الثالثہ۔ بعض مفسرین کے نزدیک دو بار پھونکا جائے گا۔

نوٹ: اس کی تفصیلات مطالعۂ قرآنِ حکیم حصہ سوم کے رہنمائے اساتذہ میں سورۃ قٓ ۵۰ کی آیت: ۲۰ کے سوالات و جوابات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

۴: اس آیت میں صور پھونکنے کے دن کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۴: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُس روز تمام مجرموں کو اکٹھا کرے گا۔

۵: اُس دن مجرموں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۵: ان کی آنکھیں نیلی ہو رہی ہوں گی، یعنی خوف کے مارے پتھرائی ہوئی ہوں گی۔

آیت نمبر ۱۰۳: ۱: قیامت کے دن لوگ آپس میں چپکے چپکے کیا کہہ رہے ہوں گے؟ ۱: وہ دنیا یا قبر میں اپنے ٹھہرنے کے دن گن رہے ہوں گے۔

۲: اُن کا اندازہ کیا ہو گا کہ دنیا یا قبر میں کتنے دن ٹھہرے؟ ۲: ان کا اندازہ ہو گا کہ ہم دنیا یا قبر میں دس دن سے زیادہ نہیں ٹھہرے یعنی بہت مختصر سے وقت کے لئے دنیا میں رہے۔ ۳: ان کا دنیا یا قبر میں رہنے کا اندازہ محض دس دن کا کیوں ہو گا؟ ۳: آخرت کا ایک ہی دن پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا اور اُس کے مقابلے میں دنیا یا قبر کی زندگی بہت ہی مختصر اور چھوٹی محسوس ہو گی ایک اور وجہ اس دن کی ہولناکی ہے۔

آیت نمبر ۱۰۴: ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو قیامت کے دن بھی خوب علم ہو گا کہ لوگ کیا سرگوشیاں کر رہے ہیں۔

۲: قیامت کے دن دنیا کی زندگی کے بارے میں ایک بڑے سمجھدار انسان کی کیا رائے ہو گی؟ ۲: وہ کہے گا کہ ہم ایک دن سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے۔

۳: اس رائے کو زیادہ سمجھ دار آدمی کی رائے کیوں کہا گیا؟ ۳: اس لئے کہ آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی بڑی سے بڑی عمر بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے والا ہی در حقیقت کمال عقل مند ہے۔ یہی سب سے بڑی سمجھ داری ہے۔

آیت نمبر ۱۰۵: ۱: قریش مکہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہاڑوں کے بارے میں کیا سوال تھا؟ ۱: وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے تھے کہ قیامت کے دن پہاڑوں کا کیا حال ہو گا۔

۲: قیامت کے دن پہاڑوں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں دُھول بنا کر اُڑا دے گا۔

آیت نمبر ۱۰۶: ۱: قیامت کے دن زمین کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُسے صاف چٹیل میدان بنا دے گا۔

آیت نمبر ۱۰۷: ۱: قیامت کے دن زمین کو چٹیل میدان بنانے کی کیا وضاحت فرمائی گئی ہے؟ ۱: اُس دن زمین میں نہ کوئی پستی ہو گی نہ بلندی، یعنی زمین کو کوٹ کوٹ کر صاف اور چٹیل میدان کی طرح بنا دیا جائے گا۔ اس بات کا ذکر سورۃ ابراہیم ۱۴ کی آیت: ۴۸ میں آتا ہے یعنی اس دن یہ زمین ایسی نہ رہے گی جیسی تم آج دیکھ رہے ہو، بلکہ اس میں تبدیلی پیدا کر دی جائے گی۔

آیت نمبر ۱۰۸: ۱: قیامت کے دن انسانوں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: وہ ایک پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے۔

۲: پکارنے والے سے کون مراد ہے؟ ۲: اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں پکارنے والے سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو صور میں پھونکیں گے۔

۳: قیامت کے دن اُس فرشتے کی کیا شان ہوگی؟ ۳: کوئی اس کی خلاف ورزی نہ کرے گا۔

۴: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے جلال کی کیا کیفیت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۴: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے تمام آوازیں دب جائیں گی۔

۵: اللہ تعالیٰ کے سامنے لوگوں کی خاموشی کی کیا کیفیت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۵: ایک ہلکی سی سنسناہٹ کے سوا کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہوگی۔ مراد یہ ہے کہ وہاں چلنے والوں کے قدموں کی آہٹ اور چپکے چپکے سرگوشیوں کے علاوہ کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی ہوگی۔ ایک ہیبت ناک منظر کا سماں بندھا ہوا ہوگا۔

۶: هَمْسًا سے کیا مراد ہے؟ ۶: اس کے معنی خفی یعنی پوشیدہ آواز کے ہیں۔ (مفردات القرآن)

نوٹ: لفظ "هَمْس" قدموں کی آہٹ، چپکے چپکے بولنے کی آواز، اونٹ کے چلنے کی آواز اور ایسی ہی ہلکی آوازوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۱۰۹: ۱: قیامت کے دن شفاعت کا کیا تصور پیش فرمایا گیا ہے؟ ۱: اس دن کوئی سفارش کسی کے کام نہیں آسکے گی۔

۲: شفاعت کے کیا معنی ہیں؟ ۲: شفاعت کے معنی "کسی دوسرے کے ساتھ اس کی مدد یا سفارش کرتے ہوئے مل جانے کے ہیں" عام طور پر یہ لفظ کسی بڑے باعزت آدمی کا اپنے سے کم درجے کے ساتھ اس کی مدد کے لئے شامل ہو جانے پر بولا جاتا ہے، قیامت کے روز شفاعت بھی اسی طرح سے ہوگی۔ (مفردات القرآن)

۳: اس آیت میں کس قسم کی شفاعت کی نفی فرمائی گئی ہے؟ ۳: شفاعت باطلہ یا جبری شفاعت کی، یعنی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر شفاعت نہیں کر سکے گا۔

۴: قیامت کے دن کون لوگ شفاعت کر سکیں گے؟ ۴: جنہیں اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا۔

۵: قیامت کے دن کن لوگوں کی شفاعت کی جائے گی؟ ۵: جن کے لئے اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائے گا۔

نوٹ: شفاعت کی کچھ وضاحت سورۃ مریم ۱۹ کی آیت: ۸۷ کے سوالات وجوابات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

آیت نمبر ۱۱۰: ۱: اللہ تعالیٰ کے علم کمال کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

۲: انسانوں کے آگے اور پیچھے سے کیا مراد ہے؟ ۲: مستقبل جو ان سے آگے ہے اور ماضی جو وہ گزار آئے ہیں اللہ تعالیٰ کو سب کا علم ہے۔

۳: اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انسانوں کے علم کی کیا کیفیت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: انسان اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ اور ادراک نہیں کر سکتے۔

آیت نمبر ۱۱۱: ۱: قیامت کے دن مخلوق کی کیا کیفیت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: سب چہرے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے ہوئے ہوں گے۔

۲: اللہ تعالیٰ کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۲: اللہ تعالیٰ "اَلْحَیّ" اور "اَلْقَیُّوْم" ہے۔ ۳: "اَلْحَیّ" کے کیا معنی ہیں؟ ۳: ہمیشہ اور زندہ رہنے والا۔

۴: "اَلْقَیُّوْم" کے کیا معنی ہیں؟ ۴: دوسروں کو قائم رکھنے والا اور خود قائم رہنے والا۔ ۵: قیامت کے دن کون نامراد رہے گا؟ ۵: ظلم کا بوجھ اُٹھانے والا۔

۶: ظلم سے کیا مراد ہے؟ ۶: ظلم سے مراد ہے کسی شے کو اس کے اصل مقام سے ہٹا دینا۔ سب سے بڑا ظلم شرک کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو اس کے مقام سے ہٹا دینا اور مخلوق کے برابر کر دینا یا مخلوق کو اُٹھا کر اللہ تعالیٰ کے برابر کر دینا۔

آیت نمبر ۱۱۲: ۱: آخرت میں کامیابی کی کیا شرائط بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۱: ایمان کے ساتھ نیک اعمال۔

۲: نیک اعمال کرنے والا صاحب ایمان قیامت کے دن کس حال میں ہوگا؟ ۲: اسے نہ کسی ظلم کا خوف ہوگا اور نہ کسی نقصان کا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کی قبولیت، ایمان کے ساتھ مشروط ہے کہ ایمان ہو تو سب نیکیاں روزِ آخرت کارآمد ہیں اور ایمان نہ ہو تو یہ سب نیک اعمال بیکار ہیں۔

آیت نمبر ۱۱۳: ۱: قرآنِ حکیم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔

۲: قرآن حکیم کس زبان میں نازل فرمایا گیا؟ ۲: عربی زبان میں۔

۳: قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے کیا بیان فرمایا ہے؟ ۳: قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مثالوں اور طریقوں سے آخرت کے متعلق ڈر سنایا گیا ہے۔

۴: قرآن حکیم میں بار بار اور مختلف انداز سے ڈراوے کی باتیں کیوں بیان کی گئی ہیں؟　　۴: تاکہ لوگ پرہیز گار بنیں اور اللہ ﷻ کی نافرمانی سے بچیں۔

۵: قرآن حکیم کے نزول کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟　　۵: قرآن حکیم لوگوں کے لئے نصیحت بن جائے۔

آیت نمبر ۱۱۴ ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟　　۱: اللہ ﷻ بہت بلند ہے۔ وہی حقیقی بادشاہ ہے۔

۲: اللہ ﷻ کے بہت بلند ہونے سے کیا مراد ہے؟　　۲: اللہ ﷻ اپنی ذات اور اعلیٰ صفات کے حوالے سے نہایت بلند مقام پر ہے۔ نیز اللہ ﷻ ہر قسم کے شرک، کمی اور کوتاہی سے بہت بلند ہے۔　　۳: نبی کریم ﷺ پر اللہ ﷻ کی کس شفقت کا بیان ہے؟　　۳: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو حفظ کرنے کی مشقت سے بچایا۔

۴: آپ ﷺ کو قرآنِ حکیم کے حوالے سے کیا تاکید فرمائی گئی؟　　۴: آپ ﷺ قرآن حکیم پڑھنے میں جلدی نہ فرمایا کریں اس سے پہلے کہ اس کی وحی آپ ﷺ پر پوری نازل ہو جائے۔　　۵: آپ ﷺ قرآن حکیم پڑھنے میں جلدی کیوں فرماتے تھے؟　　۵: آپ ﷺ شوق اور محبت میں قرآن حکیم کو جلدی جلدی دہراتے تاکہ آپ ﷺ اسے اچھی طرح یاد فرمالیں اور کوئی حصہ بھولنے نہ پائیں۔ نیز جلد لوگوں تک اللہ ﷻ کا پیغام پہنچا سکیں۔

۶: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا دعا تلقین فرمائی؟　　۶: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو تلقین فرمائی کہ آپ ﷺ یوں دعا کیا کریں "رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا" کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

عملی پہلو: علم اللہ ﷻ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ہمیں اللہ ﷻ سے علم میں اضافے کے لئے یہ دعا کرتے رہنا چاہیئے۔ "اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والے علم کا سوال کرتا ہوں"۔ (مسند احمد، ابن ماجہ، بیہقی) علم ہی انسان کی عظمت اور شرف کا ذریعہ ہے جو فرشتوں کے مقابلے میں انسانوں کو دیا گیا۔

آیت نمبر ۱۱۵ ۱: اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام سے کس بات کا عہد لیا تھا؟　　۱: اِس بات کا کہ وہ جنّت میں ایک درخت کے قریب نہیں جائیں گے جس سے اللہ ﷻ نے انہیں منع فرمایا تھا۔　　۲: حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہونے کی کیا وجوہات بیان کی گئی ہیں؟　　۲: بھول جانا اور اِرادہ کی پختگی نہ ہونا۔

۴: عزم سے کیا مراد ہے؟　　۴: عزم کے لفظی معنیٰ کسی کام کے ارادہ پر مضبوطی سے قائم رہنے کے ہیں۔

نوٹ: حضراتِ انبیاء علیہم السلام گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام بھی نبی ہیں مگر یہ لغزش آپ علیہ السلام سے بھولے سے سرزد ہوئی تھی جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام کے ارادہ کی تکمیل نہیں ہو سکی اور بھول چوک پر گناہ نہیں ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی بھول میں بھی تعلیم امت کا پہلو ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۱۱۶ ۱: ساتویں رکوع میں کیا قصّہ بیان فرمایا گیا ہے؟　　۱: ساتویں رکوع میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا قصّہ بیان فرمایا گیا ہے۔

نوٹ: حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے متعلق مزید سوالات وجوابات رہنمائے اساتذہ مطالعۂ قرآنِ حکیم حصّہ اوّل قصّہ حضرت آدم علیہ السلام میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۱۱۷ ۱: اللہ ﷻ نے شیطان کا کیا تعارف کرایا؟　　۱: اللہ ﷻ نے فرمایا کہ یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔

۲: اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کس خطرے سے پیشگی مطلع فرمایا؟　　۲: شیطان تمہارا دشمن ہے، وہ تمہیں جنّت سے نکلوا نہ دے۔

۳: جنّت سے نکلنے کی صورت میں کس بات کا اندیشہ بیان کیا گیا؟　　۳: جنّت سے نکل جانے کی صورت میں تکلیف اور مشقت میں پڑ جانے کا بیان کیا گیا۔

۴: "فَتَشْقٰی" (تم تکلیف میں پڑ جاؤ گے) سے کیا مراد ہے؟　　۴: یعنی جنّت میں کھانے پینے، لباس اور رہائش کی جو سہولتیں ہیں وہ ختم ہو جائیں گی۔

آیت نمبر ۱۱۸ ۱: جنّت کی کن نعمتوں کا بیان فرمایا گیا ہے؟　　۱: وہاں نہ تو بھوک لگے گی اور نہ ہی آدمی وہاں برہنہ ہو گا۔

۲: جنّت میں بھوک کیوں نہیں لگے گی؟　　۲: جنّت میں وافر مقدار میں کھانے پینے کی عمدہ نعمتیں ہوں گی جو نہ تو ختم ہوں گی اور نہ ہی ان سے کوئی روکنے والا ہو گا۔

۳: اہل جنّت کے لئے لباس کا کیا اہتمام فرمایا گیا ہے؟　　۳: اہل جنّت کے لئے نہایت اعلیٰ، خوبصورت اور قیمتی ریشمی لباس ہوں گے۔

آیت نمبر ۱۱۹ ۱: اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مزید کن نعمتوں کی اطلاع دی؟　　۱: اللہ ﷻ نے فرمایا کہ جنّت میں نہ تمہیں پیاس لگے گی اور نہ ہی وہاں دھوپ ہوگی۔　　۲: جنّت میں پیاس کیوں نہیں لگے گی؟　　۲: وہاں وافر مقدار میں پانی، دودھ اور پاکیزہ شراب کی نہریں ہوں گی جن سے اہل جنّت

کو کوئی روکنے والا نہ ہوگا۔ جیسا کہ سورۃ محمد ۴۷ کی آیت: ۱۵ میں آیا ہے۔ ۳: جنّت کا موسم کیسا ہوگا؟ ۳: نہ بہت ٹھنڈ ہوگی اور نہ بہت گرمی ہوگی بلکہ نہایت معتدل، خوشگوار موسم ہوگا۔

آیت نمبر ۱۲۰ ۱: جنّت میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ ۱: شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا۔

۲: وسوسہ کسے کہتے ہیں؟ ۲: چپکے سے کوئی بُری بات دل میں ڈال دینا اور یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

۳: شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈال کر انہیں ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کی طرف کیسے مائل کیا؟ ۳: شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اگر آپ (علیہ السلام) اس درخت کا پھل کھالیں تو آپ (علیہ السلام) کو ہمیشہ کی زندگی ملے گی اور کبھی نہ ختم ہونے والی بادشاہت حاصل ہو جائے گی۔

آیت نمبر ۱۲۱ ۱: حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالے جانے کا کیا نتیجہ نکلا؟ ۱: حضرت آدم علیہ السلام اس کے وسوسہ میں آ کر اُس درخت کے پاس چلے گئے اور اُس کا پھل کھالیا جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا تھا۔ ۲: بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیطان نے وسوسہ حضرت حوّا علیہا السلام کے دل میں ڈالا اور ان کے کہنے پر حضرت آدم علیہ السلام نے اُس درخت کا پھل کھایا کیا یہ درست ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم یہ بتاتا ہے کہ شیطان نے وسوسہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام دونوں کے دل میں ڈالا اور دونوں کو ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کی طرف مائل کر دیا۔ ۳: ممنوع درخت کا پھل کھانے کا کیا نتیجہ نکلا؟ ۳: حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام کے جنّتی لباس نہ رہے۔ ۴: لباس ہٹنے پر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام نے کیا کیا؟ ۴: وہ دونوں جنّت کے پتّوں سے اپنا جسم چھپانے لگے۔ ۵: حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام نے لباس اُترنے پر فوراً کیوں اپنے جسم کو چھپایا؟ ۵: کیوں کہ انسان میں اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر شرم و حیا رکھی ہے اور لباس شرم و حیا کی حفاظت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ۶: حضرت آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت کا پھل کیوں کھایا؟ ۶: شیطان کے وسوسے پر حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا وہ اسے بھول گئے۔ پہلے ان کا ارادہ تھا کہ اس درخت کے قریب نہیں جائیں گے لیکن جب شیطان نے وسوسہ اندازی کی کہ یہ وہی درخت ہے جسے کھانے سے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور ایسی بڑی سلطنت حاصل ہوتی ہے جو نہ کبھی ختم ہو اور نہ ہی پُرانی ہوگی۔ حضرت آدم علیہ السلام ممانعت کو بھول گئے جس سے ارادے کی کمزوری واقع ہوئی اور انہوں نے اس درخت کا پھل کھالیا۔

آیت نمبر ۱۲۲ ۱: حضرت آدم علیہ السلام نے بھول ہونے کے بعد کیا کیا؟ ۱: انہیں اپنی اس بھول پر ندامت ہوئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے رو رو کر توبہ کی۔

۲: توبہ اور رجوع کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ ۲: اللہ تعالیٰ نے انہیں چُن لیا یعنی نبوت کے لئے منتخب کر لیا اور ان کی توبہ قبول فرمائی یعنی معاف فرما دیا اور انہیں ہدایت عطا فرمائی یعنی اِن سے آئندہ ایسی لغزش اور بھول سرزد نہیں ہوئی۔

آیت نمبر ۱۲۳ ۱: اللہ تعالیٰ نے کن سے کہا کہ زمین پر اُتر جاؤ؟ ۱: انسان اور شیطان سے۔ یہ خطاب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام کو بھی ہو سکتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کو بھی۔ اگر یہ خطاب صرف حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام کو ہے تو یہ مراد ہوگی کہ ان کی اولاد آپس میں ایک دوسرے کی دشمن رہے گی۔ ان کی اولاد میں سے ایک فریق اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بن کر رہے گا اور دوسرا شیطان کا تابع ہوگا۔ ان دونوں فریقوں میں حق و باطل کی جنگ جاری اور دشمنی قائم رہے گی۔ اگر یہ خطاب حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کو ہے تو یہ مطلب ہوگا کہ دونوں کی اولاد میں یہ دشمنی برابر قائم رہے گی۔ شیاطین ہمیشہ بنی آدم کو ضرر پہنچانے اور سیدھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔

۲: انسان اور شیطان کے درمیان کیا تعلق بیان کیا گیا؟ ۲: انسان اور شیطان ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔

۳: ہدایت کہاں سے حاصل ہوتی ہے؟ ۳: ہدایت اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے اُسے حاصل ہوتی ہے جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ "وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ" اور وہ (اللہ) اپنی طرف سے اسی کو راہ دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔ (سورۃ الشوریٰ ۴۲، آیت: ۱۳)

۴: ہدایت سے کون فائدہ اُٹھا سکتا ہے؟ ۴: جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کرے۔ ۵: اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کی پیروی کرنے والوں کا کیا انجام ہوگا؟ ۵: نہ تو وہ گمراہ ہوں گے اور نہ تکلیف میں پڑیں گے۔ ۶: ہدایت کسے کہتے ہیں؟ ۶: اس سے مراد رہنمائی، طریقہ، سیرت

ہے تا کہ انسان دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکے۔ ہم ہر وقت ہدایت کے محتاج ہیں تا کہ ہم معلوم کر سکیں کہ کس چیز میں ہمارے لئے فائدہ ہے اور کس چیز میں نقصان، اللہ ﷻ وحی کے ذریعہ ہدایت نازل فرما کر انسانوں کو دنیا اور آخرت کے نقصانات سے بچنے اور فوائد حاصل کرنے کے ذرائع اور طریقے سکھاتا ہے۔

آیت نمبر ۱۲۴ ۱: اس آیت میں کن لوگوں کو ڈرایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کے ذکر یعنی اللہ ﷻ کی نصیحت سے منہ پھیرنے والوں کو۔

۲: اللہ ﷻ کے ذکر سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی وحی یعنی قرآن حکیم۔

۳: اللہ ﷻ کی نصیحت سے منہ پھیرنے والوں کا دنیا میں کیا انجام ہوتا ہے؟ ۳: ان کی دنیاوی معاش تنگ کر دی جاتی ہے۔

۴: دنیاوی معاش تنگ ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۴: دنیا میں اگر مال و دولت حاصل ہو بھی گیا تو بھی اُسے اطمینان اور سکون حاصل نہیں ہو سکے گا اور دنیا میں ہمیشہ پریشان اور بدحال رہے گا۔ یہ قرآن حکیم سے منہ موڑنے والوں کی دنیاوی سزا کا بیان ہے۔ ۵: اللہ ﷻ کی نصیحت یعنی قرآن حکیم سے منہ پھیرنے والوں کا آخرت میں کیا انجام ہو گا؟ ۵: ایسے لوگ قیامت کے دن اندھے اُٹھائے جائیں گے۔ ۶: قیامت کے دن اندھے اُٹھائے جانے سے کیا مراد ہے؟ ۶: ایک رائے یہ ہے کہ اس سے مراد نابینا یعنی آنکھوں کا نہ ہونا ہے۔ قرآن حکیم سے منہ موڑنے والوں کا روزِ قیامت یہ حال ہو گا۔

آیت نمبر ۱۲۵ ۱: اللہ ﷻ کی نصیحت سے منہ پھیرنے والا قیامت کے دن اللہ ﷻ سے کیا شکوہ کرے گا؟ ۱: وہ کہے گا اے میرے رب! تُو نے مجھے اندھا کیوں اُٹھایا میں تو دیکھنے والا تھا، دنیا میں میری آنکھیں تھیں۔ میں ہر چیز دیکھتا تھا۔

عملی پہلو: آنکھیں اللہ ﷻ کی طرف سے بہت بڑا عطیہ ہیں۔ ہمیں اس بات کی فکر رہنی چاہیئے کہ ہم اپنی اصلاح کے حوالے سے ان کا کیا استعمال کر رہے ہیں۔

آیت نمبر ۱۲۶ ۱: قیامت کے دن اندھے اُٹھائے جانے کی کیا وجہ بیان کی جائے گی؟ ۱: اللہ ﷻ کی آیات کو بھلا دینا یعنی اللہ ﷻ کی آیات کی طرف توجہ نہ دینا اور انہیں نظر انداز کرنا۔ ۲: قیامت کے دن اللہ ﷻ کے ذکر (یعنی قرآنِ حکیم) سے منہ پھیرنے والوں کا کیا انجام بیان کیا گیا ہے؟ ۲: قیامت کے دن انہیں بے سہارا چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے دنیا میں اللہ ﷻ کی آیات کو بُھلائے رکھا تھا۔

۳: قیامت کے دن مجرموں کو بے سہارا چھوڑ دیئے جانے سے کیا مراد ہے؟ ۳: قیامت کے دن وہ اندھے کھڑے ہوں گے، اور نہ ان کے پاس لاٹھی ہو گی کہ ٹٹول ٹٹول کر راستہ پا سکیں اور نہ ہی کوئی ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں لے جانے والا ہو گا، تو وہ بالکل تنہا چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی کوئی پرواہ نہیں کی جائے گی۔ قرآن حکیم کو ترک کرنے والوں کا ایسا بدترین انجام ہو گا۔

عملی پہلو: ہمیں قرآنِ حکیم سے اپنے تعلق کو مسلسل مضبوط کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ہمیں قرآنِ حکیم کے مندرجہ ذیل حقوق ادا کرنے چاہئیں۔ i۔ قرآنِ حکیم پر ایمان لانا۔ ii۔ اس کی تلاوت کرنا۔ iii۔ اسے سمجھنے کی کوشش کرنا۔ iv۔ اس پر عمل کرنا۔ v۔ اسے دوسروں تک پہنچانا۔

آیت نمبر ۱۲۷ ۱: آیات: ۱۲۴ تا ۱۲۶ میں جو انجام بیان کیا گیا ہے وہ کیسے شخص کا ہو گا؟ ۱: وہ شخص جو حد سے گزرنے والا اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لانے والا ہو اس کا یہ انجام ہو گا۔

۲: دنیا کے عذاب کے مقابلے میں آخرت کے عذاب کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۲: آخرت کا عذاب بہت سخت اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہو گا۔

آیت نمبر ۱۲۸ ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کس سے مخاطب ہے؟ ۱: خصوصاً اہل مکہ سے جو ابتدا میں وحی الٰہی کے اولین مخاطب تھے اور عموماً قیامت تک آنے والے وہ تمام افراد جو حق کا انکار کرنے والے ہیں۔

۲: اس آیت میں کافروں کو کس بات سے عبرت دلائی گئی ہے؟ ۲: تاریخ انسانی سے عبرت دلائی گئی ہے کہ جو سابقہ قومیں اللہ ﷻ پر ایمان نہیں لائی ہیں وہ اپنے جرائم کی وجہ سے دنیا میں عذاب سے دوچار ہوئی ہیں۔ ۳: سابقہ قوموں سے کون مراد ہے؟ ۳: قومِ عاد، قومِ ثمود، آل فرعون۔ اسی طرح عمورہ اور سدوم کی بستیاں جن کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ ان قوموں کے کھنڈرات آج بھی ان قوموں پر آنے والے عذاب کی گواہی دے رہے ہیں۔

۴: سابقہ قوموں کے تذکرے میں کیسے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں؟ ۴: عقل رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

۵: سابقہ قوموں کے ذکر میں عقل رکھنے والوں کے لئے کیا نشانیاں ہیں؟ ۵: عبرت حاصل کرنے اور اللہ ﷻ کے غضب سے بچنے کے لئے نشانیاں ہیں۔
۶: اس آیت میں کیسے لوگوں کو عقل مند کہا گیا ہے؟ ۶: وہ لوگ جو سابقہ نافرمان قوموں سے عبرت حاصل کریں، انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے سے بچیں اور اللہ ﷻ کو ناراض کرنے سے بچتے رہیں۔

آیت نمبر ۱۲۹ ۱: اس آیت میں مشرکین مکہ کے بارے میں کس بات کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں مشرکین مکہ پر اللہ ﷻ کے عذاب آنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۲: قریش مکہ پر اللہ ﷻ کے عذاب آنے کا اندیشہ کیوں تھا؟ ۲: کیوں کہ سابقہ قوموں کی طرح مشرکین مکہ بھی اللہ ﷻ کی آیات کا انکار کر رہے تھے، اور اس کے رسول ﷺ کو ماننے سے انکار کر رہے تھے۔ ۳: مشرکین مکہ پر ان کے شرک اور اللہ ﷻ کی آیات کو جھٹلانے کی وجہ سے فوراً عذاب کیوں نہیں آیا؟ ۳: کیوں کہ اللہ ﷻ نے ہر قوم پر عذاب کا ایک وقت مقرر فرمایا ہے اور عذاب اپنے وقت پر آتا ہے۔
۴: اللہ ﷻ فوری عذاب کیوں نہیں نازل فرماتا؟ ۴: اللہ ﷻ نافرمان قوموں کو مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ کرلیں اور اپنی برائیوں سے باز آجائیں، اس صورت میں اللہ ﷻ کی طرف سے مغفرت کا فیصلہ ہوتا ہے ورنہ نافرمان قومیں اللہ ﷻ کے عذاب کی مستحق بن جاتی ہیں۔

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ کی طرف سے جو مہلت عمل ملی ہوئی ہے اس کو غنیمت جانتے ہوئے سچی توبہ کے ساتھ حسن اعمال سے اپنی آخرت سنوارنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۳۰ ۱: نبی کریم ﷺ کو کس بات کی تلقین فرمائی گئی؟ ۱: قریش مکہ کی باتوں پر صبر کی تلقین فرمائی گئی۔
۲: قریش مکہ آپ ﷺ کے بارے میں کیا باتیں کرتے تھے جن پر آپ ﷺ کو صبر کی تلقین فرمائی گئی؟ ۲: قریش مکہ آپ ﷺ کی تکذیب کرتے تھے اور آپ ﷺ کو اللہ ﷻ کا نبی ماننے کے بجائے (معاذ اللہ) شاعر، کاہن، جادوگر اور جھوٹا قرار دیتے تھے۔ جس سے آپ ﷺ کو شدید رنج ہوتا تھا، اس پر اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو صبر کی تلقین فرمائی۔

عملی پہلو: مصائب پر صبر یعنی اپنے نفس پر قابو رکھنا اور اللہ ﷻ کی عبادت میں مشغول ہو جانا کامیابی کا ضامن ہے۔ جب انسان یہ دھیان کرے کہ اللہ ﷻ کے تمام اعمال وافعال حکمت پر مبنی ہوتے ہیں اس لئے جو صورت پیش آئی ہے اس میں ضرور کوئی حکمت ہوگی۔ اللہ ﷻ سے جتنا تعلق مضبوط ہوگا اتنا ہی اس پر توکل بڑھتا جائے گا۔ اسی توکل سے مشکلات کو برداشت کرنے کی ہمت وحوصلہ اور جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ مخالف کی ایذاؤں سے پیدا ہونے والا غیظ وغضب خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

۳: اس آیت میں آپ ﷺ کو مزید کیا تلقین فرمائی گئی؟ ۳: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو اپنی حمد اور تسبیح کرنے کی تلقین فرمائی۔

نوٹ: حمد اور تسبیح کی وضاحت کے لئے حصّہ اوّل کے رہنمائے اساتذہ میں سورۃ النصر کے سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں۔

۴: اس آیت میں آپ ﷺ کو اللہ ﷻ کی حمد وتسبیح کرنے کے لئے کن اوقات کی تلقین فرمائی گئی؟ ۴: سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کے کچھ اوقات میں اور دن کے کناروں پر آپ ﷺ کو اللہ ﷻ کی حمد وتسبیح کرنے کا حکم فرمایا گیا۔
۵: ان اوقات میں اللہ ﷻ کی حمد وتسبیح کرنے کی کیا حکمت ہے؟ ۵: اس سے دو باتیں مراد ہو سکتی ہیں: i۔ ان اوقات میں ہر وقت اللہ ﷻ کے ذکر کی طرف اشارہ ہے یعنی دن رات اللہ ﷻ کا ذکر کیا جائے۔ ii۔ ان اوقات میں پنج وقتہ نمازوں کی طرف اشارہ ہے۔ مثلاً سورج کے طلوع ہونے سے پہلے فجر کا وقت ہے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کا وقت ہے اسی طرح رات میں مغرب اور عشا کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں اور دن کے کناروں میں ظہر کا وقت آتا ہے۔
۶: ان اوقات میں اللہ ﷻ کی حمد وتسبیح کرنے کا کیا فائدہ بیان فرمایا گیا ہے؟ ۶: تاکہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے اس انعام پر راضی ہو جائیں۔

آیت نمبر ۱۳۱ ۱: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا تاکید فرمائی؟ ۱: دنیا کا جو ساز وسامان، مال ومتاع ہم نے لوگوں کو دے رکھا ہے اس کی طرف آپ ﷺ آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیے۔ دراصل یہ آپ ﷺ کے ذریعے امت کو تلقین کی جارہی ہے۔ آپ ﷺ کے لئے تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ۲: لوگوں کو دنیاوی ساز وسامان دیئے جانے کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: تاکہ اللہ ﷻ اس کے ذریعے سے لوگوں کو آزمائے۔

۳: دنیاوی ساز و سامان کو کیسے آزمائش بنایا گیا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ اس کے ذریعے ہمیں آزمانا چاہتا ہے کہ کیا ہم دنیاوی مال و دولت جائز طریقے سے حاصل کرتے ہیں؟ جائز طرح استعمال کرتے اور اللہ ﷻ اور آخرت کو یاد رکھتے ہیں یا نہیں؟ ورنہ دنیا کی محبت آزمائش بن جاتی ہے، اسے ناجائز کی طرف لے جا کر اللہ ﷻ اور آخرت سے غافل کر دیتی ہے۔

نوٹ: حضور اکرم ﷺ کے لئے رزق سے مراد دنیا میں قرآنِ حکیم کا عطا فرمایا جانا، آپ ﷺ ذکر اور شان کا بلند کیا جانا اور سید المرسلین اور خاتم النبیین کے عظیم منصب کا ملنا اور آخرت میں مقام محمود، بلند ترین درجات اور انعاماتِ عالیہ کا عطا فرمایا جانا ہے۔ دیگر اہل ایمان کے لئے رزق سے مراد دنیا میں نعمتِ ہدایت کا مل جانا اور آخرت میں اللہ ﷻ کی رضا اور جنت کی دائمی نعمتیں مل جانا ہے۔ ۴: آخرت میں ملنے والے اللہ ﷻ کے رزق کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟

۴: وہ بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

آیت نمبر ۱۳۲ ۱: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا فرمایا؟ ۱: آپ ﷺ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر قائم رہیئے۔ یہ حکم بھی آپ ﷺ کے ذریعے امت کو دیا گیا ہے کیونکہ آپ ﷺ تو اس حکم پر بدرجۂ اولیٰ عمل پیرا تھے۔

عملی پہلو: i۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بچے ۷ سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم کرو اور جب ۱۰ سال کے ہو جائیں تو ان پر سختی کرو۔ ii۔ اسی طرح آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ سنتیں اور نوافل اپنے گھر ہی میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ ہمیں خود بھی نمازوں کو پابندی سے ادا کرنا چاہیئے۔ اپنے گھر والوں کو بھی محبت اور خلوص کے ساتھ نماز ادا کرنے کی تلقین کرتے رہنا چاہیئے۔

۲: اللہ ﷻ کا اپنے بندوں سے کیا مطالبہ ہے؟ ۲: اللہ ﷻ ہم سے رزق نہیں مانگتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ ہم صرف اسی کی بندگی کریں۔ اس بندگی کی حاجت بھی اللہ ﷻ کو نہیں بلکہ اس کا فائدہ بندوں کو ہی ہوتا ہے جب کہ دنیاوی آقاؤں کی مجبوری ہوتی ہے کہ اُن کے غلام اور نوکر کام کریں تو ان آقاؤں کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ ۳: ہمارا رازق کون ہے؟ ۳: ہمارا رازق صرف اللہ ﷻ ہے نہ دکان، نہ ملازمت، نہ ہی ہماری ذہنی و جسمانی صلاحیتیں ہمیں رزق دے سکتی ہیں۔ یہ سب اسباب ہیں جو مسبب الاسباب کے محتاج ہیں۔ اس کی توفیق اور اختیار کے بغیر یہ کچھ نہیں کر سکتیں۔ اس لئے ہمیں بھروسہ اللہ ﷻ پر ہی رکھنا چاہیئے کیونکہ وہی حقیقتاً اور مستقلاً مدد گار ہے۔ البتہ ان اسباب کو اختیار کرنا توکل علی اللہ کے خلاف نہیں۔ ۴: بہتر انجام کس طرزِ عمل کا ہے؟ ۴: بہتر انجام تقویٰ یعنی پرہیزگاری کا ہے۔ ۵: تقویٰ کے کیا معنی ہیں؟ ۵: تقویٰ کے لغوی معنی بچنے کے ہیں یعنی اللہ ﷻ کی نافرمانی سے بچنا۔

آیت نمبر ۱۳۳ ۱: کفار آپ ﷺ سے کیا مطالبہ کر رہے تھے؟ ۱: آپ ﷺ اپنے رب کے پاس سے ہمارے لئے کوئی نشانی لائیں۔

۲: کفار کے مطالبہ کا کیا جواب دیا گیا؟ ۲: پہلے صحیفوں میں جو آپ ﷺ کے آنے کی بشارتیں تھیں وہ ان کے لئے کافی نشانی ہونی چاہیئے۔

۳: صحیفہ کسے کہتے ہیں؟ ۳: پھیلی ہوئی چیز جس پر کچھ لکھا جا سکے، لکھا ہوا کاغذ یا ورق اللہ ﷻ نے کئی انبیاء کرام علیہم السلام پر صحیفے نازل فرمائے جیسے ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام پر صحیفے نازل کیئے جانے کا ذکر ہے۔ اسی کا ذکر سورۃ الاعلیٰ ۸۷ کی آخری آیت میں بھی ہے۔

آیت نمبر ۱۳۴ ۱: اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: تاکہ لوگوں کے پاس اپنی بے عملی کا کوئی عذر نہ رہے کہ اگر اللہ ﷻ انبیاء علیہم السلام کو بھیجتے تو ہم ایمان لاتے اور اللہ ﷻ کی آیتوں کی پیروی کرتے۔ ۲: اللہ ﷻ نافرمان قوموں پر کب عذاب بھیجتا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نافرمان قوموں کی ہدایت کے لئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجتا ہے لیکن جب قومیں انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا انکار کر دیتی ہیں اور ایمان نہیں لاتیں تو اللہ ﷻ کی طرف سے ان پر عذاب کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ ۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کے عذاب کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۳: دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی۔

آیت نمبر ۱۳۴ ۱: مشرکین مکہ کے عذاب کے مطالبے پر انہیں کیا جواب دیا گیا؟ ۱: ان سے کہا گیا کہ تم اللہ ﷻ کے عذاب کا انتظار کرو۔

۲: کفار اور مشرکین کے مقابلے میں کون زیادہ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں؟ ۲: اہل ایمان۔

۳: کفار اور مشرکین کے مقابلے میں کون زیادہ ہدایت یافتہ ہیں؟ ۳: اہل ایمان۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) قرآنِ حکیم کس کے لئے نصیحت ہے؟

✓ (الف) اللہ ﷻ سے ڈرنے والوں کے لئے　(ب) عقل مند لوگوں کے لئے　(ج) عربی زبان سمجھنے والوں کے لئے

(۲) اس سورت سے متعلق کس صحابی رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ مشہور ہے؟

(الف) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ　✓ (ب) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ　(ج) حضرت بلال رضی اللہ عنہ

(۳) دنیا کی آسائشوں اور نعمتوں کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟

(الف) اللہ ﷻ کے راضی ہونے کی علامت ہیں　✓ (ب) انسانوں کو آزمانے کے لئے ہیں　(ج) جہنم میں لے جانے کا سبب ہیں

(۴) سابقہ نافرمان قوموں کے کھنڈرات ہمارے لئے کس طرح کی نشانیاں ہیں؟

(الف) عظمت کی　(ب) تاریخی ورثہ کی　✓ (ج) عبرت کی

(۵) قرآنِ حکیم سے منہ موڑنے والا قیامت کے دن کس حال میں ہوگا؟

(الف) لنگڑا ہوگا　(ب) گونگا ہوگا　✓ (ج) اندھا ہوگا

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱- قیامت کے دن پہاڑ اور زمین کی کیا کیفیت ہوگی؟

پہاڑ کو ریزہ ریزہ کرکے اڑا دیا جائے گا اور زمین کو صاف میدان بنا دیا جائے گا۔ (آیات: ۱۰۵-۱۰۷)

۲- اس سورت کی روشنی میں قرآن حکیم سے منہ موڑنے والوں کے بارے میں کوئی چار باتیں بیان کریں؟

۱۔ قیامت کے دن خود اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا۔　۲۔ اللہ ﷻ اس کی معیشت تنگ کر دے گا۔

۳۔ قیامت کے دن اسے اندھا اُٹھایا جائے گا۔

۴۔ اور جس طرح دنیا میں اس نے قرآن کو بُھلائے رکھا تو قیامت کے دن اللہ ﷻ اسے بے سہارا چھوڑ دے گا۔ (آیات: ۱۰۰، ۱۲۴ تا ۱۲۶)

۳- اس سورت کے آخری رکوع میں اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو جن باتوں کا حکم دیا ان میں سے کوئی چار لکھیں؟

۱۔ کفار کی بدزبانی پر صبر کیجیے۔ ۲۔ اللہ ﷻ کی حمد و تسبیح کیجیے۔ ۳۔ اللہ ﷻ نے جو دنیا کی نعمتیں لوگوں کو دی ہیں ان پر نظر بھی نہ ڈالیں۔

۴۔ اپنے گھر والوں کو نماز اور صبر کی تلقین فرمائیے۔ (آیات: ۱۳۰ تا ۱۳۲)

۴- قیامت کے دن کن لوگوں کے چہرے جھکے ہوئے ہوں گے اور وہ نامراد رہیں گے؟

ظلم کرنے والوں کے۔ (آیت: ۱۱۱)

۵- حضرت آدم علیہ السلام نے بھول ہونے پر کیا طرزِ عمل اختیار فرمایا؟

اللہ ﷻ کے حضور اپنی خطا کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کی۔ (آیت: ۱۲۲)

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآءِ

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر ۱: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۴۰) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۴۲، ۴۴) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۴۶، ۴۸) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۴: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۵۰، ۵۲) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۵: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ: اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیے:

۱۔ قیامت کی ہولناکیاں، نافرمان قوموں کی روش اور اُن کے انجام سے درسِ عبرت۔

۲۔ عقیدۂ توحید اور حیات بعد الموت پر دلائل اور اعتراضات کا ازالہ۔

۳۔ فرشتوں کے متعلق غلط عقیدہ کی اصلاح۔

۴۔ نبی کریم ﷺ کی مخالفت پر کفار و مشرکین کا انجام۔

۵۔ عقیدۂ رسالت اور عقیدۂ آخرت پر مشرکین کے شکوک و شبہات کی حکیمانہ انداز میں تردید۔

۶۔ اخلاقی تعلیمات سے آگاہی اور بُرے اخلاق سے گریز۔

۷۔ چند جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرتوں سے رہنمائی۔

۸۔ کامیاب اور ناکام لوگ اور ان کا انجام۔

۹۔ وقوعِ قیامت پر دلائل۔

۱۰۔ قرآنِ حکیم کی شان اور صاحبِ قرآن کی عظمت۔

ربطِ سورت:

۱۔ سورۃ طٰہٰ کے اختتام پر حق وباطل کی وضاحت کرتے ہوئے منکرین کو اللہ ﷻ کے غضب سے ڈرایا گیا۔ سورۃ الانبیاء کے آغاز میں فرمایا گیا کہ یہ لوگ برے انجام کے منتظر ہیں تو انہیں فرمادیں کہ ممکن ہے کہ دنیا میں تمہیں پوری زندگی ڈھیل مل جائے لیکن قیامت تو قریب آ پہنچی ہے جب انہیں اپنے اعمال کا پورا پورا حساب دینا پڑے گا۔

۲۔ سورۃ مریم اور سورۃ طٰہٰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرما کر عیسائیوں اور یہودیوں کو دعوتِ توحید دی گئی۔ سورۃ الانبیاء میں کئی انبیاء کرام علیہم السلام کا مختصر ذکر فرما کر اپنے آخری رسول سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

۳۔ "سورۃ طٰہٰ اور سورۃ الانبیاء" میں دنیا کی عارضی زندگی اور آخرت کی ابدی زندگی کی وضاحت کی گئی ہے۔

آیت نمبر ۱: ۱: کس حقیقت کے قریب آنے کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: قیامت کے قریب آنے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

۲: قیامت کیسے قریب آرہی ہے؟ ۲: ہر لمحہ جو گزر رہا ہے وہ ہمیں قیامت سے قریب سے قریب تر کرتا جارہا ہے۔ ایک فرد کے لئے موت ہی اس کی قیامت ہوتی ہے۔ ۳: قیامت کے دن کی کس حقیقت کو نمایاں کیا گیا ہے؟ ۳: قیامت کے دن اعمال کا حساب وکتاب ہوگا اور جزا اور سزا ہوگی۔

۴: آخرت کے بارے میں منکر انسانوں کی کس کوتاہی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۴: منکر انسان آخرت کے بارے میں غفلت میں پڑے ہیں، یعنی غافل انسان آخرت کی کوئی تیاری نہیں کر رہے۔

۵: آخرت کا ذکر سن کر اکثر منکر لوگوں کا کیا ردِعمل ہوتا ہے؟ ۵: اکثر منکر لوگ آخرت کا ذکر سنتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں، یعنی توجہ نہیں دیتے۔

آیت نمبر ۲: ۱: ان کے رب کی طرف سے آئی ہوئی نصیحت سے کیا مراد ہے؟ ۱: وحی باری تعالیٰ۔

۲: اللہ ﷻ کی طرف سے بھیجی گئی نصیحت پر ظالموں کا کیا طرزِ عمل ہوتا ہے؟ ۲: وہ اس نصیحت کو کھیل کود میں لگے ہوئے سنتے ہیں۔

۳: کھیل کود میں لگے ہوئے سننے سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی وہ غیر سنجیدگی کے ساتھ اس نصیحت کو سنتے ہیں، توجہ اور اہمیت نہیں دیتے۔

عملی پہلو: منکر انسان اللہ ﷻ کی آیات کو سن کر بھی اَن سُنی کر دیتے ہیں۔ اسی طرح غافل لوگ دنیا کے کاروبار اور مشاغل میں ایسے مگن رہتے ہیں کہ آیات الٰہی میں غور کرنے کی نہ انہیں فرصت ملتی ہے اور نہ اس کی ضرورت یا اہمیت سمجھتے ہیں۔ پس اپنے دنیا کے دھندوں میں ہی مگن رہتے ہیں۔ ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ کہیں ہمارا بھی یہی معاملہ تو نہیں۔

آیت نمبر ۳: ۱: ظالموں کے دلوں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: ان کے دل اللہ ﷻ کی یاد سے غافل ہوتے ہیں اور کھیل کود میں لگے رہتے ہیں۔

۲: ظالموں کا کیا کردار بیان کیا گیا ہے؟ ۲: وہ چپکے چپکے ایک دوسرے سے نبی کریم ﷺ اور قرآنِ حکیم کے خلاف سرگوشیاں کرتے تھے (معاذاللہ)۔

۳: نبی کریم ﷺ کے بارے میں مشرکین کو کیا اعتراض تھا؟ ۳: وہ کہتے تھے کہ کوئی انسان نبی نہیں ہوسکتا۔ (معاذاللہ)

نوٹ: ایک دفعہ ایک سردار نے ابوجہل سے پوچھا کہ "جو قرآن تم نے سنا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا کہ ہم اور بنی عبد مناف سب باتوں میں ایک دوسرے کے ہم پلہ تھے، اب ہم ان کے نبی کو تسلیم کرکے ان کی اس برتری کو کیسے تسلیم کرسکتے ہیں۔" (سیرت ابن ہشام: ص ۱۰۸) ابوجہل کے اس جواب سے یہ صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت کو تسلیم کرنے میں صرف یہ بات آڑے نہیں آرہی تھی کہ آپ ﷺ انسان تھے بلکہ اس کے علاوہ تکبر، تعصب اور دیگر وجوہات بھی تھیں۔ ۴: قرآنِ حکیم کے بارے میں مشرکین کو کیا اعتراض تھا؟ ۴: وہ کہتے تھے یہ قرآن حکیم جادو ہے (معاذاللہ)۔

۵: مشرکین ایک دوسرے کو کیا مشورہ دیتے تھے؟ ۵: وہ کہتے تھے کہ تم اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہے ہو۔ سب کچھ جاننے کے باوجود تم محمد (ﷺ) کے جادو میں کیوں پھنستے ہو، یعنی ان کی بات کیوں سنتے ہو؟ ایسا نہ ہو کہ کہیں تم پر بھی قرآن حکیم کا جادو ہوجائے (معاذاللہ)۔

آیت نمبر ۴: ۱: نبی کریم ﷺ نے مشرکین کو کیا سمجھایا؟ ۱: آپ ﷺ نے سمجھایا کہ تم کتنا بھی چھپ کر ایک دوسرے سے مشورے کرو اللہ ﷻ سب کچھ جاننے والا ہے۔ ۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

۳: اللہ ﷻ کی ان صفات کا سورت کے مضمون سے کیا تعلق ہے؟ ۳: اللہ ﷻ مشرکین کے آپس کے خفیہ مشوروں سے واقف ہے۔ وہ خوب سُن رہا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور قرآن حکیم کے خلاف کیا سازشیں کر رہے ہیں اور اُسے ان کی نیت اور ارادوں تک کا علم ہے۔

آیت نمبر ۵: ۱: مشرکین مکہ نے قرآن حکیم پر کیا اعتراض کیا؟ ۱: یہ اللہ ﷻ کا کلام نہیں بلکہ پریشان خواب ہیں (معاذاللہ)۔

۲: مشرکین مکہ نے آپ ﷺ پر قرآن حکیم کے حوالے سے کیا اعتراض کیا؟ ۲: آپ ﷺ نے قرآن حکیم کو خود سے بنا لیا ہے یعنی گھڑ لیا ہے (معاذاللہ)۔ ۳: مشرکین مکہ آپ ﷺ پر کیا الزام لگاتے تھے؟ ۳: وہ کہتے تھے کہ آپ (ﷺ) شاعر ہیں (معاذاللہ)۔

۴: مشرکین مکہ آپ ﷺ سے کیا مطالبہ کر رہے تھے؟ ۴: مشرکین مکہ کہتے تھے کہ آپ ﷺ بھی پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح کوئی معجزہ دکھائیں۔

۵: آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو کیا معجزات دیئے گئے تھے؟ ۵: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو بہت سے معجزات عطا کیئے تھے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا عطا فرمایا تھا، جسے زمین پر ڈالنے سے وہ سانپ بن جاتا تھا، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنا ہاتھ بغل میں ڈال کر نکالتے تھے تو وہ نہایت صاف اور چمکدار نکلتا تھا، اسی طرح اللہ ﷻ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزات دیئے وہ مٹی سے پرندے کی سی شکل بناتے، اس میں پھونک مارتے تو وہ پرندہ اللہ ﷻ کے حکم سے زندہ ہو کر اُڑنے لگتا، اسی طرح مادر زاد اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تو اس کی بینائی لوٹ آتی، کوڑھ کے مریض کے جسم پر ہاتھ پھیرتے تو اسے شفا ہو جاتی، قبر پر کھڑے ہو کر "قُمْ بِاِذْنِ اللہ" فرماتے تو اللہ ﷻ کے حکم سے مردہ زندہ ہو جاتا۔ اسی طرح کے دیگر معجزات دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا کیئے تھے۔ ۶: آپ ﷺ کو کیا معجزہ عطا فرمایا گیا؟ ۶: یوں تو شق القمر اور بہت سے معجزات اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو عطا فرمائے لیکن آپ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن حکیم ہے جس کی مثال آج تک نہ کوئی بنا سکا ہے اور نہ قیامت تک بنا سکے گا۔

نوٹ: شق القمر کے واقعہ کی تفصیل رہنمائے اساتذہ حصہ سوم میں سورۃ القمر، آیت: ۱ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

آیت نمبر ۶: ۱: مشرکین مکہ کے معجزہ طلب کرنے کا کیا جواب دیا گیا؟ ۱: معجزات دیکھ کر بہت سی قومیں ایمان نہیں لائیں تو یہ مشرکین مکہ کہاں ایمان لائیں گے۔ اگر انہیں ایمان لانا ہوتا تو آپ ﷺ کو عطا کیا گیا کا سب سے بڑا معجزہ قرآنِ حکیم ہی کافی تھا۔

۲: معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لانے پر قوموں کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ ایسی قوموں کو ہلاک و برباد کر دیتا ہے۔

۳: معجزہ دیکھ کر ایمان نہ لانے والی کسی قوم کی مثال بیان کریں؟ ۳: قومِ ثمود جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا اور قوم کے مطالبے پر پہاڑ سے بہت بڑی زندہ اونٹنی ان کے آنکھوں کے سامنے بطور معجزہ دکھائی گئی لیکن قوم یہ معجزہ دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائی اور اللہ ﷻ کے عذاب کا شکار ہوئی۔

۴: وہ کون سی باتیں ہیں جو لوگوں کے لئے ایمان لانے کا ذریعہ بنتی ہیں؟ ۴: اللہ ﷻ کا مقدس کلام جو وحی کی صورت میں نازل کیا جاتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی اعلیٰ سیرت و کردار لوگوں کے لئے ایمان لانے کا ذریعہ بنتا ہے۔

آیت نمبر ۷: ۱: رسالت پر مشرکین کے اعتراض کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۱: انبیاء کرام علیہم السلام انسان ہی ہوتے ہیں یعنی فرشتے وغیرہ نہیں ہوتے جیسا کہ مشرکین کا خیال تھا کہ انہیں فرشتہ ہونا چاہیئے۔ ۲: انبیاء کرام علیہم السلام اور عام انسانوں میں کیا فرق ہے؟ ۲: انبیاء کرام علیہم السلام اللہ ﷻ کے منتخب بندے ہوتے ہیں۔ جنہیں اللہ ﷻ نبوت کے لئے منتخب فرماتا ہے اور ان پر وحی نازل فرماتا ہے۔ ۳: مشرکین مکہ کو کیا مشورہ دیا گیا ہے؟ ۳: پس اگر وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حقیقت کو نہیں جانتے تو اہل علم (جاننے والوں) سے معلوم کرلیں۔

۴: اس آیات میں اہل ذکر (اہل علم) سے کون مراد ہیں؟ ۴: تورات اور انجیل کے علماء یعنی یہود و نصاریٰ کے اہل علم لوگ، تاکہ وہ مشرکین مکہ کو رسالت کی حقیقت بتا سکیں۔ وجہ یہ تھی کہ صدیوں سے عربوں میں رسول نہیں آئے تھے۔ یہ لوگ نبوت اور وحی سے واقف نہ تھے۔

عملی پہلو: ہمارے لئے بھی اس آیت میں یہ حکم ہے کہ ہمیں اہل علم یعنی علماء کے ساتھ رابطہ رکھنا چاہیئے اور ان سے قرآن وحدیث اور دینی معاملات میں رہنمائی حاصل کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۸: ا: انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں کیا حقیقت بیان فرمائی گئی ؟ ا: اللہ تعالیٰ نے انسانوں ہی میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کو منتخب فرمایا ہے۔ لہٰذا وہ بھی دیگر لوگوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں اور روزمرہ زندگی کے دوسرے معاملات فرماتے ہیں۔

۲: کیا انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں ہمیشہ رہنے والے تھے ؟ ۲: انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں ہمیشہ رہنے والے نہیں تھے بلکہ ایک خاص مدت تک اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں بھیجا اور پھر وہ دنیا سے انتقال فرما گئے۔

آیت نمبر ۹: ا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے کیا وعدہ پورا فرمایا؟ ا: یہ کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اور ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمائے گا اور حق کی مخالفت کرنے والوں کو ہلاک کر دے گا۔

آیت نمبر ۱۰: ا: قرآن حکیم میں کس کا ذکر ہے ؟ ا: قرآن حکیم میں تمہارا یعنی عربوں کا ذکر ہے جو تا قیامت تمہارے لئے سعادت کا باعث ہے لہٰذا اس سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیئے۔

۲: " قرآن حکیم میں تمہارا ذکر ہے "اس سے کیا مراد ہے ؟ ۲: قرآنِ حکیم ایک زندہ کلام ہے۔ یہ ہماری انفرادی، اجتماعی زندگی اور تمام معاملات کے لئے رہنمائی عطا فرماتا ہے۔ خوشی، غمی، گھر، معاشرہ، ریاست غرض ہر معاملے کے لئے ہدایت دیتا ہے۔ نیز قرآن حکیم کئی کرداروں کا بیان فرماتا ہے وہ کردار ہر دور میں ہوتے ہیں مثلاً دین کے وفاداروں کا کردار، دین کے دشمنوں کا کردار اور منافقین کا کردار وغیرہ۔ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ ہم کیا کردار ادا کر رہے ہیں۔

نوٹ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اس قرآن میں تم سے پہلوں کا ذکر بھی ہے، اور تمہارے بعد میں آنے والوں کی خبریں بھی ہیں اور تمہارے آپس کے معاملات کے فیصلے بھی ہیں "۔ (جامع ترمذی)

عملی پہلو: چنانچہ ہمیں قرآن حکیم کو پڑھ کر سابقہ لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور اپنے بعد آنے والے حالات کی تیاری کرنی چاہیئے۔ اپنے معاملات کو قرآن حکیم کے مطابق طے کر کے زندگی گزارنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۱: ا: بستیوں کو تباہ و برباد کرنے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے ؟ ا: بستی کے رہنے والے لوگ ظالم تھے۔

۲: ظلم سے کیا مراد ہے ؟ ۲: کسی چیز کو اس کے اصل مقام سے ہٹا دینا۔ بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق قرآن حکیم میں اکثر و بیشتر ظلم سے مراد شرک ہے۔

۳: ظالموں کی بستی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی کیا سنت ہے ؟ ۳: اللہ تعالیٰ ظالموں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اور ان کی جگہ دوسری قوموں کو پیدا فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۱۲: ا: اللہ تعالیٰ کا عذاب آنے پر ظالموں کا کیا رویہ ہوتا ہے ؟ ا: وہ اپنی بستیاں چھوڑ کر بھاگنے لگتے ہیں۔

۲: کیا کوئی بھاگ کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتا ہے ؟ ۲: ہر گز نہیں بچ سکتا۔

آیت نمبر ۱۳: ا: بستیوں کو چھوڑ کر بھاگنے والوں کو کیا مشورہ دیا گیا؟ ا: تم بھاگ کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے لہٰذا اپنے گھروں کی طرف واپس لوٹ جاؤ۔ ۲: ظالم لوگوں کی زندگی کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے ؟ ۲: اپنے گھروں میں وہ عیش کیا کرتے تھے۔

۳: ظالموں کو اپنے گھروں کی طرف لوٹنے کا مشورہ کیوں دیا گیا ہے ؟ ۳: تا کہ کوئی ان سے پوچھے کہ تمہارے گھروں کے مال و دولت اور عیش و عشرت نے کیا فائدہ دیا۔

آیت نمبر ۱۴: ا: اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گھرنے پر ظالم لوگ کیا کہیں گے ؟ ا: وہ کہیں گے ہائے ہماری خرابی! اور اپنے ظلم کا اعتراف کریں گے یعنی اپنے جرم کا اقرار کریں گے۔

۲: وہ ایسا کیوں کہیں گے؟ ۲: کیوں کہ انہوں نے اپنے ظلم اور نافرمانیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو اللہ ﷻ کے عذاب کا مستحق بنایا تھا۔ اس لئے ان کے پاس سوائے حسرت اور افسوس کے کچھ باقی نہ رہے گا۔

عملی پہلو: انسان جب عذاب آنکھوں سے دیکھ لے یا اس پر موت واقع ہونے لگے تو اس وقت جرم کا اعتراف اور اس پر ندامت قابل قبول نہیں۔ اس سے پہلے پہلے توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: ظالموں کا کیا انجام ہو گا؟ ۱: اللہ ﷻ ان کو کٹا ہوا اور بجھا ہوا بنادے گا۔

۲: کٹا ہوا اور بجھا ہوا ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی اللہ ﷻ ان کو بالکل تباہ و برباد کر دے گا۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: اللہ ﷻ کی کمال تخلیق کا اظہار کیسے فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے آسمان وزمین کے درمیان جو کچھ ہے سب کو تخلیق فرمایا ہے۔

۲: آسمان وزمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اس سے کیا مراد ہے؟ ۲: اس سے مراد پوری کائنات ہے۔

۳: اللہ ﷻ نے کائنات کی تخلیق کے بارے میں کیا فرمایا؟ ۳: اللہ ﷻ نے کائنات کو کھیل تماشے کے طور پر نہیں بلکہ با مقصد پیدا فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: کائنات کے بارے میں کس غلط تصور کی نفی کی گئی ہے؟ ۱: کائنات ایسی شے نہیں جسے اللہ ﷻ نے محض کھیل تماشے کے لئے بنایا ہو بلکہ یہ با مقصد بنائی گئی ہے۔

عملی پہلو: جب کائنات کی تخلیق با مقصد ہے تو انسان کو بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ ﷻ کی عبادت قرار دیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: اللہ ﷻ کی کس شان کو بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ اس کائنات میں حق کو غالب فرماتے ہیں اور باطل کو مٹا دیتے ہیں۔

۲: اللہ ﷻ حق کو کیسے غالب فرماتا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ باطل پر حق کی چوٹ لگاتا ہے تو حق باطل کو کچل کر رکھ دیتا ہے اور باطل مِٹ جاتا ہے۔

۳: ظالموں کو کیا بُری خبر دی گئی ہے؟ ۳: ظالموں کے لئے تباہی اور بربادی کی بُری خبر دی گئی ہے۔

۴: ظالموں سے کون مراد ہیں؟ ۴: مشرکین اور کفار مراد ہیں۔

۵: "ویل" سے کیا مراد ہے؟ ۵: "ویل" سے عموماً مراد تباہی اور بربادی لی جاتی ہے۔ "ویل" جہنم کی وادی کا نام بھی ہے جو کہ انتہائی گہری، خوفناک ہے، جس میں اہل جہنم کے زخموں کی پیپ جمع ہو گی، جس میں طرح طرح کے عذاب ہوں گے اور جس کی ہولناکی سے خود جہنم بھی پناہ مانگتی ہے۔

نوٹ: حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ویل جہنم میں ایک وادی ہے، کافر اس کے اندر چالیس برس تک تہہ تک پہنچے بغیر لڑھکتا چلا جائے گا۔" (مسند احمد، جامع ترمذی، بیہقی)

۶: مشرکین اور کفار کو تباہی اور بربادی کی وعید کیوں سنائی گئی ہے؟ ۶: حق کے خلاف غلط باتیں گھڑنے کی وجہ سے۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: اللہ ﷻ کی کمال ملکیت کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: جو کچھ آسمان وزمین میں ہے سب کا مالک اللہ ﷻ ہے۔

۲: فرشتوں کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: i۔ فرشتے اللہ ﷻ کی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے۔ ii۔ وہ اللہ ﷻ کی عبادت کرتے ہوئے تھکتے نہیں۔

۳: اللہ ﷻ کی عبادت میں تکبر کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کی عبادت سے منہ موڑنا یعنی اللہ ﷻ کی نافرمانی کرنا۔

نوٹ: دو چیزیں دائمی عبادت سے منع کر سکتی ہیں۔ i۔ انسان کسی کی عبادت کرنے کو اپنے درجے اور مقام کے خلاف سمجھے۔ ii۔ دائمی مسلسل عبادت انسان جسمانی تقاضے کی وجہ سے بھی نہیں کر سکتا اس لئے کہ وہ تھوڑا کام کر کے تھک جاتا ہے اس کو آرام کرنے اور سونے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس لئے اس آیت میں فرشتوں سے ان دونوں منع کرنے والی باتوں کی نفی کر دی گئی۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: فرشتے دن رات کیا کام کرتے رہتے ہیں؟ ۱: اللہ ﷻ کی تسبیح کرتے ہیں۔

۲: اللہ ﷻ کی تسبیح کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی پاکی بیان کرنا۔ یعنی اعلان کرنا کہ اللہ ﷻ ہر کمی، ہر کوتاہی، ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے۔

۳: اللہ ﷻ کی عبادت اور تسبیح کرنے والے فرشتوں کی کیا کیفیت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: فرشتے اللہ ﷻ کی عبادت کرنے میں سُستی نہیں کرتے۔

نوٹ: فرشتے اللہ ﷻ کی نورانی مخلوق ہیں جو اللہ ﷻ کے حکم سے پیدا ہوتے ہیں جن کی کوئی جنس نہیں ہوتی۔ وہ اللہ ﷻ کے قریب رہتے ہیں اور ہر وقت اللہ ﷻ کی عبادت، اس کی تسبیح کرتے اور اللہ ﷻ کے احکامات بجالاتے ہیں اور اپنے کاموں میں سُستی نہیں کرتے۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: اللہ ﷻ کے سوا دوسرے کسی معبود کے نہ ہونے کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جو زندہ کرکے اُٹھا سکے۔

۲: حقیقی معبود کی کیا پہچان بتائی گئی ہے؟ ۲: جو زندگی دے سکے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کرکے اُٹھا سکے۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: اللہ ﷻ ہی صرف واحد معبود ہے اس کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کے سوا آسمان و زمین میں کوئی اور معبود ہوتا تو یہ کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ ۲: اگر اس کائنات میں اللہ ﷻ کے سوا اور کوئی معبود ہوتا تو یہ کائنات درہم برہم کیوں ہو جاتی؟ ۲: اگر اس کائنات میں ایک سے زیادہ معبود ہوتے تو ان میں اختلاف رائے ہوتا۔ کوئی چاہتا کہ سورج طلوع ہو اور دوسرا معبود چاہتا کہ سورج غروب ہو، ایک معبود چاہتا کہ بارش ہو اور دوسرا معبود چاہتا کہ بارش نہ ہو اور اس اختلاف کی وجہ سے ان کا آپس میں جھگڑا ہوتا اور کائنات کا مربوط نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔

۳: اس کائنات میں صرف ایک ہی اللہ ﷻ کے واحد معبود ہونے کی کیا نشانی ہے؟ ۳: پوری کائنات میں ایک منظم ترتیب، نظم و ضبط، ہر چیز کا ایک دوسرے سے تعلق، آپس میں تعاون اور حیرت انگیز ہم آہنگی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اس کائنات میں ایک ہی ہستی کا حکم چل رہا ہے جو اللہ ﷻ کی ذات ہے۔

۴: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۴: اللہ ﷻ پاک ہے اور عرش کا مالک ہے۔

۵: عرش کیا ہے؟ ۵: عرش کی اصل حقیقت اللہ ﷻ ہی کے علم میں ہے اس سے ایک مراد اللہ ﷻ کا تخت لیا گیا ہے۔

۶: اس آیت میں اللہ ﷻ کی پاکی کا بیان کس پس منظر میں بیان فرمایا گیا ہے؟ ۶: اللہ ﷻ ان سب عیوب اور کمزوریوں سے پاک ہے جو مشرکین اللہ ﷻ کے بارے میں گھڑتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی عظمت کا کیسے اظہار فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کوئی اُس سے باز پُرس کرنے والا نہیں ہے۔

۲: کیا کفار و مشرکین آزاد ہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں؟ ۲: جی نہیں۔ کفار و مشرکین اور تمام مخلوقات اللہ ﷻ کی غلام ہیں اور ان تمام سے اللہ ﷻ ان کے اعمال و اقوال کی باز پُرس فرمائے گا۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: اس آیت میں انسانوں کے کس جرم کی نشاندہی کی گئی ہے؟ ۱: انسان اللہ ﷻ کے سوا دوسروں کو معبود بنا لیتا ہے یعنی بعض لوگ مشرک بن جاتے ہیں۔ ۲: آپ ﷺ کی زبانی مشرکین سے کیا مطالبہ کیا گیا ہے؟ ۲: آپ ﷺ کی زبانی مشرکین سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے جھوٹے معبودوں کے لئے کوئی دلیل لے کر آئیں۔ ۳: کیا مشرکین کے پاس ان کے جھوٹے معبودوں کے برحق ہونے کی کوئی دلیل ہے؟ ۳: مشرکین کے پاس اپنے من گھڑت معبودوں کے لئے نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ ہی کوئی نقلی دلیل ہے۔ یہ محض ان کے من گھڑت خیالات ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

نوٹ: عقلی دلیل سے مراد یہ ہے کہ عقل، فہم اور سائنسی بنیاد پر کوئی دلیل ہونا۔ غور و فکر سے کوئی بات اخذ کرنا۔ نقلی دلیل سے مراد ہے قرآن حکیم، حدیث میں کوئی ثبوت، دلیل، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یعنی آثار ہونا ہے۔

نوٹ: قرآنِ حکیم سے دلیل دینے کو نص اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول سے دلیل دینے کو آثار کہتے ہیں۔

۴: اس آیت میں توحید کا کیا تعارف بیان فرمایا گیا ہے؟ ۴: قرآنِ حکیم اور تورات و انجیل میں توحید کا عقیدہ متّفق علیہ ہے۔

۵: مشرکین کی اکثریت کے بارے میں کس حقیقت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۵: مشرکین میں سے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے۔

۶: حق سے کیا مراد ہے؟ ۶: حق سے مراد حقیقت اور سچ ہے جو کہ توحید ہے۔

۷: اس کائنات کا سب سے بڑا حق کیا ہے؟ ۷: اللہ ﷻ کی ذات، اس کا کلام قرآنِ حکیم اور اس کے رسول سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

۸: مشرکین کا حق کے بارے میں کیا طرزِ عمل بیان فرمایا گیا ہے؟ ۸: مشرکین حق سے منہ موڑے ہوئے ہیں یعنی نبی کریم ﷺ سے اللہ ﷻ کا کلام قرآن حکیم سن کر بھی ایمان نہیں لاتے۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ذکر سے اللہ ﷻ نے کیا سمجھایا ہے؟
کفار و مشرکین کو بتایا جا رہا ہے کہ توحید کی یہ دعوت جو میرا رسول مکرم ﷺ تمہیں دے رہا ہے یہ کوئی انوکھی دعوت نہیں بلکہ نبوت و رسالت کا سلسلہ جب سے شروع ہوا ہے اور جو حضرات اس منصب پر فائز ہوئے ہیں سب نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے قبیلوں اور قوموں کو یہی دعوت دی ہے شرائع و احکام میں حالات کے پیشِ نظر تبدیلیاں ہوتی رہیں لیکن عقیدہ توحید میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ لہٰذا ملت ابراہیمی تو درکنار پچھلے کسی رسول کی شریعت میں سے بھی یہ لوگ شرک کی کوئی سند پیش نہیں کر سکتے کیونکہ مصلحت وقت کے موافق ہر ایک شریعت کے نماز، روزہ، حلال و حرام کے احکام، جدا جدا ہیں، لیکن اللہ ﷻ کی واحدانیت اور شرک کی برائی سے پچھلی کوئی شریعت خالی نہیں ہے۔

۲: انبیاء کرام علیہم السلام میں آپ ﷺ کا کیا خاص مقام ہے؟ ۲: آپ ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے سردار ہیں اور آخری نبی اور رسول ہیں۔

۳: وحی کسے کہتے ہیں؟ ۳: وحی کے لغوی معنی تیزی سے اشارے کے ساتھ کسی بات کی نشاندہی کر دینا ہے۔ اصطلاحی طور پر وحی اللہ ﷻ کا وہ پیغام ہے جو اللہ ﷻ فرشتوں کے ذریعے انسانوں میں سے چنے ہوئے لوگوں یعنی انبیا کرام علیہم السلام پر نازل فرماتے ہیں جو انسانوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ یعنی انسانوں کی رہنمائی کے لئے اللہ ﷻ نے وحی نازل فرمائی۔ ۴: تمام رسولوں کو اللہ ﷻ نے کیا حکم فرمایا؟ ۴: اللہ ﷻ نے ہر رسول کو یہ ہی حکم فرمایا کہ اللہ ﷻ کے سوا کوئی معبود نہیں، پس صرف اللہ ﷻ ہی کی عبادت کرو۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: اس آیت میں مشرکین کے کس غلط عقیدے کا رد کیا گیا ہے؟ ۱: مشرکین کا غلط عقیدہ تھا کہ (معاذ اللہ) رحمان کی بھی اولاد ہے، اس عقیدے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۲: مشرکین میں سے کون اللہ ﷻ کی اولاد ہونے کا غلط عقیدہ رکھتا ہے؟ ۲: مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ ﷻ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں جبکہ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا قرار دیتے ہیں (معاذ اللہ)۔

۳: کیا اللہ ﷻ کی کوئی اولاد ہے؟ ۳: ہرگز نہیں! اللہ ﷻ اس سے پاک ہے۔

۴: اللہ ﷻ کی اولاد کیوں نہیں ہے؟ ۴: انسان بوڑھا ہو کر کمزور ہو جاتا ہے، موت آنے پر ختم ہو جاتا ہے، انسان کے لئے اولاد اس کے بڑھاپے کا سہارا بنتی ہے اور اس کی موت کے بعد اس کی نسل کے تسلسل کا ذریعہ بنتی ہے اس لئے انسان کے لئے اولاد ضروری ہے اور اولاد کا نہ ہونا انسانوں کے لئے ایک عیب ہے لیکن اللہ ﷻ نہ کبھی بوڑھے ہوں گے اور نہ ہی کبھی کمزور ہوں گے اور نہ ہی اللہ ﷻ پر کبھی موت آئے گی، اللہ ﷻ ہمیشہ سے زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں اس لئے اللہ ﷻ کو کسی اولاد کی حاجت نہیں۔ ۵: اس آیت میں اللہ ﷻ کو کس ضرورت سے پاک قرار دیا گیا ہے؟ ۵: اولاد کی ضرورت سے اللہ ﷻ کو پاک قرار دیا گیا ہے۔ ۶: "اللہ کی اولاد ہے" مشرکین کے اس دعوے کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۶: مشرکین مکہ (معاذ اللہ) جن فرشتوں کو اللہ ﷻ کی بیٹیاں قرار دے رہے تھے یا یہود و نصاریٰ جو انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ ﷻ کی اولاد قرار دے رہے ہیں وہ دراصل اللہ ﷻ کے معزز بندے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ سب اس کے فرماں بردار بندے ہیں۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کے معزز بندوں یعنی فرشتوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۱: فرشتے اور انبیاء کرام علیہم السلام نہ ہی اللہ ﷻ کی قولی یعنی زبان سے مخالفت کرتے ہیں اور نہ ہی اللہ ﷻ کی عملی یعنی اپنے کسی عمل سے مخالفت کرتے ہیں یعنی اجازت کے بغیر وہ اپنی طرف سے بات نہیں کرتے اور اللہ ﷻ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔

۲: مشرکین کے کس غلط عقیدے کی اصلاح فرمائی گئی ہے؟ ۲: فرشتے اور انبیاء کرام علیہم السلام جنہیں اللہ ﷻ کی اولاد کہا گیا وہ اللہ ﷻ کے معزز بندے ہیں وہ کسی بھی طرح خدائی میں شریک نہیں۔ ملائکہ اپنے رب کے سامنے اپنی مرضی سے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے۔ وہ اللہ ﷻ کے احکام کے منتظر رہتے ہیں اور

اس کے ہر فرمان کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور اللہ ﷻ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتے ہیں۔ یوں مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ کے غلط عقیدے جس میں انہوں نے فرشتوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ ﷻ کی عبادت میں شریک کیا ہے اُس کا رد کیا گیا ہے۔

عملی پہلو: اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑوں کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب مجلس میں کوئی بات آئے تو جو اس مجلس کا بڑا ہے اس کے کلام کا انتظار کیا جائے پہلے ہی کسی اور کا بول پڑنا خلاف ادب ہے۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کے علم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ اپنے ان معزز بندوں یعنی فرشتوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے تمام ظاہری اور باطنی اعمال اور احوال سے واقف ہے اور اس کے یہ بندے کوئی عمل اس کی مرضی کے خلاف نہیں کرسکتے۔

۲: کیا مشرکین کے من گھڑت معبود قیامت کے دن اللہ ﷻ کی جناب میں مشرکوں کی سفارش کرسکیں گے؟ ۲: ہرگز نہیں کرسکیں گے۔

۳: کیا اللہ ﷻ کے معزز بندوں کو قیامت کے دن سفارش کرنے کا موقع ملے گا؟ ۳: جی ہاں۔ مگر صرف ان لوگوں کے حق میں سفارش کرسکیں گے جن کے حق میں اللہ ﷻ راضی ہو گا۔

عملی پہلو: قیامت کے دن اللہ ﷻ اپنے نیک اور معزز بندوں کو گناہگار بندوں کے حق میں سفارش کرنے کا حق عطا فرمائے گا لیکن سفارش صرف وہی لوگ کر سکیں گے جنہیں اللہ ﷻ سفارش کرنے کی اجازت دے گا جیسا کہ آیت الکرسی میں فرمایا گیا ہے۔

۴: اس آیت میں اللہ ﷻ کے معزز بندوں یعنی فرشتوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۴: وہ اللہ ﷻ کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: خدائی کا دعویٰ کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ۱: خدائی کا دعویٰ کرنے والے لوگ ظالم ہیں اور جہنم میں سزا دیئے جائیں گے۔

۲: کیا انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں میں سے کسی نے خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ ۲: ہرگز نہیں! مشرکوں نے ان پر جھوٹا الزام لگایا اور گمراہی کا شکار ہو گئے۔

نوٹ: تاریخ گواہ ہے کہ جن نافرمان اور سرکش لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کیا اللہ ﷻ نے انہیں دنیا میں عبرت ناک انجام سے دوچار کیا اور آخرت میں بھی انہیں جہنم کی آگ میں شدید عذاب دیا جائے گا۔ جیسا کہ فرعون اور نمرود جیسے کئی سرکشوں کا ہوا۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی قدرت کے کس شاہکار کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: تخلیق کائنات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

۲: کائنات کی تخلیق کے کیا مراحل بیان کیئے گئے ہیں؟ ۲: اللہ ﷻ کے حکم پر جب کائنات بنی تو آسمان و زمین دونوں ملے ہوئے تھے جنہیں بعد میں اللہ ﷻ نے الگ الگ فرما دیا۔

نوٹ: اللہ ﷻ کے کلمہ کُن سے کائنات کے وجود کا آغاز ہوا، کائنات کے وجود کا آغاز اللہ ﷻ نے مادّہ یعنی (Matter) کی تخلیق کرنے کی صورت میں فرمایا، اس مادّے سے پہلے بڑی بڑی کہکشائیں (Galaxies) وجود میں آئیں، ان کہکشاؤں (Galaxies) سے اربوں سورج بنے، پھر ان سورجوں سے ان کے گرد گردش کرنے والے سیّارے بنے، چنانچہ کائنات میں موجود اربوں کہکشاؤں (Galaxies) میں سے ایک کہکشاں "ملکی وے" (Milky way) ہماری کہکشاں (Galaxy) ہے جس کے کروڑوں سورجوں میں سے ایک ہمارا سورج ہے جس کے گرد گردش کرنے والے آٹھ سیاروں میں سے تیسرا سیارہ زمین ہے۔ چنانچہ ابتدا میں کائنات زمین و آسمان سب ملے ہوئے تھے جنہیں اللہ ﷻ نے علیحدہ کر کے کہکشائیں (Galaxies)، نظام شمسی (Solar System)، سیّارے (Planets) بنا کر علیحدہ علیحدہ کر دیا۔

۳: زندہ چیزوں کو اللہ ﷻ نے کس مادہ سے پیدا فرمایا؟ ۳: اللہ ﷻ نے پانی سے ہر زندہ چیز کو پیدا فرمایا ہے۔

نوٹ: جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق زندہ چیزیں چاہے وہ حیوانات ہوں یا نباتات ان کے جسم کا اکثر حصہ پانی پر مشتمل ہوتا ہے اگر کسی خلیے (Cell) کا جائزہ لیا جائے جو کہ مادّے کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ ہوتا ہے خواہ وہ کسی حیوان کا خلیہ ہو یا کسی نباتات کا خلیہ ہو ہر خلیہ کے اندر Cydoplasm اور Protoplasm کی صورت میں سب سے زیادہ تناسب پانی کا ہوتا ہے۔ آج بھی خلائی سائنس میں دیگر سیاروں پر زندگی تلاش کرنے کے لئے پانی کو تلاش کیا جاتا

ہے اس حقیقت کے ادراک پر کہ ہر زندہ چیز پانی سے بنی ہے اور پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ جن سیّاروں میں پانی دریافت ہوگا وہاں زندہ چیزوں کی موجودگی کا امکان بڑھ جائے گا۔

۴: تخلیق کائنات اور زندگی کی حقیقت کو جاننے کا کیا نتیجہ نکلنا چاہیے؟ ۴: ان عظیم حقیقتوں کو دیکھ کر انسان کو اللہ ﷻ اور اس کی قدرتوں پر یقین کرنا چاہیے۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: اللہ ﷻ کی کن قدرتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: زمین پر پہاڑوں اور کشادہ راستوں کو اللہ ﷻ کی قدرت کی نشانیاں قرار دیا گیا ہے۔

۲: زمین پر پہاڑ بنانے کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: پہاڑ زمین میں توازن پیدا کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔

نوٹ: جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق زمین بڑی تیزی سے اپنے محور کے گرد لٹو کی طرح گردش کر رہی ہے، زمین کی اس گردش کی وجہ سے دن رات بنتے رہتے ہیں، زمین بالکل سیدھی کھڑی ہونے کے بجائے سَن اَرتھ ایکسِز (Sun-Earth axis) پر تیئیس (۲۳) ڈگری زاویے پر جُھکی ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے زمین پر ایک ہی وقت میں دو موسم رہتے ہیں یعنی زمین کے خط استوا (Equater) کے اوپر والے ممالک میں اگر گرمی ہوگی تو زمین کے اِکویٹر کے نیچے والے ممالک میں سردی ہوگی۔ زمین کو اس حالت میں برقرار رکھنے میں پہاڑوں کا بہت بڑا کردار ہے۔

۳: کشادہ راستوں کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: زمین پر موجود قدرتی کشادہ راستے اللہ ﷻ کی قدرت کی ایک نشانی ہیں۔ یہ اس لئے بنائے گئے ہیں تاکہ لوگ آسانی سے ایک مقام سے دوسرے مقام تک سفر کر سکیں۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس نشانی کو بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: ایک عظیم نشانی آسمان کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

۲: آسمان کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے ہمارے لئے آسمان کو محفوظ چھت بنایا ہے۔

نوٹ: قرآن حکیم دنیا میں سات آسمانوں کا ذکر فرماتا ہے جب کہ سائنس ابھی پہلے آسمان سے بھی واقف نہیں ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک زمین کے گرد Atmosphere ایک چھت کی طرح موجود ہے۔ جو زمین کو مختلف خطرات سے بچاتا ہے مثلاً سورج کی خطرناک تابکاری شعاعوں سے۔ خلا میں تیزی سے تیرتے ہوئے پتھروں جنہیں Meteoroids اور Asteroids اور Shooting stars کہتے ہیں ان کو زمین سے ٹکرانے سے بچاتے ہیں۔ Atmosphere ان کو زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی جلا کر ختم کر دیتا ہے۔

۳: ظالموں کی کس نادانی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۳: وہ اللہ ﷻ کی نشانیوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی قدرتِ تخلیق کی کن نشانیوں کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: i۔ رات اور دن کا پیدا فرمانا۔ ii۔ سورج۔ iii۔ چاند۔

نوٹ: رات اور دن کا بننا اللہ ﷻ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے۔ جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق زمین اپنے محور کے گرد لٹو کی مانند گردش کر رہی ہے۔ زمین کی یہ گردش ۲۴ گھنٹے میں مکمل ہوتی ہے۔ اس گردش کے دوران زمین کا جو حصہ سورج کے سامنے آتا ہے وہاں دن ہوتا ہے۔ اور جو حصہ سورج کی روشنی سے اَوٹ میں چلا جاتا ہے وہاں رات ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہر لمحہ زمین کے ایک کنارے پر دن کا آغاز اور دوسرے کنارے پر رات کا آغاز ہو رہا ہوتا ہے۔ یہ معاملہ سال ہا سال سے جاری ہے اور وقت کی پابندی کے ساتھ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اللہ ﷻ چاہے گا۔

۲: سورج، چاند اور باقی تمام اجرام فلکی کے بارے میں کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے ان سب کا راستہ مقرر فرمایا ہے اور یہ سب اجرام فلکی اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں۔

نوٹ: قرآن حکیم جس وقت نازل ہوا تھا اس زمانے کی سائنس یہ سمجھتی تھی کہ زمین ٹھہری ہوئی اور سورج اس کے گرد گردش کر رہا ہے بعد میں Galileo سائنسدان نے دریافت کیا کہ سورج ٹھہرا ہوا ہے اور زمین اس کے گرد گردش کر رہی ہے۔ لیکن انیسویں صدی میں سائنسدانوں پر اس بات کا انکشاف ہوا کہ زمین، سورج، چاند اور دیگر اجرام فلکی اور کہکشائیں (Galaxies) سب متحرک ہیں اور قرآنِ حکیم کے فرمان کے مطابق اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں جیسا کہ سورۃ یٰسین میں بھی سورج کی گردش کا بتایا گیا ہے۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: انسانوں کے بارے میں کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۱: کوئی انسان دنیا میں ہمیشہ کے لئے زندہ نہیں رہ سکتا ہے بالآخر اس پر موت آکر رہے گی۔
۲: مشرکین مکہ کو آپ ﷺ کے بارے میں کیا توقع تھی؟ ۲: مشرکین مکہ سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ چند دنوں میں انتقال کر جائیں گے اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی دعوت اور تعلیمات بھی ختم ہو جائیں گی (معاذاللہ)۔ ۳: مشرکین مکہ کو کس حقیقت کی یاد دہانی کرائی گئی؟ ۳: مشرکین مکہ کو بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو جائے تو یہ مشرکین کون سے ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں۔

نوٹ: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "جو لوگ آج زمین کی پشت پر موجود ہیں آج سے ایک سو سال کے سرے پر ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

آیت نمبر ۳۵: ۱: اس آیت میں تمام جانداروں کے حوالے سے کس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: ہر جاندار پر موت آکر رہے گی۔

عملی پہلو: موت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار آج تک کسی کافر نے بھی نہیں کیا۔ زندگی ایک امتحان ہے موت اس امتحان کے خاتمے کا اعلان ہے جو لوگ اپنی زندگی اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق گزارتے ہیں۔ ان کے لئے موت ایک خوشی کا پیغام ہے کہ موت کے بعد ہی اللہ ﷻ سے ملاقات کا امکان ہے۔ ہمیں موت کو یاد رکھتے ہوئے زندگی اللہ ﷻ کے حکم کے مطابق گزارنی چاہیئے۔

۲: دنیا میں خیر اور شر کیوں رکھا گیا ہے؟ کچھ لوگ امیر اور کچھ غریب، کچھ ذہین اور کچھ عام عقل والے، کچھ خوبصورت اور کچھ عام شکل وصورت والے، کچھ صحت مند اور کچھ بیمار کیوں ہیں؟ ۲: اس لئے کہ اللہ ﷻ انسانوں کو خیر اور شر کے ذریعے آزما سکے۔ ہر لمحہ ایک امتحان ہے۔ کبھی شکر اور کبھی صبر کا امتحان ہوتا ہے۔ یوں یہ زندگی امتحان ہی کے لئے ہے۔ (سورۃ الملک ۶۷، آیت: ۲)
۳: دنیا کی اس آزمائش میں کون لوگ کامیاب ہوں گے؟ ۳: اللہ ﷻ کی نعمتوں پر شکر کرنے والے، مصائب اور مشکلات پر صبر کرنے والے کامیاب ہوں گے۔
۴: موت کے بعد ہمارا کیا معاملہ ہو گا؟ ۴: ہم سب کو لوٹ کر اللہ ﷻ کے پاس جواب دہی اور اعمال کا انجام پانے کے لئے حاضر ہونا ہو گا۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: اس آیت کا کیا شانِ نزول بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: **شانِ نزول:** ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ابو جہل اور ابو سفیان کے پاس سے گزرے جبکہ وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے جب ابو جہل نے آپ ﷺ کو دیکھا تو ہنس پڑا اور ابو سفیان سے کہا یہ عبد مناف کا نبی ہے اس بات پر ابو سفیان غصے میں آگیا اور کہنے لگا کہ کیا تو اس کو عجیب سمجھتا ہے کہ بنو عبد مناف میں سے کوئی نبی ہو؟ نبی کریم ﷺ نے سنا تو ابو جہل کی طرف متوجہ ہوئے اس کو ڈرایا دھمکایا کہ تو اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا تاوقتیکہ تجھ پر بھی وہی عذاب آجائے جو عہد تبدیل کرنے والے پر آیا تھا اس موقع پر اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ۲: آپ ﷺ کے بارے میں مشرکین مکہ کی کس گستاخی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: مشرکین مکہ آپ ﷺ کو دیکھ کر آپ ﷺ کا مذاق اڑایا کرتے تھے (معاذاللہ)۔ ۳: مشرکین مکہ آپ ﷺ کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟ ۳: یہی وہ شخص ہے جو ہمارے معبودوں کو بُرا کہتا ہے۔
۴: اللہ ﷻ نے مشرکین مکہ کی کس بُرائی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۴: مشرکین مکہ آپ ﷺ کا مذاق اُڑانے والے اور خود اللہ ﷻ کا انکار کرنے والے ہیں۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: انسان کی کس کمزوری کا بیان کیا گیا ہے؟ ۱: انسان جلد باز ہے۔
۲: انسان کی جلد بازی سے کیا مراد ہے؟ ۲: انسان فوراً نتیجے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ: "انسان جلد باز واقع ہوا ہے" (بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۱۱) مشرکین مکہ (نضر بن حارث وغیرہ) آپ ﷺ کا انکار کرتے تھے اور مطالبہ کرتے تھے کہ جس عذاب سے آپ (ﷺ) ہمیں ڈراتے ہیں وہ جلدی لے آئیں۔ جیسا کہ سورۃ المعارج ۷۰، آیت: ۱، سورۃ الانفال ۸، آیت: ۳۲ میں آیا ہے کہ "(اے نبی ﷺ) وہ وقت یاد کریں جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ (اسلام) تیری طرف سے حق ہے۔ تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب لے آ"۔
۳: اللہ ﷻ نے کفار کے جلد عذاب طلب کرنے کا کیا جواب دیا؟ ۳: پس تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔
۴: اللہ ﷻ کا عنقریب اپنی نشانیاں دکھانے سے کیا مراد ہے؟ ۴: اس سے مراد اللہ ﷻ کی طرف سے عذاب کی نشانیاں ہیں جیسے غزوہ بدر کی شکست۔

عملی پہلو: انسان کے اندر ایک کمزوری جلد بازی ہے۔ ہمیں اپنی اس کمزوری پر قابو پانا چاہیئے۔ صبر اور مستقل مزاجی کے ساتھ کام کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ نیز نتائج کے حوالے سے بے صبری نہیں کرنی چاہیئے۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تحمل مزاجی اللہ ﷻ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے"۔ (جامع ترمذی)

آیت نمبر ۳۸: ۱: کفارِ مکہ آپ ﷺ سے کس بات کا مطالبہ کرتے تھے؟ ۱: قیامت کے آنے کا وعدہ کب پورا ہو گا۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: کافروں کے مطالبے کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۱: کاش کہ وہ اس وقت کو جانتے جب وہ جہنم میں عذاب بھگت رہے ہوں گے۔

نوٹ: کفار "قیامت کب آئے گی" کا سوال طنزاً پوچھا کرتے تھے۔ اس لئے انہیں اسی انداز میں جواب دیا گیا ہے کہ قیامت کا دن وہ ہو گا جب وہ آگ میں ڈالے جائیں گے۔ یہ وہی انداز ہے جیسے کوئی نالائق طالب علم جس نے وقت ضائع کیا ہو پوچھتا ہے کہ نتیجہ کا دن کب آئے گا تو اسے جواب دیا جاتا ہے کہ نتیجہ کا دن وہ ہو گا جس دن تم اپنے انجام پر شرمندہ اور رسوا ہو رہے ہو گے۔

۲: مشرکین پر جہنم کے عذاب کی کیا کیفیت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: جہنم کی آگ انہیں شدید جھلسا رہی ہو گی۔ نہ وہ اپنے چہروں کو آگ سے بچا سکیں گے اور نہ پیٹھوں کو۔

۳: جہنمیوں کی کون مدد کرے گا؟ ۳: جہنمیوں کی کوئی بھی مدد نہیں کرے گا۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: مشرکین پر قیامت آنے کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: قیامت ان پر اچانک آپڑے گی۔

۲: قیامت کو دیکھنے پر مشرکین کا کیا حال ہو گا؟ ۲: وہ اپنے ہوش کھو دیں گے۔

۳: قیامت کے دن مشرکین کی بے بسی کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟ ۳: نہ تو مشرکین قیامت کو ٹال سکیں گے اور نہ ہی انہیں توبہ کی مہلت دی جائے گی۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: اس آیت میں آپ ﷺ کو کیا تسلی دی گئی ہے؟ ۱: آپ ﷺ کو یہ تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ کفار کے جھٹلانے سے غمگین نہ ہوں آپ ﷺ سے پہلے بھی حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا گیا، ان کا مذاق بنایا گیا۔

۲: انبیاء علیہم السلام کا مذاق اُڑانے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ۲: انبیاء کرام علیہم السلام کا مذاق اور تمسخر کرنے والے اور انہیں جھٹلانے والے اللہ ﷻ کے عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں۔ کفار جس عذاب کا مذاق اُڑاتے تھے یہ عذاب ان پر نازل ہو گیا۔ سابقہ کئی قوموں کی مثالیں موجود ہیں۔

عملی پہلو: آج بھی جو لوگ آپ ﷺ کی مخالفت کر رہے ہیں، آپ ﷺ کو جھٹلا رہے ہیں، آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں، دین اسلام کا مذاق بنا رہے ہیں یہ بھی اطمینان سے نہ بیٹھیں گے ان پر بھی دنیا میں عذاب آسکتا ہے۔ اگر دنیا میں نہیں تو آخرت میں تو ہر کافر کو عذاب میں مبتلا ہونا ہی ہے۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: مشرکین کو اللہ ﷻ کی پکڑ سے کیسے ڈرایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی گرفت سے انہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔

۲: مشرکین کے کس جرم کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: وہ اللہ ﷻ کے ذکر سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

۳: اللہ ﷻ کے ذکر سے منہ پھیرنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کے ذکر یعنی قرآنِ حکیم کا قولی اور عملی انکار کرنا۔ یعنی اس پر ایمان نہ لانا اور عمل نہ کرنا۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: توحید باری تعالیٰ کے لئے کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں جو اللہ ﷻ کی پکڑ سے بچا سکے۔

۲: باطل معبودوں کی حقیقت کیسے واضح کی گئی ہے؟ ۲: وہ باطل معبود مشرکین کی مدد کیا کریں گے جو اپنی مدد آپ نہیں کر سکتے۔

۳: کیا قیامت کے دن اللہ ﷻ مشرکین کی مدد کریں گے؟ ۳: ہرگز نہیں۔ بلکہ مشرکین اللہ ﷻ کی مدد اور حمایت سے محروم رہیں گے۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: اس آیت میں مشرکین کو اللہ ﷻ کے کیا احسانات یاد دلائے گئے ہیں؟ ۱: اللہ ﷻ نے مشرکوں اور ان کے باپ دادا کو دنیاوی مال و دولت دی۔ مگر طویل عرصے سے اللہ ﷻ کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھانے کے باوجود یہ سمجھنے لگے کہ یہ ان کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ ہے جو ان سے کبھی نہیں چھینا جا سکے گا۔ حالانکہ یہ اللہ ﷻ کی عطا ہے اور وہ جب چاہے ان سے چھین لے۔

۲: مشرکین کے مستقبل کی کیا خبر دی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ زمین کو ان کے گرد تنگ کرتا جا رہا ہے۔ یعنی اسلام پھیلتا جا رہا ہے اور کفر مٹتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ فتح مکہ کی صورت میں اسلام سرزمین عرب پر غالب ہو گیا۔

۳: کفر اور اسلام کی جنگ میں کون غالب آنے والا ہے؟ ۳: بالآخر اسلام ہی غالب آئے گا۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: نبی کریم ﷺ کی کس ذمہ داری کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: آپ ﷺ لوگوں کو ڈر سنانے والے یعنی اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔

۲: آپ ﷺ لوگوں کو کس ذریعے سے انذار فرماتے تھے؟ ۲: آپ ﷺ لوگوں کو اللہ ﷻ کی وحی کے ذریعے سے ڈرساتے تھے۔

۳: آپ ﷺ کی بات نہ ماننے والوں کا کیسے ذکر کیا گیا ہے؟ ۳: وہ لوگ ایسے بہروں کی مانند ہیں جنہیں آپ ﷺ کا ڈرانا سنائی ہی نہیں دیتا اور وہ اس سے فائدہ نہیں اُٹھاپاتے۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: انذار سے فائدہ نہ اُٹھانے والوں کو کس بات سے ڈرنا چاہیئے؟ ۱: انہیں اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے۔

۲: منکرین کی کس کیفیت کا بیان ہے؟ ۲: منکرین کی باطنی کیفیت کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ اگرچہ یہ لوگ بظاہر بڑی ڈھٹائی اور بے باکی سے عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں گویا اللہ ﷻ کے مقابلے کے لئے پوری طرح تیار ہیں، لیکن ان کا حال یہ ہے کہ اللہ ﷻ کا عذاب تو بہت بڑی چیز ہے اگر ان کو اس کا ایک ادنیٰ اور معمولی سا جھونکا بھی چھو جائے تو ان کی ساری ڈھٹائی اور گھمنڈ لمحہ بھر میں ختم ہو جائے گا۔

۳: اللہ ﷻ کے عذاب کا ہلکا سا جھونکا پہنچنے پر ایسے لوگوں کا کیا حال ہو گا؟ ۳: وہ اپنی بربادی کا واویلا مچائیں گے اور اقرارِ جُرم کریں کہ ہم ہی ظالم تھے۔ کہ ہم رسول کی دعوت کو قبول کرنے اور حق کو اپنانے کے بجائے ان سے عذاب کا مطالبہ کر رہے تھے۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: قیامت کے دن کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۱: قیامت کے دن اللہ ﷻ انصاف کے لئے ترازو قائم فرمائے گا تاکہ لوگوں کے اچھے بُرے اعمال تولے جائیں، کسی پر کوئی ظلم نہ کیا جائے۔ یہ اللہ ﷻ کی عدالت ہو گی جہاں اعمال کے نتائج سامنے لائے جائیں گے۔

۲: قیامت کے دن کیسے اعمال تولے جائیں گے؟ ۲: قیامت کے دن چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی تولا جائے گا۔ یعنی چھوٹے بڑے سب اعمال تولے جائیں گے۔

عملی پہلو: ہمیں اپنے اعمال کی فکر کرنی چاہیئے۔ قیامت کے دن ایک چھوٹی سی نیکی بھی کام آئے گی اور چھوٹے سے گناہ پر پکڑ ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔

۴: قیامت کے دن کون حساب لے گا؟ ۴: قیامت کے دن اللہ ﷻ ہی حساب لینے کے لئے کافی ہو گا۔

نوٹ: حدیث مبارک میں نبی کریم ﷺ نے یہ دعا سکھائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَسِيْرًا یعنی "اے اللہ مجھ سے آسان حساب لینا"۔ (مسند احمد)

آیت نمبر ۴۸: ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کردہ تورات کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: i۔ تورات حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے۔ ii۔ ہدایت کی روشنی دینے والی ہے۔ iii۔ پرہیز گاروں کے لئے نصیحت ہے۔

نوٹ: قرآنِ حکیم اللہ ﷻ کی آخری کتاب ہے جو حق و باطل میں فرق کرنے والی، ہدایت کی روشنی دینے والی اور پرہیز گاروں کے لئے نصیحت ہے۔

آیت نمبر ۴۹: ۱: پرہیز گاروں کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۱: وہ بغیر دیکھے اللہ ﷻ سے ڈرنے والے اور قیامت کا خوف رکھنے والے ہیں۔

عملی پہلو: قرآنِ حکیم سے ہدایت کے لئے تقویٰ یعنی خوفِ خدا اور فکرِ آخرت ضروری ہے۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: اس آیت میں قرآنِ حکیم کی کیا عظمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: قرآنِ حکیم مبارک نصیحت ہے جسے اللہ ﷻ نے نازل فرمایا ہے۔

۲: قرآنِ حکیم کے حوالے سے منکرین کو کیسے متنبہ کیا گیا ہے؟ ۲: وہ اللہ ﷻ کی اس عظیم نصیحت یعنی قرآنِ حکیم کا انکار نہ کریں۔

عملی پہلو: قرآنِ حکیم کا انکار زبان اور عمل دونوں سے ہوتا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم قرآنِ حکیم کے درج ذیل حقوق ادا کریں۔ i۔ قرآنِ حکیم پر ایمان لائیں۔ ii۔ قرآنِ حکیم کی تلاوت کریں۔ iii۔ قرآنِ حکیم کو سمجھیں۔ iv۔ قرآنِ حکیم پر عمل کریں۔ v۔ قرآنِ حکیم کو دوسروں تک پہنچائیں۔

نوٹ: سورۃ الانبیاء کی بقیہ آیات: ۵۱ تا ۷۳ کے سوال جواب مطالعۂ قرآنِ حکیم حصّہ دوم کے رہنمائے اساتذہ میں قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں ملاحظہ کیئے جاسکتے ہیں۔

آیت نمبر ۷۴: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں حکم یعنی حکمت اور علم عطا فرمایا تھا۔

۲: حکمت اور علم سے کیا مراد ہے؟ ۲: "حکمت" سے مراد صحیح فیصلے کی قوت و صلاحیت اور دانائی ہے۔ "علم" سے مراد وہ علم حق ہے جو وحی کے ذریعہ عطا فرمایا گیا ہو۔ یعنی علم نبوت۔ ۳: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے لوط علیہ السلام پر کیا احسان فرمایا؟ ۳: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں بُرے لوگوں کی بستی سے نجات عطا فرمائی۔

۴: لوط علیہ السلام کی بستی والوں کی کیا بُرائیاں بیان کی گئی ہیں؟ ۴: وہ گندے کام کرنے والے بد کردار لوگ تھے۔

آیت نمبر ۷۵: ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں اپنے عذاب سے بچایا اور ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمایا۔

۲: حضرت لوط علیہ السلام کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کامل نیک لوگوں میں سے تھے۔

نوٹ: حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ کی مزید تفصیلات مطالعۂ قرآنِ حکیم کے حصہ چہارم میں قصہ حضرت لوط علیہ السلام میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

آیت نمبر ۷۶: ۱: حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کن آیات میں فرمایا گیا؟ ۱: آیات: ۷۶ اور ۷۷ میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

۲: حضرت نوح علیہ السلام کا "پہلے پکارنے" سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے زمانے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پکارا تھا۔ یہ اشارہ ہے حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا کی طرف جو ایک مدت دراز تک اپنی قوم کی اصلاح کے لئے مسلسل کوشش کرتے رہنے کے بعد آخر کار انہوں نے مانگی تھی۔ اے رب! "میں مغلوب ہو گیا ہوں، اب میری مدد فرمایئے" (سورۃ القمر ۵۴، آیت: ۱۰) اور "اے رب زمین پر ایک کافر باشندہ بھی نہ چھوڑیئے" (سورۃ نوح ۷۱، آیت: ۲۶) یعنی کافر قوم کو تباہ و برباد کر دیجیے۔ ۳: حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو کیوں پکارا تھا؟ ۳: اپنی کافر قوم کے انکار اور مسلسل نافرمانی پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پکارا تھا۔ ۴: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی پکار کا کیا جواب فرمایا؟ ۴: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان کو اور ان کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات عطا فرمائی۔ ۵: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کس بڑے غم سے نجات عطا فرمائی؟ ۵: قوم کے کفر و شرک، طوفان اور ایذا رسانی یعنی تکلیفیں پہنچانے کے غم سے نجات عطا فرمائی۔

آیت نمبر ۷۷: ۱: قوم کا کیا جرم بیان کیا گیا ہے؟ ۱: وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

۲: قوم نوح علیہ السلام کا کیا انجام ہوا؟ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام کافروں کو طوفان میں غرق کر دیا۔

عملی پہلو: جب لوگ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کھلم کھلا بغاوت پر اتر آتے ہیں اور مہلت دیئے جانے کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف نہیں لوٹتے تو پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عذاب ان کا مقدر بن جاتا ہے۔ ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ کہیں ہم بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات کی مسلسل نافرمانیوں میں تو نہیں لگے ہوئے۔ یہ طرزِ عمل ہمیں بڑی تباہی کی طرف نہ لے جائے۔

نوٹ: حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی مزید تفصیلات مطالعۂ قرآنِ حکیم کے حصّہ اوّل میں قصہ حضرت نوح علیہ السلام میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

آیت نمبر ۷۸: ۱: حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کتنی آیات میں آیا ہے؟ ۱: آیات: ۷۸ سے ۸۰ تک حضرت داؤد علیہ السلام کا اور آیات: ۸۱ سے ۸۲ تک حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے۔

۲: حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام میں کیا رشتہ ہے؟ ۲: حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کے والد بزرگوار ہیں۔

۳: اس آیت میں کس واقعہ کا بیان ہے؟ ۳: حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ایک مقدمہ پیش ہوا جس میں ایک چرواہے کی بکریوں نے ایک شخص کے کھیت کو چَر لیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا کہ چرواہے کی بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں۔

آیت نمبر ۷۹: ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کیا فیصلہ فرمانے کی توفیق عطا فرمائی؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ فیصلہ فرمایا کہ بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں کہ وہ ان بکریوں کے دودھ سے فائدہ اُٹھائے اور کھیت بکری والے کو دے دیا جائے کہ وہ دوبارہ فصل کاشت کرے اور جب فصل اُس حالت پر پہنچ جائے جس حالت میں بکریوں نے اُسے چرا تھا تو پھر یہ کھیت اس کھیت والے کو واپس کر دیا جائے اور بکریاں بکری والے کو واپس دے دی جائیں۔

نوٹ: حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی تھا مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ مصالحت پر مبنی تھا اور قرآن میں ہے وَالصُّلْحُ خَيْرًا۔ اور صلح کروانا بہتر ہے۔

عملی پہلو: ہمیں جب بھی کبھی فیصلہ کرنے کا موقع ملے تو ہمیں ہمیشہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیئے اور کسی فریق پر زیادتی نہیں ہونے دینی چاہیئے۔ تاہم اگر فریقین میں صلح وصفائی کی کوئی صورت پیدا کر دی جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

۲: حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۲: اللہ ﷻ نے ان دونوں کو علم اور حکمت سے نوازا تھا۔

۳: حضرت داؤد علیہ السلام کے کیا معجزات بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۳: جب حضرت داؤد علیہ السلام اللہ ﷻ کی حمد و تسبیح فرماتے تو پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ساتھ اللہ ﷻ کی تسبیح کرتے تھے۔

۴: پہاڑ اور پرندے کس کے حکم پر ایسا کرتے تھے؟ ۴: پہاڑ اور پرندے اللہ ﷻ کے حکم پر حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ اللہ ﷻ کی تسبیح کرتے تھے۔

نوٹ: کائنات کی ہر شے اللہ ﷻ کی تسبیح کرتی ہے لیکن ہمیں ان کی تسبیح کا شعور نہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد باریٔ تعالیٰ ہے "ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو حمد کے ساتھ اس (اللہ) کی تسبیح نہ کرتی ہو۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو"۔ (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: آیت: ۴۴)

آیت نمبر ۸۰: ۱: حضرت داؤد علیہ السلام کا کیا معجزہ بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہے کو نرم فرما دیا تھا۔ وہ اسے موڑ کر نہایت ہلکی اور مضبوط زرہیں تیار کرتے تھے جو لڑائی میں کام دیتی تھیں۔

نوٹ: زرہ لوہے کا بنا ہوا جنگی لباس ہوتا ہے جو دورانِ جنگ جسم کی حفاظت کے لئے عام لباس کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ جنگ کے دوران زرہ تلوار، نیزے اور تیروں وغیرہ سے ایک سپاہی کی حفاظت کرتی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے کنڈے دار حلقہ والی زرہیں بنائیں جن کا زمانہ ۱۰۰۰ قبل مسیح کا ہے۔ اور آج اس کی جدید شکل Bullet Proof Jackets کی صورت میں موجود ہے۔

۲: اللہ ﷻ کی نعمتوں پر ہمیں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیئے؟ ۲: اللہ ﷻ کی نعمتوں پر ہمیں اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

عملی پہلو: جس ہنر اور صنعت کے ذریعے لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوں اس کا سیکھنا سکھانا ثواب کا کام ہے بشرطیکہ نیت خدمتِ خلق کی ہو، صرف کمائی ہی مقصد نہ ہو۔

آیت نمبر ۸۱: ۱: اللہ ﷻ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کیا معجزہ عطا فرمایا تھا؟ ۱: اللہ ﷻ نے تیز ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا جو ان کے حکم سے چلتی تھی۔ ۲: حضرت سلیمان علیہ السلام تیز ہوا سے کیا کام لیتے تھے؟ ۲: حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر تیز ہوا ان کو شام سے یمن اور یمن سے شام لے جاتی تھی۔ ۳: اس آیت میں بابرکت زمین کسے اور کیوں کہا گیا ہے؟ ۳: بابرکت زمین سے مراد شام کی زمین ہے جو روحانی اور مادی نعمتوں کا مرکز رہی ہے۔

نوٹ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک تخت تیار کرایا تھا وہ اپنے وزراء سلطنت سمیت تخت پر بیٹھ جاتے تھے۔ جہاں جانا چاہتے ہَوا کو حکم دیتے وہ اس تخت کو اُڑا کر وہاں لے جاتی۔ اس طرح آپ علیہ السلام مہینوں کی مسافت، لمحوں اور ساعتوں میں طے کر کے وہاں پہنچ جاتے۔

آیت نمبر ۸۲: ۱: اللہ ﷻ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے اور کن چیزوں کو مسخر کیا تھا؟ ۱: اللہ ﷻ نے سرکش جنات (شیاطین) کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے تابع فرما دیا تھا۔ ۲: حضرت سلیمان علیہ السلام جنات سے کیا کام لیتے تھے؟ ۲: جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر گہرے سمندروں میں غوطے لگاتے اور ان کے لئے موتی جواہرات اور قیمتی چیزیں نکالتے اور بڑی بڑی عمارات وغیرہ بناتے تھے۔

۳: حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنات نقصان کیوں نہیں پہنچا پاتے تھے؟ ۳: کیوں کہ اللہ ﷻ اُن سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی حفاظت فرماتا تھا اور اللہ ﷻ نے اُن کو آپ علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا۔

نوٹ: مزید تفصیلات حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہیں۔

آیت نمبر ۸۳: ۱: حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر کتنی آیات میں فرمایا گیا ہے؟ ۱: ان کا ذکر آیات: ۸۳ اور ۸۴ میں فرمایا گیا ہے۔
۲: اس آیت میں حضرت ایوب علیہ السلام کی کس دعا کا ذکر ہے؟ ۲: حضرت ایوب علیہ السلام نے پہنچنے والی تکلیف پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے رحم کی دعا مانگی۔
۳: حضرت ایوب علیہ السلام کو پہنچنے والی تکلیف کیا تھی؟ ۳: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر یہ آزمائش ڈالی کہ آپ علیہ السلام کے بچے فوت ہوگئے، ان کے مال و مویشی تباہ ہوگئے، آپ علیہ السلام خود شدید بیمار ہوگئے اور بیوی کے سوا تمام لوگ ساتھ چھوڑ گئے۔ کچھ بھی باقی نہ رہا۔
۴: حضرت ایوب علیہ السلام نے اس شدید تکلیف میں کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ ۴: انہوں نے تکلیف میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے رحم کی دعا مانگی۔ آپ علیہ السلام ہر حال میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر بجالاتے رہے۔ زبان پر کوئی گلہ شکوہ کبھی نہیں لائے۔ گویا صبر و استقامت کا پہاڑ تھے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والے تھے۔

عملی پہلو: ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم مصائب اور آزمائشوں پر بے صبری اور ناشکری نہ کریں۔ ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی آزمائش پر صبر و برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا چاہیئے۔ معلوم نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فیصلوں میں کون کون سی حکمتیں پوشیدہ ہوں۔

نوٹ: حضرت ایوب علیہ السلام کی جس خصوصیت سے ہمیں متعارف کرایا گیا ہے۔ وہ آپ علیہ السلام کا صبر و شکر ہے۔ آپ علیہ السلام کا ابتدائی زمانہ نہایت خوشحالی کا تھا۔ اس دور میں آپ علیہ السلام ہمیشہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر بجالاتے رہے۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو مصائب سے آزمانا چاہا اور آپ علیہ السلام پر آزمائش کا دور آیا۔ اس طویل دور میں بھی آپ علیہ السلام نے شکر کے ساتھ صبر اور استقامت کا بے مثال مظاہرہ فرمایا۔

آیت نمبر ۸۴: ۱: حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا کا کیا نتیجہ نکلا؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی تمام تکالیف دور فرمادیں اور ان کی صحت، مال اور اولاد میں مزید برکت بھی عطا فرمائی۔ ۲: حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ سے ہمیں کیا نصیحت حاصل ہوتی ہے؟ ۲: ہمیں ہر تکلیف میں شکر کے جذبات کے ساتھ صبر کرنا چاہیئے اور شکوہ شکایت کے بجائے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے رحم کی دعا مانگنی چاہیئے۔

عملی پہلو: محض مصیبت اور آزمائش کو دیکھ کر کسی شخص کی نسبت یہ گمان نہیں کرنا چاہیئے کہ اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کی وجہ سے ایسا ہے۔

آیت نمبر ۸۵: ۱: اس آیت میں کن صبر کرنے والوں کا ذکر ہے؟ ۱: حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا ذکر ہے۔
۲: حضرت ادریس علیہ السلام کون تھے؟ ۲: حضرت ادریس علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں گزرے ہیں۔ آپ علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے آباؤ اجداد میں سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں نجوم و حساب کا علم، قلم سے لکھنا، کپڑا سینا، ناپ تول کے آلات اور اسلحہ بنانا وغیرہ سب ان سے چلا۔ واللہ اعلم۔ شبِ معراج میں حضور نبی کریم ﷺ کی چوتھے آسمان پر ان سے ملاقات ہوئی۔ ۳: حضرت ذوالکفل علیہ السلام کون تھے؟ ۳: یہ بنی اسرائیل کے نیک اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ آپ علیہ السلام نے عبادت کی مشقتوں، بلاؤں اور محنتوں پر صبر کیا۔ اسی وجہ سے آپ علیہ السلام کا ذکر قرآنِ حکیم میں فرمایا گیا ہے۔

آیت نمبر ۸۶: ۱: حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کیا شان بیان فرمائی؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان سب کو اپنی رحمت میں داخل فرمایا اور یہ سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نیک بندوں میں سے تھے۔

آیت نمبر ۸۷: ۱: حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کن آیات میں ہے؟ ۱: حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر آیات ۸۷ اور ۸۸ میں آیا ہے۔
۲: حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی والا کیوں کہا گیا؟ ۲: جب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ہو کر اور انہیں عذاب الٰہی سے ڈرسنا کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا واضح حکم آئے بغیر وہاں سے چل دیئے اور جا کر ایک کشتی میں سوار ہوگئے تو کشتی ڈولنے لگی تو کشتی والوں نے بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر ارادہ کیا کہ ایک آدمی کو نیچے پھینک دیا جائے یا اپنے مفروضات کے مطابق یہ سمجھے کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ بہرحال اس آدمی کے تعین کے لئے تین بار قرعہ ڈالا گیا۔ جو ہر بار حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ یہ دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام دریا میں کود پڑے۔ فوراً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم پر ایک بڑی مچھلی نے انہیں زندہ نگل لیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونس کو اپنے اندر حفاظت سے رکھنا۔ یہ تیری روزی نہیں بلکہ تیرا پیٹ ہم نے ان کا قید خانہ بنایا ہے۔ اس وجہ سے انہیں مچھلی والا کہا گیا ہے۔

۳: حضرت یونس علیہ السلام کس قوم کی طرف بھیجے گئے اور اس قوم کے افراد کی تعداد کتنی تھی؟　　۳: حضرت یونس علیہ السلام بنی اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے تھے مگر انہیں آشور (اسیریا) والوں کی ہدایت کے لئے عراق بھیجا گیا تھا۔ اسی بنا پر آشوریوں کو قوم یونس علیہ السلام کہا جاتا ہے۔ اس قوم کا مرکز اس زمانے میں نینویٰ کا مشہور شہر تھا، جس کے وسیع کھنڈرات آج بھی دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے موجودہ شہر موصل کے عین مقابل پائے جاتے ہیں اور اسی علاقے میں " یونس نبی علیہ السلام" کے نام سے آج بھی ایک بستی مشہور ہے۔ قرآن حکیم نے اس شہر کی آبادی ایک لاکھ سے زائد بتائی ہے۔ (سُوْرَةُ الصّٰٓفّٰت ۳۷، آیت: ۱۴۷)

نوٹ: موصل عراق کے شمال میں ایک مشہور شہر ہے۔ یہ دریائے دجلہ پر آباد ہے اور زیادہ تر کرد لوگوں پر مشتمل ہے۔ یہ ترکی اور شام سے قریب ہے۔

۴: حضرت یونس علیہ السلام کس بات پر غصہ ہوئے؟　　۴: اپنی قوم کے کفر و شرک پر اڑے رہنے پر غصہ ہوئے۔

۵: حضرت یونس علیہ السلام نے قوم سے ناراض ہو کر کیا اقدام فرمایا؟　　۵: حضرت یونس علیہ السلام قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید سنائی اور انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔

۶: حضرت یونس علیہ السلام قوم کو چھوڑ کر کیوں چلے گئے؟　　۶: جب قوم نے ان کی دعوت قبول نہیں کی، نصیحت نہ مانی اور کفر پر قائم رہی تو آپ علیہ السلام نے گمان کیا کہ یہ ہجرت آپ علیہ السلام کے لئے جائز ہے کیونکہ اس کا سبب صرف کفر اور اہل کفر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض رکھنا تھا۔ آپ علیہ السلام نے اس ہجرت کے بارے میں واضح حکم الٰہی آنے سے قبل قوم کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا اور نافرمان قوم کو تین دن میں عذاب الٰہی کے آنے کا وعدہ دے کر غصے یعنی سخت ناراضگی کی کیفیت میں شہر سے نکل گئے۔

۷: حضرت یونس علیہ السلام کن اندھیروں میں تھے؟　　۷: سمندر کا اندھیرا، رات کا اندھیرا اور مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا۔ ان سب اندھیروں میں تھے۔

۸: حضرت یونس علیہ السلام نے ان اندھیروں میں کیا کیا؟　　۸: حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو ان الفاظ میں پکارا "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ"۔

۹: حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی کس بات کی معافی مانگی؟　　۹: اللہ تعالیٰ کے حتمی حکم آنے سے پہلے اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے جانے کی معافی مانگی۔

۱۰: حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا کیا انجام ہوا؟　　۱۰: حضرت یونس علیہ السلام کے ناراض ہو کر جانے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے اثرات کو دیکھ کر قوم نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سے عذاب کو ٹال دیا۔

آیت نمبر ۸۸: ۱: حضرت یونس علیہ السلام کی دعا کا کیا نتیجہ نکلا؟　　۱: اللہ تعالیٰ نے انہیں غم سے نجات عطا فرمادی۔　۲: حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے غم سے کیسے نجات عطا فرمائی؟　　۲: اللہ تعالیٰ کے حکم پر مچھلی نے انہیں کنارے پر آ کر اگل دیا۔　　۳: ایمان والوں کے لئے اس واقعہ میں کیا نصیحت ہے؟　　۳: مصیبت اور غم میں اللہ تعالیٰ کو پکارنے والوں کو اللہ تعالیٰ غم سے نجات عطا فرماتا ہے۔

نوٹ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "(حضرت یونس علیہ السلام) ذوالنون کی وہ دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ کے اندر کی تھی یعنی " لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ " جو مسلمان اپنے کسی مقصد کے لئے ان کلمات کے ساتھ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے گا۔" (مسند احمد، جامع ترمذی)

آیت نمبر ۸۹: ۱: حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟　　۱: حضرت زکریا علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد بزرگوار ہیں۔

۲: حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا کیوں مانگی؟　　۲: حضرت زکریا علیہ السلام چاہتے تھے کہ ان کے بعد بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے علم کا کوئی وارث موجود رہے۔　　۳: حضرت زکریا علیہ السلام نے بہترین وارث کسے قرار دیا؟　　۳: اللہ تعالیٰ کو۔

نوٹ: مزید تفصیلات مطالعہ قرآن حکیم حصہ چہارم میں حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قصوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۹۰: ۱: حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا کیا نتیجہ نکلا؟　　۱: اللہ تعالیٰ نے ان کی بانجھ بیوی کو درست فرمادیا اور بڑھاپے میں انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا عظیم بیٹا عطا فرمایا۔　　۲: حضرت زکریا علیہ السلام کے خاندان کے کیا اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں؟　　۲: i۔ وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے۔ ii۔ اللہ تعالیٰ کو امید اور خوف سے پکارتے تھے۔ iii۔ اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی اختیار کرتے تھے۔

عملی پہلو: ہمیں بھی اپنی عبادت و دعا کے وقت امید اور خوف دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ سے قبول اور ثواب کی امید بھی رکھتے ہیں اور اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے عذاب کا خوف بھی رکھتے ہیں۔

آیت نمبر ۹۱: ۱: اس آیت میں کس کو تمام جہاں والوں کے لئے اللہ ﷻ کی نشانی قرار دیا گیا ہے؟ ۱: حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔

۲: حضرت مریم علیہا السلام کی کیا خصوصیت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: آپ علیہا السلام نے اپنی عصمت کی پوری پوری حفاظت فرمائی تھی۔ یہود نے آپ علیہا السلام پر تہمت لگائی تھی۔ اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم میں ان کی عصمت اور عفت کی پاکی کی گواہی دی۔

۳: اللہ ﷻ نے حضرت مریم علیہا السلام کو کس نعمت سے نوازا؟ ۳: اللہ ﷻ نے ان کی پاک دامنی کا یہ صلہ عطا فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ ان میں اپنی روح کو پھونک کر معجزانہ طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم بیٹے سے نوازا جن کو "کَلِمَۃُ اللّٰہِ" اور "رُوْحُ اللّٰہِ" کا لقب ملا۔ یہی مفہوم سورۃ تحریم ۶۶ کی آیت نمبر: ۱۲ میں بھی آیا ہے "ہم نے مریم میں اپنی روح میں سے پھونکا"۔

۴: اللہ ﷻ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی روح کے ساتھ نسبت دینے سے کیا مراد ہے؟ ۴: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے اپنی روح کے ساتھ نسبت قرار دے کر ان کی عظمت بیان فرمائی۔ جیسا کہ سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۱۲۵ میں خانہ کعبہ کو اللہ ﷻ نے اپنا گھر قرار دے کر اس کو پاک رکھنے کا حکم دیا۔ یعنی خانہ کعبہ کو "بیت اللہ" قرار دینا اس کی عظمت بیان کرنا ہے نہ یہ کہ اللہ ﷻ اس میں رہتا ہے۔ اسی طرح سورۃ الحجر ۱۵ کی آیت: ۲۹ میں حضرت آدم علیہ السلام میں اللہ ﷻ نے اپنی طرف سے (خاص) روح پھونکنے کا ذکر فرمایا۔ اس سے ان کی عظمت کا اظہار کرنا ہے نہ کہ وہ روح پھونکنے سے اللہ ﷻ کے بیٹے بن جائیں گے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں نے یہ عقیدہ بنالیا۔

۵: اللہ ﷻ نے حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کس عظمت اور خصوصیت کا بیان فرمایا؟ ۵: اللہ ﷻ نے انہیں جہان والوں کے لئے نشانی بنا دیا۔ سورہ مومنون ۲۳ کی آیت: ۵۰ میں بھی یہی فرمایا: "اور ہم نے ابن مریم (حضرت عیسیٰ) کو اور ان کی ماں کو نشانی بنا دیا"۔

۶: نشانی بنانے سے کیا مراد ہے؟ ۶: اللہ ﷻ نے انہیں جہان والوں کے لئے اپنی قدرت کاملہ کی نشانی اس لئے بنایا تاکہ ان کو دیکھ کر اور ان کے بارے میں سن کر لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ اللہ ﷻ ہر چیز پر خوب قادر ہے وہ صرف ارادے سے جو چاہے فرما سکتا ہے۔ وہ بغیر باپ کے بھی اولاد پیدا کر سکتا ہے اور بغیر ماں اور باپ کے بھی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

نوٹ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ کے ولادت اللہ ﷻ کی قدرت کا کمال اظہار ہے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش معمول کے مطابق ماں اور باپ دونوں کے ملاپ سے ہوتی تو حضرت مریم علیہا السلام اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام دونوں جہان والوں کے لئے ایک نشانی کیسے بن سکتے؟

آیت نمبر ۹۲: ۱: "تمہاری امت ایک ہی امت ہے" سے کیا مراد ہے؟ ۱: امت سے مراد دین یا ملت ہے یعنی تم سب ایک ہی دین پر ہو یا ایک ہی ملت اسلام پر ہو۔ یعنی دین کے بنیادی اصول تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے نزدیک مشترک ہیں جو ان کی دعوت کی بنیاد ہیں۔ مثلاً توحید و رسالت اور عقیدہ آخرت۔

نوٹ: قرآنِ کریم کی اصطلاح میں لفظ "دین" ان اصول و احکام کے لئے بولا جاتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاء سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک سب انبیاء کرام علیہم السلام میں مشترک ہیں اور لفظ "شریعت" یا "مذہب" فروعی احکام کے لئے بولے جاتے ہیں، جو مختلف زمانوں اور مختلف امتوں میں مختلف ہوتے چلے آئے ہیں: جیسا کہ سورۃ الشوریٰ ۴۲، آیت: ۱۳ میں فرمایا گیا "یعنی اللہ نے تمہارے لئے وہی دین جاری فرمایا جس کی وصیت تم سے پہلے نوح (علیہ السلام) کو اور دوسرے انبیاء کرام (علیہم السلام) کو کی گئی تھی"۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین سب انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک ہی تھا، یعنی اللہ ﷻ کی ذات کا تمام نقائص سے پاک ہونا اور اس کے سوا کسی کا عبادت کے لائق نہ ہونے پر دل سے ایمان اور زبان سے اقرار، روزِ قیامت اور اس میں حساب کتاب اور جزا و سزا اور جنت و دوزخ پر دل سے ایمان لانا اور زبان سے اقرار کرنا، اس کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام اور ان کے لائے ہوئے احکام پر اسی طرح ایمان لانا۔

۲: اللہ ﷻ کا تمام انسانوں سے کیا مطالبہ بیان فرمایا گیا ہے؟ ۲: تمام انسانوں سے اللہ ﷻ کا مطالبہ ہے کہ صرف اور صرف اللہ ﷻ ہی کی عبادت کی جائے۔ (سورہ الذاریات ۵۱، آیت: ۵۶)

آیت نمبر ۹۳: ۱: اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۱: توحید اور عبادات کو چھوڑ کر فرقے فرقے ہو جانا یا گروہوں میں بٹ جانا۔ ایک گروہ تو مشرکین اور کفار کا ہو گیا اور انبیاء و رسل علیہم السلام کے ماننے والے بھی گروہ بن گئے، کوئی یہودی ہو گیا، کوئی عیسائی، کسی نے کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لیا۔

۲: ان گروہوں اور فرقوں کا بالآخر کیا معاملہ ہوگا؟ ۲: ان میں سے ہر ایک کو پلٹ کر اللہ ﷻ کے پاس جانا ہے اور اللہ ﷻ بتادے گا کہ ان میں سے کون صحیح تھا اور کون غلط۔

آیت نمبر ۹۴: ا: کیسے لوگوں کی کوشش کی ناقدری نہیں کی جائے گی؟ ا: وہ لوگ جو نیک اعمال کریں اور صاحب ایمان بھی ہوں۔

۲: صاحب ایمان ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی ان بنیادی ایمانیات کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنا جس کا اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیثِ مبارک میں آپ ﷺ نے فرمایا "ایمان یہ ہے کہ تم اللہ ﷻ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو اور یوم آخرت یعنی قیامت کو حق جانو اور ہر خیر و شر کی تقدیر کو بھی حق جانو"۔ (صحیح مسلم، اسے حدیثِ جبرائیل بھی کہتے ہیں)

۳: ناقدری نہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ۳: یعنی تمام اعمال کی پوری پوری قدردانی کی جائے گی۔ کوئی معمولی سے معمولی نیکی بھی ضائع نہ ہوگی۔ انسان کو اس کے صدق و اخلاص کے مطابق نیکیوں کے اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔ جیسا کہ سورۃ النجم ۵۳ کی آیت: ۴۱ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ " پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا"۔ ۴: انسانوں کے اعمال کے بارے کیا حقیقت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۴: لوگوں کے تمام اعمال لکھے جا رہے ہیں۔

نوٹ: اللہ ﷻ کے ہاں وہی اعمال قابل قبول ہیں جو ایمان کے ساتھ کیئے جائیں۔ یعنی جو عمل ایمان کی کسوٹی پر پورا اترے گا وہی اللہ ﷻ کے ہاں درجہ پائے گا۔

آیت نمبر ۹۵: ا: اس آیت میں کس ناممکن بات کا ذکر کیا گیا ہے؟ ا: جن بستیوں کو اللہ ﷻ نے تباہ و برباد کر دیا ان کے لئے ناممکن ہے کہ وہ پھر نئی زندگی کے ساتھ اس دنیا میں آئیں اور عمل صالح کر کے اپنے پہلے گناہوں کی تلافی کریں یعنی مرنے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اب تو صرف روز قیامت کی زندگی ہوگی جس میں اللہ ﷻ کے حضور لوگوں کو اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے پیش ہونا ہوگا۔

آیت نمبر ۹۶: ا: قربِ قیامت کی کس علامت کا ذکر کیا گیا ہے؟ ا: یاجوج ماجوج کا۔

۲: یاجوج ماجوج کون ہیں؟ ۲: دو قومیں ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد بادشاہ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی آہنی دیوار کو توڑ کر باہر نکل آئیں گی اور ہر ٹیلے اور پہاڑ سے نیچے اُترتی چلی جائیں گی۔ یہ دونوں انسانوں کی ہی قومیں ہیں جو کہ مورخین کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حضرت یافث کی نسل سے ہیں۔ یہ لوگ قدیم زمانے سے متمدن ممالک پر حملے اور لوٹ مار کرتے رہے ہیں۔ لوگوں نے بادشاہ ذوالقرنین سے ان کی شکایت کی کہ آپ برائے مہربانی ان سے حفاظت کے لئے ہمارے لئے ایک دیوار تعمیر کر دیں۔ تاکہ ہم لوگ ان وحشیوں کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں۔ آپ نے آہنی دیوار تعمیر کرا کر ان کو اس میں قید کر دیا۔ اس بات کا ذکر سورہ کہف ۱۸ کی آیات: ۹۳ تا ۹۹ میں ملتا ہے۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "یاجوج وماجوج ہر روز سدِّ ذوالقرنین (ذوالقرنین کی بنائی ہوئی آہنی دیوار) کو کھودتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس آہنی دیوار کے آخری حصہ تک اتنے قریب پہنچ جاتے ہیں کہ دوسری طرف کی روشنی نظر آنے لگے مگر یہ کہہ کر لوٹ جاتے ہیں کہ باقی کو کل کھود کر پار کر دیں گے مگر اللہ ﷻ اس کو پھر ویسا ہی مضبوط درست کر دیتا ہے اور اگلے روز پھر نئی محنت اس کے کھودنے میں کرتے ہیں یہ سلسلہ کھودنے میں محنت کا اور پھر منجانب اللہ اس کی درستگی کا اس وقت تک چلتا رہے گا جس وقت تک یاجوج وماجوج کو بند رکھنے کا ارادہ ہے اور جب اللہ ﷻ ان کو کھولنے کا ارادہ فرمائے گا تو اس روز جب محنت کر کے آخری حد میں پہنچا دیں گے تو اس دن یوں کہیں گے کہ اگر اللہ ﷻ نے چاہا تو ہم کل اس کو پار کر لیں گے (اللہ ﷻ کے نام اور اس کی مشیت پر موقوف رکھنے سے آج توفیق ہو جائے گی) تو اگلے روز دیوار کا باقی ماندہ حصہ اپنی حالت پر ملے گا اور وہ اس کو توڑ کر پار کر لیں گے"۔ (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

نوٹ: ایک حدیث شریف میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ " قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم یہ دس نشانیاں نہ دیکھ لو"۔ i۔ دُھواں۔ ii۔ دجّال۔ iii۔ دابۃ الارض۔ iv۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ v۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول۔ vi۔ یاجوج ماجوج کی یورش۔ vii۔ زمین کا مشرق سے دھنس جانا۔ viii۔ زمین کا مغرب سے دھنس جانا۔ ix۔ زمین کا جزیرۂ عرب میں دھنس جانا۔ x۔ یمن میں عدن کی گہرائی سے ایک آگ کا نکلنا اور لوگوں کو محشر کی طرف ہانکنا۔ (صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

آیت نمبر ۹۷: ۱: اللہ ﷻ کے کس وعدے کے قریب آنے کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: قیامت کے قریب آنے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

۲: قیامت کے آنے پر کافروں کی کیا کیفیت ہوگی؟ ۲: کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

نوٹ: قیامت کے واقع ہونے سے پہلے سب نیک لوگوں کو اٹھا لیا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ "قیامت ان لوگوں پر آئے گی جو لوگوں میں سب سے بدتر ہوں گے"۔ (صحیح مسلم) تو یہ بدترین کافر لوگ جب قیامت واقع ہونے کا منظر دیکھیں گے تو ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

۳: قیامت آنے پر کفار کیا کہیں گے؟ ۳: قیامت کو دیکھ کر کفار اقرارِ جُرم کریں گے اور وہ مانیں گے کہ وہ غفلت میں تھے اور وہ خود ہی ظالم تھے۔

آیت نمبر ۹۸: ۱: مشرکین اور باطل معبودوں کا کیا انجام ہوگا؟ ۱: مشرکین اور اللہ ﷻ کے سوا جو دوسرے معبود بنائے گئے ہیں یعنی بُت وہ سب دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

نوٹ: اس آیت کے حوالے سے دورِ نبوی ﷺ میں ایک اعتراض اُٹھایا گیا کہ مشرکین کے معبود (بتوں) کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتوں کی بھی عبادت کی گئی تو کیا انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں کے ساتھ بھی دوزخ کا معاملہ ہوگا (معاذاللہ)۔ اس کا جواب آیت: ۱۰۱ میں دیا گیا کہ "جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے اچھے انجام کا وعدہ پہلے ہی ہو چکا وہ اس سے دور رکھے جائیں گے"۔ یعنی اللہ ﷻ کے مقرب بندے (انبیاء کرام علیہم السلام، فرشتے اور صالحین) جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔ قرآنِ حکیم میں دوسرے کئی مقامات پر بھی انبیاء کرام علیہم السلام اور اہل ایمان کے بارے میں ان کے آگ سے محفوظ رکھے جانے اور جنت میں داخل کیئے جانے کی بات اس کثرت سے بیان ہوئی ہے کہ کسی غلط فہمی کے لئے ادنیٰ سی گنجائش بھی باقی نہیں رہتی۔

آیت نمبر ۹۹: ۱: مشرکین کے گھڑے ہوئے بتوں اور معبودوں کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۱: اگر وہ سچے معبود ہوتے تو وہ جہنم میں داخل نہ کیئے جاتے۔

۲: مشرکین اپنے بتوں کے ساتھ جہنم میں کتنا عرصہ رہیں گے؟ ۲: ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

عملی پہلو: مشرکین کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر تمہارے گھڑے ہوئے معبود واقعی معبود ہوتے تو بااختیار ہوتے اور تمہیں جہنم جانے سے روک لیتے۔ لیکن وہ تو خود جہنم میں بطورِ عبرت کے جا رہے ہیں۔ تمہیں جانے سے کس طرح روک سکتے ہیں۔ اسی طرح سورۃ ابراھیم ۱۴ کی آیت: ۲۱ میں فرمایا گیا ہے کہ وہ خود کہیں گے کہ "برابر ہے کہ ہم چیخ و پکار کریں یا صبر و برداشت سے کام لیں۔ اب ہمارے لئے رہائی اور چھٹکارے کی بہر حال کوئی صورت نہیں" اللہ ﷻ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین۔

آیت نمبر ۱۰۰: ۱: مشرکین کی جہنم میں کس کیفیت کا تذکرہ کیا گیا ہے؟ ۱: مشرکین جہنم میں چیخ و پکار کے سوا کچھ نہ سن سکیں گے۔

آیت نمبر ۱۰۱: ۱: کیسے لوگ جہنم سے دور رکھے جائیں گے؟ ۱: وہ خوش نصیب جن کے لئے اللہ ﷻ کی طرف سے بھلائی مقرر ہو چکی ہے۔

نوٹ: اسی سورت کی آیت: ۹۸ کے حوالے سے اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام، فرشتے اور صالحین اللہ ﷻ کے نیک بندے تھے جن کی نیکیوں کی وجہ سے اللہ ﷻ کی طرف سے ان کے لئے جنت کی ابدی نعمتیں ہیں اور یہ جہنم سے دور ہی رہیں گے۔

۲: کیا اللہ ﷻ نے بعض لوگوں کو جنت کے لئے اور بعض لوگوں کو جہنم کے لئے پیدا فرما دیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر ارشاد فرمایا کہ اللہ ﷻ نے انسانوں اور جنوں کو اختیار دیا ہے لیکن اللہ ﷻ جانتا ہے کہ انسانوں اور جنوں میں سے کون کون اپنے اختیار کا صحیح استعمال کر کے جنت میں جائیں گے اور کون کون جہنم واصل ہوں گے۔ سورۃ الدھر ۷۶ کی آیات: ۲، ۳ میں اللہ ﷻ انسان کے اس اختیار کے بارے میں فرماتا ہے "بے شک ہم نے اسے (حق و باطل میں تمیز کرنے کے لئے شعور و بصیرت کی) راہ بھی دکھا دی (اب) خواہ وہ شکر گزار ہو جائے یا ناشکرا بنا رہے"۔

آیت نمبر ۱۰۲: ۱: خوش نصیب لوگوں کو جہنم سے کتنا دور رکھا جائے گا؟ ۱: وہ جہنم سے اتنا دور ہوں گے کہ جہنم کی آہٹ تک نہ سن سکیں گے۔

۲: جنت میں نیک لوگوں کا کیا اکرام کیا جائے گا؟ ۲: وہ اپنی من پسند چیزوں میں ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

آیت نمبر ۱۰۳: ۱: قیامت کی بڑی گھبراہٹ کے وقت نیک لوگوں کی کیا کیفیت ہوگی؟ ۱: قیامت کی وہ بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی اور فرشتے نیک لوگوں کا استقبال کریں گے۔

نوٹ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ" فزع اکبر سے مراد صور کا نفخہ ثانیہ ہے جس سے سب مردے زندہ ہو کر حساب کے لئے کھڑے ہوں گے بعض حضرات نے نفخہ اولیٰ کو فزع اکبر قرار دیا ہے"۔(مسند ابویعلیٰ، بیہقی)

۲: فرشتے نیک لوگوں سے کیا کہیں گے؟ ۲: فرشتے کہیں گے کہ یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

عملی پہلو: ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیئے کہ ہم قیامت کی اس شدید اور بڑی گھبراہٹ سے بچنے کے لئے کیا تیاری کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ سچی توبہ اور استغفار کے ساتھ اللہ ﷻ سے ان لوگوں میں شامل فرمانے کی دعا مانگنی چاہیئے جن کا فرشتے بہترین استقبال کریں گے۔

آیت نمبر ۱۰۴: ۱: قیامت کے دن آسمان کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۱: آسمان کو ایسے لپیٹ دیا جائے گا جیسے لکھے ہوئے کاغذ لپیٹ دیئے جاتے ہیں۔

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کے کس وعدے کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۲: قیامت کے دن اللہ ﷻ بندوں کو اسی طرح پیدا فرمائے گا جس طرح پہلی بار پیدا فرمایا تھا۔

۳: قیامت کے بارے میں کیسے یقین دہانی فرمائی گئی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ فرما رہا ہے کہ ہم ایسا ضرور کریں گے یعنی قیامت ضرور آئے گی۔

آیت نمبر ۱۰۵: ۱: زبور میں اللہ ﷻ نے کیا پیشن گوئی فرمائی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے نصیحت کے بعد یہ پیشن گوئی فرمائی ہے کہ زمین کے وارث اللہ ﷻ کے نیک بندے ہوں گے۔

۲: یہاں کون سی زمین مراد ہے؟ ۲: اکثر مفسرین کے نزدیک اس جگہ زمین سے مراد جنت کی زمین ہے۔

عملی پہلو: دنیاوی زمین کی وراثت مشیت الٰہی کے تحت مومن اور کافر، فرماں بردار اور نافرمان سب کو ملتی ہے مگر جزائے اعمال کے طور پر نہیں بلکہ امتحان کے طور پر۔ اس کے برعکس آخرت میں اللہ ﷻ اپنے بندوں میں سے صرف مومنین صالحین کو جنت کا وارث بنائے گا امتحان کے طور پر نہیں بلکہ اس نیک رویے کی ابدی جزا کے طور پر جو انہوں نے دنیا میں اختیار کیا تھا۔ یہ ذکر زیادہ واضح الفاظ میں سورۃ زمر ۳۹ کی آیت:۷۴ میں ارشاد ہوا ہے۔"اور اہل جنت کہیں گے کہ ہر طرح کی تعریف اللہ کو سزاوار ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں وہیں رہتے ہیں"۔

نوٹ: دنیاوی زمین کی وراثت کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ زمین اللہ ﷻ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے، گویا اس موجودہ دنیا میں زمین کی وراثت کے لئے ضروری نہیں کہ وہ نیک لوگوں کو ہی ملے۔ بلکہ بدکردار اور فاسق و فاجر بھی اس پر قابض ہو سکتے ہیں۔ ہاں اللہ ﷻ کا یہ وعدہ ضرور ہے کہ جو ایماندار اپنے دعویٰ ایمان میں اور صالح اعمال کرنے میں سچے اور مخلص ہیں۔ اللہ ﷻ حق و باطل کے معرکہ میں انہیں ہی کامیاب کرتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ اٰل عمران ۳، آیت:۱۳۹ میں فرمایا گیا ہے "اور اگر تم (اپنے اقوال و اعمال میں) مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے"۔ یہی مفہوم سورہ نور ۲۴ کی آیت:۵۵ میں بھی ہے۔"اللہ ﷻ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اللہ ﷻ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوط کرے گا جسے اللہ ﷻ نے ان کے حق میں پسند فرمایا ہے اور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ فاسق ہیں"۔

آیت نمبر ۱۰۶: ۱: اس آیت میں قرآنِ حکیم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: قرآنِ حکیم ایک بڑا پیغام ہے عبادت گزار لوگوں کے لئے۔

۲: بڑا پیغام ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: عبادت گزاروں کے لئے ان آیات میں ایک بڑی ہدایت کی خوشخبری ہے کہ اگر وہ ان آیات پر عمل پیرا ہوں گے تو یقیناً منزلِ مقصود کو پالیں گے۔ عبادت گزاروں سے مؤمنین مراد ہیں۔

عملی پہلو: ہمیں چاہیئے کہ ہم قرآنِ حکیم سے اپنا تعلق مضبوط کریں، اس کے احکامات پر عمل کریں تاکہ اللہ ﷻ کی رضا حاصل ہو اور وہ ہمیں ارضِ جنت کا وارث بنائے۔

آیت نمبر ۱۰۷: ۱: اس آیت میں آپ ﷺ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اللہ ﷻ رحمت فرمانے والا ہے اور آپ ﷺ اللہ ﷻ کی رحمت ہیں۔

۲: آپ ﷺ کس حوالے سے تمام انسانوں کے لئے رحمت ہیں؟ ۲: آپ ﷺ کا ایک ایک قول اور ایک ایک عمل نیز آپ ﷺ کا لایا ہوا عادلانہ اور منصفانہ نظام تمام انسانوں کے لئے خیر اور زمین سے فساد کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ ہی کی تعلیمات میں تمام مسائل کا حل ہے۔

نوٹ: مومن کے لئے تو آپ ﷺ دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لئے آپ ﷺ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ ﷺ کی بدولت تاخیرِ عذاب ہوئی۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا کائنات کی سب چیزوں کے لئے رحمت ہونا اس طرح ہے کہ اس دنیا میں قیامت تک ذکر اللہ ﷻ اور عبادت آپ ﷺ ہی کے دم قدم اور تعلیمات سے قائم ہے اور جب تک اللہ ﷻ کا ذکر موجود ہے قیامت نہیں آئے گی اور اس کے بعد سب فنا ہو جائے گا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں اللہ ﷻ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں"۔ (ابن عساکر) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں اللہ ﷻ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں تاکہ (اللہ ﷻ کے حکم ماننے والی) ایک قوم کو سربلند کردوں اور دوسری قوم (جو اللہ ﷻ کا حکم ماننے والی نہیں ان کو) پست کردوں"۔

۳: آپ ﷺ کی رحمت کا تقاضا کیا ہے؟ ۳: آپ ﷺ کے رحمت العالمین ہونے کا تقاضا ہے کہ ہم آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت پر عمل کریں تاکہ اس ہدایت سے ہمیں بھی وہ ثمرات حاصل ہوں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کو حاصل ہوئے۔

آیت نمبر ۱۰۸: ۱: آپ ﷺ کے علم کا کیا خصوصی ذریعہ بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: آپ ﷺ پر اللہ ﷻ وحی کے ذریعہ علم نازل فرماتا ہے۔

۲: آپ ﷺ کی تعلیمات کا خلاصہ کیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ ہی تمام مخلوقات کا واحد معبود ہے۔ ۳: تمام انسانوں سے اللہ ﷻ کا کیا مطالبہ ہے؟

۳: تمام انسان صرف اللہ ﷻ ہی کی فرماں برداری اختیار کریں۔

عملی پہلو: پوری شریعت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا کام صرف ایک معبود کی عبادت یعنی ایک مالک کی غلامی و بندگی ہے۔ اِس نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے جو حکم دیا ہے اس کو کرنا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "اور رسول تم کو جو کچھ عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو منع فرمائیں اس سے باز رہو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔" (سورۃ الحشر ۵۹، آیت:۷)

آیت نمبر ۱۰۹: ۱: آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے منہ موڑنے والوں کو کس بات سے خبردار کیا جارہا ہے؟ ۱: آپ ﷺ کا کام اللہ ﷻ کے نافرمانوں کو اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرسنانا ہے۔ دعوت کو منوانا اور زبردستی قبول کرانا آپ ﷺ کی ذمہ داری نہیں۔

نوٹ: یہ قانون قدرت ہے کہ جب قومیں نافرمانی اور سرکشی میں حد سے بڑھ جاتی ہیں اور اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو پس پشت ڈال دیتی ہیں تو اللہ ﷻ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے اور پھر پے در پے عذاب آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ جو انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ ہمیں سابقہ قوموں کے عبرت ناک انجام اپنے سامنے رکھ کر اپنے اعمال کی اصلاح کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۱۰: ۱: اللہ ﷻ کے کمال علم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ بلند آواز سے کی گئی بات بھی جانتا ہے اور وہ باتیں بھی جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور ہمارے سِوا کسی کو معلوم نہیں ہوتیں۔

آیت نمبر ۱۱۱: ۱: نافرمانوں پر اللہ ﷻ کے عذاب آنے میں تاخیر کی کیا حکمتیں بیان کی گئی ہیں؟ ۱: i۔ عذاب میں تاخیر کی پہلی حکمت یہ ہے کہ یہ ان کے لئے ایک امتحان ہے کہ وہ اس سے فائدہ اُٹھا کر توبہ کرتے ہیں یا اپنے گناہوں میں آگے بڑھتے ہیں۔ ii۔ یہ مہلت ہے نافرمانوں کے لئے کہ وہ دنیا سے کچھ اور تھوڑا سا فائدہ اُٹھا لیں اس سے پہلے کہ ان پر اللہ ﷻ کا عذاب آپڑے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ ﷻ کے عذاب میں پڑے رہیں۔ یعنی مزید سے مزید گناہ کر کے اور زیادہ عذاب کے مستحق ہو جائیں۔

آیت نمبر ۱۱۲: ۱: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی کس دعا کا بیان ہے؟ ۱: آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ کافروں اور نافرمانوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمادے یعنی کفار کو سزا اور مسلمانوں کو جزا عطا فرما۔ ۲: نافرمانوں کے کفریہ اور شرکیہ باتوں پر ہمیں کس سے مدد طلب کرنی چاہیئے؟ ۲: اللہ ﷻ سے جو نہایت مہربان ہے۔ وہ فوراً عذاب نازل نہیں کرتا بلکہ سنبھلنے کے لئے مہلت دیتا ہے اور توبہ کا موقع عطا فرماتا ہے۔

نوٹ: اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کفار میں سے بعد ازاں ایسے ایسے لوگ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے جنھوں نے اپنے ابتدائی کفریہ دور میں اہل ایمان کو شدید نقصان پہنچایا لیکن بعد میں اسلام کو پھیلانے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ (مثلاً غزوہ اُحد کے سپہ سالار حضرت سفیان رضی اللہ عنہ، اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے

شدید نقصان پہنچایا۔ سفر طائف آپ ﷺ کو تکالیف پہنچانے والا قبیلہ بنی ثقیف تھا جن کی بعد کی نسل میں ایک نوجوان نیک شخص محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ آئے جن کے ذریعے جنوبی ایشیا میں خوب اسلام کی اشاعت ہوئی)

عملی پہلو: ہمیں حق کی دعوت کے نتیجے میں لوگوں کی کڑوی اور سخت باتوں سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اللہ ﷻ سے ان کی ہدایت کے لئے دعا مانگنی چاہیئے جیسا کہ اسوۂ رسول ﷺ سے ثابت ہے۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) کون سے نبی علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے؟

(الف) حضرت اسحاق علیہ السلام　✓(ب) حضرت یعقوب علیہ السلام　(ج) حضرت لوط علیہ السلام

(۲) اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ یہ کس نبی علیہ السلام دعا کی ہے؟

(الف) حضرت یونس علیہ السلام　(ب) حضرت زکریا علیہ السلام　✓(ج) حضرت ایوب علیہ السلام

(۳) اللہ ﷻ نے ہر جاندار شے کو کس چیز سے بنایا ہے؟

(الف) آگ سے　✓(ب) پانی سے　(ج) آکسیجن سے

(۴) ذوالنون سے کون مراد ہیں؟

(الف) حضرت ایوب علیہ السلام　✓(ب) حضرت یونس علیہ السلام　(ج) حضرت ادریس علیہ السلام

(۵) اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو کس کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے؟

(الف) تمام نیک لوگوں کے لئے　(ب) تمام مسلمانوں کے لئے　✓(ج) تمام جہان والوں کے لئے

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیئے:

۱- مشرکین کی طرف سے آپ ﷺ پر کیئے جانے والے پانچ اعتراضات تحریر کریں؟

۱۔ آپ ﷺ صرف ایک عام انسان ہیں۔ (معاذ اللہ) (آیت:۳)

۲۔ آپ ﷺ کے پاس جادو ہے۔ (معاذ اللہ) (آیت:۳)

۳۔ آپ ﷺ خواب و خیال کی باتیں کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ) (آیت:۵)

۴۔ آپ ﷺ نے قرآن کو خود بنالیا ہے۔ (معاذ اللہ) (آیت:۵)

۵۔ آپ ﷺ شاعر ہیں۔ (معاذ اللہ) (آیت:۵)

۲- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی بے بسی کو اپنی قوم کے سامنے کیسے واضح کیا؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت خانہ میں جا کر ایک بڑے بُت کے سوا تمام بتوں کو توڑ دیا اور لوگوں کے پوچھنے پر ان سے کہا کہ اس بڑے بت سے پوچھ لو۔ اس پر لوگوں نے خود اعتراف کیا کہ یہ بت نہیں بول سکتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ جو بت اپنی حفاظت نہیں کر سکتے وہ تمہیں کس طرح کسی تکلیف سے بچا سکتے ہیں۔ (رکوع:۵)

۳- حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جانے والی کوئی دو دو خاص نعمتیں اور فضیلتیں تحریر کریں؟

ا۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تو پہاڑ ان کے ساتھ تسبیح کرتے۔ (آیت:۷۹)

۲۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تو پرندے ان کے ساتھ تسبیح کرتے۔ (آیت:۷۹)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا۔ (آیت:۸۱)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے سرکش جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا۔ (آیت:۸۲)

۴- سورۃ الانبیاء کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتاب "زبور" کی کس پیشن گوئی کا ذکر فرمایا ہے؟

زمین کا وارث اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو بنائے گا۔ (آیت:۱۰۵)

۵- اس سورت کے پہلے رکوع میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں بیان کیئے گئے کوئی چار مشترکہ حقائق تحریر کریں؟

ا۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام انسان تھے۔

۲۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔

۳۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کھانا کھاتے تھے۔ یعنی روزمرہ زندگی کے معاملات اختیار فرماتے تھے۔

۴۔ کوئی نبی علیہ السلام ہمیشہ دنیا میں رہنے والے نہیں تھے۔

سُوْرَةُ الْحَجّ

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر ۱: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۵۷،۵۸) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: اس سورت اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۶۰،۶۱) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۶۲،۶۴) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۴: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۶۶،۶۸) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۵: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ:

اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیئے:

۱۔ اللہ ﷻ کے خوف، یوم جزا اور یوم حساب کا بیان۔
۲۔ مشرکین کی ضد، ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی پر حکم باری تعالیٰ۔
۳۔ شیطان کی حقیقت۔
۴۔ حیات بعد الموت کی ایک مثال سے وضاحت۔
۵۔ مشرکین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ سے نصیحت۔
۶۔ سابقہ امتوں کے احوال سے عبرت۔
۷۔ روزِ قیامت کی حقیقت۔
۸۔ شیطان کی گمراہ کن باتوں پر مسلمانوں کو تسلی۔
۹۔ عظمتِ قرآن کا بیان۔
۱۰۔ جہاد کا حکم اور بشارت۔
۱۱۔ گروہِ انسانی کی اقسام کا ذکر۔
۱۲۔ فرشتوں اور بندوں پر نعمت باری تعالیٰ اور اس نعمت کا حاصل۔

ربط سورت:

۱۔ سورۃ الانبیاء میں مشرکین کو بُرے انجام اور شامتِ اعمال سے ڈرایا گیا اور مومنین کو فتح، اقتدار اور خوشحالی کی خوش خبری دی گئی۔ سورۃ الحج میں اس خوشخبری کی عملی تعبیر کے لئے مشرکین کے خلاف جنگ کی اجازت دی گئی جو کہ اللہ ﷻ کی مدد سے ان کے لئے فتح و کامیابی کا ذریعہ بنے گی۔

۲۔ سورۃ الانبیاء کا اختتامی مضمون قیامت کی ہولناکیوں کا بیان تھا جن سے بچنے کے لئے توحید و رسالت کے تقاضے پورے کرنا لازم ہے۔ سورۃ الحج میں اسی مضمون کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ سورۃ الانبیاء کے آخر میں آپ ﷺ کو رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ کا لقب عطا فرمایا گیا۔ سورۃ الحج کے آخر میں آپ ﷺ کی ذمہ داری لوگوں پر دین کی گواہی اللہ ﷻ کی طرف سے بتائی گئی ہے۔ کیونکہ عالمین پر آپ ﷺ کی رحمت کا سب سے بڑا مظہر قرآنِ حکیم ہے۔ جو دینی تعلیمات کا سب سے بڑا سرچشمہ اور اللہ ﷻ کی طرف سے لوگوں کے لئے کتابِ ہدایت ہے۔

آیت نمبر۱: ۱: اس سورت کے اہم مضامین کون کون سے ہیں؟ ۱: آیات: ۱تا۲۴ میں آخرت پر ایمان کا بیان۔ ii۔ آیات: ۲۵ تا ۳۷ حج اور قربانی کا ذکر۔ iii۔ آیات: ۳۸ تا ۴۱ جہاد بالسیف (قتال) کی اجازت۔ iv۔ آیات: ۴۲ تا ۷۲ مشرکین سے کش مکش کا بیان۔ v۔ آیات: ۷۳ تا ۷۸ قرآنِ حکیم کی دعوت کا بیان۔ ۲: رب سے ڈرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی نافرمانی اور ناراضگی سے بچنا۔

۳: تمام انسانوں کو کس حادثے سے ڈرایا گیا ہے؟ ۳: قیامت کے ہولناک زلزلے سے ڈرایا گیا ہے۔ قیامت کے زلزلے کا ذکر قرآنِ حکیم میں کئی دوسرے مقامات پر آیا ہے مثلاً سورۃ الزلزال ۹۹ کی ابتدائی آیات، سورۃ النازعات ۷۹، سورۃ الواقعہ ۵۶ اور سورۃ المزمل ۷۳ وغیرہ۔

شانِ نزول: یہ آیت نبی کریم ﷺ پر بحالت سفر نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے بلند آواز سے اس کی تلاوت شروع فرمائی۔ رفقاء سفر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کی آواز سن کر جمع ہوگئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کرکے زلزلۂ قیامت کے بارے میں اور جہنم کے حوالے سے تفصیلی ذکر فرمایا۔

عملی پہلو: سورت کے آغاز ہی میں تمام انسانوں کو مخاطب کرکے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو انہیں قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ تقویٰ پر آمادہ کرنے والی سب سے بڑی چیز عقیدۂ آخرت ہے۔ اس لئے سب سے پہلے قیامت ہی کے کچھ احوال کا ذکر فرمایا گیا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس کی فکر پیدا ہو اور ان میں اس حوالے سے سنجیدگی آئے۔ قیامت کی ہولناکیوں سے بچنے کا ایک ہی طریقہ تقویٰ اختیار کرنا ہے۔

آیت نمبر۲: ۱: قیامت کے دن کی ہولناکی کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟ ۱: قیامت کے دن ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بُھلا دے گی، حمل گر جائیں گے اور لوگ مدہوشی کے عالم میں ہوں گے۔ ۲: لوگ مدہوشی کی حالت میں کیوں ہوں گے؟ ۲: اللہ ﷻ کا عذاب اتنا شدید ہوگا کہ لوگ ہوش کھو بیٹھیں گے۔

نوٹ: ماں کی ممتا کا جذبہ ضرب المثل ہے۔ ایک ماں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر بھی اپنے بچے کی حفاظت کرتی ہے اور اس پر کسی صورت آنچ نہیں آنے دیتی۔ اپنے بچے سے محبت کا یہ جذبہ حیوانوں میں بھی اسی شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ البتہ قیامت کا دن ایسا سخت ہوگا کہ اس کی ہولناکی کے باعث دودھ پلانے والی مائیں، چاہے وہ انسان ہوں یا حیوان، اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھی بھول جائیں گی۔

آیت نمبر۳: ۱: توحید کے متعلق جھگڑا کرنے کا یعنی اللہ ﷻ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو شریک کرنا، ۱: کفار اور سرکش لوگوں کے کس جھگڑے کا بیان ہے؟ اور بعض مفسرین کے نزدیک اللہ ﷻ کے وجود کے بارے میں جھگڑنا، یا اللہ ﷻ کے احکام جیسے قیامت، موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، جزاوسزا کے بارے میں جھگڑا کرنا۔

۲: اللہ ﷻ کے بارے میں جھگڑنے والوں کی کس بُرائی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: وہ سرکش شیاطین کی پیروی کرنے والے ہیں۔

آیت نمبر۴: ۱: شیطان کو دوست بنانے والوں کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ ۱: شیطان انہیں گمراہ کردے گا اور جہنم کا راستہ دکھائے گا۔

عملی پہلو: ہمیں ہر وقت اللہ ﷻ کا ذکر کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ شیطان اللہ ﷻ کی یاد سے غافل رہنے والے کا ساتھی بن جاتا ہے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور اُسے نیکیوں سے روکتا ہے۔ سورۃ الزخرف ۴۳ کی آیت: ۳۶ میں آتا ہے کہ "اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر شیطان مقرر کردیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے"۔

آیت نمبر۵: ۱: موت کے بعد دوبارہ زندہ کیئے جانے کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱: جو اللہ ﷻ انسان کو مٹی اور نطفے سے پیدا کرسکتا ہے وہ اللہ ﷻ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ بھی زندہ کرسکتا ہے۔

۲: انسان کے مادۂ تخلیق "نطفہ" کا مٹی سے کیا ربط ہے؟ ۲: مٹی، جو کہ مادہ تخلیق اول ہے یعنی تمام انسانوں کے والد حضرت آدم علیہ السلام کو اس سے بنایا گیا۔ جبکہ اب انسانوں کی بقا کا تسلسل نطفے کے ذریعہ جاری ہے اور نطفہ بھی مٹی سے بنتا ہے، یعنی نطفہ انسان کی خوراک سے بنتا ہے اور انسان کی ساری خوراک مٹی سے حاصل ہوتی ہے مثلاً فصلیں، پھل، اسی طرح جانوروں سے جو گوشت حاصل ہوتا ہے تو جانور بھی زمین کا سبزہ چرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے اندر گوشت اور دودھ پیدا ہوتا ہے اور انسان یہ ساری چیزیں استعمال کرتا ہے اور اس خوراک سے پھر نطفہ بنتا ہے گویا یہ نطفہ بھی مٹی ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

۳: رحم مادر میں انسان کی تخلیق کے کیا مراحل بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۳: رحم مادر میں انسان کی تخلیق کے تین مراحل بیان فرمائے گئے ہیں نطفہ سے علقہ، علقہ سے مضغہ اور مضغہ سے بچہ۔ ۴: رحم مادر میں انسان کی تخلیق کے مراحل کتنے عرصے میں مکمل ہوتے ہیں؟ ۴: چھ سے نو ماہ میں۔

۵: انسان کی پیدائش کے بعد اس کی زندگی کے کیا مراحل بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۵: انسان ایک بچے کی صورت میں پیدا ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ اپنی جوانی کو پہنچتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس کی عمر ڈھلتے ڈھلتے انتہائی بڑھاپے تک پہنچ جاتی ہے۔

۶: انتہائی بُڑھاپے میں انسان کی کیا کیفیت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۶: انتہائی بڑھاپے میں انسان ایسا ہو جاتا ہے کہ سب کچھ جان کر بھی نہ جاننے والا۔ یعنی بہت سی باتوں کو یاد رکھنے والے انتہائی بُڑھاپے کی عمر کو پہنچ کر سب کچھ بھول جاتے ہیں۔

۷: انسان پر موت کب آئے گی؟ ۷: یہ اللہ ﷻ کی مرضی ہے بعض دفعہ اللہ ﷻ بچپن ہی میں موت طاری فرما دیتا ہے اور بعض دفعہ ایک انسان کو جوانی تک مہلت دی جاتی ہے اور بعض لوگوں کو انتہائی بُڑھاپے تک عمر دے دی جاتی ہے لیکن بہر حال ہر انسان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

۸: انسان کو اس کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کیئے جانے کی کیا مثال بیان فرمائی گئی ہے؟ ۸: اللہ ﷻ نے انسان کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے ایک آفاقی مثال زمین کی دی ہے کہ جس طرح ایک بنجر زمین ایک مُردہ کی مانند ہوتی ہے لیکن جب بارش برستی ہے تو وہ مُردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اور سبزے سے لہلہانے لگتی ہے اسی طرح اللہ ﷻ مُردہ انسانوں کو زندہ فرمانے پر بھی قادر ہے۔ ۹: نطفہ کسے کہتے ہیں؟ ۹: وہ مادہ جو اولاد کے پیدا ہونے کا ذریعہ بنتا ہے۔

۱۰: علقہ کسے کہتے ہیں؟ ۱۰: انسانی جنین (Human embryo) اپنے ابتدائی دور میں رحم مادر میں ایک جمے ہوئے خون کی مانند دکھائی دیتا ہے اُسے علقہ کہتے ہیں۔

۱۱: مضغہ کسے کہتے ہیں؟ ۱۱: رحم مادر میں انسانی تخلیق کا وہ مرحلہ جب انسانی جنین ایک چبائے ہوئے گوشت کے لوتھڑے کی طرح نظر آتا ہے، جیسے chewing gum کو چبانے سے اس پر دانتوں کے نشانات آجاتے ہیں، یہ somite stage کہلاتی ہے۔

۱۲: "بناوٹ مکمل اور ادھوری ہونے" سے کیا مراد ہے؟ ۱۲: مُخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ، جس نطفہ انسانی کا پیدا ہونا مقدر ہوتا ہے وہ مخلقہ ہے اور جس کا ضائع اور ساقط ہو جانا مقدر ہے وہ غیر مخلقہ ہے اور بعض مفسرین حضرات مخلقہ اور غیر مخلقہ کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جس بچے کی تخلیق مکمل اور تمام اعضاء صحیح سالم اور متناسب ہوں وہ مخلقہ اور جس کے بعض اعضاء ناقص ہوں یا قد اور رنگ وغیرہ غیر متناسب ہو وہ غیر مخلقہ ہے۔ ایک مراد یہ ہے کہ کچھ اعضاء مکمل اور کچھ نامکمل ہوتے ہیں۔ درجہ بدرجہ اعضاء کی تکمیل ہوتی ہے۔

نوٹ: حدیث میں ہے کہ نطفہ چالیس دن کے بعد علقة (گاڑھا خون) بن جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد یہ مضغة (لوتھڑا یا گوشت کی بوٹی) کی شکل اختیار کر لیتا ہے پھر اللہ ﷻ کی طرف سے ایک فرشتہ آتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے یعنی چار مہینے کے بعد نفخ روح ہوتا ہے اور بچہ ایک واضح شکل میں ڈھل جاتا ہے (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۶: ۱: انسانوں اور نباتات کی پیدائش کس بات کی دلیل ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔ اس جملہ کے تین مطلب ہوسکتے ہیں اور تینوں ہی درست ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں حق کا معنی سچا ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ ﷻ کی اپنی ذات ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ اس کا وجود کوئی فرضی وجود نہیں۔ اللہ ﷻ ایک زندہ جاوید ہستی ہے جو اپنی قدرت، اپنے ارادے، اپنے علم اور اپنی حکمت سے پوری کائنات اور اس کی ایک ایک چیز کی تدبیر فرما رہا ہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ ﷻ نے سب کائنات اور اس کائنات میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات کو محض تفریح طبع اور کھیل تماشے کے لئے پیدا نہیں فرمایا کہ محض دل بہلانے کے لئے کھلونے بنائے اور پھر یونہی توڑ پھوڑ کر خاک میں ملا دے۔ وہ حق ہے، اس کے سب کام سنجیدہ اور بامقصد اور پُر حکمت ہیں۔ ان تینوں معانی پر قرآنِ حکیم کی دوسری

بے شمار آیات شاہد ہیں۔ ۲: مُردوں کو کون زندہ فرمائے گا؟ ۲: اللہ ﷻ ہی مُردوں کو زندہ فرمائے گا۔ ۳: اللہ ﷻ مُردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا، اس کی کیا دلیل ہے؟ ۳: کیوں کہ اللہ ﷻ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ فرمادے۔

نوٹ: حرف تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بے شک اللہ ﷻ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ کوئی بھی چیز نہ اس کے ارادہ و مشیت سے باہر ہوسکتی ہے اور نہ اس کی قدرتِ مطلقہ سے خارج۔ وہ جب پانی کے معمولی سے قطرے سے انسان جیسی عاقل بالغ مخلوق کو پیدا فرماتا ہے اور زمین کو خشک اور چٹیل ہو جانے کے بعد پھر گل و گلزار کر دیتا ہے اس کے لئے اس انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا آخر کیوں اور کیا مشکل ہو سکتا ہے؟

آیت نمبر ۷: ا: کائنات کی کس حقیقت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ا: قیامت کا، جس کا آنا یقینی ہے۔

۲: قیامت کے دن کی کس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے؟ ۲: قیامت کے دن اللہ ﷻ تمام مُردوں کو جو قبر میں ہیں دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

۳: کیا وہ لوگ جو قبروں میں نہیں ہوں گے اللہ ﷻ اُن کو زندہ نہیں فرمائے گا؟ ۳: اللہ ﷻ تمام انسانوں اور جان داروں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا اور اگر کوئی باقاعدہ قبر میں نہیں بھی ہے تب بھی اس کے باقیات اللہ ﷻ کے علم میں ہیں اور وہی اس کی قبر ہے، جہاں سے اللہ ﷻ دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ اللہ ﷻ ہر شخص کو دوبارہ اٹھانے پر قادر ہے۔

۴: قیامت کے قائم کرنے کا مقصد کیا ہے؟ ۴: قیامت قائم کرنے کا مرکزی اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ ظالم کو اس کے ظلم کی ٹھیک ٹھیک سزا اور نیک لوگوں کو ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے۔ جو شخص قیامت کا انکار کرتا ہے درحقیقت وہ اللہ ﷻ کے عدل و انصاف کا انکار کرتا ہے۔

آیت نمبر ۸: ا: اللہ ﷻ کے بارے میں جھگڑنے سے کیا مراد ہے؟ ا: یعنی اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا اور باطل معبودوں کے ہونے کا دعویٰ کرنا وغیرہ۔ ۲: کیا مشرکین کے پاس شرک کے لئے کوئی دلیل ہے؟ ۲: مشرکین کے پاس شرک کے لئے نہ تو کوئی علم ہے، نہ کوئی ہدایت ہے نہ ہی کوئی روشن کتاب ہے جسے وہ شرک کی دلیل کے طور پر پیش کرسکیں۔

عملی پہلو: یہ آیت ہر اس شخص کو دنیا اور آخرت میں ذلت اور رُسوائی سے خبردار کر رہی ہے جو اللہ ﷻ کی ذات کے بارے میں فضول بے بنیاد اشکالات کرے اور اللہ ﷻ کے بھیجے ہوئے دین کو قبول نہ کرے۔ ایسے شخص کے پاس نہ علم ہے اور نہ کوئی دلیل ہے اور نہ اس کے پاس کوئی کتاب ہے جو اللہ ﷻ کی طرف سے نازل ہوئی ہو۔

آیت نمبر ۹: ا: مشرکین کی کیا خرابی بیان کی گئی ہے؟ ا: وہ غرور و تکبر کی وجہ سے توحید سے منہ موڑتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ ﷻ کی راہ سے گمراہ کرسکیں۔

۲: ایسے لوگوں کا دنیا میں کیا انجام ہو گا؟ ۲: وہ دنیا میں رُسوا کیئے جائیں گے۔

۳: قیامت کے دن مشرکین کا کیا انجام ہو گا؟ ۳: اللہ ﷻ انہیں قیامت کے دن جلانے والے عذاب کا مزہ چکھائے گا۔

عملی پہلو: جو لوگ خود راہِ حق سے ہٹے ہوئے ہیں وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی گمراہی کے راستے پر لے جائیں کیونکہ وہ شیطان کے پیروکار ہیں۔ ایسے لوگوں سے ہمیشہ بچنا چاہیئے اور نیک لوگوں کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۰: ا: مشرکین کو عذاب کیوں دیا جائے گا؟ ا: یہ ان کے شرک اور نافرمانی کا بدلہ ہو گا جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے آگے بھیجا ہے۔

۲: اللہ ﷻ کی کس شان کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ یقیناً اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرے گا یعنی نہ وہ کسی کو بغیر جرم کے سزا دیتا ہے اور نہ کسی کو اس کے جرم سے زیادہ سزا دیتا ہے۔ اور نہ ہی روزِ قیامت اس کا کوئی خدشہ اور امکان ہے کہ جرم کسی کا ہو اور سزا کسی اور کو ملے۔ لہٰذا ایسی کسی بھی صورت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

آیت نمبر ۱۱: ا: منافقین کی کس بُری خصلت کا ذکر کیا گیا؟ ا: منافقین اللہ ﷻ کی عبادت کنارے کنارے رہ کر کرتے ہیں۔ پس اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی آزمائش آتی ہے تو اُلٹے پاؤں پھر جاتے ہیں۔ یعنی دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

۲: کنارے کنارے رہ کر عبادت کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: دین کو مکمل اختیار نہ کرنا۔ بلکہ فائدہ کی تلاش میں رہنا۔ جہاں مفاد نظر آئے فوراً وہیں چل پڑنا۔ جیسا کہ منافقین کا طرزِ عمل ہوتا ہے۔ ان کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص کسی چیز کے کنارہ پر کھڑا ہوتا ہے اور موقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ جہاں فائدہ نظر آتا ہے وہاں کا رخ کر لیتا ہے۔

۳: منافقانہ طرزِ عمل کا دنیا و آخرت میں واضح نقصان کیسے ہے؟ ۳: ایسے طرزِ عمل کا دینی نقصان تو واضح ہے کہ ایسے لوگ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جھونک دیئے جائیں گے اور دنیوی نقصان یہ ہوتا ہے کہ نہ کافر انہیں اپنا ہمدرد اور ساتھی سمجھتے ہیں اور نہ مسلمان، دونوں طرف سے ان کی ساکھ تباہ ہو جاتی ہے۔ انھیں کبھی بھی پذیرائی اور عزت نصیب نہیں ہوتی۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: اس آیت میں دور کی گمراہی کسے کہا گیا؟ ۱: اللہ ﷻ کو چھوڑ کر دوسرے باطل معبودوں کو پکارنے کو دور کی گمراہی کہا گیا۔

۲: دور کی گمراہی سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی انتہا درجے کی گمراہی میں پڑ جانا کہ اس سے زیادہ اور کوئی گمراہی ہو نہیں سکتی۔

۳: باطل معبودوں کی پوجا کرنے کو دور کی گمراہی کیوں کہا گیا ہے؟ ۳: ان چیزوں کی پوجا کرنا ایسی گمراہی ہے جو حق سے دور لے جانے والی ہے، حق کے راستے کا نہ ملنا اور صراطِ مستقیم سے دور ہو جانا ہی دور کی گمراہی ہے۔

۴: باطل معبودوں کی بے بسی کو کیسے واضح کیا گیا ہے؟ ۴: اللہ ﷻ کے سوا دوسرے معبود نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی فائدہ دے سکتے ہیں۔

عملی پہلو: ہمارے پیارے نبی ﷺ اکثر یہ دعا فرماتے تھے۔ ہمیں بھی اس کا اہتمام کرنا چاہیئے "اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" کہ اے اللہ ﷻ! جو چیز تُو عطا فرما دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جو چیز تُو روک لے اس کو کوئی عطا کرنے والا نہیں کسی صاحب عظمت کو اس کی عظمت تجھ سے مستغنی نہیں کر سکتی۔ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۱۳: ۱: شرک کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۱: شرک کا نقصان اس کے فائدے سے زیادہ قریب ہے۔ ان کو پوجنے کا جو نقصان ہے وہ قطعی اور یقینی ہے اس لئے فائدہ کا سوال تو بعد میں دیکھا جائے گا، نقصان ہاتھوں ہاتھ پہنچ جاتا ہے۔ یعنی انسان ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

۲: مُشرکین کے باطل معبودوں کی کیا حقیقت کھولی گئی ہے؟ ۲: وہ مُشرکوں کے لئے بُرے مددگار اور بُرے ساتھی ثابت ہوں گے۔ جب قیامت میں بت پرستی کے نتائج سامنے آئیں گے تو بت پرست بھی یہ کہیں گے کہ جن سے انہیں بڑی امداد و رفاقت کی توقع تھی وہ بہت ہی بُرے رفیق اور مددگار ثابت ہوئے کہ نفع تو کیا پہنچاتے الٹا ان کی وجہ سے نقصان پہنچ گیا۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: مومنوں کا کیا کردار بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: وہ ایمان لانے والے اور نیک اعمال کرنے والے ہیں۔ ۲: مومنوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۲: اللہ ﷻ انہیں جنتوں میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ ۳: اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: بے شک اللہ ﷻ جو ارادہ فرماتا ہے وہ کر گزرتا ہے۔

نوٹ: اللہ ﷻ کے اختیارات غیر محدود ہیں۔ دنیا میں، یا آخرت میں، یا دونوں جگہ، وہ جس کو جو کچھ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور جس سے جو کچھ چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ وہ دینا چاہے تو کوئی روکنے والا نہیں۔ نہ دینا چاہے تو کوئی دلوانے والا نہیں۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: اس آیت میں کس شخص کی مثال بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: یہ آیت مشکلات القرآن میں سے ہے اور اس کی تفسیر کرنا مشکل ہے۔ ایک رائے کے مطابق اس آیت میں کفار کی ناکامی اور نااُمیدی کی مثال بیان کی گئی ہے۔

نوٹ: "مشکلات القرآن" سے مراد ایسے قرآنی مقامات ہیں جن کی تفسیر میں مفسرین کو دشواری پیش آتی ہے۔

۲: ہمیں اس آیت میں کیا سبق دیا گیا ہے؟ ۲: اُمید اللہ ﷻ سے تعلق کی رسی ہے اور مشکل ترین حالات میں بھی ہمیں اللہ ﷻ سے نااُمید نہیں ہونا چاہیئے۔

نوٹ: اہلِ عرب مسلمانوں کی تنگدستی اور کمزوری کو دیکھتے تو خیال کرتے کہ ایسے ناداروں اور کمزوروں کے ساتھ مل کر ہمیں کیا حاصل ہوگا۔ ان کی بہت تمنا اور خواہش تھی کہ اللہ ﷻ اپنے پیغمبر (ﷺ) اور مسلمانوں کی کوئی مدد نہ کرے۔ تو انہیں بتایا جارہا ہے کہ یہ محض تمہاری غلط فہمی ہے۔ اللہ ﷻ اپنے رسول ﷺ کی مدد ضرور بالضرور فرمائے گا۔ جسے یہ بات گوارا نہ ہو اس کے لئے اپنے حسد اور جلن کو ختم کرنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اپنے گلے میں رسے کا پھندا ڈالے اور چھت سے لٹک جائے تاکہ تڑپ تڑپ کر مر جائے۔

۳: اس آیت کی عمومی کیا تفسیر بیان کی جاتی ہے؟　۳: اس آیت کی اکثر مفسرین نے یہ تفسیر کی ہے کہ وہ کفار اور مشرکین جو حضور اکرم ﷺ اور دینِ اسلام سے دشمنی رکھتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی شان اور کامیابی کو دیکھ کر ان کا غیض و غضب بڑھتا تھا انہیں یہ کہا جارہا ہے کہ اگر ایسا ہی ہے تو پھانسی لگا کر دیکھو کہ مرنے کے بعد بھی تمہارا غیض و غضب کم ہوتا ہے یا نہیں۔

عملی پہلو: وہ شخص جو پورے اخلاص کے ساتھ ہمہ وقت دین کی خدمت میں مصروف ہے اور اس راستے میں آنے والی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے اللہ ﷻ سے مدد کی مسلسل امید رکھتا ہے۔ لیکن خدانخواستہ کسی مرحلے پر اگر وہ اللہ ﷻ کی مدد سے مایوس ہو جائے تو اس کی یہ کیفیت اس کے لئے ناکامی کا باعث بن جائے گی۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: اللہ ﷻ کی طرف سے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کی مدد اور نصرت کا سب سے بڑا ذریعہ کون سا ہے؟　۱: اللہ ﷻ کی آیات بینات یعنی قرآنِ حکیم۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "قرآن ہی اللہ ﷻ کی مضبوط رسی ہے" (جامع ترمذی) ایک اور روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "قرآن اللہ ﷻ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک تنی ہوئی ہے اور خوشیاں مناؤ اس کا ایک سرا اللہ ﷻ کے ہاتھ میں ہے اور ایک سرا تمہارے ہاتھ میں ہے" (جامع ترمذی)۔ یعنی جو قرآن حکیم سے جڑ جاتا ہے اس کا تعلق اللہ ﷻ سے جڑ جاتا ہے۔

۲: آیاتِ بینات سے کیا مراد ہے؟　۲: ایسے واضح دلائل جن سے عقیدۂ توحید، عقیدۂ آخرت اور عقیدۂ رسالت کی صداقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔　۳: ہدایت کسے ملتی ہے؟　۳: اللہ ﷻ ہدایت کے طالب کو ہدایت عطا فرماتا ہے۔ اس کا ایک بہت بڑا ذریعہ اللہ ﷻ کی آیات یعنی قرآنِ حکیم ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے "جو (اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرے) وہ اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے" (سورۃ شوریٰ ۴۲، آیت:۱۳)۔ نیز آیاتِ قرآنی کے ساتھ احادیثِ نبوی ﷺ بھی ہدایت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ آیاتِ قرآنی میں ہی اطاعتِ الٰہی کے ساتھ اطاعتِ رسول ﷺ کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: قیامت کے دن اللہ ﷻ کس کے درمیان عملی فیصلہ فرمائے گا؟　۱: قیامت کے دن اللہ ﷻ مسلمانوں، یہودیوں، صابیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں کے درمیان عملی فیصلہ فرمائے گا۔　۲: اللہ ﷻ کس معاملے میں فیصلہ فرمائے گا؟　۲: قیامت کے دن اللہ ﷻ فیصلہ فرمائے گا کہ تمام گروہوں میں کون جہنم کا مستحق ہے۔ یعنی وہ گروہ جن کو اپنے بارے میں یہ گھمنڈ ہے کہ باطل عقیدہ رکھنے کے باوجود وہ سمجھتے ہیں کہ وہ سچے ہیں قیامت کے دن اللہ ﷻ انہیں حقیقت سے آگاہ کر دے گا اور کافروں کو جہنم میں جلایا جائے گا۔

نوٹ: یہاں فیصلہ سے مراد عملی فیصلہ یعنی نتائج کو واقع کرنا ہے جو کافروں کو جہنم میں اور مسلمانوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ نظریاتی فیصلہ تو دنیا میں ہی کر دیا گیا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد ہوا "بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے، اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے پس وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارے میں ہوگا۔" (سورۃ آلِ عمران ۳، آیت:۸۵) یہ آیت اس بات پر شاہد ہے۔

۳: ان تمام گروہوں کے درمیان اللہ ﷻ کیسے فیصلہ فرمائے گا؟　۳: کیونکہ اللہ ﷻ ہر چیز پر گواہ ہے اور وہ ہر گروہ کے بارے میں ان کی نیتوں، ارادوں اور اعمال سے خوب واقف ہے۔ لہٰذا وہ جانتا ہے کہ کون کس مقام و درجہ کا مستحق ہے۔

۴: یہودی، صابی، نصرانی، مجوسی اور مشرکین سے کون مراد ہیں؟　۴: یہودی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت یحییٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو مانتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا انکار کرتے ہیں، نصرانی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو مانتے ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا قرار دیتے ہیں، صابی اپنا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جوڑتے ہیں اور یہ ستارہ

پرست اور بُت پرست لوگ تھے جبکہ مجوسی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو آگ کی پوجا کرتے ہیں۔ مشرک سے مراد مشرکین مکہ اور دوسرے ممالک کے مشرکین ہیں۔ جو مندرجہ بالا گروہوں کے ناموں میں سے کسی نام سے منسوب نہیں۔ موحد مسلمانوں کے سوا مندرجہ بالا سب مذاہب میں شرک کی کوئی نہ کوئی قسم ضرور پائی جاتی ہے اور روئے زمین میں صرف مسلمان وہ قوم ہیں جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو مانتے ہیں۔

نوٹ: دنیا میں اس وقت مذکورہ چھ مذاہب پائے جاتے ہیں۔ جن کی باقیات اس وقت بھی مختلف ممالک میں موجود ہیں۔ البتہ کامیابی صرف ایمان والوں کے حصے میں ہے۔ ایمان والے دنیا کے جس خطہ میں بھی ہوں اللہ ﷻ انہیں آخرت کی کامیابی عطا کرے گا۔ جب قیامت والے دن فیصلے ہوں گے تو پھر ہر ایک کو پتہ چلے گا کہ وہ کس غلطی میں مبتلا تھے اور پھر انہیں خمیازہ بھی بھگتنا پڑے گا۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: توحید اور وجود باری تعالیٰ کے لئے کیا دلیل پیش کی گئی ہے؟ ۱: پوری کائنات یعنی اہل آسمان اور اہل زمین یہاں تک کہ سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، جانور اور بہت سے انسان یہ سب کے سب اللہ ﷻ کے سامنے سجدہ ریز ہیں اور اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں جس کا اللہ ﷻ نے حکم دیا ہے۔

نوٹ: بعض مفسرین نے اس سجدے سے ان تمام چیزوں کا احکام الٰہی کے تابع ہونا مراد لیا ہے، کسی میں مجال نہیں کہ وہ حکم الٰہی سے سرکشی کر سکے۔ جب کہ بعض مفسرین کی رائے کے مطابق ہر مخلوق اپنے اپنے انداز سے اللہ ﷻ کے سامنے سجدہ ریز ہے۔

۲: تمام کائنات کا اللہ ﷻ کو سجدہ کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی تمام اہل کائنات اللہ ﷻ کی اطاعت اور فرماں برداری کرنے والے ہیں۔

۳: اس آیت میں انسانوں کے لئے کیا پیغام ہے؟ ۳: اس آیت میں پیغام ہے کہ جس طرح ساری کائنات اللہ ﷻ کی اطاعت اور فرماں برداری کرنے والی ہے اسی طرح انسانوں کو بھی اللہ ﷻ کی اطاعت اور فرماں برداری کرنی چاہیئے۔

۴: جو انسان اللہ ﷻ کی فرماں برداری نہ کریں ان کا کیا انجام ہونے والا ہے؟ ۴: وہ انسان جو اللہ ﷻ کی نافرمانی کرنے والے ہیں وہ عذاب کے مستحق ہیں۔ ایسے لوگ ذلیل اور رُسوا ہونے والے ہیں اور انہیں کوئی عزت دینے والا نہ ہو گا۔ ۵: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۵: اللہ ﷻ ہی عزت اور ذلّت دینے والا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: دو جھگڑنے والوں سے کون مراد ہیں؟ ۱: مومن اور کافر مراد ہیں۔ ۲: مومن اور کافر کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟ ۲: مومن اور کافر اللہ ﷻ کی توحید پر بحث و مباحثہ اور جہاد و قتال میں جھگڑ رہے ہیں۔ مومن ایک اللہ ﷻ کا قائل ہے جب کہ کافر، اللہ ﷻ کا انکار کرنے والا یا پھر اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والا ہے۔ ۳: کفار کا کیا انجام ہو گا؟ ۳: کفار کا نہایت بھیانک انجام ہو گا جس کی تفصیل آیات: ۱۹ تا ۲۲ تک دی گئی ہے۔

۴: کفار کو جہنم میں کیا عذاب دیا جائے گا؟ ۴: ان کے لئے وہاں آگ کے کپڑے کے لباس ہوں گے اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ کپڑے قطع کرنے کا ذکر کر کے لباس تیار کرنے کے عمل کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے یعنی جس طرح درزی پہلے مطلوبہ ناپ کے مطابق کپڑے کو کاٹتا ہے اور پھر لباس تیار کرتا ہے اسی طرح منکرین حق کے لئے جہنم کی آگ سے لباس تیار کئے جائیں گے۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالنے سے کفار کا کیا حال ہو گا؟ ۱: جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہو گا وہ گل سڑ جائے گا یہاں تک کہ ان کی کھالیں بھی گل سڑ جائیں گی۔

نوٹ: یہ عذاب مسلسل جاری رہے گا۔ یعنی ایسا نہ ہو گا کہ آگ سے جل کر یہ ختم ہو جائیں اور جان چھوٹ جائے۔ جیسا کہ دنیا میں آگ سے جلنے کی صورت میں ہوتا ہے۔ بلکہ کھال جلنے کے بعد نئی کھال پیدا ہو جائے گی۔ یہی مفہوم سورۃ النساء ۴ کی آیت :۵۶ میں ہے۔ گویا وہ وہاں جلتے ہی رہیں گے اور مرنے بھی نہیں پائیں گے۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: جہنم میں کفار کو کیا عذاب دیا جائے گا؟ ۱: ان کو سزا کے طور پر لوہے کے ہتھوڑوں سے پیٹا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تشریح میں فرمایا کہ "دوزخیوں کو گرزوں سے مارا جائے گا اور گرز کا وار مستقل طور پر ہر عضو پر پڑے گا اور (ہر ضرب پر) وہ موت کو پکاریں گے"۔

نوٹ: ایک حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر لوہے کا وہ گرز زمین پر رکھ دیا جائے اور سارے جن و انس اس کو اٹھانا چاہیں تو اٹھا نہ سکیں"۔ رسول اللہ ﷺ نے عذاب قبر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "پھر اس شخص پر ایک گونگا فرشتہ مسلّط کر دیا جاتا ہے، جس کے پاس لوہے کا بھاری ہتھوڑا ہوتا

ہے۔ اگر اسے پہاڑ پر مارا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے، تو وہ فرشتہ اسے اس کے ساتھ ایسی چوٹ مارتا ہے جس کی آواز جنوں اور انسانوں کے علاوہ مشرق و مغرب کے درمیان ساری مخلوق سنتی ہے اور وہ شخص مٹی (یعنی ریزہ ریزہ) ہو جاتا ہے اور پھر اس کو دوبارہ پہلی والی حالت میں لوٹا دیا جائے گا یعنی دوزخی ویسا ہی ہو جائے گا جیسا تھا" (اور بار بار ایسا ہی ہوتا رہے گا)۔ (ابو داؤد، مسند احمد، ابو یعلیٰ، ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی)

آیت نمبر ۲۲: ۱: کیا کفار جہنم سے کبھی نکل پائیں گے؟ ۱: ہر گز نہیں! بلکہ جب بھی کبھی وہ غم کی وجہ سے جہنم سے نکلنا چاہیں گے انہیں دوبارہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ ۲: کفار کا کیا انجام ہو گا؟ ۲: انہیں جہنم میں جھونکا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھو۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: مومنین کا کیا انجام ہو گا؟ ۱: اللہ ﷻ انہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔

۲: مومنین کو جنت تک پہنچنے کے لئے کیا شرائط بیان کی گئی ہیں؟ ۲: ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا۔

۳: جنت میں مومنین کو کیا نعمتیں حاصل ہوں گی؟ ۳: انہیں سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ریشمی لباس پہنایا جائے گا۔ ہر جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن پہنائے جائیں گے۔ ایک سونے کا دوسرا چاندی کا تیسرا موتیوں کا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اہل جنت کا ریشمی لباس جنت کے پھلوں میں سے نکلے گا" اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ "جنت میں ایک درخت ایسا ہو گا جس سے ریشم پیدا ہو گا اہل جنت کا لباس اسی سے تیار ہو گا۔" (سنن نسائی، بیہقی)

نوٹ: امت کے مردوں کے لئے خالص ریشم کا استعمال منع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا" (صحیح بخاری) دوسری حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر تم جنت کا زیور اور وہاں کا ریشم چاہتے ہو تو ان کو دنیا میں مت پہننا۔" (سنن نسائی)

آیت نمبر ۲۴: ۱: مومنین کو جنت میں لے جانے والے کون سے دو اسباب بیان کیئے گئے ہیں؟ ۱: i۔ دنیا میں کلمہ طیبہ کا اقرار کرنا۔ ii۔ دنیا میں صراط مستقیم پر زندگی گزارنا۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: کافروں کے جہنم میں جانے کے کیا اسباب بیان کئے گئے ہیں؟ ۱: i۔ کفر کرنا۔ ii۔ لوگوں کو اللہ ﷻ کی راہ سے روکنا۔ iii۔ لوگوں کو مسجد حرام سے روکنا۔ ۲: مسجد حرام سے کیا مراد ہے؟ ۲: حرم شریف کا وہ حصہ جس کا تعلق لوگوں کی عبادات و مناسک سے ہے۔

۳: اس آیت میں کعبۃ اللہ ﷻ کی کیا عظمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: یہ وہ مسجد حرام ہے جسے اللہ ﷻ نے انسانوں کے لئے بنایا ہے۔ یعنی انسانوں کے لئے اپنی عبادت کی جگہ مقرر فرمائی ہے۔ ۴: یہاں کس کی برابری کا ذکر ہے؟ ۴: اس میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے تمام برابر ہیں۔ یعنی مکہ میں رہنے والے جو خانہ کعبہ کی روزانہ زیارت کرتے ہیں اور دوسرے ملکوں سے جو دور دراز سے سفر کر کے خانہ کعبہ کی خاطر مسجد حرام پہنچتے ہیں وہ سب یہاں ٹھہرنے اور عبادت کرنے میں برابر ہیں اور اللہ ﷻ کے بندے ہیں۔

نوٹ: تمام امت اور ائمہ فقہاء کا اتفاق ہے کہ مسجد حرام اور حرم شریف مکہ کے وہ تمام حصے جن سے افعال حج کا تعلق ہے جیسے صفا مروہ کے درمیان کا میدان جس میں سعی ہوتی ہے اور منیٰ کا پورا میدان اسی طرح عرفات کا پورا میدان اور مزدلفہ کا پورا میدان، یہ سب زمینیں سب دنیا کے مسلمانوں کے لئے وقف عام ہیں۔ یہ مقامات مقدسہ کسی کی ملکیت میں نہ تھے اور نہ کبھی ہو سکتے ہیں۔ ۵: کفار و مشرکین اور مسجد حرام میں بے دینی اور شرارت کرنے والوں کا کیا انجام بیان کیا گیا ہے؟ ۵: ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: خانہ کعبہ کی جگہ کس نے مقرر فرمائی؟ ۱: اللہ ﷻ نے۔ ۲: خانہ کعبہ کی تعمیر کس نے فرمائی؟ ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے۔

۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے کیا حکم دیا؟ ۳: i۔ اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اللہ ﷻ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں یعنی لوگوں کو شرک سے منع کریں کیونکہ آپ علیہ السلام تو یقیناً اس سے دور رہنے والے تھے۔ ii۔ خانہ کعبہ یعنی اللہ ﷻ کے گھر کو پاک صاف رکھیں۔

۴: بیت اللہ کو پاک صاف رکھنے سے کیا مراد ہے؟ ۴: یعنی بیت اللہ کو ظاہری نجاست کوڑا کرکٹ سے اور باطنی نجاست کفر و شرک سے پاک و صاف رکھا جائے۔

۵: بیت اللہ کی زیارت کرنے والوں کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۵: یہ لوگ طواف، قیام اور اللہ ﷻ کے آگے رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیا حکم دیا؟ ۱: اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو اللہ ﷻ کے گھر کا حج کرنے کے لئے بلائیں۔ ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ ﷻ کے اس حکم پر کیسے عمل فرمایا؟ ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کے سامنے پہاڑی جبل ابی قبیس پر تشریف لے گئے اور وہاں پر کھڑے ہو کر انہوں نے لوگوں کو پکارا کہ لوگو! تمہارے رب نے بیت اللہ بنالیا اور تم پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض کر دیا پس اپنے رب کا کہا مانو۔ ۳: اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار کا کیا نتیجہ نکالا؟ ۳: اب قیامت تک حجاج لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ یعنی "حاضر ہیں اے اللہ ﷻ ہم حاضر ہیں" کی صداؤں کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار کا جواب دیتے ہوئے دور دراز کے علاقوں سے پیدل اور دبلے پتلے اونٹوں پر سوار ہو کر حج کرنے آتے رہیں گے۔

نوٹ: اصل میں لفظ "ضَامِرٍ" استعمال ہوا ہے جو خاص طور پر دُبلے اونٹوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس سے ان مسافروں کی حالتِ زار بیان کرنا مقصود ہے جو دور دراز مقامات سے چلے آرہے ہوں اور راستے میں ان کے اُونٹ چارہ پانی نہ ملنے کی وجہ سے دُبلے ہو گئے ہوں۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: اس آیت میں حجاج کے لئے رکھے گئے کن فائدوں کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: مادی فائدں جیسے تجارت، مسلمانوں اور اسلام کی ہمہ گیریت اور وسعت کا مشاہدہ اور روحانی نعمتوں میں کعبۃ اللہ ﷻ اور اللہ ﷻ کے دیگر شعائر کا مشاہدہ۔ یہ فائدے دینی بھی ہیں کہ نماز، طواف اور مناسک حج وعمرہ کے ذریعے اللہ ﷻ کی مغفرت ورضا حاصل کی جائے اور دنیاوی بھی کہ تجارت اور کاروبار سے مال واسباب دنیا میسر آجائے۔ البتہ حج کی ادائیگی کے لئے جانے والے کو دنیاوی منافع کو مستقل مقصود بنالینا منع ہے۔ ۲: اس آیت میں مقررہ دنوں سے کون سے دن مراد ہیں؟ ۲: ایک رائے کے مطابق ذوالحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخ جن میں قربانی کی جاتی ہے۔ ۳: جانوروں پر اللہ ﷻ کا نام لینے سے کیا مراد ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کا نام لے کر جانوروں کو اللہ ﷻ کی راہ میں قربان کرنا اور بوقت ذبح بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھنا۔ ۴: کون سے جانور قربان کیئے جاتے ہیں؟ ۴: چوپایوں میں سے مویشی جیسے بھینس، اونٹ، بیل بکرا، دُنبہ اور ان کی مونثیں۔ ۵: قربانی کے گوشت کے متعلق کیا حکم فرمایا گیا ہے؟ ۵: اس میں سے خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلائیں۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: قربانی کے بعد حجاج کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ ۱: حجاج کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قربانی کے بعد نہا دھو کر اپنا میل کچیل دور کریں، احرام اُتار کر دوسرے گھریلو کپڑے پہن لیں اور اپنی نذریں پوری کریں۔

۲: نذریں پوری کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اس سے مراد مناسک حج ادا کرنا ہے یا اللہ ﷻ سے جو مَنّتیں مانگی گئی ہیں انہیں پورا کرنا ہے۔

۳: اس آیت میں حج کے کس رکن کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۳: طواف زیارت کا جو کہ قدیم گھر یعنی خانہ کعبہ کا کیا جاتا ہے۔ جسے بیت اللہ کہا جاتا ہے۔

نوٹ: عتیق کا ایک معنی "آزاد" ہے۔ اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گھر پر کسی ظالم اور جابر بادشاہ کا قبضہ نہیں ہو سکتا اور ایسے حملہ آوروں کا وہی حشر ہوگا جو اصحاب الفیل کا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بیت اللہ کا نام بیت العتیق اس لئے ہوا کہ اس پر کبھی کوئی ظالم غالب نہیں ہوا" (جامع ترمذی)۔ عتیق کا دوسرا معنی ہر وہ چیز ہے جس کے قدیم ہونے کے باوجود اس کی شرافت، عظمت اور احترام میں کوئی فرق نہ آئے۔ ہمیشہ زندہ جاوید رہے۔ اسی لحاظ سے کعبہ کو بیت العتیق کہتے ہیں۔ نزول قرآن سے تقریباً ڈھائی ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دستِ مبارک سے اس کی تعمیر ہوئی تھی اس کا قدیم ہونا اس کی تاریخی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: اللہ ﷻ کی حُرمت سے کیا مراد ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی حُرمت سے مراد اللہ ﷻ کے محترم احکامات ہیں۔ البتہ یہاں خصوصیت سے مسجد حرام اور ہدی یعنی قربانی کے جانور کی تعظیم پر زور دینا مقصود ہے کہ مسجد حرام آنے والوں کو نہ روکیں۔

۲: اللہ ﷻ کے احکامات کا احترام کرنے والوں کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: ایسے لوگ اللہ ﷻ کے ہاں بہت بہتر مرتبہ رکھنے والے ہیں۔

نوٹ: لفظ "حُرُمٰت" حرمت کی جمع ہے۔ حرمت سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کا شرعاً احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے عموم میں نماز، روزہ کا احترام، علم دین کا احترام اور سارے اعمال دینیہ کا احترام آجاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حج میں جو حرمات ہیں وہ یہ ہیں گناہ نہ کرے۔ لڑائی جھگڑے سے

پرہیز کرے۔ میاں بیوی والے تعلق قائم نہ کرے۔ خشکی کا شکار نہ کرے، احرام کی خلاف ورزیاں نہ کرے، جو شخص اللہ ﷻ کی حرمات کی تعظیم کرے گا نفع میں رہے گا اللہ ﷻ اس کے اعمال کی قدر دانی فرمائے گا اور قیامت کے دن ان پر اجرو ثواب عطا فرمائے گا۔

۳: اللہ ﷻ نے قربانی کے لئے کون سے جانوروں کو حلال قرار دیا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ نے قربانی کے لئے مویشیوں کو حلال قرار دیا ہے جن کی آٹھ قسمیں ہیں اونٹ اور اونٹنی، بیل اور گائے، بکرا اور بکری، دُنبہ اور دُنبی۔ اس کے علاوہ بھینس اور بھینسا بھی ہے۔

نوٹ: مویشی وہ چوپائے ہیں جو چارہ چرتے ہیں، جُگالی کرتے ہیں اور جن کے پیر آگے سے پھٹے ہوتے ہیں جیسے اونٹ، بیل، بکرا وغیرہ۔ اسلام میں تمام جانور حلال ہیں سوائے ان کے جنہیں قرآن وحدیث میں حرام قرار دیا گیا ہے۔

۴: کون سے جانور حلال نہیں ہیں؟ ۴: تمام درندے (گوشت خور جانور)، پالتو گدھا، اور وہ تمام شکاری پرندے جن کی چونچ مُڑی ہوئی ہوتی ہے اور جو گوشت کو نوچ نوچ کر کھاتے ہیں۔ "رسول اللہ ﷺ نے دانتوں سے پھاڑ کر کھانے والے ہر درندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے"۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ایک اور حدیث میں فرمایا "تمہارے لئے پالتو گدھا حلال نہیں ہے اور نہ ہی درندوں میں سے ہر وہ جانور جو چیرنے پھاڑنے والے ہوں"۔ (سنن ابوداؤد) ۵: اس آیت میں کن کن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے؟ ۵: بتوں کی ناپاکی سے اور جھوٹی باتوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: اس آیت میں اہل ایمان کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ ۱: اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ ﷻ کے ہو کر رہیں اور کسی کو بھی اللہ ﷻ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں۔

نوٹ: اللہ ﷻ کی مقرر کردہ حرمات کا تقاضے تب ہی پورے ہوسکتے ہیں کہ انسان تمام معاملات میں اپنے رب کی اطاعت کے لئے یکسو ہو جائے۔

۲: اس آیت میں مشرکین کے لئے کیا مثال بیان کی گئی ہے؟ ۲: مشرکین کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی آسمان سے گرے اور پرندے اسے اُچک لیں یا ہوا اُسے اُڑا کر کسی دور مقام پر گرا دے۔

۳: پرندوں کے اُچک لینے سے کیا مراد ہے؟ ۳: وہ لوگ جو کسی کو سیدھی راہ سے گمراہ کرنے والے ہیں جیسے دنیا پرست مذہبی پیشوا مثلاً پادری، پنڈت، پروہت وغیرہ۔ ۴: اُڑا لے جانے والی ہوا سے کیا مراد ہے؟ ۴: وہ خواہشات نفس جو انسان کو سیدھی راہ سے دور لے جاتی ہیں۔

نوٹ: یہ شرک کے انجام کی مثال ہے۔ انسان جب شرک کرتا ہے تو فطرت کی بلندی سے گرتا ہے۔ بلندی سے گرتے ہی اسے شیاطین پرندوں کی طرح اچک لے جاتے ہیں اور اس کے پرخچے اُڑا دیتے ہیں۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ جب وہ بلندی سے گرا تو ہواؤں نے اسے دور لے جا کر کسی گڑھے میں پھینک دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ شرک کے نتیجے میں انسان خواہشات کا شکار ہو جاتا ہے اور خواہشات اسے پستی کی طرف لے جا کر تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہیں۔ چنانچہ ایک مشرک میں کبھی فکر کی بلندی پیدا نہیں ہو پاتی بلکہ وہ ذہنی اور اخلاقی اعتبار سے پستی ہی کی طرف مائل رہتا ہے۔

عملی پہلو: شرک کی ذلت اور اس کے نقصانات: i۔ شرک سے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ (سورۃ الزمر ۳۹، آیت: ۶۵) ii۔ اللہ ﷻ مشرک کو معاف نہیں کرے گا اس کے علاوہ جسے چاہے گا معاف فرما دے گا۔ (سورۃ النساء ۴، آیت: ۴۸) iii۔ شرک کرنے والا راہ راست سے بھٹک جاتا ہے۔ (سورۃ النساء ۴، آیت: ۱۱۶) iv۔ جو شخص اللہ ﷻ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا۔ (سورۃ الحج ۲۲، آیت: ۳۱) v۔ شرک کرنے والے پر جنت حرام ہے۔ (سورۃ المائدۃ ۵، آیت: ۷۲) vi۔ اللہ ﷻ اور اس کا رسول (ﷺ) مشرکوں سے بری الذمہ ہے۔ (سورۃ التوبۃ ۹، آیت: ۳) vii۔ مشرکین کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت: ۳۰) viii۔ اللہ ﷻ نے مشرک اور زانی کو ایک جیسا قرار دیا ہے۔ (سورۃ النور ۲۴، آیت: ۳)

آیت نمبر ۳۲: ۱: اس آیت میں دل کے تقویٰ کی کیا علامت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: شعائر اللہ کا احترام کرنا دل کے تقویٰ کی علامت ہے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ کی توحید کے لئے یکسو ہونے اور شرک سے بچنے کا تقاضا ہے کہ اللہ ﷻ کی مقرر کی ہوئی حرمات کا اعتقاداً اور عملاً احترام کیا جائے۔

۲: شعائر اللہ ﷻ سے کیا مراد ہے؟ ۲: وہ چیزیں جو اللہ ﷻ سے منسوب ہوں، مثلاً اللہ ﷻ کے احکامات، کعبہ، صفا و مروہ، قربانی کے جانور وغیرہ۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: اس آیت میں کس چیز کے بارے میں احکامات بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۱: قربانی کے جانور کے بارے میں۔

۲: ہدی کسے کہتے ہیں؟ ۲: وہ جانور جو حدودِ حرم میں قربان کرنے کے لئے حاجی اپنے ساتھ لاتے ہیں۔

۳: ہدی کے جانوروں کے کیا احکامات بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۳: ہدی قرار دینے سے پہلے ان جانوروں سے فائدہ اُٹھایا سکتا ہے، جیسے اُن کا دودھ استعمال کرنا، سواری کرنا اور دیگر کاموں میں استعمال کرنا پھر ہدی قرار دینے کے بعد اُسے حج کے دنوں میں حدود حرم میں قربان کرنا عظیم الشان فائدہ ہے۔

عملی پہلو: اللہ تعالیٰ کے حضور انسان جب کسی جانور کی قربانی پیش کرتا ہے تو اس میں نیت رضائے الٰہی کے حصول کے سوا کچھ نہیں ہونی چاہیے۔ دین اسلام کی خوبیوں میں ایک خوبی یہ ہے کہ اس کے ہر کام میں آخرت کے اجر کے ساتھ دنیا کا فائدہ پایا جاتا ہے۔ پہلی امتوں میں یہ اصول تھا کہ قربانی پیش کرنے والا اس کا گوشت نہیں کھا سکتا تھا۔ لیکن ہم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اس نے نہ صرف ہمیں قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت عنایت فرمائی ہے بلکہ ہم قربانی کے جانور کی اُون، چمڑی اور ہڈیوں سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اسی طرح دیگر چوپاؤں میں ہمارے لئے فوائد رکھے گئے ہیں۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لئے کس عبادت کو مقرر فرمایا؟ ۱: جانوروں کو اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کرنے کی عبادت کو۔

نوٹ: قرآنِ حکیم میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی قربانی پیش کرنے کا ذکر آیا ہے قابیل نے اناج پیش کیا تھا جب کہ حضرت ہابیل نے دُنبے کی قربانی پیش فرمائی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی ایک قدیم عبادت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے چلی آرہی ہے۔ اس واقعہ کا ذکر سورۃ المائدہ، آیات: ۲۷ تا ۳۱ میں ملتا ہے۔

عملی پہلو: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کو خون بہانے سے زیادہ کوئی عمل پسند نہیں۔ قربانی کا جانور اپنے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت حاضر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے درجات بلند فرما دیتا ہے۔ اس لئے قربانی دل کی خوشی کے ساتھ کیا کرو۔" (سنن ابن ماجہ)

۲: اس آیت میں کیسے لوگوں کے لئے خوشخبری بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اختیار کرنے والوں کے لئے۔

نوٹ: قربانی کی اصل روح یہ ہے کہ آدمی توحید کا اقرار کرے، اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے حوالہ کرے اور اپنے اندر عجز و نیاز کی صفت پیدا کرے۔ جانور کو زمین پر گرا دینے کا مطلب در حقیقت اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آگے پیش کر دینا ہے یعنی اس کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کر دینا ہے۔

نوٹ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اے اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! قربانی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ہمیں اس میں کیا ملے گا؟ ارشاد ہوا قربانی کے بالوں کے برابر ثواب ملے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر عرض کرتے ہیں، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بھیڑ کی اون کے برابر بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! بھیڑ کی اون کے ایک ایک بال کے برابر نیکیاں ملیں گی"۔ (مسند احمد، ابن ماجہ)

آیت نمبر ۳۵: ۱: عاجزی اختیار کرنے والوں کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۱: i۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر سُن کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے۔ ii۔ مصائب پر صبر کرنے والے۔ iii۔ نماز قائم کرنے والے۔ iv۔ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اس کی راہ میں خرچ کرنے والے۔

عملی پہلو: اللہ تعالیٰ کے بندے صرف جانور ذبح کرتے وقت ہی اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے بلکہ جب بھی ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تو ان کے دل لرز جاتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے کس کا ذکر ہے؟ ۱: قربانی کے اونٹ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کیئے جاتے ہیں۔

۲: اونٹوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کرنے کا کیا طریقہ بتایا گیا ہے؟ ۲: اونٹوں کو کھڑا کر کے ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نحر یعنی گردن پر چھری مار کر ذبح کیا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: اس آیت میں قربانی کے قبول ہونے کی کیا شرط بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اخلاص۔ کفار جب قربانی کے جانور ذبح کرتے تو ان کا خون کعبے کی دیواروں پر مل دیتے اور گوشت اپنے بتوں کے پاس لا کر رکھ دیتے اور خیال کرتے کہ جب تک ایسا نہ کیا جائے ہماری قربانی مقبول نہیں ہوتی۔ اس آیت میں مسلمانوں کو یہ بتا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے قربانی کے جانوروں کے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں کہ تم اسے اٹھاؤ اور کعبہ کی دیواروں پر مل کر انہیں

آلودہ کرو۔ اس کی بارگاہ میں تو تمہارا اخلاص اور تقویٰ شرف قبولیت حاصل کرے گا۔ تمہارے دل میں جتنا خلوص زیادہ ہوگا اور تمہارے عمل پر تقویٰ کا رنگ جتنا زیادہ ہوگا اتنی ہی اس کی قبولیت زیادہ ہوگی۔

عملی پہلو: ہمیں پورے اخلاص اور تقویٰ کے ساتھ اللہ ﷻ کی رضا کے لئے اسے فریضۂ عبادت سمجھتے ہوئے قربانی کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ ﷻ نہ تمہارے اجسام کو دیکھتا ہے اور نہ ہی تمہاری شکلوں کو دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے"۔ (صحیح مسلم)

نوٹ: اللہ ﷻ کے ہاں جو چیز اہم ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص قربانی دے رہا ہے وہ اپنی معمول کی زندگی میں اس کی نافرمانی سے کتنا ڈرتا ہے؟ وہ اپنے روز مرہ کے معمولات میں اللہ ﷻ کے احکام و قوانین کا کس قدر پابند ہے؟ کس قدر وہ اپنی توانائیاں، اپنی صلاحیتیں اور اپنا مال اللہ ﷻ کی راہ میں صرف کر رہا ہے؟ کیا قربانی کے جانور کا اہتمام اس نے رزقِ حلال سے کیا ہے؟ اس قربانی کے پیچھے اس کا جذبۂ اطاعت و ایثار کس قدر کار فرما ہے؟

۱: اس آیت میں ہدایت دیئے جانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: جانور کو قربان کرنے کا وہ طریقہ جو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہمیں سکھایا گیا یعنی "بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہہ کر جانور کو قربان کرنا۔ ۳: کن لوگوں کو خوشخبری سنائی گئی ہے؟ ۳: احسان کرنے والوں کو۔

۴: خوشخبری سے کیا مراد ہے؟ ۴: ایمان و یقین کے ساتھ صدق و اخلاص سے حسن اعمال کرنے والوں کو دنیا میں بھی خیر و برکت والی پاکیزہ زندگی نصیب ہوگی اور آخرت میں یہ جنت کی سدا بہار نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: آیات: ۳۸ تا ۴۱ میں کیا موضوع بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: جہاد و قتال کا موضوع بیان فرمایا گیا ہے۔

نوٹ: پچھلی آیات میں حج کا ذکر تھا اب جہاد و قتال کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کیونکہ ان دونوں مضامین (حج اور قتال فی سبیل اللہ) میں بہت گہرا ربط ہے۔ اس ربط اور تعلق کی وجہ بظاہر یہ نظر آتی ہے کہ کعبۃ اللہ جو خدائے واحد کی عبادت کے لئے بنایا گیا تھا وہ ان آیات کے نزول کے وقت مشرکین کے زیر تسلط تھا اور توحید کے اس مرکز کو انہوں نے شرک کا اڈّا بنایا ہوا تھا اور وہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیت اللہ میں توحید کا نعرہ بلند کرنے، صرف اللہ ﷻ کی عبادت کرنے اور حج و عمرہ کی ادائیگی سے روکتے تھے۔ چنانچہ اس وقت امت مسلمہ کا فرضِ منصبی یہ قرار پایا کہ وہ اللہ ﷻ کے اس گھر کو مشرکین کے تسلط سے آزاد کرا کے اسے واقعتاً توحید کا مرکز بنائے۔ لیکن یہ کام صرف دعوت اور وعظ سے ہونے والا تو تھا نہیں، اس کے لئے طاقت کا استعمال ناگزیر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حج بیت اللہ کے احکام کے ساتھ ساتھ قتال فی سبیل اللہ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ ۲۔ اس آیت میں اللہ ﷻ نے کیا وعدہ فرمایا ہے؟ ۲۔ اللہ ﷻ نے مسلمانوں کے راستے سے دشمنوں کو ہٹا دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ۳: اللہ ﷻ اہل ایمان کی کن سے حفاظت فرماتا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ اہل ایمان کی کفار اور مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف سے حفاظت فرماتا ہے۔ کفر و اسلام کی جنگ میں اللہ ﷻ کی تائید و نصرت اہل ایمان کو حاصل ہوگی اور وہ کافروں کی چالوں کو ناکام کر دے گا۔

۴: اللہ ﷻ کیسے لوگوں کو پسند نہیں فرماتا؟ ۴: خیانت کرنے والے ناشکروں کو۔ مشرکین مکہ اور ان کے ساتھی خائن تھے کیونکہ خانۂ کعبہ کی جو امانت ان کے سپرد ہوئی تھی اس میں وہ اس خیانت اور بدعہدی کے مرتکب ہوئے کہ اس میں بت لا کر رکھ دیئے۔

عملی پہلو: قربانی کے جذبے کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان اپنا تن، من، دھن "اللہ ﷻ" کی راہ میں نچھاور کر دے اس لئے قربانی کے مسائل بیان کرتے ہوئے قتال فی سبیل اللہ ﷻ کی اجازت کو ذکر کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے اہل ایمان کو کس بات کی اجازت عطا فرمائی؟ ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے اہل ایمان کو ظالموں سے قتال کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

نوٹ: مکہ میں نبی کریم ﷺ نے اپنے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار کے خلاف جنگ نہ کرنے کا حکم فرمایا تھا، ہجرت مدینہ کے دوران یہ آیت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو اب کفار کے خلاف جنگ کی اجازت دے دی گئی۔

شانِ نزول: کفارِ مکہ اصحابِ رسول اللہ ﷺ کو روزانہ ہاتھوں اور زبان سے شدید ایذائیں دیتے اور تکالیف پہنچاتے رہتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار کے مظالم کی حضور ﷺ کے دربار میں فریادیں کرتے، حضور ﷺ یہ فرمایا کرتے کہ صبر کرو، مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہے جب حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی، تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

۲: اس آیت میں جنگ کے کیا مقاصد بیان کیئے گئے ہیں؟ ۲: اس آیت میں جنگ کا حکم دے کر دو مقصد بیان کیئے گئے ہیں: i۔ ظلم کا خاتمہ ii۔ اعلائے کلمۃ اللہ (کلمۂ حق کی سربلندی)۔ اس لئے کہ مظلوموں کی مدد اور ان کی دادرسی نہ کی جائے تو پھر دنیا میں زور آور کمزوروں کو جینے ہی نہ دیں، جس سے زمین فساد سے بھر جائے۔ نیز عدل کے نفاذ کے لئے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نظامِ عدل کا نفاذ ضروری ہے۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے گھروں سے نکالے جانے یعنی ہجرت پر مجبور کرنے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۱: صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا رب ماننا یعنی توحید کا اقرار کرنا۔ ۲: اہل ایمان اور اہل کفر کی جنگ کی کیا حکمت بیان کی گئی ہے؟ ۲: تاکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ذریعہ اہل کفر کو مٹاتا رہے اور عبادت گاہوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہے۔ یہ کوئی نیا حکم نہیں تھا۔ پچھلے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کو بھی کفار کو قتل کرنے کے احکام دیئے گئے ہیں اور اگر ایسا حکم نہ دیا جاتا تو تمام ادیان اور مذاہب کی عبادت گاہیں ڈھادی جاتیں۔

نوٹ: فساد کرنے والے لوگ ہوں یا فاسد تہذیب و ثقافت، جب ان کا فساد زمین میں ایک حد سے تجاوز کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے اسے کسی دوسری طاقت کے ذریعے نیست و نابود کر دیتا ہے۔

۳: اس آیت میں کن عبادت گاہوں کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۳: خانقاہوں، عیسائیوں کے راہب خانوں، یہودیوں کے کلیساؤں اور مساجد کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

۴: اللہ تعالیٰ کی مدد کن لوگوں کو حاصل ہوتی ہے؟ ۴: جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ اسی بات کا ذکر سورہ محمد ۴۷، آیت: ۷ میں بھی ہے۔

۵: اللہ تعالیٰ کی کیا شانیں بیان ہوئی ہیں؟ ۵: اللہ تعالیٰ طاقتور، قوت والا اور غالب ہے۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: اہل ایمان کو اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں غلبہ عطا فرمادے تو وہ کیا کام کریں گے؟ ۱: نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔

نوٹ: برسرِ اقتدار لوگوں کا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ کریں۔ جس میں اوّل نماز قائم کرنا اور لوگوں کو نماز کا پابند بنانا، زکوٰۃ ادا کرنا اور نظامِ زکوٰۃ نافذ کرنا ہے۔ حکمران خود نیکی کے کام کریں اور لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور خود برائی سے بچیں لوگوں کو برائی سے منع کریں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ ہر کام کا انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس فرمان کے شروع میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو اقتدار عطا فرمائے انھیں یہ کام کرنے چاہییں۔ آخر میں فرمایا کہ انھیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہر کام کا انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ گویا کہ حکمرانوں کو ہر حال میں فکرِ آخرت کے ساتھ یہ چیز بھی ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ حکمرانی کے نشہ میں آکر مغرور اور متکبر نہیں بننا کیونکہ حقیقی اقتدار اور اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: اس آیت میں کن لوگوں کا آپ ﷺ کو جھٹلانے کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: مشرکینِ مکہ کا آپ ﷺ کو جھٹلانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲: اس آیت میں آپ ﷺ کو کیا تسلی دی گئی ہے؟ ۲: آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ غم نہ کیجئے، آپ ﷺ سے پہلے بھی جو انبیاء و رسل علیہم السلام دنیا میں آئے ہیں انہیں ان کی قوموں نے جھٹلایا۔

۳: جھٹلانے والی قوموں کی کیا مثالیں دی گئی ہیں؟ ۳: انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والی قوموں کی مثال میں قومِ نوح علیہ السلام، قومِ عاد، اور قومِ ثمود کا ذکر کیا گیا ہے۔

نوٹ: قومِ نوح علیہ السلام، قومِ عاد اور قومِ ثمود کی تفصیلات کے لئے مطالعہ قرآنِ حکیم حصہ اول ملاحظہ فرمائیں۔

عملی پہلو: ہمیں دین کی دعوت کا کام صبر و تحمل سے جاری رکھنا چاہیئے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو اس راستے میں سخت مشکلات پیش آئیں اور انہیں جھٹلایا گیا۔ لیکن ان حضرات علیہم السلام نے صبر کیا اور دعوت کا کام جاری رکھا۔ جھٹلانے والوں کو سابقہ امتوں سے سبق لینا چاہیئے ان امتوں میں جو کافر تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے ڈھیل دی پھر انہیں پکڑ لیا۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: کن قوموں کے جھٹلانے کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: اہل مدین سے کون مراد ہیں؟ ۱: اہل مدین سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے انہیں جھٹلایا تھا۔

۲: اس آیت میں حضرت شعیب علیہ السلام کے علاوہ کس نبی علیہ السلام کو جھٹلانے کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو۔

۳: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ ۳: اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والی قوموں کو مہلت دی۔ لیکن جب انہوں نے مسلسل اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کی گرفت کی اور اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا۔

نوٹ: سابقہ قوموں میں سے کسی قوم کو بھی نبی علیہ السلام کی تکذیب کرتے ہی فوراً نہیں پکڑا گیا، بلکہ ہر ایک کو سوچنے سمجھنے کے لئے کافی وقت دیا گیا اور گرفت اس وقت کی گئی جبکہ انصاف کے تقاضے پورے ہو چکے تھے۔ اسی طرح اگر کفار مکہ نے بھی مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا تو ان کا انجام بھی وہی ہو کر رہنا ہے جو ان سے پہلی قوموں کا ہو چکا ہے۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والی قوموں پر عذاب کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: ان کے مکانات چھتوں کے بل گرے پڑے ہیں، ان کے کنویں ویران ہیں، اور بڑے بڑے مضبوط محل بے کار پڑے ہیں۔ ۲: انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والی قوموں پر عذاب کیوں بھیجا گیا؟

۲: کیوں کہ وہ لوگ ظالم تھے۔ یعنی انہوں نے یہ ظلم کیا کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلا کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے نافرمانی کی۔

عملی پہلو: جنہوں نے اپنے رب کی توحید کا انکار کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طرح نیست و نابود کیا کہ ان کی ترقی ان کے لئے وبال جان ثابت ہوئی۔ ان کے محلاّت ان کے لئے قبرستان بنا دیئے گئے۔ کھیتیاں اور باغات اُجڑ گئے کنویں بے کار (خشک) ہو گئے اور بستیاں اس طرح ویران ہوئیں کہ دیکھنے والا گمان کرے کہ یہاں کبھی کوئی رہنے والا نہ تھا۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: اس آیت میں لوگوں کو زمین کی سیر کرنے کی ترغیب کیوں دی گئی ہے؟ ۱: تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمان قوموں کے کھنڈرات دیکھ کر درس عبرت حاصل کریں۔

نوٹ: جس طرح انسانی جسم کا کوئی حصہ گل سڑ کر بدبودار مواد سے بھر جائے تو باقی جسم کو محفوظ رکھنے کے لئے اس حصے یا عضو کو کاٹ پھینکنا ناگزیر ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہر نافرمان بستی کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

۲: سابقہ قوموں کے بُرے انجام کو دیکھ کر عبرت حاصل نہ کرنے والوں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۲: ایسے لوگوں کے انسانی اعتبار سے دل، کان اور آنکھیں تو ہوتی ہیں لیکن دل ہدایت سے خالی، کان حق بات سننے سے عاری اور آنکھیں حق کی متلاشی نہیں ہوتیں۔

۳: کائنات میں موجود اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے نصیحت نہ حاصل کرنے والوں کے بارے میں اس آیت میں کیا بتایا گیا؟ ۳: ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن ان کے دل اندھے ہو جاتے ہیں جو ان کے سینوں میں ہیں۔

۴: دلوں کے اندھا ہونے سے کیا مراد ہے؟　　۴: کہ وہ آنکھوں سے دیکھتے تو ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ یہ سارے معاملات کرنے والی ذات کونسی ہے۔ کون ہے جس کا حکم کائنات میں چلنے والا ہے، کس کے حکم سے سورج نکل رہا ہے اور کس کے حکم سے غروب ہو رہا ہے اور کون نیکوکاروں کو ثواب دے رہا ہے اور نافرمانوں پر عذاب نازل کرنے والا ہے۔ یعنی بصارت کے ساتھ بصیرت کی بھی ضرورت ہے۔ ورنہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود بھی آدمی کچھ بھی نہیں دیکھتا۔ یہی دل کا اندھا پن ہے۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: مشرکین مکہ کا آپ ﷺ سے جلد عذاب مانگنے سے کیا مراد ہے؟　　۱: مشرکین جیسا کہ نضر بن حارث اور دیگر آپ ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ جس عذاب کا آپ ﷺ ہم سے وعدہ کرتے ہیں وہ ہم پر لے آئیں اور مشرکین آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور پھر کہتے تھے کہ اگر آپ (ﷺ) سچے نبی ہیں تو ہم پر عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا۔　　۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کے وعدے سے کیا مراد ہے؟　　۲: اللہ ﷻ کے عذاب سے مراد نافرمانوں پر اللہ ﷻ کے عذاب کا وعدہ ہے جو کہ مشرکین پر دنیا میں غزوۂ بدر کے موقع پر کچھ ہی عرصے میں واقع ہوا اور اصل عذاب آخرت میں دیا جائے گا یعنی عذاب یقیناً آ کر رہے گا اور نبی کریم ﷺ کا مذاق اُڑا کر آپ ﷺ کو جھٹلانا ایک فضول عمل ہے۔

۳: اللہ ﷻ کا ایک دن ہمارے ایک ہزار سال کا ہونے سے کیا مراد ہے؟　　۳: یعنی اللہ ﷻ کے نزدیک ہمارے ہزار سال ایک دن کی مانند ہیں یعنی اس کے لئے تاخیر کا کوئی معاملہ نہیں مجرم کہیں بھاگ کر جا نہیں سکتا۔

۴۔ کفار کو کس بات سے متنبہ کیا گیا ہے؟　　۴۔ انہیں بتایا گیا ہے کہ ان کے کفر کی سزا اگر انہیں دنیا میں نہ دی گئی تو قیامت تو سامنے ہے ہی وہ دن بہت سخت ہوگا اور دراز ہوگا دوزخ کا عذاب تو بعد میں ہوگا اس سے پہلے قیامت کے دن کے عذاب اور مصیبت میں جو مبتلا ہونگے اسی کو سوچ لیں اور غور کر لیں، قیامت کا دن ایک ہزار سال کا ہوگا اور اتنے لمبے دن میں جو تکلیف ہوگی اس کا اندازہ اسی سے کر لیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اس دن سورج ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا اور اس کی گرمی سے اس قدر پسینہ میں ہوگا کہ بعض کا پسینہ ٹخنوں تک اور بعض کا کمر تک اور بعض کا منہ تک ہوگا یعنی پسینہ میں ایسے کھڑے ہونگے جیسے کوئی شخص نہر میں کھڑا ہو یہ پسینہ لگام کی طرح منہ میں گھس رہا ہوگا۔

نوٹ: ایک حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہونگے اور یہ پانچ سو سال قیامت کے دن کا آدھا ہوگا۔" (جامع ترمذی) آیت شریفہ اور حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ قیامت کا دن ایک ہزار سال کا ہوگا اور سورۃ المعارج میں فرمایا ہے اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا دونوں باتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں تعارض نہیں ہے کیونکہ حاضرین کی حالت جدا جدا ہوگی کسی کو ایسا معلوم ہوگا کہ حساب کتاب میں پچاس ہزار سال لگے اور کسی کو یہ محسوس ہوگا کہ ایک ہزار سال میں حساب سے فارغ ہو گیا، حساب کی شدت اور خفت کے اعتبار سے ایک ہزار اور پچاس ہزار سال فرمایا۔ امام بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری ؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ وہ دن تو بہت ہی لمبا ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی (مقصد یہ تھا کہ وہ دن کیسے کٹے گا) آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ دن مومن پر ایسا ہلکا کر دیا جائے گا ایک فرض نماز میں جو وقت خرچ ہوتا ہے اس سے بھی ہلکا معلوم ہوگا۔

آیت نمبر ۴۸: ۱: اللہ ﷻ کی گرفت کرنے کا کیا طریقہ بیان کیا گیا ہے؟　　۱: اللہ ﷻ ظالموں کو پہلے مہلت دیتے ہیں۔ جب وہ اپنے ظلم کی انتہا پر پہنچ جاتے ہیں تو اللہ ﷻ ان کی گرفت کرتا ہے اور انہیں پکڑ لیتا ہے۔ بالآخر اللہ ﷻ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے جہاں وہ پورا پورا فیصلہ فرما دے گا۔ یعنی اگر کسی ظالم قوم پر عذاب آنے میں دیر ہوئی، یا دنیا میں سرے سے اس پر عذاب آیا ہی نہیں تو بھی وہ اللہ ﷻ کی گرفت سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے، ہر حال میں انھیں اللہ ﷻ ہی کی طرف آنا ہے، وہاں سب وعدے پورے ہوں گے۔

آیت نمبر ۴۹: ا: اس آیت میں آپ ﷺ کے کس فریضہ کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ا: آپ ﷺ تمام لوگوں کی طرف ڈر سنانے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کو اللہ ﷻ نے بھیجا ہی اسی لئے ہے کہ وہ تم لوگوں کو آنے والی زندگی کے مراحل کی تمام تفصیلات سے واضح طور پر خبردار کریں، عذاب سے ڈرائیں۔ احکام الٰہی کا زبردستی منوانا اور عمل کروانا آپ ﷺ کے ذمہ نہیں، نہ ہی عذاب لانا آپ ﷺ کا کام ہے۔

آیت نمبر ۵۰: ا: اس آیت میں کن لوگوں کے لئے بشارت فرمائی گئی ہے؟ ا: وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیئے۔ ان کے لئے بشارت دی گئی کہ اللہ ﷻ انہیں مغفرت اور عزت والی روزی عطا فرمائے گا۔

عملی پہلو: ایمان دل کی تصدیق کا نام ہے جبکہ زبان سے اقرار کرنا احکام اسلام کے اجراء کے لئے ضروری ہے اور ایمان کی حفاظت اور اس کے ثمرات کے حصول کے لئے عمل ناگزیر ہے۔ اس لئے اعمال صالحہ کا الگ ذکر خاص طور پر تاکید کے لئے فرمایا، کیونکہ اس میں عموماً کوتاہی ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۵۱: ا: جہنم میں ڈالے جانے کی بُری خبر کیسے لوگوں کے لئے بیان کی گئی؟ ا: وہ لوگ جنہوں نے اللہ ﷻ کی آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کی۔

۲: آیات کو نیچا دکھانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: کبھی قرآنِ حکیم کی آیات کو جادو کہنا، کبھی شاعری کہنا، کبھی پچھلے لوگوں کے قصّے کہنا اور ان کا انکار کرنا، عمل نہ کرنا یہ سب آیات کو نیچا دکھانے کے انداز ہیں۔ یعنی وہ لوگ جن کی ساری بھاگ دوڑ اور کوششیں اللہ ﷻ کی آیات کو ناکام اور غیر مؤثر بنانے گویا اللہ ﷻ کی مخالفت اور اس کی منصوبہ بندی کی راہ میں روڑے اٹکانے میں ہیں وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

آیت نمبر ۵۲: ا: لفظ "تمنّی" کے کیا معنی ہیں؟ ا: اس کے دو معنی ہیں خواہش یا آرزو کرنا، یا پڑھنا اور تلاوت کرنا۔

۲: رسول اللہ ﷺ کی تلاوت کے دوران شیطان کے وسوسہ ڈالنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی جب رسول اللہ ﷺ لوگوں کو اللہ ﷻ کی آیات تلاوت فرما کر سناتے تو شیطان لوگوں کے دلوں میں ان آیات سے متعلق شبہ یا شک پیدا کر دیتا مثلاً جب آپ ﷺ نے پڑھا "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ" (المائدہ ۵، آیت: ۳) تو شیطان نے لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ خود ذبح کیا تو حلال اور اللہ ﷻ نے موت دی تو حرام قرار دیا گیا یعنی جن جانوروں کو خود ذبح کرتے ہیں وہ حلال ہوتے ہیں اور جو اللہ ﷻ کے مارنے سے مر جاتے ہیں تو انہیں حرام قرار دیا جا رہا ہے۔

نوٹ: رسول و نبی کی آرزو یہی ہوتی ہے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ ایمان لے آئیں، شیطان رکاوٹیں ڈال کر لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ایمان سے دور رکھنا چاہتا ہے۔

۳: اللہ ﷻ شیطان کے وسوسوں سے کلام کو کیسے محفوظ فرماتا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ قرآنِ حکیم میں محکم آیات نازل فرماتا ہے اور شیطان کے وسوسوں کو دور کر دیتا ہے۔

نوٹ: رسول کریم ﷺ کو مخصوص انداز میں تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ افسردہ اور غم زدہ نہ ہوں۔ اس لئے کہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء و رسل علیہم السلام مبعوث فرمائے گئے ان کی ذات اور کام کے ساتھ شیطانی قوتوں نے یہی رویہ اختیار کیا تھا۔ لیکن اللہ ﷻ شیطان کی شیطانیت کو ہمیشہ سے مٹاتا رہا ہے اور اس کے مقابلے میں اللہ ﷻ نے اپنی آیات کو محکم فرمایا اور اپنے رسولوں علیہم السلام کو سرفراز فرمایا۔ اللہ ﷻ ہر بات کو اچھی طرح جاننے والا ہے اور اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۵۳: ا: اللہ ﷻ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی تلاوت کے دوران شیطان کو وسوسہ ڈالنے کا موقع کیوں دیا؟ ا: تا کہ شیطان کے اس وسوسے کو لوگوں کے لئے آزمائش و امتحان بنا دیا جائے۔

۲: شیطان کے یہ وسوسے کن لوگوں کے لئے آزمائش و امتحان بنتے تھے؟ ۲: آیات قرآنی کے متعلق شیطان کی وسوسہ اندازیوں سے وہی لوگ آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں جن کے دلوں میں کفر و نفاق کی بیماری ہوتی ہے نیز وہ لوگ جن کے دل سخت ہوتے ہیں اور وہ لوگ جو ظلم میں پڑے ہوتے ہیں۔

۳: دلوں میں مرض سے کیا مراد ہے؟ ۳: نفاق یا کفر۔ اس مرض سے مراد دلوں کا تعصّب اور مجرمانہ ذہنیت ہے۔

۴: دلوں کے سخت ہونے کا کیا مطلب ہے؟ ۴: دلوں کے سخت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نصیحت ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ یہ نتیجہ ہے اسی گنہگار ذہنیت کا۔

نوٹ: جس طرح انسان کے جسم کو بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ اسی طرح انسان کا دل روحانی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جن میں نفاق اور دل کی سختی شامل ہے۔ دل میں منافقت پیدا ہو جائے تو آدمی حق بات کے بارے میں بھی شک کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص حق بات کے قریب ہونے کی بجائے ہر قدم دور ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔ بالآخر اللہ ﷻ ان کے دل پر گمراہی کی مہر لگا دیتا ہے۔

آیت نمبر ۵۴: ۱: شیطانی وسوسوں کا اہلِ علم پر کیا اثر ہوتا ہے؟　　۱: وہ جان لیتے ہیں کہ اللہ ﷻ کا حکم ہی حق ہے اور وہ اس پر جم جاتے ہیں۔ اللہ ﷻ اس لئے شیطان کی شیطانیت کو دباتا اور مٹاتا ہے تاکہ حقیقی علم رکھنے والے لوگوں کو معلوم ہو کہ اللہ ﷻ کا فرمان سچ اور حق ہے۔

۲: اہلِ علم کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟　　۲: حقیقی علم رکھنے والے لوگ اللہ ﷻ کے فرمان پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے دل حق بات کے سامنے جھک جاتے ہیں۔

۳: اللہ ﷻ کیسے لوگوں کو اپنی راہ کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے؟　　۳: وہ لوگ جو حق بات کو ماننے والے ہیں۔ اللہ ﷻ ایسے لوگوں کی ضرور رہنمائی فرماتا اور انہیں سیدھے راستے پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

نوٹ: یہاں علم سے مراد وحی کا علم ہے اور جو لوگ وحی کا انکار کرتے ہیں وہ حق بات کے بارے میں ہمیشہ شک کا شکار رہتے ہیں۔ شریعت کا ہی علم ہے جس سے ایماندار لوگ رہنمائی حاصل کر کے شیطانی قوتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۵۵: ۱: انبیاء کرام علیہم السلام کے پیغام کے بارے میں کفار کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟　　۱: انبیاء کرام علیہم السلام کے پیغام کے بارے میں کفار ہمیشہ شک میں پڑے رہتے ہیں۔

۲: کفار کو کس برے انجام سے خبردار کیا گیا ہے؟　۲: اس سے کہ ان پر کہیں اچانک قیامت نہ آجائے یا وہ عذاب کا دن نہ آجائے جو ان کے لئے خلافِ توقع ہوگا۔

آیت نمبر ۵۶: ۱: قیامت کے دن حکومت کس کی ہوگی؟　　۱: اللہ ﷻ کی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا "آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ﷻ ہی کی جو ایک ہے، بہت دبدبے والا ہے۔" (سورۃ المؤمن ۴۰، آیت: ۱۶)

۲: قیامت کے دن اللہ ﷻ کس کے درمیان فیصلہ فرمادے گا؟　۲: مومنین اور کفار کے درمیان۔

نوٹ: بادشاہی اور حکمرانی تو آج بھی اللہ ﷻ کی ہے اس کے حکم کے بغیر کوئی پتا بھی حرکت نہیں کرتا۔ لیکن آج کئی ایسے متکبر لوگ ہیں جو اپنی بادشاہی کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن قیامت کے روز سب جھوٹے شہنشاہوں کی زبانیں گونگی ہو جائیں گی۔ لیکن روزِ قیامت سب پر واضح ہو جائے گا کہ سارے جہاں کا حاکم صرف اللہ ﷻ ہے۔ دنیا میں ہر شخص کا فیصلہ قیامت کے دن اللہ ﷻ فرمائے گا۔ تب حق اور باطل کا فرق واضح ہو جائے گا۔

۳: مومنین کے لئے اللہ ﷻ کیا فیصلہ فرمائے گا؟　　۳: مومنین باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔

۴: مومنین کے اس اچھے انجام کا کیا سبب بیان فرمایا گیا ہے؟　　۴: ان کا ایمان اور نیک اعمال۔

عملی پہلو: ایمان اور صالح اعمال آپس میں لازم ملزوم ہیں۔ صالح اعمال کرنے والے ایمانداروں کو نعمتوں والی جنت میں داخل کیا جائے گا۔

آیت نمبر ۵۷: ۱: اللہ ﷻ قیامت کے دن کفار کے لئے کیا فیصلہ فرمائے گا؟　۱: کفار قیامت کے دن رسوا کرنے والے عذاب میں ہوں گے۔

۲: ان کا یہ انجام کس وجہ سے ہوگا؟　　۲: ان کے کفر اور اللہ ﷻ کی آیات کو جھٹلانے کی وجہ سے۔

آیت نمبر ۵۸: ۱: اس آیت میں کس عبادت کا ذکر ہے؟　　۱: اللہ ﷻ کی راہ میں ہجرت فرمانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲: ہجرت کرنے والوں سے اللہ ﷻ نے کیا وعدہ فرمایا ہے؟　۲: اللہ ﷻ نے ہجرت کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں بہترین رزق عطا فرمائے گا۔

۳: سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا کون ہے؟　　۳: اللہ ﷻ، کیونکہ وہ بغیر حساب کے، بغیر استحقاق کے اور بغیر سوال کے دیتا ہے۔ کسی سے فائدے کی امید یا کسی سے خوف کے بغیر دیتا ہے۔ صرف وہی ہے جو اپنے پاس سے دیتا ہے، علاوہ ازیں انسان جو ایک دوسرے کو دیتے ہیں تو اسی کے دیئے ہوئے میں سے دیتے

ہیں۔ اس لئے اصل رازق وہی اللہ ﷻ ہے۔ ۴: اللہ ﷻ کی طرف سے بہترین رزق کا وعدہ اور کن لوگوں کے لئے ہے؟ ۴: وہ لوگ جو اللہ ﷻ کی راہ میں شہید ہوں۔ یا وہ لوگ جو اللہ ﷻ کی راہ میں زندگی گزارتے ہوئے فوت ہو جائیں۔

۵: ہجرت کسے کہتے ہیں؟ ۵: اللہ ﷻ کے دین پر عمل کرنے کی خاطر رشتہ دار، روزگار سب کچھ چھوڑ کر ایک نئی جگہ جا کر آباد ہو جانا ہجرت کہلاتا ہے۔

نوٹ: ہجرت کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو ترک کرنا، چھوڑ دینا ہے، لیکن شرعی اصطلاح میں جو چیز اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے راستے میں رکاوٹ بنتی ہو اس کو چھوڑنا ہجرت کہلاتا ہے اور چھوڑنے والا مہاجر ہوگا۔ ۶: افضل ہجرت کسے کہا جاتا ہے؟ ۶: آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سی ہجرت زیادہ افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ہر اس چیز کو چھوڑ دو جو اللہ ﷻ کو ناپسند ہے۔ (سنن نسائی)

۷: اعلیٰ ہجرت سے کیا مراد ہے؟ ۷: اللہ ﷻ کی خاطر اپنا گھر بار اور اپنے رشتہ دار اور اپنا روزگار سب کچھ چھوڑ کر ایسی جگہ چلے جانا جہاں دین پر عمل کرنا ممکن ہو یہ اعلیٰ ہجرت کہلاتی ہے۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ ﷻ کی راہ میں محاذِ جنگ پر جہاد کے لئے تیار ہونے کی حالت میں فوت ہوا تو وہ جو نیک عمل کرتا تھا، اللہ ﷻ اس کے لئے اس عمل کا ثواب جاری فرما دیتا ہے اور اس کا رزق جاری فرما دیتا ہے۔ اسے آزمانے والے (منکر نکیر) کا خوف نہیں ہوتا اور اللہ ﷻ اسے قیامت کے دن خوف سے محفوظ اٹھائے گا"۔ (سنن ابنِ ماجہ، سنن نسائی)

عملی پہلو: ذلیل کر دینے والے عذاب سے بچنے اور جنت کی نعمتیں پانے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کفر کے ماحول کو چھوڑ دے۔

آیت نمبر ۵۹: ۱: اللہ ﷻ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں، شہید ہونے والوں اور قربانیاں دینے والوں سے اللہ ﷻ نے کیا وعدہ فرمایا؟ ۱: اللہ ﷻ ضرور انہیں جنت میں ایسے اعلیٰ مقامات میں شامل فرمائے گا کہ وہ خوش ہو جائیں گے۔ ۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ سب کچھ جاننے والا اور بردبار ہے۔ ۳: اللہ ﷻ کی ان شانوں کا آیت کے مضمون سے کیا تعلق ہے؟ ۳: اللہ ﷻ خوب جانتا ہے کہ کن لوگوں نے خالص اس کے راستہ میں اپنا گھر بار ترک کیا ہے اور وہ کس چیز سے راضی ہوں گے۔ نیز اللہ ﷻ ان کو بھی جانتا ہے جنہوں نے ایسے مخلص بندوں کو تکلیفیں دے کر گھر چھوڑنے پر مجبور کیا۔ لیکن اپنی بردباری کی وجہ سے فوراً سزا نہیں دیتا۔

آیت نمبر ۶۰: ۱: کیا بدلہ لینا جائز ہے؟ ۱: اگر کسی پر زیادتی کی جائے اور وہ اُتنا ہی بدلہ لے جتنی اس پر زیادتی کی گئی تو یہ جائز ہے۔ البتہ معاف کر دینا پسندیدہ بات ہے۔ ۲: مظلوم کی مدد کون کرتا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ مظلوم کی مدد فرماتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو جہاں اور بہت سی نصیحتیں ارشاد فرمائیں وہاں سب سے آخر میں بطورِ خاص جو نصیحت فرمائی وہ یہ تھی۔ "مظلوم کی بددعا سے بچے رہنا کیونکہ مظلوم کی پکار اور اللہ ﷻ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا"۔ (صحیح مسلم، صحیح بخاری)

۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: یقیناً اللہ ﷻ بہت معاف فرمانے والا اور بہت بخشنے والا ہے۔

عملی پہلو: اس میں مسلمانوں کے لئے یہ درس بھی ہے کہ وہ حتی المقدور عفو و درگزر سے کام لیں، کہ جب اللہ ﷻ قادرِ مطلق ہونے کے باوجود لوگوں کو ان کی خطاؤں پر فوراً نہیں پکڑتا بلکہ عفو و درگزر ہی سے کام لیتا ہے تو ہمیں بھی دوسروں کے ساتھ عفو و درگزر ہی کا معاملہ کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۶۱: ۱: اللہ ﷻ کی قدرت کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے۔

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

آیت نمبر ۶۲: ۱: اللہ ﷻ کی صفات اور قدرتوں کے بیان سے کیا نتیجہ نکالا جا سکتا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ہی برحق ہے۔ اس لئے اس کا دین حق ہے، اس کی عبادت حق ہے اس کے وعدے حق ہیں، اس کا اپنے اولیاء کرام کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کرنا حق ہے، وہ اللہ ﷻ اپنی ذات میں، اپنی صفات میں

اور اپنے افعال میں حق ہے۔ ۲:اس آیت میں باطل کسے قرار دیا گیا ہے؟ ۲:وہ ہستیاں جنہیں اللہ ﷻ کے سوا پکارا جاتا ہے وہ باطل ہیں۔

۳:وہ ہستیاں جنہیں اللہ ﷻ کے سوا پکارا جاتا ہے ان کے باطل ہونے کی کیا دلیل ہے؟ ۳:ان میں وہ صفات اور قدرتیں نہیں ہیں جو اللہ ﷻ میں ہیں اور جو کائنات کے رب اور مالک میں ہونی چاہئیں۔ ۴:اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۴:اللہ ﷻ عالی شان اور بڑائی والا ہے۔

نوٹ: اللہ ﷻ برتر و بالا ہے اس بات سے کہ اس کا کوئی شریک ہو۔ وہ عظیم الشان اور عالی مرتبہ ایسا ہے کہ اس کا کوئی مثل نہیں ہو سکتا۔

آیت نمبر ۶۳: ۱:اللہ ﷻ کے معبودِ حقیقی ہونے کے لئے کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱:اللہ ﷻ وہ ہے جو آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے۔

۲:بارش سے انسان کو ہونے والے کس فائدے کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۲:بارش کے پانی سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔

۳:اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳:اللہ ﷻ بڑا باریک بین اور ہر چیز سے خوب باخبر ہے۔

نوٹ: اس آیت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح اللہ ﷻ کی برسائی ہوئی بارش کا ایک چھینٹا پڑتے ہی سوکھی پڑی ہوئی زمین یکایک لہلہا اٹھتی ہے، اسی طرح وحی کے بارانِ رحمت سے عرب کا بنجر ریگستانِ علم، اخلاق اور تہذیب و پاکیزگی کا وہ گلزار بن جائے گا جو چشمِ فلک نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ اللہ ﷻ دنیا کے حالات، مصالح اور ضروریات سے باخبر ہے، اور جانتا ہے کہ اپنی خدائی کا کام کس طرح کرے۔

آیت نمبر ۶۴: ۱:اللہ ﷻ کے معبودِ حقیقی ہونے کے لئے کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱:اللہ ﷻ ہی مالک ہے ہر اس چیز کا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔

عملی پہلو: جب سب اللہ ﷻ کے محتاج ہیں تو پھر مخلوق کی عبادت کیوں کی جائے جو خود اپنے وجود میں بھی اسی کی محتاج ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ اللہ ﷻ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں۔

۲:اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۲:اللہ ﷻ بے نیاز ہے اور تعریف کے لائق ہے۔

۳:غنی کسے کہتے ہیں؟ ۳:وہ ہستی جسے کسی چیز کی حاجت نہ ہو۔ جو خود کفیل و مختار (Self Sufficient) ہو اور جس کی ذات کسی چیز کی محتاج نہ ہو۔

۴:حمید کسے کہتے ہیں؟ ۴:وہ ہستی جو حمد اور تعریف کے لائق ہو۔

نوٹ: چونکہ اللہ ﷻ ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ لہٰذا ہر چیز اپنی ہستی اور اس کی بقا تک کے لئے اللہ ﷻ کی محتاج ہوئی۔ جبکہ وہ خود کسی کا محتاج نہیں۔

آیت نمبر ۶۵: ۱:اللہ ﷻ کے معبودِ حقیقی ہونے کے لئے کیا دلائل دیئے گئے ہیں؟ ۱:i ۔اللہ ﷻ نے ہر اس چیز کو انسان کے تابع کر دیا جو زمین میں ہے۔ ii۔ان کشتیوں کو بھی جو اللہ ﷻ کے حکم سے چلتی ہیں۔ iii ۔اللہ ﷻ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ زمین پر گر نہ جائے۔ گویا یہ ساری چیزیں اللہ ﷻ کے حکم اور اختیار سے انسان کے فائدے کے لئے اللہ ﷻ نے مسخر فرما دیں۔

نوٹ: کسی چیز کو کسی شخص کی خدمت میں لگا دینا جو ہر وقت یہ خدمت انجام دیتی رہے یہ بھی درحقیقت تسخیر ہی ہے۔ اگرچہ وہ اس کے حکم سے نہیں بلکہ مالکِ حقیقی کے حکم سے یہ خدمت انجام دے رہی ہے۔ اللہ ﷻ نے اسی لئے ان سب چیزوں کو تابع حکم تو اپنا ہی رکھا مگر تسخیر کا جو اصل فائدہ تھا وہ انسان کو پہنچا دیا۔

۲:اللہ ﷻ نے انسان کو یہ ساری نعمتیں کیوں عطا فرمائیں؟ ۲:بے شک اللہ ﷻ لوگوں پر بہت مہربان اور مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

آیت نمبر ۶۶: ۱:اس آیت میں اللہ ﷻ کے برحق معبود ہونے کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱:وہ ہی اللہ ﷻ ہے جس نے انسانوں کو زندہ فرمایا۔

۲:ہم پر موت کون طاری فرمائے گا؟ ۲:اللہ ﷻ ہی ہمیں موت دے گا۔ ۳:موت کے بعد کیا ہو گا؟ ۳:اللہ ﷻ قیامت کے دن ہمیں دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ ۴:اس آیت میں توحید کے لئے کیا دلائل دیئے گئے ہیں؟ ۴:اللہ ﷻ ہی ہے جس نے انسانوں کو پیدا فرمایا، اللہ ﷻ ہی انہیں موت دے گا اور وہ اللہ ﷻ ہی انہیں دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ یہ وہ اعمال ہیں جو اللہ ﷻ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

۵:اس آیت میں انسانوں کی کس کیفیت کا بیان کیا گیا ہے؟ ۵:انسان اللہ ﷻ کا بڑا ناشکرا ہے۔

عملی پہلو: انسان کا اپنے رب کے بارے میں اکثر یہ رویہ رہتا ہے جس کا ذکر قرآنِ حکیم کے دوسرے مقامات پر آیا ہے۔ مثلاً i۔ جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا ہے اور دل سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جب اس کو اللہ کی طرف سے کوئی نعمت ملتی ہے تو اسے بھول جاتا ہے۔ (سورۃ الزمر ۳۹، آیت:۸)

ii۔ جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے اور جب تکلیف پہنچے تو نا امید ہو جاتا ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت:۸۳)

آیت نمبر ۶۷: ۱: کیا مختلف امتوں میں عبادت کا طریقہ ایک ہی تھا؟ ۱: نہیں ہر امت کے لئے اللہ ﷻ نے عبادت کا ایک الگ طریقہ مقرر فرمایا جس پر وہ لوگ اللہ ﷻ کی عبادت کرتے رہے۔

نوٹ: تمام انبیاء علیہم السلام کی بنیادی دعوت ایک ہی تھی۔ وہ سب دین کے بارے میں یکساں اصولوں پر قائم تھے۔ البتہ ہر امت کے لئے اللہ ﷻ نے بندگی کی صورتیں مختلف زمانوں میں مختلف مقرر کی ہیں۔ جن کے مطابق وہ امتیں اللہ ﷻ کی عبادت بجالاتی رہیں۔ اس امت محمدیہ ﷺ کے لئے بھی ایک خاص شریعت مقرر کی گئی۔ مثلاً روزہ مسلمان بھی رکھتے ہیں اور یہود بھی رکھتے تھے مگر فرق یہ ہے کہ یہود کا روزہ رات کو سوتے ہی شروع ہو جایا کرتا تھا اور نہ وہ سحری کر سکتے تھے اور نہ ہی زوجین والا تعلق قائم کر سکتے تھے جبکہ یہ تمام چیزیں امت محمدیہ ﷺ کے لئے جائز ہیں اور امت محمدیہ ﷺ کا روزہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔ اور مزید یہ کہ یہود صوم وصال (یعنی لگا تار دو روزے) بھی رکھا کرتے تھے جس سے اس امت کو روک دیا گیا ہے۔

۲: "مَنْسَكًا" کا اور کیا ترجمہ کیا گیا ہے؟ ۲: اس کا ایک ترجمہ تو عبادت کا طریقہ کیا گیا ہے اور دوسرا ترجمہ ہے قربانی یا ذبح کرنے کا طریقہ ہے۔

۳: مشرکین سے آپ ﷺ کے کس جھگڑے کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۳: تمام انبیاء کرام علیہم السلام ہمیشہ سے ایک اللہ ﷻ کی عبادت کرتے آئے ہیں۔ اگرچہ عبادت کے اظہار کے طریقے مختلف تھے لیکن کہیں بھی توحید پر حرف نہیں لایا گیا اور نہ کسی قسم کے شرک کی گنجائش رکھی گئی۔

۴: آپ ﷺ کے کس فریضے کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۴: آپ ﷺ اپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیجئے۔ یعنی دعوت و تبلیغ کے فریضے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

۵: اس آیت میں اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی دلجوئی کیسے فرمائی؟ ۵: اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا کہ " اے نبی ﷺ! بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں"۔

آیت نمبر ۶۸: ۱: مشرکین کے کس جھگڑے کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی توحید میں ان کے باطل خداؤں کو شریک کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲: مشرکین کے جھگڑنے پر انہیں کیا جواب دینے کا حکم دیا؟ ۲: آپ ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اللہ ﷻ تمہارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے اور وہ اس کے مطابق تمہیں پوری سزا دے گا۔

آیت نمبر ۶۹: ۱: مشرکین اور موحّد لوگوں کے درمیان کون فیصلہ فرمائے گا؟ ۱: اللہ ﷻ فیصلہ فرمائے گا۔ ۲: یہ فیصلہ کب ہو گا؟ ۲: قیامت کے دن۔

۳: کن اختلافی باتوں کا ذکر پس منظر میں کیا جا رہا ہے؟ ۳: مشرکین کا اپنے باطل معبودوں کے حق میں جھگڑنے کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

آیت نمبر ۷۰: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے یعنی علم باریٔ تعالیٰ کی وسعت کا ذکر فرمایا گیا۔

نوٹ: ازل سے ابد تک اور اس سے پہلے اور اس کے بعد کا تمام علم اللہ ﷻ کے پاس ہے۔ کوئی چیز اللہ ﷻ سے پوشیدہ نہیں۔

۲: اس آیت میں کس کتاب کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۲: لوحِ محفوظ کا۔

۳: لوحِ محفوظ میں کیا کچھ درج ہے؟ ۳: پوری کائنات میں جو کچھ ہونا ہے وہ سب لوحِ محفوظ میں درج ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو جو کلام عطا فرمایا گیا مثلاً اللہ ﷻ کا آخری کلام قرآنِ حکیم وہ بھی لوحِ محفوظ میں درج ہے۔

۴: اس کائنات میں جو کچھ ہونا ہے وہ لکھنا اللہ ﷻ کے لئے کیسا ہے؟ ۴: یہ سب کچھ کر دینا اللہ ﷻ کے لئے بہت آسان ہے۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ ﷻ نے سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا، اور اس کو کہا 'لکھ' اس نے کہا، کیا لکھوں؟ اللہ ﷻ نے فرمایا، جو کچھ ہونے والا ہے، سب لکھ دے"۔ چنانچہ اس نے اللہ ﷻ کے حکم سے (قیامت تک) جو کچھ ہونے والا تھا، سب لکھ دیا۔ (سنن ابو داؤد)۔

آیت نمبر ۷۱: ۱: اس آیت میں کس بڑے جرم کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲: کیا مشرکین کے پاس اللہ ﷻ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے لئے دلائل ہیں؟ ۲: ہرگز نہیں۔ مشرکین کے پاس اللہ ﷻ کے ساتھ شرک کرنے کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں۔ ان کے پاس شرک کے لئے نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ ہی نقلی دلیل۔ ۳: عقلی دلیل کسے کہتے ہیں؟ ۳: غور و فکر کر کے کسی نتیجے تک پہنچنے کو عقلی دلیل کہتے ہیں۔ ۴: نقلی دلیل کسے کہتے ہیں؟ ۴: اللہ ﷻ کی طرف سے نازل کی گئی دلیل کو نقلی دلیل کہتے ہیں۔

۵: کیا شرک کے لئے اللہ ﷻ نے کوئی دلیل نازل کی ہے؟ ۵: ہرگز نہیں۔

۶: اس آیت میں "ظالمین" سے کون مراد ہیں؟ ۶: اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والے مشرکین مراد ہیں۔

۷: شرک کرنے والوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۷: ان کا کوئی مدد کرنے والا نہیں ہو گا۔

نوٹ: سورۃ الاحقاف ۴۶، آیات: ۴ تا ۶ میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ باریٔ تعالیٰ ہے کہ "آپ فرما دیجئے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔ اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انہیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔"

آیت نمبر ۷۲: ۱: اس آیت میں کیا مضمون بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں مشرکین کا اہل ایمان سے دشمنی کا بیان ہے۔

۲: جب مشرکین کو اللہ ﷻ کی واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے کیا تاثرات ہوتے ہیں؟ ۲: ان کے چہرے پر ناخوشی اور ناگواری کے آثار آجاتے ہیں۔

۳: اللہ ﷻ کی آیات پڑھ کر سنانے والوں کے بارے میں مشرکین کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ ۳: وہ اتنا ناراض ہوتے ہیں کہ اگر ان کا بس چلے تو وہ ان پر حملہ کر دیں۔ ۴: اس آیت میں مشرکین کو اس سے بڑھ کر کس ناگوار چیز کی طرف متوجہ کیا گیا ہے؟ ۴: آگ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

۵: کافروں کا کیا انجام ہونے والا ہے؟ ۵: اللہ ﷻ نے ان سے جہنم کا وعدہ کیا ہے ان کا انجام جہنم میں ہونے والا ہے۔

۶: جہنم کیسی جگہ ہے؟ ۶: وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔ اللہ ﷻ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے۔

آیت نمبر ۷۳: ۱: سورۃ الحج ۲۲ کے آخری رکوع کا موضوع کیا ہے؟ ۱: چار آیات میں دعوتِ ایمان اور آخری دو آیات میں دعوتِ عمل دی گئی ہے۔

۲: اس آیت میں کن لوگوں کو ایمان لانے کی دعوت دی جا رہی ہے؟ ۲: اس آیت میں "یَا اَیُّھَا النَّاسُ" کہہ کر قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو ایمان لانے کی دعوت دی جا رہی ہے۔

۳: اس آیت میں اللہ ﷻ نے کس چیز کی مثال بیان کی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کے سوا دوسرے باطل معبودوں کی مثال بیان کی گئی ہے۔

۴: انسانوں نے اللہ ﷻ کے سوا کسے معبود بنایا؟ ۴: اکثر انسانوں نے مظاہرِ قدرت کو محسن سمجھ کر اُن کی عبادت کی مثلاً سورج، چاند، ستارے، زمین، پہاڑ وغیرہ یا پھر بعض چیزوں سے خوفزدہ ہو کر انہیں خدا قرار دے دیا مثلاً بادشاہ، آگ، دریا، درندے وغیرہ اور بعض ہستیوں سے محبت کو اتنا بڑھایا کہ انہیں خدائی میں شریک کر لیا جیسے فرشتے، انبیاء کرام علیہم السلام وغیرہ۔

۵: اللہ ﷻ کے سوا دوسرے باطل معبودوں کی حقیقت کو کس مثال سے واضح کیا گیا ہے؟ ۵: اللہ ﷻ کے سوا دوسرے باطل معبود سب مل کر بھی ایک مکھی تک نہیں بنا سکتے۔ یہاں تک کہ اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے اُڑے تو اُس سے اِس چیز کو واپس بھی نہیں لے سکتے۔

۶: باطل معبودوں اور ان کی پوجا کرنے والوں کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۶: باطل معبود اور ان کے پوجا کرنے والے دونوں نہایت کمزور اور لاچار ہیں۔

نوٹ: i۔ انسان کا مطلوب جتنا پست ہو گا اس کا اخلاق و کردار بھی اتنا ہی پست ہو گا اور انسان کا مطلوب جتنا بلند ہو گا اس کی سیرت بھی اتنی ہی بلند ہو گی۔ ii۔ خود پرست انسان اپنے فائدے کی خاطر قوم کا نقصان گوارا کرلے گا جب کہ ایک قوم پرست انسان قوم کی خاطر ذاتی فوائد کی قربانی دیتا ہے۔ iii۔ انسان دوست اپنی قوم سے بھی بڑھ کر تمام انسانوں سے محبت رکھتا ہے جب کہ خدا پرست انسان صرف انسان ہی نہیں حیوانات، نباتات، جمادات بلکہ پوری کائنات سے محبت کرتا ہے کیوں کہ یہ سب اس کے محبوب اللہ ﷻ کی مخلوقات ہیں۔ ایسا انسان اعلیٰ ترین سیرت و کردار کا حامل ہوتا ہے۔ اس کی اعلیٰ ترین مثال ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے "آپ (ﷺ) کی سیرت بہترین نمونہ ہے"۔ (سورۃ الاحزاب ۳۳، آیت:۲۱)

۷: اس آیت میں ایمانیاتِ ثلاثہ میں سے کس ایمان کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے؟ ۷: اس آیت میں شرک کی نفی اور توحید کا اثبات فرمایا گیا ہے۔

آیت نمبر ۷۴: ۱: اس آیت میں انسانوں کی کس عمومی کوتاہی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: انسانوں نے اللہ ﷻ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اللہ ﷻ کی قدر کرنے کا حق تھا۔

۲: اس کوتاہی کا کیا نتیجہ نکلا؟ ۲: لوگوں نے اللہ ﷻ کی ناقدری کرتے ہوئے اللہ ﷻ کو بھی ایک بادشاہ تصور کیا۔ اللہ ﷻ کے ساتھ وہ کمزوریاں جوڑ دیں جو بادشاہوں کے ساتھ ہوتی ہیں مثلاً بادشاہ کھانے پینے اور کئی چیزوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ بادشاہوں نے اپنے اختیارات وزراء میں بانٹے ہوتے ہیں۔ بادشاہ اپنے ساتھیوں سے رائے اور مشورہ لیتے ہیں۔ بادشاہوں کے چہیتے شہزادے شہزادیاں ہوتی ہیں جن کا کہا بادشاہ ٹال نہیں پاتے۔ چنانچہ لوگوں نے اللہ ﷻ کے لئے بھی ساتھی یعنی شریک اور بیٹے بیٹیوں وغیرہ کا تصور گھڑ لیا اور انہیں بھی اللہ ﷻ کا شریک قرار دینے لگے جب کہ اللہ ﷻ ان تمام کمزوریوں سے پاک وحدہٗ لاشریک ہے۔

۳: اللہ ﷻ کی صفات "قَوِیٌّ اور عَزِیْزٌ" کا آیت کے مضمون سے کیا تعلق ہے؟ ۳: اللہ ﷻ "قَوِیٌّ اور عَزِیْزٌ" ہے وہ ہر کمی اور خامی سے پاک ہے جب کہ لوگوں نے اللہ ﷻ کو پہچاننے میں دھوکہ کھایا اور اس کے ساتھ شرک کیا۔ اگر لوگ اللہ ﷻ کی قدر و منزلت کو پہچانتے تو اللہ ﷻ کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہ ٹھہراتے۔

آیت نمبر ۷۵: ۱: اس آیت میں کیا حقیقت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں رسالت کی حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے۔

۲: اللہ ﷻ کے پیغامات انسانوں تک کن واسطوں سے گزر کر پہنچتے ہیں؟ ۲: اللہ ﷻ کے پیغام انسانوں تک دو واسطوں سے گزر کر پہنچتے ہیں یعنی رسول مَلَک اور رسول بَشَر۔

۳: رسول مَلَک سے کون مراد ہے؟ ۳: اللہ ﷻ فرشتوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنا پیغام انبیاء کرام علیہم السلام تک پہنچانے کے لئے چُن لیتا ہے، جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام۔

۴: رسول بشر سے کون مراد ہے؟ ۴: اللہ ﷻ انسانوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنا پیغام دوسرے انسانوں تک پہنچانے کے لئے چُن لیتا ہے، جنہیں انبیاء کرام علیہم السلام کہتے ہیں۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک انبیاء کرام علیہم السلام کو منتخب کیا گیا۔ اللہ ﷻ کی طرف سے ان پر وحی کی جاتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام تمام انسانوں میں افضل ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں افضل ترین خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں۔

۵: اس آیت میں اللہ ﷻ کی دو صفات "سَمِیْعٌ" اور "بَصِیْرٌ" کا رسالت کے مضمون سے کیا تعلق ہے؟ ۵: انسان تو اللہ ﷻ کی آواز نہیں سُن سکتا اور نہ ہی اللہ ﷻ کو دیکھ سکتا ہے لیکن اللہ ﷻ اپنی تمام مخلوقات کی آواز سنتا بھی ہے اور ان سب کو دیکھتا بھی ہے۔ لہٰذا منصبِ رسالت کے لئے صحیح انتخاب فرماتا ہے۔

۶: اِصطفیٰ کے کیا معنی ہیں؟ ۶: چُن لینا، منتخب کرلینا، پسند کرلینا۔ آپ ﷺ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام "مصطفیٰ" ﷺ بھی ہے یعنی حضور نبی کریم ﷺ اللہ ﷻ کے ایسے رسول ہیں جنہیں اللہ ﷻ نے چُنا ہے۔

آیت نمبر ۷۶: ۱: اس آیت میں کس حقیقت کا بیان ہے؟ ۱: اس آیت میں آخرت کا بیان ہے۔

۲: اللہ ﷻ کے وُسعتِ علم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: وہ اللہ ﷻ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

۳: "جو کچھ انسانوں کے آگے اور ان کے پیچھے ہے" سے کیا مُراد ہے؟ ۳: i۔ انسانوں کا مستقبل اور ماضی۔ ii۔ انسانوں کے اعمال کا ثواب۔ iii۔ عذاب جو لوگوں نے آگے بھیجا اور ان کے اعمال کے اچھے اور بُرے اثرات جو وہ پیچھے چھوڑ گئے۔

۴: تمام اعمال کا نتیجہ بالآخر کب نکلے گا؟ ۴: قیامت کے دن، جبکہ تمام معاملات اللہ ﷻ کی جناب میں لوٹائے جائیں گے۔

آیت نمبر۷۷: ۱:اس سورت کی آخری دو آیات کا کیا موضوع ہے؟ ۱: آخری دو آیات میں ایمان لانے والوں کو عمل کی دعوت دی جارہی ہے۔
۲:اس آیت میں ایمان لانے والوں کو کن اعمال کی دعوت دی گئی ہے؟ ۲: ایمان لانے والوں کو تین اعمال کی دعوت دی گئی ہے۔ i۔ رکوع اور سجدہ کرنے کی۔ ii۔ رب کی عبادت کرنے کی۔ iii۔ خیر کے کام کرنے کی۔
۳: رکوع اور سجدہ کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: رکوع اور سجدہ نماز کے ارکان ہیں یہاں اس سے نماز مراد لی گئی ہے۔
۴: عبادت سے کیا مراد ہے؟ ۴: شرعی اصطلاح میں عبادت کا مفہوم ہے خالق اور رب کے سامنے اپنے آپ کو انتہائی عاجزی میں جاننا اور اس کے لئے انتہائی تعظیم کو تسلیم کرتے ہوئے اس کا اظہار کرنا۔
۵: خیر کے کاموں سے کیا مراد ہے؟ ۵: خدمتِ خلق کے کام مثلاً بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ محتاجوں اور مجبوروں کی مدد کرنا۔ ضرورت مندوں کے کام آنا۔
نوٹ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب انسان مر جاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔" (صحیح مسلم)
۶: خدمتِ خلق کا وسیع تصور کیا ہے؟ ۶: خدمتِ خلق کا وسیع تصور یہ ہے کہ ہم لوگوں کی صرف دنیا کی فکر نہ کریں بلکہ انہیں آخرت کے عذاب سے بچانے کی بھی فکر کریں۔ یعنی بُرائیوں سے بچنے اور نیکیوں کو کرنے کی تلقین کریں اور اُن کے لئے نیکیوں کو کرنے کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کریں۔
عملی پہلو: ہمیں چاہیئے کہ باطل نظام کو ختم کر کے دنیا میں ایک ایسا عادلانہ نظام قائم کیا جائے جو لوگوں کو دنیا میں بھی عدل و انصاف دے اور انہیں آخرت کی کامیابی کی طرف بھی لے جائے، جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کر کے دکھایا۔
۷: ان اعمال پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا بشارت دی گئی ہے؟ ۷: ان اعمال پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا اور آخرت میں کامیابی کی بشارت دی گئی ہے۔
آیت نمبر۷۸: ۱:اس آیت میں اہلِ ایمان کو کس عمل کی دعوت دی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں جہاد کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔
۲: جہاد کے کیا معنی ہیں؟ ۲: جہاد کے معنی جدوجہد کرنا اور باطل کے مقابلے میں کوشش کرنا ہے۔
۳: جہاد فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟ ۳: وہ جدوجہد اور کوشش جو اللہ تعالیٰ کے دین کو غالب کرنے کے لئے کی جائے جہاد فی سبیل اللہ کہلاتی ہے۔
۴: جہاد کے بارے میں مغالطے کیا ہیں؟ ۴: i۔ جہاد کو صرف قتال یا جنگ کے معنی میں لیا جاتا ہے حالانکہ جہاد کفار کے علاوہ شیطان اور نفس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ ii۔ مسلمانوں کی ہر جنگ کو جہاد قرار دے دیا جاتا ہے جبکہ صرف وہ جنگ جہاد فی سبیل اللہ کہلانے کی حق دار ہے جس میں مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کا غلبہ ہو۔
۵: جہاد اور جنگ یعنی قتال میں کیا فرق ہے؟ ۵: جہاد ایک وسیع اصطلاح ہے جس میں جہاد بالنفس سے لے کر باطل کے خلاف قتال تک کے تمام مراحل شامل ہیں۔ جبکہ قتال جہاد فی سبیل اللہ کے آخری مرحلے یعنی جنگ کو کہتے ہیں۔
نوٹ: ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا جہاد سب سے افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بنانے کے لئے اس کے خلاف جہاد کرنا۔ ایک دوسری روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال کو اسلام کی چوٹی قرار دیا ہے۔ (سنن نسائی)۔
۶: اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہمیں کتنا جہاد کرنا چاہیئے؟ ۶: جتنا اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جتنی ہمارے زندگی میں اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوگی اتنا ہی ہماری زندگی میں جہاد نظر آئے گا۔
۷: ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیوں کریں؟ ۷: کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں چن لیا ہے۔ ۸: اِجْتَبٰی کے کیا معنی ہیں؟ ۸: اِجْتَبٰی کے معنی ہیں کسی کام کے لئے چُن لینا۔ ۹: ہمیں کس کام کے لئے چُنا گیا ہے؟ ۹: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ اب یہ اس امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسروں تک اس دین کو پہنچائے۔ چنانچہ اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ ۲، آیت: ۱۴۳ میں فرمایا "اسی طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ بنیں"۔

۱۰: اصْطَفٰی اور اجْتَبٰی میں کیا فرق ہے؟ ۱۰: اصطفٰی کے معنی ہے کسی چیز کا پاکیزگی کی بناء پر انتخاب کرنا جبکہ اجتبیٰ کے معنی ہیں کسی کو انتخاب کر کے اسے مقرب بنانا۔ جیسے آپ ﷺ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام "مجتبیٰ" ﷺ ہے۔

۱۱: دین اسلام کی کیا خوبی بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دین اسلام میں انسانوں پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

۱۲: تنگی سے کیا مراد ہے؟ ۱۲: کوئی ایسا حکم جو انسانی فطرت کے خلاف ہو۔ جیسے شادی نہ کرنا، فاقہ زدہ زندگی گزارنا، جنگلوں میں رہنا یعنی رہبانیت اختیار کرنا یا اس طرح کا کوئی حکم جو خلاف فطرت ہو اسلام میں موجود نہیں۔

۱۳: اس آیت میں دین اسلام کے لئے اور کیا اصطلاح آئی ہے؟ ۱۳: اس آیت میں اسلام کو ملتِ ابراہیم علیہ السلام بھی کہا گیا ہے۔

۱۴: ملت ابراہیم علیہ السلام سے کیا مراد ہے؟ ۱۴: اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ اسلام کی روش یعنی فرماں برداری ہے۔ جیسا کہ سورہ البقرہ ۲ کی آیت: ۱۳۱ میں ارشاد ہوتا ہے کہ "جب (ابراہیم علیہ السلام) سے ان کے رب نے فرمایا کہ فرماں بردار ہو جاؤ (ابراہیم علیہ السلام نے) عرض کیا میں جہانوں کے رب کے لئے فرماں بردار ہو گیا"۔

۱۵: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہمارے والد کیوں کہا گیا؟ ۱۵: حضرت ابراہیم علیہ السلام بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی قوم اور بنی اسماعیل علیہ السلام کے صلبی والد ہیں اور باقی تمام مسلمانوں کے روحانی والد ہیں۔ ۱۶: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارا کیا نام رکھا ہے؟ ۱۶: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔

۱۷: مسلم کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ ۱۷: مسلم کے معنی سر تسلیم خم کرنا، گردن جھکا دینا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی کو قبول کرنے کے ہیں۔

۱۸: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ حکیم اور قرآنِ حکیم سے پہلے کتابوں میں اس امت کا کیا نام ذکر فرمایا ہے؟ ۱۸: مسلم۔

۱۹: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں کس کام کے لئے منتخب فرمایا ہے؟ ۱۹: کہ ہم روزِ قیامت دیگر امتوں پر گواہ بن جائیں جو اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا انکار کریں گی کہ جو دین اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا وہ انبیاء کرام علیہم السلام نے ان تک پہنچا دیا۔

۲۰: قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کس کے لئے گواہی دیں گے؟ ۲۰: قیامت کے دن نبی کریم ﷺ امت مسلمہ کے حق میں گواہی دیں گے کہ اس امت کی دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں گواہی دینا معتبر اور قابل قبول ہے۔

۲۱: دین پر عمل کرنے کے لئے کام کا آغاز کہاں سے کیا جائے؟ ۲۱: خود اپنے آپ سے آغاز کیا جائے اور ارکان اسلام کی پابندی کی جائے تو دوسروں کو دین کی دعوت دینا آسان ہو گا۔ ۲۲: دین کے احکامات پورے کرنے کے لئے کسے مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے؟ ۲۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا گیا ہے کیوں کہ وہی ہمارا حقیقتاً اور مستقلاً کارساز اور مددگار ہے۔ ۲۳: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مضبوطی سے کیسے تھاما جائے؟ ۲۳: اس حوالہ سے سورۂ آل عمران ۳، آیت: ۱۰۳ میں فرمایا گیا کہ "تم سب مل کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو" جامع ترمذی کی روایت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رسی سے مراد قرآنِ حکیم لی گئی ہے۔ یعنی قرآنِ حکیم سے چمٹ جانا گویا اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے چمٹ جانا ہے۔

۲۴: قرآنِ حکیم سے کیسے چمٹا جائے؟ ۲۴: قرآنِ حکیم کے حقوق ادا کر کے یعنی۔ i۔ اس بات پر یقین رکھ کر کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے۔ ii۔ اس کی روزانہ تلاوت کر کے۔ iii۔ اسے سمجھ کر۔ iv۔ اس پر عمل کر کے۔ v۔ اسے دوسروں تک پہنچا کر۔

۲۵: "فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِيْرُ" سے کیا مراد ہے؟ ۲۵: "مولیٰ" کے مفہوم میں آقا، حمایتی، مالک اور پشت پناہ کے معانی شامل ہیں۔ وہ بہت اچھا مالک اور بہت اچھا مددگار ہے، کیونکہ وہ کسی کا ذمہ اٹھا لے تو اُسے ہر فکر سے آزاد کر دیتا ہے اور جب کسی کی مدد کر دے تو اُسے اُس کے تمام دشمنوں پر غالب کر دیتا ہے۔ قنوتِ نازلہ میں ہے "إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ" (سنن ابوداؤد) "حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ! جس کا تو دوست بن جائے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جس کا تو دشمن ہو جائے وہ کبھی عزت نہیں پاتا"۔ ۲۶: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کس کا "مولیٰ" ہے؟ ۲۶: سورۂ محمد ۴۷ کی آیت: ۱۱ میں ارشاد ہوتا ہے کہ "اللہ ایمان لانے والوں کا مولیٰ (مددگار) ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ (مددگار) نہیں"۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) جب ہم اللہ ﷻ کی راہ میں جانور قربان کرتے ہیں تو کیا چیز اللہ ﷻ تک پہنچتی ہے؟
(الف) جانور کا خون ✓(ب) ہمارا تقویٰ (ج) جانور کا گوشت

(۲) اللہ ﷻ کن لوگوں کی لازماً مدد فرمائے گا؟
(الف) جو حج کریں گے (ب) جو جانور قربان کریں گے ✓(ج) جو اللہ ﷻ کے دین کی مدد کریں گے

(۳) سورۃ الحج کے آخری رکوع میں شرک کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟
(الف) باپ دادا کی پیروی (ب) نا سمجھی اور جہالت ✓(ج) اللہ ﷻ کی قدر نہ کرنا

(۴) سورۃ الحج کے چوتھے رکوع میں حج کے کن ارکان کا ذکر کیا گیا ہے؟
(الف) قیامِ منیٰ اور رمی جمرات کا ✓(ب) قربانی اور طواف زیارت کا (ج) وقوفِ عرفات و مزدلفہ کا

(۵) سورۃ الحج کے پانچویں رکوع میں اللہ ﷻ کے لئے عاجزی اختیار کرنے والے نیک بندوں کو کیا کہا گیا ہے؟
(الف) محسنین (ب) مومنین ✓(ج) مخبتین

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجئے:

۱۔ سورۃ الحج کے دوسرے رکوع میں کافروں کا کیا انجام بیان کیا گیا ہے؟

ان کے لئے آگ کا لباس ہوگا، ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، پیٹ میں موجود آنتیں وغیرہ پگھل جائیں گی، ان کی کھالیں پگھل جائیں گی، ان کے اوپر لوہے کے ہتھوڑے برسائے جائیں گے، جب بھی جہنم سے نکلنا چاہیں گے تو دوبارہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور ان کے لئے جلانے والا عذاب ہوگا۔ (آیات: ۱۹-۲۲)

۲۔ سورۃ الحج کے چھٹے رکوع کی روشنی میں جواب دیجئے کہ جب اللہ ﷻ نیک لوگوں کو زمین میں قوت اور اختیار عطا فرمائے گا تو وہ کون سے چار کام کریں گے؟

۱۔ نماز قائم کریں گے۔ ۲۔ زکوٰۃ ادا کریں گے۔ ۳۔ بھلائیوں کا حکم کریں گے۔ ۴۔ برائیوں سے منع کریں گے۔ (آیت: ۴۱)

۳۔ سورۃ الحج کے چوتھے رکوع میں اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کون سے تین خصوصی احکامات عطا فرمائے تھے؟

۱۔ کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرایئے۔ ۲۔ میرا گھر طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے صاف ستھرا رکھیئے۔ ۳۔ لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے۔ (آیات: ۲۶-۲۷)

۴۔ سورۃ الحج کے آخری رکوع میں بتوں اور جھوٹے معبودوں کی بے بسی اور لاچارگی کو کس مثال سے واضح کیا گیا ہے؟

اگر یہ سب مل کر ایک مکھی بھی بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکتے اور حد تو یہ ہے کہ اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو یہ سب مل کر بھی مکھی سے وہ چیز نہیں چھڑا سکتے۔ (آیت: ۷۳)

۵۔ سورۃ الحج کے آخری رکوع میں ایمان لانے والوں کو کن آٹھ باتوں پر عمل کرنے کی دعوت دی گئی ہے؟

۱۔ رکوع کرو۔ ۲۔ سجدہ کرو۔ ۳۔ اپنے رب کی عبادت کرو۔ ۴۔ بھلائی کرو۔ ۵۔ اللہ ﷻ کی راہ میں جہاد کرو۔ ۶۔ نماز قائم کرو۔
۷۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ ۸۔ اللہ ﷻ سے چمٹ جاؤ۔ (آیات: ۷۷-۷۸)

سُوْرَةُ الْفُرْقَان

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر ۱: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۷۲، ۷۴) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۷۶، ۷۸) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۸۰، ۸۲) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۴: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ:

اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیئے:

۱۔ کفار و مشرکین کے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور قرآنِ حکیم کے بارے اعتراضات کے جوابات۔

۲۔ سابقہ اقوام مثلاً قومِ عاد، قومِ ثمود، اصحاب الرس، قومِ موسیٰ علیہ السلام، قومِ نوح علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے واقعات۔

۳۔ دعوتِ حق سے اعراض کرنے والوں کے انجام میں اہلِ مکہ کے لئے تنبیہ۔

۴۔ اللہ ﷻ کی بے شمار نعمتوں کی یاد دہانی اور قدرتوں کا بیان۔

۵۔ اللہ ﷻ کی فرماں برداری، توحید کا اقرار اور شرک سے علیحدگی کی دعوت۔

۶۔ اخلاق و کردار کے حوالے سے عباد الرحمان (یعنی اللہ ﷻ کے نیک بندوں) کے اوصاف۔

۷۔ اخلاقی تعلیمات کے ضمن میں ایمان، عملِ صالح، توبہ، نیکی اور اللہ ﷻ کی اطاعت کا حکم اور جزا۔

۸۔ بُرے اعمال کے ضمن میں ظلم، کفر اور جہالت سے گریز کی تلقین۔

ربط سورت:

۱۔ سورۃ المومنون ۲۳ جو مصحف کی ترتیب کے مطابق سورۃ الحج ۲۲ کے بعد اور سورۃ النور ۲۴ سے قبل ہے اس میں اہلِ ایمان کی بنیادی صفات کا ذکر ہے۔ سورۃ الفرقان ۲۵ میں اہلِ ایمان کی مزید صفات کو "عباد الرحمٰن" کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔ سورۃ الفرقان ۲۵ سے قبل سورۃ النور ۲۴ میں نبی کریم ﷺ کی دعوتِ توحید کا ذکر ہے۔ اس کی حقانیت کے دلائل سورۃ الفرقان میں بھی ہیں۔

۳۔ سورۃ النور میں نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین کی طرف سے عائد کردہ الزامات کی تردید کے ساتھ ساتھ دیگر پاک دامن خواتین پر الزامات سے منع کیا گیا ہے۔ سورۃ الفرقان میں نبی کریم ﷺ پر کافروں کی طرف سے عائد کردہ الزامات کی تردید ہے۔

۴۔ سورۃ الفرقان سے قبل سورۃ النور میں نورِ ایمان کا ذکر ہے۔ سورۃ الفرقان میں نورِ ایمان کے حصول کا ذریعہ یعنی قرآنِ حکیم کے نزول کا بیان ہے۔

آیت نمبر ۱: ۱: اس آیت میں قرآنِ حکیم کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں قرآنِ حکیم کو فرقان کہا گیا ہے۔

۲: فرقان کے کیا معنی ہیں؟ ۲: حق اور باطل میں فرق کرنے والا۔

۳: اس آیت میں قرآنِ حکیم نازل فرمانے والے اللہ ﷻ کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: وہ اللہ ﷻ بڑا بابرکت ہے۔

۴: برکت سے کیا مراد ہے؟ ۴: کسی چیز میں خیر کا اضافہ ہونا، بغیر کسی ظاہری اسباب کے کسی شے میں خیر کے پہلو کا بڑھ جانا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر خیر و برکت اللہ ﷻ کی طرف سے ہے۔

۵: قرآنِ حکیم جن پر نازل فرمایا گیا یعنی نبی اکرم ﷺ، ان کی اس آیت میں کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۵: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی صفت عبدیت کو نمایاں فرمایا ہے۔ ۶: آپ ﷺ کی صفت عبدیت کو نمایاں کرنے کی کیا اہمیت ہے؟ ۶: اکثر و بیشتر جب اللہ ﷻ نبی کریم ﷺ پر اپنی نعمتوں اور فضل کا ذکر فرماتا ہے تو آپ ﷺ کی صفت عبدیت کو نمایاں کرتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الکہف ۱۸ کی پہلی آیت میں فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ "تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندہ (خاص) پر کتاب نازل فرمائی۔" یہاں پر بھی نبی کریم ﷺ کی صفت عبدیت کو نمایاں فرمایا گیا۔ اس کا اہم مقصد یہ بھی ہے کہ پیغمبر کا مقامِ عبدیت واضح رہے اور سابقہ امتوں نے اپنے رسولوں کو اللہ ﷻ کے ساتھ شریک کرنے کی جو سنگین غلطی کی اس کا بھی راستہ بند کر دیا جائے۔ البتہ اس کے ساتھ یہ بات بھی ہمیشہ پیشِ نظر رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام تمام مخلوق میں افضل اور اللہ ﷻ کے منتخب شدہ بندے ہیں۔

۷: اس آیت میں قرآنِ حکیم کے نزول کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۷: تاکہ وہ تمام جہاں والوں کو انجامِ بد سے خبردار کرنے والا ہو جائے۔

آیت نمبر ۲: ۱: حاکمیت باریٔ تعالیٰ کو کیسے واضح فرمایا گیا ہے؟ ۱: آسمانوں میں اور زمین میں اللہ ﷻ ہی کی حکومت ہے۔

۲: اس آیت میں شرک کی کیسے مذمت کی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ ہی کوئی معبود کسی طرح حکومت اور اختیار میں اس کے ساتھ شریک ہے۔

۳: تخلیق باریٔ تعالیٰ کو کیسے واضح فرمایا گیا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ ہی نے ہر چیز کو تخلیق فرمایا اور پھر اس کا اندازہ ٹھہرایا۔

۴: اندازہ ٹھہرانے سے کیا مراد ہے؟ ۴: یعنی اللہ ﷻ نے ہر چیز کو ایک خاص اندازے پر اور خاص دائرے میں رکھا۔ انسان کو پیدا فرمایا تو اس کی پیدائش، اس کی موت، اس کی جسامت، اس کی رنگت اور اس کی ظاہری اور باطنی صلاحیتوں کو ایک خاص اندازے پر رکھا۔ ہر چیز کی ایک حد مقرر فرما دی۔ کوئی اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔ سورج چاند وغیرہ سیارے ہیں تو ان میں سے ہر ایک اپنے مخصوص دائرے کے اندر محوِ گردش ہے۔ مجال نہیں کہ کوئی ذرہ بھی ادھر سے اُدھر ہو جائے۔

آیت نمبر ۳: ۱: مشرکین مکہ کے کس بڑے جُرم کا بیان کیا گیا ہے؟ ۱: مشرکین مکہ نے اللہ ﷻ کے سوا کئی معبود گھڑ لیئے تھے۔

۲: ان باطل معبودوں کی لاچارگی اور بے بسی کو کن مثالوں سے نمایاں کیا گیا ہے؟ ۲: وہ باطل معبود اتنے بے بس ہیں کہ: i ۔ کسی شے کو پیدا نہیں کر سکتے۔ ii۔ وہ خود پیدا کیئے جاتے ہیں۔ iii۔ وہ اس کے بھی مالک نہیں کہ اپنے آپ کو کسی تکلیف سے بچا سکیں یا اپنے آپ کو کوئی نقصان پہنچا سکیں۔ iv ۔ نہ ہی وہ موت اور زندگی کا اختیار رکھتے ہیں۔ v ۔ نہ ہی وہ دوبارہ جی اُٹھنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

۳: باطل معبودوں کے مقابلے میں معبودِ حقیقی کی کیا صفات ہیں؟ ۳: i ۔ اللہ ﷻ ہر شے کا پیدا فرمانے والا ہے۔ ii ۔ اللہ ﷻ کو کسی نے پیدا نہیں کیا۔ iii۔ وہی نفع پہنچانے اور نقصان پہنچانے کا مالک ہے۔ iv ۔ وہی موت اور زندگی کا اختیار رکھنے والا ہے۔ v ۔ وہی تمام چیزوں کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ فرمانے والا ہے۔

آیت نمبر ۴: ۱: مشرکین مکہ کی طرف سے قرآنِ حکیم پر کیا اعتراضات کیئے گئے؟ ۱: i ۔ قرآنِ حکیم جھوٹ اور من گھڑت ہے (معاذ اللہ)۔ ii۔ دوسرے لوگوں نے قرآنِ حکیم کی تیاری میں آپ ﷺ کی مدد کی ہے (معاذ اللہ)۔

مشرکین مکہ کے مطابق ان لوگوں میں چند ایک یہ ہیں: عبید بن الحصر حبشی کاہن، ابوفکیہہ، یسار، عداس اور جبر وغیرہ یا یہود نے آپ ﷺ کو قرآنِ حکیم لکھنے میں مدد دی ہے (معاذ اللہ)۔ ۲: ان اعتراضات کا کیا جواب دیا گیا؟ ۲: قریش مکہ ظلم اور جھوٹ پر اُتر آئے ہیں یعنی وہ بات سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور من گھڑت غلط عقائد قرآنِ حکیم سے وابستہ کر رہے ہیں۔

آیت نمبر ۵: ۱: قرآنِ حکیم پر مشرکین مکہ کے کس اعتراض کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: وہ کہتے ہیں کہ قرآنِ حکیم پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو لکھوائی جاتی ہیں۔

آیت نمبر ۶: ۱: قرآنِ حکیم پر اعتراض کا مشرکین مکہ کو کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۱: انہیں بتایا گیا ہے کہ قرآنِ حکیم کو تو اس نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کے رازوں سے واقف ہے یعنی اللہ ﷻ۔

۲: قرآنِ حکیم پر اعتراضات کرنے والوں کو کس بات کی اُمید دلائی گئی ہے؟ ۲: انہیں اُمید دلائی گئی ہے کہ اگر وہ قرآنِ حکیم پر ایمان لے آئیں اور اپنے من گھڑت اعتراضات سے باز آجائیں تو اللہ ﷻ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ وہ ان کے قصوروں کو معاف فرمادے گا۔

آیت نمبر ۷: ۱: قرآنِ حکیم پر اعتراضات کے بعد مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ کی رسالت پر کیا اعتراضات کیئے؟ ۱: انہوں نے کہا کہ یہ کیسے رسول ہیں یہ تو کھاتے، پیتے اور بازاروں میں چلتے ہیں اور ان کا دوسرا اعتراض تھا کہ ان کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا جو ان کے ساتھ رہتا، ڈراتا دھمکاتا، وہ ان کے ساتھ چلتا اس طرح لوگ پہچانتے کہ دیکھو دیکھو! رسول آرہے ہیں۔

آیت نمبر ۸: ۱: مشرکین مکہ کے آپ ﷺ کی رسالت پر مزید کیا اعتراضات تھے؟ ۱: ان کا ایک اعتراض یہ تھا کہ آپ (ﷺ) کو کوئی بڑا خزانہ کیوں نہیں دیا گیا۔ اسی طرح ان کا یہ بھی اعتراض تھا کہ آپ (ﷺ) کے لئے کوئی بڑا باغ کیوں نہیں بنایا گیا کہ اس میں سے کھاتے اسی طرح ان کا ایک اور اعتراض تھا کہ وہ کہتے تھے کہ یہ تو ایسے شخص ہیں جن پر جادو کیا گیا ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔

آیت نمبر ۹: ۱: مشرکین کے اعتراضات پر آپ ﷺ کو اللہ ﷻ کی طرف سے کیا تسلی فرمائی گئی؟ ۱: اے نبی! (ﷺ) دیکھیئے وہ آپ ﷺ کے لئے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کی نسبت یہ اس قسم کی باتیں اور بہتان تراشی کرتے ہیں، کبھی ساحر کہتے ہیں، کبھی مجنون اور کبھی کذّاب وشاعر کہتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

۲: اس طرح کے بے ہودہ سوال کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ۲: وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاتے ہیں اور پھر ہدایت نہیں پاسکتے۔

عملی پہلو: سیدھی راہ پر وہ آتا ہے جس کے دل میں اخلاص ہو اور وہ محض غلط فہمی کا شکار ہو گیا ہو۔ جن کے دلوں میں اخلاص کے بجائے ضد اور ہٹ دھرمی ہو وہ کبھی ہدایت نہیں پاسکتے۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: مشرکین کے اعتراضات کا کیا جواب دیا گیا؟ ۱: اگر اللہ ﷻ چاہے تو آپ ﷺ کے لئے اس سے بھی بہتر بنادے یعنی ایسے باغ جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں اور آپ ﷺ کے لئے شاندار محل بنادے لیکن اللہ ﷻ اپنی حکمت سے ایسا کرنا نہیں چاہتا بلکہ اللہ ﷻ چاہتا ہے کہ لوگ آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کردار کو دیکھ کر آپ کی دعوتِ دین پر ایمان لائیں، نیز آپ ﷺ کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے جو دلائل اور معجزات اللہ ﷻ کی طرف سے آپ ﷺ کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے دیئے گئے ہیں وہ ماننے والوں کے لئے بہت کافی ہیں۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میرے رب نے میرے سامنے یہ چیز پیش کی کہ میرے لئے مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنادے۔ میں نے عرض کی نہیں میرے مولا، بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں (اور تیرا شکر ادا کروں) اور ایک دن بھوکا رہوں (اور صبر کروں)۔" (جامع ترمذی، مسند احمد)

عملی پہلو: اللہ ﷻ جب چاہے اپنے نیک بندوں کو اپنی بے مثال نعمتوں سے نواز دے۔ لہٰذا کسی کی دین داری اور دعوتِ دین کو اس وجہ سے نہیں ٹھکرانا چاہیئے کہ وہ مال دار نہیں۔ یا کسی کی غربت کی وجہ سے اس کے دین دار ہونے کا مذاق نہیں اُڑانا چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: مشرکین مکہ کے قرآنِ حکیم اور رسالت پر اعتراض کی اصل وجہ کیا بیان کی گئی ہے؟ ۱: اصل وجہ قیامت کو جھٹلانا بیان کی گئی ہے۔

۲: قیامت کو جھٹلانے کی کیا وجہ ہے؟ ۲: قیامت کو مان کر اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی سچی اطاعت کرنی پڑے گی، نافرمانیاں ترک کر کے فرماں برداری کی زندگی اختیار کرنی پڑے گی۔ جس کے لئے وہ تیار نہیں تھے۔ چنانچہ وہ قیامت کا ہی انکار کر دیتے تھے۔

۳: اس آیت میں قیامت کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام بیان کیا گیا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ نے ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ یعنی جہنم تیار کر رکھی ہے۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: جہنم کی ہیبت ناکی کا کیسے بیان کیا گیا ہے؟ ۱: جہنم جب دور سے ہی ایسے مجرموں کی صورت میں اپنے شکار کو آتے دیکھے گی تو غضبناک ہو کر جوش مارے گی اور اس کے دھاڑنے، پھنکارنے اور جوش کی خوفناک آوازوں کو مجرم لوگ بہت دور سے سن سکیں گے۔ جیسا کہ سورۃ الملک ۶۷ کی آیت: ۷ اور ۸ میں فرمایا "جب جہنمی، جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اس کا دھاڑنا سنیں گے اور وہ (جوش غضب سے) اچھلتی ہوگی، ایسے لگے گا کہ وہ غصے سے پھٹ پڑے گی"۔ جہنم کا دیکھنا اور چلانا ایک حقیقت ہے۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: جہنمیوں پر عذاب کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: وہ جہنم کے ایک تنگ حصے میں ڈالے جائیں گے۔ جہنمی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور موت کو پکاریں گے۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: جہنم کے نہ ختم ہونے والے بھیانک عذابوں پر اہل جہنم کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: وہ وہاں موت کو پکاریں گے۔

۲: اہل جہنم سے کیا کہا جائے گا؟ ۲: اہل جہنم سے کہا جائے گا کہ آج ایک نہیں کئی موتوں کو پکارو کیوں کہ وہاں طرح طرح کے عذاب ہوں گے مگر موت نہیں آئے گی۔

نوٹ: حدیث مبارک میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "قیامت کے دن موت کو سیاہ و سفید رنگ کے مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا اور جنت و دوزخ کے درمیان کی دیوار پر کھڑا کر کے کہا جائے گا کہ اے دوزخ والو! وہ سر اٹھا کر دیکھیں گے پھر کہا جائے اے جنت والو! وہ سر اٹھا کر دیکھیں گے کہ اسے جانتے ہو؟ وہ کہیں گے ہاں! پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اگر اللہ ﷻ نے جنت والوں کے لئے ہمیشہ کی زندگی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ خوشی کے مارے مر جاتے۔ اسی طرح اگر دوزخ والوں کے لئے بھی اس میں ہمیشہ رہنا نہ لکھ دیا ہوتا تو وہ غم کی شدت کی وجہ سے مر جاتے۔" (جامع ترمذی، صحیح بخاری، سنن ابن ماجہ)

آیت نمبر ۱۵: ۱: اللہ ﷻ نے کن دو انجاموں کا ذکر فرمایا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے فرمایا کیا دوزخ کا عذاب بہتر ہے یا جنت کی ہمیشہ کی نعمتیں۔ اب فیصلہ ہمارا ہے کہ ہم کیا انجام پسند کرتے ہیں۔

عملی پہلو: یہ سوال پوچھنے کے لئے نہیں بلکہ ڈانٹنے اور عبرت دلانے کے لئے ہے، کیونکہ جنت اور جہنم کے درمیان بہتر ہونے کا کوئی مقابلہ ہی نہیں۔

۲: ہمیشہ رہنے والی جنت کیسے لوگوں کا بدلہ اور ٹھکانہ بنے گی؟ ۲: متقین کا یعنی گناہوں سے بچنے والوں کا۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: اہل جنت پر اللہ ﷻ کے انعامات کی کیا کیفیت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: i۔ اہل جنت کے لئے جنت میں وہ سب کچھ ہو گا جو وہ وہاں چاہیں گے۔
ii۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

۲: جنت اور اس کی نعمتوں کو اللہ ﷻ کے ذمہ کیسے وعدے سے تشبیہ دی گئی ہے؟ ۲: یہ اللہ ﷻ کے ذمہ ایسا وعدہ ہے جو اللہ ﷻ سے مانگے جانے کے لائق ہے۔

عملی پہلو: اس وعدہ کے سلسلے میں مسلمانوں کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ وہ اس کے لئے اللہ ﷻ سے دعا مانگتے رہا کریں اور جنت کا مطالبہ کرتے رہا کریں۔ جیسا کہ مسلمانوں کو یہ دعا سکھلائی گئی۔ "رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ" "اے ہمارے پروردگار! تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے جو وعدے کئے ہیں وہ پورے فرما اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا"۔ (سورۃ اٰل عمران ۳، آیت: ۱۹۴) اللہ ﷻ یقیناً اپنے ان وعدوں کو پورا فرمائے گا اور یہ اس کی بے پایاں رحمت کا اظہار ہے کہ وہ ان وعدوں کو اپنی ذمہ داری قرار دیتا ہے۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: اس آیت میں کس دن کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں یوم حشر یعنی قیامت کے دن کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲: کن لوگوں کو جمع کیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: مشرکین اور ان تمام باطل معبودوں کو جنہیں وہ اللہ ﷻ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔

۳: اللہ ﷻ باطل معبودوں سے کیا پوچھے گا؟ ۳: اللہ ﷻ ان سے پوچھے گا کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ خود بھٹک گئے تھے۔

عملی پہلو: جہنمیوں کے جہنم میں جھلنے کا ایک سبب شرک ہے۔ شرک کرنے والا شخص حقیقی عقل کھو بیٹھتا ہے جس وجہ سے اسے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ جس کو میں اللہ ﷻ کی ذات یا اس کے اختیارات میں شریک کر رہا ہوں اس کی اپنی حیثیت کیا ہے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: قیامت کے دن کسے بلایا جائے گا؟ ۱: مشرکین کے بنائے ہوئے معبودوں کو۔

۲: مشرکین نے کن کو اپنا معبود بنایا تھا؟ ۲: مشرکین نے جمادات (بتوں، سورج، چاند اور ستاروں وغیرہ) کے علاوہ انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں کو اللہ ﷻ کے ساتھ شریک کیا تھا۔

۳: مشرکین کے بنائے ہوئے معبود قیامت کے دن اللہ ﷻ کے سامنے حاضر ہو کر کیا عرض کریں گے؟ ۳: اے اللہ ﷻ! تُو پاک ہے ہمارے لئے یہ درست نہیں تھا کہ ہم تیرے کے علاوہ کوئی کارساز بناتے۔ یعنی ہماری کیا مجال تھی کہ تجھ سے ہٹ کر کسی دوسرے کو اپنا رفیق و مددگار سمجھتے۔ پھر جب ہم اپنے نفس کے لئے تیرے سوا کوئی سہارا نہیں رکھتے تو دوسروں کو کیسے حکم دیتے کہ وہ ہمیں اپنا معبود اور حاجت روا سمجھیں۔

نوٹ: جن معبودوں کو کفار و مشرکین نے خدائی کا درجہ دے رکھا تھا، ان میں سے کچھ تو فرشتے تھے جنہیں یہ خدا کی بیٹیاں کہتے تھے یا بعض لوگوں نے کچھ انبیاء کرام علیہم السلام یا بزرگوں کو خدا بنا رکھا تھا، ان کی طرف سے تو یہ جواب ظاہر ہی ہے، لیکن جو لوگ بتوں کو پوجتے تھے، ان کے بارے میں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ وہ تو پتھر تھے، اور ان میں بولنے کی صلاحیت کہاں تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صرف ان مشرکین کا ذکر ہے جو انسانوں یا فرشتوں کو خدا بنائے بیٹھے تھے، اور ان کی علامت کے طور پر بتوں کو پوجتے تھے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس موقع پر اللہ ﷻ ان پتھروں میں بھی بولنے کی صلاحیت پیدا فرما دے۔

نوٹ: جو لوگ خود معبود اور رب بن بیٹھے ہیں خواہ وہ انسان ہوں یا جنات، ان کی طرف سے یہ جواب نہ ہو گا بلکہ وہ اس طرح کے جواب دیں گے "اللہ ﷻ کی قسم! جو ہمارا رب ہے، ہم مشرک نہیں تھے"۔ شیطان کہے گا "اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ" "اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا وہ سچا وعدہ تھا (اللہ ﷻ نے وہ پورا کیا) اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا میرا تم پر کوئی جبر نہ تھا"۔ (سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت: ۲۲)

۴: مشرکین کے بنائے ہوئے ان معبودوں سے کیا سوال کیا جائے گا؟ ۴: اللہ ﷻ ان سے پوچھے گا کہ لوگوں کو کس نے گمراہ کیا تھا۔

۵: اللہ ﷻ کے سوال پر مشرکین کے بنائے ہوئے معبود کیا جواب دیں گے؟ ۵: وہ کہیں گے کہ یہ لوگ خود ہی ہلاک ہونے والے ہیں۔ یعنی انہوں نے خود گمراہی اختیار کی تھی۔

۶: مشرکین کے وہ معبود لوگوں کے گمراہ ہونے کے اور کیا اسباب بیان کریں گے؟ ۶: وہ کہیں گے کہ وہ دولت اور سامانِ زندگی جو ان مشرکوں اور ان کے باپ کو دیا گیا اس کی وجہ سے انہوں نے اللہ ﷻ کو بھلا دیا گویا ان کی گمراہی کی یہ وجہ بنی کہ اسبابِ شکر کو انہوں نے اسبابِ کفر بنا لیا۔

نوٹ: ایمان و یقین کے بغیر مال دولت کا ملنا ہلاکت و تباہی کا سبب ہے کہ ایسا شخص اس کو اپنی صداقت و حقانیت کی دلیل سمجھنے لگتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے کفر و باطل پر پکا ہو جاتا ہے۔ جبکہ ایمان و یقین کے ساتھ ملنے والا مال و دولت انسان کے لئے خیر کی کمائی اور خیر و برکت میں اضافے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں مال کو "خیر" کے لفظ سے بھی تعبیر فرمایا گیا ہے۔ حدیث شریف میں اس کو ایک بڑی نعمت قرار دیا گیا ہے۔ اصل دولت ایمان و یقین کی دولت ہے جس کے بعد دنیا ملے بھی تو خیر اور نہ ملے تو بھی خیر۔

عملی پہلو: جو لوگ اللہ ﷻ کو چھوڑ کر اس کی ذات وصفات میں دوسروں کو شریک کر کے ان کی پوجا کرتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ روزِ قیامت یہ سب ان کے خلاف گواہی دیں گے اور ان کے دشمن ہوں گے۔ ہمیں اللہ ﷻ کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر گزار اور فرماں بردار بندہ بننا چاہیئے نہ کہ اسے بُھلا کر اپنی ہلاکت اور تباہی و بربادی کو دعوت دینی چاہیئے جیسا کہ پہلی نافرمان قوموں نے کیا۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: مشرکین کو قیامت کے دن کیا ذلت اُٹھانی پڑے گی؟ ۱: جن ہستیوں کو وہ اللہ ﷻ کے ساتھ خدائی میں شریک ٹھہراتے تھے وہ ان کی عبادت کو جھٹلا دیں گے۔ یعنی وہ ان مشرکوں کی عبادت کو جھٹلا دیں گے۔

۲: قیامت کے دن مشرکین کی کس بے بسی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: نہ تو وہ اللہ ﷻ کے عذاب کو ہٹا سکیں گے اور نہ ہی اس روز ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے۔

۳: اس آیت میں ظلم کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: شرک کرنا۔

۴: شرک کرنے والوں کا کیا انجام بیان کیا گیا ہے؟ ۴: اللہ ﷻ انہیں بہت بڑے عذاب کا مزہ چکھائے گا۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: مشرکین نے کیا اعتراض کیا؟ ۱: یہ اعتراض کیا کہ یہ کیسے رسول ہیں جو کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے ہیں۔

۲: مشرکین کے اعتراض کا کیا جواب دیا گیا؟ ۲: اللہ ﷻ نے جتنے انبیاء ورسل علیہم السلام بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ یعنی وہ بھی روزمرہ کے معاملاتِ زندگی اختیار فرماتے تھے۔ انسانوں کے لئے کوئی نمونہ یا مثال ایک انسانِ کامل ہی بن سکتا ہے نہ کہ کوئی فرشتہ۔

شانِ نزول: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مشرکین نے (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کو محتاجی کا عار دلایا اور کہا کہ یہ کیسا رسول ہے؟ (اس رسول کو کیا ہو گیا ہے) جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں طلبِ معاش کے لئے پھرتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کو اس سے بے حد صدمہ ہوا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۳: اللہ ﷻ نے کن لوگوں کے لئے آزمائش بنا دیا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو کفار کے لئے آزمائش بنا دیا ہے کہ وہ ان پر ایمان لاتے ہیں یا نہیں اور اسی طرح کفار کو اہلِ ایمان کے لئے آزمائش بنا دیا ہے کہ وہ ان کے طعن دینے اور تکلیفیں پہنچانے پر صبر کرتے ہیں یا نہیں۔

۴: اللہ ﷻ نے اہلِ ایمان سے کیا پوچھا ہے؟ ۴: کیا تم مشرکین اور کفار کے تکلیف پہنچانے، حق کا انکار کرنے اور طرح طرح کے اعتراضات کرنے پر صبر کرو گے؟ ۵: آیت کے آخر میں "اور آپ کا رب دیکھ رہا ہے" سے کیا مراد ہے؟ ۵: اس میں اہلِ ایمان کے لئے تسلی ہے کہ جو لوگ ایمان لا رہے ہیں اور کفار کے ظلم اور تکالیف برداشت کر رہے ہیں تو اللہ ﷻ دیکھ رہا ہے اور وہ انہیں اس کا اجر دینے والا ہے۔ اسی میں نافرمانوں کے لئے تنبیہ ہے کہ کفار جو انبیاء کرام علیہم السلام اور اہلِ ایمان کو تنگ کر رہے ہیں، انہیں تکلیفیں پہنچا رہے ہیں تو اللہ ﷻ انہیں دیکھ رہا ہے اور وہ انہیں ان کے عبرتناک انجام تک پہنچائے گا۔

عملی پہلو: اہلِ ایمان کو حق کی راہ میں مصائب سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ ﷻ لوگوں کے ظلم وستم سے بے خبر نہیں ہے۔ وہ یقیناً ان کو بہت بُرے انجام تک پہنچائے گا اور مومنین کو بہترین اجر عطا فرمائے گا۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: اس آیت میں کن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: ان لوگوں کا جو اللہ ﷻ سے ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے یعنی آخرت کا انکار کرنے والے۔

۲: اس آیت میں منکرینِ آخرت کے کن اعتراضات کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: منکرینِ آخرت کا ایک اعتراض تھا کہ فرشتے کیوں نہیں اُترتے۔ ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اللہ ﷻ کو ہمیں دکھایا جائے یعنی جب تک ہم اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں اس کا یقین نہیں کریں گے۔

نوٹ: قرآنِ حکیم میں یہی بات دوسرے مقام پر یوں بیان فرمائی گئی ہے "اور اگر واقعی ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مُردے گفتگو کرتے اور ہم ہر چیز ان کے پاس سامنے لا جمع کرتے تو بھی وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے مگر یہ کہ اللہ چاہے لیکن ان کے اکثر جہالت برتتے ہیں"۔ (سورۃ الانعام ۶، آیت: ۱۱۱)

۳: اللہ ﷻ نے ان کے اعتراضات کرنے کی کیا وجہ بیان کی ہے؟ ۳: ان کا تکبر، دل میں سرکشی اور حد سے تجاوز کرنا جس کی وجہ سے وہ سمجھتے تھے کہ فرشتے ان کے سامنے پیش کیئے جائیں اور اللہ ﷻ ان کے سامنے آجائے پھر وہ ایمان لائیں گے۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: منکرین آخرت کے اعتراضات کا کیا جواب دیا گیا ہے؟　۱: ان کے تکبر کا جواب دیا گیا ہے کہ وہ ایک دن فرشتوں کو دیکھیں گے لیکن وہ دن ان کے لئے خوشی کا نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ ان کے لئے شدید ذلت، رسوائی اور اللہ ﷻ کے عذاب کا دن ہو گا۔

۲: قیامت کے دن منکرین آخرت کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟　۲: وہ چاہیں گے کہ فرشتوں اور ان کے درمیان آڑ کر دی جائے تاکہ وہ اللہ ﷻ کے عذاب سے بچ سکیں۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: کافروں کی نیکیوں کا کیا انجام ہو گا؟　۱: اللہ ﷻ انہیں مسترد کر کے ہوا میں بکھرے ہوئے ذرّات کی طرح منتشر کر دے گا۔ یعنی کفار کو ان کی نیکیوں کا کوئی اجر و ثواب قیامت کے دن نہیں دیا جائے گا۔

عملی پہلو: ایمان اور خلوص کے بغیر جزوی نیکیاں قیامت کے دن قبول نہیں کی جائیں گی۔ چنانچہ یہی مضمون سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت: ۱۸ میں آیا کہ "وہاں ایسی نیکیاں راکھ کی مانند ہوں گی جنہیں تیز ہوائیں اُڑا لے جائیں گی" اور سورہ نور ۲۴، آیت: ۳۹ میں آیا کہ "وہ چمکتی ہوئی ریت یعنی سراب کی مانند ہوں گی جن کا کوئی اجر نہیں ملے گا"۔

نوٹ: ایسی نیکیاں جن کی بنیاد ایمانِ حقیقی پر نہیں رکھی گئی ان کی حیثیت آخرت میں اللہ ﷻ کے سامنے کسی فضول اور قابل حقارت چیز کی سی ہو گی۔ یہ ان دنیا پرست اور ریاکار لوگوں کے انجام کا نقشہ ہے جو ظاہر کی نیکیوں کے انبار لے کر میدان محشر میں آئیں گے۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: قیامت کے دن مومنین کا کیا انجام بیان فرمایا گیا ہے؟　۱: اہل ایمان قیامت کے دن جنت میں ہوں گے اور بہترین ٹھکانے اور بہترین خواب گاہوں میں ہوں گے۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: قیامت برپا ہونے کا کیا منظر کھینچا گیا ہے؟　۱: قیامت کے دن آسمان بادلوں سے پھٹ جائے گا اور لگاتار فرشتے اُتارے جائیں گے۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: قیامت کے دن حکومت کس کی ہو گی؟　۱: قیامت کے دن حقیقی حکومت رحمٰن کی ہو گی۔ بادشاہی اور حکمرانی تو آج بھی اللہ ﷻ ہی کی ہے، لیکن دنیا میں اللہ ﷻ نے انسانوں کی آزمائش کے لئے حقیقت کو مختلف پردوں میں چھپا رکھا ہے۔ آج بظاہر کئی صاحبانِ اختیار و اقتدار نظر آتے ہیں، لیکن اس دن ہر طرح کا کل اختیار اس بادشاہِ حقیقی کے پاس ہو گا۔

۲: قیامت کا دن کافروں پر کیسا ہو گا؟　۲: انتہائی سخت۔ جس طرح مومن کے لئے قیامت کے دن کی مدت انتہائی مختصر اور آسان بنا دی جائے گی کافر کے لئے یہ مدت اتنی ہی طویل اور سخت تر ہو گی۔ کیونکہ دنیا میں بھی یہ چیز تجربہ شدہ ہے کہ مصیبت کے چند لمحات اتنے طویل تر اور شدید تر معلوم ہوتے ہیں جیسے کئی سالوں سے وہ یہ دکھ سہہ رہے ہیں۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: قیامت کے دن کفار کی حسرت کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟　۱: وہ حسرت کی وجہ سے اپنے ہاتھ کاٹ کھائیں گے۔ یعنی سخت افسوس کا اظہار کریں گے۔ انتہائی ندامت کی حالت میں سخت بے بسی کو بیان کرنا مقصود ہے۔

۲: قیامت کے دن کفار کو کس بات پر حسرت ہو گی؟　۲: انہیں حسرت ہو گی کہ کاش انہوں نے رسول مکرم ﷺ کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا اور ان کی خلاف ورزی کر کے غلط راستہ نہ اختیار کیا ہوتا۔

شانِ نزول: یہ آیتیں عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی تھیں جس نے نبی کریم ﷺ کے ارشاد پر ایمان قبول کر لیا تھا لیکن بعد میں اس سے امیہ بن خلف نے کہا اگر تم نے محمد (ﷺ) کی اطاعت کی تو مجھ پر تمہارا چہرہ دیکھنا حرام ہے۔ چنانچہ عقبہ اپنے دوست امیہ کو راضی کرنے کے لئے کافر اور مرتد ہو گیا اس پر اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: قیامت کے دن کفار و مشرکین کس بات پر پچھتائیں گے؟ ۱: گمراہ آدمی کو دوست بنانے پر۔

عملی پہلو: بُری صحبت انسان کو دنیا اور آخرت کی بربادی تک لے جاتی ہے اور اچھے لوگوں کی صحبت دنیا اور آخرت کی خیر عطا کرتی ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا"جو شخص عطر فروش کو اپنا دوست بنائے گا تو یا تو اس سے عطر خرید لے گا یا جتنی دیر اس کے پاس رہے گا خوشبو پاتا رہے گا اور جو بھٹی پر کام کرنے والے کو اپنا دوست بنائے گا تو اگر کوئی انگارہ اس کے کپڑوں پر نہ بھی گرا تو جتنی دیر بیٹھے گا بدبو اور دُھواں پاتا رہے گا"۔(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لئے تم میں سے ہر ایک کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کسے دلی دوست بنا رہا ہے۔"(سنن ابو داؤد) اس لئے ہمیں اچھے لوگوں کو دوست بنانا چاہیئے اور بُرے لوگوں کی دوستی سے بچنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: بُری صحبت کے کیا اثرات بیان کئے گئے ہیں؟ ۱: بُرا دوست انسان کو اللہ ﷻ کی نصیحت سے غافل کر دیتا ہے۔

۲: "الذکر" سے کیا مراد ہے؟ ۲: "الذکر" قرآنِ حکیم کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے اور یہاں اس سے مراد قرآن وسنت دونوں ہیں یعنی اللہ ﷻ کی یاد اور نصیحت حاصل کرنے کے ذرائع۔

۳: الذکر کے پہنچ جانے سے کیا مراد ہے؟ ۳: ذکر کے پہنچ جانے سے مراد یہ ہے کہ روزِ قیامت لوگ اعتراف کریں گے کہ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ نے پوری بات سنا دی تھی۔ دوسرا یہ کہ زندگی کے فلاں لمحے حق بات کا پیغام ان کے دل کی گہرائیوں میں اترنے لگا تھا لیکن افسوس کہ ان کے گمراہ ساتھیوں نے پھر سے انہیں گمراہ کر دیا تھا۔

۴: شیطان کی کس بے وفائی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۴: شیطان انسان کا دشمن اور دھوکے باز ہے اور وہ انسان کو عذاب اور مصیبت کے وقت چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔

نوٹ: قیامت کے دن شیطان کی بے وفائی کا ذکر ایک اور مقام پر یوں آیا ہے "پس (آج) مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، نہ میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کرنے والے ہو، یقیناً میں اس کا انکار کرتا ہوں جو تم نے مجھے شریک بنایا۔ بے شک جو لوگ ظالم ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔" (سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت:۲۲)

عملی پہلو: شیطان طرح طرح کے چکمے دے کر انسان کو فرمانی پر اکساتا ہے۔ بڑے سبز باغ دکھاتا ہے اور لمحہ بہ لمحہ اسے اپنے رب سے دور کرتا چلا جاتا ہے۔ ساتھ ہی قسمیں اٹھا اٹھا کر اسے اپنی دوستی اور وفاداری کا یقین دلاتا ہے کہ بے خوف وخطر یہ کام کرتے جاؤ اور کسی قسم کی فکر و اندیشہ نہ کرو۔ شیطان کے ساتھی جنات اور انسانوں دونوں میں سے ہیں۔ (سورۃ الناس ۱۱۴، آیت:۶) لہٰذا ہمیں شیطان کے وسوسوں کے ساتھ ساتھ ایسے لوگوں سے بھی دور رہنا چاہیئے جو شیطان صفت ہوں۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: نبی اکرم ﷺ کی اللہ ﷻ سے کس شکایت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: آپ ﷺ قیامت کے دن اللہ ﷻ سے شکوہ فرمائیں گے کہ اے میرے رب! یقیناً میری قوم نے اس قرآنِ حکیم کو چھوڑ دیا تھا۔

نوٹ: یہ آیت مبارکہ اگرچہ کافروں کے بارے میں ہے مگر حدیث شریف میں قرآن مجید کے حق کو نہ ادا کرنے والے مسلمان کے لئے بھی وعید آئی ہے لہٰذا اندیشہ ہے کہ اگر ہم نے قرآنِ حکیم کا حق ادا نہ کیا تو ہم اللہ ﷻ کے عذاب کے مستحق ٹھہرائے جائیں گے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم قرآنِ حکیم کے حقوق ادا کریں۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اَلْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَّكَ اَوْ عَلَيْكَ" قرآنِ حکیم یا تو تمہارے حق میں حجت ہو گا یا تمہارے خلاف۔ (صحیح مسلم) یعنی قرآنِ حکیم یا تو تمہیں جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنے گا یا جنت سے روک کر جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بن جائے گا۔ اللہ ﷻ ہمیں قرآنِ حکیم سے تعلق مضبوط کرنے اور اس کے تمام حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عملی پہلو: قرآنِ حکیم کو اپنے حق میں شفاعت بنانے کا طریقہ اس کے حقوق ادا کرنا ہے جو یہ ہیں: i۔ قرآنِ حکیم پر ایمان لانا۔ ii۔ قرآنِ حکیم کی تلاوت کرنا۔ iii۔ قرآنِ حکیم کو سمجھنا۔ iv۔ قرآنِ حکیم پر عمل کرنا۔ v۔ قرآنِ حکیم کو دوسروں تک پہنچانا۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: انبیاء کرام علیہم السلام کے دشمن کون ہوا کرتے تھے؟ ۱: جس طرح کفارِ مکہ آپ ﷺ کے دشمن ہیں اسی طرح اللہ ﷻ نے ہر نبی علیہ السلام کے دشمن بنائے۔ ۲: انبیاء کرام علیہم السلام سے دشمنی کرنے والے کیسے لوگ ہوتے ہیں؟ ۲: وہ مجرم ہوتے ہیں۔
۳: ہمیں ہدایت اور مدد کہاں سے حاصل ہو سکتی ہے؟ ۳: صرف اللہ ﷻ سے۔ اللہ ﷻ کافی ہے ہمارے لئے ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا کیونکہ وہی حقیقتاً اور مستقلاً مددگار ہے۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: مشرکین مکہ کا کیا اعتراض بیان کیا گیا ہے؟ ۱: مشرکین مکہ کہتے تھے کہ قرآنِ حکیم ایک ساتھ ہی آپ ﷺ پر کیوں نازل نہیں فرمایا گیا۔
۲: آپ ﷺ پر قرآنِ حکیم ایک ساتھ کیوں نازل نہیں فرمایا گیا؟ ۲: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ پر قرآنِ حکیم تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا اور ٹھہر ٹھہر کر آپ ﷺ کو قرآنِ حکیم سُنایا تا کہ اس کے ذریعہ آپ ﷺ کا دل مضبوط ہو سکے اور آپ ﷺ کو مختلف معاملات میں ہدایت دی جا سکے اور آپ ﷺ کو تسلی اور رہنمائی فراہم کی جا سکے۔ ۳: ترتیل کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ ۳: تھوڑا تھوڑا کر کے، ایک ایک آیت پر رُک کر ٹھہر ٹھہر کر قرآنِ حکیم پڑھنا۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اُتْلُوا الْقُرْاٰنَ وَ ابْکُوْا" "قرآن پڑھو اور روو"۔ (سنن ابن ماجہ) یعنی قرآنِ حکیم کی آیت کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اور اس کے اثرات کو دل پر محسوس کرنا یہ ترتیل ہے۔ "ایک موقع پر آپ ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ قرآنِ حکیم پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہے ترتیل"۔ (احکام القرآن)

۴: قرآنِ حکیم کے بتدریج نازل ہونے میں کیا حکمتیں ہیں؟ ۴: i۔ ایک وقت میں موقع محل کی مناسبت سے چند آیات اترنے سے ان کا سمجھنا آسان ہوتا تھا۔ ii۔ احکام تدریجاً اترنے سے امت کے لئے تخفیف ہوئی، اگر ایک ہی وقت میں چوری، ڈاکے، قتل، شراب، بہتان، زنا، غرض ہر گناہ کی حد بیان کر دی جاتی تو اس پر عمل نہایت مشکل ہوتا۔ iii۔ مصلحتِ وقت کے لحاظ سے کئی احکام کچھ مدت تک کے لئے تھے، اس کے بعد انھیں منسوخ ہونا تھا، لہٰذا پوری کتاب نازل ہونے کی صورت میں یہ ممکن نہ تھا۔ iv۔ لوگوں کے سوالات کے حل اور کفار کے اعتراضات کے جواب کے لئے بار بار آیات کے نزول سے جو تسلی و تشفی ہوتی تھی وہ بیک وقت قرآنِ حکیم نازل ہونے سے کبھی نہ ہو سکتی تھی۔ v۔ اہل عرب اُمّی لوگ تھے، جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، ان کے لئے چند آیات کو حفظ کرنا آسان تھا، جو ہر موقع پر اترتیں۔ پورا قرآن حکیم اترنے میں یہ بات نہ تھی۔ اس طرح قرآن حکیم سینوں میں محفوظ ہو گیا، کاغذ کا محتاج نہ رہا۔

نوٹ: اس قرآنِ حکیم کی مثال بارش کی طرح ہے، بارش جب بھی نازل ہوتی ہے مردہ زمین میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور یہ فائدہ تب ہی ہوتا ہے جب بارش وقتاً فوقتاً نازل ہو، نہ کہ ایک ہی مرتبہ ساری بارش ہو جائے۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: قریش مکہ کے کس طرزِ عمل کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: وہ آپ ﷺ کے پاس اکثر مختلف قسم کے سوالات یا اعتراضات لاتے تھے۔
۲: اللہ ﷻ مشرکین کی طرف سے اُٹھائے گئے اعتراضات کا کیسے جواب عطا فرماتا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ ان کے سوالات کا بالکل صحیح جواب اور بہترین وضاحت فرماتا ہے۔ یعنی قرآنِ حکیم کو بتدریج نازل فرمانے میں ایک حکمت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ کافر جس قسم کے اعتراضات آپ ﷺ پر کرتے تھے یا آپ ﷺ سے مطالبات کرتے رہتے تھے اللہ ﷻ ساتھ کے ساتھ ان اعتراضات کے واضح اور مدلل جوابات دیتا جاتا تھا۔ اگر اللہ ﷻ تمام اعتراضات و جوابات ایک ساتھ ہی نازل فرما دیتا تو یہ لوگ ان جوابات پر کئی طرح کے اعتراضات کرنا شروع کر دیتے۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: بدترین ٹھکانا قیامت کے دن کیسے لوگوں کے لئے ہو گا؟ ۱: ان لوگوں کے لئے جو اپنے منہ کے بل جہنم واصل کئے جائیں گے وہ اپنے کفر اور نافرمانی کی وجہ سے بدترین ٹھکانے میں ہوں گے۔

عملی پہلو: اس قسم کے اعتراضات کرنے کی اصل وجہ عقلوں کا اندھا ہونا ہے۔ جو سیدھی سادی باتوں پر غور کرنے کے لئے آمادہ ہی نہیں ہوتیں۔ لہٰذا قیامت کے دن ایسے لوگوں کو اوندھے منہ جہنم کی طرف چلا کر لے جایا جائے گا۔ جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ "ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی (ﷺ)! (کیا) قیامت کے دن کافر اپنے منہ کے بل جمع کیئے جائیں گے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس رب نے انسان کو دو پاؤں پر چلایا ہے کیا وہ اسے قیامت کے دن منہ کے بل نہیں چلا سکتا"۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

۲: ایسے لوگوں کا دنیا میں کیا انجام بیان کیا گیا ہے؟ **۲: یہی لوگ سب سے زیادہ گمراہ ہیں۔**

آیت نمبر ۳۵: ۱: نبی کریم ﷺ کی دل جوئی کے لئے کس نبی علیہ السلام کی مثال بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی تھی۔

۲: حضرت ہارون علیہ السلام کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۲: i ۔وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے۔ ii ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مددگار بنایا تھا اور نبوت عطا فرمائی تھی۔

نوٹ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی مزید تفصیلات مطالعہ قرآنِ حکیم کے حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہیں۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو کس کی طرف بھیجا گیا؟ ۱: آلِ فرعون کی طرف۔

۲: آلِ فرعون کا کیا جُرم بیان کیا گیا ہے؟ ۲: انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا تھا۔ یعنی ان آیتوں کو جو حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام وغیرہ کے ذریعے ان کو پہنچی تھیں اور جن کی تبلیغ ایک مدت تک بنی اسرائیل کے صالح لوگ کرتے رہے تھے۔

۳: آلِ فرعون کا کیا انجام ہوا؟ **۳: اللہ تعالیٰ نے انہیں بُری طرح برباد کر دیا۔**

آیت نمبر ۳۷: ۱: آپ ﷺ کی دل جوئی کے لئے کس رسول علیہ السلام کی مثال بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: حضرت نوح علیہ السلام کی۔

۲: قوم نوح علیہ السلام کا کیا جرم بیان کیا گیا ہے؟ ۲: انہوں نے اپنے رسول یعنی حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا۔

نوٹ: یہاں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ سب پیغمبروں کا دین ایک رہا ہے تو ایک پیغمبر کے جھٹلانے سے تمام پیغمبروں کا جھٹلانا لازم آتا ہے۔

۳: قوم نوح علیہ السلام کا کیا انجام ہوا؟ ۳: اللہ تعالیٰ نے انہیں پانی میں غرق کر دیا اور انہیں تمام انسانوں کے لئے نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔

۴: ظالموں کا کیا انجام ہونے والا ہے؟ ۴: اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نوٹ: حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی مزید تفصیلات مطالعہ قرآنِ حکیم کے حصہ اول میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہیں۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: اس آیت میں کن نافرمان قوموں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: i ۔قوم عاد۔ ii ۔قوم ثمود۔ iii ۔کنویں والے۔ iv ۔اور ان کے درمیان بہت سی نافرمان قومیں۔

۲: کنویں والوں سے کون مراد ہے؟ ۲: ایک رائے کے مطابق قوم ثمود میں سے وہ لوگ جو ایمان لائے تھے وہ حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ اپنی بستی سے نکل کر آباد ہوئے اور ایک کنویں کے پاس انہوں نے اپنا ٹھکانہ بنایا اس لئے انہیں "اصحاب الرس" کہتے ہیں۔

نوٹ: یہاں پر ان کا ذکر عاد اور ثمود کے ساتھ فرما کر اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ ان لوگوں نے بھی عاد اور ثمود کی کافر قوموں کی طرح اپنے رسول علیہ السلام کی تکذیب کی جس کے نتیجے میں ان کو بھی اسی طرح ہلاک و برباد کر دیا گیا جس طرح عاد اور ثمود کو تباہ و برباد کیا گیا تھا۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: نافرمان قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ ۱: i ۔ہر نافرمان قوم کے لئے پہلے اللہ تعالیٰ نے مثالیں بیان کیں، انہیں سابقہ نافرمان قوموں کے حالات بتائے گئے، ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے گئے۔ جنہوں نے دعوت و تبلیغ کا حق ادا فرمایا۔ گویا اپنے اپنے وقت پر ان سب قوموں کو راہِ ہدایت پر لانے کے لئے ان کے ماحول اور حالات کے مطابق اللہ تعالیٰ ٹھوس دلائل اور واضح حقائق پر مبنی تعلیمات انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے ان کے سامنے پیش کرتا رہا۔ ii ۔جب انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بُری طرح برباد کر دیا۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: اس آیت میں کس تباہ ہونے والی بستی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: قوم لوط علیہ السلام کی بستی عمورہ، جمارہ، صغار اور سدوم (سدیم) کا ذکر ہے جو اہل مکہ کے تجارتی راستے کی شاہراہ پر پڑتی تھیں۔ ۲: نافرمان بستیوں کے تباہ حال کھنڈرات عقل رکھنے والوں کو کیا پیغام دیتے ہیں؟ ۲: نافرمان قوموں کی برباد بستیاں دیکھنے والوں کو عبرت کا درس دیتی ہیں۔ ۳: مشرکین مکہ نے قوم لوط علیہ السلام کی تباہ حال بستیوں سے عبرت کیوں حاصل نہیں کی؟

۳: کیوں کہ مشرکین مکہ آخرت میں اُٹھائے جانے یعنی دوبارہ زندہ کیئے جانے کی کوئی توقع اور امید نہیں رکھتے تھے۔

نوٹ: حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ کی مزید تفصیلات مطالعہ قرآنِ حکیم کے حصہ چہارم میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہیں۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: مشرکین مکہ کا آپ ﷺ سے کیا رویہ بیان کیا گیا ہے؟ ۱: جب بھی مشرکین مکہ آپ ﷺ کو دیکھتے تو وہ آپ ﷺ کا مذاق اُڑاتے (معاذاللہ)۔ ۲: مشرکین مکہ آپ ﷺ کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ ۲: مشرکین مکہ معاذاللہ طنزاً کہتے تھے کیا یہی ہیں؟ جنہیں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے یعنی ان کے بقول اور خیال میں رسول تو ہمارے بڑے بڑے سرداروں میں سے یا امیر لوگوں میں سے کسی کو ہونا چاہیئے تھا۔

نوٹ: قریش مکہ کے ہاں حضور ﷺ کی دعوت کی مخالفت کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ بات سننے کے لئے کبھی سنجیدہ نہ ہوتے اور آپ ﷺ کی دعوت کو ہمیشہ مذاق میں اڑا دیتے۔ نہ وہ آپ ﷺ کی بات کو کبھی سنجیدگی سے سنتے، نہ کبھی اس پر غور کرتے اور نہ ہی اس کا کوئی سنجیدہ جواب دیتے۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ کے بارے میں مشرکین مکہ آپس میں کیا بات کرتے تھے؟ ۱: وہ کہتے تھے کہ اگر ہم اپنے بتوں کی پوجا پر جمے نہ ہوتے تو محمد (ﷺ) ہمیں بتوں کی پوجا سے دور بھٹکا کر گمراہ کر دیتے۔ (معاذاللہ)

۲: منکرین رسالت مآب ﷺ کا کیا انجام بیان کیا گیا ہے؟ ۲: وہ اللہ ﷻ کے عذاب کو دیکھ کر رہیں گے اور وہ سیدھے راستے سے بھٹکے رہیں گے۔

عملی پہلو: نبی کریم ﷺ کی بے مثال جدوجہد اور کفار کی طرف سے شدید ردِّعمل کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے اپنی جدوجہد جاری رکھی یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے اپنے دین کو غالب فرمایا اور کافر ناکام ہوئے۔ کفر اور ہٹ دھرمی کی راہ چلنے والے آخرت میں اذّیت ناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: منکرین رسول ﷺ کی گمراہی کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۱: نفس پرستی یعنی اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنا۔ ۲: آپ ﷺ کو کیا تسلی دی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ اے حبیب مکرم ﷺ! جو لوگ نہ اپنے خالق کو پہچانتے ہیں نہ اس کے احسانات کا شکریہ ادا کرتے ہیں نہ اس کا حکم بجالاتے ہیں۔ اگر یہ باطل پر جمے رہیں اور حق کو قبول نہ کریں تو آپ ﷺ رنجیدہ خاطر نہ ہوا کریں۔

عملی پہلو: ہمیں پوری زندگی میں اللہ ﷻ کی اطاعت کرنی چاہیئے اور وہ شخص جو اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالے اور من چاہی زندگی گزارے اور اللہ ﷻ کی مرضی کو ترک کر دے تو وہ بدترین گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "باطل معبودوں میں (جن کی اللہ ﷻ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی ہے ان میں) سب سے بدترین وہ خواہش نفس ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے"۔ (صحیح بخاری) کامیابی اس کے لئے ہے جو نفس کا تزکیہ کرلے اور اسے اللہ ﷻ کی خواہش کے تابع کرلے۔ "وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا"۔ (سورۃ الشمس ۹۱، آیت: ۹)

آیت نمبر ۴۴: ۱: منکرین رسالت مآب ﷺ کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۱: وہ نہ حق بات سن سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ یعنی جس طرح بھیڑ بکریوں کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ ہانکنے والا انہیں چراگاہ کی طرف لے جارہا ہے یا ذبح خانے کی طرف۔ وہ بس آنکھیں بند کر کے ہانکنے والے کے اشاروں پر چلتی رہتی ہیں۔ اسی طرح یہ منکر لوگ بھی شیطان، نفس اور گمراہ کن لوگوں کے اشاروں پر آنکھیں بند کئے چلے جارہے ہیں، کچھ نہیں جانتے کہ وہ انہیں فلاح کی طرف ہانک رہے ہیں یا تباہی و بربادی کی طرف۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: آیات: ۴۵ تا ۵۰ تک میں کیا مضمون بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: تَذْکِیْر بِاٰلَآءِ اللہ۔ یعنی اللہ ﷻ کی قدرتوں، نشانیوں اور کئی نعمتوں کے ذکر کے ذریعے اللہ ﷻ کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔ ۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس نعمت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۲: نعمتِ سایہ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

۳: سائے کے بارے میں کس حقیقت کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۳: سائے کو اللہ ﷻ نے متحرک بنایا ہے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ہر چیز کا سایہ خوب لمبا ہوتا ہے اور اگر اللہ ﷻ چاہتا تو اس کو ایک حالت پر ٹھہرا ہوا رکھتا جو سورج کے بلند ہونے پر بھی نہ گھٹتا، نیز یہ بھی فرمایا کہ ہم نے سورج کو سائے کے لمبا کرنے اور گھٹانے کی ایک ظاہری علامت مقرر کر دیا کہ سورج طلوع ہوا تو چیزوں کا سایہ لمبا ظاہر ہوا پھر سورج چڑھتا گیا تو سایہ گھٹتا گیا، حتیٰ کہ عین زوال کے وقت سایہ ذرا سا رہ گیا، پھر جب سورج آگے بڑھا تو سائے کا رخ مشرق کی طرف ہو گیا جو زوال کے وقت تک مغرب کی طرف تھا۔

نوٹ: سائے کی اپنی کوئی حقیقت نہیں ہے اصل میں سایہ سورج کی روشنی کے زمین پر نہ پڑنے سے وجود میں آتا ہے اور یہ روشنی میں ایک طرح کا Defect ہوتا ہے۔ روشنی جب کسی چیز سے ٹکرا کر ہٹتی ہے تو اس چیز پر ٹکرانے کی وجہ سے وہ روشنی زمین پر نہیں پڑ پاتی پھر اس سے سایہ وجود میں آتا ہے۔

۴: سورج کو سائے پر دلیل بنانے سے کیا مراد ہے؟ ۴: سورج سائے کے لمبا اور چھوٹا ہونے کا سبب اور اس کی دلیل ہے کیونکہ سورج کی روشنی جب زمین پر نہیں پڑتی تو وہ حصہ سایہ کہلاتا ہے، سورج نہ ہو تو سائے کا وجود بھی ختم ہو جائے۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: اللہ ﷻ کا سائے کو تھوڑا تھوڑا کر کے اپنی طرف سمیٹ لینے سے کیا مراد ہے؟ ۱: جب سورج طلوع ہوتا ہے تو چیزوں کے سائے لمبے ہوتے ہیں لیکن جیسے جیسے سورج بالکل نصف النہار پر پہنچتا ہے تو سائے سکڑتے سکڑتے بالکل تھوڑے سے رہ جاتے ہیں اسی طرح غروب آفتاب کے ساتھ ہی سائے ختم ہو جاتے ہیں۔

عملی پہلو: یہاں اس امر کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ یہ سب کچھ حق تعالیٰ کے ارادہ سے اس کی قدرت کے ماتحت ہے نیز اس میں نکتہ یہ ہے کہ ساری تبدیلیاں تدریجی طور پر وقوع پذیر ہوتی ہیں ورنہ سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اگر سخت گرمی کے فوراً بعد سخت سردی شروع ہو جائے تو اس کے اثرات کی تباہ کاریوں کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ قدرت ہر کام میں تدریج کو پسند کرتی ہے اور اسی میں اس کی حکمت کے سینکڑوں جلوے نظر آتے ہیں۔ لہٰذا یونہی کفر کی ظلمت دھیرے دھیرے چھٹے گی اور ہدایت کی روشنی آہستہ آہستہ پھیلے گی۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: اللہ ﷻ نے رات کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے رات کو لباس سے تشبیہ دی ہے جس طرح لباس جسم کو چھپا لیتا ہے اسی طرح رات کا اندھیرا اپنے اندر ہر چیز کو چھپا لیتا ہے۔

نوٹ: رات اور دن کے اوقات کا متعین ہونا اللہ ﷻ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہونے کے ساتھ ساتھ فطری طور پر انسان کی طبیعت میں رکھ دی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کائنات کا نظام منظم انداز میں چل رہا ہے۔ ورنہ جہاں روزانہ کی زندگی مفلوج ہو کر رہ جاتی وہاں نظام دنیا بھی تباہ ہو جاتا۔

۲: اللہ ﷻ نے انسانوں کے آرام حاصل کرنے کا ذریعہ کسے قرار دیا؟ ۲: نیند کو۔ رات کو سوتے وقت یہ دعا پڑھنا مسنون ہے اس لئے ہمیں اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیئے اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی "اے اللہ تیرے ہی نام سے میں مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں۔" (صحیح بخاری)

۳: اللہ ﷻ نے دن کی کیا اہمیت بیان فرمائی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ نے دن کو چلنے پھرنے اور معاشی ضروریات پوری کرنے کے لئے سامان جمع کرنے کا ذریعہ بنایا۔

عملی پہلو: حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ صبح بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ" "تمام تعریفیں اس اللہ ﷻ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اکٹھے ہونا ہے۔" (صحیح مسلم) یہ مسنون دعا ہمیں بھی پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۴۸: ۱: اللہ ﷻ نے ہواؤں کی کیا اہمیت بیان فرمائی؟ ۱: اللہ ﷻ اپنی رحمت یعنی بارش سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے جو لوگوں کے لئے خوشخبری کا باعث بنتی ہیں۔ ۲: ہواؤں کے علاوہ اس آیت میں اللہ ﷻ کی کن نعمتوں کا ذکر ہے؟ ۲: آسمان سے نازل ہونے والے پانی کا ذکر ہے۔

۳: بارش کے پانی کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بارش کے پانی کو نہایت پاکیزہ قرار دیا ہے۔

آیت نمبر ۴۹: ۱: بارش کے پانی کے کیا فوائد بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۱: i ۔ بارش کا پانی بنجر زمین کو زندہ کر دیتا ہے یعنی اس سے نباتات اُگ جاتی ہیں۔ ii ۔ یہ پانی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مخلوقات پیتی ہیں جیسے چوپائے۔ iii ۔ تمام انسانوں کی زندگی کا مدار بھی اسی میٹھے پانی پر ہے جو بہت سے انسانوں کو بذریعہ بارش براہِ راست اور بہت سے لوگوں کو دریاؤں وغیرہ سے بالواسطہ حاصل ہوتا ہے

۲: آیات: ۴۵ تا ۴۹ تک کتنی نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۲: ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کم و بیش دس نعمتوں کا ذکر آیا ہے۔ یعنی سایہ، سورج، رات، نیند، دن، ہوا، بارش، نباتات، اور مخلوقات میں سے چوپائے اور بہت سے انسان سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتیں ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پیدا فرمائیں۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کس بات کو پھیر پھیر کر بیان کرنے کا ذکر فرمایا؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بارش کا ذکر بار بار مختلف انداز سے بیان فرمایا ہے جو کہ بہت بڑی نعمت ہے۔

۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی نعمتوں کا ذکر کیوں فرماتا ہے؟ ۲: تاکہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں اور اپنے خالق، مالک اور رازق یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پہچان سکیں۔

۳: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں کے تذکرے پر اکثر و بیشتر انسانوں کا کیا عمل رہا؟ ۳: اکثر نافرمان لوگوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ناشکری کی اور اُسے نہیں مانا۔

نوٹ: سمندر کے بخارات سے بادلوں کا بننا، اربوں ٹن پانی کا ہواؤں کے سہارے ہزاروں میلوں کے فاصلے طے کر کے مختلف علاقوں میں بارش برسانا، ان بارشوں سے ندی نالوں اور دریاؤں کے سلسلوں کا جنم لینا، انسانی آبادیوں سے میلوں کی بلندیوں پر گلیشیرز کی صورت میں پانی کے کبھی نہ ختم ہونے والے ذخائر (over head tanks) کا وجود میں آنا، پھر گلیشیرز کا پگھل پگھل کر ایک تسلسل کے ساتھ انسانی ضرورتوں کی سیرابی کا ذریعہ بننا، اور اس سب کچھ کے بعد فالتو پانی کا پھر سے سمندر میں پہنچ جانا! یہ ہے پانی کی گردش (water cycle) کا عظیم الشان نظام جو قدرت کے بڑے بڑے عجائبات میں سے ہے اور زبانِ حال سے انسانی عقل و شعور کو دعوتِ فکر دیتا ہے کہ وہ اس کے خالق کو پہچانے اور اس پر ایمان لائے۔

آیت نمبر ۵۱: ۱: اس آیت میں لوگوں کو خبردار کرنے کا کیا ممکنہ ذریعہ بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہتا تو ہر بستی میں ایک خبردار کرنے والا بھیج سکتا تھا۔

نوٹ: اگرچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر بستی میں بھی پیغمبر بھیج سکتا تھا، لیکن عام طور پر ایک قوم کی طرف ایک پیغمبر ہی مبعوث کیا جاتا رہا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الرعد ۱۳ میں فرمایا گیا: ”وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ“ ”اور ہر قوم کے لئے ایک رہنما بھیجا گیا ہے“۔ (سورۃ الرعد ۱۳، آیت: ۷) ان پیغمبروں کو ہمیشہ ایسے شہر میں مبعوث کیا جاتا تھا جو متعلقہ قوم یا علاقے کے ثقافتی، علمی، تہذیبی اور سیاسی مرکز کی حیثیت سے مشہور ہوتا تھا۔ کیونکہ کسی بھی علاقے کے عوام ہر پہلو سے اپنے مرکزی شہر میں پروان چڑھنے والے رجحانات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی قانون اور اصول سورۃ القصص ۲۸ کی آیت: ۵۹ میں اس طرح بیان ہوا ہے: ”اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہ تھا جب تک کہ وہ ان کی مرکزی بڑی بستی میں کوئی رسول نہ بھیج دیتا۔“

۲: اس آیت میں آپ ﷺ کے لئے کیا تسلی بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔

۳: اس آیت میں آپ ﷺ کی کیا ذمہ داری بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کی طرف ”نذیر“ یعنی ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔

آیت نمبر ۵۲: ۱: اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو کن دو باتوں کا حکم فرمایا؟ ۱: i ۔ آپ ﷺ کفار کی بات نہ مانیں۔ یہ حکم آپ ﷺ کے ذریعے اُمت کو دیا گیا۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام تو ہمیشہ اپنے رب کے ہی اطاعت گزار ہوتے ہیں۔ ii ۔ آپ ﷺ کفار سے جہاد کریں۔

۲: مشرکین مکہ آپ ﷺ سے کیا بات منوانا چاہتے تھے؟ ۲: وہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ قرآنِ حکیم بیان نہ کریں، اس کی تبلیغ نہ کریں، یا قرآنِ حکیم کو ان کی مرضی کے مطابق بدل دیں (معاذ اللہ)، یا پھر کم از کم ان کے بتوں کو بُرا نہ کہیں۔

۳: آپ ﷺ نے مشرکین مکہ سے کیسے جہاد فرمایا؟ ۳: آپ ﷺ نے قرآنِ حکیم کے ذریعہ جہاد کیا اور پھر مدنی زندگی میں تلوار کے ذریعہ بھی ان سے جہاد کیا۔

۴: اس آیت میں اللہ ﷻ نے بڑا جہاد کس جہاد کو قرار دیا ہے؟ ۴: قرآنِ حکیم کے ذریعہ دعوت و تبلیغ کو اللہ ﷻ نے بڑا جہاد قرار دیا۔

نوٹ: آپ ﷺ کو فرمایا گیا کہ قرآنِ حکیم کے احکام کی تبلیغ و تعلیم کے ضمن میں جو رکاوٹیں اور مشکلات پیش آئیں انہیں عزم واستقامت اور خندہ پیشانی سے برداشت کرتے جایئے۔لوگوں کے طرح طرح کے مطالبات کی آپ ﷺ کوئی پرواہ نہ کریں بلکہ ان کے مقابلے میں قرآن حکیم کے اس عظیم الشان اور مقدس ہتھیار کے ذریعے لگاتار جہاد کرتے رہیں تا کہ ان پر اللہ ﷻ کی حجت اچھی طرح پوری ہو جائے۔ تاکہ جس کے اندر قبولِ حق کے لئے کوئی ادنٰی سی بھی طلب موجود ہو وہ حق کو قبول کرلے اور کسی کے لئے بھی اللہ ﷻ کے ہاں کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔ پس یہ بہت بڑا جہاد ہے۔

نوٹ: جہاد کی مزید وضاحت حصہ چہارم کے رہنمائے اساتذہ میں سورۃ الحج ۲۲، آیت:۷۸ کے سوالات وجوابات میں بھی ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔

آیت نمبر ۵۳: ۱: اللہ ﷻ کی کس قدرت کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: زمین پر بعض جگہیں ایسی ہیں جہاں دو سمندر یا پھر دریا ساتھ ساتھ بہتے ہیں اور ان کا پانی آپس میں نہیں ملتا۔ ایک طرف کھاری سمندری پانی ہوتا ہے اور دوسری طرف میٹھا پانی ہوتا ہے۔

۲: سمندروں کی کیا خصوصیات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۲: دو سمندر میٹھے اور کھاری (نمکین) ہیں۔

۳: میٹھے اور کھارے پانی کے سمندروں کے بارے میں اللہ ﷻ کی کس کمال قدرت کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کی یہ کمال قدرت اور صنعت کا شاہکار ہے کہ میٹھا پانی کڑوے اور کھارے (نمکین) پانی کے ساتھ سمندر کے اندر دور تک ملنے نہیں پاتا۔

۴: ان دونوں پانیوں کو کیا چیز باہم ملنے سے روکتی ہے؟ ۴: ان کے درمیان ایک آڑ ہے جسے Homogenizing zone بھی کہتے ہیں یا Separating Zone بھی کہا جاتا ہے جو دونوں پانیوں کو آپس میں ملنے سے روکتا ہے۔یعنی ان کے درمیان اللہ ﷻ نے پردہ حائل کیا ہوا ہے۔ سورۃ النمل ۲۷ اور سورۃ الرحمٰن ۵۵ میں بھی یہ بیان فرمایا گیا ہے۔ ۵: کیا اس کی کوئی مثال موجود ہے؟ ۵: Gulf of Alaska اس کی ایک مثال ہے۔ پاکستان میں اس کی ایک مثال دریا کابل اور دریائے سندھ کا ملاپ ہے اور یہ منظر اٹک کے قریب بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

نوٹ: سولھویں صدی عیسوی میں ترک امیر البحر نے اپنی کتاب مرا المالک میں خلیج فارس کے اندر ایسے مقام کی نشان دہی کی ہے اور لکھا ہے کہ وہاں آبِ شور یعنی نمکین پانی کے نیچے آبِ شیریں یعنی میٹھے پانی کے چشمے ہیں، جن سے وہ خود اپنے بحری بیڑے کے لئے پانی حاصل کرتا تھا۔ بحرین کے قریب سمندر کی تہہ میں اس قسم کے بہت سے چشمے کھلے ہوئے ہیں جن سے لوگ میٹھا پانی حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح جبرالٹر کا نیم گہرا علاقہ بحر اٹلانٹک کے پانی اور بحیرۂ روم (Mediterranean Sea) کے پانیوں کو آزادانہ گڈمڈ ہونے سے روکتا ہے۔ یہ صورت حال واضح طور پر مراکش اور اسپین کے علاقے میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اللہ ﷻ کی شان کہ ایک فرانسیسی ماہر بحریات جیکویاوس کاسٹیو (Jaeques Yues Costeau) نے جب اس کا مشاہدہ کیا اور قرآن حکیم کی آیات (الرحمن ۵۵، آیت:۱۹ اور ۲۰) اس کے سامنے آئیں تو اس نے بلا تکلف اللہ ﷻ رب العزت کی بڑائی کا اعلان کیا اور مسلمان ہو گیا۔

۶: سمندری پانی کے کھاری رکھنے میں کیا حکمت ہے؟ ۶: سمندری پانی کے کھاری رکھنے میں اللہ ﷻ کی بڑی حکمت ہے میٹھا پانی زیادہ دیر تک کہیں ٹھہرا رہے تو وہ خراب ہو جاتا ہے اس کے ذائقے رنگ یا بو میں تبدیلی آجاتی ہے جبکہ کھاری پانی خراب نہیں ہوتا نہ اس کا ذائقہ بدلتا ہے نہ رنگ اور بو، اگر ان ساکن سمندروں کا پانی بھی میٹھا ہوتا تو اس میں بدبو پیدا ہو جاتی جس سے انسانوں اور حیوانوں کا زمین میں رہنا مشکل ہو جاتا۔ ہزاروں برس سے یہ سمندر موجود ہیں اور ان میں ہزاروں جانور مرتے ہیں اور انہی میں گل سڑ جاتے ہیں لیکن اللہ ﷻ نے ان میں ملاحت نمکیات کی اتنی مقدار رکھ دی ہے کہ وہ اس کے پانی میں ذرا بھی بدبو پیدا نہیں ہونے دیتی ان سے اٹھنے والی ہوائیں بھی صحیح ہیں اور ان کا پانی بھی پاک ہے۔

آیت نمبر ۵۴: ۱: اللہ ﷻ کی کس قدرت کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی قدرتِ تخلیق کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ یعنی سب مخلوق کو اللہ ﷻ نے پیدا فرمایا۔

۲: انسان کو پانی سے پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی اللہ ﷻ نے انسان کو ایک حقیر پانی کے نطفہ سے پیدا فرمایا۔

نوٹ: انسان کا قدیم مادہ تخلیق مٹی ہے جس سے اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا لیکن اس کے بعد انسانی نسل کا سلسلہ نطفہ کے ذریعہ اللہ ﷻ نے جاری فرمایا۔

۳: یہاں کن رشتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۳: نسب اور صہر کا۔ ۴: "نسب" سے کیا مراد ہے؟ ۴: خونی رشتہ جو والدین سے حاصل ہوتا ہے اور جس کے ذریعے سے انسان اپنے بہن بھائی اور دیگر رشتہ داروں سے تعلق جوڑتا ہے۔ ۵: "صہر" سے کیا مراد ہے؟ ۵: یہ وہ رشتہ ہوتا ہے جو بیوی کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس کو عرفِ عام میں سسرالی رشتہ کہتے ہیں جو کہ نکاح کے ذریعہ قائم ہوتا ہے۔ اللہ ﷻ نے سسرالی رشتہ داروں سے بھی حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ کے عطا کردہ دونوں رشتے بہت بڑی نعمت ہیں۔ خواہ وہ والدین کی طرف سے ہوں یا بیوی یعنی سسرال کی طرف سے۔ ہمیں اللہ ﷻ کی اس نعمت کی قدر کرنی چاہیئے۔ اللہ ﷻ یہ پسند فرماتا ہے کہ آدمی ان رشتوں کا بھی حق ادا کرے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا" (صحیح بخاری) اس لئے ہمیں تمام رشتوں کا لحاظ رکھ کر اللہ ﷻ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنی چاہیئے۔

۶: اللہ ﷻ نے افزائش دنیا یعنی آبادی میں اضافہ کے لئے کیا سلسلہ فرمایا؟ ۶: اللہ ﷻ نے مرد اور عورت کے ذریعے خاندانوں کا سلسلہ جاری فرمایا۔ انسان پانی کے ایک نطفہ سے مختلف شکلیں اختیار کرتے ہوئے ایک بچہ کی صورت اختیار کرتا ہے پھر زندگی کے مختلف مراحل سے گزر کر باپ کا درجہ حاصل کرتا ہے اور اس کے بعد بنیادی طور پر اس کی نسل دو خاندانوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ ایک طرف اپنی اولاد کا باپ اور پوتے پوتیوں کا دادا بنتا ہے اور دوسری طرف سسر کے رشتہ میں منسلک ہو کر نواسوں اور نواسیوں کا نانا بن جاتا ہے۔ اسی طرح یہی آدمی ایک کا بیٹا ہوتا ہے اور دوسرے کا داماد بنتا ہے گویا پانی کی بوند سے اکیلا پیدا ہونے والا انسان کئی رشتوں سے منسلک ہو جاتا ہے۔ خاندانی قبیلوں اور قوموں کا یہ سارا پھیلاؤ ایک قطرۂ منی سے وجود میں آتا ہے۔

عملی پہلو: یہ سب تعلقات اور قرابتیں اللہ ﷻ کی دی ہوئی عظیم نعمتیں ہیں۔ ان کے ذریعہ مختلف خاندانوں میں محبتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو انسان کی خوشگوار زندگی کے لئے لازمی ہیں، اکیلا آدمی کوئی کام بھی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ہمیں ان رشتوں اور قرابتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اللہ ﷻ کی ان عظیم نعمتوں کی قدر کرنی چاہیئے۔

۷: اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۷: ہر قسم کی رشتہ داریاں اور قرابت داریاں اللہ ﷻ کی قدرت کا کرشمہ ہیں۔ اللہ ﷻ اس بات پر قدرت رکھنے والا ہے کہ وہ چاہے تو کسی کا نسب بڑھائے اور اسے باپ دادا اور سسرال کے رشتوں کے ساتھ منسلک کرے اور نہ چاہے تو اس کا نسب اسی پر ختم ہو جائے۔

آیت نمبر ۵۵: ۱: مشرکین کی کس خرابی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: مشرکین ان کی عبادت کرتے ہیں جو کسی کو نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے۔

۲: اس آیت کا پچھلی آیات سے کیا ربط ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے اس آیت سے پہلی آیات میں اپنے رب ہونے کے کئی دلائل دیئے ہیں۔ ان دلائل میں اس کے خالق، رازق اور مالک ہونے کے اس قدر ٹھوس ثبوت ہیں جن میں سے کوئی ایک صفت اور ثبوت اللہ ﷻ کے علاوہ کسی ذات میں نہیں پایا جاتا۔ اس حقیقت کے باوجود کچھ لوگ اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک کر کے کفر کرتے ہیں۔

۳: شرک کرنے والوں کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۳: شرک کرنے والے کافر ہیں۔ کافر اپنے رب کے مخالف ہیں اور رب کی توحید کے خلاف دلائل دیتے ہیں۔ یعنی کافروں کی عادت ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ ﷻ کے مقابلے میں اس کے دشمنوں کی مدد کرتے ہیں۔ ان کی ساری توانائیاں اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت اور کافروں کی حمایت کے لئے وقف ہوتی ہیں۔ ۴: کفار و مشرکین رب کے خلاف کن کے مددگار ہیں؟ ۴: شیطان کے۔

۵: شیطان کی مدد سے کیا مراد ہے؟ ۵: اللہ ﷻ کی نافرمانی درحقیقت شیطان کی مدد ہے۔ کیوں کہ شیطان یہی چاہتا ہے کہ جس طرح وہ نافرمانی کر کے اللہ ﷻ کے غضب اور ناراضگی کا مستحق ہوا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اللہ ﷻ کی نافرمانی میں اس کے ساتھ شامل ہوں۔ اس لئے جو لوگ اللہ ﷻ کا کلمہ بلند کرنے اور اس کے احکام و قوانین کو نافذ کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ ان کے خلاف شیطان کی بھرپور کوشش ہے کہ ہر سطح پر ایسے لوگوں کو نیچا دکھایا جائے اور ہر محاذ پر ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جائیں۔

آیت نمبر ۵۶: ۱: آپ ﷺ کو کیا تسلی دی گئی ہے؟ ۱: آپ ﷺ اپنا کام یعنی حق کی دعوت دیتے رہیں، جو قبول نہ کرے اس کی طرف سے غمگین نہ ہوں۔ اگر کافر ایمان نہیں لاتے اور اللہ ﷻ، اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کی دشمنی اور مخالفت سے باز نہیں آتے تو اس کی ذمہ داری آپ ﷺ پر نہیں۔

۲: آپ ﷺ کے کیا فرائض و امور بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۲: آپ ﷺ نیک لوگوں کو اللہ ﷻ کی رضا اور جنت کی خوشخبری دینے والے ہیں اور آپ ﷺ اللہ ﷻ کے نافرمانوں کو آخرت کے بُرے انجام اور اللہ ﷻ کی ناراضگی سے ڈرانے والے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کی ذمہ داری نہ کسی ایمان لانے والے کو جزا دینا ہے، نہ کسی انکار کرنے والے کو سزا دینا۔

نوٹ: قرآنِ حکیم میں اس طرح کے اشارات جہاں کہیں بھی آئے ہیں ان کا اصل مقصد یہ بتانا ہے کہ پیغمبر ﷺ پر حق کی تبلیغ سے بڑھ کر کوئی ذمہ داری نہیں۔ وہ لوگوں کو پیغامِ حق قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے۔ قرآن حکیم میں کئی جگہ نہایت وضاحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ اللہ ﷻ کے پیغمبر ﷺ کا کام مسلمانوں کو کتابِ الٰہی کی تعلیم دینا، حکمت و دانائی کی باتیں بتانا اور ان کا تزکیۂ نفس کرنا ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرۃ ۲، آیات: ۱۰۱، ۱۲۹ اور سورۃ آلِ عمران ۳، آیت: ۱۶۴ میں بھی اس بات کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۵۷: ۱: نبی کریم ﷺ قوم سے دعوت و تبلیغ کے صلہ میں کیا کوئی اُجرت طلب فرماتے تھے؟ ۱: ہر گز نہیں۔ نبی کریم ﷺ دعوت و تبلیغ کے کام پر قوم سے کسی اُجرت کے طلب گار نہیں تھے۔ آپ ﷺ اُن سے نہ کوئی مالی اور نہ ہی اور کسی قسم کا صلہ چاہتے تھے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ "آپ ﷺ فرما دیجیے کہ میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں"۔ (سورۃ ص ۳۸:۸۶)

۲: آپ ﷺ کا اپنی قوم سے کیا مطالبہ تھا؟ ۲: آپ ﷺ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کی قوم اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے۔

۳: آپ ﷺ کی دعوت کیا تھی؟ ۳: جو شخص اپنے رب کو راضی کرنا چاہے وہ دین قبول کرلے۔

نوٹ: قرآنِ حکیم کے متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بغیر کسی اُجرت اور بدلے کے نبوّت کا فریضہ سرانجام دیتے تھے اور لوگوں سے ہمدردی رکھا کرتے تھے کہ وہ کسی طرح جہنم سے بچ جائیں۔ (سورۃ ہود ۱۱، آیات: ۲۹، ۵۱، سورۃ الشعراء ۲۶، آیات: ۱۲۷، ۱۴۵)

عملی پہلو: انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت بالکل بے لوث اور اخلاص پر مبنی ہوتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ بندوں کو اللہ ﷻ کی رضا نصیب ہو جائے۔ ہمیں بھی ہمدردی کے جذبے کے ساتھ دوسروں کو خیر کی طرف بلانا چاہیے۔

آیت نمبر ۵۸: ۱: نبی کریم ﷺ کو اللہ ﷻ کی طرف سے کن امور کی توجہ دلائی جارہی ہیں؟ ۱: i۔ آپ ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ صرف اللہ ﷻ پر بھروسہ کیجیے۔ ii۔ آپ ﷺ اللہ ﷻ کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمائیے۔

۲: توکل علی اللہ سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی بھروسہ اسباب پر نہیں مسبب الاسباب پر ہو، خوف، اُمید، اعتماد، صرف اور صرف اللہ ﷻ پر ہونا۔ کیونکہ وہی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے جس پر کبھی موت نہیں آنے والی اور کُل اختیار اور کُل خیر حقیقتاً اور مستقلاً اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ۳: تسبیح کے کیا معنی ہیں؟

۳: اللہ ﷻ کی پاکی بیان کرنا۔ یعنی اللہ ﷻ کی ذات ہر عیب، کمی اور نُقص سے پاک ہے۔

۵: حمد کے کیا معنی ہیں؟ ۵: اللہ ﷻ کی ذات میں ہر خیر اور بھلائی کا اعلان کرنا نیز شکر کے جذبے کے ساتھ اللہ ﷻ کی تعریف کرنا۔

۶: اس آیت میں اللہ ﷻ کے نافرمان بندوں کے لئے کیا وعید ہے؟ ۶: اللہ ﷻ اپنے بندوں کے گناہوں سے خوب با خبر ہے۔ اللہ ﷻ کی طرف سے بندوں کا ان کے اعمال کے مطابق ہی جزا اور سزا ملے گی۔

آیت نمبر ۵۹: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس نعمت کا ذکر ہے؟ ۱: آسمان و زمین کا ذکر ہے جو اللہ ﷻ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔

۲: آسمان و زمین کے درمیان جو کچھ ہے اس سے کیا مراد ہے؟　۲: اس سے مراد پوری کائنات ہے۔ ہم سے دور ترین چیز آسمان ہے اور قریب ترین چیز زمین ہے اور آسمان و زمین کے درمیان پوری کائنات آجاتی ہے۔　۳: اللہ ﷻ نے کائنات کو کتنے عرصے میں پیدا فرمایا؟　۳: اللہ ﷻ نے کائنات کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا۔

۴: دنوں سے کیا مراد ہے؟　۴: ہمارا دن تو سورج کے طلوع اور غروب سے بنتا ہے جب کہ یہاں جو دن بیان ہوا ہے وہ سورج کی پیدائش سے پہلے کا ہے۔ لیکن اللہ ﷻ کے ہاں اس کی مقدار اتنی ہی متعین تھی جتنا کہ ہمارا دن ہوتا ہے اسی لئے فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ہمارے حساب سے فرما کر بات واضح فرمادی کہ اس وقت کی مقدار ہمارے چھ دنوں کے برابر ہے۔ ایک رائے کے مطابق چھ دنوں سے مراد چھ مراحل مراد ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۵: کیا تخلیق کائنات کے بعد اللہ ﷻ تھک گیا اور اللہ ﷻ نے آرام فرمایا؟　۵: ہرگز ایسا نہیں ہے۔ تخلیق کائنات کے بعد اللہ ﷻ ہرگز تھکا نہیں بلکہ اللہ ﷻ عرش پر اپنی شان کے مطابق مستوی یعنی جلوہ فرما ہے۔　۶: عرش سے کیا مراد ہے؟　۶: ساتویں آسمان سے اوپر اللہ ﷻ کا عرش ہے مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ پوری کائنات کا نظام چلا رہے ہیں۔　۷: اللہ ﷻ کے عرش پر جلوہ فرما ہونے سے کیا مراد ہے؟　۷: اللہ ﷻ کے عرش یعنی تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہونے کی تفصیلی کیفیت کو سمجھنا ہمارے لئے ناممکن ہے۔ اس کی اصل کیفیت اللہ ﷻ ہی کے علم میں ہے۔ اصل مقصد یہ ذہن نشین کرنا ہے کہ اللہ ﷻ محض خالق کائنات ہی نہیں ہے بلکہ مدبّر کائنات بھی ہے۔ اس نے نہ تو اپنی خلق کو پیدا کر کے دوسروں کے حوالے کیا کہ وہ اس میں حکم چلائیں نہ پوری خلق کو یا اس کے کسی حصّے کو خود مختار بنا دیا ہے کہ جس طرح چاہے خود کام کرے۔ بلکہ عملاً تمام کائنات کی تدبیر اللہ ﷻ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ عملاً وہی سارے جہاں پر اپنا حکم فرما رہا ہے۔

۸: اللہ ﷻ کے کس نام کا ذکر فرمایا گیا ہے؟　۸: "الرحمٰن" یعنی بہت زیادہ رحم فرمانے والا۔ قریش مکہ اللہ ﷻ کے اس نام سے ناواقف تھے۔ یہ اللہ ﷻ کا وہ نام ہے جس میں رحمت کا مادہ اپنے جوش پر پایا جاتا ہے۔　۹: "رحمٰن" کے بارے میں کس سے پوچھنے کا ذکر فرمایا گیا؟　۹: "رحمٰن" کے بارے میں کسی باخبر سے پوچھنے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔　۱۰: باخبر سے کون مراد ہے؟　۱۰: آسمانی کتابوں کے جاننے والے۔

نوٹ: سب سے بڑے باخبر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہی ہوتے ہیں جن کے پاس اللہ ﷻ کی طرف سے وحی آتی ہے اور ان میں سب سے بڑا مرتبہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے جو کہ سب انبیاء ورسل علیہم السلام کے امام ہیں۔ جن کی ذات گرامی میں اللہ ﷻ نے اولین و آخرین کے تمام علوم جمع فرما دیئے۔ لہٰذا رحمٰن و رحیم رب کی صحیح معرفت انہی کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کے بعد علماء کرام ہیں جو حدیث کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔
(سنن ابو داؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

آیت نمبر ۶۰: ۱: اہل مکہ کو کسے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا؟　۱: "رحمٰن" کو۔　۲: اہل مکہ رحمٰن کو سجدہ کرنے کے لئے کیوں تیار نہیں ہوئے؟
۲: کیوں کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ اور کفار کے مابین حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ لکھا جا رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے کاتب سے فرمایا: " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " لکھو۔ تو کفار کے نمائندے سہیل نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ رحمٰن کون ہے؟ بلکہ آپ " بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ " لکھیے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)
۳: نبی کریم ﷺ کی زبانی رحمٰن کا ذکر سن کر قریش مکہ کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟　۳: "رحمٰن" سے ان کی نفرت اور بڑھ جاتی ہے۔

نوٹ: یہ آیتِ سجدہ ہے۔ اس مقام پر ہر پڑھنے والے اور سننے والے کو سجدہ کرنا چاہیئے۔ سجدۂ تلاوت میں تکبیر تحریمہ کی طرح ہاتھ اٹھانا نہیں ہے بلکہ اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں چلا جائے اور ایک سجدہ کرے۔ تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھائے اس میں تشہد اور سلام نہیں ہے۔ اسی طرح جیسے آیت سجدہ پڑھنے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہے ایسے ہی سننے والے پر بھی واجب ہوتا ہے اگرچہ اس نے ارادہ کر کے نہ سنا ہو، البتہ تلاوت کرنے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ آیتِ سجدہ حاضرین کے سامنے زور سے نہ پڑھے، ہاں اگر حاضرین سننے ہی کے لئے بیٹھے ہیں تو سجدۂ تلاوت زور سے پڑھ دینا چاہیئے۔ **سجدۂ تلاوت کی دُعا:** سجدۂ تلاوت میں اگر سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ تین مرتبہ کہے تو

یہ بھی درست ہے اور اگر یہ دعا پڑھ لے تو زیادہ بہتر ہے۔ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَ شَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ۔ "میرے چہرے نے اس ذات کے لئے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا فرمایا اور اپنی قدرت وطاقت سے اس کے کان اور آنکھیں بنائیں"۔ (سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی)

آیت نمبر ۶۱: ۱: سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کی کیا اہمیت ہے؟ ۱: اکثر وبیشتر قرآنِ حکیم کی طویل سورتوں کے آخر میں نہایت اہم احکامات دیے جاتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ الفرقان کے آخری رکوع میں قرآنِ حکیم کے انسانِ مطلوب کا ذکر کیا گیا ہے یعنی اللہ ﷻ کے پسندیدہ بندوں کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ اپنی زندگیوں میں ان صفات کو حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

۲: اس رکوع میں عبادالرحمٰن کے حوالے سے کیا باتیں بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۲: اس رکوع میں عبادالرحمٰن کی صفات اور بڑے جرائم سے بچنے کے حوالے سے احکامات بیان فرمائے گئے ہیں۔ ۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کی ذات بہت بابرکت ہے۔

نوٹ: "اَلْبَرَکَۃ" کے معنی کسی شے میں خیر الٰہی ثابت ہونے کے ہیں۔ (نعمت، دولت اور عمر وغیرہ کی) افزائش، زیادتی، ترقی (بیشتر وہ جو تائید الٰہی سے ہو)۔ برکت کا لفظ قرآنِ حکیم میں اللہ ﷻ، بارش کے پانی، زیتون کے درخت اور کتاب کے لئے آیا ہے۔ برکت سے مراد کسی شے کی خیر کو ظاہر کرنا یعنی غیر محسوس طریقے سے اللہ ﷻ کی تائید کا شامل ہونا اور اس شے میں اضافہ ہونا۔ جس طرح آسمان سے برسنے والا پانی مردہ زمین کو آباد کر دیتا ہے اور زمین کا سبزہ اور روئیدگی گویا خیر کا باعث بنتی ہے یا اس میں اضافے کا باعث یہ پانی بنتا ہے اسی طرح اللہ ﷻ کُل کائنات کے خیر کے ظاہر ہونے کا ذریعہ ہیں اور اسی طرح کتاب یعنی قرآنِ حکیم وہ انسانوں میں رکھے گئے خیر کے اظہار کا ذریعہ بننے والی ہے۔

۵: اللہ ﷻ کی قوت تخلیق کو کیسے نمایاں فرمایا گیا ہے؟ ۵: وہی اللہ ﷻ ہے جس نے آسمان میں سورج، چاند اور ستارے بنا دیئے۔

۶: بُرج کے کیا معنی ہیں؟ ۶: بُرج کے معنی نمایاں کرنا ہیں۔ پہلے زمانے میں شہر کے کنارے اونچی اونچی فصیلیں بنائی جاتی ہیں۔ اور ان میں مینار بنائے جاتے تھے تاکہ دور سے قافلے والوں کو شہر نظر آجائے۔

۷: آسمانوں میں بُرج بنانے سے کیا مراد ہے؟ ۷: اکثر وبیشتر مفسرین نے اس سے مراد بڑے بڑے ستارے لیئے ہیں۔ بروج سے کواکبِ سبعہ سیّارہ یعنی سات سیاروں کی منازل مراد ہیں ان منازل کی تعداد بارہ ۱۲ ہے۔ i۔ حمل (Aries)۔ ii۔ ثور (Taurus)۔ iii۔ جوزہ (Gemini)۔ iv۔ سرطان (Cancer)۔ v۔ اسد (Leo)۔ vi۔ سنبلہ (Virgo)۔ vii۔ میزان (Libra)۔ viii۔ عقرب (Scorpio)۔ ix۔ قوس (Sagittarius)۔ x۔ جدی (Capricon)۔ xi۔ دلو (Aquarius)۔ xii۔ حوت (Pisces)۔

<u>یہ برج جن سات بڑے سیاروں کی منزلیں ہیں اُن کے نام یہ ہیں۔</u>

i۔ مریخ (Mars)۔ ii۔ زہرہ (Venus)۔ iii۔ عطارد (Mercury)۔ iv۔ قمر (Moon)۔ v۔ شمس (Sun)۔ vi۔ مشتری (Jupiter)۔ vii۔ زحل (Saturn)۔ یہ کواکب (سیارے) ان برجوں میں اس طرح اترتے ہیں جیسے یہ ان کے لئے عالی شان محل ہیں۔

۸: سراج کے کیا معنی ہیں؟ ۸: سراج چراغ کو کہتے ہیں۔ ۹: یہاں سراج سے کیا مراد ہے؟ ۹: یہاں سراج سے مراد سورج ہے۔

۱۰: چاند کی روشنی کو کیا قرار دیا گیا ہے؟ ۱۰: چاند کو "منیر" یعنی چمکتا ہوا (Reflected Light) قرار دیا گیا ہے۔

عملی پہلو: چراغ کی طرح سورج میں جلنے کا عمل ہو رہا ہے جس سے سورج میں روشنی پیدا ہوتی ہے جبکہ چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں اور جب سورج کی روشنی چاند پر پڑتی ہے تو وہ چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے جس کے لئے یہاں "منیر" کا لفظ آیا ہے۔

نوٹ: انسان کو آج کے موجودہ دور میں یہ معلوم ہوا ہے کہ چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں ہوتی جبکہ قرآنِ حکیم نے سینکڑوں سال پہلے یہ بات انسان کو بتادی تھی کہ چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں۔

آیت نمبر ۶۲: ۱: اس آیت میں توحید باریٔ تعالیٰ کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں دن اور رات کے نظام کو توحید باری تعالیٰ کی دلیل کے طور پر پیش فرمایا گیا ہے۔

۲: رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات۔ یہ ایک نظام ہے جو سالہا سال سے چل رہا ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ آج کی پوری سائنس اور ٹیکنالوجی کے باوجود اگر ہم چاہیں کہ دن ایک لمحہ بھر بھی بڑا ہو جائے تو ایسا کرنا انسانوں کے بس میں نہیں اور اسی طرح ہم چاہیں کہ رات ایک لمحے کے لئے طویل ہو جائے تو انسان ایسا کرنے سے بھی بے بس ہے۔ یہ سارا نظام اللہ ﷻ کے حکم سے چل رہا ہے۔ اگر ہمیشہ دن رہتا یا ہمیشہ رات رہتی تو زندگی اور اس کی مصروفیات کا سلسلہ باقی نہ رہ سکتا۔

۳: یہ آیات آفاقی یعنی سورج، چاند، ستارے اور دن، رات کا ذکر کن لوگوں کے لئے فرمایا گیا ہے؟ ۳: ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنا چاہیں۔

۴: کائنات پر غور و فکر سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ ۴: کائنات پر غور و فکر سے انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کائنات کوئی حادثہ نہیں۔ بلکہ اسے بنانے والی کوئی ذات ہے اور وہ ایک ہی اللہ ﷻ ہے۔ اس طرح انسان کو اللہ ﷻ کی ذات، اس کے علم اور اس کی قدرت و حکمت کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اللہ ﷻ کے لئے شکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

عملی پہلو: دن اور رات کے نظام میں جہاں دوسری بہت سی حکمتیں ہیں وہاں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس سے اللہ ﷻ کی عبادتوں کے اوقات کا تعین ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص دن کی کوئی عبادت بھول جاتا ہے تو اسے رات میں ادا کر لیتا ہے اور رات کی عبادت دن میں ادا کر لیتا ہے۔ یہ سارے فائدے اسے حاصل ہوتے ہیں جو اللہ ﷻ کی عبادت کرنا چاہتا ہے اور اس کی نعمتوں کا شکر بجالانا چاہتا ہے۔

آیت نمبر ۶۳: ۱: "عبادالرحمٰن" سے کون مراد ہیں؟ ۱: یوں تو تمام بنی نوع انسان اللہ ﷻ کے عباد یعنی بندے ہیں لیکن جنہیں اللہ ﷻ خاص طور پر اپنا بندہ فرمادے یعنی اپنے ساتھ ان کی نسبت کا اظہار فرمائے، وہ عزت و شرف کے حامل ہو جاتے ہیں۔ ۲: "عبادالرحمٰن" کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: وہ زمین پر نرم چال یعنی عاجزی اور تواضع سے چلتے ہیں۔

عملی پہلو: تواضع اور انکساری کے معنی ہیں تکبر سے بچنا اور اپنے آپ کو کم درجہ سمجھنا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو شخص اللہ (ﷻ) کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ (ﷻ) اسے بلندی سے نوازتا ہے"۔ (جامع ترمذی) آپ ﷺ کا اپنا معاملہ یہ تھا کہ آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ مل کر بیٹھتے تھے۔ آپ ﷺ غلاموں کی طرح بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ جب کسی سے ہاتھ ملاتے تو اپنا ہاتھ نہ کھینچتے جب تک وہ خود نہ چھوڑ دے۔ اسی طرح آپ ﷺ عاجزی سے نسبتاً جھک کر چلتے۔

نوٹ: تواضع میں اللہ ﷻ کا شکر اور احسان مندی ہوتی ہے کہ میں اس قابل نہیں تھا مگر اللہ ﷻ نے مجھ پر انعام فرمایا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "جس شاخ پر پھل لگتا ہے وہ شاخ جھک جاتی ہے" گویا نیک اعمال سے متصف انسان کو اللہ ﷻ اور بندوں کے سامنے عاجزی و انکساری اختیار کرنی چاہیئے۔

۳: "عبادالرحمٰن" کی اور کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: جب جذباتی لوگ ان سے بحث میں اُلجھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں بس اب ہمارا سلام۔ وہ نادانوں سے نہیں الجھتے۔ خاص طور پر دعوت کا کام حکمت اور دانائی سے کرتے ہیں۔ یعنی لوگوں سے بحث و مباحثے میں نہیں اُلجھتے اور ایسے موقع پر اچھے اور عمدہ طریقے سے آئندہ بات کرنے کے لئے علیحدگی اختیار کرتے ہیں۔

عملی پہلو: ہمیں لوگوں کو وعظ و نصیحت اس وقت کرنی چاہیئے جب وہ سننے کے لئے آمادہ ہوں۔ ایسے موقع پر جب وہ کسی کام میں مصروف ہوں انہیں زبردستی اپنی بات نہیں سنانی چاہیئے۔ اسی طرح بحث و مباحثہ میں اُلجھنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں بلکہ ایسے موقع پر حسنِ اخلاق سے ان سے علیحدگی اختیار کرنی چاہیئے۔ پھر جب انہیں سننے کے لئے آمادہ پائیں تو دین کی دعوت ان کے سامنے رکھنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۶۴: ۱: "عبادالرحمٰن" کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: "عبادالرحمٰن" کا اللہ ﷻ سے خصوصی تعلق بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ راتیں طویل قیام اور سجود میں گزارتے ہیں۔

عملی پہلو: قرآنِ حکیم میں اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ اور ان کے ذریعہ اہل ایمان کو یہ حکم دیا "اے چادر میں لپٹنے والے (محبوب ﷺ)۔ رات کا تھوڑا حصہ چھوڑ کر باقی رات (نماز میں) کھڑے رہا کیجیے۔ (یعنی) آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لیجیے۔ یا اس سے کچھ بڑھا دیجئے! اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجئے!"

حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ ﷻ اس نظر آنے والے آسمان پر نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون مجھے پکارتا ہے کہ میں اس کی مدد کروں؟ کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اس کو عطا کروں؟ اور کون مجھ سے معافی مانگتا ہے کہ میں اس کو معاف کردوں"۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) درحقیقت رات کی عبادت یعنی نمازِ تہجد بہت بڑی عبادت ہے۔ اللہ ﷻ ہم سب کو یہ عبادت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا "رات کو تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے دن کے قیلولے سے مدد لو"۔ (سنن ابن ماجہ)

نوٹ: عباد الرحمٰن دن میں عمدہ اخلاق اور رات میں اللہ ﷻ کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال پر نازاں نہیں ہوتے بلکہ نیکی کر کے بھی اللہ ﷻ کے عذاب کا خوف رکھتے ہیں۔

آیت نمبر ۶۵: ۱: "عباد الرحمٰن" کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟　　۱: "عباد الرحمٰن" جہنم کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں اور اللہ ﷻ سے اس کی پناہ مانگتے رہتے ہیں۔

۲: جہنم کے عذاب کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟　　۲: اس کا عذاب نہایت مصیبت، یا چمٹ جانے والا ہوگا۔

آیت نمبر ۶۶: ۱: جہنم کی ہولناکی کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟　　۱: جہنم نہایت بُری جگہ ہے خواہ وہاں مستقل ٹھہرنا ہو یا عارضی وقت کے لئے جانا ہو۔

۲: جہنم مستقل ٹھکانے کے حوالے سے کیسی جگہ ہے؟　　۲: انتہائی بُری، دنیا میں تو آدمی اگر مستقل کسی بُری جگہ رہے تو وہ اس کا عادی ہوجاتا ہے لیکن جہنم میں رہنا انسان کو اس کا عادی نہیں بنائے گا بلکہ جہنم کا عذاب بڑھتا رہے گا۔

۳: جہنم میں تھوڑی دیر کے لئے جانا کیسا ہوگا؟　　۳: انتہائی بُرا، دنیا میں تو انسان اگر کسی بُری جگہ جائے تو اُسے (Adventure) مہم جوئی محسوس ہوتا ہے جیسے آتش فشاں پہاڑ کی سیر کرنا، لیکن جہنم میں تھوڑی دیر کے لئے جانا بھی نہایت ہولناک اور بُرا ہوگا۔

۴: جہنم میں مستقل ٹھکانہ کن لوگوں کا ہوگا؟　　۴: کفار اور مشرکین کا۔

۵: جہنم میں عارضی طور پر کون لوگ ڈالے جائیں گے؟　　۵: گناہ گار اہل ایمان۔ وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد بالآخر جنت میں داخل کردیئے جائیں گے۔

عملی پہلو: ہمیں دنیا میں آخرت کا خوف رکھتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "تم میں سے ہر شخص سے اس طرح سے محاسبہ ہوگا کہ کوئی اللہ (ﷻ) اور بندے کے درمیان وکالت اور ترجمانی کرنے والا نہیں ہوگا وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اس کے عمل کے سوا کوئی نظر نہیں آئے گا پھر بائیں طرف دیکھے گا تو وہاں بھی اپنے اعمال کے سوا کسی اور کو نہ پائے گا پھر سامنے نظر ڈالے گا تو جہنم کو اپنے سامنے پائے گا، تو لوگو! آگ سے بچنے کی فکر کرو۔ اگر ایک کھجور کا آدھا حصہ ہی تمہارے پاس ہو، اسی کو دے کر آگ سے بچو"۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)۔

ایک اور جگہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تمہیں وہ سب معلوم ہوجائے جو مجھے معلوم ہے تو تمہارا ہنسنا بہت کم ہوجائے اور رونا بہت زیادہ بڑھ جائے"۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۶۷: ۱: "عباد الرحمٰن" کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟　　۱: زندگی میں میانہ روی اختیار کرنا۔

۲: میانہ روی سے کیا مراد ہے؟　　۲: نہ اسراف کرنا اور نہ بخل کرنا بلکہ درمیان کا طریقہ اختیار کرنا میانہ روی کہلاتا ہے۔

۳: اسراف سے کیا مراد ہے؟　　۳: ضرورت پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اسراف کہلاتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کھانا، کئی قسم کے کھانے ضرورت سے زائد منگوائے، تھوڑا تھوڑا کھائے اور باقی ضائع کردے تو یہ اسراف کہلاتا ہے۔ اسی طرح گناہ پر کچھ بھی خرچ کرنا بھی اسراف ہے۔

۴: بخل سے کیا مراد ہے؟　　۴: ضرورت پر ضرورت سے کم خرچ کرنا بخل کہلاتا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں زندگی کے تمام معاملات میں افراط اور تفریط سے بچتے ہوئے میانہ روی اختیار کرنا چاہیئے۔ مختلف احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے میانہ روی کی تعلیم دی۔ جن کا مفہوم یہ ہے "کتنا اچھا ہے تنگ دستی میں میانہ روی اختیار کرنا، کتنا اچھا ہے خوش حالی میں میانہ روی اختیار کرنا اور کتنا اچھا ہے (نفلی) عبادت میں میانہ روی اختیار کرنا"۔ (مسند احمد) اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا "وہ شخص کبھی محتاج نہیں ہوتا جو میانہ روی اختیار کرتا ہے"۔ (مسند احمد)

آیت نمبر ۶۸: ۱: اس آیت میں "عبادالرحمٰن" کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: وہ بڑے گناہوں سے بچتے اور ان سے اجتناب کرتے رہتے ہیں۔

۲: اس آیت میں کن کبیرہ گناہوں کا ذکر کیا گیا؟ ۲: اس آیت میں تین بڑے گناہوں کا ذکر کیا گیا ہے: i۔ اللہ ﷻ کے ساتھ شرک کرنا۔ ii۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔ iii۔ زنا کرنا۔

۳: ان کبیرہ گناہوں کے بارے میں کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۳: جو کوئی یہ بڑے گناہ کرے گا وہ ان کی سزا پا کر رہے گا۔ سوائے یہ کہ انسان توبہ کرلے۔

نوٹ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ ﷻ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تم کسی کو اللہ ﷻ کے برابر ٹھہراؤ، حالانکہ اللہ ﷻ نے تمہیں پیدا فرمایا۔ پھر پوچھا گیا اس کے بعد، فرمایا اولاد کو قتل کرنا اس خوف سے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی، پوچھا گیا اس کے بعد، فرمایا ہمسائے کی بیوی سے زنا کرنا۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، مسند احمد)۔

نوٹ: اگرچہ کبیرہ گناہ اور بھی بہت سے ہیں، لیکن عرب معاشرہ میں اس وقت سب سے زیادہ تسلط انہی تین گناہوں کا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کی اس خصوصیت کو نمایاں کیا گیا کہ پورے معاشرے میں یہ چند لوگ ہیں جو ان برائیوں سے بچ گئے ہیں۔

عملی پہلو: یہ بڑے بڑے گناہ ہیں ہمیں اللہ ﷻ سے ڈرتے ہوئے ان گناہوں سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ قرآنِ حکیم میں ایسے کبیرہ گناہوں سے بچنے والوں کے لئے چھوٹے گناہوں سے معافی کی خوشخبری سنائی گئی ہے: "اگر تم لوگ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ بخش دیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ داخل کریں گے۔" (سورۃ النساء۴، آیت:۳۱)

عملی پہلو: عبادالرحمٰن صرف نیکیوں کا اہتمام ہی نہیں کرتے بلکہ گناہوں سے بچنے کی بھی فکر کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۶۹: ۱: قیامت کے دن کفر و شرک اور قتل و زنا جیسے بڑے بڑے گناہ کرنے والے کافروں کا کیا انجام ہوگا؟ ۱: قیامت کے دن ان کے عذاب کو بڑھا دیا جائے گا یعنی دوہرا اور شدید ہوگا اور وہ اسی حالت عذاب میں ہمیشہ ذلیل و رسوا رہیں گے۔

نوٹ: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کفر و شرک کا ارتکاب کریں، کیونکہ مومن عذاب میں ہمیشہ نہیں رہیں گے اور اگر انہوں نے گناہ کیے ہوں گے تو اس کی سزا پا کر جنت میں جائیں گے۔

آیت نمبر ۷۰: **شانِ نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اس سورت کی آیات ۶۸، ۶۹ مکہ میں نازل ہوئیں تو مشرکوں نے کہا، پھر ہمیں اسلام قبول کرنے سے کیا فائدہ، ہم نے تو دوسروں کو اللہ کے برابر ٹھہرایا ہے، ناحق خون بھی کیا ہے اور فحش کام بھی کیئے ہیں تو اس وقت اللہ ﷻ نے یہ آیت اتاری۔

۱: اس آیت میں کیا بشارت دی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں توبہ کے عظیم فائدے کی بشارت دی گئی ہے۔

۲: یہاں توبہ کی بشارت کس کے لئے ہے؟ ۲: ہر اس شخص کے لئے جس کفر و شرک کا گناہ سرزد ہوا ہو تو اس کے لئے ہر وقت توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ اس گناہ سے سچی توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک اعمال کرے تو اس کی سابقہ تمام نافرمانیاں معاف فرما دی جائیں گی۔

نوٹ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: یارسول اللہ! (ﷺ) ہم نے جو گناہ جاہلیت کے زمانہ میں کیئے ہیں کیا ہم سے ان کا مواخذہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اسلام لایا پھر نیک عمل کرتا رہا اس سے جاہلیت کے گناہوں کا مواخذہ نہیں ہوگا"۔ (صحیح بخاری)

۳: توبہ کا مفہوم کیا؟ ۳: توبہ سے مراد ہے پلٹنا، رجوع کرنا، یعنی گناہ سے نیکی کی طرف پلٹنا۔ نافرمانی کی زندگی ترک کرکے فرمانبرداری کی زندگی اختیار کرنا۔

۴: توبہ اور استغفار میں کیا فرق ہے؟ ۴: استغفار کا مطلب ہے اللہ ﷻ سے گناہوں کی بخشش مانگنا تا کہ وہ اپنی رحمت سے ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے۔ توبہ کا مطلب ہے کہ اللہ ﷻ کی طرف پلٹنا، رجوع کرنا۔ ۵: توبہ کیسے کی جاتی ہے؟ ۵: توبہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ کی جاتی ہے: i۔ گناہ ترک کر دیا جائے۔ ii۔ گناہ پر ندامت ہو۔ iii۔ آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کیا جائے۔ iv۔ جس کسی کا حق مارا ہے اور اس کی تلافی ممکن ہو تو اس کا حق لوٹایا جائے اور اس سے معافی مانگی جائے۔ حقوق اللہ میں اس کی مثال نماز، روزہ کی قضاء کرنا اور حقوق العباد میں اپنے ذمہ کسی واجب الادا قرضہ کی ادائیگی وغیرہ۔

۶: اس آیت میں توبہ کرنے والوں کے لئے کیا عظیم بشارت دی گئی ہے؟ ۶: جو کوئی توبہ کرے اور نیک اعمال کرے تو اللہ ﷻ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتے ہیں۔

نوٹ: ایک صورت یہ ہے کہ اسلام لانے والے کے اعمال نامہ میں حقیقت میں اس کی برائیوں کی جگہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ جو شخص اعمال صالحہ کا خوگر ہو جائے اس سے برائیوں کی عادت چھوٹ جاتی ہے اور سابقہ برائیاں معاف کر دی جاتی ہیں اور جس معاشرہ میں نیکیاں رواج پا جائیں وہاں برائیاں از خود مٹتی چلی جاتی ہیں۔

۸: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۸: اللہ ﷻ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

عملی پہلو: انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ تمام انسانوں سے خطا ہو سکتی ہے۔ ہمیں اپنے گناہوں کی اللہ ﷻ سے توبہ کرتے رہنا چاہیئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "آدم کے تمام بچے خطاکار ہیں اور بہترین خطاکار بہت توبہ کرنے والے ہیں"۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ) اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا "گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو"۔ (سنن ابن ماجہ) حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ خود بھی دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ ﷻ سے استغفار فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم) حالانکہ آپ ﷺ معصوم عن الخطا تھے۔

آیت نمبر ۷۱: ۱: اس آیت میں توبہ کرنے والے کو کیا خوشخبری دی گئی ہے؟ ۱: جو کوئی توبہ کرے اور پھر اپنا عمل درست کرلے تو گویا یہ علامت ہے کہ وہ اللہ ﷻ کی طرف پلٹ آیا اور اللہ ﷻ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ ۲۔ یہاں توبہ کی بشارت کس کے لئے ہے؟ ۲۔ یہ توبہ ان لوگوں کی ذکر کی گئی ہے جو پہلے سے مومن ہی تھے مگر غفلت سے قتل وزنا میں مبتلا ہو گئے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ایسے لوگ اگر توبہ کر لینے کے بعد صرف زبانی توبہ پر اکتفا نہ کریں بلکہ آئندہ کے لئے اپنے عمل کو بھی صالح اور درست بنالیں تو ان کا توبہ کرنا صحیح اور درست سمجھا جائے گا۔

عملی پہلو: توبہ کا اصل تعلق دل سے ہے اور اس کی ظاہری نشانی اور ثبوت عمل صالح ہے کہ توبہ کرنے والے کی بعد کی زندگی پہلی زندگی سے یکسر بدلی ہوئی محسوس ہونے لگے۔ توبہ کی قبولیت کے لئے انسان کو چاہیئے کہ انسان گناہوں کو ترک کر کے نیکی کی زندگی اختیار کرلے اور اللہ ﷻ سے بخشش و مغفرت کی امید رکھے۔ جو مسلمان غفلت سے گناہ میں مبتلا ہو گیا پھر توبہ کرلی اور اس توبہ کے بعد اپنے عمل کی بھی ایسی اصلاح کرلی کہ اس کے عمل سے توبہ کا ثبوت ملنے لگا تو یہ توبہ بھی عند اللہ مقبول ہو گی (ان شاء اللہ) اور بظاہر اس کا فائدہ بھی وہی ہو گا جو پہلی آیت میں بتلایا گیا ہے کہ اس کے سیئات کو حسنات سے بدل دیا جائے گا۔

آیت نمبر ۷۲: ۱: اس آیت میں "عباد الرحمٰن" کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: وہ جھوٹ کی گواہی نہیں دیتے یا جھوٹ پر موجودگی گوارا نہیں کرتے۔

نوٹ: جھوٹی گواہی کا گناہ کبیرہ اور بڑا وبال ہونا قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹی گواہی کو اکبر الکبائر (یعنی گناہِ کبیرہ میں سب سے بڑا) فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

نوٹ: ایک مرتبہ آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں بتاؤں کہ بڑے بڑے گناہ کون کون سے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور بتائیے، آپ ﷺ نے فرمایا "کہ بڑے گناہ یہ ہیں۔ i۔ اللہ (ﷻ) کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ ii۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ (اس وقت تک آپ ﷺ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے، پھر آپ ﷺ سیدھے تشریف فرما ہو گئے اور فرمایا) جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی گواہی دینا" (صحیح مسلم)۔ گویا یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائی۔

عملی پہلو: جھوٹی گواہی کئی قسم کی ہے، عدالت میں جھوٹ بولنا، جھوٹا سرٹیفکیٹ دینا، جھوٹی بات کی تصدیق کرنا، کسی جھوٹی بات سے اپنے آپ کو نسبت دینا یہ سب جھوٹ میں شامل ہیں، اللہ ﷻ ہمیں جھوٹ کی تمام شکلوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۲: اس آیت میں "عبادالرحمٰن" کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ **۲:** اگر ان کا گزر اتفاق سے کسی کھیل تماشے، لغو، بے معنی، بے کار کام پر سے ہو تو وہ اس سے اپنا دامن بچا کر نہایت وقار کے ساتھ بے نیازی سے گزر جاتے ہیں

عملی پہلو: ہمیں اہم کاموں کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے اور ایسے کام کرنے چاہیئے جس میں دنیا یا آخرت کا فائدہ ہو لایعنی کام وہ ہوتے ہیں جس میں نہ دنیا کا فائدہ ہو نہ آخرت کا۔ ایسے کاموں کو لایعنی کام کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ایک انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی (یعنی فضول) کاموں کو ترک کر دے"۔ (سنن ابی داؤد)

آیت نمبر ۷۳: ۱: اس آیت میں "عبادالرحمٰن" کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: جب اللہ ﷻ کی آیات کے ذریعہ انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو اسے غور سے سُنتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ یعنی وہ ان کا گہرا اثر قبول کرتے ہیں۔ جو ہدایت ان آیات میں آئی ہیں وہ اس کی پیروی کرتے ہیں، جس چیز کو فرض قرار دیا گیا ہو اسے بجالاتے ہیں، جس چیز کی مذمت کی گئی ہو اس سے رک جاتے ہیں، اور جس عذاب سے ڈرایا گیا ہو اس کے تصور سے کانپ اٹھتے ہیں۔

۲: اس آیت میں بہرے اور اندھے ہو کر گرنے سے کیا مراد ہے؟ **۲:** یہ ایک محاورہ ہے اس سے مراد ہے کہ آیات کو سُنا جائے اور ان پر غور و فکر نہ کیا جائے۔ یہاں اشارہ آپ ﷺ کے ان مخالفین کی طرف ہے جو تعصب اور مخالفت میں اندھے اور بہرے ہو کر آپ ﷺ کی دعوت کا انکار کر رہے تھے۔

آیت نمبر ۷۴: ۱: اس آیت میں "عبادالرحمٰن" کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: عبادالرحمٰن اللہ ﷻ سے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اپنی ذات کی طرح اپنے گھر والوں کی بھی فکر کرتے ہیں یعنی انہیں بھی اپنی دعاؤں میں شامل کرتے ہیں۔

۲: بیوی اور اولاد کی طرف سے آنکھیں ٹھنڈی ہونے سے کیا مراد ہے؟ **۲:** گھر والوں کو اللہ ﷻ کی اطاعت میں مشغول دیکھنا یہ بندہ مومن کے لئے سکون اور راحت کا باعث ہوتا ہے جبکہ گھر والوں کو اللہ ﷻ کی نافرمانی میں دیکھنا ایک بندہ مومن کے لئے اسی طرح تکلیف دہ ہوتا ہے جیسے آنکھوں کا آجانا یعنی آشوبِ چشم (Conjunctivitis) کا ہونا۔

۳: ہمیں متقین کا امام بنادینے سے کیا مراد ہے؟ **۳:** ہر شخص اپنے اہلِ خانہ اور گھر والوں کا قدرتی امام اور پیشوا ہوتا ہے یعنی گھر کا سربراہ ہوتا ہے اور اس کے بیوی بچے اس کے تابع اور پیروکار ہوتے ہیں۔ چنانچہ گھر کے سربراہ کی دعا اور خواہش ہونی چاہیے کہ اللہ ﷻ اس کے اہل وعیال کو بھی متقی بنادے۔ اس امامت کا ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ میدان حشر میں ہر انسان کے اہل وعیال اور اس کی نسل کے لوگ اس کے پیچھے پیچھے چل رہے ہوں گے۔ عبادالرحمٰن کی یہ دعا اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اے اللہ! میدان حشر میں ہم جن لوگوں کے سربراہ یا رہنما بنیں ان کو بھی نیک اور پرہیزگار بنادے تاکہ وہ لوگ بھی ہمارے ساتھ جنت میں داخل ہو کر ہماری خوشی اور اطمینان کا باعث بنیں۔

نوٹ: حضور ﷺ کا فرمان ہے: "کہ تم میں سے ہر شخص کی حیثیت ایک چرواہے کی سی ہے اور تم میں سے ہر کوئی اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہوگا"۔ (صحیح بخاری) اس لحاظ سے ہر آدمی کے اہل وعیال اس کی رعیت یعنی اس کے زیرِ نگرانی ہیں اور اپنی اس رعیت کے بارے میں وہ جوابدہ ہوگا۔

عملی پہلو: رحمٰن کے بندے نہ صرف صاحبِ بصیرت اور ذمہ دار ہوتے ہیں بلکہ اپنی اور دوسروں کی اصلاح کے لئے بھی فکر مند رہتے ہیں۔ اصلاح کا بنیادی اصول یہ ہے کہ انسان اپنی اور اپنے اہل وعیال کی اصلاح کے ساتھ ساتھ پورے معاشرے کی اصلاح کی جدوجہد کرتا ہے کیونکہ یہی اصلاح کا مؤثر ذریعہ اور امت کا اجتماعی فرض ہے۔

۴: اس رکوع میں "عبادالرحمٰن" کی کون کون سی صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ **۴:** i۔ تواضع اور انکساری اختیار کرنا۔ ii۔ حکمتِ دعوت۔ iii۔ اللہ ﷻ سے خصوصی تعلق یعنی نمازِ تہجد ادا کرنا۔ iv۔ آخرت کی فکر کرنا۔ v۔ زندگی میں میانہ روی اختیار کرنا۔ vi۔ شرک سے بچنا۔ vii۔ قتل ناحق سے بچنا۔ viii۔ زنا سے بچنا۔ ix۔ جھوٹ سے دوری اختیار کرنا۔ x۔ لغویات سے پرہیز کرنا۔ xi۔ آیات باری تعالیٰ سے فائدہ اُٹھانا۔ xii۔ گھر والوں کے لئے دعائیں کرنا۔ ہمیں مذکورہ بالا ان تمام صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہوئے اللہ ﷻ خصوصی دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۷۵: ۱: عباد الرحمٰن کا کیا انجام بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: انہیں جنت میں بالا خانے دیئے جائیں گے۔ یعنی بلند مرتبہ اور اعلیٰ مقام دیا جائے گا۔

۲: بالاخانوں سے کیا مراد ہے؟ ۲: جنت میں بلند درجات اور اس میں محلات جو عام اہل جنت کو ایسے نظر آئیں گے جیسے زمین والے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔

۳: اس آیت میں عباد الرحمٰن کو یہ انعام دینے کی کیا وجہ بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: اس وجہ سے کہ عباد الرحمٰن نے دنیا میں صبر کیا تھا۔ یعنی وہ دکھ اور سکھ، کامیابی اور ناکامی، مشکل اور آسانی میں اپنے رب کی رضا پر راضی اور اس کے دین کے پابند رہے۔

۴: صبر کے کیا معنی ہیں؟ ۴: کڑوا گھونٹ پینا، برداشت کرنا۔ اسی طرح اس کے معنی ڈٹے رہنا اور جمے رہنا بھی ہیں۔

۵: عباد الرحمٰن کا جنت میں کیسے استقبال کیا جائے گا؟ ۵: ان کا وہاں دعاؤں اور سلام کے ساتھ شاندار استقبال کیا جائے گا اور فرشتے ہر مقام پر انہیں دُعا دیں گے اور سلام پیش کریں گے۔

آیت نمبر ۷۶: ۱: عباد الرحمٰن کو جنت میں داخلے کے بعد کیا خوشخبری دی جائے گی؟ ۱: وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جو رہنے کے اعتبار سے نہایت ہی پر سکون اور بہترین قیام گاہ ہے۔

نوٹ: جنت کی بہترین رہائش گاہ ہونے کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں ایک کوڑا رکھنے کے برابر جگہ ساری دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے“۔ (صحیح بخاری)

نوٹ: اہل جنت کی ہمیشہ ہمیش کی زندگی اور آرام و سکون کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”ایک منادی ندا کرے گا، تمہارے لئے بے شک دائمی تندرستی ہے، کبھی بیمار نہ ہوگے، تمہارے لئے دائمی زندگی ہے کبھی نہیں مروگے، تمہارے لئے ہمیشہ جوان رہنا ہے کبھی بوڑھے نہ ہوگے، تمہارے لئے ہمیشہ راحت میں رہنا ہے کبھی دکھی نہ ہوگے۔“ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۷۷: ۱: اس آیت کے ابتدائی حصے کے کتنے ترجمے ممکن ہیں؟ ۱: اس آیت کے ابتدائی حصے کے دو ترجمے ممکن ہیں:

i۔ اے نبی ﷺ فرما دیجیے میرا رب تمہاری پروا بھی نہ کرتا اگر تمہاری دعائیں اور پکار نہ ہوتا۔ ii۔ اے نبی ﷺ! فرما دیجیے میرے رب کو تمہاری کوئی پروا نہیں اگر نہ ہوتا تمہیں دعوت دینا۔ یعنی تم تک اسلام کی دعوت پہنچانا مقصود نہ ہوتا تو اللہ ﷻ کو تمہاری کوئی پرواہ نہ ہوتی۔ مگر اب چونکہ تم دعوت قبول کر کے ایمان لے آئے ہو تو تمہاری قدر و قیمت ہے۔

۲: انسان کا مقصد تخلیق کیا ہے؟ ۲: انسان کا مقصد تخلیق اللہ ﷻ کی عبادت ہے، اگر یہ نہ ہو تو اللہ ﷻ کو کوئی پرواہ نہ ہو یعنی اللہ ﷻ کے ہاں انسان کی قدر و قیمت، اس کے اللہ ﷻ پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے کی وجہ سے ہے۔

۳: اس آیت میں کفار اور مشرکین کا کیا جرم بیان کیا گیا ہے؟ ۳: انہوں نے حق کو جھٹلایا تھا۔

۴: حق کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام بیان کیا گیا؟ ۴: پس عنقریب وہ اپنے اس جھٹلانے کا وبال چکھ کر رہیں گے۔ چنانچہ دنیا ہی میں کفارِ مکہ نے جنگِ بدر اور دوسرے موقعوں پر وہ عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں اور قیامت بھی کچھ دور نہیں جس میں انہیں شدید عذاب میں جھونکا جائے گا اور کہا جائے اب چکھو اس عذاب کو جسے تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ا: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(ا) اس سورت کے تیسرے رکوع میں مجرموں کی نیکیوں کا کیا انجام بیان کیا گیا ہے؟

(الف) راکھ کے ڈھیر کی طرح ہوں گے (ب) سراب کی مانند ہوں گے ✓(ج) ریت کے ذرات کی طرح بکھیر دی جائیں گی

(۲) قیامت کے دن نبی کریم ﷺ اللہ ﷻ سے اپنی قوم کی کیا شکایت فرمائیں گے؟

(الف) انہوں نے مال و دولت جمع کیا تھا ✓(ب) انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا (ج) انہوں نے تہجد کی نماز کو چھوڑ دیا تھا

(۳) سورت کے پانچویں رکوع میں اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو کس چیز کے ساتھ کفارِ مکہ سے بڑا اجہاد کرنے کا حکم فرمایا؟

✓(الف) قرآن کے ساتھ (ب) تلوار کے ساتھ (ج) قلم کے ساتھ

(۴) کس قوم پر پتھروں کی بارش کا عذاب بھیجا گیا؟

(الف) قوم عاد (ب) قوم ثمود ✓(ج) قوم لوط علیہ السلام

(۵) سورۃ الحج ۲۲ کے آخری رکوع میں الرحمٰن کے پسندیدہ بندوں کی پہلی صفت کیا بیان کی گئی ہے؟

(الف) تہجد کی نماز ادا کرتے ہیں۔ (ب) بے کار باتوں سے بچتے ہیں ✓(ج) زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے

ا۔ سورۃ الفرقان کی روشنی میں اللہ ﷻ، قرآنِ حکیم اور رسالت پر مشرکین کے کوئی سات اعتراضات تحریر کریں؟

ا۔ کیا اللہ ﷻ کے سوا اور معبود بھی ہیں (معاذ اللہ)۔ (آیت:۳)

۲۔ قرآن حکیم جھوٹ ہے اور آپ ﷺ نے خود بنالیا ہے (معاذ اللہ)۔ (آیت:۴)

۳۔ قرآن حکیم پہلوں کی کہانیاں ہیں (معاذ اللہ)۔ (آیت:۵)

۴۔ یہ کیسے نبی ہیں جو کھاتے پیتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ (آیت:۷)

۵۔ ان رسول (ﷺ) کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں چلتے۔ (آیت:۷)

۶۔ ان رسول (ﷺ) کے لئے کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ (آیت:۸)

۷۔ ان رسول (ﷺ) کے لئے کوئی باغ کیوں نہیں بنادیا گیا۔ (آیت:۸)

۸۔ ان رسول (ﷺ) پر تو جادو کیا گیا ہے (معاذ اللہ)۔ (آیت:۸)

۹۔ فرشتے اتر کر ہم سے ان کے رسول ہونے کی تصدیق کیوں نہیں کرتے۔ (آیت:۲۱)

۱۰۔ ہم اس وقت مانیں گے جب رب کو دیکھ لیں گے۔ (آیت:۲۱)

۱۱۔ قرآن حکیم ایک ہی دفعہ میں نازل کیوں نہیں کیا گیا۔ (آیت:۳۲)

۲- اس سورت کے دوسرے رکوع میں کافروں ومشرکین کی پانچ کیا کیفیات بیان کی گئی ہیں؟

۱۔ وہ جہنم کا جوش اور دھاڑ نا سنیں گے۔(آیت:۱۲)　۲۔ ان کے لئے جہنم میں تنگ جگہ ہو گی۔(آیت:۱۳)

۳۔ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوں گے۔(آیت:۱۳)　۴۔ وہ جہنم میں موت کو پکاریں گے۔(آیت:۱۳)

۵۔ ان سے کہا جائے گا کہ ایک نہیں بہت سی موتوں کو پکارو۔(آیت: ۱۴)

۳- اس سورت کے چوتھے رکوع میں کن نافرمان قوموں کا ذکر بطور عبرت کیا گیا ہے؟

۱۔ آلِ فرعون (آیت:۳۶)　۲۔ قومِ نوح علیہ السلام (آیت:۳۷)

۳۔ قوم عاد، قوم ثمود، اصحاب الرس (آیت:۳۸)　۴۔ قوم لوط علیہ السلام (آیت:۴۰)

۴- اس سورت کے پانچویں رکوع میں اللہ جل جلالہ کی بیان کردہ قدرتوں ونعمتوں میں سے کوئی دس تحریر کریں؟

۱۔ سایہ۔(آیت:۴۵)　۲۔ سورج۔(آیت:۴۵)　۳۔ رات۔(آیت:۴۷)　۴۔ نیند۔(آیت:۴۷)

۵۔ دن۔(آیت:۴۷)　۶۔ ہوا۔(آیت:۴۸)　۷۔ پانی / بارش۔(آیت:۴۸)　۸۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔(آیت:۵۱)

۹۔ قرآنِ مجید۔(آیت: ۵۲)　۱۰۔ دریا۔(آیت:۵۳)　۱۱۔ خاندان وسسرال۔(آیت:۵۴)

۱۲۔ نعمت کائنات (آیت:۵۹)

۵- سورت کے آخری رکوع میں رحمان کے پسندیدہ بندوں کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ کوئی سی سات صفات تحریر کریں؟

۱۔ تواضع وانکساری۔(آیت:۶۳)　۲۔ حکمت ودعوت۔(آیت: ۶۳)

۳۔ اللہ جل جلالہ سے خصوصی تعلق۔(آیت:۶۴)　۴۔ فکر آخرت۔(آیت:۶۵،۶۶)

۵۔ میانہ روی۔(آیت:۶۷)　۶۔ شرک سے بچنا۔(آیت:۶۸)

۷۔ کسی کو ناحق قتل کرنے سے بچنا۔(آیت:۶۸)　۸۔ زنا سے بچنا۔(آیت:۶۸)

۹۔ جھوٹ اور جھوٹی گواہی سے بچنا۔(آیت:۷۲)　۱۰۔ لغو کاموں سے بچنا۔(آیت:۷۲)

۱۱۔ آیاتِ باری تعالیٰ سے فائدہ اٹھانا۔(آیت:۷۳)　۱۲۔ گھر والوں کے لئے دعائیں کرنا۔(آیت:۷۴)

قصّہ حضرت لوط علیہ السلام

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر ۱: اس قصّہ کا مختصر خلاصہ عام فہم اور کہانی کے انداز میں درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: اس قصّہ کا قرآنی متن اور ترجمہ (سورۃ الاعراف ۸۰ سے ۸۴) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: اس قصّہ کا قرآنی متن اور ترجمہ (سورۃ ھود ۷۷ سے ۸۳) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۴: اس قصّہ کا قرآنی متن اور ترجمہ (سورۃ الشعراء ۱۶۰ سے ۱۶۶) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۵: اس قصّہ کا قرآنی متن اور ترجمہ (سورۃ الشعراء ۱۶۷ سے ۱۷۵) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۶: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)

مقاصدِ مطالعہ:

اس قصّہ کے اختتام پر طلبہ میں یہ استعداد ہو کہ وہ جانتے ہوں:

۱۔ قومِ لوط علیہ السلام کون تھی اور کہاں آباد تھی؟
۲۔ قومِ لوط علیہ السلام کے کیا جرائم تھے؟
۳۔ حضرت لوط علیہ السلام کون تھے؟
۴۔ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کے گناہوں کو دیکھتے ہوئے کس بات کی ترغیب دی؟
۵۔ قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کو کس بات کی دھمکی دی؟
۶۔ حضرت لوط علیہ السلام فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھ کر کیوں پریشان ہوگئے؟
۷۔ قومِ لوط علیہ السلام کا کیا انجام ہوا اور کیوں ہوا؟
۸۔ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس نوجوانوں کی شکل میں کیوں آئے؟
۹۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو کیوں عذاب دیا گیا؟
۱۰۔ قومِ لوط علیہ السلام کے کھنڈرات کہاں ہیں؟

آیت بہ آیت تشریحی نکات

سورۃ الاعراف آیات: ۸۰ تا ۸۴

آیت نمبر ۸۰: ۱: قومِ لوط علیہ السلام کو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کیوں کہا گیا؟ ۱: اگرچہ حضرت لوط علیہ السلام اس قوم میں سے نہیں تھے لیکن ان کی طرف مبعوث ہونے اور وہاں جاکر آباد ہوجانے کی وجہ سے ان لوگوں کو آپ علیہ السلام کی قوم قرار دیا گیا ہے۔

۲: قومِ لوط علیہ السلام کا جرم کیا تھا؟ ۲: ہم جنس پرستی۔ ۳: قومِ لوط علیہ السلام کے انتہائی بُرے جرم کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۳: پوری قوم کا ایک

اجتماعی طور پر ایک شرمناک فعل کو اس انداز سے اپنالینا کہ اسے اپنا شعار بنالینا، کھلم کھلا اس کا ارتکاب کرنا اور اس میں شرمانے کے بجائے فخر کرنا، ان کی مثال تاریخ انسانی کے اندر کوئی اور نہیں ملتی۔

نوٹ: درج ذیل نکات اساتذہ کے استفادہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ خیال رہے کہ طلبہ کو یہ باتیں بیان کرتے ہوئے محتاط الفاظ اور انداز اختیار کیا جائے۔

آیت نمبر ۸۱: ۱: ہم جنس پرستی جیسے بدترین جرم کا آغاز سب سے پہلے کس نے کیا؟ ۱: قومِ لوط علیہ السلام نے جو (اردن اور فلسطین کے قریب واقع) عمورہ اور سدوم (Sodom) کے علاقوں کے رہنے والے تھے اسی لئے اِس جُرم کو Sodomy بھی کہتے ہیں۔

نوٹ: سدوم (سدیم) ایک مرکزی شہر تھا اور اس کے مضافات میں عمورہ وغیرہ کئی بستیاں آباد تھیں، کفر وشرک کے علاوہ ان بستیوں کی شرمناک بد عملی یہ تھی کہ وہ ہم جنسی (homosexuality) کی لعنت میں گرفتار تھے۔

۲: ہم جنس پرستی کیا ہے؟ ۲: اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کے درمیان جنسی کشش رکھی ہے اور اس کی تسکین کا ذریعہ ایک مرد اور عورت کے درمیان نکاح کو قرار دیا ہے۔ لیکن ہم جنس پرستی میں مرد مرد سے (اور عورت عورت سے) اس جذبہ کی تسکین کرتے ہیں۔ دنیا میں آج دین سے دور قومیں ہم جنس پرستی کو جائز سمجھتے ہوئے حکومتی سطح پر اِس فعل بد کی سرپرستی کرتی ہیں۔ جس سے انسانیت طرح طرح کی ذہنی، جسمانی اور معاشرتی مسائل سے دوچار ہے۔

آیت نمبر ۸۲: ۱: قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کے سمجھانے پر کیا رویہ اختیار کیا؟ ۱: قوم نے آپ علیہ السلام کو بستی سے نکال دینے کی دھمکی دی اور ان کی پاکیزگی پر طنز کیا۔ (معاذ اللہ)

عملی پہلو: ہر دور میں بُرے لوگ نیک لوگوں اور ان کی نیکی کی دعوت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ایسے میں ہمیں ان کی مخالفت کی پروا نہیں کرنی چاہیئے اور عمدہ سیرت اور کردار اپناتے ہوئے نیکی کی دعوت کو جاری رکھنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۸۳: ۱: اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے والے کون تھے؟ ۱: صرف حضرت لوط علیہ السلام اور اُن کی دو بیٹیاں۔ ۲: اللہ تعالیٰ کے عذاب میں کون ہلاک ہوا؟ ۲: پوری قوم اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی۔ ۳: اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی پر کیوں عذاب نازل کیا؟ ۳: کیوں کہ وہ کافرہ اور نافرمان تھی۔

نوٹ: مفسرین لکھتے ہیں یا تو ان کی بیوی ان کے گھر والوں کے ساتھ نکلی ہی نہ تھی یا ساتھ نکلی لیکن پیچھے مڑ کر دیکھا اور اپنی قوم کی ہلاکت پر افسوس ظاہر کرنے لگی۔ ایک پتھر آکر اسے لگا اور اسے وہیں قتل کر دیا گیا۔ سورۃ ہود اور سورۃ حجر میں (حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ) "کھنگر کے پتھر" اور سورۃ الذاریات میں (حِجَارَةً مِّنۡ طِيۡنٍ) "پکی ہوئی مٹی کے پتھر" کہا گیا ہے۔

آیت نمبر ۸۴: ۱: قومِ لوط علیہ السلام کا کیا انجام ہوا؟ ۱: ان پر پتھروں کی بارش کی گئی۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوا "اور ہم نے اس (بستی) پر پکی مٹی کے پتھر لگاتار برسائے۔" (سورۃ ھود، آیت: ۸۲)

نوٹ: قومِ لوط علیہ السلام کا جرم جس نوعیت کا تھا ان کو سزا بھی ویسی ہی ملی جو کسی اور قوم کو نہیں ملی۔ قرآن حکیم میں سورۃ القمر ۵۴، آیت: ۳۷ میں ابتدائی طور پر ان کی آنکھیں مٹانے یعنی بینائی صلب کرنے کا ذکر بھی ہے۔ بعد ازاں ان پر تین بڑے عذاب یعنی سخت چیخ، بستیوں کو اُلٹنے اور پھر اوپر سے پتھروں کی بارش کی صورت میں آئے۔ سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷ کی آیت: ۱۳۷ میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے "اور تم ان پر صبح کے وقت اور رات کے وقت گزرتے ہو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔" اہل عرب تجارت کے لئے شام جایا کرتے تھے راستے میں یہ بستیاں پڑتی تھیں جن کا تختہ الٹ دیا گیا تھا۔ اہل عرب کا کبھی صبح کے وقت اور کبھی رات کے وقت وہاں سے گزر ہوتا تھا۔ ان لوگوں کو یاد دلایا گیا کہ دیکھو! کافروں اور بدکاروں کا کیا انجام ہوا۔ تم وہاں سے گزرتے ہو اور نظروں سے دیکھتے ہو پھر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے۔

سورۃ ھود آیات: ۷۷ تا ۸۳

نوٹ: درج ذیل نکات اساتذہ کے استفادہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ خیال رہے کہ طلباء کو یہ باتیں بیان کرتے ہوئے محتاط الفاظ اور انداز اختیار کیا جائے۔

آیت نمبر ۷۷: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آنے والے مہمان کون تھے؟ ۱: اللہ ﷻ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے تھے جو خوبصورت نوجوانوں کی صورت میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔ ۲: حضرت لوط علیہ السلام نے مہمانوں کو دیکھ کر غم کا اظہار کیوں کیا؟ ۲: حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں آئے تھے اس وجہ سے انہیں فوراً یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ فرشتے ہیں۔ چونکہ اُن کی قوم میں ہم جنس پرستی کا گناہ موجود تھا اور وہ اپنی قوم کی بے حیائی سے واقف تھے۔ اس لئے انہیں ڈر تھا کہ قوم ان مہمانوں کے ساتھ یہ بُرائی نہ کرے۔

آیت نمبر ۷۸: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کو دیکھ کر قومِ لوط علیہ السلام کا کیا طرزِ عمل تھا؟ ۱: وہ دوڑتے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے پاس آئے تاکہ اُن کے ساتھ بُرائی کریں۔ (معاذاللہ) ۲: حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو کیسے سمجھایا؟ ۲: انہوں نے سمجھایا کہ تمہاری خواہش نفسانی کی تسکین کا جائز راستہ یہ ہے کہ یہ میری قوم کی بیٹیاں موجود ہیں ان سے نکاح کر لو اور اللہ ﷻ کی نافرمانی سے بچو اور میرے مہمانوں کے سامنے اپنے بُرے عمل سے مجھے رسوا نہ کرو۔

۳: لوط علیہ السلام پر ان کی قوم کے کتنے لوگ ایمان لائے تھے؟ ۳: ان کی بیٹیوں کے سوا کوئی ایک شخص بھی ان پر ایمان نہیں لایا تھا۔

عملی پہلو: ہمیں معاشرے میں نکاح کو عام کرنا چاہیئے جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کو نکاح کی ترغیب دلائی اور نبی کریم ﷺ نے بھی نکاح کے بارے میں ارشاد فرمایا "اے نوجوانوں کے گروہ! جو کوئی نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرلے کیوں کہ نکاح (غیر محرم کو دیکھنے سے) نگاہ کو نیچا کر دیتا ہے اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے، البتہ جس میں قوت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے کیوں کہ روزہ رکھنے سے شہوت (یعنی خواہش نفسانی) کم ہو جاتی ہے۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۷۹: ۱: قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کے سمجھانے پر کیا جواب دیا؟ ۱: قوم نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ ہمارا مطالبہ کیا ہے اور عورتوں میں ہمارے لئے کوئی دلچسپی نہیں۔ بس تم اپنے مہمانوں کو ہمارے حوالے کر دو۔

عملی پہلو: جب لوگ خواہشاتِ نفس کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں اور ان کے ذہنوں پر نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کا بھوت سوار ہوتا ہے تو اس کے بعد انسان کے دل و دماغ پر نصیحت و خیر خواہی کی کوئی بات اثر نہیں کرتی اور ایسے لوگ بالآخر اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں۔

آیت نمبر ۸۰: ۱: حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کی ہٹ دھرمی پر حسرت کا اظہار کیوں کیا؟ ۱: کیونکہ اُن پر ایمان لانے والا اُن کی بیٹیوں کے سوا کوئی نہ تھا اور نہ کوئی خاندانی حمایت انہیں حاصل تھی کہ ان کی بات مانی جاتی کیونکہ اس قوم سے اُن کا سسرالی رشتہ تھا۔

۲: حضرت لوط علیہ السلام نے کس قوت کے حصول کے لئے حسرت کا اظہار کیا؟ ۲: اپنے دست بازو اور اولاد کی قوت کے ساتھ یعنی خاندان، قبیلہ یا اسی قسم کا کوئی مضبوط سہارا ہونے کی حسرت کا اظہار کیا۔

نوٹ: یاد رہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور عراق سے ہجرت فرما کر اس علاقہ میں آباد ہو گئے تھے اور اسی قوم میں انہوں نے شادی کی تھی۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لوط علیہ السلام پر اللہ ﷻ کی رحمت ہو کہ وہ مضبوط سہارے کو پکڑنا چاہتے تھے (یعنی اللہ ﷻ کا سہارا اختیار کیئے ہوئے تھے)، جب انہوں نے کہا "لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ" (سورۃ ھود، آیت: ۸۰) تو ان کے بعد اللہ ﷻ نے ہر نبی علیہ السلام کو اپنی قوم کے صاحب حیثیت لوگوں میں سے مبعوث فرمایا۔" (جامع ترمذی، صحیح بخاری)

عملی پہلو: اسباب کا مہیا کرنا یا ان کی خواہش کرنا اللہ ﷻ پر توکل کے خلاف نہیں ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام یقیناً اللہ ﷻ کو اپنا سہارا سمجھتے تھے مگر اس وقت وہ ساتھی

مہیا ہونے کی صورت میں فوری طور پر اس مجرم قوم کا راستہ قوتِ بازو کے ساتھ روکنے کے خواہش مند تھے۔ اس لئے دنیاوی اسباب مہیا ہونے کی کوشش اور خواہش جائز بلکہ مستحب ہے۔

آیت نمبر ۸۱: ۱: مہمانوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو کیا تسلی دی؟　　۱: انہوں نے کہا کہ آپ علیہ السلام گھبرائیں نہیں، ہم اللہ جل جلالہ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں یہ لوگ ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

نوٹ: قوم کے بدمعاش جب باز نہ آئے بلکہ دیواریں پھلانگ کر یا دروازہ توڑ کر اندر آ گئے تو فرشتے نے پر مارا، جس سے سب اندھے ہو کر بھاگ کھڑے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی طرف اشارہ ہے "اور یقیناً ان سے ان کے مہمانوں کو لینا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں، پس چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔" (سورۃ القمر ۵۴، آیت: ۳۷)　　۲: فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام اور اہل ایمان کو کس وقت بستی سے نکلنے کو کہا؟　　۲: رات میں، صبح سے پہلے پہلے۔

۳: لوط علیہ السلام کے گھر والوں میں سے کون عذاب میں مبتلا ہوا؟　　۳: حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی۔

نوٹ: حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نافرمان تھی اور مجرم قوم کے ساتھ تعلق رکھتی تھی۔ وہ بھی قوم کے جرم میں برابر کی شریک تھی اس لئے اسے بھی اسی عذاب سے دوچار ہونا پڑا جو اس قوم پر نازل ہوا۔

۴: عذاب کا کیا وقت مقرر تھا؟　　۴: صبح کا وقت جو بہت قریب تھا۔

نوٹ: رات بھر کی تاخیر اس لئے کی گئی ہے تاکہ حضرت لوط علیہ السلام اطمینان کے ساتھ اس بستی سے نکل جائیں۔ ہلاکت کے لئے آخر شب کا وقت غالباً اس لئے مقرر کیا گیا کہ وہ وقت سکون اور اطمینان کا ہے سب لوگ اپنے گھروں میں جمع ہوتے ہیں اور اپنے کاموں کے لئے متفرق نہیں ہوتے۔

آیت نمبر ۸۲: ۱: قومِ لوط علیہ السلام پر کیا عذاب نازل کیا گیا؟　　۱: بستی کو اُٹھا کر پٹخ دیا گیا اور پتھروں کی بارش کی گئی۔

آیت نمبر ۸۳: ۱: پتھروں کے نشان زدہ ہونے سے کیا مراد ہے؟　　۱: یعنی کوئی خاص علامت ان پر تھی جو عام پتھروں سے ممتاز کر کے ظاہر کرتی تھی کہ یہ عذاب الٰہی کے پتھر ہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ پہلے سے طے تھا کہ کون سا پتھر کس ظالم کو جا کر لگے گا گویا ہر پتھر پر اس کا نام درج تھا جس کی ہلاکت کا وہ سبب بنا۔ واللہ اعلم۔ ۳: "یہ بستی (مکہ کے ان) ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے" اس کا کیا مطلب ہے؟　　۳: اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں:

i۔ یعنی باعتبار زمانہ کے بھی قریب ہے کیونکہ قوم عاد، قوم ثمود اور قوم نوح علیہ السلام وغیرہ کے بعد یہ واقعہ ہوا اور باعتبار مکان کے بھی کیونکہ ان کی بستیاں مدینہ اور شام کے درمیان میں تھیں۔ قریش مکہ کے گزرنے والے قافلے وہاں کھنڈرات مشاہدہ کرتے تھے۔ ii۔ یا پھر اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ قوم لوط علیہ السلام کی اُجڑی ہوئی بستیوں کے کھنڈرات ان کے سامنے ہیں اور اس طرح کا عذاب ایسے ظالموں سے اب بھی کچھ دور نہیں۔ یہ بات بیان کر کے قریش مکّہ کو عبرت دلائی گئی ہے۔ ہمیشہ خدا کے غضب سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

سورۃ الشعراء آیات: ۱۶۰ تا ۱۷۵

نوٹ: درج ذیل نکات اساتذہ کے استفادہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ خیال رہے کہ طلباء کو یہ باتیں بیان کرتے ہوئے محتاط الفاظ اور انداز اختیار کیا جائے۔

آیت نمبر ۱۶۰: ۱: قومِ لوط علیہ السلام نے کسے جھٹلایا تھا؟　　۱: حضرت لوط علیہ السلام کو۔

۲: اس آیت میں پیغمبروں کو جھٹلانے کا ذکر کیوں کیا گیا ہے؟　　۲: ایک پیغمبر کو جھٹلانا گویا تمام پیغمبروں کو جھٹلانا ہے۔

آیت نمبر ۱۶۱: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کو برادری کا فرد کیوں کہا گیا؟　　۱: محض قوم کو اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے وہ ان پر ایسے مشفق و مہربان ہیں جیسے برادری کا ایک فرد اپنی برادری کے دوسرے فرد پر مشفق و مہربان ہوتا ہے گویا وہ بھی اُن کے لئے ویسی ہی اخوت کے جذبات رکھتے ہیں۔

۲: حضرت لوط علیہ السلام نے قوم سے کیا فرمایا؟ ۲: اللہ تعالیٰ سے ڈرو یعنی اس کی نافرمانی سے بچو۔

نوٹ: دوسرے مقام پر حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے یوں فرمایا کہ تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کی، تم مردوں کے پاس (بُرے کام کے ارادے سے) آتے ہو، مسافروں پر ڈاکہ ڈالتے ہو اور ہر قسم کی برائی میں ملوث ہو۔ (سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت: ۲۹)

آیت نمبر ۱۶۲: ۱: حضرت لوط علیہ السلام نے قوم سے کیا فرمایا؟ ۱: میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں۔

۲: امانت دار رسول سے کیا مراد ہے؟ ۲: جو اللہ تعالیٰ کے پیغام کو بغیر کسی کمی بیشی کے لوگوں تک پہنچادے۔

نوٹ: امانت داری اہل جنت کی صفات میں سے ہے "وہ اپنی امانتوں اور وعدوں کی حفاظت کرتے ہیں"۔ (سورۃ المؤمنون ۲۳، آیت: ۸)

آیت نمبر ۱۶۳: ۱: حضرت لوط علیہ السلام نے قوم سے کیا فرمایا؟ ۱: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری فرماں برداری کرو۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت بھی ضروری ہوتی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ: "جو (حکم) تمہیں رسول دیں اسے لے لو اور جس (بات) سے رسول تمہیں منع کر دیں اس سے رک جاؤ"۔ (سورۃ الحشر ۵۹، آیت: ۷)

آیت نمبر ۱۶۴: ۱: حضرت لوط علیہ السلام نے قوم سے کیا فرمایا؟ ۱: میں اپنی اس دعوت و تبلیغ پر تم سے کوئی بدلہ یا اَجر نہیں مانگتا۔ میرا اَجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم میں ہے یعنی میرا رب ہی مجھے اس کا بہترین اجر عطا فرمائے گا۔

نوٹ: رسول دعوت کا عمل صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسی سے اجر و ثواب کی امید پر کرتے ہیں۔ کوئی دنیاوی مفاد، مال اور شہرت ان کا مقصد ہرگز نہیں ہوتا۔

عملی پہلو: ہمیں بھی دوسروں کو اچھائی کی دعوت صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور آخرت کے اجر و ثواب کے حصول کے لئے دینی چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۶۵: ۱: قوم لوط علیہ السلام کا جرم کیا تھا؟ ۱: ہم جنس پرستی یعنی مرد مردوں سے خواہش نفسانی پوری کرتے تھے۔

نوٹ: ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب تم لوط علیہ السلام کی قوم کا عمل کرتے ہوئے کسی کو پاؤ تو ایسا کرنے والے اور کرانے والے کو قتل کر دو" (مسند احمد، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ) تاہم یہ یاد رہے کہ یہ کام ریاست کی سطح پر ہوگا۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ مجرم پر سزا کا نفاذ کرتے ہوئے حد جاری کرے نہ کہ انفرادی طور پر ہر کوئی قانون ہاتھ میں لینے لگ جائے۔

آیت نمبر ۱۶۶: ۱: ہم جنس پرستی کے بارے میں لوط علیہ السلام نے کیا فرمایا؟ ۱: بیویوں کو چھوڑ کر ہم جنس پرستی اختیار کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نافرمان یعنی حد سے نکل جانے والے ہیں۔ ۲: دین اسلام میں جنسی جذبہ کی تسکین کا ذریعہ کیا ہے؟ ۲: مرد اور عورت کا آپس میں نکاح کرنا۔

عملی پہلو: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں، حیاء کرنا، عطر لگانا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔ (جامع ترمذی)

ایک اور حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "جن آدمیوں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم میں لازم کر رکھا ہے ان میں سے ایک وہ نکاح کرنے والا شخص ہے جو پاک دامنی کا ارادہ رکھتا ہے۔" (سنن نسائی، جامع ترمذی)

آیت نمبر ۱۶۷: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کے سمجھانے پر قوم نے لوط علیہ السلام کو کیا دھمکی دی؟ ۱: اگر تم ہمیں منع کرنے سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں بستی سے نکال دیں گے۔

نوٹ: قوم حضرت لوط علیہ السلام کے سمجھانے پر یہ بھی کہتی تھی کہ اے لوط! اگر تم واقعی سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ۔ (سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت: ۲۹)

آیت نمبر ۱۶۸: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کس چیز سے شدید بیزار تھے؟ ۱: قوم کے بُرے کام سے۔

۲: بُرائی کو دیکھ کر ایک نیک انسان کی کیا کیفیت ہونی چاہیئے؟ ۲: اس بُرے کام پر شدید بیزاری محسوس ہونی چاہیئے اور اپنے آپ کو اس بُرئی سے بچانے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اس بُرائی سے بچانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۶۹: ۱: حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے رب سے کیا دُعا مانگی؟ ۱: اپنے اور اپنے گھر والوں کو قوم کے بُرے عمل کے انجام سے بچانے کی دعا مانگی۔ دوسرے مقام پر حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے عرض کیا "اے میرے رب! اس مفسد قوم کے مقابلے میں میری مدد فرما۔ (سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت: ۳۰)

آیت نمبر ۱۷۰: ۱: اللہ تعالیٰ نے کسے عذاب سے بچایا؟ ۱: اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بیٹیوں کو عذاب سے بچالیا کیوں کہ وہ سب ایمان والے تھے۔

آیت نمبر ۱۷۱: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کے گھر والوں میں سے کس پر عذاب نازل کیا گیا؟ ۱: حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمان بیوی پر جو کافر قوم کے ساتھ تھی۔

عملی پہلو: ایمان سے محرومی کی صورت میں نہ کسی کی کوئی دوستی کام آئے گی نہ کسی کی قرابت و رشتہ داری۔ اگرچہ وہ کسی نبی علیہ السلام کی بیوی اور بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی، حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور بیٹا یام (بعض مفسرین نے اس کا نام کنعان بتایا ہے)۔

آیت نمبر ۱۷۲: ۱: قومِ لوط علیہ السلام کا کیا انجام ہوا؟ ۱: ان سب کو ہلاک کر دیا گیا کیونکہ ان میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا تھا۔

آیت نمبر ۱۷۳: ۱: قومِ لوط علیہ السلام پر عذاب کس شکل میں آیا؟ ۱: قومِ لوط علیہ السلام پر تین عذاب آئے: i۔ ان کی آنکھوں کو مٹا دیا گیا۔ ii۔ ان کی بستی کو اُٹھا کر پٹخ دیا گیا۔ iii۔ ان پر پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ یہاں پر صرف تیسرے عذاب کا ذکر ہے۔

نوٹ: قومِ لوط علیہ السلام پر جس علاقے میں عذاب نازل ہوا، اُسے بحرِ مُردار (Dead Sea) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ دنیا کے موجودہ جغرافیے میں یہ بحرِ مُردار اسرائیل اور اُردن کی سرحد پر واقع ہے۔ یہ ایک بہت بڑی جھیل ہے۔ اس کی نمکیات اور کیمیائی اجزاء عام سمندروں سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے قریب ترین سمندر بحیرہ روم ہے۔ جدید محققین نے اسی جگہ پر حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کی نشاندہی کی ہے۔ اس کے کنارے نہ کوئی درخت ہے اور نہ ہی اس میں کوئی جانور زندہ رہ سکتا ہے۔ اہلِ عرب اسکو بحیرۂ لوط (علیہ السلام) بھی کہتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۷۴: ۱: یہ قصہ اللہ تعالیٰ نے کیوں بیان فرمایا؟ ۱: اس میں لوگوں کے لئے عبرت کی نشانی ہے۔ ۲: قومِ لوط علیہ السلام کے اکثر لوگوں کا کیا حال تھا؟ ۲: ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے۔

عملی پہلو: قومِ لوط علیہ السلام کا عمل ایک بدترین گناہ ہے جس پر وہ قوم اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہوئی۔ یہ ایک ایسا جرم ہے جس سے معاشرے کو پاک رکھنے کی کوشش کرنا حکومت اسلامی کے فرائض میں سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ سے بھی اس سنگین فعل کے حوالے سے رہنمائی ملتی ہے۔

آیت نمبر ۱۷۵: ۱: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کون سی صفات بیان ہوئیں ہیں؟ ۱: دو صفات بیان ہوئی ہیں یعنی العزیز اور الرّحیم۔ ۲: اللہ تعالیٰ کی صفت العزیز کا تعلق کن لوگوں سے ہے؟ ۲: اللہ تعالیٰ کے نافرمان بندوں سے کہ اللہ تعالیٰ ان پر غالب ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ ۳: اللہ تعالیٰ کی صفت الرّحیم کا تعلق کن لوگوں سے ہے؟ ۳: اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندوں سے کہ وہی اللہ تعالیٰ کی مستقل رحمت کے مستحق ہیں۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: مندرجہ ذیل جملوں پر صحیح (✓) یا غلط (×) کا نشان لگائیں

نمبر شمار	جملے	صحیح	غلط
۱۔	حضرت لوط علیہ السلام کے تمام گھر والوں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب سے بچالیا۔		×
۲۔	اللہ تعالیٰ نے بے حیائی سے سخت منع فرمایا ہے۔	✓	

۳۔	قوم لوط علیہ السلام کا جرم صرف شرک کرنا تھا۔			×
۴۔	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نیک خاتون تھیں۔			×
۵۔	حضرت لوط علیہ السلام پر ۱۰۰ افراد ایمان لائے تھے۔			×

سوال ۲: مندرجہ ذیل جملوں کے بارے میں بتایئے کہ وہ کس کا قول ہے:

نمبر شمار	جملے	اللہ ﷻ کا	لوط علیہ السلام کا	فرشتوں کا	قوم کا
۱۔	کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے کسی نے نہیں کی۔		✓		
۲۔	انہیں اپنی بستی سے نکال دو، یہ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔				✓
۳۔	اللہ ﷻ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے سامنے رسوا نہ کرو۔		✓		
۴۔	آپ علیہ السلام اپنے گھر والوں کے ساتھ رات کے وقت بستی سے نکل جائیں۔			✓	
۵۔	جب ہمارا حکم (عذاب) آگیا تو ہم نے اِس بستی کو اٹھا کر پٹخ دیا۔	✓			

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے:

۱۔ حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں تین باتیں تحریر کریں۔

i۔ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ ii۔ حضرت لوط علیہ السلام امانت دار رسول تھے۔

iii۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ عراق سے ہجرت کی۔ iv۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم شرک اور بے حیائی میں مبتلا تھی۔

v۔ حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمان بیوی بھی عذاب کا شکار ہوئی۔ vi۔ حضرت لوط علیہ السلام پر صرف اُن کی بیٹیاں ایمان لائیں۔

vii۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ viii۔ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کو اللہ ﷻ کی فرمانبرداری اور اپنی اطاعت کا حکم دیا۔

۲۔ مہمانوں کی آمد پر حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کو کیا سمجھایا؟

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ میرا لحاظ کرو اور میرے مہمانوں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ کیا تم میں کوئی ایک شخص بھی سمجھ دار نہیں؟

۳۔ بے حیائی کرنے والوں کا کیا انجام ہوا؟

سخت چیخ کے ذریعے انہیں ہلاک کیا گیا، اُن کی بستیوں کو اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا گیا اور اُن پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوئی۔

سوال ۴: آیئے بچو! ہم اپنا جائزہ لیں: (نوٹ: اس سوال کے کالموں کو اس لئے نہیں بھرا گیا کیونکہ یہ بچوں کا اپنا احتساب ہے)

عملی سرگرمی:

۱۔ شرم و حیا کی اہمیت پر کوئی تین احادیث تلاش کر کے لکھیں۔

۲۔ نکاح کی اہمیت کے بارے میں کوئی دو احادیث تلاش کر کے لکھیں۔

۳۔ طلبہ کو بچپن ہی میں شرم و حیا کی تربیت دینا، پاکیزہ زندگی کی بنیاد ہے۔ اس عمر میں شرم و حیا کا تصور جتنا پختہ ہوگا وہ زندگی کے دیگر معاملات میں بھی اس کا احساس کرنے لگیں گے۔ اساتذہ طلبہ کو اس بات کی تربیت دیں کہ وہ اپنے گھروں میں ان باتوں کا ضرور اہتمام کریں:

i۔ مکمل اور مناسب لباس کا استعمال کریں جو شرم و حیا کا آئینہ دار ہو۔ ii۔ دوسروں کے سامنے اپنے خاص حصوں یعنی شرمگاہوں کو ظاہر نہ کریں۔

iii۔ گفتگو میں بہت احتیاط کریں، نازیبا کلمات سے بہت زیادہ اجتناب کریں۔

سُوْرَۃُ الشُّعَرَاء

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر۱: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر۸۶) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر۲: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر۸۷، ۸۸) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر۳: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ: اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیئے:

۱۔ نبی کریم ﷺ کی دعوتِ دین کے لئے فکر مندی اور غم خواری۔

۲۔ حق سے منہ موڑنے والوں کا غیر سنجیدہ رویہ۔

۳۔ حق کی تلاش رکھنے والوں کے لئے متعدد نشانیاں۔

۴۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک ہی بنیادی دعوت۔

۵۔ مختلف ادوار کے کفار و مشرکین کی حق کی مخالفت میں یکسانیت اور انجام۔

۶۔ سابقہ اقوام کے انجام میں اہلِ مکہ اور ہر دور کے منکرینِ حق کے لئے درسِ عبرت۔

۷۔ قرآن کی عظمت، فصاحت و بلاغت، حقانیت اور بے مثل ہونے کا بیان۔

۸۔ نبی کریم ﷺ اور قرآنِ حکیم کے حوالہ سے منکرین کے شکوک و شبہات کا ازالہ اور اعتراضات کا جواب۔

۹۔ کفارِ مکہ کے فرمائشی معجزات کے مطالبے اور آپ ﷺ کے لئے تسلی۔

۱۰۔ کاہنوں اور گمراہ شاعروں کا انجام۔

ربط سورت: ا۔ سورۃ الفرقان کے اختتام میں منکرین باری تعالیٰ سے اللہ ﷻ کی بیزاری، لاتعلقی اور بے پرواہی کا ذکر ہے۔ سورۃ الشعراء کے آغاز میں منکرین رسالت مآب ﷺ کے رویوں کے بارے نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لئے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ کو ان رویوں پر غمگین اور رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیئے۔

۲۔ سورۃ الفرقان میں مشرکین اور منکرین نبوت کے ایمان نہ لانے پر آپ ﷺ کے غم اور صدمے کی کیفیت پر آپ ﷺ کی تسلی کے لئے اس سورت کے شروع اور آخر میں آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے اثبات کے لئے حقانیت قرآن کا ذکر تھا۔ سورۃ الشعراء میں چند انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی سرکش اُمتوں کا تذکرہ ہے۔ قرآنِ حکیم کی حقانیت پر یہ دلیل بیان فرمائی گئی کہ علماء اہل کتاب اس کتاب کی حقیقت کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ اس کتاب کا ذکر سابقہ صحائف انبیاء علیہم السلام میں بھی موجود ہے۔

۳۔ سورۃ الفرقان میں نبی کریم ﷺ کی دعوت، قرآنِ حکیم کی حقانیت کے عقلی، آفاقی اور انفسی دلائل دیئے گئے۔ منکرین کے اعتراضات اور الزامات کا بھرپور جواب دیا گیا۔ سورۃ الشعراء میں اسی بات کو تاریخی دلائل سے واضح کیا گیا۔

آیت نمبر ۱: ا: پہلی آیت کن حروف پر مشتمل ہے؟ ا: پہلی آیت حروف مقطعات پر مشتمل ہے۔ ۲: کم سے کم کتنے حروفِ مقطعات سورتوں میں آئے ہیں؟ ۲: کم سے کم ایک حرف آیا ہے جیسے سورۃ القلم میں "ن" وغیرہ۔ ۳: زیادہ سے زیادہ کتنے حروف مقطعات سورتوں کے آغاز میں آئے ہیں؟ ۳: زیادہ سے زیادہ پانچ حروف مقطعات سورتوں کے آغاز میں آئے ہیں۔ مثلاً سورۂ مریم میں "کٓھٰیٰعٓصٓ"۔

نوٹ: حروف مقطعات کی تفصیل کے لئے مطالعہ قرآنِ حکیم حصہ چہارم، سورۃ مریم اور سورۃ الحج کی پہلی آیت ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۲: ا: قرآنِ حکیم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ا: قرآنِ حکیم کو ایک واضح کتاب قرار دیا گیا ہے جس کے الفاظ کے معنی واضح ہیں اور جن میں کوئی ابہام نہیں ہے یعنی شک وشبہ یا کوئی پوشیدگی نہیں کہ کوئی سمجھ نہ سکے۔

آیت نمبر ۳: ا: آپ ﷺ کو کس بات کا غم تھا؟ ا: لوگوں کے ایمان نہ لانے کا غم تھا۔ ۲: آپ ﷺ کے غم کی کیا شدت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: آپ ﷺ کو لوگوں کے ایمان نہ لانے کا اتنا غم تھا کہ اندیشہ ہو رہا تھا کہ آپ ﷺ اسی فکرِ امت میں اپنی جان ہی نہ دے دیں۔ یہاں ایک انداز سے آپ ﷺ کو تسلی بھی دی جا رہی ہے۔

آیت نمبر ۴: ا: اس آیت میں کیا مضمون بیان فرمایا گیا ہے؟ ا: اس آیت میں آپ ﷺ کے غم کو کم کرنے کے لئے اللہ ﷻ کی طرف سے دل جوئی اور تسلی کا بیان فرمایا گیا ہے۔ ۲: آسمان سے آیت نازل کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: معجزہ نازل فرمانا۔ ۳: اس آیت میں آپ ﷺ کو کیا تسلی فرمائی گئی ہے؟ ۳: اگر اللہ ﷻ چاہے تو آسمان سے ایسا معجزہ نازل فرما سکتا ہے کہ لوگ ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں، لیکن اللہ ﷻ ایسا نہیں چاہتے بلکہ اللہ ﷻ یہ چاہتا ہے کہ لوگ آپ ﷺ کی دعوت کو سن کر اپنی مرضی سے اس پر ایمان لائیں۔

عملی پہلو: کسی کو زبردستی راہِ راست پر لانا ہماری ذمہ داری نہیں اور نہ ہم سے اس پر باز پُرس ہوگی۔ ہمارا کام صرف دین کے پیغام کو احسن طریقے پر بھرپور انداز میں پہنچانا اور کوشش کرنا ہے۔ اللہ ﷻ کو وہ ایمان مطلوب ہے جو اپنے اختیار سے لایا جائے، نہ کہ کسی دباؤ اور مجبوری کے تحت۔ اس لئے اللہ ﷻ نے انبیاء و رسل علیہم السلام بھیجے، صحیفے اور کتابیں نازل فرمائیں۔ یہ حقیقت قرآنِ حکیم میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہے۔ دیکھیے سورۂ یونس ۱۰، آیت: ۹۹، سورۃ ھود ۱۱، آیات: ۱۱۸، ۱۱۹ اور سورۃ الغاشیہ ۸۸، آیات: ۲۱، ۲۲۔

۴: مجبور ہو جانے سے کیا مراد ہے؟ ۴: یعنی اللہ ﷻ آسمان سے کوئی ایسی نشانی بھیج دیتا جسے دیکھ کر لوگ ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے، جیسے کسی پہاڑ یا کسی بڑے ستارے یا کسی فرشتے کو ان کے سروں کے اوپر لے آتا اور خوف و دہشت کے مارے ان کی گردنیں جھک جاتیں اور وہ مجبوراً ایمان لے آتے۔

آیت نمبر ۵: ا: اللہ ﷻ کی آیات کے بارے میں کفار کا کیا ردِعمل بیان کیا گیا ہے؟ ا: اللہ ﷻ کی طرف سے جب بھی انداز بدل بدل کر کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو وہ اس سے منہ موڑتے ہیں یعنی اس نصیحت کو مان کر عمل کرنے کے بجائے اس کا انکار کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۶: ا: مشرکین مکہ کو عذاب سے کیوں ڈرایا گیا؟ ا: کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ کو اور آپ کی پاکیزہ تعلیمات کو جھٹلایا اور آپ ﷺ کے ڈرانے کا مذاق اُڑایا۔

۲: مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ کی کن باتوں کا مذاق اُڑایا؟ ۲: وہ رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی بہت سی باتوں کا مذاق اڑاتے تھے، (معاذ اللہ) مثلاً قیامت، دنیا میں ان کو ملنے والی سزا، مسلمانوں کا غالب آنا، فتح مکہ، جہنم کا عذاب اور زقّوم کا درخت وغیرہ۔

آیت نمبر ۷: ۱: اس آیت میں زمین کی مثال کیوں دی گئی ہے؟ ۱: زمین کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کے شاہکار کے طور پر پیش کیا گیا ہے کہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس عظیم الشان زمین کو بنا سکتا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ ۲: زمین سے حاصل ہونے والی کس نعمت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۲: زمین سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کتنی قسم قسم کی عمدہ چیزیں اُگائیں گویا یہ زمین اور اس سے پیدا ہونے والی ساری چیزیں اس بات پر دلیل ہیں کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایک ہے اور تمام قدرتوں کا حامل ہے۔

آیت نمبر ۸: ۱: آیت سے کیا مراد ہے؟ ۱: آیت سے مراد نشانی ہے۔ نشانی سے کوئی نیا علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ پہلے سے موجود علم جو انسان بُھلایا ہوا ہوتا ہے وہ نشانی دیکھنے سے ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے۔ ۲: ان آیات میں کیسی نشانی ہے؟ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔

۳: انسانوں کی اکثریت کے بارے میں کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۳: انسانوں کی اکثریت نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتی۔

آیت نمبر ۹: ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کن شانوں کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی دو شانوں کا بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہت غالب ہے اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت "عزیز" کا تعلق کن لوگوں سے ہے؟ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت "عزیز" کا تعلق ان نافرمان اور کفار سے ہے جنہیں بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی کر کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے اور نہ ہی (معاذ اللہ) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہرا سکتے ہیں۔ ۳: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت "رحیم" کا تعلق کن لوگوں سے ہے؟ ۳: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفت "رحیم" کا تعلق ان فرماں بردار اور ایمان لانے والوں سے ہے کہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی فرماں برداری کر کے اس کی رحمت کے مستحق بنتے ہیں۔

نوٹ: آیات: ۸ اور ۹ یہ پوری سورت میں آٹھ مرتبہ دہرائی گئی ہیں اور ہر نافرمان قوم کے ذکر کے بعد بطور درس عبرت اور نصیحت کے ان آیات کو دہرایا گیا ہے تاکہ یہ بات واضح ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نافرمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرماں بردار اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

نوٹ: سُوْرَةُ الشُّعَرَآء، آیات: ۱۰ تا ۱۹۱ کی تفصیل: آیات: ۱۰ تا ۶۸ رہنمائے اساتذہ برائے مطالعۂ قرآنِ حکیم حصّہ دوم قصّہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں، آیات: ۶۹ تا ۱۰۴ قصّہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں، آیات: ۱۰۵ تا ۱۵۹ رہنمائے اساتذہ برائے مطالعۂ قرآنِ حکیم حصّہ اوّل قصّہ حضرت نوح علیہ السلام، قصّہ حضرت ہود علیہ السلام اور قصّہ حضرت صالح علیہ السلام میں، آیات: ۱۶۰ تا ۱۷۵، رہنمائے اساتذہ برائے مطالعۂ قرآنِ حکیم حصّہ چہارم قصّہ حضرت لوط علیہ السلام میں اور آیات: ۱۷۶ تا ۱۹۱ رہنمائے اساتذہ برائے مطالعۂ قرآنِ حکیم حصّہ اوّل قصّہ حضرت شعیب علیہ السلام میں وضاحت دی گئی ہے۔

آیت نمبر ۱۹۲: ۱: قرآنِ حکیم کے نزول کی کیا کیفیت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: قرآنِ حکیم تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا گیا۔ "اِنزال" کا مطلب ہوتا ہے ایک دم نازل کرنا اور "تنزیل" کا مطلب ہوتا ہے تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارنا۔

نوٹ: قرآنِ حکیم کا نزول دو اعتبارات سے ہے، ایک تو پورے کا پورا قرآنِ حکیم ایک ہی رات میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل فرمایا گیا اور یہ رات "لیلۃ القدر" کہلاتی ہے پھر قرآنِ حکیم آسمان دنیا سے تھوڑا تھوڑا کر کے آپ ﷺ کے قلب مبارک پر تیئس برس میں نازل فرمایا گیا۔ تیرہ برس مکہ مکرمہ میں جو قرآنِ حکیم کا مکی حصہ اور دس برس ہجرت فرمانے کے بعد جو مدینہ منورہ میں قرآنِ حکیم کا مدنی حصہ کہلاتا ہے۔ اس طرح تھوڑا تھوڑا کر کے تیئس برس میں قرآنِ حکیم کے نزول کی تکمیل ہوئی۔

۲: اس آیت میں قرآنِ حکیم کو نازل فرمانے والے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: اس آیت میں بیان فرمایا گیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام جہانوں کا رب ہے۔

آیت نمبر ۱۹۳: ۱: قرآنِ حکیم کس واسطے سے نازل فرمایا گیا؟ ۱: قرآنِ حکیم اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلبِ اطہر پر نازل فرمایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہمیشہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام علیہم السلام پر اس کے بندوں کے لئے نور وحی یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پیغامات لانے کی خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔ ۲: حضرت جبرائیل علیہ السلام کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: انہیں الروح الامین فرمایا گیا یعنی نہایت امانت دار روح۔

۳: حضرت جبرائیل علیہ السلام کو الروح الامین کے لقب سے کیوں پکارا گیا؟ ۳: ان کے لئے الروح الامین (امانت دار روح) کا لقب استعمال کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ رب العالمین کی طرف سے اس قرآنِ حکیم کو لانے والی وہ ایک خاص روح ہے جو پوری طرح امین ہے۔ اللہ ﷻ کا پیغام جیسا ان کے سپرد کیا جاتا ہے وہ ویسا ہی بغیر کسی کمی بیشی کے پہنچا دیتا ہے، اپنی طرف سے کچھ بڑھانا یا گھٹا دینا یا خود کچھ تصنیف کر لینا ان کے لئے ممکن نہیں ہے۔

آیت نمبر ۱۹۴: ۱: قرآنِ حکیم کس پر نازل فرمایا گیا؟ ۱: قرآنِ حکیم آپ ﷺ کے قلبِ مبارک پر نازل فرمایا گیا۔

۲: قرآنِ حکیم کے نازل کرنے کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: تاکہ آپ ﷺ تمام جہاں والوں کو ڈرسنانے والے بن جائیں۔ یعنی اللہ ﷻ کے احکامات بندوں تک پہنچائیں۔ انہیں عذاب سے ڈرائیں اور انہیں آخرت کی ابدی زندگی سے خبر دار کر کے نجات کا سامان کریں۔

عملی پہلو: ہمیں چاہیئے کہ قرآنِ حکیم کے ذریعہ اپنی فکر کرتے ہوئے ان لوگوں کو بھی اللہ ﷻ سے جوڑنے کی کوشش کریں جو اپنے خالق سے قطع تعلق ہیں اور آخرت میں انجام دہی سے بے خبر غفلت و لاپرواہی میں زندگی گزار رہے ہیں تاکہ وہ غفلت چھوڑ کر اپنے انجام کی فکر اور اس کے لئے تیاری کریں۔ اس سے پہلے کہ زندگی کی یہ محدود مدت ان کے ہاتھ سے نکل جائے اور ان کو ہمیشہ کے لئے پچھتانا پڑے۔

آیت نمبر ۱۹۵: ۱: قرآنِ حکیم کس زبان میں نازل فرمایا گیا؟ ۱: قرآنِ حکیم عربی زبان میں نازل فرمایا گیا یعنی نہایت واضح، فصیح اور دیہات میں بولی جانے والی خالص عربی زبان میں۔ ۲: قرآنِ حکیم عربی زبان میں نازل فرمانے کی کیا حکمت ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم کو فصیح، واضح اور شگفتہ زبان میں اس لئے نازل فرمایا کہ آپ ﷺ کی قوم عربی زبان بولتی تھی اور سمجھتی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ جب انھیں قرآنی تعلیمات سے آگاہ فرمائیں اور انہیں انجام سے خبر دار کریں یعنی عذاب سے ڈرائیں اور جنت کی خوشخبری دیں تو بات پوری طرح ان کی سمجھ میں آسکے۔

آیت نمبر ۱۹۶: ۱: قرآنِ حکیم کے حق ہونے کی کیا دلیل دی گئی؟ ۱: قرآنِ حکیم کا ذکر پہلے کتابوں میں بھی موجود ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآنِ حکیم اللہ ﷻ کا کلام ہے۔

نوٹ: قرآن مجید کی بنیادی تعلیم اور ہدایت وہی ہے جو سابقہ کتبِ آسمانی کی رہی ہے۔ اس لئے وہ اپنی اصل کے اعتبار سے ان کتابوں میں موجود رہا ہے۔ نیز ان میں ایسی پیشن گوئیاں بھی موجود ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور کلام الٰہی کے نزول پر دلالت کرتی ہیں۔

آیت نمبر ۱۹۷: ۱: قرآنِ حکیم کے برحق ہونے کی کیا نشانی بیان فرمائی گئی؟ ۱: علماء بنی اسرائیل قرآنِ حکیم کے حق ہونے سے واقف ہیں اور وہ اسے اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں کہ یہ وہی کتاب اور وہی رسول ﷺ ہیں جن کی خبر پہلے سے آسمانی صحیفوں میں بھی دی گئی تھی۔ چنانچہ ان میں سے بعض نے علانیہ اور بعض نے اپنی خصوصی مجلسوں میں حق کا اقرار کیا اور بعض انصاف پسند اس علم کی وجہ سے مسلمان ہو گئے۔ علماء یہود میں سے عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ، ابن یامین رضی اللہ عنہ، ثعلبہ رضی اللہ عنہ، اسد رضی اللہ عنہ اور اسید رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں جنہوں نے تورات میں آپ ﷺ کے اوصاف پڑھے اور آپ ﷺ پر ایمان لائے۔

آیت نمبر ۱۹۸: ۱: عجمی سے کون مراد ہے؟ ۱: اس سے مراد غیر عرب ہیں یعنی وہ لوگ جو نہ عرب میں پیدا ہوئے ہوں اور نہ ان کی مادری زبان عربی ہو۔ یعنی وہ عرب خاندان میں سے نہ ہوں۔

آیت نمبر ۱۹۹: ۱: اس آیت میں کن لوگوں کا ذکر ہے؟ ۱: اس آیت میں منکرین قرآن کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲: منکرینِ قرآن کے ایمان نہ لانے اور ان کی ہٹ دھرمی کو کیسے واضح کیا گیا ہے؟ ۲: اگر اللہ ﷻ قرآنِ حکیم کسی عجمی پر نازل فرماتا اور وہ انہیں قرآنِ حکیم پڑھ کر سناتا تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔ وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قرآنِ حکیم پڑھنے پر ان کو یہ اعتراض تھا کہ یہ قرآنِ حکیم آپ ﷺ نے خود بنا لیا ہے۔ (معاذ اللہ) لیکن کوئی عجمی بھی یہ قرآنِ حکیم سناتا تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔

آیت نمبر ۲۰۰: ا:اس آیت میں منکرین قرآنِ حکیم کے دلوں میں کس بات کے جمادیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے؟ ا:انکارِ قرآنِ کا ان کے دلوں میں جمادیئے جانے کا بیان ہے۔ ۲:انکار قرآنِ حکیم کا کیا سبب بیان کیا گیا ہے؟ ۲:ان کا مجرم ہونا۔

عملی پہلو: یہ قانون قدرت ہے جو ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے وہ ہدایت کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے۔ عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کفران کے دلوں میں پکا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگ مسلسل قرآنِ حکیم کا انکار کرتے جاتے ہیں۔ قرآنِ حکیم اہل حق کے دلوں کی طرح تسکینِ روح اور شفائے قلب بن کر ان کے اندر نہیں اترتا، بلکہ ایک گرم لوہے کی سلاخ بن کر اس طرح گزرتا ہے کہ وہ سیخ پا ہو جاتے ہیں اور اس کے مضامین پر غور کرنے کے بجائے اس کی تردید کے لئے حربے ڈھونڈھنے لگ جاتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۰۱: ا:منکرین قرآنِ کی ہٹ دھرمی کو کیسے واضح کیا گیا ہے؟ ا:وہ قرآنِ حکیم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک دردناک عذاب کو دیکھ نہ لیں۔

آیت نمبر ۲۰۲: ا:عذاب کے آنے کی کیا کیفیت بیان کیا گئی ہے؟ ا:وہ عذاب ان پر اچانک آجائے گا کہ انہیں خبر تک نہ ہو گی۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت اس حال میں قائم ہو گی کہ ایک آدمی اونٹنی کا دودھ دوہ رہا ہو گا (اور پینے کے لئے برتن اوپر اٹھائے گا لیکن) ابھی برتن اس کے منہ تک نہیں پہنچ پائے گا کہ قیامت آجائے گی اور دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے، ابھی خرید و فروخت مکمل نہیں کر پائیں گے کہ قیامت آجائے گی، ایک آدمی اپنا حوض درست کر رہا ہو گا، ابھی وہ واپس نہیں پلٹے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔" (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۲۰۳: ا:عذاب آپڑنے پر منکرین قرآنِ کی کیا کیفیت ہو گی؟ ا:وہ مہلت مانگیں گے۔ یعنی اس وقت وہ ندامت و حسرت سے گڑ گڑائیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تھوڑی سی مہلت اور دے دو ہم اپنی تمام سابقہ غلطیوں کی تلافی کر دیں گے لیکن اس وقت کوئی بات نہ سنی جائے گی۔

عملی پہلو: عذاب کے مشاہدے کے بعد مہلت نہیں دی جاتی، نہ ہی اس وقت کی توبہ قبول ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۲۰۴: ا:منکرین قرآنِ کی کس نادانی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ا:وہ اللہ ﷻ کے عذاب کو جلدی مانگتے تھے۔ یعنی قرآنِ حکیم اور نبی کریم ﷺ کو جھٹلا کر ان کا مطالبہ تھا کہ ہم پر عذاب لے آئیں۔ جیسا کہ سورۃ العنکبوت ۲۹، آیات: ۵۳، ۵۴ میں فرمایا گیا "اور وہ آپ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آجاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ آپ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے۔"

آیت نمبر ۲۰۵: ا:اس آیت میں منکرینِ قرآن کے حوالہ سے کیا ذکر کیا گیا ہے؟ ا:منکرین قرآن کو مہلتِ عیش دیئے جانے کا ذکر ہے۔

عملی پہلو: اس آیت میں اشارہ ہے کہ دنیا میں کسی کو عمر دراز ملنا بھی اللہ ﷻ کی بڑی نعمت ہے لیکن جو لوگ اس نعمت کی ناشکری کریں ایمان نہ لائیں ان کو عمر دراز کی عافیت و مہلت کچھ کام نہ آئے گی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیت کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ہر روز صبح کو اپنی داڑھی پکڑ کر اپنے نفس کو خطاب کر کے یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد ان پر گریہ طاری ہو جاتا اور یہ اشعار پڑھتے تھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اے فریب خوردہ! تیرا سارا دن غفلت میں اور رات نیند میں صرف ہوتی ہے حالانکہ موت تیرے لئے لازمی ہے۔ نہ تو بیدار لوگوں میں ہوشیار و بیدار ہے اور نہ سونے والوں میں اپنی نجات پر مطمئن ہے۔ تیری کوشش ایسے کاموں میں رہتی ہے جس کا انجام عنقریب ناگوار صورت میں سامنے آئے گا۔ دنیا میں چوپائے جانور ایسے ہی جیا کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۰۶: ا:منکرین قرآنِ کو کس انجام سے ڈرایا گیا؟ ا:اگر کئی برس کے آرام و عیش کے بعد ان پر عذاب آجائے تو پھر ان کا ایک بُرا انجام ہونے والا ہے۔

عملی پہلو: غافل اور بدبخت لوگوں کی تنبیہ اور نصیحت کے لئے ارشاد فرمایا گیا کہ سوچو اور غور تو کرو کہ جب برسوں کی مہلت اور عیش و عشرت کے بعد وہ عذاب آجائے گا جس سے ڈرایا جا رہا ہے تو اس وقت یہ مال و متاع اور دنیاوی جاہ و اقتدار کس کام آئے گا؟ جس پر آج لوگ بدمست و مگن ہیں؟

آیت نمبر ۲۰۷: ا: منکرینِ قرآن کا کیا بُرا انجام بیان کیا گیا ہے؟ ا: نہ تو ان کے وہ کام آئے گا جو کچھ انہوں نے فائدہ اُٹھایا اور نہ وہ جو کچھ انہوں نے سامانِ حیات میں استعمال کیا۔

آیت نمبر ۲۰۸: ا: نافرمان قوموں کے بارے میں اللہ ﷻ کی کن سنّتوں کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ا: اللہ ﷻ کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک اُن کے ڈرانے والے انبیاء کرام علیہم السلام نہ آجائیں مگر جب اس کے باوجود وہ اپنی ضد ہٹ دھرمی کی وجہ گمراہی پر ڈٹے رہیں تو پھر اللہ ﷻ کا عذاب آکر ہی رہتا ہے۔

نوٹ: اللہ ﷻ نے اپنے عدل و انصاف کے تقاضے کے مطابق ہر قوم کے پاس اپنا رسول بھیجا، جنہوں نے انھیں اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرایا اور ایمان باللہ کی دعوت دی، لیکن جب ان کے ایمان کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اللہ ﷻ نے انھیں ہلاک کر دیا، یہی مضمون سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۱۵ اور سورۃ القصص ۲۸، آیت: ۵۹ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۲۰۹: ا: ڈرانے والوں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجے جانے کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ا: تا کہ قوم کو یاد دہانی کرائی جا سکے اور خبردار کیا جا سکے۔

۲: کس بات کی یاد دہانی مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کو مان کر دنیا اور آخرت میں کامیابی یا پھر اللہ ﷻ کا انکار کر کے دنیا اور آخرت میں عذاب کی یاد دہانی اور ڈرانا مراد ہے۔

۳: نافرمان قوم پر عذاب کی کیا وجہ بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: ان کا شرک اور نافرمانی جبکہ اللہ ﷻ ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے کہ وہ ناحق کسی قوم پر عذاب بھیجتا۔

عملی پہلو: اگر کوئی شخص اپنے اوپر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دے تو وہ جل کر رہے گا۔ وہ اپنی اس حرکت کے بعد اپنی ہلاکت کی ذمہ داری اللہ ﷻ پر نہیں ڈال سکتا۔ اسی طرح جو لوگ اپنے آپ کو اس راہ پر ڈال دیتے ہیں جہاں آتش فشانی لاوا اُبلتا ہو تو وہ ضرور ہلاک ہو کر رہیں گے اور وہ اپنی اس ہلاکت کی ذمہ داری اللہ ﷻ پر نہیں ڈال سکتے جب کہ اللہ ﷻ نے اپنے رسولوں علیہم السلام کے ذریعہ ان کو اس گمراہی کے راستے کے پُرخطر ہونے سے آگاہ کر دیا تھا۔

آیت نمبر ۲۱۰: ا: اس آیت میں مشرکین کے کس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے؟ ا: مشرکین الزام لگاتے تھے کہ آپ ﷺ کاہن ہیں (معاذ اللہ) تو اس آیت میں ان کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ ۲: کاہن کون ہوتے ہیں؟ ۲: وہ لوگ جن کے قبضے میں موکل شرارتی جن ہوتے ہیں جن سے وہ عالمِ بالا سے چند خبریں حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کو مستقبل کا حال بتانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

۳: قرآنِ حکیم کے بارے میں کیا حقیقت بیان فرمائی گئی؟ ۳: اس قرآنِ حکیم کو شیطان لے کر نہیں اُترتے۔ یعنی قرآنِ حکیم کوئی نجومیوں کی کتاب یعنی علم نجوم نہیں ہے جس کے ذریعے وہ جھوٹی پیشن گوئیاں کریں اور فال گوئی اور غیب کی باتیں بتائیں بلکہ یہ قرآنِ حکیم حضرت جبرائیل امین کے ذریعے آپ ﷺ پر نازل فرمایا گیا۔

آیت نمبر ۲۱۱: ا: مشرکین کے اس اعتراض کہ "قرآنِ حکیم کہانت ہے یا شیطانوں کا کلام ہے" (معاذ اللہ) کا کیا تفصیلی جواب دیا گیا ہے؟ ا: i۔ شیاطین کو یہ حق ہی نہیں کہ وہ قرآنِ حکیم کو لے کر اُتریں۔ ii۔ ان میں یہ طاقت ہی نہیں کہ وہ ایسا کر سکیں۔

نوٹ: ایسا قرآن حکیم نازل کرنا شیطانوں کے بس کا روگ نہیں۔ جو سراسر لوگوں کی ہدایت و فلاح کا ضامن ہے۔ جس میں نیکوکاری، راست بازی اور خلقِ خدا کے ساتھ احسان کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس پر ایمان لانے والوں کو ایک مکمل ضابطہ حیات عطا کیا گیا ہے۔ کیا کسی شیطان کے کلام میں ایسی باتوں کا پایا جانا ممکن ہے؟ شیطان تو قرآن کے نام تک سے بِدکتے ہیں وہ ایسا کلام کیسے لا سکتے ہیں؟

آیت نمبر ۲۱۲: ا: قرآنِ حکیم کی حفاظت کے لئے کیا دلیل دی گئی ہے؟ ا: یہ بات بیان کی گئی ہے کہ شیاطین تو قرآنِ حکیم سننے سے ہی بہت دور رکھے گئے ہیں۔

نوٹ: قرآنِ حکیم کی وحی نازل ہونے کے دوران آسمانوں پر پہرے سخت کر دیئے جاتے ہیں، ستارے جو فرشتوں کی چوکیاں ہیں۔ یہاں سے جنّات کو عالمِ بالا کی باتیں سننے سے روک دیا جاتا ہے اور جو ایسی کوشش کرتا ہے اس کے پیچھے شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں، چنانچہ جنّات قرآنِ حکیم لے کر کیا اُترتے اُن کا تو قرآنِ حکیم کی وحی نازل ہونے کے دوران اس کا سننا بھی ممکن نہ تھا۔

نوٹ: جنّات کے بارے میں مزید تفصیل کے لئے مطالعہ قرآنِ حکیم حصہ سوم کی سورۃ الجن، آیات: ۸ اور ۹ ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۲۱۳: ا: آیات: ۲۱۳ تا ۲۱۶ میں کیا مضمون بیان ہوا ہے؟ ا: آیات: ۲۱۳ تا ۲۱۶ میں آپ ﷺ کو خصوصی احکامات دیے گئے ہیں۔

۲: آپ ﷺ کو اللہ ﷻ کی طرف سے کیا حکم دیا گیا ہے؟ ۲: آپ ﷺ اللہ ﷻ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں۔

۳: اس آیت میں شرک کی کیا ہلاکت خیزی بیان کی گئی ہے؟ ۳: اگرچہ آپ ﷺ سے یہ بات قطعاً ناممکن ہے لیکن اُمت کو سمجھانے کے طور پر بتایا جارہا ہے کہ بفرضِ محال اگر آپ ﷺ بھی ایسا کریں گے تو آپ ﷺ ان لوگوں میں سے ہو جائیں گے جن پر اللہ ﷻ نے عذاب نازل کیا۔ یعنی شرک کرنے والوں پر اللہ ﷻ کا عذاب آ کر رہے گا۔

۴: آپ ﷺ کو مخاطب فرما کر امت کو کیا سمجھایا گیا ہے؟ ۴: اس آیت میں خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے، حالانکہ وہ معصوم ہیں اور شرک سے یکسر پاک ہیں۔ آپ ﷺ سے شرک اور کفر صادر ہونے کا ہرگز کوئی احتمال ہی نہیں۔ اسی لئے اس کی توجیہ یہ ہے کہ اگرچہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے معزز اور مکرم بندے ہیں، لیکن بفرضِ محال آپ ﷺ سے ایسی غلطی ہو جاتی تو آپ ﷺ عذاب سے نہیں بچ سکتے، تو پھر دوسرے لوگ شرک کر کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

آیت نمبر ۲۱۴: ا: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا حکم فرمایا؟ ا: آپ ﷺ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرائیں۔ اس حکم سے متعلق نبی کریم ﷺ کے ابتدائی دور کا ایک خطبہ بھی ملتا ہے جس میں اللہ ﷻ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ "(لوگو! تم جانتے ہو کہ) رائد (قافلے کا رہبر و رہنما) اپنے قافلے کو کبھی دھوکہ نہیں دیتا۔ اللہ (ﷻ) کی قسم اگر (بفرضِ محال) میں تمام انسانوں سے جھوٹ کہہ سکتا تب بھی تم سے کبھی نہ کہتا، اور اگر (بفرضِ محال) تمام انسانوں کو فریب دے سکتا تب بھی تمہیں کبھی نہ دیتا۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف خصوصاً اور پوری نوعِ انسانی کی طرف عموماً۔ اللہ کی قسم! تم سب یقیناً مر جاؤ گے جیسے (روزانہ) سو جاتے ہو، پھر یقیناً اُٹھائے جاؤ گے جیسے (ہر صبح) بیدار ہو جاتے ہو۔ پھر لازماً تمہارے اعمال کا حساب و کتاب ہو گا اور پھر لازماً تمہیں پورا پورا بدلہ ملے گا، اچھائی کا اچھا اور بُرائی کا بُرا، اور (یا) وہ (بدلہ) ہمیشہ کے لئے جنت ہے یا دائمی آگ ہے"۔

نوٹ: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر والوں کو جمع کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اے قریش کے لوگو!، میں اللہ ﷻ کے سامنے کسی کے کام نہ آ سکوں گا پس اپنی جانوں کو بچالو، اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا اے عبد مناف! میں تمہارے کسی کام نہ آ سکوں گا، اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا اے صفیہ (محمد ﷺ کی پھوپھی) میں قیامت کے دن تمہارے کسی کام نہ آ سکوں گا، اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) (محمد ﷺ کی بیٹی) میں قیامت کے دن تمہارے کسی کام نہ آ سکوں گا"۔ (صحیح بخاری)

عملی پہلو: مطلب یہ ہے کہ آخرت میں نجات کا تعلق محض رشتہ داری اور کسی کا بیٹا یا بیٹی ہونے سے نہیں ہے اس کا تعلق ایمان سے ہے جس نے ایمان قبول کیا اور اسی پر موت آئی وہاں اس کے لئے نجات ہے۔ ہمیں آخرت کی فکر کرنی چاہیے اور ایمان اور نیک اعمال کے ساتھ آخرت میں کامیابی کی کوشش کرنی چاہیے۔

آیت نمبر ۲۱۵: ا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے آپ ﷺ کو خاص طور پر فرمایا گیا کہ آپ ﷺ اپنے بازوؤں کو ان لوگوں کے لئے جھکائے رکھئے جو ایمان لانے والے ہیں اور جو آپ ﷺ کی پیروی یعنی اتباع کرنے والے ہیں۔

۲: بازو جھکائے رکھنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی آپ ﷺ مومنوں کے ساتھ شفقت و نرمی کا برتاؤ کیجیے، تاکہ ان کے دلوں میں ایمان پختہ ہو جائے۔ جیسا کہ سورۃ التوبۃ ۹، آیت: ۱۲۸ میں ارشاد فرمایا گیا کہ "یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں، تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے (اور) تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں۔ مومنوں پر نہایت شفقت فرمانے والے (اور) مہربان ہیں۔"

آیت نمبر ۲۱۶: ا: کفار و مشرکین کے حوالے سے آپ ﷺ کو کیا فرمایا گیا؟ ا: آپ ﷺ اعلان فرما دیجیے کہ اے کافرو! میں بیزار ہوں اُن تمام نافرمانیوں سے جو تم کرتے ہو۔ سورۃ الکافرون ۱۰۹ کی پوری سورت میں بھی اسی طرح دوٹوک انداز میں اعلان برأت کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۲۱۷: ا: آپ ﷺ کو اللہ ﷻ کی طرف سے کیا تلقین فرمائی گئی؟ ا: آپ ﷺ کو صرف اللہ ﷻ پر بھروسہ کرنے کی تلقین فرمائی گئی۔

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی دو صفات بیان فرمائی گئی ہیں "العزیز" یعنی اللہ ﷻ غالب ہے اور "الرحیم" یعنی اللہ ﷻ نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

عملی پہلو: دعوت دین کے راستہ میں دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کی بھی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ اللہ ﷻ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنا کام جاری رکھنا چاہیئے۔ جو زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ اس کا زبردست ہونا اس بات کی ضمانت ہے کہ جس کی پشت پر اللہ ﷻ کی تائید ہو اسے دنیا میں کوئی نیچا نہیں دکھا سکتا۔ اور اس کا رحیم ہونا اس اطمینان کے لئے کافی ہے کہ جو شخص اللہ ﷻ کی خاطر کلمۃ الحق کی سربلندی کے کام میں جان لڑائے گا اس کی کوششوں کو وہ کبھی رائیگاں نہ جانے دے گا۔

آیت نمبر ۲۱۸: ۱: اللہ ﷻ کی آپ ﷺ سے شفقت کا کیسے اظہار فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ آپ ﷺ کو دیکھتا رہتا ہے جب کہ آپ ﷺ خود نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔

نوٹ: اٹھنے سے مراد راتوں کو نماز کے لئے اٹھنا بھی ہو سکتا ہے اور فریضۂ رسالت ادا کرنے کے لئے اٹھنا بھی۔

آیت نمبر ۲۱۹: ۱: اللہ ﷻ کی آپ ﷺ سے محبت کا کیسے اظہار فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ آپ ﷺ کو دیکھتا رہتا ہے جب کہ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ ﷻ آپ ﷺ کو دیکھتا ہے آپ ﷺ کے کھڑے ہونے کو اور بیٹھنے کو، سجدہ کرنے کو، معمولات صحابہ کے ملاحظہ فرمانے اور تربیت فرمانے کو غرض یہ کہ آپ ﷺ کے سارے احوال پر اللہ ﷻ کی نظر کرم ہے۔ ۲: آپ ﷺ کو کیا تسلی دی گئی؟ ۲: جب اللہ ﷻ آپ ﷺ کو ہر حال میں دیکھتا ہے اور آپ ﷺ ہمیشہ اس کی نظر عنایت کے زیر سایہ رہتے ہیں تو بھروسہ ہمیشہ اسی وحدہ لاشریک پر رکھیئے۔ اس کا بھروسہ آپ ﷺ کے لئے ہر لحاظ سے کافی ہے۔ پھر آپ ﷺ کو کسی کی کیا پروا؟ جیسا کہ سورۃ طور میں ارشاد فرمایا گیا "آپ یقیناً ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں"۔ (سورۃ الطور ۵۲، آیت: ۴۸)
۳: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کس صفت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۳: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ ﷻ کی جناب میں سجدہ کرنے والے تھے۔ گویا وہ اللہ ﷻ کی بھرپور عبادت کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کی عبادت کو دیکھتے تھے۔

آیت نمبر ۲۲۰: ۱: اللہ ﷻ کے کیا اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۱: i۔ وہ اللہ ﷻ سب کچھ سننے والا ہے۔ یعنی وہ کفار کے اعتراضات بھی سنتا ہے اور اہل ایمان کی دعائیں بھی۔ ii۔ وہ اللہ ﷻ سب کچھ جاننے والا ہے۔ یعنی وہ کفار کے ظلم اور شرک کو بھی جانتا ہے اور اہل ایمان کی عبادات سے بھی خوب واقف ہے۔

آیت نمبر ۲۲۱: ۱: اس آیت میں کیسے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: کفار، مشرکین اور شیطان کو دوست بنانے والوں کا ذکر ہے۔
۲: شیاطین کن لوگوں پر اُترتے ہیں؟ ۲: کفار اور مشرکین گناہ گاروں پر اُترتے ہیں۔

نوٹ: اہل مکہ کا نبی کریم ﷺ پر یہ الزام تھا کہ آپ ﷺ پر شیطان نازل ہوتا ہے جو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں آپ ﷺ پر پڑھتا ہے (معاذ اللہ)۔ اس آیت میں اسی الزام کا جواب دیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۲۲۲: ۱: شیطان کے دوستوں کی کیا بُرائیاں بیان ہوئی ہیں؟ ۱: i۔ وہ جھوٹے ہوتے ہیں۔ ii۔ وہ گناہ گار ہوتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۲۳: ۱: کاہنوں کی کیا بُرائیاں بیان کی گئی ہیں؟ ۱: i۔ شیاطین ان کے کانوں میں سُنی سنائی باتیں ڈال دیتے ہیں۔ ii۔ وہ اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ یعنی ان باتوں میں کئی جھوٹ ملا کر آگے بیان کرتے ہیں۔

نوٹ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق دریافت کیا حضور ﷺ نے فرمایا وہ (یعنی کاہن) ہیچ ہیں، عرض کیا گیا یارسول اللہ! وہ بسا اوقات ایسی باتیں کہتے ہیں جو صحیح ثابت ہوتی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کوئی ایک صحیح بات کوئی جن (فرشتوں کی گفتگو سے) جھپٹ کر لے بھاگتا ہے اور لا کر اپنے دوست کے کان میں مرغی کے کٹکٹانے کی طرح کٹ کٹ کر دیتا ہے کاہن اس (ایک صحیح بات) میں سو سے بھی زیادہ جھوٹ ملا کر بیان کر دیتے ہیں۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

آیت نمبر ۲۲۴: ۱: مشرکین کے اس اعتراض کا کہ "قرآن شاعری ہے" کا کیا جواب دیا گیا؟ ۱: بتایا گیا کہ قرآنِ حکیم شاعری نہیں بلکہ اللہ ﷻ کا کلام ہے اور اس کے جواب میں شاعروں کی عمومی کمزوریاں بیان کی گئی ہیں جن سے آپ ﷺ کی سیرت و کردار نہایت پاک تھا۔ اسی بات کا ذکر سورۂ یٰسٓ ۳۶، آیت: ۶۹ میں فرمایا گیا ہے۔ ۲: شاعروں کی پہلی عمومی کمزوری کیا بیان کی گئی ہے؟ ۲: شاعروں کی پیروی کرنے والے بے عمل لوگ ہوتے ہیں۔

عملی پہلو: کسی کے بارے میں معلوم کرنا ہو کہ وہ کیسا ہے؟ تو اس کے رفقاء اور پیروکاروں کو دیکھ لیا جائے کہ جیسے وہ ہوں گے ویسا ہی وہ شخص ہوگا۔ جیسا کہ کسی شاعر کے قول کا مفہوم ہے "یعنی جب تمہیں کسی آدمی کے بارے میں جاننا ہو کہ وہ کیسا ہے تو اس کے بارے میں مت پوچھو بلکہ اس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھو کہ اس کے ساتھی کون اور کیسے لوگ ہیں؟ اس کا بیٹھنا کن اور کیسے لوگوں کے ساتھ ہے؟" کیونکہ ہر شخص اپنے ساتھی کے طریقہ ہی کی اقتداء و پیروی کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا "آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے تو ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ دیکھے کہ وہ کسے دوست بناتا ہے"۔ (سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

آیت نمبر ۲۲۵: ۱: شاعروں کی کس عمومی کمزوری کی طرف متوجہ کیا گیا؟ ۱: شاعر ہر وادی میں سرگرداں رہتے ہیں اور مبالغے اور تخیّل میں بہت آگے نکل جاتے ہیں۔ مثلاً کسی کی تعریف کرنے بیٹھیں تو اسے آسمان پر چڑھا دیا کسی کی مذمت پر آئے تو اسے دنیا کی بدترین مخلوق بنا کر پیش کر دیا، کسی کی پگڑی اچھالی، کہیں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی۔ غرض یہ کہ زندگی کا کوئی میدان ایسا نہیں جن میں یہ اپنے خیالات کے گھوڑے نہ دوڑاتے ہوں اور اپنے سر نہ پٹختے پھرتے ہوں۔ ان کی زندگی کا نہ کوئی متعین مقصد ہوتا ہے اور نہ ہی یہ کسی اصول کے پابند ہوتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۲۶: ۱: شاعروں کی کس کمزوری کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: اکثر و بیشتر شاعر کہتے وہ ہیں جو خود کرتے نہیں۔ یعنی قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۲۲۷: ۱: اچھے شاعروں کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے اچھے شاعروں کی چار شانیں بیان فرمائی ہیں۔ i۔ وہ صاحب ایمان ہوتے ہیں۔ ii۔ نیک اعمال کرتے ہیں۔ iii۔ بہت کثرت سے اللہ ﷻ کو یاد کرتے ہیں۔ iv۔ جب ظلم کیا جاتا ہے تو وہ اس کا اپنی شاعری کے ذریعے انتقام لیتے ہیں۔

عملی پہلو: اکثر و بیشتر شعر و شاعری عشق و محبت کے ناجائز معاملات پر مبنی ہوتی ہے جو اسلام کے نزدیک پسندیدہ نہیں لیکن اگر اشعار کے ذریعے اچھی باتیں سمجھائی جائیں تو یہ پسندیدہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "کئی شعروں میں حکمت ہوتی ہے"۔ (صحیح بخاری) چنانچہ اچھے شعر کہنا پسندیدہ عمل ہے۔ جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی شان میں بہترین کلام لکھا۔ اسی طرح کئی بزرگانِ دین نے اللہ ﷻ کی شان میں حمد باری تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کی شان میں نعتیہ کلام لکھا۔

۲: سورت کے آخر میں ظالموں کے لئے کیا وعید بیان کی گئی؟ ۲: وہ جہنم واصل ہونے والے ہیں، ایسے لوگوں کو جہنم سے ڈرایا گیا ہے۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) سورۃ الشعراء میں کس نبی علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا گیا؟

✓ (الف) حضرت داؤد علیہ السلام (ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام (ج) حضرت موسیٰ علیہ السلام

(۲) اس سورت کے آخر میں کن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے؟

(الف) جادوگروں کا (ب) نبیوں کا ✓ (ج) شاعروں کا

(۳) روح الامین قرآنِ حکیم لے کر کہاں اُترے؟

(الف) مکہ مکرمہ میں (غار حرا میں) (ب) مدینہ طیبہ میں ✓(ج) قلبِ رسول ﷺ پر

(۴) سورت کی آخری آیات کے مطابق شیطان کیسے لوگوں پر نازل ہوتے ہیں؟

(الف) چور اور ڈاکو پر ✓(ب) جھوٹے اور گناہ گار پر (ج) شرابی اور جواری پر

(۵) اس سورت کی آخری آیات کے مطابق گمراہ اور جھوٹے شاعروں کی پیروی کرنے والے عموماً کیسے لوگ ہوتے ہیں؟

(الف) اعلیٰ سیرت و کردار کے لوگ ✓(ب) گمراہ لوگ (ج) ذہین اور عقلمند لوگ

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱- اس سورت کے پہلے رکوع میں کافروں کے ایمان نہ لانے پر آپ ﷺ کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟

آپ ﷺ کو ان کے ایمان نہ لانے کا اتنا غم تھا کہ اندیشہ تھا کہ اس غم کی شدت سے آپ ﷺ اپنی جان نہ کھو بیٹھیں۔ (آیت:۳)

۲- اس سورت میں ایک آیت آٹھ مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ وہ آیت جہاں سب سے پہلے آئی ہے اس آیت کا نمبر اور ترجمہ لکھیں؟

آیت نمبر ۸ "بے شک اس میں ایک نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں۔

۳- اس سورت کے آخری رکوع میں قرآنِ حکیم کے تعارف کے حوالے سے بیان کی گئی پانچ باتیں تحریر کریں؟

۱۔ قرآن حکیم تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ (آیت:۱۹۲)

۲۔ قرآن حکیم کو حضرت جبرائیل علیہ السلام لے کر نازل ہوئے۔ (آیت:۱۹۳)

۳۔ قرآن حکیم آپ ﷺ کے قلبِ اطہر پر نازل فرمایا گیا تاکہ آپ ﷺ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔ (آیت:۱۹۴)

۴۔ قرآن حکیم خالص عربی زبان میں اتارا گیا۔ (آیت:۱۹۵) ۵۔ قرآن حکیم کی پیشن گوئی پہلی کتابوں میں بھی تھی۔ (آیت:۱۹۶)

۶۔ قرآن حکیم کی حقانیت سے علماء بنی اسرائیل واقف ہیں۔ (آیت:۱۹۷)

۴- سورت کے آخری رکوع میں نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی پانچ خصوصی احکام تحریر کریں؟

۱۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکاریں۔ (آیت:۲۱۳)

۲۔ آپ ﷺ اپنے قریبی رشتہ داروں کو خبردار کیجیے۔ (آیت:۲۱۴)

۳۔ آپ ﷺ اپنے بازو جھکائے رکھیں ان مومنوں کے لئے جو آپ ﷺ کی پیروی کریں۔ (آیت:۲۱۵)

۴۔ اگر وہ آپ ﷺ کی نافرمانی کریں تو کہہ دیجیے کہ میں بیزار ہوں اس سے جو تم کرتے ہو۔ (آیت:۲۱۶)

۵۔ آپ ﷺ اس زبردست اور رحم کرنے والے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجیے۔ (آیت:۲۱۷)

۵- اس سورت کے آخری رکوع میں جھوٹے شاعروں کے بارے میں بیان کی گئی تین باتیں تحریر کریں؟

۱۔ ایسے جھوٹے شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ ۲۔ ایسے جھوٹے شعراء ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

۳۔ جھوٹے شعراء ایسی باتیں کہتے ہیں جو وہ خود نہیں کرتے۔

سُوْرَةُ النَّمْل

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر۱: قصّہ حضرت سلیمان علیہ السلام (صفحہ نمبر ۹۲، ۹۳) عام فہم اور کہانی کے انداز میں درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر۲: قصّہ حضرت سلیمان علیہ السلام (صفحہ نمبر ۹۴، ۹۵) عام فہم اور کہانی کے انداز میں درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر۳: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۹۶، ۹۸) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر۴: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۰۰، ۱۰۲) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر۵: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۰۴، ۱۰۵) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر۶: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۰۶، ۱۰۸) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر۷: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ:

اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیئے:

۱۔ قرآنِ حکیم کی شان اور آخرت پر یقین رکھنے والوں کے لئے قرآنِ حکیم کی بشارت۔

۲۔ کتابِ ہدایت سے محروم اور منکرینِ آخرت کا انجام۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات، فرعون کو دعوت، اس کی ہٹ دھرمی اور انجام۔

۴۔ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، ملکہ بلقیس اور قومِ سبا کے واقعات۔

۵۔ قومِ ثمود اور قومِ لوط علیہ السلام کا کردار اور دعوتِ حق کو جھٹلانے پر اُن کا عبرت ناک انجام۔

۶۔ توحید کے دلائل و حقائق اور آخرت کا یقین پیدا کرنے والی موثر باتیں اور معروف نشانیاں۔

۷۔ عقیدۂ آخرت کی اہمیت اور اس پر اعتراضات کے زبردست جوابات۔

۸۔ قرآنِ حکیم کی صداقت و حقانیت پر دلائل۔

۹۔ اخلاقِ حسنہ مثلاً اعمالِ صالحہ، صلوٰۃ و زکوٰۃ، اصلاحِ نفس اور اصلاحِ معاشرہ کی تلقین۔

۱۰۔ افعالِ قبیحہ مثلاً بُرائی کے فروغ اور زمین میں فساد پھیلانے کی مذمت۔

ربط سورت:

۱۔ سورۃ الشعراء کے آخر میں ایمانداروں کی صفت بیان ہوئی کہ وہ " اللہ ﷻ" کو بہت یاد کرتے ہیں۔ سورۃ النّمل کی ابتدا میں بتایا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے قرآن مجید ہدایت اور خوشخبری کا پیغام ہے۔

۲۔ سورۃ الشعراء میں دینِ حق کو جھٹلانے والی ہلاک شدہ قوموں کے منفی رویوں سے عبرت حاصل کرنے کی تلقین تھی۔ سورۃ النّمل میں تصویر کے دوسرے رخ یعنی مثبت انداز میں فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ جن لوگوں نے حق کی دعوت کو قبول کیا ان کے لئے دنیا و آخرت میں کامیابی اور عظمت ہے۔

آیت نمبر۱: ۱: "طٰسٓ" کے کیا معنی ہیں ۱: یہ حروف مقطعات ہیں۔ حروف مقطعات کا علم اللہ ﷻ کے پاس ہے اور یہ اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔ ۲: قرآنِ حکیم کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم کو کتابِ مبین فرمایا گیا ہے۔

۳: قرآنِ حکیم کو کتابِ مبین کیوں کہا گیا ہے؟ ۳: قرآنِ حکیم کو کتابِ مبین اس لئے کہا گیا کہ: i۔ یہ کتاب اپنی تعلیمات اور اپنے احکامات کو بالکل واضح طریقے سے بیان کرتی ہے۔ ii۔ یہ حق اور باطل کا فرق نمایاں طریقے سے کھول دیتی ہے۔ iii۔ اس کا کتابِ الٰہی ہونا ظاہر ہے۔ جو کوئی اسے غور و فکر سے پڑھے گا اس پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا اپنا گھڑا ہوا کلام نہیں ہے بلکہ کلامِ الٰہی ہے۔

نوٹ: "نَمل" "چیونٹی کو کہتے ہیں۔ اس سورت میں چیونٹیوں کا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے اس سورت کو "سورۃ النمل" کہا جاتا ہے۔

آیت نمبر۲: ۱: اہلِ ایمان کے بارے میں کیا بات بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اہلِ ایمان کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔

نوٹ: قرآنِ حکیم سے استفادے کی پہلی بنیادی اور اولین شرط ایمان ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔ ایسا ایمان جس میں زبانی اقرار کے ساتھ دل کی پکی اور سچی تصدیق ہو۔ اعمال و افعال سے اس کی تصدیق و تائید ہوتی ہو۔ ایسے ہی دل قرآنِ حکیم کے علوم و معارف اور اس کے انوار و تجلیات سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔

آیت نمبر۳: ۱: اس آیت میں اہلِ ایمان کی کن تین خصوصیات کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور آخرت پر یقین رکھنا۔

۲: ان تینوں ایمانیات کا آپس میں کیا ربط ہے؟ ۲: نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور یہ دونوں اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہیں۔ ان کی ادائیگی پابندی سے کی جائے تو ایمان کے دوسرے تقاضوں پر بھی عمل ہوتا رہتا ہے اور آخرت کا یقین ہر نیکی پر آمادہ کرنے اور ہر گناہ چھڑانے پر ابھارتا رہتا ہے۔

نوٹ: تمام فوز و فلاح کی اصل اور اساس ایمان بالآخرت ہے، کہ اسی سے انسان کے اندر احساس ذمہ داری پیدا ہوتا اور فروغ پاتا ہے، اور اسی بناء پر وہ اقامت صلوٰۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ کا اہتمام کرتا ہے۔

عملی پہلو: انسان کے عمل اور کردار کے اچھے یا بُرے ہونے کا تعلق براہِ راست عقیدۂ آخرت کے ساتھ ہے۔ آخرت پر اگر یقین کامل نہیں ہے تو انسان کا عمل اور کردار بھی درست نہیں ہو سکتا۔

آیت نمبر۴: ۱: جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے اللہ ﷻ اُن کے ساتھ کیا معاملہ فرماتا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ان کے برے اعمال ان کے لئے خوشنما کر دیتا ہے پھر وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔

۲: "اعمال خوشنما کر دینے" سے کیا مراد ہے؟ ۲: آدمی جب آخرت کا انکار کرتا ہے تو دنیا اس کا نصب العین بن جاتی ہے اور اس کے نتیجہ میں اس کا طرزِ عمل غلط ہو کر رہ جاتا ہے مگر چونکہ مقصود دنیا ہوتی ہے اس لئے بُرے کام بھی اس کی نگاہوں میں اچھے لگنے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج فیشن، جدت پسندی اور ترقی کے نام پر نہایت گھناؤنے اخلاق اور بدترین اعمال کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ جب طرزِ فکر غلط ہے تو طرزِ عمل بھی غلط ہو گا اور پسند اور ناپسند کا معیار بھی غلط ہو کر رہ جاتا ہے۔

عملی پہلو: جب کسی کے برے اعمال اس کے لئے مزین کر دیے جاتے ہیں تو وہ انہی کو اچھا سمجھ کر ان میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس کو حق و ہدایت کی طرف رجوع کی توفیق بھی نہیں ملتی جو کہ بہت بڑا خسارہ ہے۔ اس لئے برے اعمال کو اچھا سمجھنا ایک نقد اور فوری سزا ہے جو دستورِ خداوندی کے مطابق ایسے ہی لوگوں کو ملتی ہے۔ اللہ ﷻ ہمیں نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے، آمین۔

آیت نمبر ۵: ۱: کن لوگوں کے لئے بُرا عذاب ہے؟ ۱: اہلِ کفار کے لئے۔ ۲: آخرت میں اہلِ کفار کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۲: آخرت میں اہلِ کفار سب سے زیادہ خسارے والے ہوں گے۔ ۳: آخرت کے خسارے سے کیا مراد ہے؟ ۳: آخرت میں جہنم کا دائمی عذاب۔

عملی پہلو: بڑے ہی ناکام و نامراد ہیں وہ لوگ جو نورِ ایمان اور فکرِ آخرت کی دولت سے محروم ہو کر اسی دنیا کے لئے جی رہے ہیں۔ خواہ اہلِ دنیا کے نزدیک وہ کتنے ہی بڑے سمجھدار اور ترقی یافتہ کیوں نہ شمار کیئے جاتے ہوں۔ حقیقی فلاح و کامیابی کی راہ یہی ہے کہ انسان ایمان و یقین کی دولت سے سرفراز ہو کر اپنی اس دنیاوی زندگی میں آخرت کے لئے تیاری کرے۔

آیت نمبر ۶: ۱: یہاں خطاب کس سے ہے؟ ۱: نبی کریم ﷺ سے۔

۲: اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: وہ حکیم "بڑی حکمت والا" اور علیم "خوب جاننے والا" ہے۔

نوٹ: قرآنِ حکیم ایک ایسی عظیم الشان علیم و حکیم ہستی کا کلام ہے جس کے علم و حکمت کی تہہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ جسے اپنی مخلوق کی تمام مصلحتیں اور ان کے ماضی، حال اور مستقبل کا پورا علم ہے، اور جس کی حکمت بندوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے بہترین تدابیر اختیار کرتی ہے۔

آیت نمبر ۷: ۱: یہاں خطاب کس سے ہے؟ ۱: نبی کریم ﷺ سے۔ ۲: آپ ﷺ کو کس کی خبر سنائی جا رہی ہے؟ ۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی۔ ۳: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا دیکھا؟ ۳: جلتی ہوئی آگ دیکھی۔ ۴: حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کی طرف کیوں گئے؟ ۴: حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس اس لئے گئے کہ سردی میں ہاتھ سینکنے کے لئے انگارے مل جائیں یا کوئی راستہ سے متعلق رہنمائی مل جائے۔

نوٹ: آلِ فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی مزید تفصیلات مطالعہ قرآن حکیم کے حصہ دوم اور اس کے "رہنمائے اساتذہ" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

آیت نمبر ۸: ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ پر پہنچے تو کیا ہوا؟ ۱: انہیں آواز دی گئی۔ ۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس نے آواز دی؟ ۲: اللہ ﷻ نے۔ ۳: اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا فرمایا؟ ۳: بابرکت ہے وہ جو آگ میں ہے اور وہ جو اس کے آس پاس ہے اور پاک ہے اللہ ﷻ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ آگ میں فرشتے اور آگ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔ انسیت پیدا کرنے کے لئے یہ کلام فرمایا گیا۔

نوٹ: اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوئی کہ نبوت ایسی چیز نہیں ہے کہ آدمی اپنی کوششوں سے حاصل کر سکے بلکہ یہ وہ منصب ہے جس سے اللہ ﷻ جس کو چاہتا ہے سرفراز فرماتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے اس کی نبوت کا اظہار فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۹: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس شان کا بیان ہے؟ ۱: وہ "عزیز" یعنی بہت غالب اور "حکیم" یعنی بڑی حکمت والا ہے۔

نوٹ: "عزیز" اور "حکیم" کی صفت ایک ساتھ بیان کر کے یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ ﷻ اپنے فیصلوں کو نافذ کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ اس کے تمام فیصلے اور احکام بنی نوع انسان کی اصلاح، فلاح اور حکمتوں پر مبنی ہوتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس بات کا حکم فرمایا؟ ۱: لاٹھی زمین پر ڈالنے کا حکم فرمایا۔

۲: لاٹھی زمین میں ڈالنے کا کیا نتیجہ نکلا؟ ۲: لاٹھی سانپ بن کر تیزی سے حرکت کرنے لگی۔

نوٹ: قرآن کریم میں عصا یعنی لاٹھی کے سانپ بننے کو مختلف الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ کبھی اسے حیۃ کہا گیا اور کبھی ثعبان اور کبھی جان۔ حیۃ مطلق سانپ کو کہتے ہیں چھوٹا ہو یا بڑا۔ ثعبان اژدہا کو کہا جاتا ہے اور جان اس سانپ کو کہتے ہیں جو چھوٹا اور پتلا ہو۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ عصا جب سانپ بنتا تو ایک ہی شکل

اختیار نہ کرتا۔ جب عام سانپ کی شکل اختیار کرتا تو اسے حیہ کہا گیا، جب باریک سانپ بنا تو اسے جان کہا اور فرعون کے دربار میں ساحران مصر کے سانپوں پر جب جھپٹا تو اس وقت اژدہا کی صورت میں نمودار ہوا۔ اور بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ تھا وہ اژدہا لیکن اس میں پھرتی اور تیزی اس بلا کی تھی جیسے "جآن" میں ہوتی ہے۔ یعنی اس کی جسامت اور حجم کا لحاظ کیا تو اسے ثعبان کہہ دیا اور اس کی پھرتی اور تیزی کا خیال کیا تو اسے "جان" کہا۔

۳: لاٹھی کے سانپ بن جانے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس کا کیا اثر ہوا؟ ۳: وہ پیٹھ پھیر کر پلٹے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ یہ بشری تقاضہ تھا جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام خوف زدہ ہوئے۔

۴: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیا تسلی دی؟ ۴: آپ علیہ السلام خوف نہ کریں بے شک میرے پاس رسول ڈرا نہیں کرتے۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی کو رسالت کے لئے منتخب کر کے اپنے حضور بلاتا ہے تو ایسے معجزات میں اس کے لئے اندیشہ کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ وہ ہر قسم کے شر اور آفتوں سے اس کے حضور محفوظ ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: کن لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کا اعلان ہے؟ ۱: جو نافرمانیوں کو نیک اعمال سے بدل دیتے ہیں۔ یعنی کوئی خطا ہونے پر اس پر قائم نہیں رہتے بلکہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہوئے نیک اعمال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۲: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے کن صفاتی ناموں کا ذکر ہے؟ ۲: "الغفور" (بہت بخشنے والا) اور "الرحیم" (بہت رحم کرنے والا)۔

عملی پہلو: جو شخص خطا و قصور کے سرزد ہو جانے کے بعد سچے دل سے توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی خطا و قصور کو معاف فرما دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ (تعالیٰ) سے ڈرو اور بُرائی ہو جائے تو نیکی کرو، تا کہ برائی مٹ جائے اور لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آؤ"۔ (جامع ترمذی)

آیت نمبر ۱۲: ۱: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس بات کا حکم دیا؟ ۱: اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالنے کا حکم فرمایا۔ ۲: ہاتھ گریبان میں ڈالنے کا کیا نتیجہ نکلا؟

۲: ہاتھ سفید چمکتا ہوا نکلا۔ یعنی یہ سفیدی برص یا کسی اور بیماری کے باعث نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ معجزہ عطا فرمایا گیا تھا۔

۳: نو نشانیاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس کے مقابلے میں عطا فرمائیں؟ ۳: فرعون اور اس کے سرداروں کے مقابلے میں تا کہ پورے وثوق، اعتماد، یقین اور اطمینان قلب سے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جائے۔ ۴: فرعون اور اس کے سردار کیسے تھے؟ ۴: اللہ تعالیٰ کے نافرمان تھے۔

۵: اس آیت میں نشانیوں سے کیا مراد ہے؟ ۵: معجزات۔ ۶: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کون سی نو نشانیاں عطا فرمائیں؟

۶: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ نو نشانیاں عطا فرمائیں: ۱۔ لاٹھی کا سانپ بن جانا۔ ۲۔ ہاتھ کا روشن چمکتا ہوا ہو جانا۔ (ان معجزات کا ذکر ان آیات میں ہے سورہ طٰہٰ ۲۰: آیات: ۲۰، ۲۲) اور کئی قسم کے عذاب آل فرعون پر نشانی کے طور پر بھیجے گئے جیسے: ۳۔ پھلوں کا نقصان ۴۔ قحط سالی۔ ۵۔ طوفان۔ ۶۔ ٹڈیاں۔ ۷۔ جوئیں۔ ۸۔ مینڈک۔ ۹۔ خون۔ (اور ان معجزات کا ذکر ان آیات میں ہے سورۃ الاعراف ۷، آیات: ۱۳۰، ۱۳۳)

آیت نمبر ۱۳: ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس کی طرف بھیجا گیا تھا؟ ۱: فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف۔

۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف کیا دے کر بھیجا گیا تھا؟ ۲: واضح نشانیاں۔

نوٹ: ان کو واضح اور روشن نشانیاں اس لئے کہا گیا کہ یہ وہ کھلی کھلی نشانیاں تھیں جو ان کی آنکھیں کھول دینے اور حقیقت کا مشاہدہ کرانے کے لئے کافی تھیں۔

۳: آل فرعون نے معجزات کو دیکھ کر کیا کہا؟ ۳: یہ تو کھلا جادو ہے (معاذ اللہ)۔

۴: آل فرعون نے معجزات کو جادو کیوں کہا؟ ۴: ضد، ہٹ دھرمی اور غرور کی وجہ سے تا کہ انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات ماننی نہ پڑے۔ حالانکہ قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعلان کے مطابق ان پر کوئی عام عذاب آتا تو فرعون اور اس کے درباری حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہتے تھے کہ اپنے رب سے دعا کریں کہ یہ عذاب کسی طرح ٹل جائے، تو آپ (علیہ السلام) جو کہتے ہیں ہم مان لیں گے۔ مگر جب وہ عذاب ٹل جاتا تو وہ اپنے وعدے سے مکر جاتے۔ ظاہر ہے سارے ملک پر قحط، طوفان، ٹڈی دل اور دوسرے الٰہی لشکروں کا امڈ آنا جادو کا کرشمہ کسی طرح نہیں ہو سکتا تھا۔ آنکھیں کھول دینے والی اتنی نشانیاں آنے پر بھی انہوں نے ان نشانیوں کو کھلا جادو کہہ دیا (معاذ اللہ)۔

۵: کیا جادو کی کوئی حقیقت ہے؟ ۵: جی ہاں۔ جادو کی حقیقت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

۶: جادو کیا ہے؟ ۶: جادو ایک بہت ہی بُرا علم ہے۔ اس کا سیکھنا سکھانا، کرنا کروانا دین اسلام میں حرام ہے۔ لیکن اگر کفریہ کلمات یا افعال پر مشتمل ہو تو کفر ہے۔ اکثر جادو نظر بندی پر مشتمل ہوتا ہے جس میں چیزیں حقیقت کے بجائے کچھ اور دکھائی دیتی ہیں۔

نوٹ: جادو کا اثر بھی اسباب کے تحت ہوتا ہے۔ وہ اسباب عام لوگوں کے سامنے نہیں ہوتے اور جادو گروں کو ان پوشیدہ اسباب کا پتہ ہوتا ہے۔ جادو گندے اور ناپاک لوگوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

جادو کے خفیہ اسباب: جادو کے پوشیدہ اسباب کئی طرح کے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ شیاطین سے مدد حاصل کرنے کے لئے ان کو خوش کیا جاتا ہے اور اس کے لئے کبھی ایسے الفاظ اور کلمات بولے جاتے ہیں جو کفر وشرک کے کلمات ہوں اور جن میں شیاطین کی تعریف کی گئی ہو۔ کبھی ستاروں کی عبادت کی جاتی ہے۔ کبھی ایسے اعمال اختیار کیئے جاتے ہیں جو شیطان کو پسند ہیں مثلاً کسی کو ناحق قتل کرکے اس کا خون استعمال کرنا وغیرہ یا نجاست میں ملوث رہنا۔ اسی لئے زیادہ کامیاب جادو ان لوگوں کا ہوتا ہے جو گندے اور نجس رہتے ہیں اور جو طہارت سے اور اللہ ﷻ کے نام سے دور بھاگتے ہیں۔ عموماً خبیث شیاطین جادو گروں کی مدد طلب کرنے سے کام کر دیتے ہیں۔ دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ یہ جادو گر کے کسی کرتب سے ایسا ہو گیا۔ جس طرح فرشتے ان حضرات کی مدد کرتے ہیں جو متقی ہوں، طہارت اور پاکیزگی کو اختیار کرتے ہوں، بدبو اور نجاست سے دور رہتے ہوں اور اللہ ﷻ کے ذکر اور اعمال خیر میں لگے رہتے ہوں۔

شریعت کے حوالے سے علماء کرام نے جادو کی مختلف تشریحات کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے: جادو "گرہ، دم اور ایسی تحریر یا حرکات پر مشتمل ہوتا ہے جس کے ذریعے دوسرے کے وجود اور دل ودماغ پر اثر انداز ہو جاتا ہے۔"

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے جادو کی تعریف یہ کی ہے: "جادو خبیث جنات کے ذریعے کیا جاتا ہے یعنی خبیث جنات سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ جس سے لوگوں پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔"

آیت نمبر ۱۴: ۱: آلِ فرعون کے انکار کی کیا وجوہات بیان کی گئی ہیں؟ ۱: i۔ ظلم ii۔ تکبر۔ ۲: آلِ فرعون کے ظلم سے کیا مراد ہے؟ ۲: آلِ فرعون کے ظلم سے مراد یہ ہے کہ وہ دوسروں کے حق کھانے کے عادی ہو گئے تھے۔ جسے وہ کسی قیمت پر نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ دینی تعلیمات ان کے اس ظلم کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ تھیں جن کو یہ لوگ ماننے کیلئے تیار نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے یہ ظلم کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول ماننے کے بجائے جھوٹا کہہ دیا، بلکہ جادو گر قرار دے دیا (معاذ اللہ)۔ ۳: آلِ فرعون کے تکبر سے کیا مراد ہے؟ ۳: فرعون اور آل فرعون کے تکبر سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اللہ ﷻ کی بڑائی ماننے کے بجائے خود کو بڑا سمجھا۔ جیسا کہ ان کے اس رویّے کا ذکر دوسرے مقام پر ان الفاظ میں آیا ہے "کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں کی بات مان لیں حالانکہ ان کی قوم ہماری غلام ہے؟" (سورۃ المومنون ۲۳، آیت: ۴۷) یعنی جب وقتاً فوقتاً ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے وہ نشانیاں دکھلائی گئیں تو کہنے لگے کہ یہ سب جادو ہے (معاذ اللہ)۔ حالانکہ ان کے دلوں میں یقین تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں اور جو نشانیاں دکھلا رہے ہیں یقیناً اللہ ﷻ کے نشان ہیں۔ جادو، شعبدہ اور نظر بندی نہیں مگر محض بے انصافی اور غرور وتکبر سے جان بوجھ کر اپنے ضمیر کے خلاف حق کی تکذیب اور سچائی کا انکار کر رہے تھے۔

نوٹ: ایمان لانے میں جو چیز رکاوٹ بنتی ہے وہ ہے ظلم اور گھمنڈ یعنی غرور۔ ظلم انسان کو حق پسندی سے دور رکھتا ہے اور گھمنڈ اس کو اس بات پر آمادہ نہیں ہونے دیتا کہ وہ اپنے مقام سے نیچے اتر کر حق کو قبول کرے۔

۴: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے بارے میں ان کی دلی کیفیت کیا بیان کی گئی ہے؟ ۴: ان کے دل یہ حقیقت تسلیم کر چکے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام واقعی اللہ ﷻ کے رسول ہیں اور یہ تمام خرقِ عادت واقعات، حقیقت میں آپ علیہ السلام کے معجزات ہیں۔ لیکن ان کا یہ انکار سراسر ناانصافی اور سرکشی پر مبنی تھا۔

۵: فرعون اور آل فرعون کا کیا انجام ہوا؟ ۵: جب مسلسل نشانیاں دیکھنے کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور ظلم سے باز نہ آئے تو اللہ ﷻ نے سب کو بحر قلزم میں غرق کر دیا اور آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: اس آیت میں کن انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے؟ ۱: حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام۔

۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان دو انبیاء کرام علیہما السلام کو کیا سند عطا فرمائی؟ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں علم عطا فرمایا اور بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

۳: فرعون کے واقعہ کے بعد ان انبیاء کرام علیہما السلام کا ذکر فرمانے میں بظاہر کیا حکمت نظر آتی ہے؟ ۳: یہاں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر سے جہالت اور علم کا فرق بتانا مقصود ہے۔ بادشاہی فرعون کو بھی ملی تھی اور حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی لیکن جہالت اور علم کے فرق نے فرعون اور انبیاء کرام علیہما السلام کے درمیان عظیم الشان فرق پیدا کر دیا۔

نوٹ: حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اور بھی بہت کچھ عطا فرمایا تھا لیکن یہاں صرف علم کا ذکر کیا گیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہے۔

۴: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو کون سے علوم عطا فرمائے تھے؟ ۴: علوم نبوت ورسالت یعنی ذات باری تعالیٰ اور صفات الٰہی کی معرفت، دنیا کی ناپائداری کا یقین، روزِ قیامت پر پختہ ایمان۔ اس کے علاوہ دوسرے دنیاوی علوم وفنون بھی عطا فرمائے گئے۔ جس کا ذکر دوسرے مقامات پر آیا ہے۔

عملی پہلو: اس آیت میں نعمتِ علم کا شکر ادا کرنے کی ترغیب ہے اور اس بات کی تعلیم ہے کہ آدمی کو خواہ بہت لوگوں پر فضیلت حاصل ہو پھر بھی اس کو تواضع اختیار کرنا چاہیئے اور یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس پر بھی بہت سے لوگوں کو برتری حاصل ہے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام کو کیا فضیلت دی گئی؟ ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کا وارث بنایا گیا، پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز عطا فرمائی گئی۔ ۲: حضرت سلیمان علیہ السلام کو کس چیز کا وارث بنایا گیا؟ ۲: جمہور علماء ومفسرین کرام کے نزدیک یہاں پر وراثت سے مراد مال وجائداد کی وراثت نہیں بلکہ نبوت، خلافت اور میراثِ علم وحکمت اور حکومت وسلطنت میں حضرت داؤد علیہ السلام کی جانشینی ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کو ملی۔ جو ایک عظیم الشان اور بے مثال میراث ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مال ان کے وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہم گروہِ انبیاء کرام علیہم السلام کا مال بطور وراثت تقسیم نہیں ہوتا، بلکہ ہم نے جو مال چھوڑا ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے"۔ (صحیح بخاری)

۳: تمام جانوروں میں سے پرندوں کا ذکر کیوں فرمایا گیا؟ ۳: یہاں صرف پرندوں کی بولی سکھانے کا ذکر خاص طور پر اس لئے بھی ہے کہ وہ ان کی فوج کا باقاعدہ حصّہ تھے۔ مزید یہ کہ پرندوں کی بولی کی تخصیص ہُدہُد کے واقعہ کی وجہ سے ہے جو پرندہ ہے ورنہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو چرند، پرند اور تمام حشرات الارض کی بولیاں سکھائی گئی تھیں۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے آپ علیہ السلام کو دی گئی خصوصی فضیلت تھی۔

۴: حضرت سلیمان علیہ السلام نے نعمتوں کی نسبت کیا فرمایا؟ ۴: آپ علیہ السلام نے انہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل قرار دیا یعنی ان کا اپنا کوئی ذاتی کمال نہیں تھا۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کن گروہوں پر مشتمل تھے؟ ۱: i۔ جنات ii۔ انسانوں iii۔ پرندوں کے لشکر پر مشتمل تھے۔

۲: "جماعتیں بنانے" سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی سب کو الگ الگ گروہوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، مثلاً جنّوں کا گروہ الگ، انسانوں کا گروہ الگ اور پرندوں کا گروہ الگ، پھر فوجی ترتیب کے مطابق ان کی تقسیم کی جاتی۔ غرض تمام لشکر بہترین تقسیم انتہائی نظم وضبط کے ساتھ مرتب ہوتے تھے، جس سے نہایت مختصر وقت میں ان کا جائزہ بھی لیا جا سکتا تھا اور جنگی احکام پر عمل درآمد بھی ہو جاتا تھا۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام کا کس وادی سے گزرنے کا ذکر ہے؟ ۱: چیونٹیوں کی وادی سے۔

۲: وادی سے گزرتے ہوئے کیا واقعہ پیش آیا؟ ۲: ایک چیونٹی نے سب چیونٹیوں سے کہا کہ اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ۔

۳: چیونٹی نے گھروں میں داخل ہونے کو کیوں کہا؟ ۳: کہ کہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر بے خبری میں انہیں کچل نہ دے۔

نوٹ: اس لئے چیونٹیوں کو اللہ ﷻ نے اجتماعیت کا شعور بخشا ہے، چنانچہ وہ بستیوں کی صورت میں رہتی ہیں۔ ان کی باقاعدہ ایک ملکہ ہوتی ہے، جس کے احکام کے تحت وہ زندگی بسر کرتی ہیں۔ ان کی بستیوں کے اندر حیرت انگیز ترتیب کے ساتھ مکانات، ان کی دہلیزیں، چھتیں، راستے، غرض سب کچھ ہوتا ہے۔ وہ آنے والے وقت کے لئے غذا جمع کرتی ہیں اور اسے ایسے طریقے سے محفوظ کرتی ہیں کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے، چنانچہ وہ غلے کے ہر دانے کو کاٹ کر دو حصوں میں کر دیتی ہیں، تاکہ وہ نمی سے اُگ نہ جائے۔ ان میں پہرے دار، لڑاکا دستے، خوراک جمع کرنے والے اور صفائی کرنے والے، غرض ہر طرح کے مجموعے ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ چونٹیوں میں اجتماعیت بھی ہوتی ہے اور نظم بھی چنانچہ ان کی لمبی قطاریں اور ان کا مل جل کر کام کرنا اس کا واضح ثبوت ہے۔ ان کی حرکات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کو بلا کر لاتی ہے جس سے ان کی باہم گفتگو کا بھی اندازہ ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ ہم ان کی آواز سن نہیں پاتے تو یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ آج ہم دقیق چیزیں خوردبین کے ذریعہ دیکھ لیتے ہیں لیکن اس سے پہلے ہمیں ان کے وجود کی خبر بھی نہیں تھی۔ قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کی دلیل ہے کہ وہ کائنات کے بعض ایسے اسرار سے ہمیں آشنا کر رہا ہے جن کو جاننے کا ہمارے پاس کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔

چیونٹیوں کے رہنے سہنے کا طریقہ اور اطلاعات کا نظام قرآن اور جدید سائنس کی روشنی میں مندرجہ ذیل لنکس میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے:

اردو میں پڑھنے کے لئے: http://tiny.cc/xfueix **انگریزی میں پڑھنے کے لئے:** http://tiny.cc/3eueix , http://tiny.cc/tdueix

آیت نمبر ۱۹: ا: حضرت سلیمان علیہ السلام کس بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے؟ ا: حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی یہ بات اس علم کے ذریعہ سنی جو انہیں پرندوں کی بولی سمجھنے کے لئے معجزانہ طور پر حاصل تھا۔ بہر کیف ننھی منی چیونٹی کی احتیاط پر مبنی باتیں انہیں اتنی عجیب لگیں کہ وہ ہنس پڑے۔

۲: حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات سمجھنے کے بعد کیا فرمایا؟ ۲: چیونٹی کی اس بات پر حضرت سلیمان علیہ السلام فوراً اللہ ﷻ کی طرف رجوع ہو کر اس کی حمد و ثنا اور شکر میں محو ہو گئے۔ آپ علیہ السلام کے اندر اس قدر بڑے معجزے سے بھی کسی قسم کی خود پسندی یا تکبر کا کوئی شائبہ تک پیدا نہیں ہوا بلکہ آپ علیہ السلام فوراً عاجزانہ طور پر اپنے خالق و مالک کے حضور جھک گئے اور اس سے شکر کی توفیق مانگنے لگ گئے۔

عملی پہلو: اللہ والوں کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ ہر موقع پر "توجہ الی اللہ" (یعنی اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرنے) والے ہوتے ہیں اور وہ کسی نعمت پر اِترانے اور تکبر کرنے کے بجائے فوراً اللہ ﷻ کی بارگاہِ اقدس کی طرف متوجہ ہو کر اس کا شکر بجالاتے ہیں۔

نوٹ: حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا میں یہ بھی ہے کہ "اے رب آپ نے مجھے اور میرے والدین کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، مجھے اس حال پر باقی رکھیئے کہ میں ان کا شکر گزار رہوں" اس سے معلوم ہوا کہ والدین پر جو اللہ ﷻ کی نعمتیں ہوں ان کا بھی شکر ادا کرنا چاہیے، بات یہ ہے کہ بہت سی نعمتیں والدین کے ذریعہ اولاد کی طرف منتقل ہوتی ہیں اور وہ نعمتوں کا ذریعہ بنتے ہیں۔ والدین میں دینداری کے جذبات نعمت اولاد کی دینداری کا سبب بن جاتے ہیں۔ لہٰذا اولاد کو اس نعمت کا بھی شکر ادا کرنا ضروری ہوا، نیز میراث بھی والدین کے ذریعے اولاد کو پہنچتی ہے لہٰذا اس کا بھی شکر ادا کیا جائے۔

آیت نمبر ۲۰: ا: ایک موقع پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی حاضری کے دوران اپنے لشکر میں کون نظر نہیں آیا؟ ا: ہُدہُد۔

نوٹ: ہُدہُد (Hoopoe) کبوتر کی طرح کا ایک پرندہ ہے جس کے سر پر کلغی (Crest) ہوتی ہے اس لئے اسے شاہی پرندہ (Royal Bird) کہتے ہیں۔ یہ فلسطین اور شام کے علاقہ میں بہ کثرت پایا جاتا ہے اور کبوتر ہی کی طرح پیغام رسانی کا کام کرتا ہے۔ ہدہد دانے نہیں کھاتا بلکہ زمین سے کیڑے نکال کر کھاتا ہے اور زمین میں تین، چار فٹ لمبا سوراخ کر کے کبھی اپنا شکار نکال لیتا ہے۔ مفسرین کرام نے بیان کیا ہے کہ اللہ ﷻ نے اسے یہ صلاحیت بخشی ہے کہ یہ زمین کے اندر پانی کو اس طرح دیکھ لیتا ہے جیسے شیشہ کے اندر چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور یہ پانی کی نشاندہی کر دیتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بوقت ضرورت اس سے یہ خدمت لیتے رہتے تھے اور اس کے بتلانے پر زمین کھدوا کر حسب ضرورت پانی نکلوا لیتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر حضرت سلیمان علیہ السلام لشکر کے ساتھ کہیں جا رہے تھے، پانی کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا اور پانی کی تلاش کے لئے ہدہد کی خدمات کی ضرورت تھی کہ وہ کسی جگہ زیر زمین پانی کی نشاندہی کرے تو جنات کے ذریعے فوراً نکلوا لیا جائے، مگر ہدہد نظر نہیں آ رہا تھا۔

۲: حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کے بارے میں کیا فرمایا؟ ۲: کیا ہُدہُد کہیں غائب ہو گیا ہے۔

نوٹ: اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے کمال احتیاط، نظم و ترتیب اور بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے معاملے کی ذاتی طور پر نگرانی کا پتا چلتا ہے، حتیٰ کہ پرندوں میں سے ایک پرندے ہُدہُد اور ہُدہُد میں سے ایک خاص ہُدہُد کی عدم موجودگی بھی ان سے مخفی نہ رہ سکی۔ یقیناً یہ اُن پر اللہ ﷻ کا خاص فضل تھا۔

عملی پہلو: ذمہ دار لوگوں کو اپنے زیر نگرانی افراد کے حالات کی خبر اور ان کے معاملات کے انتظامات کی فکر رکھنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کی غیر حاضری پر کیا فرمایا؟ ۱: وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ پیش کرے۔

۲: غیر حاضری کی معقول وجہ نہ پیش کرنے پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کے لئے کیا سزا سنائی؟ ۲: حضرت سلیمان علیہ السلام نے واضح عذر پیش نہ کرنے کی صورت میں اس کے لئے دو سزائیں سنائیں، ایک ذبح کر دینا اور دوسری ذبح سے کمتر کوئی سخت سزا۔

نوٹ: پالتو جانور گائے، بیل، گدھا، گھوڑا، اُونٹ وغیرہ اگر اپنے کام میں سستی کرے تو اس کو تادیب یعنی سزا کے لئے بقدر ضرورت مارنے کی معتدل سزا اب بھی جائز ہے۔ دوسرے جانوروں کو سزا دینا شریعتِ محمدی ﷺ میں ممنوع ہے۔

عملی پہلو: ذمہ داروں کو چاہیئے ان کے ماتحت لوگوں سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو ان کو عذر پیش کرنے کا موقع دیں، سزا میں جلدی نہ کریں اور اگر عذر صحیح ثابت ہو تو سزا کو معاف کر دیں۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: ہدہُد کتنی دیر میں واپس آ گیا؟ ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام کے سزا کے فیصلے کے تھوڑی دیر بعد۔ ۲: ہُدہُد کیا لے کر واپس آیا؟ ۲: معلومات۔

۳: معلومات کی خاص بات کیا تھی؟ ۳: وہ معلومات اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم میں نہیں تھیں۔

۴: وہ معلومات کس سے متعلق تھیں؟ ۴: وہ شہر سبا سے متعلق ایک یقینی خبر تھی۔

نوٹ: سبا ایک شخص کا نام تھا، پھر اس کے بعد اس کی اولاد سبا کہلانے لگی، یہ لوگ یمن میں آباد ہو گئے پھر رفتہ رفتہ ان کے شہر کو بھی سبا کہا جانے لگا جو صنعاء سے تین دن کی مسافت کے فاصلہ پر ہے، ملکہ بلقیس اسی خاندان میں سے ہے اور یعرب بن قحطان کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے ان کی زبان عربی تھی۔ (یعرب بن قحطان کا تعلق حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی نسل سے تھا۔)

آیت نمبر ۲۳: ۱: ہُدہُد نے شہر سبا کا آنکھوں دیکھا کیا حال بیان کیا؟ ۱: ہدہُد نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جو ان لوگوں پر حکمرانی کرتی ہے۔

۲: شہر سبا کی ملکہ کا نام کیا تھا؟ ۲: اکثر مفسرین کے نزدیک اس کا نام بلقیس بنتِ شراحیل تھا۔

نوٹ: صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے اپنے ملک کا بادشاہ کسریٰ کی بیٹی کو بنا دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا "وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جس نے اپنے اقتدار کا مالک عورت کو بنا دیا"۔ اسی لئے علماء امت اس بات پر متفق ہیں کہ کسی عورت کو امامت و خلافت یا سلطنت و حکومت سپرد نہیں کی جا سکتی، بلکہ نماز کی امامت کی طرح امامت کبریٰ بھی صرف مردوں ہی کے لئے ہے۔

۳: ہُدہُد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملکہ کے بارے میں کیا بتایا؟ ۳: ہُدہُد نے بتایا کہ اسے ہر چیز دی گئی ہے اور اس کے پاس ایک بہت بڑا تخت بھی ہے۔

نوٹ: ملکہ سبا کا عظیم الشان تخت سونے اور ہیرے جواہرات سے مرصع یعنی سجا ہوا تھا۔

۴: "ہر چیز دینے" سے کیا مراد ہے؟ ۴: مراد یہ ہے کہ وہ سب ضروری ذرائع و وسائل جن کی کسی بادشاہ اور امیر کو حکومت چلانے اور ملک و قوم کی تعمیر و ترقی اور فلاح و بہبود کے سلسلے میں ضرورت ہوتی ہے یا ہو سکتی ہے اس زمانے کے مطابق اس کے پاس وہ سب موجود تھا۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: قومِ سبا اللہ ﷻ کو چھوڑ کر کس کو سجدہ کرتی تھی؟ ۱: سورج کو۔ ۲: شیطان نے قومِ سبا کے لئے اعمال کو کیسا بنا دیا تھا؟ ۲: خوشنما۔

۳: اعمال کو خوشنما بنانے سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی شیطان نے ان کو مطمئن کر دیا کہ جب تم دنیا میں دولت، طاقت اور شان و شوکت کے لحاظ سے بڑھتے ہی چلے جا رہے ہو تو پھر تمہیں یہ سوچنے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ تمہارے یہ عقائد، فلسفے اور نظریے ٹھیک ہیں یا نہیں۔ ان کے ٹھیک ہونے کی تو یہی ایک دلیل کافی ہے کہ تم مزے سے دولت کما رہے ہو اور عیش کر رہے ہو۔ ۴: ہُدہُد نے قوم سبا کے ہدایت نہ پانے کی کیا وجہ بیان کی؟ ۴: شیطان نے انہیں سیدھے راستہ سے روک دیا تھا۔ یعنی ان کے ہدایت نہ پانے کی وجہ یہ ہے کہ شیطان نے ان کی نگاہ میں سورج کی پرستش مزین کر دی تھی، اس لئے وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھ رہے تھے۔

عملی پہلو: بعض لوگ آخرت کو بُھلا کر صرف دنیاوی زندگی کو بہتر بنانا اپنی زندگی کا مقصد سمجھ بیٹھے ہیں اور شیطان نے انہیں یہی بات سُجھائی ہے کہ ان کی عقلی اور فکری قوتوں کا بہترین مصرف یہی ہے کہ وہ اپنی اسی دنیا کی زندگی کو زیادہ سے زیادہ شاندار بنائیں اور آخرت کو پس پشت ڈال دیں۔ ہمیں اس فکر سے بچنا چاہیئے اور اپنی آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

نوٹ: ہُدہُد ایک پرندہ تھا مگر اس کی فطرت میں بھی توحید کا تعارف اور شرک سے بیزاری موجود تھی۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: اللہ ﷻ کو سجدہ کرنے یعنی توحید باری تعالیٰ کے لئے کون سے دو دلائل دیئے گئے ہیں؟ ۱: i۔ اللہ ﷻ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے۔ ۲: آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں سے کیا مراد ہے؟ ۲: آسمانوں کی پوشیدہ چیزوں میں سورج، چاند، ستارے، سیارے، ہوا، بارش اور بجلی وغیرہ سب ہی داخل ہیں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں میں تمام نباتات، پودے، درخت، دریا، چشمے، زیرِ زمین پانی، تیل، گیس اور بے شمار معدنیات سب آ جاتی ہیں۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ کا علم اتنا وسیع ہے جو نہ صرف زمین و آسمان کی پوشیدہ قوتوں اور اشیاء کو جانتا ہے بلکہ وہ ہمارے بھی سب ظاہری اور پوشیدہ اعمال سے پوری طرح واقف ہے۔ لہٰذا ہمیں تمام اعمال کی انجام دہی میں اس فکر کو پختہ رکھنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

نوٹ: اللہ ﷻ مالک تو کائنات کی ہر چیز کا ہے، لیکن یہاں صرف عرشِ عظیم کا ذکر کیا گیا۔ ایک تو اس لئے کہ عرشِ الٰہی کائنات کی سب سے بڑی چیز اور سب سے برتر ہے۔ دوسرا یہ واضح کرنے کے لئے کہ ملکہ سبا کا تختِ شاہی بھی اگرچہ بہت بڑا ہے، مگر اسے عرشِ عظیم سے کوئی نسبت نہیں، جس پر اللہ ﷻ اپنی شان کے مطابق جلوہ فرما ہے۔

عملی پہلو: اس مقام پر سجدہ واجب ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں متعدد واقعات ایسے بیان ہوئے ہیں کہ اگر عقل پر ایمان کی گرفت مضبوط نہ ہو تو وہ کیوں، کیسے، ممکن اور ناممکن کی بحث ہی میں اُلجھ کر رہ جائے گی۔ قرآنِ حکیم نے بعض مقامات پر عقل کا امتحان لینا چاہا ہے جو سچے مومن ہوتے ہیں ان کی عقل ایسے نازک موقع پر اللہ ﷻ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔ دوسرا یہاں سجدہ کرنے سے مقصود یہ ہے کہ ایک مومن اپنے عمل سے اس بات کا اقرار و اظہار کرے کہ وہ آفتاب کو نہیں بلکہ صرف اللہ ﷻ ہی کو اپنا مسجود و معبود مانتا ہے۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کی بات سن کر کیا فرمایا؟ ۱: میں تمہارا امتحان لے کر دیکھوں گا کہ تم نے سچ بات کہی ہے یا اپنی جان بچانے کے لئے میرے سامنے ایک جھوٹ گھڑ کر بیان کر دیا ہے۔

عملی پہلو: اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کے سامنے اگر کوئی ملزم عذر پیش کرے تو وہ اس کو ٹھکرا نہ دے بلکہ اسے قبول کرے اور اس کی چھان بین کرے اور تحقیق کرنے کے بعد اس کے متعلق فیصلہ کرے۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کو کیا حکم دیا؟ ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد کو ایک خط ملکہ سبا کے پاس پہنچانے کا حکم دیا۔

نوٹ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد سے نامہ بری (ڈاکیہ) کا کام لیا تو اس کو مجلس کا ادب بھی سکھایا کہ خط ملکہ سبا کو پہنچا کر وہیں سر پر سوار نہ رہے بلکہ وہاں سے ذرا ہٹ جائے جو عام شاہی مجلسوں کا طریقہ ہے۔ اس سے آدابِ معاشرت اور اخلاقیات کا بھی پتا چلتا ہے۔

عملی پہلو: i۔ حکمران کو دین اور ملک کے دشمن کی کاروائیوں سے آگاہ رہنا چاہیے۔ ii ۔ مسلمان حکمران کا فرض ہے کہ وہ شرک کے خاتمے اور اللہ ﷻ کی حاکمیت کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے۔ iii ۔ حکمران اگر دین دار ہوں گے تو وہ معاشرے میں اعلیٰ اخلاق و کردار کو ترویج دیں گے حسنِ معاشرت کو عام کریں گے۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: ملکہ نے خط ملنے کے بعد کیا کیا؟ ۱: ملکہ نے یہ غیر معمولی خط پڑھا تو فوری طور پر قوم کے بڑے بڑے سرداروں کو مشورے کے لئے دربار میں طلب کر لیا۔

۲: ملکہ نے خط ملنے کے بعد اپنے درباریوں سے کیا کہا؟ ۲: میرے پاس ایک عزت والا خط بھیجا گیا ہے۔

۳: ملکہ نے "عزت والا خط" کیوں کہا؟ ۳: ملکہ نے اس خط کو عزت والا اس لئے کہا کہ ایک تو وہ عجیب و غریب اور غیر معمولی طریقے سے آیا تھا، کسی سفارتی وفد کے بجائے ایک پرندے نے اسے پہنچایا تھا۔ دوسرے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے جلیل القدر بادشاہ کی طرف سے تھا جو فرماں روا تھے۔ تیسرے اس کی ابتدا بتوں یا دیوتاؤں کے نام کے بجائے اللہ ﷻ رحمٰن ورحیم کے پاک نام سے تھی، پھر اتنا مختصر اور جامع کہ لکھنے والے کی پوری مراد چند لفظوں میں مکمل ادا ہو رہی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بات منقول ہے کہ اس خط پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی مہر تھی جو شاہی طریقہ کار تھا۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: ملکہ نے خط ملنے کے بعد اپنے سرداروں سے اور کیا کہا؟ ۱: بے شک یہ خط سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے۔

۲: خط کی ابتدا میں کیا لکھا تھا؟ ۲: اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

عملی پہلو: ہر کام کا آغاز ربِ کریم کے مبارک نام سے ہونا چاہیے۔ اس تعلیم کی حکمت یہ ہے کہ جب کوئی کام شروع کیا جائے تو اس پر اللہ ﷻ کا نام لیتے ہوئے احساس پیدا ہو کہ جو کام کرنا چاہتا ہوں وہ میرے لئے جائز بھی ہے یا نہیں۔ اس کام کی ابتدا رحمن ورحیم کی مہربانی کا نتیجہ ہے اور اس کی تکمیل بھی اسی کے کرم سے ہو گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جس کام کی ابتدا اللہ ﷻ کے ذکر سے نہ کی جائے وہ بے برکت اور نا مکمل ہے۔" (مسند احمد)

نوٹ: یہ قرآنِ مجید کا واحد مقام ہے جہاں "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" سورت کے اندر اس کے متن میں شامل ہے۔ باقی ہر جگہ یہ سورتوں کے آغاز میں لکھی گئی ہے۔

عملی پہلو: اس خط سے دعوتی اور تبلیغی خط لکھنے کے کئی آداب معلوم ہو رہے ہیں، ایک یہ کہ خط لکھنے والے کو خط کے شروع میں اپنا تعارف کرانا ضروری ہے کہ یہ خط کس کی طرف سے ہے۔ دوسرا یہ کہ خط کی ابتدا "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" سے ہونی چاہیے۔ تیسرا یہ کہ خط مختصر، جامع اور واضح ہونا چاہیے۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: خط میں کیا دو باتیں لکھی تھیں؟ ۱: i۔ سرکشی نہ کرو۔ ii۔ فرماں بردار بن کر حاضر ہو جاؤ۔

۲: فرماں بردار بن کر حاضر ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: ایک یہ کہ مطیع بن کر حاضر ہو جاؤ، دوسرے یہ کہ دینِ اسلام قبول کر کے حاضر ہو جاؤ، یہ دو ٹوک الفاظ میں قبولِ اسلام کی دعوت تھی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیشِ نظر نہ ملک گیری تھی اور نہ شان و شوکت کی فضول نمائش بلکہ ایک عظیم مقصد تھا اور وہ تھا حکومتی سطح پر اسلام کی اشاعت اور اس کا استحکام۔

نوٹ: معلوم ہوا کہ ایک طاقت ور اسلامی حکومت کسی مشرک حکومت کو چیلنج کے انداز میں اسلام کی دعوت پیش کر سکتی ہے۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں جو ممالک فتح ہوئے ان کو چیلنج کے انداز ہی میں دعوت پیش کی گئی تھی یعنی یا تو اسلام قبول کر و یا جزیہ دے کر اسلامی حکومت کی ماتحتی قبول کر و یا پھر تلوار فیصلہ کر دے گی۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: ملکہ نے خط پڑھنے کے بعد کیا کیا؟ ۱: ملکہ نے خط پڑھنے کے بعد سرداروں سے مشورہ مانگا۔

۲: ملکہ نے مشورہ لیتے وقت اپنے سرداروں سے کیا کہا؟ ۲: ملکہ نے ان کی رائے دریافت کرنے سے پہلے ان کی دلجوئی اور ہمت افزائی کے لئے یہ کہا کہ میں کسی معاملہ کا فیصلہ تمہارے بغیر نہیں کرتی۔

عملی پہلو: معلوم ہوا کہ اہم امور میں مشورہ لینے کا دستور پرانا ہے۔ اسلام نے مشورہ کو خاص اہمیت دی ہے اور ذمہ داروں کو مشورہ کا پابند کیا ہے۔ یہاں تک کہ خود رسول اللہ ﷺ جن پر وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات نازل ہوتی تھیں اس کی وجہ سے آپ ﷺ کو کسی رائے مشورہ کی درحقیقت ضرورت نہ تھی مگر امت

کے لئے سنت قائم کرنے کے واسطے آپ ﷺ کو بھی مشورہ کے لئے حکم فرمایا گیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا کہ "اور کام میں آپ (اپنے) ان (ساتھیوں) سے مشورہ کریں۔" (سورۃ اٰل عمران ۳، آیت:۱۵۹)

نوٹ: ہر ایک سے مشورہ ضروری نہیں ہے نہ مشورہ لینے والا اکثریت کی رائے کا پابند ہے، بلکہ وہ ہر کام میں ان لوگوں سے مشورہ لے گا جو اس کے اہل ہیں اور چونکہ فیصلے کے نفع نقصان کا ذمہ دار وہ خود ہے، اس لئے آخری فیصلہ اسی کا ہو گا، جو بعض اوقات اقلیت کی رائے کے مطابق بھی ہو سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اگر تم کسی بات پر متفق ہو جاؤ تو میں اس معاملے میں کبھی تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔"

آیت نمبر ۳۳: ۱: سرداروں نے ملکہ کو کیا جواب دیا؟ ۱: سرداروں نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ ہم بڑی قوت والے اور سخت جنگ جو ہیں، یعنی اسلحہ، فوج اور تیاری ہر لحاظ سے پورے ہیں، مگر ہم آپ کے حکم کے بغیر کچھ بھی کرنے والے نہیں، آپ جو حکم دیں گی ہم آپ کی بات مانیں گے۔

نوٹ: ملکہ کے مشیروں اور درباریوں نے وہی جواب دیا جو عام طور پر درباری لوگ دیا کرتے ہیں۔ وہ نہ اپنے ذہن پر زور ڈال کر کوئی دانشمندانہ جواب دینے کے عادی ہوتے ہیں اور نہ وہ اپنے سر کوئی ذمہ داری لینا چاہتے ہیں۔ وہ صرف جی حضور کہنا اور اپنے آپ کو حکم کے بندے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: ملکہ نے سرداروں کے مشورہ کے جواب میں کیا رائے دی؟ ۱: اس نازک موقع پر ملکہ نے بڑی دانش مندانہ بات کی کہ بادشاہوں کا ہمیشہ سے ہی دستور رہا ہے کہ وہ جس شہر یا علاقے کو فتح کرتے ہیں اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔

نوٹ: اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملکہ عورت ہونے کے باوجود مردوں سے زیادہ سوجھ بوجھ رکھتی تھی۔ عورتیں اقتدار کو سنبھالنے اور عدالتی فیصلے کرنے کی نسبتاً کم صلاحیت رکھتی ہیں کیونکہ ان پر جذبات کا غلبہ ہوتا ہے لیکن یہ کوئی ایسا قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ کوئی عورت بھی اس سے مستثنیٰ نہ ہو بلکہ واقعہ یہ ہے بعض عورتیں مردوں سے بھی زیادہ سوجھ بوجھ والی ہوتی ہیں اور بعض مرد عورتوں سے بھی کم فہم ہوتے ہیں۔ ملکہ سبا کی معاملہ فہمی اور دور بینی یقیناً اس کے درباروالوں سے بڑھ کر تھی اور یہ ایک استثنائی صورت ہے۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کیا بھیجنے کا فیصلہ کیا؟ ۱: تحفہ۔ ۲: ملکہ نے کب تک انتظار کرنے کا فیصلہ کیا؟ ۲: جب تک قاصد کوئی جواب نہیں لے آتے۔ ۳: حضرت سلیمان علیہ السلام کو تحفہ بھیجنے میں کیا حکمت تھی؟ ۳: اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کوئی دنیادار بادشاہ ہے یا نبی، جس کا مقصد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دین کا غلبہ ہے۔ اگر ہدیہ قبول نہیں کیا تو یقیناً اس کا مقصد دین کی اشاعت و سر بلندی ہے، پھر ہمیں بھی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں ہو گا۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے قاصد سے کیا فرمایا؟ ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے قاصد سے فرمایا کہ کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟

۲: حضرت سلیمان علیہ السلام نے قاصد کو کیا فرما کر واپس بھیج دیا؟ ۲: مجھے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جو مال و دولت دی ہے وہ تمہارے مال اور سامان سے کہیں زیادہ بہتر ہے اس لئے میں یہ مال کا ہدیہ قبول نہیں کرتا اس کو واپس لے جاؤ اور اپنے ہدیہ پر تم ہی خوش رہو۔

۳: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کیا کچھ عطا فرمایا تھا؟ ۳: دین حق، نبوت، حکمت اور عظیم الشان بے مثال حکومت عطا فرمائی تھی۔

۴: ملکہ نے یہ تحائف کیوں بھیجے؟ ۴: ملکہ بلقیس نے اپنا ہدیہ درحقیقت اس حیثیت سے بھیجا تھا کہ اس کے ذریعہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اقدام سے محفوظ رہے۔ یا پھر وہ اُن کی آزمائش کرنا چاہتی تھی۔ ۵: حضرت سلیمان علیہ السلام نے تحائف کیوں واپس کر دیئے؟ ۵: حضرت سلیمان علیہ السلام نے مشرک ملکہ کے تحائف کو قبول کرنے سے اس لئے انکار کیا کہ اس طرح ان کے خلاف کارروائی کرنے کا جواز کمزور ہو جاتا۔ اس سے ظاہر ہوتا کہ خط بھیجنے والا حکمران کسی نظریہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ دنیا کے مال کا حریص ہے۔ اس طرح وہ مشرک لوگ آپ علیہ السلام کی اس کمزوری یا مروت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مشرکانہ عقیدہ پر قائم رہتے۔

عملی پہلو: کافر کا ہدیہ قبول کرنے میں اگر اپنی یا مسلمانوں کی کسی مصلحت میں خلل آتا ہو یا ان کے حق میں رائے کی کمزوری پیدا ہوتی ہو تو ان کا ہدیہ قبول کرنا درست نہیں۔ ہاں اگر کوئی دینی مصلحت ہو تو قبول کرنے کی گنجائش ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت اس معاملے میں یہی رہی ہے کہ بعض کفار کا ہدیہ قبول فرما لیا، بعض کا رد کر دیا۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے قاصد کو کیا فرما کر واپس بھیج دیا؟ ۱: تم اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاؤ۔
۲: آپ علیہ السلام نے قاصد کے ذریعہ قوم سبا کو یہ پیغام دیا کہ ان کو کس بات سے ڈرایا گیا؟ ۲: حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف قوم سبا کے حاضر نہ ہونے پر انہیں کس بات سے ڈرایا گیا؟ پر لشکر کشی کی جائے گی۔
۳: لشکر کشی کا کیا نتیجہ ہو گا؟ ۳: انہیں ذلیل کر کے وہاں سے اس طرح نکالا جائے گا کہ وہ بے عزت ہو کر رہ جائیں گے۔
۴: ذلیل اور بے عزت ہو جانے سے کیا مراد ہے؟ ۴: ذلت یہ کہ سلطنت اور حکومت چھن جائے گی اور بے عزتی یہ کہ غلام اور قیدی بنیں گے، یا جلاوطن کیئے جائیں گے۔

نوٹ: حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ اقدام اس لئے ہوتا تھا کہ شرک کا زور ٹوٹے اور لوگوں کو ہدایت نصیب ہو۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ اسلامی حکومت کے پیش نظر ایک اعلیٰ مقصد ہوتا ہے اور وہ اس کی مناسبت سے ضروری اقدام کرتی ہے۔ اس لئے یہ خیال کرنا صحیح نہیں کہ جنگیں مدافعت کی حد تک ہی ہوتی ہیں۔ اگر اسلام میں صرف مدافعانہ جنگ کی اجازت ہوتی تو حضرت سلیمان علیہ السلام سبا کی حکومت کے خلاف فوجی کارروائی کرنے کا ارادہ ظاہر نہ فرماتے۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباروالوں سے کس چیز کو لانے کا کہا؟ ۱: ملکہ بلقیس کا تخت۔
۲: حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت لانے کے لئے کتنا وقت دیا؟ ۲: قوم سبا کے اطاعت گزار بن کر ان کے پاس پہنچنے سے پہلے پہلے۔
۳: حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کیوں لانے کا حکم دیا؟ ۳: حضرت سلیمان علیہ السلام تبلیغ کے ساتھ ساتھ ملکہ اور اس کے درباریوں کو ایک معجزہ بھی دکھانا چاہتے تھے تاکہ اسے معلوم ہو کہ اللہ رب العالمین اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو کیسی غیر معمولی قدرتیں عطا فرماتا ہے اور اسے یقین آ جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام واقعی اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام ہیں۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام کے پوچھنے پر سب سے پہلے کس نے اپنی خدمات پیش کیں؟ ۱: قوی ہیکل جن نے۔
۲: قوی ہیکل جن نے تخت کتنی دیر میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کرنے کو کہا؟ ۲: اس سے پہلے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے مقام سے اٹھیں۔
۳: قوی ہیکل جن نے اپنی کون سی دو خصوصیات کا ذکر کیا؟ ۳: i۔ پوری قوت رکھنا۔ ii۔ امانت دار ہونا۔
۴: قوی ہیکل جن نے اپنی ان دو خصوصیات کا ذکر کیوں کیا؟ ۴: اس لئے کہ ایک تو وہ تخت ہیروں، جواہرات اور سونے سے مرصع اور بہت بڑا تھا۔ دوسرا ہزاروں میل کے فاصلے پر تھا۔ اس لئے اس نے کہا کہ میں اتنی دور اسے اُٹھا لانے کی طاقت رکھتا ہوں اور پھر اس کے لانے میں کسی قسم کی کوئی کمی یعنی قیمتی چیز کی خیانت نہیں کروں گا۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام کے پوچھنے پر اس جنّ کے بعد پھر کس نے اپنی خدمات پیش کیں؟ ۱: ایک شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔
۲: اس شخص نے کیا خدمات پیش کیں؟ ۲: حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس تخت کو لانے کی۔ ۳: وہ شخص کون تھا؟ ۳: اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیاہ تھے، اور یہ کہ ان کے پاس کتب سماویہ اور اللہ تعالیٰ کے ناموں سے متعلق ایک خاص علم تھا جس کی تاثیر سے انہوں نے اس کام کو ممکن کر دکھایا۔

نوٹ: اس شخصیت کے پاس کون سا علم تھا۔ اس کو قرآنِ حکیم نے بیان نہیں کیا نہ نبی کریم ﷺ نے اس بارے میں وضاحت فرمائی ہے۔ چنانچہ ہمیں اس بارے میں مزید کسی کھوج یعنی تلاش میں نہیں پڑنا چاہیئے۔

۴: اس شخص نے تخت کتنی دیر میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کرنے کا کہا؟ ۴: آنکھ جھپکنے سے پہلے۔

نوٹ: اب رہی یہ بات کہ ڈیڑھ ہزار میل سے ایک تخت شاہی پلک جھپکتے کس طرح اٹھ کر آ گیا، تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ زمان و مکان اور مادہ و حرکت کے جو تصورات ہم نے اپنے تجربات و مشاہدات کی بنا پر قائم کیئے ہیں ان کی جملہ حدود صرف ہم ہی پر منطبق ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کے لئے نہ یہ تصورات صحیح ہیں اور نہ وہ ان حدود سے محدود ہے، اس کی قدرت ایک معمولی تخت تو درکنار، سورج اور اس سے بھی زیادہ بڑے سیاروں کو سیکنڈوں میں لاکھوں میل کا فاصلہ طے کرا سکتی ہے، جس خدا کے صرف ایک حکم سے یہ عظیم کائنات وجود میں آ گئی ہے اس کا ایک ادنیٰ اشارہ ہی ملکہ سبا کے تخت کو روشنی کی رفتار سے چلا دینے کے لئے کافی تھا، آخر اسی قرآنِ مجید میں یہ ذکر بھی تو موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک رات، اپنے بندہ خاص سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے بیت المقدس لے بھی گیا اور واپس بھی لے آیا۔ (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۱) ۵: حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب تخت اپنے پاس رکھا دیکھا تو کیا فرمایا؟

۵: انہوں نے فرمایا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری۔ اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو وہ اپنے لئے شکر کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرے تو بے شک میرا رب بے نیاز بڑی عزت والا ہے۔

عملی پہلو: جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر کرتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں کرتا بلکہ اس کا فائدہ خود اسی کو ہے، کیونکہ اس سے اسے مزید نعمتیں حاصل ہوں گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "تمہارے رب نے اعلان فرمایا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے"۔ (سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت: ۷) اور جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بے قدری اور ان کا انکار کرتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو نعمت دے کر اور واپس لے کر آزماتا ہے مگر مومن ہر حال میں صبر و شکر کا دامن تھامے رکھتا ہے۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا حکم دیا؟ ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کے تخت میں کچھ تبدیلی کرنے کا حکم دیا۔

۲: حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کی صورت بدلنے کو کیوں کہا؟ ۲: تا کہ ملکہ کی عقل و دانش اور فہم و فراست کا امتحان کریں کہ وہ یہ بات جان لیتی ہے کہ یہ تخت اسی کا ہے، یا اسے سمجھ نہیں پاتی، اور اتنا بڑا معجزہ دیکھ کر ہدایت کی راہ پر آتی ہے یا نہیں۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: ملکہ جب حاضر ہوئی تو اسے کیا کہا گیا؟ ۱: اسے تخت پہچاننے کو کہا گیا کہ یہ کیا تمہارا ہے؟ ۲: ملکہ نے تخت کو دیکھ کر کیا کہا؟ ۲: اس نے پہچاننے کے بعد کہا ہاں! یہ تو گویا وہی ہے۔ ۳: ملکہ نے دربار میں پہنچ کر کیا جاننے کا اعتراف کیا؟ ۳: حضرت سلیمان علیہ السلام کی پیغمبرانہ عظمت کے جاننے کا اعتراف کیا۔ ۴: ملکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمت کی کیوں قائل ہو گئی تھی؟ ۴: پہلے تو اس نے سفارتی نمائندوں کے ذریعے حضرت سلیمان علیہ السلام کے کردار اور اقتدار کو سمجھ لیا تھا اس کے ساتھ ہی اس نے معجزانہ طور پر تخت کے یہاں لانے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی پیغمبرانہ گفتگو اور حیادارانداز دیکھا تو اسے یقین ہو گیا یہ کوئی دنیادار حکمران نہیں کہ جس نے محض شان و شوکت اور حرص و لالچ کے لئے مجھے دھمکی دی ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ ہے جو میری اور میری قوم کی ہدایت کے لئے کوشاں ہے۔ ۵: ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمت دیکھ کر کیا فیصلہ کیا؟

۵: ملکہ نے شاہانہ انداز کے بجائے عاجزانہ انداز میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی شخصیت اور ان کی دعوت کا اعتراف کیا اور اپنے تابعدار ہونے کا اظہار کیا۔

عملی پہلو: ذہین اور عقلمند وہ شخص ہے جو حق کو پہچانے اور اسے تسلیم کرنے میں تاخیر نہ کرے۔ عقلمند کے لئے ایمان کے مقابلہ میں دنیا کے اقتدار اور اختیارات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: ملکہ کو ایمان لانے سے کس چیز نے روک رکھا تھا؟ ۱: ان چیزوں نے جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتی تھی۔

۲: ملکہ کا تعلق کس قوم سے تھا؟ ۲: کافر قوم سے جو سورج وغیرہ کے پجاری تھی۔

نوٹ: اب تک اس کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ تھی کہ غیر اللہ ﷻ کی عبادت کی عادت نے اسے روک رکھا تھا اور یہ عادت اس لئے پڑی تھی کہ آنکھ کھول کر اس نے اردگرد کفر ہی کفر دیکھا تھا۔

عملی پہلو: انسان کی ہدایت اور گمراہی اور تعلیم و تربیت میں ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ جیسا ماحول میسر آئے انسان کی شخصیت ویسی ہی ڈھلتی چلی جاتی ہے۔ مشرکانہ ماحول عقیدہ توحید سمجھنے اور ماننے میں بہت بڑی رکاوٹ ہوتا ہے اس لئے ہمیں مشرکانہ ماحول سے خود کو بھی بچانا چاہیے اور دوسروں کو بھی بچنے کی تبلیغ کرنی چاہیے۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: ملکہ سے کیا کہا گیا؟ ۱: محل میں داخل ہونے کا۔ ۲: ملکہ جب محل میں داخل ہوئی تو اس نے کیا کیا؟ ۲: اس نے اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔ ۳: ملکہ نے اپنی دونوں پنڈلیاں کیوں کھول دیں؟ ۳: کیوں کہ شیشے کا فرش اسے پانی معلوم ہوا۔ ۴: "پنڈلیاں کھول دینے" سے کیا مراد ہے؟ ۴: یعنی وہ شیشے کا چکنا فرش تھا اور ملکہ نے جب اس میں اپنا عکس دیکھا تو اسے پانی سمجھ کر پنڈلیوں سے کپڑا اوپر اٹھالیا کہ شاید آگے جانے کے لئے اس پانی سے ہو کر گزرنا ہے۔ ۵: ملکہ کے اس عمل پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیا فرمایا؟ ۵: بے شک یہ ایسا محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ ۶: حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیشے کا محل کیوں بنایا؟ ۶: حضرت سلیمان علیہ السلام نے نبوت کے اظہار کے لئے کچھ معجزات دکھانے کے بعد مناسب سمجھا کہ اسے اپنی دنیاوی شان و شوکت اور سلطنت کی بھی ایک جھلک دکھلا دی جائے جس میں اللہ ﷻ نے انہیں تاریخ انسانیت میں ممتاز کیا تھا تاکہ وہ عورت دنیا کے اعتبار سے بھی اپنی بادشاہت اور سلطنت کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے مقابلہ میں بڑی نہ سمجھے، اس سے دراصل اسے احساس دلانا مقصود تھا کہ جو نعمتیں اللہ ﷻ نے ہمیں دے رکھی ہیں وہ اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہیں۔

نوٹ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے محل کا صحن کچھ اس انداز سے بنوایا تھا جس کے اوپر شیشہ جڑا ہوا تھا۔ لیکن جب کوئی شخص محل میں داخل ہوتا تو اس کا زاویہ نگاہ ایسا ہوتا تھا کہ اسے وہ صحن ایک گہرا پانی کا حوض معلوم ہوتا تھا۔ جس میں پانی لہریں مار رہا ہو۔ اور اس کی کیفیت کچھ ایسی تھی جیسے کسی دور سے دیکھنے والے کو ریت کا تودہ یا سراب ٹھاٹھیں مارتا ہوا پانی نظر آتا ہے۔ ۷: ملکہ نے یہ سب کچھ دیکھ کر کیا کیا؟ ۷: ملکہ اپنی جان پر شرک کرنے کے ظلم کا اعتراف کرتی ہوئی مسلمان ہو گئی۔

نوٹ: ملکہ سبا بلقیس کے مسلمان ہونے کے بعد کیا ہوا؟ قرآن میں یا کسی صحیح حدیث میں اس کی تفصیل نہیں ملتی تفسیری روایات میں یہ ضرور ملتا ہے کہ ان کا باہم نکاح ہو گیا تھا لیکن جب قرآن و حدیث اس بارے میں خاموش ہیں تو اس کی بابت خاموشی ہی بہتر ہے۔ واللہ اعلم

آیت نمبر ۴۵: ۱: قومِ ثمود کی طرف کس نبی علیہ السلام کو بھیجا گیا؟ ۱: حضرت صالح علیہ السلام کو۔ ۲: حضرت صالح علیہ السلام نے قومِ ثمود کو کیا دعوت دی؟ ۲: صرف ایک اللہ ﷻ کی عبادت کرنے کی دعوت دی۔ ۳: حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کا قوم نے کیا جواب دیا؟ ۳: حضرت صالح علیہ السلام نے جب قومِ ثمود کو توحید کی دعوت دی تو اس پر وہ لوگ دو گروہ بن کر آپس میں جھگڑنے لگے۔

نوٹ: یہ معاملہ صرف حضرت صالح علیہ السلام سے ہی مختص نہیں بلکہ ہر نبی علیہ السلام کی دعوت پر یہی کچھ ہوتا ہے کہ کچھ انصاف پسند، معاشرتی ناہمواریوں سے بیزار اور مظلوم قسم کے انسان نبی علیہ السلام کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں۔ برائی اور ظلم کے عادی بااختیار اور اثر و رسوخ رکھنے والے لوگ نبی علیہ السلام کے دشمن بن جاتے ہیں۔ پھر ان دونوں گروہوں کی آپس میں مخالفت کا ماحول بن جاتا ہے اور حق و باطل کے معرکہ کا آغاز ہو جاتا ہے یہی صورت حال قوم ثمود میں بھی رونما ہو گئی تھی۔

نوٹ: قصہ حضرت صالح علیہ السلام کی مزید تفصیلات مطالعہ قرآنِ حکیم حصہ اول اور اس کے رہنمائے اساتذہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا فرمایا؟ ۱: تم بھلائی سے پہلے بُرائی کیوں طلب کرتے ہو؟ ۲: بُرائی طلب کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: عذاب مانگنا۔ جیسا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ وہ عذاب لے آیئے جس کا آپ (علیہ السلام) ہم سے وعدہ کرتے ہیں۔ ۳: حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو کیا نصیحت فرمائی؟ ۳: بھلائی طلب کرنے یعنی کفر و شرک سے توبہ کر کے اللہ ﷻ سے بخشش مانگنے کی تلقین فرمائی تاکہ اللہ ﷻ ان پر رحم فرمائے۔

نوٹ: مخالفین چونکہ نبی علیہ السلام کی نبوت کے ہی منکر ہوتے ہیں لہٰذا وہ ان کی ہر بات کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ نبی علیہ السلام انہیں بھلے کاموں کی دعوت دیتے ہیں اور پہلے سے کیئے ہوئے برے کاموں سے توبہ واستغفار کی تلقین کرتے ہیں۔ نیز برے کاموں کے انجام بد اور عذاب الٰہی سے ڈراتے ہیں تو متکبر لوگ نبی علیہ السلام کے بارے میں یہ کہتے ہیں اگر وہ سچے ہیں تو اب تک ہم پر وہ عذاب آیا کیوں نہیں جس سے وہ ہمیں بار بار ڈراتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا یہ حال ہے کہ جو کرنے کے کام ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت طلبی، ان باتوں کی طرف وہ توجہ ہی نہیں کرتے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان کے اسی طرز عمل پر تنبیہ فرمائی ہے۔

۴: اللہ تعالیٰ کی رحمتیں کب نازل ہوتی ہیں؟　　۴: توبہ واستغفار کرنے پر۔

نوٹ: توبہ اور استغفار پر صرف گناہوں کی معافی کا وعدہ نہیں بلکہ دنیاوی نعمتیں اور برکتیں بھی عطا کیئے جانے کا وعدہ ہے۔ (سورہ نوح ۷۱، آیت: ۱۰ تا ۱۲)

آیت نمبر ۴۷: ۱: قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے کیا کہا؟　　۱: ہم تو آپ (علیہ السلام) کو اور آپ (علیہ السلام) کے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں (معاذاللہ)۔

۲: منحوس سمجھنے سے کیا مراد ہے؟　　۲: یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے قوم میں انتشار پیدا کر دیا ہے اور فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا دی ہے۔ وہ جب سے یہاں آئے ہیں ان پر آفتیں اور مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں (معاذاللہ)۔　　۳: حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو کیا جواب دیا؟　　۳: تمہاری نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے بلکہ تم لوگ آزمائش میں ڈالے گئے ہو۔　　۴: "آزمائش میں ڈالے جانے" سے کیا مراد ہے؟　　۴: حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا یہ مصائب اور تکالیف جنہیں تم میری طرف منسوب کر رہے ہو حقیقت میں یہ تمہاری اپنی بد اعمالیوں کا نتیجہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ نازل ہو رہی ہیں۔ تم حقیقت کو تو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور خواہ مخواہ مجھ پر الزام لگائے چلے جاتے ہو۔

عملی پہلو: نافرمان قوموں نے ہمیشہ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر اہل حق کا مذاق اُڑایا، اُن پر طرح طرح کے الزام لگائے اور اپنی تباہی و بربادی کا ذمہ دار (معاذاللہ) انہیں ٹھہرایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں نے صبر واستقامت سے حق کی دعوت جاری رکھی۔

آیت نمبر ۴۸: ۱: کتنے سرداروں کے زمین میں فساد کرنے کا ذکر ہے؟　　۱: نو (۹)۔　　۲: یہ نو سردار کہاں کے رہنے والے تھے؟　　۲: حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا مسکن شمال مغربی عرب کا وہ علاقہ تھا جو آج بھی الحجر کے نام سے موسوم ہے جو مدینہ اور تبوک کے درمیان واقع ہے جسے مدائن صالح بھی کہتے ہیں۔ یہ مکہ سے شام جانے والے راستے پر پڑتا ہے۔ یہی ثمود کا صدر مقام تھا اور قدیم زمانہ میں حجر کہلاتا تھا۔ سورۂ حجر کا نام اسی شہر کے نام پر ہے۔ وسیع رقبہ میں ان کی عمارتوں کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں۔ جن کو قوم ثمود نے پہاڑ تراش تراش کر بنایا تھا ان کھنڈرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں اس کی آبادی لاکھوں افراد پر مشتمل ہو گی یہ نو سردار حجر کے ہی رہنے والے تھے۔　　۳: ان نو سرداروں کا کیا طرز عمل بیان ہوا ہے؟　　۳: اپنی اصلاح نہیں کرتے تھے۔ قوم ثمود کے شہر حجر میں نو آدمی ایسے تھے جو پوری قوم کو خراب کرتے تھے اور حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب پر لوگوں کو ابھارتے تھے۔ انہی کی سفارش کے نتیجہ میں قدار بن سالف نے، جو ان میں سے ایک تھا، اس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ہلاک کر دیا اور خود انہیں بھی رات کے وقت قتل کر دینے کی سازش کی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی کہ ہم سب مل کر صالح (علیہ السلام) اور اس کے ماننے والوں کو قتل کر کے ان کے رشتہ داروں سے کہہ دیں گے کہ ان کے قتل کیئے جانے کی ہمیں کوئی خبر نہیں ہے اور ہم اپنی بات میں سچے ہیں۔

آیت نمبر ۴۹: ۱: سرداروں نے آپس میں مل کر کس ناپاک منصوبہ پر قسم کھائی؟　　۱: حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں پر رات میں حملہ کرنے کی۔

۲: سرداروں نے حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کے بعد ان کے وارثوں سے کیا کہنے کا فیصلہ کیا؟　　۲: ہم تو ان کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے اور بے شک ہم سچے ہیں۔

نوٹ: ان سب سرداروں نے مل کر حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کی۔ ان میں سے کوئی اکیلا یہ اقدام کر کے حضرت صالح علیہ السلام کے قبیلے کے ساتھ دشمنی مول نہیں لے سکتا تھا، اس لئے انہوں نے حلف اٹھوا کر سب کو اس پر آمادہ کیا۔ سب کو اس طرح اس مہم میں شامل کرنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ان میں سے

کوئی شخص راز فاش نہ کر سکے۔ قبائلی روایات و قوانین کے تحت پورا قبیلہ بحیثیت مجموعی اپنے تمام افراد کے جان و مال کے تحفظ کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اپنے کسی فرد کو کوئی گزند پہنچنے کی صورت میں پورا قبیلہ یک جان ہو کر اس کے بدلے کا اہتمام کرتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ ھود میں ذکر ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ بھی آپ علیہ السلام کے خلاف ایسا ہی اقدام کرنا چاہتے تھے لیکن آپ علیہ السلام کے قبیلے کے ڈر کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے۔ اپنی اس مجبوری کا اقرار انہوں نے ان الفاظ میں کیا تھا کہ "اور اگر آپ کا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم آپ کو سنگسار کر دیتے۔" (سورۃ ھود ۱۱، آیت: ۹۱)۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بھی مکہ میں ایک وقت ایسا آیا کہ سب مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے درپے ہو گئے (معاذ اللہ)، مگر اپنی اس خواہش کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ڈرتے تھے کہ ان کا یہ اقدام ان کے قبائل کے درمیان کہیں خانہ جنگی کا باعث نہ بن جائے۔ چنانچہ انہوں نے بھی بعینہٖ وہی منصوبہ بنایا جو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے بنایا تھا کہ ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان اس عمل میں شریک ہو اور سب مل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کریں۔ اس طرح نہ تو یہ پتا چل سکے گا کہ اصل قاتل کون ہے اور نہ ہی بنو ہاشم سب قبائل سے بدلہ لینے کی جرأت کر سکیں گے۔ تاہم ان کی سازش ناکام ہوئی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محفوظ فرمایا۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: کن لوگوں کے چال چلنے کا ذکر ہے؟ ۱: قومِ ثمود کے نو سرداروں کے۔ ۲: سرداروں نے کیا چال چلی؟ ۲: حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ۳: سرداروں کی چال کے مقابلہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کیسی تدبیر فرمائی؟ ۳: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایسی تدبیر فرمائی کہ انہیں خبر بھی نہ ہوئی یعنی ان کی سازش کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس طرح ناکام بنایا کہ انہوں نے اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جو وقت مقرر کیا تھا اس سے پہلے ہی ان کو عذاب کی گرفت میں لے لیا۔

عملی پہلو: ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنا چاہیئے کہ وہ نافرمانوں کے مذموم منصوبہ کو نہ صرف ناکام بناتا ہے بلکہ انہیں تباہ و برباد بھی کر دیتا ہے۔

آیت نمبر ۵۱: ۱: سرداروں کی چال کا کیا انجام ہوا؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں اور ساری قوم کو تباہ کر دیا۔

عملی پہلو: حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے انجام میں لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مقابلے میں کسی کی چال کارگر نہیں ہوتی جو بھی مکر و فریب سے کام لے گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی طرح نشانِ عبرت بنا دے گا اور ان کی بستیاں آج بھی اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

نوٹ: "حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجر کے مقام سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کے مقام سے نہ گزرا کرو جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کہیں تم پر وہ آفت نہ آپڑے جو ان پر آپڑی تھی۔ اگر گزرنا ناگزیر ہو تو روتے ہوئے گزرا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر جھکایا اور سواری کو تیز کیا یہاں تک کہ اس وادی سے گزر گئے۔" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۵۲: ۱: قومِ ثمود کے مکانات کیوں ویران پڑے ہیں؟ ۱: ان کے ظلم کی وجہ سے۔ ۲: قصہ حضرت صالح علیہ السلام میں کن لوگوں کے لئے نشانی ہے؟ ۲: ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں۔ یعنی اس قصہ کو پڑھنے اور سننے کے بعد جان چکے ہیں کہ نافرمانوں کا کیسا انجام ہوتا ہے۔

نوٹ: اس کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہی لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں جو ان کھنڈرات کو دیدہ بینا سے دیکھتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ وہ جو اقوام عالم کے عروج و زوال کے قانون سے واقف ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ جن قوموں نے رسولوں کی تکذیب کی اور انہیں دکھ پہنچایا وہ تباہ و برباد ہو کر رہیں۔ تیسرا یہ کہ وہ لوگ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو طبعی اسباب کا پابند نہیں سمجھتے بلکہ یہ جانتے ہیں کہ طبعی اسباب کا خالق وہ خود ہے اور ان میں جب چاہے رد و بدل بھی کر سکتا ہے۔ ظاہری اور باطنی سب اسباب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہ یوں نہیں کہہ دیتے کہ فلاں عذاب مثلاً زلزلہ تو محض طبعی اسباب کی بنا پر آیا تھا اس کا لوگوں کے گناہوں سے کیا تعلق؟

آیت نمبر ۵۳: ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب سے کون لوگ محفوظ رہے؟ ۱: جو ایمان لائے تھے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرتے رہتے تھے۔

نوٹ: حضرت صالح علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لائے تھے اور کفر اور نافرمانی سے بچتے تھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو عذاب کی لپیٹ سے بچا لیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت ہے کہ اگر وہ چاہے تو مومنوں کو نقصان پہنچائے بغیر کافر قوموں کو ہلاک کر سکتا ہے۔

نوٹ: حضرت صالح علیہ السلام کے قصہ کی مزید تفصیلات مطالعہ قرآنِ حکیم کے حصہ اوّل اور اس کے "رہنمائے اساتذہ" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

آیت نمبر ۵۴: ۱: کس رسول کا ذکر ہے؟ ۱: حضرت لوط علیہ السلام کا۔ ۲: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کیسے بے حیائی کرتی تھی؟ ۲: دیکھتے ہوئے۔

۳: "دیکھتے ہوئے بے حیائی کرنے" سے کیا مراد ہے؟ ۳: اس ارشاد کے کئی مطلب ہوسکتے ہیں اور غالباوہ سب ہی مراد ہیں، ایک یہ کہ وہ اس فعل کے فحش اور بُرا ہونے سے ناواقف نہیں تھے، بلکہ جانتے بوجھتے اس کا ارتکاب کرتے تھے۔ دوسرا یہ کہ وہ اس بات سے بھی ناواقف نہیں تھے کہ مرد کی خواہشِ نفس کے لئے مرد نہیں پیدا کیا گیا بلکہ عورت پیدا کی گئی ہے، اور مرد و عورت کا فرق بھی ایسا نہیں ہے کہ اُن کی آنکھوں کو نظر نہ آتا ہو مگر وہ کھلی آنکھوں کے ساتھ یہ بُرا کام کرتے تھے، تیسرا یہ کہ وہ علانیہ یہ بے حیائی کا کام کرتے تھے جب کہ دیکھنے والی آنکھیں انہیں دیکھ رہی ہوتی ہیں، جیسا کہ سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت: ۲۹ میں ہے "اور تم اپنی مجلسوں میں برا کام کرتے ہو۔"

آیت نمبر ۵۵: ۱: قومِ لوط علیہ السلام کی کس بُرائی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: وہ لوگ بے حیائی کے کام کرتے تھے یعنی وہ لوگ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جنسی خواہش کے لئے آتے تھے۔ ۲: حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو کیا لقب دیا؟ ۲: جاہل قوم کا۔

۳: حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو جاہل کیوں کہا؟ ۳: جہالت کا لفظ یہاں حماقت اور سفاہت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اردو زبان میں بھی ہم گالی گلوچ اور بیہودہ حرکات کرنے والے کو کہتے ہیں کہ وہ جہالت پر اتر آیا ہے۔ اسی معنی میں یہ لفظ عربی زبان میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے "اور جب ان سے جاہل لوگ بات کریں تو کہتے ہیں (بس اب ہمارا) سلام "لیکن اگر اس لفظ کو بے علمی ہی کے معنی میں لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ تم اپنی ان حرکات کے برے انجام کو نہیں جانتے، تم یہ تو جانتے ہو کہ یہ ایک لذت نفس ہے جو تم حاصل کر رہے ہو، مگر تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اس انتہائی مجرمانہ اور گھناؤنی حرکت کا کیسا سخت خمیازہ تمہیں عنقریب بھگتنا پڑے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عذاب تم پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار کھڑا ہے اور تم ہو کہ انجام سے بے خبر اپنے اس گندے کھیل میں مبتلا ہو۔

آیت نمبر ۵۶: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کو قوم نے کیا جواب دیا؟ ۱: ان کو اور ان کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔

۲: قوم نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکالنے کا کیا جواز پیش کیا؟ ۲: وہ کہنے لگے یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔

عملی پہلو: جب کوئی برائی کسی معاشرے میں وبا کی شکل اختیار کر لیتی ہے تو وہاں پر حق اور داعیِ حق کی آواز کے خلاف لوگوں کو ابھارنا اور دعوتِ حق کا راستہ روکنا کچھ مشکل نہیں رہ جاتا۔ آج اگر کسی نے اس کا تجربہ کرنا ہو تو آج کی بے پردہ بیگمات کی کسی محفل میں بے پردگی کے خلاف دو کلمات کہہ کر دیکھ لے۔ اس کو خود معلوم ہو جائے گا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۵۷: ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ ۱: حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو نجات دی سوائے ان کی بیوی کے۔ ۲: حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا کیا انجام ہوا؟ ۲: حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پیچھے رہ جانے والوں میں طے کر دیا تھا۔

۳: پیچھے رہ جانے سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی وہ بھی قوم کے ساتھ اس عذاب کا شکار ہوئی، اس لئے وہ ایمان نہیں لائی تھی۔ نجات کے لئے ایمان لانا ضروری ہے۔ ایمان کے بغیر کسی معزز ہستی سے رشتہ داری بھی کام نہیں آئے گی۔

آیت نمبر ۵۸: ۱: قومِ لوط علیہ السلام کو کیسے ہلاک کر دیا گیا؟ ۱: پتھروں کی بارش برسا کر۔ ۲: پتھروں کی بارش کے بارے میں کیا بتایا گیا؟ ۲: وہ بہت بری بارش تھی ڈرائے جانے والوں پر۔ ۳: "ڈرائے جانے والوں" سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۳: جنہیں پیغمبروں کے ذریعے سے ڈرایا گیا اور ان پر حجت قائم کر دی گئی لیکن وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب و انکار سے باز نہیں آئے۔

نوٹ: حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ کی مزید تفصیلات مطالعہ قرآن حکیم کے حصہ چہارم اور اس کے "رہنمائے اساتذہ" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

آیت نمبر ۵۹: ۱: یہاں خطاب کس سے ہے؟ ۱: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ ۲: تمام تعریف اور شکر کس کے لئے ہے؟ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے۔

۳: کن لوگوں پر سلامتی فرمانے کا ذکر ہے؟ ۳: ان بندوں پر جنہیں اللہ ﷻ نے چن لیا۔

۴: "چُنے ہوئے بندوں" سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۴: اُن سے بالاتفاق انبیاء کرام علیہم السلام مراد ہیں، کچھ مفسرین نے دیگر صالحین کو بھی اِس میں داخل کیا ہے۔

نوٹ: حمد وسلام سے کلام کا آغاز علماء، خطباء اور واعظین کی تحریروں، تقریروں میں اور فتح کی خوشخبری اور کسی نعمت پر مبارک باد کے مکتوبات میں تورات سے چلا آتا ہے۔ یعنی تورات میں بھی یہی تھا کہ حمد وسلام سے بات کا آغاز کیا جاتا تھا اور یہ مبارک طریقہ کار گویا پہلی آسمانی کتابوں سے چلا آرہا ہے جس پر آج بھی اہل ایمان عمل کرتے آرہے ہیں۔

عملی پہلو: اس آیت کریمہ میں اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ دعوت کے میدان میں جب سامعین کے سامنے کوئی تقریر کریں یا کوئی تحریر پیش کریں تو اللہ ﷻ کی برکت حاصل کرنے کے لئے اس کا آغاز اللہ ﷻ کی حمد وثنا اور انبیاء کرام علیہم السلام، جو اللہ ﷻ کے نیک بندے ہیں، ان پر درود وسلام سے کریں۔

۵: اس آیت میں شرک کی مذمت اور توحید کے اثبات کے لئے کیا مثال پیش فرمائی گئی؟ ۵: کیا الگ الگ بہت سے معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ ﷻ جو سب پر غالب ہے۔

آیت نمبر ۶۰: ۱: اس آیت میں کس بارے میں دلائل دیئے گئے ہیں؟ ۱: توحیدِ باری تعالیٰ کے بارے میں۔ ۲: توحید باری تعالیٰ کے بارے میں کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۲: زمین وآسمان کو پیدا فرمانے والا بھلا کون ہے؟ یعنی اللہ ﷻ کے سوا کوئی اور بھی ان کو پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے کیا، یقیناً ہر گز نہیں۔

۳: توحید باری تعالیٰ کے بارے میں اور کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۳: آسمان سے بارش کون نازل فرماتا ہے؟ یقیناً اللہ ﷻ۔ ۴: بارش سے رنگارنگ خوشنما باغات کون اُگاتا ہے؟ ۴: یقیناً اللہ ﷻ ۵: ان سوالوں سے کیا بتانا مقصود ہے؟ ۵: نافرمان اور کفر وشرک میں مبتلا قوموں سے ان سوالوں کا مقصد یہی ہے کہ وہ دیانت داری سے غور وفکر کریں اور بتائیں کہ یہ سب قدرتیں کس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جتنا بھی اس میں غور وفکر کریں گی بالآخر تھک ہار کر مجبور ہو جائیں گی کہ اللہ ﷻ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

نوٹ: متجسسانہ سوالات یعنی جن سوالوں میں غور وفکر کی دعوت ہو، تحقیقی سوالات (searching questions) کا یہ انداز بہت مؤثر ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان اشعار میں یہی مضمون بالکل اسی انداز میں پیش کیا ہے:

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار؟
خاک یہ کس کی ہے؟ کس کا ہے یہ نورِ آفتاب؟

۶: "راستے سے الگ ہوتے" سے کیا مراد ہے؟ ۶: عدل ایسا لفظ ہے جس کا معنیٰ اس کے سیاق وسباق سے متعین ہوتا ہے یہاں عدل کا معنیٰ زیادتی کرنا اور کسی کو "اللہ" کے برابر ٹھہرانا ہے (معاذ اللہ)۔ عدل کا معنیٰ انصاف کرنا بھی ہے اور بے انصافی کرنا بھی۔ اس لحاظ سے اس جملہ کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک تو ترجمہ سے ہی واضح ہے کہ تمام مخلوق کو پالنے اور کائنات کا نظام سنبھالنے کا اختیار صرف اللہ ﷻ کے قبضہ قدرت میں ہے کیونکہ وہی حقیقتاً اور مستقلاً قدرت رکھنے والا ہے۔ لہٰذا عبادت میں دوسروں کو اس میں شامل کر لینا کس قدر بے انصافی اور ظلم کی بات ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس اعترافِ حقیقت کے باوجود یہ لوگ اپنے معبودوں کو اللہ ﷻ کے برابر کا درجہ دیتے ہیں۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ راہ راست سے ہٹ جاتے ہیں یعنی اعتراف حقیقت کے باوجود اس کا نتیجہ غلط نکال رہے ہیں۔

نوٹ: "ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللهِ" یہ آیت سورۃ النمل ۲۷ میں پانچ بار آیات ۶۱ تا ۶۴ میں دہرائی گئی ہے جس کا ترجمہ ہے "(تو) کیا اللہ ﷻ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟"

آیت نمبر ۶۱: ۱:اس آیت میں کس بارے میں دلائل دیئے جارہے ہیں؟ ۱:توحید باری تعالیٰ کے بارے میں۔

۲:توحیدِ باری تعالیٰ کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۲:وہی اللہ ﷻ ہے جس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا۔

۳:"ٹھہرنے کی جگہ" بنانے سے کیا مراد ہے؟ ۳:جہاں انسان ہیں اور اپنی زندگی خوشی اور آرام سے بسر کر رہے ہیں۔ اللہ ﷻ نے اس زمین میں وہ تمام وسائل اور اسباب رکھے ہیں جو انسانی زندگی کی بقا، نشوونما، فطری صلاحیتوں کی آبیاری اور ترقی کے لئے ممد و معاون ہوسکتے ہیں۔

نوٹ: نیویارک سائنس اکیڈمی کے پریذیڈنٹ "صدرائے سی موریسن" کے مضمون کا ایک مختصر اقتباس پڑھ کر "اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا" کا مفہوم مزید واضح ہوجاتا ہے۔ "زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکر کاٹ رہی ہے۔ اگر اس کی رفتار ایک ہزار میل کے بجائے ایک سو میل ہوتی تو دن اتنے لمبے ہوتے کہ سورج کی تپش تمام کھیتوں کو بھون کر رکھ دیتی اور راتیں اتنی لمبی اور سرد ہوتیں کہ زندگی کی اگر کچھ رمق سورج کی تپش سے بچ جاتی تو رات کی سردی اسے منجمد کر کے رکھ دیتی۔ سورج کا درجہ حرارت بارہ ہزار ڈگری فارن ہیٹ ہے لیکن زمین کو اس سے اتنی مناسب دوری پر رکھ دیا گیا ہے کہ وہاں سورج کی حرارت اس قدر ہی پہنچتی ہے جو حیات بخش ہے اور اگر سورج کا درجہ حرارت بارہ ہزار ڈگری کی بجائے چھ ہزار ڈگری ہوتا تو کرہ ارض برد (یعنی برف اور انتہائی ٹھنڈک) کے نیچے دب جاتا اور اگر اٹھارہ ہزار ڈگری ہوتا تو ساری زمین اس کی گرمی سے جل کر راکھ ہوجاتی۔ زمین کا جھکاؤ تئیس درجے کا زاویہ بناتا ہے۔ اور اسی جھکاؤ سے ہمارے موجودہ موسم مناسب وقفوں کے بعد باری باری آتے ہیں۔ اگر اس میں یہ جھکاؤ نہ ہوتا تو سمندر سے اٹھنے والے بخارات جنوب اور شمال میں حرکت کرتے اور اتنی زور سے برف باری ہوتی کہ ساری زمین ڈھک جاتی۔ اگر چاند کی دوری زمین سے اتنی نہ ہوتی جتنی اب ہے بلکہ صرف پچاس ہزار میل ہوتی تو سمندروں میں مدوجزر اس شدت سے آتا کہ پہاڑوں تک کو بھی بہا کر لے جاتا۔ اگر زمین کی سطح موجودہ سطح سے صرف دس فٹ زیادہ موٹی ہوتی تو یہاں آکسیجن ہی نہ ہوتی اور کوئی جانور زندہ نہ رہتا اور اگر سمندر چند فٹ اور گہرے ہوتے تو ساری کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن ختم ہوجاتی اور روئے زمین پر کوئی سبز پتا نظر نہ آتا۔ اس حکیمانہ نظام پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کارخانہ ہستی اتفاقاً معرضِ وجود میں نہیں آگیا بلکہ ایک حکیم و دانا خالق نے اس کی تخلیق فرمائی ورنہ زندگی کا کوئی امکان نہ تھا"۔

۴:توحید باری تعالیٰ کے لئے اللہ ﷻ کی کس شان کا بیان کیا گیا؟ ۴:وہی اللہ ﷻ ہے جس نے زمین کے بیچ بیچ میں دریا بنائے اور زمین کے ٹھہرنے کے لئے پہاڑوں کو بنایا۔ ۵:دو سمندروں کے درمیان کس چیز کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۵:پردے کا ذکر ہے۔ یعنی ایک آڑ ہے۔ ایک کا پانی دوسرے میں شامل نہیں ہوتا۔

۶:دو سمندروں کے درمیان پردے سے کیا مراد ہے؟ ۶:اس سے مراد رکاوٹ ہے۔ ان کے درمیان ایک آڑ ہے جسے Homogenizing zone بھی کہتے ہیں یا Separating Zone بھی کہا جاتا ہے جو دونوں پانیوں کو آپس میں ملنے سے روکتا ہے۔ یعنی ان کے درمیان اللہ ﷻ نے پردہ حائل کیا ہوا ہے۔

نوٹ: اس بات کی مزید تفصیل سورۃ الرحمٰن ۵۵ کی آیت ۲۰ (رہنمائے اساتذہ حصہ سوم) اور سورۃ الفرقان ۲۵ کی آیت: ۵۳ (رہنمائے اساتذہ حصہ چہارم) میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۷:کیا دعوت فکر دی جارہی ہے؟ ۷:کیا یہ سب نشانیاں ایک اللہ ﷻ وحدہ لاشریک کی گواہی نہیں دیتیں؟ کیا اس کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے جو یہ سب قدرت رکھتا ہے؟ ۸:نافرمانوں کی اکثریت کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۸:اکثر لوگ کچھ نہیں جانتے۔ یعنی اکثر مشرکین حق کا علم نہیں رکھتے، اس لئے اللہ ﷻ کے ساتھ شریک بناتے ہیں۔ اکثر اس لئے فرمایا کہ کچھ ایسے بھی ہیں جو حق کا علم رکھتے ہیں، مگر بغض و عناد کی وجہ سے اسے قبول نہیں کرتے۔

آیت نمبر ۶۲: ۱:اس آیت میں کس کو پکارے جانے کا ذکر ہے؟ ۱:اللہ ﷻ کو۔ ۲:اللہ ﷻ بے قرار شخص کی دعا کے ساتھ کیا معاملہ فرماتا ہے؟

۲:اللہ ﷻ بے قرار شخص کی پکار پر اس کی دعا قبول فرماتا ہے اور اس کی تکلیف دور فرما دیتا ہے۔

نوٹ: کسی ضرورت سے مجبور و بے قرار ہونے کو اضطرار کہا جاتا ہے اور وہ جبھی ہوتا ہے جب اس کا کوئی مددگار اور سہارا نہ ہو۔ اس لئے "مُضْطَرّ" وہ شخص ہے جو سب دنیا کے سہاروں سے مایوس ہو کر خالص اللہ ﷻ ہی کو فریادرس سمجھ کر اس کی طرف متوجہ ہو جو حقیقتاً اور مستقلاً مددگار اور سہارا ہے۔

۳: اللہ ﷻ کی اور کس شان کو بیان فرمایا گیا ہے؟ ۳: وہی اللہ ﷻ ہے جو انسانوں کو زمین میں جانشین بناتا ہے۔

۴: زمین میں جانشین بنانے سے کیا مراد ہے؟ ۴: ایک یہ کہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل اور ایک قوم کے بعد دوسری قوم اٹھاتا ہے دوسرے یہ کہ انسان کو زمین میں تصرف، اقتدار اور فرماں روائی یعنی حکومت کے اختیارات عطا فرماتا ہے۔

نوٹ: اگر اللہ ﷻ سب کو ایک ہی وقت میں وجود بخش دیتا تو زمین تنگ ہونے کا شکوہ کرتی، معیشت میں بھی دشواریاں پیدا ہوتیں اور سب ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں ہی مصروف و سرگرداں رہتے۔ یعنی یکے بعد دیگرے انسانوں کو پیدا کرنا اور ایک کو دوسرے کا جانشین بنانا، یہ بھی اللہ ﷻ کی کمال مہربانی ہے۔

۵: لوگوں کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۵: لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ یعنی اللہ ﷻ کی ان واضح نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود کفر و شرک اور نافرمانی سے باز نہیں آتے۔

آیت نمبر ۶۳: ۱: اللہ ﷻ کی کس شانِ رحمت کے بارے میں بتایا جارہا ہے؟ ۱: وہی اللہ ﷻ خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ دکھانے والا ہے۔

۲: خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ دکھانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اس نے بحری اور بری سفروں میں انسان کی رہنمائی کے لئے وہ ذرائع پیدا فرما دیئے ہیں جن سے وہ اپنی سمت، سفر اور منزل مقصود کی طرف راہ متعین کرتا ہے۔ دن کے وقت زمین کی مختلف علامتیں اور آفتاب کے طلوع و غروب کی سمتیں اس کی مدد کرتی ہیں اور تاریک راتوں میں تارے اس کی رہنمائی کرتے ہیں۔ پھر مقناطیس میں قطب نمائی کی خاصیت رکھ کر بندوں کو اس سے آگاہ کر دینا بحر و بر اور دن رات میں رہنمائی کے لئے اللہ ﷻ کی عظیم نعمت ہے۔ ۳: اللہ ﷻ کے کس فضل و کرم کا ذکر ہے؟ ۳: وہ اپنی رحمت کی بارش سے پہلے ہی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے۔ ۴: ہواؤں کو خوشخبری دینے کے لئے بھیجنے سے کیا مراد ہے؟ ۴: یعنی بارش سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں، جو بارش کی خوشخبری ہی نہیں ہوتیں، بلکہ ان سے خشک سالی کے مارے ہوئے لوگوں میں خوشی کی لہر بھی دوڑ جاتی ہے۔

۵: اللہ ﷻ کی کیا صفت بیان کی جارہی ہے؟ ۵: اللہ ﷻ بہت ہی بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۶۴: ۱: اللہ ﷻ کی کس شان کا ذکر فرما کر توحید کی دلیل دی گئی ہے؟ ۱: وہی اللہ ﷻ ہے جس نے انسانوں کو پہلی بار پیدا فرمایا اور قیامت کے دن پھر انہیں دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

۲: اللہ ﷻ کی شانِ رزاقیت کے بارے میں کیا بتایا جارہا ہے؟ ۲: وہ اللہ ﷻ ہے جو اپنی مخلوق کو آسمانوں اور زمین سے رزق عطا فرماتا ہے۔

۳: آسمانوں اور زمین سے رزق عطا فرمانے سے کیا مراد ہے؟ ۳: وہ اللہ ﷻ آسمان سے رحمت کی بارش نازل فرما کر زمین سے غلہ، اناج اُگاتا ہے جو تمام مخلوقات کے رزق کا ذریعہ بنتا ہے۔ اگر وہ بارش نازل نہ فرمائے یا سمندروں اور دریاؤں کا پانی خشک کر دے تو وہ تمام مخلوقات جو ایک دوسرے کی خوراک کا ذریعہ بنتی ہے وہ سب ختم ہو جائے۔

نوٹ: اللہ ﷻ نے مخلوقات کو ایک دوسرے کی خوراک کا ذریعہ بنایا ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ ﷻ آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے جس کے ذریعے زمین سے پودے، پھل اور سبزیاں اُگتی ہیں جو انسانوں اور جانوروں کی خوراک بنتی ہیں۔ پھر انہی انسانوں اور جانوروں کے فضلات کھاد کی شکل میں نباتات کی خوراک بنتی ہیں۔ مزید یہ کہ بہت سے چھوٹے زمینی اور آبی جانور بڑے جانوروں کی خوراک کا بھی ذریعہ بنتے ہیں۔ اس پورے غذائی چکّر کو انگریزی میں "Food Chain" کہا جاتا ہے۔

نوٹ: اس زمین پر لاکھوں انواع واقسام کے حیوانات اور نباتات پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کے اربوں افراد موجود ہیں اور ہر ایک کی غذائی ضروریات الگ ہیں۔ خالق نے ان میں سے ہر نوع کی غذا کا سامان اس کثرت سے اور ہر ایک کی دسترس کے اس قدر قریب فراہم کیا ہے کہ کسی نوع کے افراد بھی غذا پانے سے محروم نہیں رہتے، اور پھر اس انتظام میں زمین اور آسمان کی اتنی مختلف قوتیں مل جل کر کام کرتی ہیں جن کا شمار مشکل ہے۔ گرمی، روشنی، ہوا، پانی اور زمین کے مختلف اقسام کے مادوں کے درمیان اگر ٹھیک تناسب کے ساتھ تعاون نہ ہو تو غذا کا ایک ذرّہ بھی وجود میں نہیں آسکتا۔ کون شخص تصور کر سکتا ہے کہ یہ حکیمانہ انتظام ایک مدبر کی تدبیر اور سوچے سمجھے منصوبے کے بغیر یوں ہی اتفاقاً ہو سکتا تھا؟ ہر گز نہیں۔ یقیناً یہ سب اللہ ﷻ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

۴: لوگوں کو کس بات پر دلیل لانے کو کہا جا رہا ہے؟ ۴: ان حقائق اور دلائل کے بعد مشرکین سے یہ پوچھا گیا ہے کہ بتائیں موت وحیات کا مالک اور مخلوق کی ضروریات پوری کرنے والا کون ہے؟ اگر تمہارے زندہ یا مردہ، جاندار یا غیر جاندار معبودوں میں کسی ایک نے یا سب نے مل کر کوئی ایک کام کیا ہے یا کسی کی روزی کا ذمہ لے رکھا ہے تو دلیل پیش کرو۔

آیت نمبر ۶۵: ۱: غیب کے علم سے کیا مراد ہے؟ ۱: غیب اسے کہا جاتا ہے جو حواس اور عقل کے ذریعہ نہ پہچانا جا سکے۔ مثلاً ایسی حقیقتیں جو ہمیں نظر نہیں آتیں مگر ان پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ جیسے اللہ ﷻ، فرشتے، جن، جنّت، دوزخ، یومِ آخرت وغیرہ۔

۲: علم غیب کس کے پاس ہے؟ ۲: کل علم غیب اللہ ﷻ کے پاس ہی ہے۔ البتہ اللہ ﷻ اپنے پسندیدہ رسولوں علیہم السلام کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ آلِ سورۃ جن ۷۲، آیات: ۲۶، ۲۷ میں بیان کیا گیا ہے۔ (اللہ) کل غیب کا جاننے والا ہے پس وہ آگاہ نہیں فرماتا اپنے غیب پر کسی کو سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (جنہیں اللہ ﷻ نے غیب کی بات بتانے کے لئے پسند فرمایا) اسی طرح سورۃ آلِ عمران ۳، آیت: ۱۷۹ میں بھی یہ مفہوم آیا ہے۔

۳: آیت ۶۱ تا ۶۴ میں مظاہر قدرت کے بیان کی کیا حکمت ہے؟ ۳: تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اتنی قدرت رکھنے والا اللہ ﷻ اس کی طاقت رکھتا ہے کہ وہ یقیناً قیامت قائم کرے گا اور انسان کو زندہ کر کے اُس کا حساب لے گا۔

نوٹ: زمین و آسمان میں جو بھی موجود ہیں، فرشتے، جنات، انسان جن میں علماء، اولیاء، انبیاء کرام علیہم السلام اور رسل بھی داخل ہیں اور دیگر لوگ کوئی بھی عالم الغیب نہیں۔ صرف اور صرف اللہ ﷻ کی یہ شان ہے کہ وہ عالم الغیب ہے۔ جس طرح اس کی ذات میں اور اس کی دیگر صفات میں کوئی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اس کی صفت علم میں بھی اس کا کوئی اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ البتہ وہ اپنے علمی خزانوں میں سے جتنا چاہے کسی کو عطا فرما دے۔

آیت نمبر ۶۶: ۱: اس آیت میں کفار و مشرکین کی کس بے بسی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: انہیں آخرت کے بارے میں کچھ علم نہیں۔ یعنی یہ لوگ آخرت کی حقیقت کو سمجھ نہیں پا رہے۔

عملی پہلو: لوگ زبانی طور پر آخرت کا اقرار بھی کرتے ہیں اور دوبارہ جی اٹھنے پر بظاہر ایمان بھی رکھتے ہیں، لیکن عملاً وہ اس کے منکر ہیں۔ عملاً انہیں آخرت کی زندگی کو سنوارنے یا قیامت کے احتساب سے بچنے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ اس دنیا میں اپنے کل کی فکر انسان کو ہر وقت دامن گیر رہتی ہے کہ کل کیا کھانا ہے اور باقی ضروریات کیسے پوری کرنی ہیں۔ اس لئے کہ اسے کل کے آنے پر پختہ یقین ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر اسے واقعی یقین ہو کہ مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ ہونا ہے اور یہ کہ آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے تو اس کے لئے وہ لازماً فکر مند بھی ہو گا اور اسے بہتر بنانے کی کوشش بھی کرے گا۔ لیکن کسی مسلمان کو عملاً اگر اس کی فکر نہیں ہے اور وہ اس کے لئے کوشش بھی نہیں کر رہا تو وہ سخت غفلت اور کوتاہی کا شکار ہے۔

آیت نمبر ۶۷: ۱: منکرین آخرت کو کس بات پر تعجب تھا؟ ۱: انہیں تعجب تھا کہ قبروں میں دفن ہونے کے بعد جب وہ مٹی ہو جائیں گے تو انہیں اور ان کے باپ دادا کو بھی زندہ کر کے قبروں سے اٹھایا جائے گا؟ آج تک تو یہ وعدہ پورا ہوا نہیں۔

آیت نمبر ۶۸: ۱: قیامت کو جھٹلانے والوں کی کیا روش بیان کی گئی ہے؟ ۱: یہ لوگ اللہ ﷻ کی آیات کو پچھلے لوگوں کی کہانیاں کہنے والے ہیں۔ (معاذاللہ)

۲: پچھلے لوگوں کی کہانیوں سے کیا مراد ہے؟ ۲: منکرین آخرت کے خیال میں تو یہ پرانے لوگوں کی باتیں نقل در نقل چلی آ رہی ہیں ان کی اصلیت کچھ نہیں نہ قیامت آنی ہے، نہ زندہ ہونا ہے اور نہ قبروں سے نکلنا ہے۔ (معاذاللہ)

نوٹ: اس انکار میں یہ اعتراف موجود ہے کہ قیامت کے دن اٹھائے جانے کی بات ایسی نہیں ہے جس کو پہلی مرتبہ انہوں نے پیغمبر علیہ السلام کی زبان سے سنا ہو بلکہ یہ ایک جانی بوجھی بات ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی رہی ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عقیدۂ آخرت کی جو تعلیم دی تھی اس کے اثرات بنی اسماعیل علیہ السلام میں موجود تھے۔

آیت نمبر ۶۹: ۱: یہاں کس سے خطاب کیا جارہا ہے؟ ۱: نبی کریم ﷺ سے۔ ۲: آپ ﷺ کے ذریعے لوگوں کو کیا بتایا گیا ہے؟ ۲: انہیں سابقہ قوموں کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ جو قیامت کے منکر تھے۔ ۳: کفار کے قیامت کے دن کو جھٹلانے پر اللہ ﷻ نے کیا جواب دیا؟ ۳: ان کے اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا کہ تم انہی لوگوں کی پیروی کر رہے ہو جنہوں نے تم سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ ان کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ قیامت کا انکار کرتے رہے۔ تم زمین میں سیر و سیاحت کرو اور اپنی آنکھوں سے ان قوموں کا عبرتناک انجام دیکھو۔ اگر تم یہ نہیں چاہتے کہ تم بھی اس قسم کے انجام سے دوچار ہو تو آپ ﷺ کے انکار اور ان سے بغض و عناد کی روش چھوڑ کر ایمان و اطاعت کا راستہ اختیار کرو۔

آیت نمبر ۷۰: ۱: یہاں خطاب کس سے ہے؟ ۱: نبی کریم ﷺ سے۔

۲: نبی کریم ﷺ کو کیا تسلی دی جارہی ہے؟ ۲: مشرکین مکہ کے مخالفانہ رویے کے باعث نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ ﷺ نے ان تک ہمارا پیغام پہنچا کر ان پر حجت قائم کر دی ہے اور یوں آپ ﷺ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اب آپ ﷺ ان کی بہت زیادہ پرواہ اور فکر نہ کریں اور نہ ہی ان کے بارے میں رنجیدہ خاطر ہوں۔ یہ لوگ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں۔ ہماری تدابیر ان کی چالوں کا احاطہ کیئے ہوئے ہیں۔ ہماری قدرت کے سامنے ان کی سازشیں کامیاب نہیں ہوں گی۔

آیت نمبر ۷۱: ۱: آپ ﷺ سے کفار کے کس مطالبہ کا ذکر کیا جارہا ہے؟ ۱: وہ آپ ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ ہمیں مسلسل دھمکیاں دیئے جارہے ہیں کہ اگر ہم آپ کی اطاعت نہیں کریں گے تو ہم پر عذاب آجائے گا۔ چنانچہ اگر آپ اپنے اس دعوے میں سچے ہیں تو ذرا یہ بھی بتادیں کہ وہ عذاب کب آئے گا؟

نوٹ: کافروں کا یہ کہنا اس لئے نہیں تھا کہ وہ جاننا چاہتے تھے کہ قیامت اور اس میں ہونے والا عذاب کب واقع ہوگا، بلکہ وہ یہ بات قیامت کا مذاق اڑانے کے لئے کہتے تھے کیونکہ وہ قیامت کا یقین نہیں رکھتے تھے۔

آیت نمبر ۷۲: ۱: نبی کریم ﷺ کو کفار سے کیا فرمانے کو کہا جارہا ہے؟ ۱: امید ہے کہ اس (عذاب) میں سے کچھ تمہارے قریب ہی آپہنچا ہو جس کی تم جلدی کر رہے ہو۔ ۲: عذاب میں سے کچھ قریب آنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اس سے مراد وہ عذاب ہے جو رسول کو جھٹلانے والی قوم پر دنیا ہی میں آتا ہے۔ چنانچہ چند سال بعد ہی بدر و حنین کے معرکے پیش آئے اور حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں وہ لوگ ہلاک ہوگئے جن کا کفر کبھی ان سے جدا ہونے والا نہ تھا اور وہ ہلاک ہوئے تو عالم برزخ میں ان کی روحوں پر عذاب کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس طرح جس عذاب کے لئے وہ جلدی مچا رہے تھے وہ بالآخر اس کی ابتداء ہوگی۔ ۳: "رَدِفَ" سے کیا مراد ہے؟ ۳: "رَدِفَ" کے معنی گھوڑے پر دوسری سواری کے طور پر سوار ہونے کے ہیں۔ اس طرح پچھلا سوار اپنے آگے والے کی پیٹھ کے ساتھ جڑ کر بیٹھنے کی وجہ سے "ردیف" کہلاتا ہے۔

آیت نمبر ۷۳: ۱: اللہ ﷻ کی کس شان کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ بہت فضل والا ہے۔

۲: اللہ ﷻ کے کس فضل کا بیان ہے؟ ۲: یہ اللہ ﷻ کا فضل ہی ہے کہ کفر میں اور شرک میں مبتلا ہونے والوں کو بھی نعمتیں دیتا ہے اور ان پر فضل فرماتا ہے اور اس کا یہ فضل ہے کہ انہیں ڈھیل دیتا ہے عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں فرماتا۔

۳: اس آیت میں کفار کے اکثر لوگوں کی کس روش کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ اپنے فضل سے اگر عذاب میں تاخیر کرتا ہے تو ان کو چاہیئے تھا کہ وہ اس مہلت کو غنیمت سمجھتے اور اس کی مہربانی کے شکر گزار ہو کر ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کرتے لیکن وہ اس کے خلاف ناشکری کرتے اور اپنے منہ سے عذاب مانگتے ہیں۔

آیت نمبر ۷۴: ۱: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو کیا تسلی دی جارہی ہے؟ ۱: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے لئے تسلی اور مشرکین کے لئے زبردست دھمکی ہے کہ اللہ ﷻ ان کے دلوں میں اسلام اور اپنے نبی ﷺ کے خلاف چھپی عداوت اور ان کے ظاہر کفر و شرک کو خوب جانتا ہے۔

اللہ ﷻ کو خوب معلوم ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے کیا کہتے ہیں اور ان کے دلوں میں کیا جذبات ہیں۔ ان کے دل تو گواہی دے چکے تھے کہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سچے ہیں اور قرآن حکیم بھی برحق ہے، لیکن وہ محض حسد، تکبر اور تعصب کے باعث انکار پر اڑے ہوئے ہیں۔

آیت نمبر ۷۵: ۱: واضح کتاب سے کیا مراد ہے؟ ۱: لوحِ محفوظ۔ ۲: اس آیت میں لوحِ محفوظ کو واضح کتاب کیوں کہا گیا ہے؟ ۲: لوحِ محفوظ کو واضح کتاب اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ وہ عالمی ریکارڈ ہے جس میں کل کائنات میں واقع ہونے والی ہر بات خواہ وہ مخلوق کی نگاہوں سے کتنی ہی پوشیدہ کیوں نہ ہو صاف صاف درج ہے۔ لوگوں کے تمام اعمال محفوظ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ ﷻ کے علم میں تو ہر بات ہے۔ ساتھ ہی اس نے کائناتی ریکارڈ رکھنے کا بھی انتظام کیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کائنات باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ چل رہی ہے۔ ہر چیز اس کے مطابق اپنے وقت پر ہوگی لہٰذا مشرکین کے جلدی مچانے سے کچھ حاصل نہیں۔

آیت نمبر ۷۶: ۱: کس قوم کا ذکر کیا جا رہا ہے؟ ۱: بنی اسرائیل۔ ۲: قرآنِ حکیم کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: بنی اسرائیل جن باتوں میں اختلاف رکھتے ہیں قرآنِ حکیم ان کے بارے میں صحیح صحیح پوری حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے اپنی کتاب میں تو تحریف کر ہی دی تھی اور ان میں جو کچھ سنی سنائی باتیں چلی آ رہی تھیں ان میں اختلاف رکھتے تھے، قرآنِ حکیم نے واضح طور پر حق باتیں واضح فرما دیں۔

۳: قرآنِ حکیم نے بنی اسرائیل کے کن واضح اختلافات کے بارے میں حقیقت بیان فرمائی ہے؟ ۳: بنی اسرائیل کے چند واضح اختلافات اور جاہلانہ باتوں میں ایک یہ بات بھی تھی کہ (معاذاللہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے۔ اس بات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے "ابراہیم (علیہ السلام) یہودی اور نصرانی نہیں تھے لیکن وہ حق کی طرف مائل ہونے والے فرمانبردار تھے۔" (سورۃ آل عمران ۳، آیت: ۶۷) یہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہودیت اختیار کرنے کی وصیت فرمائی تھی (معاذاللہ)، اس کی بھی تردید فرمائی گئی۔ اسی طرح حضرت مریم سَلَامٌ عَلَيْهَا اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط باتیں کہتے تھے قرآنِ حکیم نے اس گمراہ تصور کو بھی درست کیا اور حضرت مریم سَلَامٌ عَلَيْهَا کی عفت اور عصمت بیان فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح مقام بتایا کہ وہ اللہ ﷻ کے بیٹے نہیں بلکہ وہ اللہ ﷻ کے بندے اور رسول تھے۔

آیت نمبر ۷۷: ۱: اس آیت میں قرآنِ حکیم کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: قرآنِ حکیم کی یہ صفت بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ اہلِ ایمان کے لئے ہدایت ہے، وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے مطابق زندگی گزارتے ہیں تو اللہ ﷻ کی رحمت کے مستحق پاتے ہیں۔

نوٹ: اگرچہ یہ کتاب سارے جہان کے لئے ہدایت و رحمت ہے لیکن اس سے فائدہ اٹھانے والے صرف اہلِ ایمان ہیں۔ اس لئے گویا یہ انہی کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

۲: اس آیت میں کیا بات سمجھائی جا رہی ہے؟ ۲: یہ قرآنِ حکیم سیدھے راستے کی نشاندہی کرتا ہے اور جو اس پر ایمان لے آئے اسے گمراہیوں سے بچا لیتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے جو لوگ ایمان لانے کے ساتھ اس قرآن مجید پر عمل پیرا ہوئے تو اللہ ﷻ نے ان پر اس قدر نعمتیں اور رحمتیں نازل فرمائیں، جن کا یہ قریش تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ اسی قرآنِ مجید کی بدولت چند ہی سالوں میں ان لوگوں کی کایا پلٹ گئی اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا کے پیشوا، تہذیب انسانی کے استاد اور زمین کے ایک بڑے حصے کے فرماں روا بن گئے۔

آیت نمبر ۷۸: ۱: اللہ ﷻ کن لوگوں کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ فرمائے گا؟ ۱: کفار اور اہلِ ایمان کے درمیان۔

۲: اللہ ﷻ کس بارے میں ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا؟ ۲: اللہ ﷻ نے دنیا میں ان کے اختلافات اور تحریفات کو علمی لحاظ سے قرآنِ حکیم کے ذریعہ واضح فرما دیا۔ اسی طرح وہ قیامت کے دن بھی اپنے حکم کے ساتھ ان کے درمیان عملی فیصلہ فرمائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر اور اسی بنیاد پر ان کا انجام فرمائے گا۔ ۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کے کون سے دو صفاتی نام بیان ہوئے؟ ۳: اللہ ﷻ کا پہلا نام "العزیز" بیان ہوا۔ اس کا مطلب ہے زبردست، مکمل اختیار اور خوب غلبہ رکھنے والا۔ دوسرا نام "العلیم" بیان ہوا۔ اس کا مطلب ہے سب کچھ جاننے والا۔ ہر چیز کا خوب جاننے والا۔

نوٹ: اللہ ﷻ قیامت کے دن ایسا عدالتی فیصلہ فرمائے گا، جس کے بعد کسی کے لئے کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی بلکہ فوراً اس کا نفاذ عمل میں آئے گا۔ وہ غالب ہے اس لئے اس کا فیصلہ قطعی اور آخری ہوگا، جس کو نافذ ہونے سے کوئی روک نہ سکے گا۔ اور وہ علم والا ہے اس لئے اس کے فیصلہ میں کسی غلطی کا امکان نہیں ہے۔

آیت نمبر ۷۹: ۱: حضور نبی کریم ﷺ کو کیا تسلی دی گئی ہے؟ ۱: رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ اللہ ﷻ کے فیصلے کا انتظار کرتے ہوئے اُس پر بھروسہ رکھیں، دشمنوں کی ایذا رسانیاں اور سازشیں اگرچہ پریشان کرنے والی ہیں، مگر آپ ﷺ اپنے تمام معاملات اللہ ﷻ کے سپرد کردیں، کیونکہ آپ ﷺ واضح حق پر ہیں جس کے سچا ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور جو حق پر ہو اسے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں، کیونکہ غلبہ آخرکار حق ہی کا ہوگا۔

آیت نمبر ۸۰: ۱: اس آیت میں مُردوں اور بہروں سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۱: کفار۔ ۲: اس آیت میں کفار کو مُردہ اور بہرہ کہہ کر کیا بات سمجھائی جارہی ہے؟ ۲: یعنی آپ ﷺ کے ان مخاطبین میں سے اکثر لوگوں کے دل مُردہ ہیں، ان کی روحیں ان کے دلوں کے اندر دفن ہو چکی ہیں۔ یہ لوگ صرف حیوانی طور پر زندہ ہیں جبکہ روحانی طور پر ان میں زندگی کی کوئی رمق موجود نہیں ہے۔ چنانچہ ان کے دل کے کان بہرے اور دل کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں۔ اس کیفیت میں وہ آپ ﷺ کی ان باتوں کو کیسے سن سکتے ہیں۔ ایک شاعر میر دردؔ نے اپنے اس شعر میں انسان کی اسی روحانی زندگی کا ذکر کیا ہے:

مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ تُو نہ مر جائے

کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے!

یعنی ایک بہرا شخص آپ ﷺ کے روبرو ہو، آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہو تو پھر بھی امکان ہے کہ آپ ﷺ اشارے کنائے سے اپنی کوئی بات اسے سمجھانے میں کامیاب ہو جائیں، لیکن جب وہ پلٹ کر دوسری طرف چل پڑے تو اسے کوئی بات سمجھانا یا سنانا ممکن نہیں رہتا۔

آیت نمبر ۸۱: ۱: اس آیت میں اندھوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۱: کفار۔

۲: اس آیت میں کفار کو اندھا کہہ کر کیا بات سمجھائی جارہی ہے؟ ۲: یعنی ان کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی انہیں سیدھے راستے پر کھینچ لانا اور گھسیٹ کرلے چلنا تو آپ ﷺ کی ذمہ داری نہیں ہے، آپ ﷺ تو صرف زبان اور اپنی مثال ہی سے بتاسکتے ہیں کہ یہ سیدھا راستہ ہے اور وہ راستہ غلط ہے جس پر یہ لوگ چل رہے ہیں، مگر جس نے اپنی آنکھیں بند کرلی ہوں اور جو دیکھنا ہی نہ چاہتا ہو اس کی رہنمائی کیسے کرسکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی نصیحت اس کو نفع دے گی جو سُن کر اثر قبول کرے۔

عملی پہلو: جو شخص روحانی طور پر مُردہ، کانوں سے بہرہ اور آنکھوں سے اندھا ہو مزید یہ کہ حق بات سے دور بھاگنے والا ہو، اسے ہدایت کس طرح نصیب ہو سکتی ہے؟ ہدایت تو وہی شخص پائے گا جو حق بات کو زندہ روح کے ساتھ توجہ سے سننے اور اسے تسلیم کرنے کا پکا ارادہ کرے اور اللہ ﷻ سے اس کی توفیق طلب کرے۔

آیت نمبر ۸۲: ۱: بات پوری ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۱: قربِ قیامت۔

۲: زمین سے کون نکل کر لوگوں سے باتیں کرے گا؟ ۲: جانور۔ جو قیامت پر یقین نہ رکھنے والوں سے کلام کرے گا۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو، ان میں ایک جانور کا نکلنا بھی ہے۔" (صحیح بخاری)

۳: دس نشانیاں کون سی ہیں؟ ۳: آپ ﷺ نے دس نشانیاں یہ بتلائیں۔ i۔ دھواں۔ ii۔ دجال۔ iii۔ دابۃ الارض یعنی زمین سے جانور کا نکلنا۔ iv۔ سورج کا مغرب سے نکلنا۔ v۔ نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام۔ vi۔ یاجوج ماجوج کا خروج۔ vii۔ تین مقامات پر زمین کا خسف (یعنی زمین کا دھنس جانا) مشرق میں۔ viii۔ مغرب میں۔ ix۔ جزیرہ عرب میں۔ x۔ ان نشانیوں کے بعد ایک آگ پیدا ہوگی جو لوگوں کو یمن سے نکال کر ہانکتی ہوئی ان کے محشر (سرزمین شام) کی طرف لے جائے گی۔" (صحیح مسلم)

۴: یہ جانور کب نکلے گا؟ ۴: یہ جانور اس وقت ظاہر ہوگا جب قیامت بالکل قریب ہوگی اور پھر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے احکام منقطع ہو جائیں گے۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا اور چاشت کے وقت یہ جانور نکل آئے گا۔ ان میں سے جو نشانی بھی پہلے ظاہر ہو گی۔ دوسری اس کے فوراً بعد ظاہر ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم، صحیح بخاری)

آیت نمبر ۸۳: ۱: ہر امت میں سے کن لوگوں کو جمع کیا جائے گا؟ ا: اللہ ﷻ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کو۔ ۲: ہر امت میں سے جھٹلانے والوں کو جمع کر کے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ ۲: ان کی جماعت بندی کی جائے گی۔ ۳: جماعت بندی سے کیا مراد ہے؟ ۳: گویا ان مجرموں کے جرائم مختلف درجوں میں ہوں گے۔ چنانچہ ان کے جرائم کی نوعیت اور کیفیت کے مطابق ان کی گروہ بندی کی جائے گی۔ یہ طریقہ انسانی فطرت اور طبیعت کے عین مطابق ہو گا۔ کیونکہ سب انسان برابر نہیں۔ نہ تو اہلِ ایمان سب کے سب برابر ہیں اور نہ کفار و مشرکین سب ایک جیسے ہیں۔

آیت نمبر ۸۴: ۱: اللہ ﷻ کا کن لوگوں سے خطاب کا ذکر ہے؟ ا: اللہ ﷻ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں سے۔ ۲: اللہ ﷻ کے اس سوال سے کیا مراد ہے کہ "کیا تم میری آیت کو جھٹلاتے تھے حالانکہ تم نے ان کا پورا علم حاصل نہ کیا تھا"؟ ۲: اس سے مراد یہ ہے کہ ان سے یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے میری آیتوں کو کس بنیاد پر جھٹلایا تھا۔ کیا تمہیں تحقیقی طور پر معلوم ہو گیا تھا کہ اس کائنات میں اور خود تمہارے اپنے وجود میں کوئی نشانی ایسی نہیں ہے جو اللہ ﷻ کے وجود، اس کی وحدت، اس کی قدرت و عظمت اور آخرت کی جزا اور سزا کا یقین پیدا کرتی ہو اور یہ کہ اللہ ﷻ کی جو آیتیں جس رسول علیہ السلام نے بھی پیش کیں وہ واقعی اللہ ﷻ کی آیتیں نہیں تھیں اگر تحقیق سے تمہیں یہ معلوم نہیں ہو گیا تھا اور یقیناً معلوم نہیں ہوا تھا تو واقعہ یہی ہے کہ تمہارا یہ جھٹلانا کسی تحقیق کا نتیجہ نہیں تھا تو پھر کیا تم نے بلا تحقیق اور بلا علم ان کو جھٹلا دیا تھا؟

آیت نمبر ۸۵: ۱: کن لوگوں پر بات پوری ہو جانے کا ذکر ہے؟ ا: آیتوں کو جھٹلانے والوں پر۔ ۲: بات پوری ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: عذاب کا ثابت ہو جانا۔ ۳: آیتوں کو جھٹلانے والے کیوں بول نہیں سکیں گے؟ ۳: اپنے ظلم کی وجہ سے یعنی حجت تمام ہو جانے کے بعد ان کے پاس کوئی عذر نہیں ہو گا کہ جسے وہ پیش کر سکیں یا قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے بولنے کی قدرت سے ہی محروم ہوں گے اور بعض کے نزدیک یہ اس وقت کی کیفیت کا بیان ہے جب ان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی۔

عملی پہلو: آج بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ ڈارون کے نظریہ ارتقا اور مارکس کی جدلی مادیت اور اس قسم کے دیگر نظریات سے متاثر ہو کر اللہ ﷻ اور آخرت کے منکر ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ علم کے نام پر جہالت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اگر ایسے لوگ کھلے ذہن سے آثارِ کائنات کا مشاہدہ کریں اور اللہ ﷻ کی ان آیتوں پر جو قرآنِ حکیم کی شکل میں ان کے سامنے موجود ہیں غور کریں تو ان کو علم حق حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر تعصب اور تکبر نے ان کو اس سے دور رکھا ہوا ہے۔

آیت نمبر ۸۶: ۱: اس آیت میں دن اور رات کی کس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے؟ ا: اللہ ﷻ نے انسانی ضروریات کے تحت رات کو سکون کے لئے جبکہ دن کو معاشی جدوجہد کے لئے ساز گار بنایا ہے۔ ۲: رات اور دن کو بطور دلیل پیش کر کے کس بات کی دعوت دی جا رہی ہے؟ ۲: غور و فکر کرنے کی۔ جس کا حاصل یہ ہے جیسے سونے کے بعد اُٹھتے ہو ایسے ہی مرنے کے بعد اُٹھو گے۔ سمجھدار انسان فوراً اس رب کی اطاعت و فرماں برداری کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔

نوٹ: اللہ ﷻ نے اپنی ذات کی پہچان اور قیامت پر ایمان لانے کے لئے اپنی قدرتوں پر غور کرنے کا بار بار حکم دیا ہے۔ اِن میں اکثر نشانیاں ایسی ہیں جن سے ہر شخص کو صبح و شام واسطہ پڑتا ہے۔ اِن نشانیوں میں سے قرآن حکیم نے رات اور دن کو کئی مرتبہ نشانی اور دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ رات کو انسان اور ہر جاندار چیز نیند کی آغوش میں چلی جاتی ہے جو موت کے مترادف ہے۔ دن کے طلوع ہونے کے ساتھ ہر جاندار اپنے اپنے کام میں لگ جاتا ہے۔ رات کے بعد دن کو اٹھنا اور دن کے بعد رات کو سونا ہر ذی روح کے لئے لازم ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد اٹھنا بھی لازم ہے۔ جس طرح کوئی جاندار ہمیشہ سویا نہیں رہ سکتا اسی طرح مرنے کے بعد کسی نے ہمیشہ مردہ نہیں رہنا اسے ہر حال میں اٹھایا جائے گا۔

ا: یہاں کس بات کا ذکر ہے؟ ا: صور میں کے پھونکے جانے کا۔ ۲: صور میں پھونکنے سے کیا ہو گا؟ ۲: ایک عمومی گھبراہٹ آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات پر طاری ہو جائے گی۔ ۳: صور میں پھونکنے والے دن کن لوگوں پر گھبراہٹ طاری نہیں ہو گی؟ ۳: جن لوگوں کو اللہ ﷻ محفوظ رکھنا چاہے گا۔

۴: سب لوگ صور میں پھونکنے پر کس طرح اللہ ﷻ کے سامنے حاضر ہوں گے؟ ۴: عاجزی کرتے ہوئے۔

نوٹ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں کیسے خوشیوں والی زندگی گزاروں اور حال یہ ہے کہ صور میں پھونکنے والے نے منہ میں صور لے رکھا ہے اور کان لگا رکھے ہیں اور اپنی پیشانی کو جھکا رکھا ہے وہ اس انتظار میں ہے کہ کب صور میں پھونکنے کا حکم دے دیا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا" (اللہ ہمیں کافی ہے اور اچھا کارساز ہے، ہم نے اللہ پر توکل کیا) پڑھا کرو۔ (جامع ترمذی)

۵: صور سے کیا مراد ہے؟ ۵: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صور ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا"۔ (جامع ترمذی، سنن ابو داؤد)

حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ ﷻ کے حکم سے سینگ (صور) میں پھونک ماریں گے۔ پہلی پھونک میں ساری دنیا گھبرا کر بے ہوش اور دوسری پھونک میں موت سے ہم کنار ہو جائے گی اور تیسری پھونک میں سب لوگ قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے، جس سے سب لوگ میدان محشر میں اکھٹے ہو جائیں گے۔ بعض نے نفخہ فزع و صعق کو ایک ہی مانا ہے تو اس طرح دو نفخہ ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم

نوٹ: صور کی مزید وضاحت مطالعۂ قرآنِ حکیم حصہ سوم کے رہنمائے اساتذہ میں سورۃ قٓ ۵۰، آیت: ۲۰ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

آیت نمبر ۸۸: ۱: قیامت کے دن پہاڑوں کی کیا کیفیت ہوگی؟ ۱: پہاڑ اس دن بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ یعنی پہاڑوں جیسی ٹھوس، سخت اور جامد چیز اپنی جڑیں چھوڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور ان ریزوں کی دھول فضا میں اس طرح اڑتی پھرے گی جیسے دھنکی ہوئی روئی۔ اس بات کا ذکر سورۃ القارعہ ۱۰۱ کی آیت: ۵ میں ہے۔ ۲: اللہ ﷻ کی کس شان کا بیان کیا گیا ہے؟ ۲: لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ ﷻ اس سے خوب واقف ہے۔

آیت نمبر ۸۹: ۱: قیامت کے دن کس شخص کے لئے بہترین بدلہ ہے؟ ۱: جو شخص ایمان کے ساتھ نیک اعمال کرے گا۔

۲: بہترین بدلہ کیا دیا جائے گا؟ ۲: اس سے مراد جنت کی لازوال نعمتیں، عذاب اور ہر تکلیف سے دائمی نجات ہے۔ ایک مراد یہ ہے کہ ایک نیکی کی جزا دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملے گی۔ ۳: قیامت کے دن کون لوگ گھبراہٹ سے محفوظ رہیں گے؟ ۳: انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم۔ یہ حضرات ہمیشہ قیامت کا خوف رکھتے تھے۔ روزِ قیامت یہ نیک لوگ ہر خوف و غم سے بے فکر اور مطمئن ہوں گے۔ جیسا کہ سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۱۰۳ میں فرمایا "انہیں سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی۔"

عملی پہلو: جس شخص نے نیک کاموں میں زندگی بسر کی اس کے لئے بہترین بدلہ ہو گا اور اس دن ان کو گھبراہٹ سے محفوظ رکھا جائے گا۔

۴: گھبراہٹ سے کیا مراد ہے؟ ۴: اس سے مراد ہر بڑی مصیبت اور پریشانی ہے۔

عملی پہلو: دنیا میں ہر متقی پرہیزگار شخص روزِ قیامت اپنے انجام سے ڈرتا رہتا ہے اور ڈرنا ہی چاہیئے جیسا کہ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے "رب کا عذاب ایسا نہیں کہ اس سے کوئی بے فکر اور مطمئن ہو کر بیٹھ جائے"۔ (سورۃ المعارج ۷۰، آیت: ۲۸)

آیت نمبر ۹۰: ۱: قیامت کے دن کس شخص کا بُرا انجام ہو گا؟ ۱: جو بُرے اعمال کے ساتھ آئے گا۔

۲: بُرے اعمال کا کیا انجام ہو گا؟ ۲: ان لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ یعنی اس سزا کی صورت میں۔ ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو گی، بلکہ ان کے اعمال کے عین مطابق ہی انہیں بدلہ ملے گا۔

نوٹ: قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ آخرت میں بدی کا بدلہ اتنا ہی دیا جائے گا جتنی کسی نے بدی کی ہو گی اور نیکی کا اجر اللہ ﷻ آدمی کے عمل سے بہت زیادہ عطا فرمائے گا۔

عملی پہلو: جس شخص نے برائی کے کاموں میں زندگی گزاری اسے آگ میں الٹے منہ ڈالا جائے گا اور اعلان ہوگا کہ تمہیں صرف تمہارے بُرے اعمال کی سزا دی جائے گی۔

آیت نمبر ۹۱: ا: یہاں کون سا شہر مراد ہے؟ ا: اس سے مراد مکہ شہر ہے۔ اس کا بطور خاص اس لئے ذکر کیا ہے کہ اسی میں خانہ کعبہ ہے اور یہی رسول اللہ ﷺ کو بھی سب سے زیادہ محبوب تھا۔ ۲: مکہ شہر کو "حرمت والا" بنانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: "حرمت والا" بنانے کا مطلب ہے کہ اس میں خون ریزی کرنا، ظلم کرنا، شکار کرنا درخت کاٹنا حتٰی کہ کانٹا توڑنا بھی منع ہے۔ (**صحیح بخاری**) ۳: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو کیا حکم دیا گیا؟ ۳: آپ ﷺ ان پر واضح کر دیجئے کہ میں کسی بت، دیوی یا دیوتا کی پرستش کے بجائے صرف اس رب کی بندگی کرتا ہوں جس نے بیت اللہ کو حرمت والا ٹھہرایا ہے اور اس شہر کی سر زمین کو محترم قرار دیا ہے۔ ۴: نبی کریم ﷺ کو اور کیا حکم دیا گیا؟ ۴: ساری زندگی اللہ ﷻ کی فرماں برداری اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔

عملی پہلو: قیامت کے دن نجات اخلاص پر مبنی اعمال پر ہوگی۔ لہٰذا تمام نیکیوں کی بنیاد اللہ ﷻ کی خالص عبادت کرنا ہے۔ جس کا نبی کریم ﷺ کے ذریعہ آپ ﷺ کی امت کو حکم دیا گیا کہ سب سے پہلے اس پر عمل کریں۔

آیت نمبر ۹۲: ا: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو کیا حکم دیا گیا؟ ا: قرآنِ حکیم کو تلاوت فرمانے، لوگوں کو اسے پڑھ کر سنانے اور اس کی تبلیغ کرنے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ لوگ ہدایت پر آئیں اور اس کے باوجود بھی جو گمراہ ہے تو اب ان کی آپ ﷺ پر ذمہ داری نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا فریضہ ادا فرما دیا۔

نوٹ: سورۃ المائدۃ ۵ کی آیت: ۶۷ میں بھی آپ ﷺ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے کہ "اے رسول (ﷺ)! جو کچھ آپ (ﷺ) کے رب کی طرف سے آپ (ﷺ) پر نازل کیا گیا ہے آپ (ﷺ) وہ لوگوں تک پہنچا دیجئے اور اگر (بالفرض) آپ (ﷺ) نے ایسا نہ کیا تو یہ گویا رسالت کے فرائض کا حق ادا نہ ہوگا۔

۲: دعوت و تبلیغ میں قرآنِ حکیم کی کیا اہمیت ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم پڑھ کر سنانے کا حکم دعوتی لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو صرف تذکیر و دعوت ہی کا حکم نہیں دیا گیا تھا بلکہ ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ لوگوں کو قرآنِ حکیم پڑھ کر سنائیں۔ یہ اس لئے کہ اللہ ﷻ کے کلام سے بڑھ کر انسان کو متاثر کرنے والی کوئی چیز نہیں اور اس لئے بھی کہ اللہ ﷻ کے کلام کے ذریعہ اس کی حجت اس کے بندوں پر مکمل طور پر قائم ہو جاتی ہے۔

آیت نمبر ۹۳: ا: یہاں خطاب کس سے ہے؟ ا: نبی کریم ﷺ سے اور آپ ﷺ کے ذریعہ کفار مکہ سے۔

۲: اس آیت میں نبی کریم ﷺ سے کیا خطاب فرمایا گیا؟ ۲: اللہ ﷻ کی نعمتوں یعنی اس کے فضل و کرم، رفعتِ ذکر، منصب رسالت، ختم نبوت اور رحمت اللعالمین کے عظیم اعزازات پر آپ ﷺ کو بالخصوص اور اہل ایمان کو نعمت اسلام پر اللہ ﷻ کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ ۳: آپ ﷺ کو کفار مکہ کے سامنے کیا بیان کرنے کا فرمایا گیا ہے؟ ۳: آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ مستقبل میں ہمارا رب تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا۔

۴: نشانیاں دکھانے سے کیا مراد ہے؟ ۴: اللہ ﷻ نے انہیں ایک بڑی نشانی میدانِ بدر میں دکھائی اور ایک فتح مکہ کے دن اور آخری نشانی موت کے وقت دکھائے گا جب فرشتے ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں لگائیں گے اور کہیں گے کہ اب چکھو جہنم کا عذاب۔ ۵: آپ ﷺ کو کیا تسلی دی گئی ہے؟ ۵: اللہ ﷻ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ کا رب لوگوں کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ضرور دے گا۔

نوٹ: علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق نقل فرمایا کہ وہ دو اشعار پڑھا کرتے تھے جن کا مطلب یہ ہے۔ "جب تو کسی بھی وقت اکیلا ہو تو یہ نہ کہنا کہ میں اکیلا ہوں، بلکہ کہنا کہ مجھ پر ایک زبردست نگران ہے اور نہ کبھی گمان کرنا کہ اللہ ﷻ ایک لمحے کے لئے بھی بے خبر ہے اور نہ یہ کہ کوئی پوشیدہ چیز اس کے علم سے باہر ہے۔"

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) سورۃ النمل کے پہلے رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے کس دور کا ذکر ہے؟

(الف) پیدائش سے مدین جانے تک ✓(ب) مدین سے واپسی سے لے کر صحرائے سینا جانے تک

(ج) صحرائے سینا جانے سے موت تک

(۲) سورۃ النمل کے دوسرے رکوع میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا کس وادی سے گزرنے کا ذکر کیا گیا ہے؟

(الف) ہاتھیوں کی وادی سے (ب) جنّات کی وادی سے ✓(ج) چیونٹیوں کی وادی سے

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ہُدہُد کیا خبر لے کر آیا؟

✓(الف) قومِ سبا کی ملکہ کی خبر (ب) چیونٹیوں کی وادی کی خبر (ج) قوی ہیکل جن کی خبر

(۴) حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ملکہ سبا کا تخت پلک جھپکنے میں کون لے کر آیا؟

(الف) طاقت رکھنے والا دیو (ب) جادو کرنے والا انسان ✓(ج) علم رکھنے والا انسان

(۵) سورۃ النمل کے چھٹے رکوع میں قیامت کی کیا بڑی نشانی بیان کی گئی ہے؟

(الف) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ✓(ب) ایک جانور کا انسانوں سے بات کرنا (ج) زمین کا کئی مقامات پر دھنس جانا

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱- سورۃ النمل کے پہلے رکوع میں قرآنِ حکیم سے ہدایت حاصل کرنے والوں کی کون سی چار صفات بیان کی گئی ہیں؟

۱۔ وہ صاحبِ ایمان ہوتے ہیں۔ (آیت:۲) ۲۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ (آیت:۳) ۳۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ (آیت:۳)
۴۔ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ (آیت:۳)

۲- سورۃ النمل کے دوسرے رکوع میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے کون سے چار فضائل بیان کیئے گئے ہیں؟

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت داؤد علیہ السلام کا وارث یعنی جانشین بنایا۔ (آیت:۱۶) ۲۔ پرندوں کی بولی سکھائی۔ (آیت:۱۶)
۳۔ دنیا کی ہر نعمت عطا فرمائی۔ (آیت:۱۶) ۴۔ ان کے لشکر جنات، انسانوں اور پرندوں پر مشتمل ہوتے۔ (آیت:۱۷)

۳- سورۃ النمل کے دوسرے رکوع کی روشنی میں جواب دیجیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکِ سبا کی ملکہ کو کیا خط لکھا تھا؟

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ تم میرے خلاف سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار بن کر میرے پاس آجاؤ۔
(آیات:۳۰،۳۱)

۴- سورۃ النمل کے پانچویں رکوع میں اللہ تعالیٰ کی جن صفات کا ذکر ہے ان میں سے کوئی دس لکھیں؟

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا۔(آیت:۶۰)
۲۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برساتا ہے۔(آیت:۶۰)
۳۔ اللہ تعالیٰ باغات اگاتا ہے۔(آیت:۶۰)
۴۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو رہنے کی جگہ بنایا۔(آیت:۶۱)
۵۔ اللہ تعالیٰ نے نہریں جاری فرمائیں۔(آیت:۶۱)
۶۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ بنائے۔(آیت:۶۱)
۷۔ اللہ تعالیٰ نے دو سمندروں کے درمیان پردہ بنایا۔(آیت:۶۱)
۸۔ اللہ تعالیٰ لاچار اور پریشان حال لوگوں کی فریاد سنتا ہے۔(آیت:۶۲)
۹۔ اللہ تعالیٰ تکالیف دور فرماتا ہے۔(آیت:۶۲)
۱۰۔ اللہ تعالیٰ خشکی اور پانی کے اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے۔(آیت:۶۳)
۱۱۔ اللہ تعالیٰ رحمت کی ہوائیں بھیجتا ہے۔(آیت:۶۳)
۱۲۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔(آیت:۶۴)
۱۳۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے۔(آیت:۶۴)
۱۴۔ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کے کل غیب کو جاننے والا ہے۔(آیت:۶۵)

۵- سورۃ النمل کے آخری رکوع میں کون سے چار امور کی طرف آپ ﷺ کی توجہ دلائی دی گئی ہے؟

۱۔ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کیجیے۔(آیت:۹۱)
۲۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتے رہیے۔(آیت:۹۱)
۳۔ قرآن حکیم کو پڑھ کر سنائیے۔(آیت:۹۱)
۴۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف کیجیے۔(آیت:۹۳)

سُوْرَةُ الْقَصَصِ

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر ۱: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۱۲،۱۱۴) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۱۶،۱۱۸) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ:

اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیئے:

۱۔ نورِ ایمان سے محروم جابر حکمرانوں کا رعایا کے ساتھ سلوک۔

۲۔ قصّہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں اللہ ﷻ کی کارفرما قدرتیں۔

۳۔ اقوامِ عالم کے لئے عبرتیں۔

۴۔ نبی کریم ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات سے آگاہی آپ ﷺ کی نبوت کا واضح ثبوت۔

۵۔ دعوتِ حق کے مقابلہ میں منکرینِ حق کے عذر اور ان کے جوابات۔

۶۔ منکرین رسالت مآب ﷺ کے شکوک وشبہات کا بھرپور جواب۔

۷۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت اہلِ دنیا کے لئے نعمت ورحمت کا ذریعہ۔

۸۔ مال کے حوالہ سے قرآنی احکامات۔

۹۔ بطورِ عبرت سرکش قارون کے واقعہ کے ذریعہ مادہ پرستانہ سوچ کی نفی۔

۱۰۔ قیامت کے احوال۔

۱۱۔ اللہ ﷻ کی ملکیت واختیار اور علم وطاقت کے دلائل۔

۱۲۔ فکرِ آخرت اور شرک کی تردید۔

۱۳۔ اخلاقِ حسنہ مثلاً انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کے ساتھ بے کار اور بیہودہ کاموں سے بچنے کے احکامات۔

ربط سورت:

سورۃ النّمل کے اختتام پر ہدایت یافتہ لوگوں کو رب کی شکر گزاری کی دعوت دی گئی ہے۔ سورۃ القصص کے آغاز میں اللہ ﷻ نے اپنی قدرت کی نشانیوں کا اظہار فرمایا جیسا کہ یہ اس کی قدرت کی نشانی ہے کہ اس نے فرعون جیسے ظالم حکمران کو عبرتناک سزا سے دوچار کیا اور موسیٰ علیہ السلام اور بے سروسامان بنی اسرائیل کی مدد فرمائی۔

ا۔ تینوں سورتوں (سورۃ الشعراء ۲۶، سورۃ النمل ۲۷ اور سورۃ القصص ۲۸) میں دو باتیں مشترک ہیں:

i۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی کشمکش کے ذکر کے ذریعہ قریش کی طاغوتی قیادت کو سرکش فرعونی رویہ ترک کرنے کا حکم دیا گیا۔

ii۔ قریش کی سرکش قیادت کو مختلف قوموں کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرنے کا مشورہ دیا گیا۔

۲۔ سورۃ النمل میں دعوتِ توحید کے سلسلے میں ملکہ سبا کے مثبت رویوں کا ذکر تھا۔ اس سورت میں فرعون، ہامان، ان کے لشکروں اور قارون کے منفی رویوں کا ذکر ہے۔ جن کو آنے والی قوموں کے لئے عبرت بنا کر ہلاک کر دیا گیا۔

۳۔ سورۃ النمل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصّہ مختصراً اور سورۃ القصص میں تفصیلاً ان کی ولادت باسعادت سے لے کر ان کو تورات عطا کیئے جانے تک کے احوال و مشاہدات کا بیان ہے۔

نوٹ: اس سورت کی آیات: ۱ تا ۵۰ کی وضاحت رہنمائے اساتذہ برائے مطالعہ قرآنِ حکیم حصّہ دوم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصّہ میں دی گئی ہے۔

آیت نمبر ۵۱: ا: انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ ﷻ نے کیا انتظام فرمایا؟ ا: اللہ ﷻ مسلسل انبیاء ورسل علیہم السلام کو قوموں کی طرف بھیجتا رہا اور انسانوں کی رہنمائی کے لئے رسولوں پر وحی نازل فرماتا رہا۔

۲: مسلسل وحی بھیجنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی لوگوں کو راہِ راست دکھانے کے لئے اللہ ﷻ مسلسل ہدایت بھیجتا رہا ہے۔ اللہ ﷻ ایک رسول کے بعد دوسرا رسول، ایک کتابِ ہدایت کے بعد دوسری کتاب ہدایت بھیجتا رہا۔ چنانچہ تورات، زبور، انجیل اور قرآنِ حکیم اسی سلسلہ کی سنہری کڑیاں ہیں۔

۳: انبیاء ورسل علیہم السلام کے بھیجے جانے کے نظام کی کیا وجہ بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں اور ہدایت والی زندگی گزاریں۔

عملی پہلو: انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ کا اہم پہلو یہ تھا کہ وہ حق بات کو مسلسل کہتے اور پہنچاتے رہتے تھے۔ لوگوں کا انکار انبیاء کرام علیہم السلام کے عمل اور لگن میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا تھا۔ لہٰذا ہمیں بھی دعوت و تبلیغ کے کام کرتے ہوئے انبیاء کرام علیہم السلام کے اس طرزِ عمل سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور بغیر کسی تھکاوٹ اور اکتاہٹ کے اس کام کو جاری رکھنا چاہیئے جو ہمارے بس میں ہو۔

آیت نمبر ۵۲: ا: آیات: ۵۱ تا ۵۵ کا شانِ نزول کیا ہے؟ ا: آیات: ۵۱ تا ۵۵ تک کی آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ حبشہ کے عیسائی علماء کی ایک جماعت کو حبشہ سے مکہ مکرمہ اسلام اور مسلمانوں کی تحقیق کے لئے بھیجا گیا۔ یہاں پہنچ کر جب انہوں نے آپ ﷺ سے قرآنِ حکیم سنا اور اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو ان کو یقین ہو گیا کہ بلاشبہ یہ دین حق ہے۔ اس لئے وہ کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس پر ابوجہل اور سرداران قریش نے ان کو بُرا بھلا کہا تو اس پر انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے جو کچھ کیا سوچ سمجھ کر اور ٹھیک کیا۔ تم لوگ اگر اس کو نہیں مانتے تو تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ ملے اور ہمیں ہمارے اعمال کا۔ اس پر یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں۔ ۲: قرآنِ حکیم سے پہلے کس کتاب کے دیئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: تورات اور انجیل۔

۳: تورات اور انجیل پر اچھی طرح عمل کرنے والے لوگوں کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۳: وہ اس قرآنِ حکیم پر بھی ایمان لانے والے ہیں۔

۴: کسی ایسے صحابی رضی اللہ عنہ کی مثال بیان کریں جو پہلے تورات اور انجیل پر عمل کرتے تھے پھر وہ قرآنِ حکیم پر بھی ایمان لے آئے؟ ۴: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے تورات کے عالم تھے اور جب انہوں نے قرآنِ حکیم سنا تو وہ قرآنِ حکیم پر ایمان لائے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم سے پہلے بھی لوگوں کی ہدایت کے لئے بہت سی کتابیں نازل فرمائیں۔ جن میں سے تین سے ہم واقف ہیں۔ تورات، زبور اور انجیل ہیں جو اس وقت اپنی اصل شکل میں موجود نہیں اور ان میں تحریف یعنی تبدیلی ہو چکی ہے، اگرچہ بائبل (Bible) کے نام سے آج یہودی تورات اور انجیل کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن یہ تحریف شدہ کتابیں ہیں اور کئی کتابوں کا مجموعہ ہیں۔

آیت نمبر ۵۳: ۱: حق کے متلاشی اہل کتاب کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: جب انہیں قرآنِ حکیم پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں۔

۲: حق کے متلاشی اہل کتاب کی قرآنِ حکیم کے بارے میں کیا رائے بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: وہ کہتے ہیں کہ یہی سچ ہے اور ہمارے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے، یعنی تورات اور انجیل کی پیشین گوئیوں کی بنا پر وہ پہلے ہی تسلیم کر چکے تھے کہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں اور یہ قرآن حکیم اللہ ﷻ کا کلام ہے۔

۳: اس آیت میں حق کے متلاشی اہل کتاب کی کیا خوبی بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: وہ قرآن حکیم پانے سے پہلے بھی اللہ ﷻ کی فرمانبرداری کرنے والے تھے۔

نوٹ: پہلی امتوں کا دین اسلام تھا اور وہ بھی مسلم یعنی فرماں بردار تھے، جیسا کہ فرمایا گیا "(یہی) تمہارے والد ابراہیم (علیہ السلام) کا طریقہ ہے اس (اللہ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا، اس سے پہلے اور اس (قرآن) میں بھی۔" (سورۃ الحج ۲۲، آیت: ۷۸) لہٰذا اسلام ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین رہا ہے اور اس کے ماننے والے "مسلم" یعنی فرماں بردار کہلاتے ہیں۔

عملی پہلو: پہلی الہامی کتابوں اور قرآنِ حکیم کی بنیادی تعلیمات آپس میں ملتی جلتی ہیں۔ لہٰذا جن لوگوں کے دلوں میں تعصب نہ ہو، نہ ہی ان کے ذاتی مفادات قبولِ حق کی راہ میں آڑے آئیں وہ فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ یہ قرآنِ حکیم بھی اللہ ﷻ ہی کی طرف سے نازل شُدہ کتاب ہے۔ جب ان کے سامنے حق کی دعوت رکھی جاتی ہے تو وہ کسی بحث میں پڑنے کے بجائے فوراً اسے دل و جان سے تسلیم کرتے ہوئے اس پر ایمان لے آتے ہیں۔

آیت نمبر ۵۴: ۱: حق کے متلاشی یہودی یا عیسائی اگر اسلام قبول کر لیں تو انہیں کتنا اَجر دیا جائے گا؟ ۱: انہیں دوگنا اَجر دیا جائے گا۔

۲: نو مسلموں کی کیا صفات ذکر فرمائی گئی ہیں؟ ۲: i۔ وہ صبر کرنے والے ہیں۔ ii۔ وہ بھلائیوں کے ذریعہ بُرائیوں کو دور کرنے والے ہیں۔ iii۔ جو رزق اللہ ﷻ نے انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرنے والے ہیں۔

۳: سابقہ امتوں کے کس صبر کی طرف اشارہ ہے؟ ۳: وہ ہر قسم کے حالات میں انبیاء کرام علیہم السلام اور کتاب الٰہی پر ایمان کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "تین شخص ایسے ہیں جنہیں دوہرا اَجر دیا جائے گا۔ ان میں سے ایک وہ اہل کتاب (یہودی یا نصرانی) جو پہلے اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان رکھتا تھا پھر محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آیا اسے دوہرا اَجر دیا جائے گا۔" (صحیح بخاری و مسلم)

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ ﷻ سے ڈرو اور بُرائی کے پیچھے نیکی لگا دو۔ یہ نیکی اس بُرائی کو مٹا دے گی اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ میل جول رکھو۔" (جامع ترمذی)

عملی پہلو: جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر توبہ و استغفار کرنے کے بعد نیک عمل کی فکر کرنی چاہیئے۔ اس طرح وہ نیک عمل اس گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ حق کی راہ میں آنے والے مصائب پر صبر کرنا، بُرائی کا جواب بھلائی سے دینا اور دوسروں کی خطاؤں سے درگزر اور معافی کا معاملہ کرنا اور حتی المقدور دوسروں پر خرچ کرنا اللہ ﷻ کے نزدیک بڑے اَجر کے حصول کا ذریعہ ہے۔

آیت نمبر ۵۵: ۱: ان نو مسلموں کی کیا خوبیاں بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۱: i۔ جب وہ کوئی لغو بات دیکھتے ہیں تو اس سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ ii۔ کفار سے اُلجھتے نہیں ہیں، کہتے ہیں کہ تمہارے لئے تمہارے اعمال اور ہمارے لئے ہمارے اعمال۔ iii۔ جب جذباتی لوگ ان سے بحث مباحثہ کرتے ہیں تو وہ انہیں بس اب ہمارا سلام کہہ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

عملی پہلو: مخالفین سے بلاوجہ نہیں اُلجھنا چاہیئے بلکہ ان سے ایسے موقع پر بات کرنی چاہیئے جب وہ سننے کا اور سمجھنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

۲:اس آیت میں "سلام" سے کیا مراد ہے؟ ۲: یہ سلام وہ نہیں ہے جو اہل ایمان ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو پیش کرتے ہیں بلکہ یہ جان چھڑانے کا ایک طریقہ ہے جیسے اردو بولنے والے کسی بیہودہ آدمی سے علیحدگی اختیار کرنے کے لئے یوں کہہ دیتے ہیں کہ بھئیا سلام کریں اور اس کا یہ معنی ہو سکتا ہے کہ ہم تمہاری حرکتوں کا جواب نہ دیں گے، بدلہ نہ لیں گے، تم ہماری طرف سے باسلامت رہو، ہم تم سے نہیں اُلجھیں گے۔

آیت نمبر ۵٦: ا:اس آیت میں ہدایت اور گمراہی کے اعتبار سے کس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے؟ ا: انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر انسانوں میں سے کسی کو بھی اپنی مرضی سے کسی دوسرے کو ہدایت دینے کا اختیار نہیں ہے۔ بلکہ اللہ ﷻ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔

۲:اس آیت کا کیا شانِ نزول بیان فرمایا جاتا ہے؟ ۲: نبی کریم ﷺ کی شدید خواہش تھی کہ آپ ﷺ کے چچا جناب ابو طالب کلمہ پڑھ لیں، مگر وفات کے وقت جناب ابو طالب صرف قریش کے طعنہ اور ان کی ملامت کے ڈر سے خاموش رہے اس پر یہ آیت نازل فرمائی گئی تاکہ آپ ﷺ کو تسلی ہو جائے۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ کی انتہائی آرزو تھی کہ سب لوگ بالخصوص آپ ﷺ کے خاندان، قبیلے اور رشتہ داروں میں سے کوئی بھی نعمت ایمان سے محروم نہ رہے، اللہ ﷻ نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے حبیب ﷺ! ہدایت دینا آپ ﷺ کا کام نہیں کہ جس کو چاہیں ہدایت دے دیں کیونکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ کون اس قابل ہے کہ اس کے دل میں ایمان کی شمع روشن کی جائے۔

عملی پہلو: یوں تو اللہ ﷻ رزق بغیر مانگے عطا فرماتا ہے اور بہت ساری نعمتیں بھی ایسی ہیں جو اللہ ﷻ بغیر مانگے عطا فرماتا ہے لیکن ہدایت بغیر مانگے حاصل نہیں ہوتی جیسا کہ حدیثِ قدسی میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ (ﷻ) کا فرمان ہے اے میرے بندو! تم سب کے سب گمراہ ہو مگر جنہیں میں نے ہدایت دی، پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت عطا فرماؤں گا۔" (صحیح بخاری)

۳:ہدایت یافتہ لوگ کون ہیں؟ ۳:وہ لوگ جو اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے والے ہیں اور اللہ ﷻ ان سے خوب واقف ہے۔

نوٹ: مفسرین لکھتے ہیں: کہ "جناب ابو طالب" کے ایمان کے مسئلہ میں جو لوگ آپ کے ایمان کے قائل نہیں انہیں بھی یہ مناسب نہیں کہ اپنی زبان پر کوئی ناروا جملہ لے کر آئیں کیونکہ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کو اذیت پہنچتی ہے اور کوئی بعید نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا دل مبارک بھی رنجیدہ ہوتا ہو، ہر عقلمند آدمی جانتا ہے کہ ایسے نازک مقامات پر احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ اس معاملہ میں خاموشی اختیار کرنا اور اسے اللہ ﷻ کے سپرد کرنا ہی بہتر ہے۔

آیت نمبر ۵۷: ا: مشرکین مکہ آپ ﷺ پر ایمان نہ لانے کی یا اسلام نہ قبول کرنے کی کیا وجوہات بیان کرتے تھے؟ i:۔وہ کہتے تھے کہ اگر ہم اسلام لے آئے تو عرب قبائل ہمارے دشمن ہو جائیں گے۔ii۔ ہمیں اپنے ملک سے نکال دیا جائے گا۔iii۔ ہم معاشی بدحالی کا شکار ہو جائیں گے۔

۲: مشرکین مکہ کے ان اندیشوں کا کیا جواب دیا گیا؟ ۲:اللہ ﷻ نے انہیں ان کے شرک وکفر کے باوجود مکہ جیسا پُر امن ماحول عطا فرمایا، پھلوں میں سے رزق عطا فرمایا اور جو اللہ ﷻ ان کے شرک وکفر کے باوجود ان کی حفاظت فرماتا رہا وہ اسلام لانے کے بعد ان کی حفاظت کیوں نہیں فرمائے گا۔

نوٹ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا اور پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس وقت مکہ میں چھوڑا جب بیت اللہ کی صرف بنیادیں تھیں مگر عمارت موجود نہ تھی اور مکہ شہر کا نام ونشان تک نہ تھا اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور ان الفاظ میں دعا مانگی۔ "اے میرے رب میں اپنے اہل وعیال کو بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑے جا رہا ہوں، تاکہ وہ نماز قائم کریں اور اے اللہ! لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔" (سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت: ۳۷) یہ اسی دعا کی قبولیت کا نتیجہ ہے کہ اللہ ﷻ ہر طرح کا رزق وافر مقدار میں وہاں بسنے والے لوگوں تک مسلسل پہنچا رہا ہے۔

۳: قریش اور مشرکین کے اسلام نہ لانے کی اصل وجہ کیا بیان کی گئی ہے؟ ۳: ان میں سے اکثر اللہ ﷻ کی حقیقت کو نہیں جانتے۔ گویا اللہ ﷻ کے بارے میں ان کی لاعلمی ان کے کفر وشرک اور اسلام سے دوری کی وجہ بیان کی گئی ہے۔

آیت نمبر ۵۸: ۱: قریش مکہ کو سمجھانے کے لئے کن قوموں کی مثال دی گئی ہے؟ ۱: قریش مکہ کو سمجھانے کے لئے اپنی معیشت پر ناز کرنے والی اور خوشحالی پر اترانے والی قوموں کی مثال دی گئی ہے جنہیں اللہ ﷻ نے ان کے کفر و شرک کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔

۲: یہ کون سی قومیں تھیں جنہیں اللہ ﷻ نے ہلاک کیا؟ ۲: یہاں قوموں سے مراد قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ لوط علیہ السلام ہیں جن کے کھنڈرات قریش مکہ کے تجارتی راستے موجود تھے اور وہ ان کے مشاہدے میں بھی تھے۔

۳: قریش مکہ کو کیا نصیحت کی گئی؟ ۳: قریش مکہ کو نصیحت فرمائی گئی کہ ان کے لئے بہتر ہے کہ وہ اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کی اطاعت کریں ورنہ معیشت اور خوشحالی پر ناز کرنے والی بہت سی قومیں گزری ہیں جنہیں نافرمانی اور سرکشی پر اللہ ﷻ نے تباہ و برباد کر دیا۔

نوٹ: قرآنِ حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن قوموں کو اللہ ﷻ نے ان کی سرکشی کی وجہ سے تباہ کیا وہ دنیا کے لحاظ سے بہت ترقی یافتہ تھیں کیونکہ عموماً زیادہ تر امیر لوگ ہی فیشن اور ترقی کے نام پر ہر قسم کی بُرائی اور بے حیائی کے مُوجد (یعنی ایجاد کرنے والے) ہوتے ہیں۔ مکہ والوں کو بتایا گیا ہے کہ اے مکہ والو! جن بستیوں کو ہم نے تباہ کیا وہ تمہاری بستی سے کئی گنا طاقت ور تھیں۔ تمہیں ان کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ سورۃ محمد ۴۷، آیت: ۱۳ میں ارشاد فرمایا گیا: "اور کتنی ہی بستیاں جو اس بستی سے بڑھ کے طاقت ور تھیں ہم نے انہیں ہلاک کر دیا ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں تھا۔"

آیت نمبر ۵۹: ۱: اس آیت میں قریش مکہ کے کس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے؟ ۱: قریش مکہ کا اعتراض تھا کہ اگر کفر بُری چیز ہے تو ہم ہلاک کیوں نہیں کر دیئے جاتے۔ ۲: ان کے اس اعتراض کا کیا جواب دیا گیا؟ ۲: اللہ ﷻ کا اصول اور طریقہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ پہلے متعلقہ قوم کی طرف باقاعدہ ایک رسول مبعوث کیا جاتا ہے جو حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا واضح کر کے اس قوم پر حجت تمام کر دیتا ہے۔ ۳: رسولوں کو قوم کی طرف بھیجنے کا مطلب کیا ہے؟ ۳: کسی قوم کی طرف رسول بھیجنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس علاقے کے ہر ہر گاؤں اور ہر ہر بستی میں رسول مبعوث کیئے جاتے تھے بلکہ اس کا طریقہ اور ضابطہ یہ رہا ہے کہ اللہ ﷻ متعلقہ قوم کے کسی مرکزی شہر یا صدر مقام میں رسول بھیجتے تھے۔ ۴: مرکزی مقام کا انتخاب کیوں کیا جاتا ہے؟ ۴: مرکزی مقام کا انتخاب اس لئے کیا جاتا ہے کہ مرکز کے باشندے زیادہ سمجھدار اور معاملہ فہم ہوتے ہیں۔ اگر وہ حق کو قبول کر لیں تو اس کے اثرات سب اطراف و جوانب پر پڑتے ہیں۔ یوں بھی اطراف و جوانب کے لوگ اہم امور کے لئے مرکز ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ چھوٹے شہر، قصبے اور دیہات بڑے شہروں سے ہی متاثر ہوا کرتے ہیں۔ جس طرح غریب لوگ امیروں سے اور چھوٹے طبقات بڑے طبقہ سے متاثر ہوتے ہیں۔

۵: اللہ ﷻ نافرمان کفار و مشرکین کو کب ہلاک کرتا ہے؟ ۵: جب وہ رسولوں کی تکذیب کر کے ظالم بن جاتے اور اپنے کفر پر اَڑے رہتے ہیں تب انہیں عذاب کے ذریعے نیست و نابود کر دیا جاتا ہے۔ ۶: ظالم سے کون مراد ہیں؟ ۶: ظالم سے مراد مُشرک، کافر، گناہ گار اور ظلم و ناانصافی کرنے والے سبھی ہیں۔

آیت نمبر ۶۰: ۱: دنیا کی نعمتوں اور معاشی خوشحالی کے بارے میں کیا حقیقت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: دنیا میں اللہ ﷻ نے ہمیں جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ اس دنیا کی زندگی کا عارضی ساز و سامان اور زینت ہے۔ ۲: آخرت کی نعمتوں کے بارے میں کیا حقیقت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: آخرت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے کہیں بڑھ کر ہیں اور ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ ۳: انسانوں کو کس بات پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے؟ ۳: انسانوں کو اس بات پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ وہ نہایت قیمتی اور ہمیشہ رہنے والی آخرت کی نعمتوں کو چھوڑ کر عارضی اور نفس کی لذتوں کے حصول میں کیوں لگ جاتے ہیں۔

عملی پہلو: ہمیں دنیا کی عارضی نعمتوں کے مقابلے میں آخرت کی بہتر اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کی فکر کرنی چاہیئے اور ان کے حصول کی کوشش کرنی چاہیئے اور اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنی چاہیئے۔

نوٹ: ایک حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کی قسم! دنیا اور آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبو کر نکال لے، دیکھے کہ سمندر کے مقابلے میں انگلی میں کتنا پانی ہو گا"۔ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۶۱: ۱: اس آیت میں کن دو کرداروں کا باہمی موازنہ کیا گیا ہے؟ ۱: مومن اور مشرک کا آپس میں موازنہ کیا گیا ہے۔
۲: اس آیت میں مومن کا کیا حال بیان فرمایا گیا؟ ۲: اللہ ﷻ نے مومنوں سے جنت اور وہاں کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جس سے وہ آخرت میں فائدہ اُٹھا رہے ہوں گے۔ ۳: اس آیت میں مشرک کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۳: مشرکوں کو اللہ ﷻ نے محض دنیا کا ساز و سامان دیا ہے اور اپنی نافرمانی اور کفر و شرک کی وجہ سے وہ قیامت کے دن مجرم کے طور پر اللہ ﷻ کی بارگاہ میں حاضر کیئے جائیں گے۔

عملی پہلو: جس نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کو مقدم جانا وہ آخرت میں ذلیل ہو گا۔

۴: ان دونوں کرداروں کے بیان سے ہمیں کیا نتیجہ نکالنا چاہیئے؟ ۴: مومن اور مشرک ہرگز برابر نہیں ہو سکتے اور ہمیں اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی بات مان کر آخرت کے ہمیشہ رہنے والے انعامات کے حصول کی کوشش کرنی چاہیئے اور دنیا کی چند روزہ زندگی بنانے کے لئے اللہ ﷻ کو ناراض کر کے ہمیشہ ہمیشہ کا نقصان اُٹھانے سے بچنا چاہیئے۔

نوٹ: دنیا کی حقیقت کے بارے میں اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا کہ: "مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ" دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔ (سورۃ اٰلِ عمران ۳، آیت: ۱۸۵)

آیت نمبر ۶۲: ۱: قیامت کے دن اللہ ﷻ مشرکین سے کیا پوچھ گچھ فرمائے گا؟ ۱: قیامت کے دن اللہ ﷻ مشرکین سے پوچھے گا کہ کہاں ہیں وہ جھوٹے معبود جنہیں تم میرے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔
۲: اللہ ﷻ قیامت کے دن مشرکین سے جھوٹے معبودوں کے بارے میں کیوں پوچھ گچھ فرمائے گا؟ ۲: اللہ ﷻ قیامت کے دن مشرکوں کے سامنے شرک کی حقیقت واضح کرنے اور انہیں ایک دوسرے کے سامنے ذلیل کرنے کے لئے جھوٹے معبود کے بارے میں یہ پوچھ گچھ فرمائے گا۔

آیت نمبر ۶۳: ۱: کفار و مشرکین کی بجائے شیاطین جن و انس کیوں جواب دیں گے؟ ۱: شیاطین جن و انس سمجھ جائیں گے کہ فی الحقیقت انہیں بھی ڈانٹ پلائی گئی ہے اس لئے سبقت کر کے جواب دیں گے اور اعترافِ جرم کریں گے۔ ۲: شیاطین جن و انس اس الزام کا کیا جواب دیں گے؟ ۲: وہ اِقرار جرم کریں گے۔
۳: شیاطین جن و انس کفار و مشرکین کے سردار اپنی قوم کو بہکانے کی کیا وجہ بیان کریں گے؟ ۳: وہ کہیں گے کہ ہم خود گمراہ تھے اس لئے ہم نے ان کو بھی گمراہ کیا۔ ۴: شیاطین جن و انس کفار و مشرکین کا کیا جرم بیان کریں گے؟ ۴: وہ کہیں گے کہ ہم نے ان پر کوئی جَبر نہیں کیا، بلکہ انہوں نے خود اپنی خواہش نفس کی بات مان کر ہماری پیروی کی۔ ہم نے ان کے سامنے گمراہی پیش کی اور انہوں نے اپنی مرضی سے اسے قبول کر لیا۔ لہٰذا ہم ان کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے۔

آیت نمبر ۶۴: ۱: اللہ ﷻ قیامت کے دن مشرکین کو کیا حکم دے گا؟ ۱: اللہ ﷻ انہیں حکم دے گا کہ وہ اپنے جھوٹے خدائی میں شریکوں یعنی بتوں اور دوسرے باطل معبودوں کو پکاریں۔ ۲: اللہ ﷻ ان باطل معبودوں کے پکارنے کے لئے کیوں فرمائے گا؟ ۲: باطل معبودوں کی بے بسی اور لاچاری واضح کرنے اور مشرکین کی حسرت اور تذلیل کے لئے۔ مشرکین کے پکارنے کا سبب یہ ہو گا کہ وہ بد حواس ہو چکے ہوں گے، دہشت زدہ ہو کر ان کو جا پکڑیں گے یا اس لئے پکاریں گے کہ ان کا عقیدہ ہی یہ تھا کہ یہ معبود اُن کی اللہ ﷻ سے سفارش کریں گے۔ ۳: مشرکین کی پکار پر جھوٹے معبود کیا کریں گے؟ ۳: وہ ان کی پکار کا جواب تک نہ دے سکیں گے۔ ۴: مشرکین کا کیا انجام ہو گا؟ ۴: انہیں شدید عذاب دیا جائے گا۔
۵: مشرکین قیامت کے دن اپنا بھیانک انجام دیکھ کر کیا خواہش کریں گے؟ ۵: مشرکین تمنا کریں گے کہ کاش وہ دنیا میں سیدھے راستے پر چلتے۔

آیت نمبر ۶۵: ۱: قیامت کے دن اللہ ﷻ مشرکین سے مزید کیا پوچھ گچھ کرے گا؟ ۱: اللہ ﷻ مشرکین سے پوچھے گا کہ انہوں نے اپنے رسولوں کو کیا جواب دیا۔ ۲: رسولوں کو جواب دینے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی مشرکین اور کفار کی طرف اللہ ﷻ نے رسول بھیجے تھے، جب رسولوں نے انہیں اللہ ﷻ کا پیغام پہنچایا اور اس پر چلنے کی ہدایت کی تو انہوں نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا، کیا ان کی دعوت قبول کی تھی؟ گویا اس سے پہلے کی آیات میں توحید سے متعلق سوال تھا۔ اب رسالت کے بارے میں پوچھ گچھ ہو گی۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب میّت دفنادی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو "منکر" اور دوسرے کو "نکیر" کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں میت سے پوچھتے ہیں، تم اس شخص (یعنی محمد ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے رہتے تھے؟" (جامع ترمذی)

نوٹ: رسول کے نافرمان کا قیامت کے دن حسرت کا اظہار سورۃ الفرقان ۲۵ کی آیات: ۲۷ تا ۳۰ میں بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۶۶: ۱: مشرکین قیامت میں اللہ ﷻ کے سوال پر کیا جواب دیں گے؟ ۱: قیامت کے دن مشرکین اللہ ﷻ کے سوال پر کوئی جواب نہ دے سکیں گے۔
۲: مشرکین اللہ ﷻ کے سوال پر کوئی جواب کیوں نہ دے سکیں گے؟ ۲: نہ تو وہ اپنے کفر و شرک کا بہانہ بنا سکیں گے اور نہ ہی آپس میں مشورہ کر کے ان سے کوئی جواب بن پڑے گا کیوں کہ انہیں مشوروں کی اجازت ہی نہ ہو گی۔ یعنی اس دن کی دہشت اتنی زیادہ ہو گی کہ وہ ایک دوسرے سے کوئی بات پوچھ ہی نہ سکیں گے۔ کوئی کسی سے اس لئے بھی نہ پوچھے گا کہ جواب سے عاجز ہونے میں سب کے سب برابر ہوں گے۔

آیت نمبر ۶۷: ۱: آخرت میں کامیابی کی کیا شرائط بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۱: i۔ اپنے کفر و شرک اور گناہوں سے توبہ کرنا۔ ii۔ ایمان لانا۔ iii۔ نیک اعمال کرنا۔
۲: ان شرائط کو پورا کرنے والوں کا قیامت کے دن کیا انجام ہو گا؟ ۲: وہ فلاح پانے والے یعنی کامیاب ہونے والے ہوں گے۔

عملی پہلو: ہمیں اپنے اعمال پر کبھی گھمنڈ اور غرور نہیں ہونا چاہیئے بلکہ مومن صادق کو ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیئے کہ اعمال حسنہ پر اللہ ﷻ کا وعدۂ بخشش تو بلاشبہ ہر لحاظ سے پختہ و قوی ہے۔ مگر کیا ہمارے اعمال اس قابل بھی ہیں کہ بارگاہِ اقدس میں شرفِ قبولیت پا سکیں؟ لہٰذا ہمیشہ اپنی نیت اور اپنے عمل کی اصلاح کی فکر میں لگے رہنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۶۸: ۱: اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی کمال تخلیق اور اس کے ارادے یعنی مرضی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہی اللہ ﷻ پیدا فرماتا ہے اور منتخب فرماتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ ۲: انسانوں میں سے منتخب فرمانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی وہ انسانوں میں سے جسے چاہتا ہے پیدا فرما کر نبوت رسالت سے سرفراز فرماتا ہے۔ ۳: انسانوں میں سے بعض لوگوں کو رسول اور نبی منتخب فرمانے کا اختیار کس کے پاس ہے؟ ۳: صرف اور صرف اللہ ﷻ کے پاس ہے۔ اللہ ﷻ کے علاوہ کوئی اور یہ اختیار نہیں رکھتا کہ انبیاء ورسل علیہم السلام کا انتخاب کر سکے۔

نوٹ: سورۂ آلِ عمران ۳ میں یہی مضمون اس طرح آیا ہے: "یقیناً اللہ ﷻ نے آدم (علیہ السلام) کو اور نوح (علیہ السلام) کو اور آلِ ابراہیم (علیہ السلام) کو اور آلِ عمران کو تمام جہان والوں پر چُن لیا۔"

شانِ نزول: مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جب ولید بن مغیرہ نے اللہ ﷻ کے فرمان کے بارے میں کہا کہ اللہ (ﷻ) اپنے اختیار سے رسول نہیں بھیجتا تو اس کے جواب کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۴: اس آیت میں شرک کی کیسے مذمت کی گئی ہے؟ ۴: اللہ ﷻ پاک ہے اور ہر قسم کے شرک سے نہایت بُلند و برتر ہے۔

آیت نمبر ۶۹: ۱: اللہ ﷻ کے کمال علم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ خوب جانتا ہے جو کچھ کفار کے سینے میں ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔
۲: کفار کے سینے میں جو کچھ ہے اس سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی قرآنِ حکیم اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جو بغض اور دشمنی، فاسد جذبات، بُری نیتیں اور مُحرکات ان کے سینوں میں ہیں اللہ ﷻ ان سے بھی واقف ہے اور جس کا وہ اظہار اپنی زبانوں اور ہاتھ پاؤں سے کرتے ہیں وہ بھی اللہ ﷻ کو معلوم ہے۔

عملی پہلو: کسی شخص کو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اس نے جو کچھ اپنے دل میں بات رکھی ہے وہ اللہ ﷻ کے علم میں نہیں ہے۔ اللہ ﷻ کو ظاہراً اور باطناً ہر چیز اور ہر بات کا پورا پورا علم ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور نہ رہ سکتی ہے۔

آیت نمبر ۷۰: ۱: عظیم الشان صفات رکھنے والے اللہ ﷻ کے بارے میں کیا حقیقت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ہی معبودِ حقیقی ہے اور اللہ ﷻ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ۲: حمد و ثنا کے لائق کون ہے؟ ۲: اللہ ﷻ ہی دنیا اور آخرت میں حمد و ثنا کے لائق ہے۔

نوٹ: دنیا اور آخرت میں جو تعریف ہوگی وہ کسی نہ کسی خوبی کی بنا پر ہوگی اور خوبی جو بھی ہے اور جس میں بھی ہے وہ سب اللہ ﷻ کی عطا کردہ ہے۔ لہٰذا تعریف جس کی بھی کی جائے اصل میں اس وحدہٗ لاشریک کی ہوگی۔

۳: اس کائنات میں کس کا حکم چلتا ہے؟ ۳: اس کائنات میں صرف اللہ ﷻ ہی کا حکم چلتا ہے یعنی کائنات پر اصل حاکمیت اسی کی ہے۔ وہ جو حکم چاہے دے، جس چیز کو چاہے حلال قرار دے اور جس کو چاہے حرام ٹھہرائے۔

۴: ہمیں کس حقیقت کو یاد رکھنا چاہیئے؟ ۴: ہمیں موت کے بعد بالآخر اللہ ﷻ ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

آیت نمبر ۷۱: ۱: توحیدِ باری تعالیٰ کے لئے کیا عقلی دلیل پیش کی گئی ہے؟ ۱: رات اور دن کے نظام کو توحیدِ باری تعالیٰ کی دلیل کے طور پر پیش فرمایا گیا ہے۔

۲: ہمیں اس آیت میں کس بات پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے؟ ۲: اگر اللہ ﷻ ہم پر قیامت تک کے لئے رات طاری فرمادے تو کون سا ایسا سائنس دان ہے، کون سی ایسی ٹیکنالوجی ہے جو روشنی لوٹا سکے۔

۳: اس عقلی دلیل کا کیا نتیجہ نکلنا چاہیئے؟ ۳: ہمیں اللہ ﷻ کی بات سننی چاہیئے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے تاکہ ہم دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوسکیں۔

نوٹ: کائنات کے نظام میں دن رات کی گردش کا بڑا عمل دخل ہے۔ اگر رات اور دن کا سلسلہ نہ ہو یا اسے ختم کر دیا جائے تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ دن کی اہمیت اور ضرورت واضح ہے۔ اس کے بے شمار فائدے ہیں۔ تاہم اگر رات اور اس کی نیند نہ ہوتی تو انسان کب تک کام کاج کر سکتا تھا۔ یہ رات ہی کا فائدہ ہے کہ آدمی دن کا تھکا ماندہ سوتا ہے۔ لیکن صبح اٹھتا ہے تو ذہن تازہ، جسم توانا اور ہر شخص اپنا اپنا کام کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ اللہ ﷻ نے رات کو اس طرح بنایا ہے کہ دنیا کا ایک وسیع و عریض حصہ آرام کر رہا ہوتا ہے جبکہ لوگوں کا دوسرا حصہ دنیا کے نظام میں مصروف ہوتا ہے۔ یوں دنیا کا نظام اللہ ﷻ چلا رہا ہے۔

آیت نمبر ۷۲: ۱: اس آیت میں ہمیں کس حقیقت پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے؟ ۱: اگر اللہ ﷻ قیامت تک کے لئے دن طاری فرمادے تو کون ہے جو رات لا سکے، ہمیں اس پر غور کرنا چاہیئے۔ ۲: اس آیت میں رات کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: تاکہ ہم اس میں آرام کر سکیں۔

نوٹ: آج کا انسان تو زبردست جغرافیائی معلومات رکھتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ قطب شمالی (North Pole) پر چھ مہینے دن اور چھ مہینے رات ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے وہاں آبادی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے برخلاف درمیانی عرض البلد (Latitude) پر جہاں روزانہ شب و روز کی آمد و رفت کا سلسلہ رہتا ہے۔ انسانوں سے گنجان آباد ہے۔ پھر وہ یہ بھی جانتا ہے کہ دن اور رات کا وجود زمین کی محوری گردش کا نتیجہ ہے۔ مگر وہ اس سوال پر غور کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا جو لازماً اس موقع پر پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ کیا گردش کا یہ نظام اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اس کے پیچھے ایک مُدبّر ہستی کا ہاتھ کار فرما ہے جو زمین کو گردش میں رکھے ہوئے ہے جو اللہ وحدہ لاشریک ہے۔

آیت نمبر ۷۳: ۱: دن اور رات کے اس نظام کو کس بات سے تعبیر کیا گیا ہے؟ ۱: دن اور رات کا یہ نظام اللہ ﷻ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

نوٹ: یہ اللہ ﷻ کے اس عظیم انعام کا تذکرہ ہے کہ اس نے رات کے وقت کو سکون حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا، اندھیرا طاری کر کے سب کو مجبور کر دیا کہ وہ اس وقت آرام کریں، ورنہ یہ ہوتا کہ ایک شخص آرام کرنا چاہتا ہے تو دوسرا اس وقت کوئی کام کرنا چاہتا ہے اور اس کے کام میں مشغول ہونے سے پہلے شخص کے آرام میں خلل واقع ہوتا۔ اسی طرح دن کے وقت کو اللہ ﷻ نے اپنا فضل تلاش کرنے یعنی روزی روزگار کمانے کا وقت بنا دیا، تاکہ اس وقت سب کام میں لگیں۔ اگر تمام وقت دن رہتا تو سکون حاصل کرنا مشکل ہوتا اور اگر تمام وقت رات رہتی تو سارے کام ناممکن ہو جاتے۔

آیت نمبر ۷۴: ۱: اس آیت میں کس دن کا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۱: قیامت کے دن کا حال ذکر کیا گیا ہے۔

۲: اس دن اللہ ﷻ کے جلال کا کیسے ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ مشرکین کو پکاریں گے کہ کہاں ہیں وہ میرے شریک جنہیں تم میرا شریک ٹھہراتے تھے۔

۳: کیا مشرکین کے پکارنے پر مشرکین کے معبود اُن کے کچھ کام آسکیں گے؟ ۳: ہر گز نہیں! قیامت کے دن مشرکین کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

آیت نمبر ۷۵: ۱: قیامت کے دن انسانوں کے اجتماعی حساب وکتاب سے متعلق کس حقیقت کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: قیامت کے دن اللہ ﷻ ہر امت میں سے ایک گواہ نکالے گا۔ ۲: یہ گواہ کون ہوں گے؟ ۲: ہر امت کی طرف بھیجے جانے والے رسول قیامت کے دن بطور گواہ پیش کیئے جائیں گے۔ ۳: رسول کیا گواہی دیں گے؟ ۳: رسول اس بات کی گواہی دیں گے کہ انہوں نے اللہ ﷻ کا پیغام قوم تک پہنچا دیا تھا، یعنی اللہ ﷻ کے احکامات پورے پورے قوم تک پہنچا دیئے تھے۔ ۴: انبیاء کرام علیہم السلام کی اس گواہی کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ ۴: انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ گواہی قوم کے نیک لوگوں کے حق میں ہوگی جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی بات کو مانا اور زندگی اللہ ﷻ کی فرماں برداری میں گزاری، جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ گواہی مشرکوں، کافروں اور مجرموں کے خلاف جائے گی قیامت کے دن مجرم یہ نہ کہہ سکیں گے کہ اے اللہ! ہم تک تیرا پیغام نہیں پہنچا تھا اور ہم نہیں جانتے تھے کہ صحیح راستہ کیا ہے۔

نوٹ: انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف سے گواہی کا ذکر قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر ہے۔ جیسے سورۃ النسآء ۴، آیت: ۴۱، سورۃ النحل ۱۶، آیات: ۸۴ اور ۸۹۔

عملی پہلو: قیامت کے دن جس طرح ہر قوم پر ایک رسول گواہی دیں گے اسی طرح یہ امت مسلمہ بھی گواہ کے طور پر پیش کی جائے گی۔ اسی بات کا ذکر سورۃ البقرہ ۲، آیت: ۱۴۳، سورۃ الحج ۲۲، آیت: ۷۸ میں بھی ہے۔

۴: قیامت کے دن مجرموں سے کیا پوچھا جائے گا؟ ۴: قیامت کے دن اللہ ﷻ مشرکین کو حکم دے گا کہ وہ اپنے جھوٹے اور من گھڑت معبودوں کے لئے کوئی دلیل پیش کریں اور ظاہر ہے مشرکین اس حوالے سے کوئی دلیل پیش نہیں کر سکیں گے۔

۵: مشرکین جو اپنے شرک کے لئے جھوٹی توجیہات دیتے ہیں قیامت کے دن ان کا کیا معاملہ ہوگا؟ ۵: قیامت کے دن وہ سب بے کار ثابت ہوں گی۔

۶: قیامت کے دن مشرکین کس نتیجے پر پہنچیں گے؟ ۶: قیامت کے دن مشرکین کو معلوم ہو جائے گا کہ صرف اللہ ﷻ ہی حقیقی معبود ہے۔

آیت نمبر ۷۶: ۱: قارون کون تھا؟ ۱: قارون بنی اسرائیل کا ایک فرد تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قریبی رشتہ دار تھا۔

نوٹ: قارون نے موسیٰ علیہ السلام سے بغاوت اور اپنی قوم کے ساتھ غداری کی جس کے بدلے میں فرعون نے اسے اپنے ہاں ایک خاص اور ممتاز مقام دیا۔ فرعون اور ہامان کے بعد تیسرے نمبر پر اسی کا شمار ہونے لگا۔ جیسا کہ سورۃ المومن ۴۰ کی آیت نمبر ۲۳ اور ۲۴ میں مذکور ہے کہ: "ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیوں اور کھلی دلیل کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو ایک جادوگر ہے سخت جھوٹا" (معاذ اللہ)۔ حکومتی خزانے کے بعد ملک بھر میں سب سے زیادہ دولت اس کے پاس تھی۔ جس کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کے خزانوں کے تالوں کی کنجیاں اتنی بھاری تھیں کہ ایک مضبوط اور طاقتور جتھا جب ان کو اٹھاتا تو اس کی کمر جھک جاتی۔ قارون اپنے مال پر اترانے والا اور یتیموں، مسکینوں کے حقوق سلب کرنے والا تھا۔ پورے بنی اسرائیل کی سیادت و سرداری حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھی۔ ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام ان کے معاون اور شریک نبوت تھے۔ قارون کو یہ حسد ہوا کہ میں بھی تو ان کی برادری کا فرد اور قریبی رشتہ دار ہوں میرا اس سیادت و قیادت میں کوئی حصہ کیوں نہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس نے اس بات کی شکایت کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جو کچھ ہے وہ اللہ ﷻ کی طرف سے ہے۔ مجھے اس میں کچھ دخل نہیں۔ مگر وہ اس پر مطمئن نہ ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حسد رکھنے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ اس کی زکوٰۃ بھی کروڑوں کے حساب سے بنتی تھی۔ لہٰذا اس نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے بھی انکار کر دیا۔

۲: قارون نے خزانے کیسے جمع کیئے؟ ۲: بنی اسرائیل پر ظلم کر کے یعنی فرعون کی چاپلوسی، خوشامد اور اس کا ہر بات مان کر یہ دولت اکٹھی کی۔

۳: قارون کے پاس کتنے خزانے تھے؟ ۳: اس کے پاس بڑے خزانے تھے کہ اس کے خزانے کی چابیاں کئی طاقتور مرد بڑی مشکل سے اُٹھاتے تھے۔

۴: بنی اسرائیل نے قارون کو کیا نصیحت کی؟ ۴: اس کی قوم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت سمجھایا کہ اپنے مال پر اکڑ، غرور و تکبر کا اظہار نہ کر۔

۵: مال و دولت پر اترانا کیسا ہے؟ ۵: اللہ ﷻ کو بہت سخت ناپسند ہے۔

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ کی نعمتوں پر نہ اِترانا چاہیئے اور نہ ہی تکبر کرنا چاہیئے بلکہ اللہ ﷻ کا شکر اور اس کی فرمانبرداری اختیار کرنی چاہیئے۔ اتراتا وہی شخص ہے جو کسی نعمت کو پاکر اس کو اللہ ﷻ کا احسان سمجھنے کے بجائے اپنی صلاحیت اور قابلیت کا نتیجہ سمجھنے لگتا ہے۔ اس لئے اس کا نفس پھولے نہیں سماتا۔ ایسا شخص خود پسند ہوتا ہے۔ اللہ ﷻ اس کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح ہمارے معاشرے میں ایک اصطلاح "سیلف میڈ" (Self Made) کی عام ہے جو ایک غلط تاثر معاشرے کے دیگر افراد میں پیدا کررہی ہے۔ جس سے یہ تاثر لیا جاتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو بہتر سے بہتر بنانے میں سب کچھ خود ہی کر رہے ہیں۔ اس میں کسی اور کا کوئی کمال نہیں۔ ہمیں یہ احساس رکھنا چاہیئے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ ﷻ کا عطا کردہ ہے۔

نوٹ: مال کے بارے میں چار ہدایات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے: i۔ مال کی محبت کی وجہ آخرت کی فکر ختم نہ ہو جائے۔ ii۔ دنیا سے جائز فائدہ لینا چاہیئے۔ iii۔ دوسروں پر مال خرچ کرنے کا جذبہ خوب ہو۔ iv۔ مال فساد پھیلانے کا سبب نہ بنے۔

آیت نمبر ۷۷: ا: اس آیت میں قارون کے کن جرائم کا ذکر کیا گیا ہے؟ ا: i۔ وہ بخیل تھا۔ ii۔ آخرت کی فکر نہیں کرتا تھا۔ iii۔ زمین میں فساد مچاتا تھا۔

۲: لوگوں نے قارون کو کیا نصیحت کی؟ ۲: لوگوں نے اسے نصیحت کی کہ وہ اللہ ﷻ کے دیئے ہوئے اس مال و دولت سے اپنی آخرت بنائے اور محتاجوں اور غریبوں پر احسان کرے جیسا کہ اللہ ﷻ نے اس پر احسان کیا اور زمین میں فساد مت مچائے۔

عملی پہلو: انسان کی عمومی کمزوری ہے کہ وہ جتنا زیادہ دولت مند بنتا جاتا ہے۔ اتنا ہی مال و دولت کا حریص ہو جاتا ہے۔ اپنی تجوریوں سے کچھ نکالنے کے بجائے اس کا یہی جی چاہتا ہے کہ ان میں مزید کچھ ڈالا جائے۔ کمزوروں کی مدد اور احسان نہ کرنا، یتیموں، مسکینوں کے حقوق ادا نہ کرنا اور اللہ ﷻ کے دیئے ہوئے مال پر تکبر کا اظہار کرنا زمین میں فساد کرنے کے مترادف ہے۔ یاد رکھیئے کہ اللہ ﷻ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۳: فساد کسے کہتے ہیں؟ ۳: حدِّ اعتدال سے تجاوز کر جانا یعنی سیدھی راہ کو چھوڑ دینا۔ فساد کا مطلب اللہ ﷻ کی نافرمانی، سرکشی اور لڑائی جھگڑا کرنا ہے۔ اللہ ﷻ کے احکامات کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے زندگی کے معاملات طے کرنا زمین میں سب سے بڑا فساد ہے۔

۴: اس آیت میں "فساد فی الارض" سے کیا مراد ہے؟ ۴: "فساد فی الارض" سے مراد حق و صداقت کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنا۔ درحقیقت یہی سب سے بڑا فساد ہے۔ اللہ ﷻ کے احکامات پر عمل نہ کرنے اور ایک دوسرے کے حقوق کی پامالی سے ظلم کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ معاشرتی بگاڑ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ قارون بھی چونکہ اللہ ﷻ کے واضح حکموں کی نافرمانی کر رہا تھا اس لئے اس عمل کو "فساد فی الارض" کہا گیا۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "بندہ کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کا مال صرف وہ ہے جو تین کاموں میں لگ گیا جو کھایا اور فنا کیا اور جو پہنا اور پرانا کر دیا اور جو اللہ ﷻ کی رضا کے لئے دے دیا سو اس نے اپنے لئے ذخیرہ بنالیا اور اس کے سوا جو کچھ بھی ہے اسے لوگوں کے لئے چھوڑ کر چلا جائے گا"۔ یعنی مر جائے گا۔ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۷۸: ا: قارون نے اپنے مال و دولت کے حصول کا ذریعہ کسے قرار دیا؟ ا: قارون نے اپنے مال و دولت کے حصول کا ذریعہ اللہ ﷻ کے بجائے اپنے علم کو قرار دیا۔

نوٹ: مُتکبر اور اپنی دولت پر گھمنڈ کرنے والوں کے سوچنے کا انداز یہی ہوتا ہے وہ حاصل شدہ دولت کو اپنی صلاحیت اور قابلیت کا نتیجہ سمجھتے ہیں اور پھر اس پر اترانے لگتے ہیں حالانکہ کتنے ہی قابل لوگ ہیں جو مال کے حصول میں ناکام رہتے ہیں اور کتنے ہی کم صلاحیت والے لوگ ہیں جو دولت مند بن جاتے ہیں۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مال و دولت اللہ ﷻ کے عطا کرنے سے ملتی ہے نہ کہ محض علم وہنر کی وجہ سے۔

۲: اس آیت میں قارون کے اس تکبر کے اظہار پر کیا تبصرہ کیا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے قارون سے پہلے گزرے ہوئے امتوں میں بھی بہت سے ایسے لوگوں کو ہلاک کر دیا جو قارون سے کہیں بڑھ کر طاقت ور اور مال دار تھے۔

۳: قارون کے اس جواب سے کس جُرم کا اظہار ہوتا ہے؟ ۳: مادہ پرستی یعنی دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھنے مزید براں مسبب الاسباب اللہ ﷻ کے بجائے اسباب ہی کو سب کچھ سمجھ لینے اور تکبر کا اظہار ہوتا ہے۔ ۴: قیامت کے دن مجرموں سے سوال نہ کیئے جانے سے کیا مراد ہے؟ ۴: اللہ ﷻ تمام لوگوں کے کرتوتوں سے خوب آگاہ ہے وہ مجرموں کو ان کے گناہوں کی سزا دے گا۔ یعنی مجرموں کے تمام اعمال و اقوال کا ریکارڈ اللہ ﷻ کے ہاں پہلے سے ہی موجود ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ مجرموں سے ان کے گناہوں کا سوال کیا جائے اور اگر وہ ان کا اعتراف کر لیں تو تب ہی ان کے جرم ثابت ہوں گے اور قیامت کے دن ان سے پوچھا بھی جائے گا تو ان کو خلقِ خدا کے سامنے ذلیل ورسوا کرنے اور ڈانٹ ڈپٹ اور جواب دہی کے طور پر پوچھا جائے گا۔

آیت نمبر ۷۹: ۱: اس آیت میں کس واقعہ کا ذکر ہے؟ ۱: اس آیت میں قارون کے اپنی قوم کے سامنے بڑی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ نکلنے کا ذکر ہے یعنی اپنی دولت اور دنیاوی شان وشوکت کے اظہار کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۲: دنیادار لوگوں نے قارون کو دیکھ کر کیا تمنا کی؟ ۲: دنیا دار لوگوں نے قارون کو دیکھ کر ویسے ہی مال و دولت کے حاصل کرنے کی تمنا کی اور انہوں نے رشک کیا کہ کاش ہمیں بھی یہ سب کچھ ملا ہوتا اور قارون کو بڑے نصیب والا جانا۔

عملی پہلو: آج بھی معاشرے کی اکثریت دنیوی ترقی کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ ہر ایک نے کوئی نہ کوئی تمنا پال رکھی ہے کہ کاش! میرا مکان فلاں جیسا ہو، میری سواری فلاں جیسی ہو، میرا کاروبار فلاں جیسا ہو، پھر اس تمنا کے حصول کے لئے نہ اسے حلال کی پرواہ ہے نہ حرام کی۔ قرآنِ حکیم نے یہ مثالیں صرف داستان گوئی کے لئے بیان نہیں فرمائیں، بلکہ یہ سب کچھ ہمیں ایسے رویے کے بدانجام سے آگاہ کرنے کے لئے بیان فرمایا ہے۔

۳: دنیاداروں کی نظر میں کامیابی کا معیار کیا ہے؟ ۳: دنیا پرست اور ظاہر بین لوگوں کی نظر میں کسی شخص کی کامیابی اور خوش بختی کا معیار یہی ہے کہ اس کے پاس کس قدر دولت ہے۔ یہ دولت اس نے کہاں سے حاصل کی ہے اور کیسے حاصل کی ہے اس سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "دو قسم کے لوگوں کے علاوہ کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیئے ایک وہ جسے اللہ ﷻ نے قرآن حکیم کا علم دیا ہو اور وہ صبح اور شام اُس کے ساتھ مشغول رہتا ہو اور دوسرا وہ جسے اللہ ﷻ نے مال دیا ہو اور وہ اُسے صبح وشام اللہ ﷻ کے راستے میں خرچ کرتا ہو"۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

عملی پہلو: ہمیں بھی دنیاوی مال و دولت پر فخر نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اللہ ﷻ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور مال و دولت کو اللہ ﷻ کی راہ میں لگانا چاہیئے اور مفید علم کو آگے بڑھانا چاہیئے۔

آیت نمبر ۸۰: ۱: عوام کو دولت کے لئے حسرت کرتے دیکھ کر اہل علم نے انہیں کیا نصیحت کی؟ ۱: انہوں نے قوم کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے کہا کہ اللہ ﷻ کی طرف سے اَجر وثواب اس مال و دولت سے کہیں بڑھ کر ہے۔

نوٹ: اہل علم سے انبیاء کرام علیہم السلام اور وہ تمام حضرات مراد ہیں جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کا اتباع کیا اور انہیں اللہ ﷻ کی معرفت حاصل ہے۔ انہوں نے مضبوط دلائل سے اللہ ﷻ کو پہچانا اور اسے اپنی ذات و صفات میں اور معبود حقیقی ہونے میں وحدہٗ لاشریک ہونے میں خوب اچھی طرح سے جانا۔ نیز اہل علم وہ بھی ہیں جو کتاب و سنت کے ماہر ہیں اور جنہوں نے اس کائنات کی حقیقت، اس کی ابتدا اور اس کے انجام پر خوب غور کیا ہے۔

۲: اللہ ﷻ کی طرف سے بہترین اجر وثواب کیسے لوگوں کے لئے ہے؟ ۲: وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نیک اعمال کیئے اور جو دین کی خاطر مصائب پر صبر کرتے رہے۔

نوٹ: دنیاوی مال و دولت کے مقابلہ میں آخرت کا اَجر وثواب صرف انہی لوگوں کو حاصل ہوگا جو دنیا میں صبر و قناعت سے گزر بسر کرتے رہے اور بہت زیادہ کی ہوس سے بچتے رہے۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ: "مَاقَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى" "جو چیز کم ہو لیکن بقدر کفایت ہو وہ اس سے بہتر ہے جو بہت زیادہ ہو لیکن غفلت میں مبتلا کر دے"۔ (مسند احمد)

۳: صبر کا وسیع تر مفہوم کیا ہے؟ ۳: صبر بڑے وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اپنے آپ کو صرف حلال کمائی کا پابند بنائے رکھنا بھی صبر ہے، اللہ ﷻ کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لینا بھی صبر ہے، دنیاوی جاہ و حشمت یعنی ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھ کر اس پر قربان نہ ہونا یعنی حسرت بھرے انداز سے تمنا نہ کرنا بھی صبر ہے، اُخروی نجات اور کامیابی کو مطمع نظر بنا کر اپنے آپ کو احکامِ الٰہی کا پابند بنانا صبر ہے۔ یعنی آخرت کے اجر و ثواب اور دائمی کامیابی کے حقدار وہ ہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اس دنیا میں صبر، استقلال اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ہو گا۔

آیت نمبر ۸۱: ۱: قارون کا کیا انجام ہوا؟ ۱: اللہ ﷻ نے اسے اس کے مال و دولت سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ ۲: قارون کی بے بسی اور لاچارگی کو کیسے واضح کیا گیا ہے؟ ۲: نہ تو لوگوں کی کوئی جماعت ایسی تھی جو اللہ ﷻ کے مقابلے میں اس کی مدد کر سکے اور نہ وہ خود ہی اپنے آپ کو اللہ ﷻ کے عذاب سے بچا سکا۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک شخص اپنا تہ بند لٹکائے (فخر سے) جا رہا تھا (اللہ ﷻ کو اس کا یہ تکبر پسند نہیں آیا) چنانچہ اللہ ﷻ نے اس شخص کو زمین میں دھنسا دیا اور اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

عملی پہلو: مال و دولت پر اترانا اور گھمنڈ کرنا اللہ ﷻ کو سخت ناپسند ہے۔ یہ اللہ ﷻ کے غضب اور قہر کا سبب بنتا ہے۔ جب اللہ ﷻ ایسے شخص کی پکڑ کرتا ہے تو پھر کچھ کام نہیں آتا۔ ہمیں اللہ ﷻ کی دی ہوئی نعمتوں پر اللہ ﷻ کا شکر ادا کرتے ہوئے نعمتوں کو اس کی مرضی کے مطابق استعمال کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۸۲: ۱: قارون کے قصے میں دنیا کے مال و دولت کے طلب گاروں کے لئے کیا پیغام ہے؟ ۱: قارون کا عبرت ناک انجام ایسے لوگوں کے لئے باعث ندامت اور باعثِ افسوس ہے۔ ۲: اس آیت میں دنیا کے مال و دولت کے بارے میں کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے بے حد و حساب عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے دنیا میں نپا تُلا عطا فرماتا ہے۔

عملی پہلو: دنیا کا مال و دولت امتحان کے لئے ہے، اللہ ﷻ کسی کو زیادہ دے کر آزماتا ہے اور کسی کو کم دے کر آزماتا ہے۔ جب ہمیں اللہ ﷻ کی نعمتیں ملیں تو ہمیں اللہ ﷻ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور تکبر اور اسراف سے بچنا چاہیئے۔ جب اللہ ﷻ کم دے کر آزمائے تو پھر صبر کرنا چاہیئے اور اللہ ﷻ کی نافرمانی سے بچنا چاہیئے۔

۳: قارون کے قصے سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟ ۳: تکبر کرنے والے اور اللہ ﷻ کی ناشکری کرنے والے یعنی کفرانِ نعمت کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

نوٹ: کسی شخص کی دنیاوی ترقی اور عروج کو دیکھ کر ہمیں ہرگز یہ فیصلہ نہیں کر لینا چاہیئے کہ اللہ ﷻ کے ہاں وہ کچھ عزت و وجاہت رکھتا ہے۔ مال و دولت کی فراخی خوش انجامی کی دلیل نہیں۔ بلکہ بسا اوقات اس کا نتیجہ تباہی اور ابدی ہلاکت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ مال کا زیادہ ہونا اللہ ﷻ کے راضی ہونے کی یا کم ہونا اس کے ناراض ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اللہ ﷻ کے راضی ہونے کی علامت صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ کسی کو ایمان کی دولت عطا فرما دے، جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ ﷻ نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق اسی طرح تقسیم کیئے ہیں جس طرح اس نے تمہارے رزق تقسیم کیئے ہیں اور اللہ ﷻ مال اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی جس سے محبت نہیں کرتا، مگر ایمان اس کے سوا کسی کو نہیں دیتا جس سے وہ محبت کرتا ہو۔" (الأدب المفرد: ۲۷۵)

آیت نمبر ۸۳: ۱: آخرت کا بہترین انجام کیسے لوگوں کے لئے ہے؟ ۱: آخرت کا بہترین انجام ان لوگوں کے لئے ہے۔ i۔ جو نہ زمین میں بڑائی چاہتے ہیں۔ ii۔ نہ زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ iii۔ اور جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں یعنی گناہوں سے بچتے ہیں۔

۲: فساد سے کیا مراد ہے؟ ۲: فساد کے لفظ کا اطلاق عموماً چوری، ڈاکہ، غصب، غبن، لوٹ مار اور قتل و غارت کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے جبکہ شرعی اصطلاح میں فساد فی الارض کے معنوں میں اس سے بہت زیادہ وُسعت ہے یعنی وہ کام جس میں انسان اپنے حق سے تجاوز کر رہا ہو اور دوسرے کے حق پامال کر رہا ہو وہ فساد فی الارض کے ضمن میں آئے گا۔ گویا فساد سے مراد انسانی زندگی کے نظام کا وہ بگاڑ ہے جو حق سے تجاوز کرنے کے نتیجہ میں لازماً رونما ہوتا ہے۔ اسی کا ایک جز وہ فساد بھی ہے جو حرام طریقوں سے دولت سمیٹنے اور حرام راستوں میں خرچ کرنے سے برپا ہوتا ہے۔ بالالفاظِ دیگر احکامِ الٰہی سے تجاوز کرتے ہوئے انسان جو کچھ بھی کرتا ہے وہ فساد ہی فساد ہے۔

۳: بڑائی نہ چاہنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی جو اللہ ﷻ کی زمین میں اپنی بڑائی قائم کرنے کے خواہش مند نہیں ہیں، جو سرکش متکبر بن کر نہیں رہتے۔ لوگ دنیا میں بڑا بننا چاہتے ہیں اس بڑائی کے حاصل کرنے کے لئے بہت سے گناہ کرتے ہیں۔ اللہ ﷻ کے احکامات کو پامال کرتے ہیں۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عنقریب تم یقیناً حکومت اور امارت کی حرص کرو گے (لیکن یاد رکھو!) یہ قیامت کے دن (تمہارے لئے) باعث ندامت ہو گی۔" (صحیح بخاری)

۴: کیا اچھا لباس پہننا بھی تکبر کی علامت ہے؟ ۴: ہر گز نہیں۔ اگر اس میں تکبر اور بڑائی کے اظہار کی نیت نہ ہو تو یہ تکبر کی علامت نہیں۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوا تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔" تو ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! آدمی کی تو یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "(نہیں، یہ تو خوبصورتی ہے) اللہ ﷻ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دیا جائے اور لوگوں کو حقیر جانا جائے۔" (صحیح مسلم)

عملی پہلو: انسان غور کرے کہ اللہ ﷻ اپنے بندوں پر کس قدر مہربان ہے کہ وہ ان کے نیک اعمال کی کتنی قدر دانی فرماتا ہے مگر اس کے باوجود ہم لوگ اس کی نافرمانی نہیں چھوڑتے۔

آیت نمبر ۸۴: ۱: قیامت کے دن نیکی لے کر آنے والے کو کیا بدلہ دیا جائے گا؟ ۱: اللہ ﷻ اسے اس کی نیکی سے بہتر بدلہ عطا فرمائے گا۔

نوٹ: سورۃ الانعام ۶، آیت: ۱۶۰ میں بھی یہی بتایا گیا کہ "جو نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لئے دس گنا ثواب ہو گا۔" اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا: "جو لوگ اپنا مال اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اللہ ﷻ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دیتا ہے اور اللہ ﷻ بڑی وسعت والا، خوب جاننے والا ہے۔" (سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۲۶۱)

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ابن آدم کی نیکیاں دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دی جاتی ہیں حتیٰ کہ جس قدر اللہ ﷻ چاہے۔" (صحیح مسلم)

۲: قیامت کے دن بُرائی لے کر حاضر ہونے والے کو کیا بدلہ دیا جائے گا؟ ۲: بُرائی لانے والے کو وہی بدلہ دیا جائے گا جو بُرائی اس نے کمائی۔ یعنی ایک بُرائی پر اُتنی ہی سزا ملے گی۔

نوٹ: سورۃ الانعام ۶، آیت: ۱۶۰ میں بھی یہی بتایا گیا کہ "جو بُرائی لے کر آئے گا سو اسے اس کے برابر سزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

آیت نمبر ۸۵: ۱: آپ ﷺ پر اللہ ﷻ کی کس عظیم نعمت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: آپ ﷺ پر قرآنِ حکیم کے احکامات پر عمل، اس کی تلاوت اور اشاعت یعنی اس کی تبلیغ کے فرض کیئے جانے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

۲: آپ ﷺ کو کس باعظمت جگہ واپسی کی خوشخبری دی گئی ہے؟ ۲: صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ (کی فتح کی طرف اشارہ) ہے جبکہ ایک اور رائے کے مطابق آخرت میں یہ مقام محمود یعنی آخرت کے بلند ترین درجے کا بیان ہے۔

شانِ نزول: مفسرین کی رائے کے مطابق رسول اللہ ﷺ ہجرت کے وقت غارِ ثور سے رات کے وقت نکلے اور مکہ سے مدینہ جانے والے معروف راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستوں سے سفر کیا کیونکہ دشمن تعاقب میں تھے۔ جب مقام جَحفَہ پر پہنچے جو مدینہ طیبہ کے راستہ کی مشہور منزل رابغ کے قریب ہے اور وہاں سے وہ مکہ سے مدینہ کا معروف راستہ مل جاتا ہے اس وقت مکہ مکرمہ کے راستہ پر نظر پڑی تو بیت اللہ اور وطن یاد آیا، اسی وقت حضرت جبرئیل امین علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے جس میں آپ ﷺ کو بشارت دی گئی ہے کہ مکہ مکرمہ سے جُدائی چند روزہ ہے اور بالآخر آپ ﷺ کو پھر مکہ مکرمہ پہنچا دیا جائے گا جو فتح مکہ کی بشارت تھی۔ اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت مقام جحفہ میں نازل ہوئی ہے نہ مکی ہے نہ مدنی۔

۳: آپ ﷺ کی زبانی مشرکین مکہ کے سامنے کیا حجت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: آپ ﷺ سے کہلوایا گیا کہ آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اللہ ﷻ ہی خوب جانتا ہے کہ میں دین حق لے کر آیا ہوں اور تم صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

آیت نمبر ۸۶: ۱: نبی کریم ﷺ پر اللہ ﷻ کی کس نعمت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: آپ ﷺ پر قرآنِ حکیم کے نازل کیئے جانے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس کے لئے نہ کبھی آپ ﷺ نے دعا کی، نہ اس منصب کو حاصل کرنے کے لئے کبھی کوئی جدوجہد کی اور نہ کبھی آپ ﷺ کے دل میں ہی یہ خواہش پیدا ہوئی کہ آپ ﷺ کو نبی بنا کر وحی سے مشرف کیا جائے بلکہ یہ محض اللہ ﷻ کے فضل سے یہ کتاب نبوت یعنی قرآنِ حکیم عطا فرمایا گیا۔

۲: آپ ﷺ کے ذریعہ کفار کو کیا پیغام پہنچایا گیا؟ ۲: آپ ﷺ ہر گز کفار کے مددگار نہیں بننے والے۔

نوٹ: یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے سچا رسول ہونے کی بھی زبردست دلیل ہے۔ اس میں بتایا ہے کہ رسالت اور نبوت محض اللہ ﷻ کا انتخاب ہے، وہ جنھیں منتخب فرماتا ہے انہیں بھی خبر نہیں ہوتی کہ انہیں اتنی بڑی نعمت ملے گی۔ جیسا کہ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ: "اور اللہ ﷻ نے آپ (ﷺ) پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ (ﷺ) کو وہ کچھ سکھایا جو آپ (ﷺ) نہیں جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ (ﷺ) پر ہمیشہ سے بہت بڑا ہے۔" (سورۃ النساء ۴، آیت: ۱۱۳)

آیت نمبر ۸۷: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا احکامات عطا فرمائے؟ ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو تین باتوں کا حکم فرمایا۔ i۔ آپ ﷺ کفار کی پروا نہ کیجئے اور اللہ ﷻ کے تمام احکامات پر عمل کیجئے۔ ii۔ آپ ﷺ اپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیجئے۔ iii۔ آپ ﷺ (معاذاللہ) شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں۔

نوٹ: مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں بظاہر خطاب آپ ﷺ سے ہے لیکن مراد آپ ﷺ کی امت والے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ سب سے زیادہ شرک کے خلاف ہی جہاد فرما رہے تھے اور آپ ﷺ سے شرک کا صدور ناممکن تھا۔ گویا آپ ﷺ کو خطاب اس لئے کیا گیا کہ دوسروں کو ٹھیک طرح تنبیہ ہو جائے۔

عملی پہلو: داعی حق کو مخالفین کی مخالفت کی پروا کیئے بغیر قرآنِ حکیم کی تبلیغ اور توحید کی دعوت کا فریضہ سر انجام دیتے رہنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۸۸: ۱: آپ ﷺ کے ذریعہ اُمّت کو کیا حکم دیا جا رہا ہے؟ ۱: آپ ﷺ کے ذریعہ امت کو اللہ ﷻ کا یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ مشرکین کے کہنے پر بھی کسی اور کو اللہ ﷻ کے ساتھ معبود نہ ٹھہرائیں۔ ۲: اس کائنات کا حقیقی معبود کون ہے؟ ۲: صرف اور صرف اللہ ﷻ۔

۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: ہر چیز ختم ہو جانے والی ہے سوائے اللہ ﷻ کی ذات مبارکہ کے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ دنیا اور آخرت میں وہی اکیلا اللہ ﷻ حاکم ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا گیا: "ہر ایک جو اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والا ہے اور آپ کے رب کا چہرہ باقی رہے گا، جو بڑی شان اور عزت والا ہے۔" (سورۃ الرحمٰن ۵۵، آیات: ۲۶، ۲۷)

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "(شاعری کے ضمن میں) سب سے زیادہ سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا ہے، وہ لبید شاعر کا ہے، جو اس نے کہا تھا: (اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ) "یاد رکھو! اللہ ﷻ کے سوا سب کچھ باطل ہے۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

۴: تمام انسانوں نے بالآخر پلٹ کر کہاں جانا ہے؟ ۴: تمام انسانوں نے بالآخر پلٹ کر اللہ ﷻ کے سامنے پیش ہونا ہے اور اللہ ﷻ ان سے ان کے اعمال کا حساب لے گا اور بدلہ عطا فرمائے گا۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) قارون کا تعلق کس قوم سے تھا؟

(الف) آلِ فرعون ✓(ب) بنی اسرائیل (ج) اہلِ مدین

(۲) قارون نے اپنے مال و دولت کو حاصل کرنے کی کیا وجہ بیان کی؟

(الف) اللہ ﷻ کے فضل سے ملا ہے (ب) میری دعاؤں کا نتیجہ ہے ✓(ج) میرے علم کی وجہ سے ملا ہے

(۳) قارون جب اپنے ٹھاٹ باٹ کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے آیا تو اس کی قوم کے لوگوں نے کیا خواہش کی؟

✓(الف) کاش کہ ہمیں بھی یہ سب مل جاتا (ب) کاش کہ قارون نیک ہوتا (ج) کاش کہ قارون تباہ و برباد ہو جائے

(۴) اس سورت کے آخری رکوع کی روشنی میں قیامت کے دن نیکی کا کیسا بدلہ ملے گا؟

(الف) اس نیکی سے کم بدلہ ملے گا (ب) اس نیکی کے برابر بدلہ ملے گا ✓(ج) اس نیکی سے بہتر بدلہ ملے گا

(۵) قیامت کے دن جھوٹے معبود مشرکین کے پکارنے پر انہیں کیا جواب دیں گے؟

(الف) تم اپنے عمل کے خود ذمہ دار ہو ✓(ب) کوئی جواب نہیں دیں گے (ج) انہیں ملامت کریں گے

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱- اس سورت کے چھٹے رکوع میں بیان کی گئیں نو مسلموں کی کوئی چار صفات تحریر کریں؟

۱۔ صبر کرنے والے۔

۲۔ برائیوں کو بھلائیوں سے ہٹانے والے۔

۳۔ لغو باتوں سے کنارہ کشی کرنے والے۔

۴۔ جاہلوں سے الوداعی سلام کر کے علیحدگی اختیار کرنے والے۔ (آیات: ۵۴-۵۵)

۲- اس سورت کے ساتویں رکوع میں قیامت کے دن مشرکین کا کیا انجام بیان کیا گیا ہے؟

قیامت کے دن مشرکین اللہ ﷻ کے حکم پر جب اپنے جھوٹے معبودوں کو پکاریں گے تو وہ ان کی پکار کا جواب تک نہ دیں گے اور مشرکوں کو جہنم کے عذاب میں جھونک دیا جائے گا۔ (آیت: ۶۴)

۳- ساتویں رکوع کی روشنی میں آیت کا حوالہ دے کر وضاحت کریں کہ رات اور دن کا یہ نظام اللہ ﷻ کی رحمت ہے؟

رات اور دن کا یہ نظام اللہ ﷻ کی رحمت ہے کیونکہ اگر اللہ ﷻ ہمیشہ کے لئے رات طاری فرمادے تو کوئی دن کی روشنی نہیں لا سکتا اور اگر اللہ ﷻ ہمیشہ کے لئے دن طاری فرمادے تو کوئی رات نہیں لا سکتا۔ اللہ ﷻ نے رات کو سکون اور آرام کا ذریعہ بنایا اور دن کو اپنا فضل تلاش کرنے کے لئے بنایا ہے۔ (آیات:۷۱-۷۳)

۴- قارون کو اس کی قوم نے مال کے بارے میں کیا نصیحتیں کیں؟

۱۔ اِتراؤ مت اللہ ﷻ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (آیت:۷۶)

۲۔ جو مال و دولت اللہ ﷻ نے دی ہے اسے آخرت کے اچھے انجام کے لئے بھی خرچ کرو۔ (آیت:۷۷)

۳۔ غریبوں اور محتاجوں پر احسان کرو۔ (آیت:۷۷)

۴۔ زمین میں فساد مت مچاؤ۔ (آیت:۷۷)

۵- قارون کا کیا انجام ہوا؟

اللہ ﷻ نے قارون اور اس کے گھر کو تمام مال و اسباب سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ (آیت:۸۱)

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر ۱: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۲۲) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۲۴، ۱۲۵) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۲۶، ۱۲۸) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۴: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۲۹، ۱۳۰) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۵: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ:

اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیے:

۱۔ راہِ حق میں مشکلات لازم ملزوم۔

۲۔ مومنین کو راہِ حق پر پیش آنے والی آزمائشوں پر عزم وہمت اور استقامت کا حکم۔

۳۔ والدین کی خدمت اور ان سے حسن سلوک کا حکم اور اُن کی اطاعت کی حدود کا تعین۔

۴۔ راہِ حق کی آزمائشیں اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کا صبر و استقامت اور اعلیٰ سیرت و کردار۔

۵۔ مکڑی کی مثال میں مشرکین اور کفار کے لئے دعوتِ فکر۔

۶۔ ربِ ذوالجلال والاکرام کی طاقت و قوت اور عظمت و شان کا ذکر۔

۷۔ منکرینِ حق کے شبہات کا ازالہ اور اہلِ ایمان کو حالات کی مناسبت سے احکامات۔

۸۔ توحیدِ باری تعالیٰ کے لئے دلائل اور حقائق۔

۹۔ قرآنِ حکیم کی حقانیت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی صداقت کے دلائل۔

۱۰۔ اللہ ﷻ کی راہ میں جدوجہد کرنے والوں کو اللہ ﷻ کی طرف سے تائید اور مدد و نصرت کی نوید۔

۱۱۔ مظلوم مسلمانوں کو ہجرت کرنے کی ہدایت اور ان کے لئے آخرت کے اجر و ثواب کی بشارت۔

۱۲۔ دنیاوی زندگی کی بے ثباتی اور حقیقت کی وضاحت۔

۱۳۔ اخلاقِ حسنہ میں سے اعمالِ صالحہ، والدین کے ساتھ حسن سلوک، صبر، اقامتِ صلوٰۃ اور ذکرِ الٰہی کا بیان۔

۱۴۔ بُرے اعمال، فسق اور ظلم و زیادتی سے بچنے کی تلقین۔

ربطِ سورت:

ا۔ سورۃ القصص کا اختتام اس بات پر ہوا ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں " اللہ ﷻ " کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک نہیں کرنا چاہیئے۔ حکم اللہ ﷻ ہی کا چلتا ہے لہٰذا اس کا حکم ہے کہ توحید کی دعوت کو عام کرو۔ سورۃ العنکبوت کی ابتدا میں ارشاد ہے کہ دعوتِ حق کے راستہ میں آزمائشیں ضرور آئیں گی۔ ماضی میں بھی لوگ آزمائے گئے اور اب بھی لازماً لوگوں کو آزمایا جائے گا تاکہ سچے اہلِ ایمان کا فرق واضح ہو اور کھرے اور کھوٹے کا فیصلہ کر دیا جائے۔

ا۔ سورۃ القصص میں بنی اسرائیل کی مظلومیت کا ذکر تھا۔ سورۃ العنکبوت میں مکے کے نومسلموں کی مظلومیت کا ذکر ہے۔ انہیں ہجرت اور آزمائشوں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

۲۔ سورۃ القصص میں اللہ ﷻ کی حاکمیت اور ربوبیت کو فرعون کی بے حیثیتی اور بے بسی کے اظہار کے ساتھ زبردست انداز میں واضح کیا گیا۔ اس سورت میں اللہ ﷻ کی واحدنیت اور قوت کے مقابلہ میں باطل معبودوں کی حیثیت کو ایک تمثیل " مکڑی کے گھر " سے سمجھایا گیا۔

آیت نمبر ا: ا: "عَنْكَبُوْت " کے کیا معنی ہیں؟ ا: "عَنْكَبُوْت " مکڑی کو کہتے ہیں، کیوں کہ اس سورت میں مشرکین کے جھوٹے معبودوں کے سہارے کی حقیقت کو ایک مثال سے واضح کیا گیا ہے۔ یعنی ان کا جھوٹے معبودوں سے سہارا لینا گویا مکڑی کے انتہائی کمزور جالے کو تھامنے کی مانند ہے۔ اس لئے اس سورت کا نام "عَنْكَبُوْت " رکھا گیا ہے۔ ۲: الٓمّٓ سے کیا مراد ہے؟ ۲: یہ حروف مقطعات ہیں۔ حروف مقطعات کا علم اللہ ﷻ کے پاس ہے اور یہ اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔

نوٹ: اس سورت کا مرکزی مضمون شرک کی نفی اور "اللہ ﷻ " کی توحید کا اثبات کرنا ہے۔ شرکیہ طرزِ عمل کو مکڑی کے گھر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ دنیا کے گھروں میں سب سے کمزور اور ناپائیدار گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے۔ اس کی ناپائیداری کا عالم یہ ہے کہ ہوا کا معمولی جھونکا بھی اس کا وجود ختم کر دیتا ہے۔ جس طرح ہوا کا معمولی جھونکا مکڑی کے گھروندے کو ختم کر دیتا ہے اسی طرح معمولی پریشانی سے مشرک کا اپنے باطل معبودوں سے اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔

آیت نمبر ۲: ا: اس آیت میں اہلِ ایمان کو کیا نصیحت فرمائی گئی ہے؟ ا: اہلِ ایمان کو بتایا گیا ہے کہ اگر ایمان لائے ہو تو آزمائش ہو کر رہے گی۔

عملی پہلو: محض کلمے کے دو بول پڑھ کر یہ امید رکھنا کہ اس راہِ حق میں کوئی آزمائش نہیں آئے گی اور آخرت میں بھی سیدھے جنت میں جائیں گے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ جیسا کہ قرآنِ مجید کی دوسری بہت سی آیات سے راہِ حق میں آزمائش کا ذکر ہے کہ اللہ ﷻ ضرور بالضرور آزمائے گا۔ یہ آزمائش اور امتحانات یہ ثابت کرتے ہیں کہ انسان دل سے ایمان لایا ہے یا محض زبان ہلا کر نجات چاہتا ہے۔ دوسرا اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ ﷻ آزما کر کھرے اور کھوٹوں یعنی مومنین اور منافقین کو الگ کر کے رہے گا۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

نوٹ: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو کفار نے انگاروں پر لٹکایا جس سے ان کی کمر جل گئی۔ وہ آپ ﷺ کے پاس آئے۔ رسول اللہ ﷺ ایک چادر کا تکیہ بنائے کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ) اللہ ﷻ کی مدد کب آئے گی؟ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا اور غصے و جلال کے اثرات ظاہر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "کہ تم سے پہلے اللہ ﷻ کے ماننے والے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ جنہیں زمین پر گاڑھ دیا جاتا، ان کے سر پر آرا چلایا جاتا، ان کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور اسی طرح لوہے کی کنگھیوں سے ان کے جسم سے گوشت علیحدہ کر دیا جاتا، لیکن یہ برتاؤ ان کو دین سے نہیں روکتا تھا۔ اللہ کی قسم! یہ دین پورا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت (جو یمن کے علاقے ہیں مراد دور دراز) تک جائے گا اور اللہ ﷻ کے سوا اس کو کسی کا ڈر نہ ہوگا، لیکن تم لوگ جلدی کر رہے ہو۔" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۳: ا: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس سنت کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ا: اللہ ﷻ اپنے بندوں کا امتحان ضرور لیتا ہے۔

نوٹ: حضرت عمار رضی اللہ عنہ، ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور کئی اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اسلام کے ابتدائی دور میں جو ظلم و ستم، آزمائش کے پہاڑ توڑے گئے، وہ تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں۔

۲: اللہ تعالیٰ نے اس امتحان کی کیا حکمت بیان فرمائی؟ **۲: تاکہ اللہ تعالیٰ اس امتحان کے ذریعہ سچوں اور جھوٹوں کو علیحدہ کر دے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون واقعی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے ہیں اور کون دنیادار ہیں۔**

نوٹ: دینِ اسلام کے اوصاف میں ایک وصف یہ بھی ہے کہ دین اپنے ماننے والوں کو ہر حال میں خوشخبری نہیں سناتا بلکہ اِس راستے میں آنے والی مشکلات اور مصائب سے بھی آگاہ کرتا ہے تاکہ دینِ اسلام کو قبول کرنے والا شخص ذہنی طور پر مشکلات کے لئے تیار ہو کر اسے قبول کرے۔

۳: اللہ تعالیٰ کے جاننے کا کیا مطلب ہے؟ جب کہ وہ عالم الغیب، لطیف اور خبیر ہے؟ **۳: اللہ تعالیٰ کے جاننے کے یہ معنی نہیں کہ وہ کسی بات اور حقیقت سے بے خبر ہے، بلکہ اس کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ وہ دنیا میں بھی لوگوں کے سامنے ثابت کرے کہ سچے اور جھوٹے کے درمیان کیا فرق ہوتا ہے۔ تاکہ مسلمان جھوٹے لوگوں کے ساتھ اسی انداز میں رہیں جس کا شریعت نے انہیں حکم دیا ہے۔**

عملی پہلو: اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ نے آزمائش کی بھٹی سے گزارا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا کہ "اے مسلمانو! کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ تم یونہی جنت میں داخل کیئے جاؤ گے؟ حالانکہ تمہیں ان حالات سے واسطہ نہیں پڑا جن حالات سے تم سے پہلے لوگوں کو واسطہ پڑا تھا۔ انہیں ہر قسم کی تنگی اور تکلیف پہنچی اور وہ ہلا ڈالے گئے، یہاں تک کہ (اس وقت کے) رسول اور ان کے ساتھی پکار اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی؟ تب جا کر اللہ تعالیٰ نے انہیں خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد تو آہی پہنچی ہے۔" (سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۲۱۴)

آیت نمبر ۴: ۱: کفار کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟ **۱: کفار اور بُرے کام کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔**

۲: کفار اور مشرکین کی کس غلط فہمی کا ازالہ کیا گیا ہے؟ **۲: کفار اور مشرکین کا خیال تھا کہ ان کے ظلم و ستم پر کوئی ان کی گرفت کرنے والا نہیں ہے۔**

۳: مسلمانوں کی دلجوئی کا کیا پہلو بیان فرمایا گیا ہے؟ **۳: وہ لوگ جو مسلمانوں پر ظلم و ستم کر رہے ہیں وہ اس کی سزا بھگت کر رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔**

نوٹ: "جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں، اور آخرت سے بھی انکار کرتے ہیں، یہ لوگ زمین میں (کہیں بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو) عاجز کرنے والے نہیں اور نہ کبھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار ہے، ان کے لئے عذاب دگنا کیا جائے گا۔ وہ نہ سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ دیکھا کرتے تھے۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا اور ان سے گم ہو گیا جو کچھ وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے۔" (سورۃ ھود ۱۱، آیات: ۱۹ تا ۲۱)

آیت نمبر ۵: ۱: اس آیت میں کس عظیم حقیقت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ **۱: ہر شخص کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو کر رہے گی۔**

۲: اس آیت میں مقررہ وقت کے ذکر سے کیا مراد ہے؟ **۲: قیامت کا دن مراد ہے۔**

عملی پہلو: اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید اور اس کا شوق رکھنے والے کو خوشخبری دی گئی ہے کہ اس کی امید ضرور پوری ہو گی۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو وقت مقرر کر رکھا ہے وہ ضرور آنے والا ہے۔ اس لئے اسے چاہیے کہ اس وقت سے پہلے ملنے والی مہلت سے فائدہ اٹھا کر اخلاص کے ساتھ اپنے رب کو راضی کرنے والے صالح اعمال کر لے۔

۳: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ **۳: اللہ تعالیٰ مظلوم کی فریاد سننے والا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے کہ کون اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر کیا قربانی دے رہا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔**

نوٹ: اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی یہ خواہش جب دل میں پیدا ہونے لگتی ہے تو یہ کیفیت حق کی راہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں، مصائب اور ظلم و ستم کے مقابلے میں زبردست قوتِ مدافعت پیدا کرتی ہے اور ایسا شخص پہاڑ کی طرح حق و صداقت کی راہ پر ثابت قدم رہتا ہے۔

نوٹ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سُنی ہوئی دعا نماز میں پڑھی، جس میں اللہ تعالیٰ سے کئی چیزیں مانگی گئی ہیں، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں ''وَاَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَاءِكَ فِيْ غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَّلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ '' ''(اے اللہ!) اور میں تجھ سے تیرے چہرے کو دیکھنے کی لذت کا اور تیری ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں، کسی تکلیف کے بغیر جو نقصان پہنچانے والی ہے اور کسی فتنے کے بغیر جو گمراہ کرنے والا ہے۔'' (سنن نسائی)

آیت نمبر ۶: ۱: اس آیت میں دین پر عمل اور دین کی خدمت کرنے والوں کو کیا نصیحت کی گئی ہے؟ ۱: یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے کسی کو دین کی خدمت کی توفیق دی، ہمارا اللہ تعالیٰ پر کوئی احسان نہیں۔ جو کوئی دین پر عمل کر رہا ہے اور دین کی خدمت میں لگا ہوا ہے وہ اپنے ہی بھلے کے لئے محنت کر رہا ہے۔

نوٹ: سورۃ الحجرات میں یوں فرمایا گیا ''(اے نبی ﷺ!) یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوگئے۔ آپ فرما دیجئے کہ تم لوگ اپنے اسلام کا مجھ پر احسان مت جتاؤ، بلکہ یہ تو اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی اگر تم (اپنے ایمان کے دعوے میں) سچے ہو۔''
(سورۃ الحجرات ۴۹، آیت: ۱۷)

عملی پہلو: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرتا ہے، جدوجہد کرتا ہے تو یہ خود اس کی سیرت کے سنورنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس کے کردار میں بہتری اور پختگی ہوتی ہے اور وہ جنت کا مستحق بنتا ہے۔ ہمیں دین کی خدمت کی توفیق پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور اس پر اترانا اور تکبر نہیں کرنا چاہیئے۔

۲: اللہ تعالیٰ کے بے نیاز ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: تمام جہان والوں کی عبادت سے نہ تو اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی تنکا بھر اضافہ ہوتا ہے اور اگر تمام جہان والے بالفرض اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں تو بھی اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں تنکا برابر بھی کمی نہیں ہوتی یعنی اللہ تعالیٰ ہماری عبادت اور فرماں برداری کا محتاج نہیں ہے۔

نوٹ: اسی بات کو نبی آخر الزماں ﷺ نے حدیثِ قدسی کے طور پر یعنی اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں یوں بیان فرمایا: ''اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور تمہارے بعد والے، تمہارے انسان اور تمہارے جنّ سب تم میں سے ایک ایسے آدمی جیسے ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہے تو اس سے میری بادشاہت میں کچھ بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور تمہارے بعد والے تمہارے انسان اور تمہارے جنّ سب تم میں سے ایک ایسے آدمی جیسے ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر ہے تو اس سے میری بادشاہت میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوگا۔'' (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۷: ۱: آخرت میں کامیابی کی کیا شرائط بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۱: ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا۔ ۲: اس آیت میں نیک اعمال سے کیا مراد ہے؟ ۲: یہاں عمل صالح سے مراد ایمان لانا اور ایمان پر ڈٹ جانا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کرنا مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں آنے والی تمام تکالیف پر صبر کرنا بھی عمل صالح کہلاتا ہے۔ ۳: ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے کیا وعدہ فرمایا؟ ۳: اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے لازماً ان کی بُرائیاں دور فرمادے گا اور ان کے نیک اعمال کا بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ ۴: ان کے اعمال کا بہترین اجر عطا فرمانے سے کیا مراد ہے؟ ۴: اس معاملے میں مفسرین کی دو آراء ہیں۔ i۔ ان کے اعمال کا بہترین اجر دیا جانا۔ ii۔ ان کے بہترین اعمال کی نسبت سے اجر دیا جانا۔ انسان کا جو بہتر عمل ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے باقی اعمال کا بھی اس بہتر عمل کے بدلے کے حساب سے بدلہ عطا فرمادے گا۔ ۵: بُرائیاں دور فرمانے سے کیا مراد ہے؟ ۵: بُرائیاں دور فرمانے کی یہ صورتیں ہیں:
i۔ جو شخص اسلام لائے اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نیک اعمال بجالانے سے چھوٹی موٹی بُرائیاں معاف کر دی جاتی ہیں۔ ii۔ جو شخص نیک کام بجالانا شروع کردے اس کو از خود برائیوں سے نفرت ہو جاتی ہے۔

نوٹ: جس معاشرے میں نیکیاں رواج پانے لگیں وہاں سے برائیاں از خود مٹتی چلی جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک چیز آئے گی تو لازماً دوسری کو رخصت ہونا پڑے گا۔

آیت نمبر ۸: ۱: اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ کیسا سلوک کرنے کا حکم فرمایا؟ ۱: اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم فرمایا۔

۲: اچھے سلوک سے کیا مراد ہے؟ ۲: والدین کی دل سے عزت کی جائے، ان سے محبت کی جائے، شریعت کے دائرے میں رہ کر ان کی فرمانبرداری کی جائے، بیماری میں ان کی خدمت کے ساتھ ساتھ مناسب علاج معالجے کا بندوبست کیا جائے، ان کی ضروریات پوری کی جائیں، ان کی وصیت پوری کی جائے، ان کے وعدے پورے کیئے جائیں، ان کے جن لوگوں سے تعلقات اور رشتے ہیں انہیں نبھایا جائے، ان کے دوستوں کا بھی احترام کیا جائے ان کے ساتھ بھی اچھائی کی جائے۔

۳: والدین کی کن امور میں اطاعت لازم نہیں؟ ۳: اگر وہ اللہ ﷻ کے ساتھ شرک اور اس کی نافرمانی کا حکم دیں۔

نوٹ: اللہ ﷻ کی نافرمانی میں کسی کی فرماں برداری (جائز) نہیں (والدین کی) اطاعت تو اچھے کاموں میں (لازم) ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد اور سنن نسائی) یعنی جس کام کو شریعت جائز رکھے مخلوق کی فرماں برداری اس کام میں ہو سکتی ہے جب خالق کی نافرمانی کسی کام میں نظر آئے تو پھر اس کام میں کسی کی بھی فرماں برداری نہیں کرنی چاہیئے۔ چاہے وہ والدین ہی کیوں نہ ہوں۔

۴: شرک کے بارے میں اللہ ﷻ کا یہ فرمان "جس کا تجھے علم نہیں" اس سے کیا مراد ہے؟ ۴: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "اللہ ﷻ نے انسان کو پیدا کیا پھر اپنے پیدا کرنے والے کی تعظیم میں جو لوگ دوسروں کو شریک کرتے ہیں ان سے بڑھ کر دنیا میں کوئی زیادہ گناہ گار نہیں"۔ (صحیح بخاری و مسلم) یہ حدیث "مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ" (جس کا تمہیں علم نہیں) کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی تعظیم جو انسان پر واجب ہے اس کی سند اور دلیل تو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ اللہ ﷻ نے انسان کو پیدا کیا اب شرک میں گرفتار لوگوں کے پاس جھوٹے معبودوں کے لئے جب کوئی دلیل نہیں ہے تو مشرک سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گناہ گار نہیں ہے۔ ۳: اللہ ﷻ اور مخلوق کے حقوق کے درمیان تصادم کی صورت میں صحیح روش کیسے اختیار کی جائے؟ ۳: فکر آخرت کے ذریعے صحیح روش حاصل ہو سکتی ہے مرنے کے بعد بندوں کو نہیں بلکہ بندوں کے رب کو جواب دینا ہے۔ اللہ ﷻ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور ساری زندگی کے اعمال وہاں پیش ہوں گے۔ یہ عقیدہ جتنا مضبوط ہو گا بندے کا طرزِ عمل اتنا ہی درست ہو گا۔

شانِ نزول: صحیح مسلم اور جامع ترمذی کی احادیث کا حاصل یہ ہے کہ یہ آیت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے، سابقین اولین میں تھے، اپنی ماں کے بڑے فرماں بردار اور اطاعت گزار تھے۔ آپ کے والد کا نام مالک تھا اور قبیلہ بنی زہرہ کے ایک ممتاز شخص تھے) جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کی ماں نے ان کو اسلام سے باز رکھنے کے ارادے سے کھانا پینا چھوڑ دیا کئی روز تک کھانا نہیں کھایا اور یہی کہتی تھیں کہ سعد جب تک تم محمد (ﷺ) کا انکار کر کے اپنا قدیمی دین اختیار نہ کرو گے میں کھانا نہ کھاؤں گی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے میری ماں! اگر سو دفعہ بھی مر کر جیو گی اور پھر مرو گی جب بھی میں اسلام سے ہرگز نہ پھروں گا۔ ماں بیٹے کے اس جھگڑے کے بارے میں اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت نمبر ۹: ۱: اہل ایمان کے لئے کیا بشارت دی گئی ہے؟ ۱: جو لوگ ایمان اور نیک اعمال اختیار کرتے ہیں اللہ ﷻ لازماً انہیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرمائے گا۔ یعنی اگر کسی کے والدین مشرک ہوں گے تو مومن بیٹا نیک لوگوں کے ساتھ ہو گا، مشرک والدین کے ساتھ نہیں، اگرچہ والدین دنیا میں اس کے بہت قریب رہے اور محبت بھی کرتے رہے مگر ان کی اس سے اور اس کی ان سے محبت طبعی تھی، دینی نہ تھی، جب کہ حقیقی محبت دینی محبت ہے۔ ایک حدیث شریف کے مطابق قیامت کے دن آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے اسے (حقیقی دینی) محبت ہو گی۔ (صحیح بخاری)

نوٹ: اللہ ﷻ کا دستور یہ ہے کہ اگر والدین بھی مسلمان ہوں اور اولاد بھی تو اللہ ﷻ اولاد کو اپنے والدین کے ساتھ ملا دے گا۔ (سورۃ الطور ۵۲، آیت: ۲۱) اگرچہ اولاد کے نیک اعمال اپنے والدین کے اعمال کے درجہ کے نہ ہوں۔ اگر والدین کافر تھے تو اللہ ﷻ ان کی اولاد کو صالحین کے زمرہ میں شامل فرمادے گا۔

نوٹ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا "یارسول اللہ! آپ ﷺ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے مگر ابھی ان سے نہیں ملا؟" تو آپ ﷺ نے فرمایا: "آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس سے محبت رکھے گا۔" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۱۰: ۱: اس آیت میں کس خطرے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟ ۱: نِفاق کے خطرے سے آگاہ کیا گیا ہے، ایسے ہی حالات میں لوگ منافق بنتے ہیں۔
۲: اس آیت میں منافقین کا کیا طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے؟ ۲: جب انہیں لوگوں کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسے اللہ ﷻ کی طرف سے عذاب کے برابر سمجھنے لگتے ہیں اور دین کے لئے قربانی سے کتراتے ہیں۔ ۳: اللہ ﷻ کے عذاب اور انسانوں کی طرف سے دی جانے والی تکلیفوں میں کیا فرق ہے؟
۳: انسانوں کی طرف سے دی جانے والی تکالیف عارضی ہیں، ختم ہونے والی ہیں اور اس میں انسان بالکل ہی مجبور نہیں ہوتا یہ تکالیف زیادہ سے زیادہ جان لے سکتی ہیں، لیکن اللہ ﷻ کی طرف سے دیا جانے والا عذاب مستقل ہے اور شدید تر ہے جس سے کوئی چھوٹ نہیں سکتا اور وہاں اہل جہنم کو موت بھی نہیں آئے گی، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اس لئے اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے اور دنیا کی عارضی تکلیف کو برداشت کرنا چاہیئے یعنی دنیا کی عارضی تکلیف کو دین کی خاطر برداشت کرنا چاہیئے۔ ۴: اس آیت میں منافقین کی دوسری کس کمزوری کو بیان کیا گیا ہے؟ ۴: مشکلات میں حق کا ساتھ نہیں دیتے اور دنیاوی فتح کے موقع پر دعویٰ کرتے ہیں کہ اے مسلمانو! ہم بھی تمہارے ساتھ تھے تا کہ اس فتح میں انہیں بھی حصے ملیں یعنی مالِ غنیمت میں حصہ ملے۔

نوٹ: سورۃ الاحزاب ۳۳ کی آیات: ۱۸ اور ۱۹ میں فرمایا گیا کہ "یقیناً اللہ ﷻ تم میں سے رکاوٹیں ڈالنے والوں کو جانتا ہے اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والوں کو بھی کہ ہماری طرف آجاؤ اور وہ لڑائی میں نہیں آتے مگر بہت کم۔ تمہارے بارے میں سخت بخیل ہیں، پس جب خوف آپہنچے تو آپ انہیں دیکھیں گے کہ آپ کی طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جارہی ہو، پھر جب خوف جاتا رہے تو تمہیں تیز زبانوں کے ساتھ تکلیف دیں گے، اس حال میں کہ مال کے سخت حریص ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ ﷻ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے اور یہ ہمیشہ سے اللہ ﷻ پر بہت آسان ہے۔"
۵: آیت کے اختتام پر کس بات کی تلقین فرمائی گئی ہے؟ ۵: اخلاصِ نیت کی۔ یعنی اللہ ﷻ ہمارے سینوں کے رازوں اور ہمارے ارادوں سے بھی واقف ہے اس لئے ہمیں اپنی نیت دُرست رکھنی چاہیئے۔ منافق کا کردار یہ ہوتا ہے کہ اسے جہاں فائدہ نظر آتا ہے وہ اسی طرف جھک جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان پھرتی ہے کبھی ایک ریوڑ کی طرف جاتی ہے کبھی دوسرے کی طرف۔" (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۱۱: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس شان کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کھرے اور کھوٹے کو علیحدہ فرما کر رہے گا، یعنی اللہ ﷻ منافقوں کو اہل ایمان سے علیحدہ فرما کر رہے گا۔ ۲: منافقین کو اہل ایمان سے علیحدہ کرنے کا کیا مقصد ہے؟ ۲: یعنی اللہ ﷻ بار بار ایسے مواقع پیدا کرتا رہتا ہے جس سے سب کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص ایمان کے کس درجہ میں ہے۔ پختہ ایمان والا کون ہے، کمزور ایمان والا کون اور منافق کون ہے۔ آزمائشی حالات مومن اور منافق کے فرق کو نمایاں کر دیتے ہیں۔

عملی پہلو: ایمان اللہ ﷻ کے ہاں وہی معتبر ہے جو صحیح عقیدہ اور دل کی تصدیق کے ساتھ ہو۔ یہ ایمان دل میں ایک خاص کیفیت اور ایک خاص نور پیدا کر دیتا ہے جس سے مومن کی پوری زندگی جگمگا اُٹھتی ہے۔ اس کے برخلاف منافق عقیدہ کا اظہار تو کرتا ہے لیکن اس کا دل اس کی تصدیق نہیں کرتا اس لئے اس کے دل میں ایمان سرے سے موجود ہی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا اور نہ اس کی زندگی میں ایمان کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: کفار اہل ایمان کو کیا کہتے تھے؟ ۱: وہ کہتے تھے کہ تم کفر و شرک میں ہماری پیروی کرو اور اگر قیامت آگئی اور ہم غلط ثابت ہوئے تو ہم قیامت کے دن تمہارے گناہ اُٹھالیں گے۔ ۲: کفار اہل ایمان کو ایسا کیوں کہتے تھے؟ ۲: یہ بات مشرکین مکہ مسلمانوں کو دین اسلام سے پھیرنے کے لئے کہتے تھے کیونکہ وہ خود آخرت کے قائل ہی نہ تھے۔ نہ انہیں اس بات کا احساس تھا کہ آخرت میں ان سے باز پرس بھی ہونے والی ہے اور انہیں اپنے اپنے گناہوں کا بار بھی اٹھانا پڑے گا۔ پھر انہیں اپنا دین بھی مرغوب تھا اور وہ اس مشرکانہ دین کو برحق سمجھتے تھے اور اس کی اشاعت و ترویج چاہتے تھے۔
۳: اس آیت میں کافروں کی اس بات کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۳: قیامت کے دن کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکے گا اور ایسا کہنے والے جھوٹے ہیں۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: کفر و شرک کرنے کی نصیحت کرنے والوں کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟ ۱: انہیں بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے کفر اور گناہوں کے بوجھ کے ساتھ قیامت کے دن دوسروں کو گمراہ کرنے کا بوجھ بھی اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔

۲: دوسروں کا بوجھ اٹھانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: دوسروں کو گمراہ کرنے کا بوجھ۔ یعنی ان کے نامۂ اعمال میں ان لوگوں کے گناہ بھی اضافی طور پر ڈالے جائیں گے جن کو انہوں نے گمراہ کیا تھا۔ لیکن گم راہ ہونے والوں کے گناہ میں کمی نہیں کی جائے گی۔

عملی پہلو: ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ آخرت کے دن کا بنیادی اصول یہ ہے کہ کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا۔ ہاں جس شخص نے کسی کو بالواسطہ یا بلاواسطہ گمراہ کرنے کی کوشش کی یا کسی کو گناہ پر آمادہ کیا اسے اپنا اور دوسرے کا بوجھ بھی اٹھانا ہو گا۔ اس سے گناہ کرنے والے کا بوجھ ہلکا نہیں ہو گا۔ اسی اصول کی بنیاد پر قرآنِ حکیم میں یہ اصول بیان ہوا ہے کہ ایسے لوگوں کو دو گنا عذاب دیا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس اصول کی وضاحت فرمائی ہے۔

نوٹ: آپ ﷺ نے فرمایا "جس نے ہدایت کی طرف بلایا اسے عمل کرنے والے کے اجر کے مطابق اجر ملے گا جنہوں نے اس کی تابعداری کی ان کے اجر میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہو گی اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا اس کو گناہ کرنے والے کے برابر گناہ ملے گا جو گمراہ شخص کی تابعداری کرتے ہوئے گمراہی کے راستے پر چلے تھے اور ان کے گناہ میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی۔" (صحیح مسلم)

۳: اس آیت میں قیامت کے دن کفار سے کس بات کی باز پُرس کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۳: قیامت کے دن کفار سے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے جھوٹ گھڑنے کے بارے میں باز پُرس کا ذکر کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: دوسرے سے چوتھے رکوع میں کیا مضمون بیان فرمایا جا رہا ہے؟ ۱: دوسرے سے چوتھے رکوع میں "ہم یقیناً ان لوگوں کو آزما چکے جو ان سے پہلے تھے" کی تفسیر بیان فرمائی گئی ہے اور اس ضمن میں متنبہ کیا گیا ہے کہ کامیابی بالآخر سچوں کے قدم چومتی ہے اور جھوٹے ناکام ہوتے ہیں۔

۲: پہلی مثال کن رسول علیہ السلام کی دی گئی ہے؟ ۲: پہلی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی دی گئی ہے جس میں ان کے ساڑھے نو سو سال ثابت قدمی سے دین کی دعوت دینے اور مصائب برداشت کرنے کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ۳: حضرت نوح علیہ السلام کی طویل جدوجہد کا ذکر فرما کر کیا سمجھایا گیا ہے؟ ۳: حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر قرآنِ حکیم میں متعدد بار آ چکا ہے لیکن یہ بات اور کہیں نہیں کہی گئی کہ انہوں نے ساڑھے نو سو سال کا طویل عرصہ اپنی قوم کے ساتھ گزارا۔ یہاں دعوت و تبلیغ کے مکی دور میں اس قصے کا ذکر فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ذریعے آپ ﷺ کے رفقاء کو تسلّی دی جائے کہ انہیں مظالم سہتے ہوئے ابھی بہت تھوڑا عرصہ گزرا ہے۔ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے دین حق کے راستے میں کس قدر محنت کی اور کتنی طویل مدت تک ظالموں کے ظلم برداشت کرتے رہے۔

عملی پہلو: دعوت و تبلیغ کے میدان میں رکاوٹوں، لوگوں کے سخت ردِ عمل اور پیش آمدہ مصائب سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کی طویل جدوجہد اور صبر و استقامت کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے اور اس راستے میں مزید امتحانات کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ علامہ اقبالؒ نے اسی طرف اشارہ کیا تھا:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں!

۴: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا کیا انجام ہوا؟ ۴: وہ لوگ طوفان میں ہلاک کر دیئے گئے۔

۵: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا کیا جرم تھا؟ ۵: وہ ظالم تھے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے تھے۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: اس طوفان سے اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کو نجات عطا فرمائی؟ ۱: حضرت نوح علیہ السلام کو اور ان مومنین کو جو کشتی میں تھے۔

۲: اللہ تعالیٰ نے اہل عالم کے لئے کس چیز کو نشانی بنا دیا؟ ۲: حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کو۔

نوٹ: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قصہ نوح علیہ السلام کی ایک ایک چیز اور اس دوران رونما ہونے والا ایک ایک واقعہ اور عمل اہل عالم کے لئے عبرت کا سامان بنا دیا۔ سب سے پہلے تو یہ پورا قصہ ہی تمام جہانوں کے لئے نشانی بنایا۔ جو بھی اسے سنے اس سے عبرت حاصل کرے۔ دوسرا اتنی بڑی کشتی تمام جہانوں کے لئے نشانی بنائی کہ پانی میں غرق ہونے سے بچاؤ کا یہ طریقہ ہے۔ چنانچہ اس کے بعد تمام زمانوں میں انسان نے اس کی مانند کشتیاں بنا کر غرق ہونے سے بچنے کا اور سمندر میں سفر کا بندوبست کیا۔ یہ مضمون سورۃ یٰسٓ ۳۶، آیات: ۴۱ تا ۴۴ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ تیسرا وہ کشتی صدیوں تک جودی پہاڑ کی چوٹی پر موجود رہی اور بعد کی نسلوں کو خبر دیتی رہی کہ اس سرزمین میں کبھی ایسا طوفان آیا تھا جس کی بدولت یہ اتنی بڑی کشتی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچی۔ چوتھا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور کشتی میں سوار لوگوں کو نجات دی اور اس نجات کو کئی لحاظ سے تمام جہانوں کے لئے نشانی بنا دیا۔ ایک یہ کہ طوفان آنے سے پہلے کشتی تیار ہو گئی، دوسرا یہ کہ نوح علیہ السلام نے اپنا اور کشتی میں موجود تمام انسانوں اور جانوروں کی خوراک کا ذخیرہ کر لیا، تیسرا یہ کہ خوراک ختم ہونے سے پہلے پہلے پانی زمین میں جذب ہو کر خشک ہو گیا، جب کہ اتنا بڑا سمندر جو پہاڑوں کی بلندی کے برابر گہرا ہو، اتنی مدت میں کبھی خشک نہیں ہوتا، اگر اتنی جلدی پانی جذب نہ ہوتا تو ان میں سے کوئی زندہ باقی نہ رہتا، چوتھا یہ کہ وہ کشتی اتنی مدت تک ہوا کے تھپیڑوں اور خطرناک بحری جانوروں کے حملوں سے بھی محفوظ رہی۔ ان تمام باتوں میں کشتی کا یا کشتی والوں کا کچھ کمال نہ تھا، بلکہ یہ محض اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فضل اور اس کی قدرت سے ہوا کہ اس نے ان تمام چیزوں کا اہتمام فرما کر حضرت نوح علیہ السلام اور کشتی والوں یعنی اہل ایمان کو نجات عطا فرما کر تمام جہانوں کے لئے نشانی بنا دیا کہ جنہیں وہ محفوظ رکھنا چاہے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

نوٹ: حال ہی میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جو سیٹلائٹ کے ذریعے نظر آ رہی تھی۔ وہ دریافت (Discover) کر لی گئی ہے جو کہ لوگوں کے لئے نشانِ عبرت ہے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: آیت: ۱۶ اور ۱۷ میں کس ہستی کی مثال بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لازوال قربانیوں کی مثال بیان فرمائی گئی ہے۔

۲: حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمانے میں کیا حکمت نظر آتی ہے؟ ۲: اس میں غالباً یہ حکمت ہو سکتی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بھی بُت پرست تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش بھی بہت بڑی تھی۔ انہیں آگ میں ڈال دیا گیا، ہجرت کرنا پڑی اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں کئی باتوں کے ساتھ آزمایا اور وہ سب میں پورے اترے۔ ان آزمائشوں میں بہت بڑی آزمائش اس قوم کو توحید کی دعوت دینا تھی جو بت پرستی اور دیگر چیزوں مثلاً سورج، چاند، ستاروں کی پوجا اور مشرکانہ رسوم میں انتہا کو پہنچ چکی تھی۔

۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کس علاقے سے تعلق رکھتی تھی؟ ۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کنعان یعنی عراق کی رہنے والی تھی۔

۴: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو کیا دعوت دی؟ ۴: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو ایک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کرنے اور صرف اُسی ایک اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ڈرنے کی دعوت دی۔

نوٹ: حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ میں دوسرے حقائق کے ساتھ یہ بھی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا تو نہ وہ کافر اور مشرک ایک دوسرے کو بچا سکے اور نہ ہی ان کے خود ساختہ بت انہیں بچا سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خطاب سے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ مشرک جن بتوں اور معبودوں کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھتے ہیں اپنے چاہنے والوں کو نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں اور نہ ہی کچھ فائدہ دے سکتے ہیں۔

عملی پہلو: ہمیں ہر مشکل اور پریشانی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کیونکہ وہی ہر دکھ اور مصیبت سے حقیقتاً اور مستقلاً نجات عطا فرمانے والا ہے۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا جُرم کیا تھا؟ ۱: وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا بتوں کو پوجتے تھے اور جھوٹے عقائد رکھتے تھے۔

نوٹ: قرآنِ حکیم میں بتوں کے لئے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں: i۔ ”صَنَم“ اس کی جمع ”اَصْنَام“ ہے، معنی ہے وہ بت جو قابل انتقال اور قابل فروخت ہوں، خواہ وہ پیتل یا لوہے یا چاندی کے ہوں، یا لکڑی کے یا پتھر کے۔ ii۔ ”نُصُبٌ“ اس کی جمع ”اَنْصَابٌ“ ہے، معنی ہے ایسے بت یا مجسّمے جنہیں پوجا پاٹ کے لئے نصب کر دیا گیا ہو، جیسے مشرکین مکہ کے بت لات، منات، عزیٰ اور ہبل وغیرہ تھے۔ iii۔ ”اَوْثَانٌ“ یہ ”وَثَنٌ“ کی جمع ہے، وثن کا تعلق زیادہ تر مقامات سے ہوتا ہے، یعنی وہ جگہیں خواہ وہاں بت نصب ہوں یا نہ ہوں۔ بعض دفعہ بعض مخصوص مقامات پر پتھروں، درختوں (مثلاً پیپل وغیرہ)، ستاروں (مثلاً شِعریٰ وغیرہ) یا دریاؤں

(مثلاً گنگا وغیرہ) سے الٰہی صفات کا عقیدہ رکھ کر ان کی پرستش شروع کر دی جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس "اوثان" کا ذکر کیا تو اس سے مراد ان کی قوم کے بت خانے ہیں جن میں بت خود شامل ہیں۔

۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی کمزوری اور لاچارگی کی کیا مثال دی؟ ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتایا کہ یہ بُت انہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان کا رازق ہے۔ ۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو کن باتوں کی نصیحت فرمائی؟ ۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں نصیحت کی کہ وہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ادا کریں اور ان سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جھٹلانے والوں کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟ ۱: تم سے پہلے بھی بہت سی قوموں نے رسولوں کو جھٹلایا اور وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ ۲: اس آیت میں رسولوں کی کیا ذمہ داری بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: رسولوں کے ذمے اللہ تعالیٰ کا پیغام قوم تک صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

نوٹ: انبیاء کرام علیہم السلام سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تمہاری قوم نے شرک کیوں نہیں چھوڑا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کا پیغام پوری طرح اس کے بندوں تک صرف پہنچا دینا ہے اور یہ فریضہ انہوں نے کما حقہٗ ادا فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کمال تخلیق کا کیسے اظہار فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ تعالیٰ کی کمال تخلیق کا اظہار ایسے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمام مخلوقات کو پہلی مرتبہ پیدا فرمایا اور وہ ہی انہیں قیامت کے دن دوبارہ پیدا فرمائے گا۔

۲: اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق کو ان کی موت کے بعد پیدا کرنا کیسا ہے؟ ۲: اللہ تعالیٰ کے لئے یہ بہت آسان ہے اور عقلی مشاہدہ بھی یہی ہے کہ ہر چیز کا پہلی مرتبہ پیدا کرنا زیادہ مشکل ہوتا ہے جب کہ اس کا دوبارہ بنا دینا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کس شان کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کا بیان فرمایا گیا ہے۔

۲: زمین پر چلنے پھرنے، سیر کرنے کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوقات پر غور و فکر کرے اور دیکھے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح انواع و اقسام کی مخلوقات پیدا فرمائی ہیں۔ ۳: اس غور و فکر کا کیا نتیجہ نکلنا چاہیئے؟ ۳: اس کا یہ نتیجہ نکلنا چاہیئے انسان کو اندازہ ہو کہ جس اللہ تعالیٰ نے یہ انواع و اقسام کی نعمتیں پہلی بار پیدا فرمائی ہیں وہ اُنہیں دوبارہ بھی پیدا فرما سکتا ہے۔ ۴: مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی کس شان کو بطور دلیل پیش فرمایا گیا ہے؟ ۴: اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

نوٹ: انسان جب علم و تحقیق کے ارادے سے اپنے ماحول سے باہر نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے عجیب و غریب اور کمال شاہکار اس کے مشاہدے میں آتے ہیں جو اسے دعوت فکر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر سمندری سفر میں نت نئی مچھلیاں نظر آئیں گی، خشکی کے سفر میں رنگ برنگ پرندے جنگل میں عجیب و غریب حیوانات، انواع و اقسام کے بیل بوٹے غرض یہ کہ باہر کی دنیا ایک چڑیا گھر معلوم ہو گی۔ جہاں زندگی کے ہزاروں روپ دکھائی دیں گے۔ اگر مشاہدہ کرنے والے کا ضمیر جاگ رہا ہو تو وہ پکار اٹھے گا کہ یہ ایک ایسی ہستی کی تخلیق ہے جو عظیم قدرت کی مالک ہے۔ خالق کی یہ پہچان اس کے اندر یہ یقین پیدا کرے گی کہ وہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے کمال اختیار کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ تعالیٰ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم فرمائے۔ یعنی کوئی اللہ تعالیٰ کو روکنے والا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا اختیار رکھنے والا ہے۔ ۲: اللہ تعالیٰ کے کمال اختیار کو تسلیم کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ ۲: وہ صاحب اختیار اللہ تعالیٰ جس کا اختیار کامل ہے وہ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ فرمائے گا اور قیامت کو قائم فرمائے گا۔

عملی پہلو: ہمیں اپنی نیکی اور عبادت پر کبھی بھی گھمنڈ اور تکبر نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق کوئی انسان ادا نہیں کر سکتا۔ ہمیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ہمیں سزا نہ دے، اسی طرح گناہوں پر کبھی مایوس بھی نہیں ہونا چاہیئے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کو زمین میں کوئی عاجز نہیں کر سکتا۔

۲: اللہ ﷻ کو عاجز نہ کر سکنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی اللہ ﷻ کو اس کے ارادہ سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اگر اللہ ﷻ کسی پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ فرمائے تو آسمان و زمین میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اللہ ﷻ کو اس کے ارادے سے روک سکے۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر اللہ ﷻ اپنے تمام آسمان والوں اور اپنے تمام زمین والوں کو عذاب دینا چاہے تو دے سکتا ہے، یہ اس کا ان پر ظلم نہیں ہو گا (کیونکہ سبھی اسی کی ملکیت ہیں)۔" (سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد، مسند احمد)

۳: اس آیت میں انسانوں کو کیا نصیحت فرمائی گئی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کے سوا نہ ہمارا کوئی دوست ہے نہ کوئی مددگار ہے۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: اللہ ﷻ کی رحمت سے مایوسی اور عذاب کے کیا اسباب بیان کیئے گئے ہیں؟ ۱: دو اسباب بیان کیے گئے ہیں، اللہ ﷻ کی آیات کا انکار کرنا اور اللہ ﷻ کے سامنے حاضری کا انکار کرنا۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ ﷻ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے تو اللہ ﷻ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو اللہ ﷻ سے ملنے کو برا سمجھتا ہے تو اللہ ﷻ بھی اس سے ملنا برا سمجھتا ہے۔" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۲۴: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کا قوم نے کیا جواب دیا؟ ۱: انہوں نے کہا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کو قتل کر دو یا انہیں جلا دو۔ (معاذ اللہ)

۲: اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ ۲: اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچا لیا۔ قوم نے انہیں قتل کرنے کے لئے بہت ہی بڑے پیمانے پر آگ تیار کی، جس میں قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈال دیا لیکن اللہ ﷻ نے آگ کو ٹھنڈی اور سلامتی والی ہونے کا حکم دیا اور وہ آگ اللہ ﷻ کے حکم سے سلامتی والی ہو گئی۔ (سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۶۹)

نوٹ: اس سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہوتی ہے کہ تمام اشیاء کی خاصیتیں اللہ ﷻ کے حکم پر مبنی ہیں، اور وہ جس وقت جس چیز کی خاصیت کو چاہے بدل سکتا ہے۔ معمول کے مطابق آگ کا عمل یہی ہے کہ وہ جلائے۔ لیکن آگ کا یہ معمول اس کا اپنا قائم کیا ہوا نہیں ہے بلکہ اللہ ﷻ کا قائم کیا ہوا ہے۔ اور اس معمول نے اللہ ﷻ کو پابند نہیں کر دیا ہے کہ وہ اس کے خلاف کوئی حکم نہ دے سکے۔ وہ اپنی آگ کا مالک ہے، کسی وقت بھی وہ اسے حکم دے سکتا ہے کہ وہ جلانے کا عمل چھوڑ دے۔

۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ میں کیسے لوگوں کے لئے نشانی ہے؟ ۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ میں اہلِ ایمان کے لئے قدرتِ باری تعالیٰ اور اس کی رحمت کی نشانی ہے۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: اس آیت میں شرک اور بُت پرستی کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۱: بت پرستی اور شرک کی وجہ صرف یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں دوستی اور تعلقات قائم رہیں۔ انسان کے پاس شرک کی دلیل نہیں ہوتی۔ دوسروں کی دیکھا دیکھی یا دنیاوی فوائد کے لئے دوسروں کے ساتھ رہنے کی مجبوری کی وجہ سے یہ طرزِ عمل اختیار کر لیتا ہے۔ ۲: ایسی بُری دوستیوں اور تعلقات کا قیامت کے دن کیا انجام ہو گا؟ ۲: قیامت کے دن وہ ایک دوسرے کا انکار کریں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہو گا اور کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہو گا۔

عملی پہلو: دنیا میں انسان جن رشتے ناتے، دوستیوں اور تعلقات کی وجہ سے شرک کرتا ہے اور گناہ کی زندگی گزارتا ہے اور ایک دوسرے کی مدد کرتا ہے قیامت کے دن یہ سارے رشتے ناتے انسان بھول جائے گا اور اس کی حقیقت سورۃ عبس ۸۰، آیات: ۳۴ تا ۳۷ میں بیان ہوئی ہے۔ "اس دن انسان اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے اس دن ہر شخص کی ایسی حالت ہو گی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی"۔

نوٹ: دراصل یہ وہ بنیادی عامل (factor) ہے جو ہر سطح پر لوگوں کے لئے حق کو قبول کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ بنتا ہے۔ ایک معقول اور باشعور شخص کی تان بھی اکثر یہیں پر آ کر ٹوٹتی ہے کہ جی ہاں بات تو درست ہے، دل کو بھی لگتی ہے مگر کیا کریں مجبوری ہے! دوسری طرف برادری ہے، رشتہ داریاں ہیں،

دوستیاں ہیں اور کاروبار کی شراکت داریاں ہیں۔ یہ سب کچھ کیسے چھوڑ دیں؟ سب سے ناتا کیسے توڑلیں؟ زندہ رہنے کے لئے یہ سب کچھ ضروری ہے۔ انسان بھلا اکیلا کیسے زندگی گزار سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں سے کس کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: حضرت لوط علیہ السلام کا۔

۲: حضرت لوط علیہ السلام کا حضرت ابرہیم علیہ السلام سے کیا تعلق تھا؟ ۲: حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔

۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا فرمایا؟ ۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اب میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔

۴: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس جگہ سے اور کہاں ہجرت فرمائی؟ ۴: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق کے شہر بابل سے فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی۔

۵: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس پر بھروسے اور اعتماد کا اظہار فرمایا؟ ۵: اللہ ﷻ پر جو غالب اور کمال حکمت والا ہے۔

۶: "اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے" سے کیا مراد ہے؟ ۶: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں یعنی میں وہاں جارہاہوں جہاں اپنے رب کے حکم کے مطابق خود بھی زندگی گزار سکوں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے سکوں یعنی جہاں اس دعوت کا خاص اثر اور فائدہ ظاہر ہو سکے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ یہ لوگ اب ماننے والے نہیں بلکہ ماننے اور قبول کرنے کی بجائے الٹا یہ ان کی جان لینے کی کوشش میں لگ گئے ہیں تو آپ علیہ السلام نے ہجرت کا اعلان فرمادیا۔ ۷: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کن لوگوں نے ہجرت فرمائی؟

۷: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ سَلَامٌ عَلَيْهَا اور آپ علیہ السلام کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام نے ہجرت فرمائی۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام بے اولاد تھے؟ ۱: نہیں، بلکہ اللہ ﷻ نے انہیں حضرت حاجرہ سَلَامٌ عَلَيْهَا سے حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسی اولاد عطا فرمائی اور پھر حضرت سارہ سَلَامٌ عَلَيْهَا کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام جیسے بیٹے عطا فرمائے اور حضرت یعقوب علیہ السلام جیسے پوتے عطا فرمائے۔

۲: اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی کیا فضیلت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھ دی، یعنی ان کی اولادوں میں سے انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے اور ان پر اپنی الہامی کتابیں نازل فرمائیں۔

عملی پہلو: آج دنیا میں جتنے بھی الہامی مذاہب ہیں سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ماننے والے ہیں اور سب کے سب انہیں سے اپنا رشتہ جوڑتے ہیں، یہودی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی شریعت کو جوڑتے ہیں وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں، اسی طرح عیسائی بھی بنی اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنا تعلق جوڑتے ہیں اور اسی طرح سید المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں جن سے مسلمانوں کا تعلق ہے۔

۳: اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی استقامت پر انہیں کیا فضیلت عطا فرمائی؟ ۳: اللہ ﷻ نے انہیں دنیا میں بھی مال و اولاد عطا فرمائی، تمام قوموں کی امامت بخشی اور آخرت میں بھی وہ نہایت کامل نیکوکاروں میں سے اور اولوالعزم رسولوں میں سے ہوں گے۔

نوٹ: سلسلہ نبوت کو ماننے والی جتنی قومیں اس سطح زمین پر بستی ہیں خواہ آپس میں ان کے سنگین اختلافات ہوں لیکن وہ سب دل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا احترام کرتی ہیں۔ بلکہ اپنی اس نسبت پر فخر کرتی ہیں جہاں بھی اسلام کا کوئی فرزند موجود ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہ السلام پر درود و سلام پڑھتا ہے۔ دنیا کے کسی دولتمند، کسی شہنشاہ اعظم، کسی فاتح عالم کو کیا عزت و احترام نصیب ہوا ہو گا جو بارگاہِ ربُّ العزت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عنایت فرمایا گیا۔ یہ انعام تو وہ ہے جو اس دنیا میں آپ علیہ السلام کو مرحمت فرمایا گیا اور آخرت میں جس شان کا ملنے والا ہے اس کا تو تصور کرنا بھی ہمارے لئے ممکن نہیں۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: اس آیت میں کس نبی علیہ السلام کی مثال بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: آیات ۲۸ سے ۳۵ تک قوم کی مخالفت پر حضرت لوط علیہ السلام کے صبر کی مثال بیان فرمائی گئی ہے۔ ۲: حضرت لوط علیہ السلام کس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے؟ ۲: حضرت لوط علیہ السلام عمورہ اور سدوم کی بستیوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔

۳: ہم جنس پرستی کا آغاز کس نے کیا؟ ۳: سب سے پہلے یہ جرم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے کیا۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: قوم لوط علیہ السلام کے کیا جرائم بیان کیئے گئے ہیں؟ ۱: قوم لوط علیہ السلام کے کئی جرائم بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً ہم جنس پرستی یعنی خواہش نفسانی کے لئے مردوں کے پاس آنا، لوٹ مار، مجلسوں میں کھلی بے حیائی، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے عذاب سے بیباکی، علانیہ بُرائی کا ارتکاب اور شرک وغیرہ۔

۲: حضرت لوط علیہ السلام کے سمجھانے پر قوم نے انہیں کیا جواب دیا؟ ۲: انہوں نے کہا کہ تم ہم پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عذاب لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

عملی پہلو: برائی کا ارتکاب علانیہ طور پر اور سب کے سامنے کرنا اور بھی زیادہ برا ہے۔ اسی لئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی یہاں پر بطور خاص تصریح فرمائی ہے۔ مگر آج خود ہمارے دور میں اور ہمارے مسلم ممالک میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ سینماؤں، تھیٹروں اور کلبوں حتیٰ کہ گھروں کی تقریبات وغیرہ میں کیا کچھ نہیں ہو رہا۔ ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ " میری تمام امت کے گناہ معاف ہوں گے مگر وہ شخص جو علانیہ گناہ کرتا ہو اور یہ تو جنون کی بات ہے کہ رات کو ایک آدمی کوئی کام کرے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس پر پردہ ڈالے، پھر صبح ہونے پر وہ آدمی کہے کہ اے فلاں! میں نے گزشتہ رات فلاں فلاں کام کیئے۔ رات کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈالا اور یہ کہ صبح کو اس نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ڈالے ہوئے پردہ کو کھول دیا"۔ (صحیح بخاری) اور ایک دوسری حدیث پاک میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو علانیہ لوٹ مار کرتا پھرے وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں"۔ (سنن ابن ماجہ) اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خفیہ لوٹ مار کرنا صحیح ہے یہاں در حقیقت علانیہ کسی بُرے عمل کی شدید ترین مذمت مقصود ہے ورنہ بُرائی تو ہر حال میں بُرائی ہی ہے ہمیں نہ صرف خود ان بُرائیوں سے بچنا چاہیئے بلکہ ہر سطح پر ان کے خاتمے کے لئے آواز بلند کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: قوم کی ہٹ دھرمی اور بُرائی کو چھوڑنے سے انکار کرنے پر حضرت لوط علیہ السلام نے کیا کیا؟ ۱: اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے مدد کی دعا مانگی۔

۲: مُفسد کون ہوتے ہیں؟ ۲: وہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی کھلے عام کریں۔ ان لوگوں کو مفسد اس لئے کہا گیا ہے کہ انہوں نے کھلے عام اس بُرائی کا خود بھی ارتکاب کیا اور آئندہ لوگوں کے لئے اس کی بنیاد ڈال کر زمین میں فساد برپا کیا۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کی دعا کیسے قبول کی گئی؟ ۱: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عذاب کے فرشتے بھیج کر حضرت لوط علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔

نوٹ: عذاب کے یہ فرشتے نہایت خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے۔ جنہیں دیکھ کر قوم کی بُرائی کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام پریشان ہو گئے لیکن فرشتوں نے آپ علیہ السلام کو تسلی دی اور اپنے آنے کی وجہ بتائی۔

۲: قوم عمورہ اور سدوم پر یہ عذاب کیوں آیا؟ ۲: کیوں کہ ان بستیوں کے رہنے والے ظالم تھے یعنی شرک کرنے والے تھے اور بے حیائی کے مرتکب تھے۔

نوٹ: حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت حبرون (فلسطین) میں تھے۔ اس سے چند میل کے فاصلہ پر سدوم واقع تھا جہاں قوم لوط علیہ السلام آباد تھی۔ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری لے کر پہنچے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ خبر بھی دی کہ ہم قوم لوط علیہ السلام کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ یعنی ایک طرف انہوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت کی خوشخبری سنائی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں تھی اور دوسری طرف ایک بدکار قوم پر اس کے قہر کے نازل ہونے کی خبر بھی دی۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر فرشتے جب مہمان کی صورت میں آئے اور انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کا ذکر کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس تعجب کا اظہار فرمایا؟ ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ وہاں تو حضرت لوط علیہ السلام بھی رہتے ہیں۔ یعنی کیا ایک پیغمبر علیہ السلام کی موجودگی میں عذاب نازل ہو گا؟

۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے کیا تسلی دی؟ ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے تسلی دی کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو عذاب سے بچالیں گے سوائے ان کی بیوی کے۔ ۳: حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو عذاب سے کیوں نہیں بچایا گیا؟ ۳: کیوں کہ وہ ایمان اور نیک اعمال

میں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ تھی۔ چونکہ ایمان کے بغیر اللہ ﷻ کے ہاں رشتہ داریاں اور برادریاں کوئی چیز نہیں ہیں، ہر شخص کے ساتھ اصل معاملہ اس کے اپنے ایمان و اخلاق کی بنیاد پر ہوتا ہے، اس لئے پیغمبر کی بیوی ہونا اس کے لئے کچھ بھی نافع نہ ہو سکا اور اس کا انجام اپنے شوہر کے ساتھ ہونے کے بجائے اپنی اس کافر قوم کے ساتھ ہوا جس کے ساتھ اس نے اپنا دین و اخلاق وابستہ کر رکھا تھا۔

نوٹ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصّہ کی مزید تفصیلات مطالعہ قرآنِ حکیم حصّہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: عذاب کے فرشتے جو کہ خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے انہیں دیکھ کر حضرت لوط علیہ السلام کی کیا کیفیت ہوئی؟ ۱: انہیں دکھ ہوا اور ان کا سینہ تنگ ہوا۔ ۲: حضرت لوط علیہ السلام کی یہ کیفیت کیوں ہوئی؟ ۲: کیوں کہ وہ اپنی قوم کے جرائم سے واقف تھے اور انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ ان کے مہمانوں کے ساتھ قوم بُرا سلوک کرے گی۔ ۳: فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو کیا تسلی دی؟ ۳: فرشتوں نے ان سے عرض کیا کہ آپ علیہ السلام نہ خوف کھائیے اور نہ غم کیجیے کیونکہ ہم عذاب کے فرشتے ہیں اور ہم ضرور آپ علیہ السلام کو اور آپ علیہ السلام کے گھر والوں کو نجات دیں گے سوائے آپ علیہ السلام کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: قوم لوط علیہ السلام کو ان کے جرائم کی کیا سزا ملی؟ ۱: اللہ ﷻ نے آسمان سے ان پر عذاب نازل کیا۔
۲: آسمان سے عذاب کی کیا کیفیت تھی؟ ۲: ان کی بستیوں کو اُٹھا کر پٹخ دیا گیا اور ان پر پتھروں کی بارش ہوئی۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: قوم لوط علیہ السلام کے کھنڈرات کی کیا حکمت بیان کی گئی ہے؟ ۱: وہ عقل رکھنے والوں کے لئے نشان عبرت ہیں۔ یعنی اس تباہ شدہ بستی کے کچھ آثار عبرت کے لئے چھوڑ دیئے ہیں۔ یہ آثار زمانہ دراز تک قائم رہے بعد میں یہ حصہ سمندر میں دب گیا جو بحر مردار Dead Sea کہلاتا ہے۔

نوٹ: قوم لوط علیہ السلام کی بستی کے کھنڈرات قریش کی تجارتی شاہراہ پر موجود تھے، لہٰذا قرآنِ حکیم میں اہل مکہ کو بار بار مخاطب کر کے یاد دلایا گیا ہے کہ تم لوگ ان عذاب زدہ بستیوں کے کھنڈرات پر سے گزرتے ہو اور پھر بھی عبرت حاصل نہیں کرتے ہو۔ اس کے علاوہ بحیرۂ مُردار جسے بحر لوط (علیہ السلام) بھی کہا جاتا ہے وہ بھی قوم لوط علیہ السلام کی بربادی کی کھلی نشانی ہے۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: اس آیت میں اہل ایمان کے لئے کیا مثال بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: آیات ۳۶ اور ۳۷ میں حضرت شعیب علیہ السلام کا قوم کے ساتھ کش مکش کا بیان اہل ایمان کے لئے بطور عبرت بیان کیا گیا ہے۔ ۲: حضرت شعیب علیہ السلام کو کس قوم کی طرف بھیجا گیا تھا؟ ۲: اہل مدین کی طرف۔
۳: حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو کیا تبلیغ فرمائی؟ ۳: i۔ ایک اللہ ﷻ کی عبادت کرو۔ ii۔ آخرت پر یقین رکھو۔ iii۔ زمین میں فساد نہ مچاؤ۔

نوٹ: انسانی معاشرے میں بگاڑ وہی لوگ پیدا کرتے ہیں جن کو نہ اللہ ﷻ کی عبادت سے دلچسپی ہوتی ہے اور نہ وہ آخرت میں اللہ ﷻ سے اجر کے امیدوار ہوتے ہیں۔ وہ صرف دنیاوی فائدوں کے خواہشمند ہوتے ہیں چاہے وہ جس طریقہ سے بھی انہیں حاصل ہوں۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: اہل مدین کا کیا انجام ہوا؟ ۱: ان پر اللہ ﷻ کا عذاب زلزلے کی صورت میں آیا۔ وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔
۲: اہل مدین کا یہ بُرا انجام کیوں ہوا؟ ۲: کیوں کہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اور ان کی بات نہ مانی۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: اس آیت میں کن دو نافرمان قوموں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: قوم عاد اور قوم ثمود کا۔ ۲: قوم عاد اور قوم ثمود آج ہمارے لئے درس عبرت کیسے بن سکتی ہیں؟ ۲: ان کے تباہ حال برباد کھنڈرات آج بھی موجود ہیں جنہیں دیکھ کر ہم آج بھی عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔
۳: عاد اور ثمود کی قومیں تباہی اور بربادی تک کیوں پہنچیں؟ ۳: کیوں کہ شیطان نے انہیں ان کے بُرے اعمال اچھے کر کے دکھائے اور انہیں سیدھے راستے سے روک دیا۔ ۴: عاد اور ثمود کے رہنے والے کیسے لوگ تھے؟ ۴: عاد اور ثمود کے لوگ دنیاوی اعتبار سے بڑے ہوشیار اور سمجھدار لوگ سمجھے جاتے تھے۔

نوٹ: انسانی زندگی فقط پیدا ہونے، کھانے پینے اور چند سال زندہ رہنے کے دورانیے تک ہر گز محدود نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ اس تصور سے بہت اعلیٰ اور بہت بالا ایک ابدی حقیقت ہے۔ دراصل جس "دورانیے" کو لوگ زندگی سمجھے بیٹھے ہیں وہ تو اصل زندگی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ انسانی زندگی کا اصل اور بڑا حصہ تو وہ ہے جس کا آغاز انسان کی موت کے بعد ہونے والا ہے۔ یہ دنیا کی زندگی تو انسان کے لئے محض ایک وقفہ امتحان ہے اور اصل زندگی کے لئے تیاری کا موقع ہے۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: اللہ ﷻ کے عذاب کا نشانہ بننے والے کن مجرموں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: قارون، فرعون اور ہامان کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲: قارون، فرعون اور ہامان کو سمجھانے کے لئے اللہ ﷻ نے کسے بھیجا تھا؟ ۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو واضح دلیلیں لے کر ان کے پاس گئے تھے۔

۳: قارون، فرعون اور ہامان پر اللہ ﷻ کا عذاب کیوں نازل ہوا؟ ۳: انہوں نے زمین میں سر کشی کی اور تکبر کیا۔

۴: کیا کوئی مجرم اللہ ﷻ کی گرفت سے بچ سکتا ہے؟ ۴: ہر گز نہیں! کوئی مجرم اللہ ﷻ کی گرفت سے نہیں بچ سکتا۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ کے عذاب سے بچنے کا راستہ اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہے اور گناہوں سے توبہ کر کے اللہ ﷻ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔

نوٹ: پہلی اقوام کے کردار اور ان کی تباہی کا ذکر کرنے کے بعد نہایت مختصر الفاظ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تین افراد کا نام لیا ہے جو پوری قوم کی تباہی کا باعث بنے، اِن میں قارون نے اپنی دولت کی بنیاد پر، فرعون اپنے اقتدار کی خاطر اور ہامان نے اپنی سیاست کی بناء پر رسولوں کو جھٹلایا اور حقائق کا انکار کر کے تکبر کی انتہا کر دی۔ جب اللہ ﷻ نے اِن پر گرفت کی تو قارون کی دولت، فرعون کا اقتدار اور ہامان کی سیاست انہیں اللہ ﷻ کے عذاب سے نہ بچا سکی۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: اللہ ﷻ کا مجرموں کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ہر مجرم کی پکڑ کرتا ہے۔ ۲: اللہ ﷻ مجرموں کی گرفت کیوں کرتا ہے؟ ۲: ان کے جُرم یعنی ان کے گناہوں کے سبب۔ ۳: اللہ ﷻ کی طرف سے پتھروں کی بارش کس قوم پر ہوئی؟ ۳: اس کی ایک مثال قوم لوط علیہ السلام ہے۔ ۴: کس قوم کو ایک چیخ نے آپکڑا؟ ۴: اس کی مثال قوم ثمود ہے۔ ۵: کس پر اللہ ﷻ کا عذاب اس صورت میں آیا کہ اُسے دھنسا دیا گیا؟ ۵: اس کی مثال قارون ہے۔ ۶: کس قوم کو اللہ ﷻ نے پانی میں غرق کیا؟ ۶: اس ایک مثال آل فرعون ہے جنہیں بحر احمر میں غرق کیا گیا، یا اس کی ایک اور مثال قوم نوح علیہ السلام ہے جن پر پانی کے طوفان یا سیلاب کا عذاب بھیجا گیا اور غرق کر دیا گیا۔

۷: ان قوموں پر اللہ ﷻ کا عذاب کس وجہ سے نازل ہوا؟ ۷: کیوں کہ انہوں نے شرک، کفر اور نافرمانی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: مشرکین کے لئے کیا مثال بیان کی گئی ہے؟ ۱: مشرکین کی مثال اُس شخص کی ہے جس نے مکڑی کے جالے کو اپنا سہارا بنایا اور ظاہر ہے کہ مکڑی کا جالا کسی کو سہارا نہیں دے سکتا۔ ۲: مکڑی کے جالے کے بارے میں کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۲: وہ تمام گھروں میں سب سے کمزور گھر ثابت ہوتا ہے۔

۳: مشرکین پر کس انداز میں افسوس کیا گیا ہے؟ ۳: کاش کہ مشرکین کو اپنے شرک کی کمزوری اور ناتوانی کا علم ہوتا تو وہ اللہ ﷻ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے۔

عملی پہلو: سورۃ البقرہ ۲، آیت: ۲۵۶ میں اہل ایمان کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ ﷻ کو سہارا بناتے ہیں۔ یعنی اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جو کوئی اللہ ﷻ کو سہارا بناتا ہے تو وہ گویا ایسا مضبوط سہارا لیتا ہے جو کبھی اس سے ٹوٹنے والا نہیں جبکہ اس کے مقابلے میں مشرکین اللہ ﷻ کو چھوڑ کر جن بتوں اور جن مخلوقات کو اللہ ﷻ کے ساتھ خُدائی میں شریک کرتے ہیں وہ مکڑی کے جالے سے بھی کمزور واقع ہوتے ہیں اور ان کے لئے ہر گز سہارا نہیں بنتے۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: اس آیت میں مشرکین کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ اللہ ﷻ جانتا ہے کہ یہ لوگ اللہ ﷻ کے ساتھ کن کن کو شریک کرتے ہیں لیکن وہ اللہ ﷻ زبردست ہے فوراً سزا دے سکتا ہے لیکن حکیم ہے یعنی دنیا میں فوراً سزا نہ دینا حکمت پر مبنی ہے۔

۲: مشرکین کو فوراً سزا نہ دینے کی کیا حکمت ہے؟ ۲: اللہ ﷻ انہیں توبہ اور اصلاح کی مہلت دینا چاہتا ہے۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: قرآن حکیم میں شرک کی کمزوری اور بودے پن کی مثالیں کیوں بیان کی گئی ہیں؟ ۱: شرک کی حقیقت لوگوں پر واضح کرنے کے لئے تاکہ وہ شرک سے بچ سکیں۔ ۲: کیسے لوگ ان مثالوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں؟ ۲: علم رکھنے والے لوگ۔ یعنی ان مثالوں کے نفع اور فائدے اور ان کی

حکمت کو علم والے سمجھتے ہیں جیسا کہ اس مثال نے مشرک اور موحِّد یعنی ایک اللہ ﷻ کو ماننے والے کا حال خوب اچھی طرح ظاہر کر دیا اور فرق واضح فرما دیا۔ کفار نے طنز کے طور پر کہا تھا کہ اللہ ﷻ مکھی اور مکڑی کی مثالیں بیان فرماتا ہے اور اس کا انہوں نے مذاق اُڑایا تھا۔ (سورۃ البقرہ ۲، آیت:۲۶) اس آیت میں ان کا رد کر دیا گیا کہ وہ نادان ہیں تمثیل کی حکمت کو نہیں جانتے۔ مثال سے مقصود تفہیم ہوتی ہے اور جیسی چیز ہو اس کی حیثیت ظاہر کرنے کے لئے ویسی ہی مثال دینا ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: اللہ ﷻ نے آسمانوں اور زمین کو کیوں پیدا فرمایا؟ ۱: اللہ ﷻ نے آسمانوں اور زمین کو برحق اور حقیقی مصلحت کے لئے پیدا فرمایا۔

۲: آسمان و زمین کی تخلیق کی مصلحت کیا ہے؟ ۲: بے شک یہ کائنات اللہ ﷻ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے اور اس سے اہل ایمان فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

نوٹ: یعنی ہر صاحب علم و دانش کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ کائنات کو پیدا تو اللہ ﷻ کرے، زمین کو کاشت اور اجناس پیدا کرنے کی قوتیں اللہ ﷻ عطا کرے، بارش برسائے تو اللہ ﷻ، تمام مخلوق کی ضروریات زندگی مہیا کرے تو اللہ ﷻ۔ مگر جب اس کے رزق، اس کے فضل اور اس کی رحمت کی لوگوں میں تقسیم کی باری آئے تو دوسرے معبودان باطل ہزارہا کی تعداد میں میدان میں آموجود ہوں۔ انسان یہ سوچنے لگے کہ واقعی سب کچھ کیا کرایا تو اللہ ﷻ نے ہی ہے مگر اس نے رحمت کی تقسیم کے اختیارات معبودوں کو سونپ دیئے ہیں اور خود فارغ ہو بیٹھا ہے؟ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی بے انصافی اور ظلم کی بات ہو سکتی ہے؟

آیت نمبر ۴۵: ۱: اس آیت میں کن لوگوں کے لئے احکامات دیے گئے ہیں؟ ۱: آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ذریعہ اہل ایمان کے لئے بالخصوص جب وہ شدید مصائب، مخالفتوں اور آزمائشوں کے دور سے گزر رہے ہوں۔

۲: جب مخالفین ظلم اور تشدد پر اُتر آئیں تو اہل ایمان کیا کریں؟ ۲: اللہ ﷻ سے جُڑ جائیں اور اللہ ﷻ سے اپنا تعلق مضبوط کریں۔

۳: شدید ظلم اور تشدد کے دور میں اللہ ﷻ سے اپنا تعلق کیسے قائم کیا جائے؟ ۳: i۔ قرآن حکیم کی تلاوت کر کے۔ ii۔ نماز قائم کر کے۔ iii۔ اللہ ﷻ کا ذکر کر کے۔

عملی پہلو: ہمیں قرآنِ حکیم کی تلاوت اپنے معمول میں رکھنی چاہیئے بالخصوص شدید مخالفت اور تشدد کے دور میں ہمیں قرآنِ حکیم کی کثرت کے ساتھ سمجھ کر تلاوت کرنی چاہیئے۔ قرآنِ حکیم ایسے لوگوں کا ذکر فرماتا ہے جو اللہ ﷻ پر ایمان لائے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور نیک اعمال پر ڈٹ گئے تو قرآنِ حکیم انہیں تسلی دیتا ہے کہ بالآخر یہ ظلم و ستم ختم ہو کر رہے گا اور اللہ ﷻ انہیں کامیاب فرما کر رہے گا۔ اسی طرح نماز کا قائم کرنا یہ اللہ ﷻ سے تعلق قائم کرنے کا ذریعہ ہے۔ پھر ہر وقت اللہ ﷻ کا ذکر کرتے رہنا یہ بھی اللہ ﷻ سے تعلق کا ایک بہت بڑا ذریعہ اور عبادات کی روح ہے۔ ہمیں ان تمام باتوں کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

شانِ نزول: یہ آیات سنہ ۵ نبوی میں نازل ہوئیں جب شدید مشکلات کا دور تھا۔ اس دور میں ہجرتِ حبشہ کا معاملہ بھی پیش آیا تھا۔

۴: نماز قائم کرنے کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۴: نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔ i۔ نماز میں اللہ ﷻ نے یہ خاصیت اور تاثیر رکھی ہے کہ وہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دے جیسے کسی دوا کا استعمال کرنا بخار وغیرہ امراض کو روک دیتا ہے۔ اس صورت میں یاد رکھنا چاہیئے کہ دوا کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لئے کافی ہو جائے۔ بعض دوائیں خاص مقدار میں مخصوص مدت تک پابندی کے ساتھ کھائی جاتی ہیں۔ اس وقت ان کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت کے منافی ہو۔ پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی تاثیر والی دوا ہے۔ جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ بشرطیہ کہ پابندی کے ساتھ اس کا اہتمام رکھا جائے اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے اُن سے پرہیز کیا جائے۔ ii۔ اللہ ﷻ نے نماز میں تاثیر ہی ایسی رکھی ہے کہ اس سے بے حیائی اور برے کاموں کا ارادہ ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے پانی میں اللہ ﷻ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ وہ پیاس کو بجھا دیتا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ نماز سے مطلوب یہ ہے کہ نمازی بے حیائی اور برے کاموں سے باز آجائے اور وہ اپنے اندر یہ احساس پیدا کرے کہ اسے رب کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے تو وہ کیا منہ لے کر جائے گا یہی احساس گناہوں کے ترک کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ گویا پانچ دفعہ اپنے رب کے سامنے حاضری کا شعور رکھنے والا شخص برائی چھوڑ دینے پر زیادہ مائل ہوتا ہے۔ iii۔ ایک عام مشاہدہ ہے کہ اگر کوئی شخص بے حیائی اور برائی کو مستقل اپنی عادت بنالے تو اس کے لئے نماز کی پابندی کٹھن ہو جاتی ہے اور اگر کسی طور پر پڑھ بھی لے تو خشوع و خضوع جاتا رہتا ہے۔ اگر ایک مسلمان نماز کی پابندی یا اس میں خشوع قائم نہیں کر پا

رہا ہے تو اسے چاہیئے کہ اپنی روز مرہ کی زندگی کا جائزہ لے، کہیں وہ کھلے گناہ بے حیائی وغیرہ میں مبتلا تو نہیں؟

۵: اللہ ﷻ کے ذکر کی کیا فضیلت بیان فرمائی گئی ہے؟　　۵: اللہ ﷻ کا ذکر تمام عبادات میں سب سے بڑھ کر ہے۔

۶: اہلِ ایمان کو کیا بات یاد رکھنے کی تلقین کی گئی ہے؟　　۶: اللہ ﷻ جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔

عملی پہلو: اس فقرے میں اہلِ ایمان کے لئے بشارت بھی ہے کہ جس اللہ ﷻ کو راضی کرنے کے لئے وہ تکالیف برداشت کر رہے ہیں اور قربانیاں دے رہے ہیں تو اللہ ﷻ ان کے نیک اعمال سے خوب واقف ہے۔ اسی طرح اس میں منافقین کے لئے ایک ڈانٹ بھی ہے کہ جو لوگ دنیا کے فائدے کے لئے اللہ ﷻ کی فرماں برداری اور دین کے لئے قربانیوں سے کترا رہے ہیں تو اللہ ﷻ انہیں بھی خوب جانتا اور دیکھنے والا ہے۔

نوٹ: درحقیقت نماز کو اس کے تمام آداب و شرائط کے ساتھ اطمینان سے اور سمجھ سمجھ کر ادا کیا جائے تو وہ گناہوں کے چھڑانے کا سبب بن جاتی ہے۔ نماز میں قرآنِ حکیم کی قرأت، تسبیح، تکبیر، تحمید، رکوع، سجود، خشوع، خضوع، اللہ ﷻ کی بڑائی کا اظہار بھی ہے اور اپنی عاجزی اور کمزوری کا تصور بھی، ان سب امور کا دھیان کر کے نماز ادا کی جائے تو بلاشبہ نمازی آدمی بے حیائی کے کاموں اور گناہوں سے رُک جائے گا۔ ان شاء اللہ

آیت نمبر ۴۶: ۱: اس آیت میں اہلِ ایمان کو کیا سکھایا گیا ہے؟　　۱: اس آیت میں اہلِ ایمان کو اہلِ کتاب کے ساتھ مناظرہ (علمی بحث و مباحثہ) کرنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے۔

عملی پہلو: اس آیت میں گویا یہ سکھایا گیا ہے کہ مشرکوں کا دین تو سراسر باطل ہے۔ مگر اہلِ کتاب کا دین اپنی اصل کے لحاظ سے سچا تھا۔ لہٰذا ان سے بحث کا انداز مشرکوں سے جداگانہ ہو جانا چاہیئے۔ ان کے مذاہب میں جتنی سچائی موجود ہے اس کا اعتراف کرنا چاہیئے۔ پھر جس مقام سے اختلاف واقع ہوتا ہے وہ نرمی اور خیر خواہی کے جذبے سے انھیں سمجھانا چاہیئے۔ بحث کا انداز یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ دوسرے کو سراسر غلط اور نیچا دکھانے کی کوشش کی جائے۔ بلکہ ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جس سے اسے اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا آسان ہو جائے۔

۲: کیا مکہ میں اہلِ کتاب موجود تھے؟　　۲: مکہ میں یہود و نصاریٰ میں سے کوئی بھی آباد نہیں تھا، مگر ان کا آنا جانا تھا نیز اس آیت میں اشارہ ہے ہجرت حبشہ کی طرف جو ۵ نبوی میں مکہ سے حبشہ کی طرف کی گئی تھی۔ حبشہ عیسائیوں کا ملک تھا جہاں مسلمانوں کو اہلِ کتاب سے بحث و مباحثہ کی ضرورت پیش آئی۔

۳: اہلِ کتاب سے مناظرے کا کیا طریقہ سکھایا گیا ہے؟　　۳: اہلِ کتاب سے ایسے طریقے سے مناظرہ یعنی بحث و مباحثہ کیا جائے جو بہترین ہو۔

۴: بہترین طریقے سے مجادلہ کرنے سے کیا مراد ہے؟　　۴: ان کی قابلِ عزت ہستیوں کو گالی نہ دی جائے، بُرا بھلا نہ کہا جائے، غیر اخلاقی انداز نہ اختیار کیا جائے، ہاں! حق بات کو حق کہا جائے اور غلط بات کو غلط کہا جائے مگر حکمت اور شائستگی کے ساتھ۔ یعنی جن جن باتوں میں فریقین میں موافقت اور مطابقت پائی جاتی ہے۔ پہلے ان کا ذکر کر کے انھیں اپنی طرف مائل کیا جائے۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ابتداء میں اختلافی امور کو زیرِ بحث لا کر فریق مخالف کو اپنا مزید مخالف بنا لیا جائے۔ یعنی زبان شیریں اور انداز گفتگو ایسے ناصحانہ ہونا چاہیئے جس سے وہ غصہ ہو جانے کی بجائے بات کو تسلیم کر لینے پر آمادہ ہو جائے۔

۵: اہلِ کتاب کے ظالموں سے کون مراد ہیں؟　　۵: وہ لوگ جو محض حسد، ضد، ہٹ دھرمی اور دشمنی میں اسلام کی مخالفت کرتے ہیں اور اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کی توہین کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ)　　۶: ایسے ظالم اہلِ کتاب سے کیسے مجادلہ کرنا چاہیئے؟　　۶: بعض مفسرین کی رائے ہے کہ اہلِ کتاب کے ظالموں سے مجادلہ احسن کی جگہ تُرکی بہ تُرکی یعنی دوبدو جواب دیا جا سکتا ہے اور دوسرے مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ان سے مجادلہ کرنا ہی نہیں چاہیئے بلکہ خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔　　۷: اس آیت میں مجادلہ احسن کی کیا مثال بیان فرمائی گئی ہے؟　　۷: اہلِ کتاب سے مکالمہ کرتے ہوئے یہ بات بتائی جائے کہ ہم اس قرآنِ حکیم پر ایمان لائے ہیں جو نبی کریم ﷺ پر نازل فرمایا گیا ہے، اُس تورات و انجیل پر ایمان لائے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی گئی اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک اللہ ﷻ ہے اور ہم اللہ ﷻ کی فرماں برداری کرنے والے ہیں۔

نوٹ: اہل کتاب اگرچہ مکہ معظمہ میں اپنا وجود نہ رکھتے تھے لیکن جس زمانے میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔اس زمانے میں اہل کتاب کھل کر حق و باطل کے اس معرکے میں قریش کی معاونت کر رہے تھے۔ بعض دفعہ ان کو سوالات لکھ کر دیتے کہ وہ حضور ﷺ سے پوچھیں۔اس سے اس بات کا امکان پیدا ہو رہا تھا کہ مسلمانوں کو براہ راست اہل کتاب سے مکالمہ کرنا پڑے۔ چنانچہ ضروری ہدایات دی گئیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اہل کتاب چونکہ پڑھے لکھے لوگ ہیں، اپنا ایک دعوتی پس منظر رکھتے ہیں، ان کے پاس اللہ ﷻ کی کتابیں موجود ہیں، وہ بنی اسماعیل علیہ السلام کی طرح دینی معاملات میں بالکل بے خبر لوگ نہیں۔اس لئے جب ان سے بات کرنے کا موقع پیدا ہو تو اس طرح سے بات کی جائے جو ان کے حالات کے پیش نظر بہتر ہو۔

شانِ نزول: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور ہمارے یعنی مسلمانوں کے سامنے عربی میں اس کا ترجمہ کیا کرتے تھے، تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہ تم انہیں سچا کہو اور نہ جھوٹا، بلکہ تم یہ کہا کرو (جو اس آیت:۴۶ میں ہے) ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔“ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۴۷: ۱:اس آیت میں قرآنِ حکیم کی صداقت کو کیسے بیان فرمایا گیا؟ ۱:جس طرح اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انبیاء کرام علیہم السلام پر تورات اور انجیل اور دیگر کتابیں نازل فرمائیں اسی طرح اللہ ﷻ نے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر یہ قرآنِ حکیم نازل فرمایا۔

نوٹ: قرآنِ حکیم کے اوصاف حمیدہ کی ایک جھلک: i ۔ قرآنِ حکیم لاریب کتاب ہے۔ (سورۃ البقرۃ ۲، آیت:۲) ii ۔ قرآنِ حکیم کی آیات محکم ہیں۔ (سورۃ ھود ۱۱، آیت:۱) iii ۔ قرآنِ حکیم برھان اور نور مّبین ہے۔ (سورۃ النساء ۴، آیت:۱۷۴) iv ۔ قرآنِ حکیم لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ (سورۃ البقرۃ ۲، آیت:۱۸۵) v ۔ قرآنِ حکیم لوگوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ (سورۃ آل عمران ۳، آیت:۱۳۸) vi ۔ قرآنِ حکیم کی آیات واضح ہیں۔ (سورۃ یوسف ۱۲، آیت:۱) vii۔ جن و انس مل کر قرآنِ حکیم کی ایک سورت بھی نہیں بنا سکتے۔ (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت:۸۸) viii۔ قرآنِ حکیم دلوں کے لئے شفا ہے۔ (سورۃ یونس ۱۰، آیت:۵۷) ix۔ ہم نے قرآنِ حکیم کو نازل فرمایا جو مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت:۸۲)
x۔ ہم ہی قرآنِ حکیم کو نازل فرمانے والے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں۔ (سورۃ الحجر ۱۵، آیت:۹)

۲:انصاف پسند اہل کتاب اور مشرکین کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲:وہ قرآنِ حکیم پر ایمان لاتے ہیں۔

۳:اللہ ﷻ کی آیت کا انکار کرنے والے کون ہیں؟ ۳:کافر۔

آیت نمبر ۴۸: ۱: قرآنِ حکیم پر اہل باطل عموماً کیا اعتراض کرتے ہیں؟ ۱:اہل باطل قرآنِ حکیم پر عموماً دو اعتراضات کرتے ہیں۔ i۔ آپ (ﷺ) نے پچھلی کتابوں سے پڑھ کر قرآن حکیم بنالیا ہے۔ (معاذاللہ) ii۔ آپ (ﷺ) نے قرآنِ حکیم خود لکھا ہے۔ (معاذاللہ)

۲:ان اعتراضات کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۲:نہ تو آپ ﷺ قرآنِ حکیم سے پہلے کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ لکھنا جانتے تھے۔ گویا یہ ثبوت ہے کہ یہ قرآنِ حکیم اللہ ﷻ کی طرف سے آپ ﷺ پر وحی فرمایا گیا ہے۔

عملی پہلو: قرآنِ حکیم اللہ ﷻ کا کلام ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ پر نازل فرمایا اور جو کتابی شکل میں محفوظ ہے۔ قرآنِ حکیم میں نہ آپ ﷺ کی طرف سے بنایا ہوا کلام ہے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے باتیں شامل ہیں اور نہ ہی یہ کوئی جغرافیہ کا مضمون ہے بلکہ یہ صرف اور صرف اللہ ﷻ کا کلام ہے جیسا کہ تورات اور انجیل میں یہ سب کچھ موجود ہے اور یہاں ہم پر یہ بات واضح ہے قرآنِ حکیم جیسا کہ ۱۴۰۰ سال پہلے ۶۱۰ عیسوی سے ۶۳۲ عیسوی تک اللہ ﷻ کے حبیب مکرم ﷺ پر نازل ہوتا رہا وہ جوں کا توں آج بھی محفوظ ہے۔اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔

آیت نمبر ۴۹: ۱: قرآنِ حکیم کی کیا عظمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: قرآنِ حکیم واضح آیات والی کتاب ہے۔

۲:دیگر آسمانی کتابوں کے مقابلے میں قرآنِ حکیم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہے جبکہ دیگر

آسمانی کُتب دیکھ کر پڑھی جاتی ہیں جبکہ قرآنِ حکیم تقریباً سات سال سے لے کر ستر سال سے بھی زیادہ اور کم عمر لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ (الحمدللہ)

نوٹ: پہلی تمام کتابیں کسی نہ کسی چیز میں لکھی ہوئی تھیں اور انہیں صرف لکھ کر محفوظ کیا گیا تھا، جب کہ یہ قرآنِ حکیم امت مسلمہ کے لاکھوں حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہے۔ اگر چہ اسے لکھا بھی گیا ہے مگر یہ لکھے ہوئے کا محتاج نہیں۔ کوئی شخص اس کے کسی لفظ یا نقطے یا زیر زبر میں تبدیلی نہیں کر سکتا۔ جب کہ پہلی تمام کتابوں کا دارومدار لکھے ہوئے نسخوں پر تھا۔ اس لئے ان میں کمی بیشی اور تحریف ممکن تھی اور واقع بھی ہوئی، جیسا کہ بائبل میں جمع شدہ نوشتے اس کی واضح دلیل ہیں۔

نہ ہو ممتاز کیوں اسلام دنیا بھر کے دینوں میں
وہاں مذہب کتابوں میں یہاں قرآن سینوں میں

۳: قرآنِ حکیم کا انکار کیسے لوگ کرتے ہیں؟ ۳: بے انصاف ظالم لوگ ہی قرآنِ حکیم کا انکار کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: اس آیت میں ظالموں کا کیا اعتراض نقل کیا گیا ہے؟ ۱: وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ پر فرمائشی معجزات کیوں نازل نہیں کیئے جاتے۔

۲: فرمائشی معجزے کے مطالبے کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۲: مشرکین سے کہا گیا کہ معجزات تو اللہ ﷻ کے پاس ہیں۔ وہ جب اور جس طرح چاہتا ہے انہیں عطا فرماتا ہے۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ ذمہ داری نہیں کہ وہ لوگوں کی فرمائش پر معجزات دکھاتے رہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام صرف انہیں معجزات کا اظہار فرماتے ہیں جو اللہ ﷻ انہیں عطا فرما کر اُن کے اظہار کا حکم دیتا ہے کیونکہ وہ اپنی مرضی سے کوئی معجزہ نہیں دکھاتے۔

نوٹ: مشرکین مکہ مخصوص معجزات مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، یدِ بیضاء، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو زندہ کرنا وغیرہ کا مطالبہ کر رہے تھے۔ ورنہ حضور نبی کریم ﷺ نے کئی مواقع پر بہت سے معجزات اُن کے سامنے پیش فرمائے جو سیرت کی کتب میں موجود ہیں جیسے کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، چاند کا شق ہو جانا وغیرہ۔

۳: نبی کریم ﷺ کی کیا ذمہ داری بیان کی گئی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی زبانی مشرکین مکہ کو بتایا گیا کہ مجھے مبعوث فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ میں لوگوں کو واضح انداز اور کھلے الفاظ میں اللہ ﷻ کے بارے میں حقیقت بتاؤں اور انہیں اللہ ﷻ کی نافرمانی کے انجام سے ڈر سناؤں۔

آیت نمبر ۵۱: ۱: آپ ﷺ کے رسول ہونے کا کیا ثبوت پیش کیا گیا؟ ۱: یہ قرآنِ حکیم آپ ﷺ کی رسالت کا ثبوت ہے جو آپ ﷺ پر نازل فرمایا گیا اور جس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں۔

۲: اہل ایمان کے لئے قرآنِ حکیم کے کیا فضائل بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۲: قرآنِ حکیم ماننے والوں کے لئے اللہ ﷻ کی طرف سے رحمت اور نصیحت ہے۔

عملی پہلو: حق کے مخالف لوگ آئے روز نئے سے نئے معجزے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کیا ان کو قرآنِ حکیم کی صورت میں معجزہ کافی نہیں ہے جس کی آیات ان کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ ان میں جن حقائق کا بیان ہے اور جو پیشن گوئیاں کی جاتی ہیں۔ ان میں سے کچھ پوری ہو چکی ہیں باقی ان کی زندگی اور آخرت میں پوری ہو جائیں گی۔ اللہ ﷻ کی طرف سے قرآنِ حکیم ایک ایسا معجزہ ہے جس کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ قرآنِ حکیم اللہ ﷻ کی طرف سے رحمت اور نصیحت ہے۔ مگر ان لوگوں کے لئے جو اس کی نصیحت پر ایمان لاتے ہیں۔

شانِ نزول: حدیث مبارک میں بیان ہوا ہے کہ کچھ مسلمان شانہ کی ایک ہڈی لے کر آئے جس میں یہودیوں سے سنی ہوئی کچھ باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے گمراہ ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ جو کچھ ان کا نبی کر آیا ہو اس سے تو گریز کریں اور دوسروں کے لئے جو دوسرے (انبیاء کرام علیہم السلام) لے کر آئے ہوں اس کی طرف راغب ہو جائیں اس پر آیت نازل ہوئی۔ (سنن ابی داؤد، مسند دارمی، ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ، ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ)

آیت نمبر ۵۲: ۱: رسالت کا انکار کرنے والوں پر اتمام حجت کیسے کی گئی ہے؟ ۱: آپ ﷺ سے کہلوایا گیا کہ اللہ ﷻ ہی بطور گواہ کافی ہے یعنی اللہ ﷻ ہی آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینے کے لئے کافی ہے۔

نوٹ: قرآنِ حکیم میں دوسرے مقام پر اسی بات کو یوں بیان کیا گیا: "اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، کہتے ہیں تم کسی طرح رسول نہیں ہو۔ آپ ﷺ فرما دیجئے میرے درمیان اور تمہارے درمیان اللہ ﷻ گواہ کافی ہے اور وہ شخص بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔" (سورۃ الرعد ۱۳، آیت: ۴۳) یعنی اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان اللہ ﷻ گواہ ہے اور اس کی گواہی کافی ہے۔ وہ تمہاری تکذیب اور سرکشی کو اور میری سچائی اور خیر خواہی کو بخوبی جانتا ہے۔

۲: اللہ ﷻ کو گواہ کیوں ٹھہرایا گیا؟ ۲: کیوں کہ وہی جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔

عملی پہلو: حق کی دعوت دینے والوں کو یہ سمجھایا جارہا ہے کہ اگر ٹھوس دلائل اور واضح حقائق کو بھی لوگ نہ مانیں تو ان سے الجھنے کے بجائے اللہ ﷻ پر بھروسہ کریں کیونکہ وہ اس حق کی سچائی کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ ہمیں صرف اسی کی گواہی چاہیئے جیسا کہ ایسے موقع پر آپ ﷺ کو یہ آیت پڑھنے اور اس پر مضبوط عقیدہ رکھنے کی تلقین فرمائی گئی کیونکہ جسے اللہ ﷻ کا سہارا حاصل ہو جائے وہ کامیاب ہو گا، ہر مبلغ اور مسلمان کے لئے یہی آخری سہارا اور بیش بہا سرمایہ ہے۔ "پھر اگر وہ منہ موڑیں تو فرما دیں مجھے اللہ ﷻ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔" (سورۃ التوبہ ۹، آیت: ۲۹)

۳: اس آیت میں نقصان اُٹھانے والوں کے کیا اسباب بیان کیئے گئے ہیں؟ ۳: جھوٹ پر ایمان لانا اور اللہ ﷻ کا انکار کرنا۔

آیت نمبر ۵۳: ۱: منکرین رسالت آپ ﷺ سے کیا مطالبہ کرتے تھے؟ ۱: آپ ﷺ کا انکار کرنے والے اللہ ﷻ کے عذاب کا آپ ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر آپ اللہ ﷻ کے سچے نبی ہیں تو ہم پر عذاب لا کر دکھائیں۔ ۲: رسالت کا انکار کرنے والوں پر جلدی عذاب کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ ۲: کیوں کہ اللہ ﷻ نے ان پر عذاب کا ایک وقت مقرر کیا ہوا تھا جس کے آنے پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

۳: اس آیت میں منکرین رسالت پر دنیا کے عذاب کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۳: ایسے لوگوں پر اللہ ﷻ کا عذاب اچانک آجائے گا کہ انہیں اس کی کوئی خبر بھی نہیں ہو گی۔ اچانک موت کے بعد عذابِ قبر اور قیامت کے دن جہنم کا دردناک عذاب۔ اسی طرح جنگ بدر میں ان کو ذلت آمیز شکست کی صورت میں عذاب آیا۔ چنانچہ اللہ ﷻ کا یہ وعدہ بدر اور بعد کی جنگوں حتیٰ کہ فتح مکہ میں پورا ہو گیا۔

نوٹ: اس امت میں پہلی امتوں کی طرح آسمانی عذاب کے بجائے مسلمانوں کے ہاتھوں کفار کو عذاب دینا طے کیا گیا، جیسا کہ فرمایا: "ان سے لڑو، اللہ ﷻ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا۔" (سورۃ التوبۃ ۹، آیت: ۱۴)

آیت نمبر ۵۴: ۱: آپ ﷺ کی رسالت کا انکار کرنے والے آپ ﷺ سے جلد عذاب کا مطالبہ کیوں کرتے تھے؟ ۱: کیوں کہ یہ لوگ جہل مرکب کا شکار تھے، جھٹلانے اور مذاق اُڑانے کے لئے ایسا مطالبہ کرتے تھے۔ ۲: آپ ﷺ کا انکار کرنے والوں کو کس بات سے ڈرایا جارہا ہے؟ ۲: انہیں بتایا جارہا ہے کہ اگر دنیا میں عذاب جلدی نہیں بھی آتا تو آخرت کا عذاب انہیں گھیرے ہوئے ہے اور وہ اس سے بچ نہیں سکتے۔

آیت نمبر ۵۵: ۱: اس آیت میں اُخروی عذاب کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: جہنم کا عذاب انہیں ان کے اوپر اور نیچے سے گھیرے ہوئے ہو گا یعنی وہ ہر طرف سے عذاب میں گھرے ہوں گے اور کوئی بچنے کی راہ نہیں ہو گی۔ ۲: آپ ﷺ کی رسالت کا انکار کرنے والوں کو قیامت کے دن اللہ ﷻ کی طرف سے کیا ڈانٹ پلائی جائے گی؟ ۲: اللہ ﷻ کہے گا کہ جو بُرے اعمال تم دنیا میں کرتے تھے ان کا مزہ چکھو۔

آیت نمبر ۵۶: ۱: جب کفار اور مشرکین مسلمانوں کو اللہ ﷻ کی عبادت سے روکیں یا ان کے لئے شدید آزمائش اور تشدد کا باعث بنیں تو پھر ایسے حالات میں انہیں کیا ہدایت دی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی زمین بہت بڑی ہے، کسی ایسی جگہ ہجرت کرنی چاہیئے جہاں اللہ ﷻ کی عبادت ممکن ہو۔ جس طرح مسلمانوں نے پہلے مکہ سے حبشہ کی طرف اور بعد میں مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ۲: کیا مشرکین اور کفار کے غلبہ کی صورت میں اللہ ﷻ کو چھوڑ کر ان کی بات مانی جاسکتی ہے؟ ۲: ہرگز نہیں ہمیں صرف اللہ ﷻ ہی کی عبادت کرنی چاہیئے اور سب سے بڑھ کر اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی ہی بات ماننی چاہیئے۔

۳: شدید ترین تشدد اور سخت ترین حالات میں اہل ایمان کو کیا کرنا چاہیئے؟ ۳: i۔ قرآنِ حکیم کی سمجھ کر تلاوت کرنی چاہیئے۔ ii۔ نماز قائم کرنی چاہیئے یعنی

اللہ ﷻ سے تعلق قائم کرنا چاہیئے۔ iii۔ کثرت سے اللہ ﷻ کا ذکر کرنا چاہیئے۔ (یہ ابتدائی تین باتیں آیت: ۴۵ میں ہیں) iv۔ اللہ ﷻ کی راہ میں ہجرت کرنی چاہیئے۔

عملی پہلو: ہجرت کی بہت فضیلت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "کیا تم جانتے نہیں بے شک اسلام قبول کرنا پچھلے تمام گناہوں کو مٹادیتا ہے اور ہجرت کرنا پچھلے تمام گناہوں کو مٹادیتا ہے اور حج کرنا پچھلے تمام گناہوں کو مٹادیتا ہے۔" (صحیح مسلم) ہجرت کرنا بہت بڑی نیکی ہے، ہجرت کا ایک وسیع تصور یہ بھی ہے کہ گناہوں کو ترک کر کے اللہ ﷻ کی فرماں برداری اختیار کر لینا۔ یہ بھی گناہوں سے نیکی کی طرف ہجرت ہے۔ جبکہ ہجرت کی ایک صورت یہ ہے کہ جب کسی جگہ اللہ ﷻ کی عبادت کو مشکل بنادیا جائے تو اپنے ملک اور علاقے کو چھوڑ کر ایسی جگہ چلے جانا جہاں اللہ ﷻ کی عبادت کرنا ممکن ہو۔ یہ اعلیٰ ہجرت کہلاتا ہے۔

نوٹ: اس سے معلوم ہوا کہ ہجرت کا اصل مقصد صرف ایک اللہ ﷻ کی عبادت ہے، روزی کمانے یا کسی اور مقصد کے لئے کسی ملک یا شہر میں چلے جانا اصل ہجرت نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پس جس کی ہجرت اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہوئی تو اس کی ہجرت اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے اور جس نے دنیا کی کسی چیز کی طرف ہجرت کی، جسے وہ حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف، جس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۵۷: ۱: ہجرت کے لئے کس انداز میں ترغیب دی گئی ہے؟ ۱: کہا گیا کہ اگر تم اللہ ﷻ کی راہ میں ہجرت نہیں کرو گے تو بہر حال ایک دن تمہیں اپنا گھر بار، رشتہ دار، اپنا علاقہ، اپنا ملک چھوڑ کر بہر حال اللہ ﷻ کی طرف جانا ہے یعنی موت آ کر رہنی ہے۔

۲: موت کے بارے میں کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۲: ہر شخص کو موت کا مزہ چکھ کر رہنا ہے کوئی مخلوق ایسی نہیں جس پر موت نہ آئے۔

۳: موت کے بعد کی کس حقیقت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۳: ہر شخص نے مرنے کے بعد اللہ ﷻ کی طرف جانا ہے اور اپنے کیئے کا حساب و کتاب دینا ہے۔

عملی پہلو: موت تو ایک دن آنی ہی ہے۔ اس دنیا میں نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ ہی آئندہ کوئی ہمیشہ رہے گا۔ اگر یہ اٹل حقیقت انسان کے دل و دماغ میں ہر وقت تازہ رہے تو انتہائی مشکل اور نامساعد حالات میں بھی اس کی ہمت قائم رہتی ہے اور وہ زندگی بچانے کے لئے حق کا ساتھ چھوڑنے اور باطل کے ساتھ مصالحت کر لینے کی سوچ جیسے شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے۔

آیت نمبر ۵۸: ۱: اللہ ﷻ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کیا بشارت دی گئی ہے؟ ۱: وہ لوگ جو ایمان لائے جنہوں نے نیک اعمال کیئے تو اللہ ﷻ لازماً انہیں جنت میں محل عطا فرمائے گا، ایسی جنت جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

۲: اللہ ﷻ ہجرت اور نیک اعمال کرنے والوں کو کیسا اجر عطا فرماتا ہے؟ ۲: نہایت ہی اچھا۔

عملی پہلو: جو لوگ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر اپنا گھر بار، علاقہ، نوکری چھوڑتے ہیں اور قربانی دیتے ہیں تو اللہ ﷻ انہیں جنت میں اس سے بڑھ کر ہمیشہ رہنے والی نعمتیں عطا فرمائے گا۔

آیت نمبر ۵۹: ۱: مہاجرین کے کیا مطلوبہ اوصاف بیان کیئے گئے ہیں؟ ۱: وہ مصائب اور پریشانیوں پر صبر کرتے ہیں اور اللہ ﷻ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

۲: صبر سے کیا مراد ہے؟ ۲: صبر کا مطلب کڑوا گھونٹ پینا، برداشت کرنا ہے اور اس کے اصطلاحی معنیٰ ڈٹے رہنا اور جمے رہنا ہیں۔

۳: اللہ ﷻ پر توکل یعنی بھروسہ کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: اس سے مراد یہ ہے کہ بھروسہ اسباب پر نہیں مسبب الاسباب یعنی باری تعالیٰ پر ہو، جو تمام اسباب میں تاثیر پیدا فرمانے والا ہے۔ اسی کی مرضی کے بغیر کوئی شے اپنی کوئی تاثیر نہیں رکھتی۔ اسی طرح اسباب عارضی ہیں جب رب کریم کی ذات ابدی، دائمی اور مستقل ہے وہ الحی القیوم ہے وہی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے جس پر کبھی موت نہیں آنے والی اور کُل اختیار اور کُل خیر اسی کے ہاتھ میں ہے۔

آیت نمبر ۶۰: ۱: ہجرت کرنے والوں کو ایک بڑا اندیشہ کیا ہوتا ہے؟ ۱: جو لوگ اپنا گھر بار، تجارت کاروبار چھوڑ کر دوسری جگہ ہجرت کرتے ہیں انہیں اندیشہ ہوتا ہے کہ اب رزق کہاں سے ہو گا؟ اور روزگار، ضروریات کیسے پوری ہوں گی۔

۲:اس آیت میں حصول رزق کے اندیشے کو کیسے دور کیا گیا ہے؟ ۲:اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ کتنے ہی جانور ایسے ہیں جو اپنا رزق اُٹھائے نہیں پھرتے اللہ ﷻ ہی انہیں رزق عطا فرماتا ہے۔ ہمیں اللہ ﷻ پر مکمل بھروسہ کرنا چاہیئے اور خواہ مخواہ پریشان نہیں ہونا چاہیئے جو ہمیں بھی رزق دیتا ہے اور انہیں بھی۔ ایک حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اگر تم بھی اللہ ﷻ پر ایسا توکل کرو جیسا کرنے کا حق ہے تو تمہیں بھی اس طرح رزق دیا جائے گا جیسے پرندوں کو دیا جاتا ہے وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر آتے ہیں"۔ (جامع ترمذی)

۳:اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳:وہ اللہ ﷻ اپنے بندوں کی فریادیں سننے والا ہے اور ان کے حال سے خوب واقف ہے۔

نوٹ: اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آنے والے کل کی کوئی فکر نہ کی جائے، کوئی انتظامی ڈھانچہ قائم نہ کیا جائے، اسباب کو اختیار نہ کیا جائے۔ بلکہ مقصد یہاں توکل علی اللہ کی اہمیت کو اُجاگر کرنا ہے تاکہ انسان کی نظر ہمیشہ مسبب الاسباب پر رہے اور بندہ اس کے فضل کا متلاشی رہے۔

آیت نمبر ۶۱: ۱:توحید باری تعالیٰ کے لئے کیا عقلی دلیل دی گئی ہے؟ ۱:توحید باری تعالیٰ کے لئے یہ عقلی دلیل دی گئی ہے کہ اگر مشرکوں سے پوچھا جائے کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا اور چاند اور سورج کس نے بنائے تو وہ یقیناً کہیں گے کہ اللہ ﷻ نے۔ گویا ایک مشرک بھی واقف ہے کہ یہ کمال تخلیق صرف اور صرف اللہ ﷻ ہی کی صفت ہے۔ ۲:مشرکین کے بُرے عقائد کا کیسے اظہار کیا جارہا ہے؟ ۲:افسوس کیا جارہا ہے کہ وہ اللہ ﷻ کی صفت تخلیق کو سمجھنے کے باوجود کہاں بھٹکے جارہے ہیں اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں۔

آیت نمبر ۶۲: ۱:دنیا میں بعض لوگوں کو کم رزق دیا جاتا ہے اور بعض لوگوں کو زیادہ اس کی کیا وجہ بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱:یہ اللہ ﷻ ہی کا اختیار ہے کہ جسے وہ چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے زیادہ رزق عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا دیتا ہے اور دنیا میں یہ امتحان کا ذریعہ ہے، جسے اللہ ﷻ نے زیادہ دیا ہے اس کا شکر کا امتحان ہے اور جسے نپا تُلا دیتا ہے اس کا صبر کا امتحان ہے۔ ۲:اللہ ﷻ رزق دینے میں یہ فرق کیوں فرماتا ہے، کسی کو کم کسی کو زیادہ کیوں عطا فرماتا ہے؟

۲:اللہ ﷻ اپنے علم کامل کی وجہ سے جانتا ہے کہ کسے زیادہ رزق دیا جائے اور کسے کم۔

نوٹ: ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ صدقے کا کچھ مال تقسیم فرمارہے تھے۔ آپ ﷺ نے سب کو نہیں دیا، کسی کو دیا اور کسی کو چھوڑ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس تقسیم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا میں اس شخص کو مال دیتا ہوں جس کے دل میں بے چینی اور بوکھلا پن پاتا ہوں۔ حالانکہ جن لوگوں کو نہیں دیتا وہ مجھے ان سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں جنہیں میں یہ مال دیتا ہوں اور جن محبوب لوگوں کو نہیں دیتا تو اس وجہ سے اللہ ﷻ نے ان کے دلوں میں بھلائی کے ساتھ ساتھ سیر چشمی یعنی مال وزر کا حریص نہ ہونا رکھا ہوتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک عمرو بن تغلب ہے۔ عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ کی قسم! جو خوشی مجھے آپ ﷺ کی اس بات سے ہوئی اگر مجھے سرخ اونٹ بھی ملتے تو اتنی خوشی نہ ہوتی۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۶۳: ۱:اس آیت میں کمال قدرت باری تعالیٰ کی کیا مثال پیش کی گئی ہے؟ ۱:اللہ ﷻ ہی آسمان سے بارش کی شکل میں پانی نازل فرماتا ہے جس سے مُردہ زمین آباد ہوتی ہے یہ اللہ ﷻ کی بہت بڑی قدرت ہے۔ ۲:کیا مشرکین اللہ ﷻ کی اس قدرت کو مانتے ہیں؟ ۲:جی ہاں!

۳:وہ اللہ ﷻ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ ۳:ان میں سے اکثر لوگ اپنی عقل کا استعمال نہیں کرتے۔

آیت نمبر ۶۴: ۱:اس آیت میں کیا مضمون بیان کیا گیا ہے؟ ۱:اس آیت میں دنیا کی زندگی کا مقابلہ آخرت کی زندگی سے کیا گیا ہے۔

۲:دنیا کی حقیقت کیا بیان کی گئی ہے؟ ۲:دنیا کی زندگی لہو اور لعب قرار دی گئی ہے۔

۳:لہو کسے کہتے ہیں؟ ۳:ایسا مشغلہ، کھیل، تفریح اور دل کا بہلاوہ جس میں دنیاوی فائدہ ہو وہ لہو کہلاتا ہے۔ یہاں "لَہْو" سے مراد ہے وہ چیز جو اصل مقصد اور اہم کام سے ہٹانے اور غافل کر دینے والی ہو۔ دنیا کے وہ تمام مشاغل جو آخرت سے غافل کر دینے والے ہوں لَہْو ہیں خواہ وہ عیش و عشرت کے لئے ہوں یا جاہ و منصب کے حصول یا قوم کو دنیا پرستی میں مبتلا رکھنے کے لئے ہوں۔ جیسا کہ فرمایا گیا "اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو غافل کرنے والی بات خریدتا ہے، تاکہ وہ

جانے بغیر اللہ ﷻ کے راستے سے گمراہ کرے۔" (سورۃ لقمان ۳۱، آیت:۶)

۴: لعب کا کیا مطلب ہے؟ ۴: لعب کا معنی ہے عبث، بے کار اور بے مقصد کام اور کھیل کود۔ یعنی ایسا مشغلہ جس میں دنیا اور آخرت کا کوئی فائدہ نہ ہو وہ لعب کہلاتا ہے۔ جیسے چھوٹے بچوں کے کھیل کود وغیرہ۔

نوٹ: دنیا کی حقیقت اور بے ثباتی کے بارے میں حدیث مبارک: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر بکری کے ایک مرے ہوئے بچے کے پاس سے ہوا جو راستے میں پڑا ہوا تھا، اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ جو لوگ تھے ان سے آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی اس مرے ہوئے بچے کو صرف ایک درہم میں خرید ناپسند کرے گا؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کو کسی قیمت پر خرید ناپسند نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ کی قسم! دنیا اللہ ﷻ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل اور بے قیمت ہے، جتنا ذلیل اور بے قیمت تمہارے نزدیک یہ (بکری کا) مُردار بچہ ہے۔ (صحیح مسلم) اسی طرح دنیا کی بے وقعتی کے بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کا کوئی گھر نہ ہو دنیا اس کا گھر ہے اور جس کا کوئی مال نہ ہو دنیا اس کا مال ہے اور جس کے پاس عقل نہ ہو وہ دنیا کے مال کو جمع کرتا ہے۔ (مسند احمد)

۵: دنیا کی زندگی کو کھیل اور تماشے سے کیوں تشبیہ دی گئی ہے؟ ۵: دنیا کی زندگی کو کھیل اور تماشے کے ساتھ دو وجہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ کھیل اور تماشا بہت جلد ختم ہو جاتا ہے اور دائمی نہیں ہوتا، اسی طرح دنیا کی زیب وزینت اور اس کی باطل خواہشیں بھی جلد ختم ہو جاتی ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کھیل اور تماشے میں مشغول رہنا بچوں اور کم عقلوں کا کام ہے نہ کہ عقل والوں کا، اسی طرح عقل والے دنیا کی رنگینیوں اور دلچسپیوں سے دور رہتے ہیں۔

عملی پہلو: ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ ﷻ نے اگرچہ دنیا کو حکمت اور مصلحت کی بنا پر پیدا فرمایا ہے مگر اکثر لوگوں کی غرض دنیا کے حصول سے لہو ولعب ہوتی ہے اور جب انسان دنیا میں اتنا مشغول ہو جاتا ہے تو پھر وہ اللہ ﷻ سے غافل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں دنیا کو اللہ ﷻ کی رضا کے حصول کا ذریعہ سمجھنا چاہیئے مقصد نہیں بنانا چاہیئے۔

۶: آخرت کی زندگی کی مثال کیسے دی گئی ہے؟ ۶: آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے جو ہمیشہ کے لئے ہے اور کبھی ختم ہونے والی نہیں۔

نوٹ: دنیوی زندگی ایک ڈرامے کی طرح ہے۔ ڈرامے کا دورانیہ محدود ہوتا ہے۔ مختلف افراد اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ البتہ ڈرامہ ختم ہوتے ہی ہر فرد اپنی اصل حقیقت پر آجاتا ہے پھر کارکردگی کے مطابق انعام (Award) ملتا ہے۔ اسی طرح دنیا میں کوئی امیر ہے کوئی غریب، کوئی بادشاہ کوئی فقیر۔ یہ تمام حالات عارضی ہیں۔ موت کے بعد ہر اک کو ایک جیسے کفن اور ایک جیسی قبر کی کوٹھڑی میں آخرت کا انتظار کرنا ہے۔ آخرت میں بدلہ دنیا میں اچھے یا بُرے کردار کے اعتبار سے ملے گا۔ یہ بدلہ دائمی ہوگا۔ جو ابدی جنت یا ابدی جہنم کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

۷: آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دینے والوں کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا گیا ہے؟ ۷: ان پر افسوس کیا گیا ہے کہ کاش وہ اس حقیقت کو جانتے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیتے۔

نوٹ: جو لوگ آخرت کو مقصود بنا کر، مال وجان سے اللہ ﷻ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، اللہ ﷻ انہی کو اپنے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ گویا ہدایت اسی کو ملے گی جو نہ صرف قرآنِ حکیم کی تعلیمات کو سمجھے بلکہ ذوق وشوق سے ان پر عمل کرے، ان کو دوسروں تک پہنچائے اور ان کے نفاذ کے لئے مال اور جان سے جہاد کرے۔ اللہ ﷻ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

عملی پہلو: دین پر عمل کرنے میں دو بڑی رکاوٹیں ہیں۔ کفار اور مشرکین کا خوف کہ ان کی سختی اور تشدد انسان کو دین پر عمل کرنے میں مانع ہو جاتا ہے اور دوسری رکاوٹ "حبِ دنیا" ہے یعنی دنیا کی طلب کہ دنیا کی عارضی چمک دمک میں انسان ایسے منہمک ہوتا ہے کہ آخرت کو بھلا دیتا ہے تو ہمیں آخرت کو دنیا پر ترجیح دینی چاہیئے اور کفار سے خوف کھا کر دین کو نہیں چھوڑنا چاہیئے بلکہ شدید حالت میں ان باتوں پر عمل کرنا چاہیئے جو اس سورت میں بیان ہوئی ہیں۔

آیت نمبر ۶۵: ۱: حقیقی قدرت و اختیار رکھنے والا صرف اور صرف اللہ ﷻ ہے اس حقیقت کو کس مثال سے سمجھایا گیا ہے؟ ۱: مشرکین جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور انہیں ڈوبنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو وہ اپنے تمام بتوں کو چھوڑ کر صرف اور صرف اللہ ﷻ کو پکارتے ہیں۔ ۲: مشرکین کی احسان فراموشی کا کیسے ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: جب اللہ ﷻ انہیں طوفان سے نجات دیتا ہے اور صحیح سلامت خشکی پر اُتار دیتا ہے تو وہ اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے لگتے ہیں۔

نوٹ: موحّد (ایک اللہ ﷻ کو ماننے والے) اور مشرک کے عقیدہ کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ موحّد ہر حال میں ایک "اللہ ﷻ" کو پکارتا ہے اور مشرک صرف مصیبت کے وقت ایک "اللہ ﷻ" کو پکارتا ہے یہی حال مشرکین مکہ کا تھا وہ عام حالات میں صرف ایک "اللہ ﷻ" کو پکارنے کی بجائے دوسروں کو بھی شامل کرتے اور انہیں پکارتے تھے، حالانکہ قرآنِ حکیم نے بار بار اس بات سے منع کیا ہے کہ نہ "اللہ ﷻ" کے سوا کسی کو پکارا جائے اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے۔ ہر دور میں مشرک کی یہی حالت رہتی ہے اور رہے گی کہ بڑی مصیبت کے وقت سب کو بھول کر صرف ایک اللہ ﷻ کو پکارتے ہیں۔ یہی مکہ والے کرتے تھے۔

آیت نمبر ۶۶: ۱: مشرکین کی کس ناشکری کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: جب اللہ ﷻ انہیں سمندر میں غرق ہونے سے بچاتا ہے اور انہیں زندگی کی نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ توحید کی جگہ شرک کر کے اللہ ﷻ کی ناشکری کرتے ہیں۔ ۲: اس آیت میں توحید کے نہ ماننے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۲: تاکہ مشرکین دنیا میں من چاہی زندگی گزار کر وقتی مزے کر سکیں۔ ۳: اس آیت میں مشرکین کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟ ۳: پس انہیں عنقریب ان کی موت پر معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت کیا تھی اور شرک اور نافرمانی کا کیا انجام ہوگا۔

آیت نمبر ۶۷: ۱: اہل مکہ پر اللہ ﷻ کے کس احسان کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے مکہ کو ایک پُر امن مقام بنایا ہے۔ جو اہل مکہ پر اللہ ﷻ کا ایک بہت بڑا احسان تھا۔ ۲: مکہ کے اطراف میں اہل مکہ کی کیا حالت بیان کی گئی ہے؟ ۲: اہل مکہ کے اطراف میں یہ معاملہ عام تھا کہ ظالم لوگ کمزوروں پر ڈاکے ڈالتے اور قتل و غارت گری کرتے اور لوٹ مار مچاتے۔

۳: اس آیت میں اہل مکہ کی ناشکری کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۳: وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور نعمتیں دینے والے اللہ ﷻ کا انکار کرتے ہیں۔

نوٹ: کفارِ قریش کو متوجہ کیا گیا کہ وہ حرم کے اندر امن کی زندگی گزار رہے ہیں۔ حالانکہ مکہ کے آس پاس کے علاقوں میں لوٹ مار کا بازار گرم ہے پھر اس کی نعمت کی ناشکری کر رہے ہیں۔ قدرت الٰہی کا اس سے بڑا نشان کیا ہوگا کہ چند پتھروں سے بنائی گئی چار دیواری (حرم کعبہ) کو اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے رہتی دنیا تک محفوظ فرما دیا۔ اگرچہ پانچ ہزار برس کے اندر زمانے کی تبدیلیوں نے لاکھوں بلند و بالا عمارتوں کو ریت کا ڈھیر بنا دیا مگر خانہ کعبہ اپنی جگہ قائم ہے اور اس وقت تک قائم رہے گا جب تک اللہ ﷻ چاہے گا۔

آیت نمبر ۶۸: ۱: اس آیت میں سب سے بڑا ظالم کسے قرار دیا گیا ہے اور اس کی کیا صفات بیان ہوئی ہیں؟ ۱: سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ ﷻ پر جھوٹ باندھے اور جو حق کو جھٹلائے۔ ۲: اللہ ﷻ پر جھوٹ باندھنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کے ساتھ شرک کرنا۔

۳: حق کو جھٹلانے سے کیا مراد ہے؟ ۳: قرآنِ حکیم کا انکار کرنا، رسول ﷺ کا انکار کرنا جو عملاً بھی ہوتا ہے اور قولاً بھی۔

۴: ایسے لوگوں کا کیا انجام ہوگا؟ ۴: ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

آیت نمبر ۶۹: ۱: ہدایت حاصل کرنے کا یقینی ذریعہ کیا بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی راہ میں جہاد کرنا۔

۲: جہاد سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی راہ میں جدوجہد کرنا۔ جس کا آغاز اپنے نفس کو اللہ ﷻ کی مرضی کا پابند بنانے سے ہوتا ہے اور جس کی انتہا اللہ ﷻ کے دشمنوں سے میدان جہاد میں مقابلہ کرنے پر ہوتی ہے۔ ۳: جو لوگ اللہ ﷻ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں انہیں کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟

۳: اللہ ﷻ ان کے لئے اپنی طرف آنے کے راستے کھول دیتا ہے اور انہیں ہدایت عطا فرماتا ہے۔

نوٹ: ہدایت کے حصول اور اس پر کاربند رہنے کے لئے مسلسل محنت کی ضرورت ہے اور اس محنت کا عنوان "جہاد فی سبیل اللہ" ہے۔

۴: اللہ ﷻ کی مدد اور نصرت کن لوگوں کے ساتھ ہے؟ ۴: محسنین یعنی نیکو کاروں کے ساتھ۔

عملی پہلو: معمولی سے معمولی محبت کی راہ طویل بھی ہے اور کٹھن بھی۔ قدم قدم پر مشکلات سے واسطہ پڑتا ہے۔ جو ان راستوں سے آشنا ہیں وہ ہر نئے مسافر کو اس راستے کی مشکلات پر شکایت کرتے یا روتے دھوتے دیکھ کر ہمیشہ نصیحت کرتے ہیں کہ یہ راستہ صبر و استقامت کا راستہ ہے، شکایت کا راستہ نہیں۔ اور جو آدمی اللہ ﷻ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ جان لے کہ یہ محبت سب سے پاکیزہ محبت ہے اور اس کا راستہ سب سے کٹھن راستہ ہے۔ اس راستے کی مشکلات سب راہوں سے زیادہ شدید اور سب سے زیادہ جان لیوا ہیں۔ اس میں ذرا سی بھی آمیزش منزل کو کھوٹا کر دیتی ہے اور معمولی بے دلی منزل کو دور کر دیتی ہے۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کے بت پرستی کرنے کی کیا وجہ بیان فرمائی؟

(الف) باپ دادا کی پیروی (ب) آخرت میں شفاعت کا حصول ✓(ج) دنیا کی زندگی میں آپس کی دوستی

(۲) قارون، فرعون اور ہامان کو کیوں ہلاک کیا گیا؟

✓(الف) تکبر کی وجہ سے (ب) مال و دولت جمع کرنے کی وجہ سے (ج) شرک کرنے کی وجہ سے

(۳) نماز کس چیز سے روکتی ہے؟

(الف) سستی اور کاہلی سے ✓(ب) بے حیائی اور برے کاموں سے (ج) وقت اور صلاحیتیں برباد کرنے سے

(۴) نبی کریم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ کیا ہے؟

(الف) چاند کو دو ٹکڑے کر دینا ✓(ب) قرآنِ حکیم (ج) معراج کا واقعہ

(۵) آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟

✓(الف) کھیل اور تماشہ ہے (ب) بے کار اور بے مقصد ہے (ج) کمتر اور مختصر ہے

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱- سورۃ العنکبوت کے پہلے رکوع میں اللہ ﷻ نے والدین سے متعلق کیا ہدایات فرمائی ہے؟

والدین کے ساتھ حسن و سلوک کرو لیکن اگر وہ دونوں اللہ ﷻ کے ساتھ شرک کرنے کا کہیں تو ان کی بات نہ مانو۔ (آیت: ۸)

۲- سورۃ العنکبوت کے پہلے رکوع میں مشرکین کے اس قول کا کیا جواب دیا گیا ہے جو اپنے نوجوانوں سے کہتے تھے کہ "تم ہماری پیروی کرو ہم قیامت کے دن تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھا لیں گے"

یہ جھوٹے ہیں۔ قیامت کے دن وہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکیں گے البتہ اپنے گناہوں کے ساتھ ساتھ دوسروں کو گمراہ کرنے کے گناہ کا بوجھ بھی انہیں اٹھانا پڑے گا۔ (آیات: ۱۲، ۱۳)

۳۔ سورۃ العنکبوت کے تیسرے رکوع کی روشنی میں جواب دیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے کون سے چار انعامات اور فضل فرمائے؟

ا۔ حضرت اسحاق علیہ السلام (بیٹا) اور حضرت یعقوب علیہ السلام (پوتا) عطا فرمائے۔ ۲۔ ان کی اولادوں میں نبوت اور کتاب رکھ دی۔
۳۔ دنیا میں عظیم اجر عطا فرمایا۔ ۴۔ آخرت میں کامل نیک لوگوں میں شامل فرمایا۔ (آیت:۲۷)

۴۔ سورۃ العنکبوت کے پانچویں رکوع کی روشنی میں جواب دیں کہ جب کفار ظلم و تشدد پر اتر آئیں تو اہلِ ایمان کو کون سے تین احکامات پر عمل کرنا چاہیئے؟

ا۔ قرآنِ حکیم کی تلاوت کی جائے۔ ۲۔ نماز قائم کی جائے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا جائے۔ (آیت:۴۵)

۵۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے راستوں کو پانے کا یقینی ذریعہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ لازماً اپنی طرف آنے والے راستوں کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ (آیت:۶۹)

سُورَۃُ الرُّوم

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر ۱: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۳۴، ۱۳۶) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۳۸، ۱۴۰) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۴۲، ۱۴۴) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۴: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ:

اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیئے:

۱۔ قرآن مجید کی حیرت انگیز پیش گوئی اور سابقہ قوموں کے عبرت انگیز حالات۔

۲۔ مومنوں اور کافروں کا حال اور انجام۔ ۳۔ دلائل توحید باری تعالیٰ۔

۴۔ اللہ ﷻ کی قدرت کی نشانیاں۔ ۵۔ قیامت، حیات بعد الموت اور حشر برپا ہونے کے دلائل۔

۶۔ مشرکین کی گمراہی کی مثال۔ ۷۔ انسان کی ناشکری اور دین فطرت کا بیان۔

۷۔ حقوق العباد کی پاسداری، اطاعت باری تعالیٰ کی تاکید اور معصیت سے بچنے کی تلقین۔

۸۔ بحر و بر میں فساد کا سبب۔ ۹۔ انعام الٰہی کی بشارت۔

۱۰۔ حیات انسانی کے مراحل اور کفار کے لئے ملامت۔

ربطِ سورت:

۱۔ سورۃ العنکبوت میں اہل اسلام کی آزمائشوں اور ہجرت کا ذکر تھا۔ سورۃ الروم میں ان دونوں چیزوں کے حاصل یعنی فتح و نصرت کا وعدہ ہے۔

۲۔ سورۃ العنکبوت کے آخر میں آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل کا ذکر تھا۔ سورۃ الروم کے آغاز میں آپ ﷺ کی نبوت کی ایک اور دلیل غلبہ روم کی پیشن گوئی کا بیان ہے۔

۳۔ سورۃ العنکبوت کے آخر میں دنیاوی زندگی کو لہو و لہب کہا گیا ہے۔ سورۃ الروم کے شروع میں حیاتِ دنیا کا ہیچ ہونا بتایا گیا ہے کہ اللہ ﷻ جب چاہتا ہے تو کسی کو غلبہ دیتا ہے اور پھر اسی غالب کو مغلوب کر دیتا ہے۔

نوٹ: سورۃ الروم کی سورۃ العنکبوت سے کچھ مناسبت یوں بھی ہے کہ: ا۔ سورۃ العنکبوت اور سورۃ الروم دونوں کا آغاز الم سے شروع کیا گیا ہے۔ ان حروف مقطعات کے بعد ان دونوں سورتوں میں قرآن، کتاب اور تنزیل کا ذکر نہیں کیا گیا، ورنہ سورۃ القلم ۶۸ کے علاوہ ہر سورت میں حروف مقطعات کے بعد قرآن، کتاب اور تنزیل میں سے کسی ایک کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۲۔ سورۃ العنکبوت کا اختتام جہاد کے ذکر پر ہوا ہے اور سورۃ الروم کی ابتدا غلبہ اور نصرت کے ذکر سے کی گئی ہے جو اللہ ﷻ کی راہ میں جہاد کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ۳۔ سورۃ العنکبوت میں اجمالی طور پر توحید پر دلائل بیان کیے گئے تھے اور سورۃ الروم میں توحید پر دلائل کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ سورۃ العنکبوت کے آخر میں ارشاد ہوا کہ جو لوگ اللہ ﷻ کی راہ میں (دینی یا دنیاوی) کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے راستے ہموار کر دیتا ہے۔ سورۃ الروم میں اس کا ایک حوالہ دے کر مسلمانوں کو روشن مستقبل کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۱: ۱: "الٓمّٓ" کے کیا معنی ہیں؟ ۱: یہ حروف مقطعات ہیں۔ حروف مقطعات کا علم اللہ ﷻ کے پاس ہے اور یہ اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔ ۲: قرآنِ حکیم کی کتنی سورتوں کا آغاز "الٓمّٓ" سے ہوتا ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم کی چھ سورتوں کا آغاز "الٓمّٓ" سے ہوتا ہے، یعنی سورۃ البقرہ، سورۃ آلِ عمران ۳، سورۃ العنکبوت ۲۹، سورۃ الروم ۳۰، سورۃ لقمان ۳۱ اور سورۃ السجدہ ۳۲۔

آیت نمبر ۲: ۱: اس آیت میں کس کے شکست کھانے کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں رومیوں کے شکست کھانے کا ذکر کیا گیا ہے۔
۲: رومیوں کو کس نے شکست دی تھی؟ ۲: ایرانیوں نے انہیں شکست دی تھی اور انہیں دھکیل کر قسطنطنیہ تک پیچھے بھگا دیا تھا۔
۳: رومیوں کو ایرانیوں کے ہاتھوں شکست کب ہوئی؟ ۳: ۵ نبوی میں۔

علمی نکتہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ الروم، آیت: ۳ کی تفسیر میں جو فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے: مشرکین آتش پرست ایرانیوں کا عیسائیوں پر غلبہ چاہتے تھے۔ مگر مسلمان اس کے برعکس تھے۔ کیونکہ مسلمان اور رومی دونوں اہل کتاب تھے۔ مشرکین اور ایرانی دونوں بت پرست تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب رومی غالب آجائیں گے۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات مشرکین سے کی تو مشرکین نے کہا کہ آپ ہمارے اور اپنے درمیان ایک مدت مقرر کرلیں۔ اگر ہم غالب ہو گئے تو ہمیں اتنی اور اتنی چیزیں مل جائیں گی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پانچ سال کی مدت مقرر کرلی، اور پانچ سال میں رومی، ایرانیوں پر غلبہ نہ پا سکے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اتنی کم مدت کیوں مقرر کی! (قرآن حکیم نے فرمایا کہ وہ "بضع سنین" میں غلبہ پائیں گے اور "بضع سنین" کا اطلاق تین سے نو سال تک کے عرصے پر ہوتا ہے) پھر اس کے بعد رومی غلبہ پا گئے۔ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ غزوہ بدر کے دن رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ پایا۔ (جامع ترمذی، مسند احمد)

آیت نمبر ۳: ۱: قریب کے ملک سے کون سا ملک مراد ہے؟ ۱: ملک شام جو عرب سے بہت قریب ہے۔

علمی نکتہ: نقشے میں دیکھیں تو جزیرہ نمائے عرب کے اوپر شمال کی سمت میں شام ہے جبکہ شام کے ساتھ ہی نیچے عراق اور پھر عراق کے ساتھ مشرق کی سمت میں ایران واقع ہے۔ چنانچہ جزیرہ نمائے عرب کی سرحد پر واقع ان علاقوں کو قریب کی سرزمین کہا گیا ہے جہاں ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان مذکورہ جنگ جاری تھی۔
۲: اس آیت کی کیا خصوصی اہمیت ہے؟ ۲: یہ قرآنِ حکیم کی صداقت اور اللہ ﷻ کی طرف سے ہونے کا ایک ثبوت ہے اس آیت میں پیشن گوئی کی گئی کہ رومی دوبارہ فتح یاب ہوں گے جو کہ پوری ہو کر رہی۔

علمی نکتہ: یہ قرآنِ حکیم کی پیشن گوئی ہے جو نزولِ قرآنِ حکیم کے دوران ہی پوری ہوئی۔ ایک ایسی پیشن گوئی ہے جو نبی کریم ﷺ کی بھی صداقت پر بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے سچے رسول ہیں اور آپ ﷺ پر اللہ ﷻ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے یعنی آپ ﷺ جو فرماتے ہیں وہ رب کا کلام ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۴: ۱: رومیوں کی فتح کی پیشن گوئی کتنے عرصے میں پوری ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: "بضع سنین" یعنی تین سے نو سال کے عرصے میں۔

۲: قوموں کی فتح وشکست اور تمام کام کس کے اختیار میں ہیں؟ ۲: اللہ ﷻ کے۔

۳: اس آیت میں دوسری پیشن گوئی کیا فرمائی گئی ہے؟ ۳: رومی جب دوبارہ ایرانیوں پر فتح یاب ہوں گے تو وہ دن مسلمانوں کے لئے بھی خوشی کا دن ہو گا۔

۴: رومیوں کی ایرانیوں سے شکست کھانے کے بعد دوبارہ فتح مند ہونے کی پیشن گوئی کیوں کی گئی؟ ۴: رومی اصل میں عیسائی تھے جو رسالت، فرشتوں اور آخرت کو ماننے والے تھے اس لئے مسلمانوں کی ہمدردی رومیوں کے ساتھ تھی جب کہ ایرانی مشرکین میں سے تھے اور ایرانیوں کی فتح پر مشرکین بہت خوش تھے۔ وہ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ جس طرح ہمارے ایرانی بھائیوں نے تمہارے رومی بھائیوں کو شکست دی اسی طرح ہم تمہیں بھی شکست دیں گے۔ چنانچہ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ رومی ایرانیوں پر عنقریب غالب آکر رہیں گے۔ ۵: رومیوں نے ایرانیوں کو کب شکست دی؟ ۵: ۲ہجری میں۔

۶: اس دن مسلمانوں کو کیا خوشی حاصل تھی؟ ۶: یہ وہی دن تھا کہ جس دن کو "یوم الفرقان" (یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا دن) کہتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الانفال ۸، آیات: ۴۱ میں آیا ہے۔ بدر کے میدان میں اللہ ﷻ کی طرف سے مسلمانوں کو عظیم فتح عطا ہوئی تھی اور اس دن مسلمان بہت خوش تھے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ کی مدد سے کمزور بھی فتح پاتے ہیں مثلاً: i۔ بدر میں اللہ ﷻ نے کمزوروں کی مدد فرمائی۔ (سورۃ آلِ عمران ۳، آیت: ۱۲۳) ii۔ غارِ ثور میں اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدد فرمائی۔ (سورۃ التوبہ ۹، آیت: ۴۰) iii۔ اللہ ﷻ نے ابرہہ کے مقابلے میں بیت اللہ کا تحفظ فرمایا۔ (سورۃ الفیل ۱۰۵: مکمل) iv۔ اللہ ﷻ نے بنی اسرائیل کے کمزوروں کی مدد فرمائی۔ (سورۃ القصص ۲۸، آیت: ۵) v۔ اللہ ﷻ کی مدد سے قلیل جماعتیں کثیر جماعتوں پر غالب آئیں۔ (سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۲۴۹)

آیت نمبر ۵: ۱: فتح کا کیا سبب بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی خصوصی مدد۔

علمی نکتہ: مدد کا تعلق مومنین کے غلبہ سے بھی ہے یعنی ان کو اللہ ﷻ ہی کی مدد سے غلبہ حاصل ہو گا اور پچھلی آیت میں بیان کردہ مومنوں کی خوشی سے بھی ہو سکتا ہے یعنی "اس روز ایمان والے اللہ ﷻ کی مدد سے خوش ہو رہے ہوں گے"۔ جو ظاہر ہے کہ ان کے لئے بڑی خوشی و مسرت کا موقع ہو گا۔

۲: اللہ ﷻ کس کی مدد فرماتا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ ان کی مدد فرماتا ہے جن کی اللہ ﷻ چاہتا ہے۔

۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا صفات بیان ہوئی ہیں؟ ۳: "العزیز" یعنی جسے کوئی زیر کرنے والا نہیں، اللہ ﷻ کی یہ صفت عموماً مشرکین اور کفار کے لئے ہے اور دوسری "الرحیم" یعنی نہایت رحم فرمانے والا، اللہ ﷻ کی رحمت کے مستحق مومنین ہیں۔

آیت نمبر ۶: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کے کس وعدے کا ذکر ہے؟ ۱: رومیوں کو نو سال کے اندر اندر ایرانیوں پر فتح دینے کا ذکر ہے۔

۲: اللہ ﷻ کے وعدہ کرنے کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ۳: اللہ ﷻ کا یہ وعدہ کتنے عرصے میں پورا ہوا؟ ۳: نو سال کے اندر اندر یعنی ۲ ہجری میں۔ ۴: اکثر لوگ کیا بات نہیں جانتے؟ ۴: اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے کہ اللہ ﷻ کے آگے ہر رکاوٹ ہیچ ہے اور اللہ ﷻ جس چیز کا وعدہ فرمالے، جس چیز کا ارادہ فرمالے وہ کر کے رہتا ہے۔

۵: اس آیت میں اہلِ ایمان کے لئے کیا بشارت ہے؟ ۵: اس آیت میں اہلِ ایمان کے لئے تسلی ہے اور اللہ ﷻ کا وعدہ پورا ہونے کی بشارت ہے کہ رومی بھی فتح یاب ہوں گے اور اسی طرح مسلمان بھی غزوۂ بدر میں کفار کو شکست دے کر خوشی منا رہے ہوں گے۔

علمی نکتہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ اور بہت سے دیگر اہلِ علم حضرات کا بیان ہے کہ رومیوں کو ایرانیوں پر یہ غلبہ اسی روز حاصل ہوا جس روز مسلمان بدر میں مشرکین مکہ پر فتح یاب ہوئے، اسی لئے مسلمانوں کو دوہری خوشی ہوئی اور مشرکین مکہ کو دوہرا غم ہوا۔

عملی پہلو: اکثر لوگ نہیں سمجھتے کہ کسی کو غالب اور کسی کو مغلوب کرنے میں اللہ ﷻ کی کیا کیا حکمتیں ہیں۔ اللہ ﷻ جب کسی سے کوئی کام کرانا چاہتا ہے تو اس کے لئے تمام ظاہری رکاوٹیں دور فرما دیتا ہے۔ اکثر ظاہری اسباب پر نظر رکھنے والے اللہ ﷻ پر کامل بھروسہ نہیں رکھتے۔ اگر کسی کو وقتی اور عارضی کامیابی اور غلبہ مل جائے تو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ شخص اللہ ﷻ کے ہاں مقبول ہے۔ جب کہ ایسا ہرگز نہیں سوچنا چاہیے۔

آیت نمبر ۷: ۱: اس آیت میں کفار کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: کفار اس دنیا کی صرف ظاہری حالت کو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل بے خبر ہیں۔

۲: دنیا کی ظاہری زندگی سے واقف ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی کھانے پینے، تفریحات، امورِ معاش، زراعت، تجارت وغیرہ کے معاملات کا جاننا۔

۳: آخرت سے غافل ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی ایمان اور نیک اعمال کی پروانہ کرنا۔

عملی پہلو: وہ لوگ جن کا آنے والی زندگی پر ایمان نہیں وہ اس دنیوی زندگی کو پُر لطف اور باوقار بنانے کے لئے ہر وقت مصروف رہتے ہیں، اس معاملے میں ان کی فہم و فراست کو دیکھ کر انسان عش عش کر اٹھتا ہے۔ لیکن یہی عقل مند لوگ اپنی عاقبت سنوارنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور ایسی نیکیاں کرنے کا شوق ان کے دلوں میں پیدا نہیں ہوتا جو آسان ہیں۔ اس معاملے میں ان کی کوتاہیوں پر جب نظر پڑتی ہے تو ان کی نادانی اور حماقت پر ہنسی آجاتی ہے۔ ایک شعر کا مفہوم ہے: یہ بڑی الم انگیز بات ہے کہ تیرا ایک دوست جو عقل و دانش میں لاجواب ہے اور اپنے مالی نقصان سے بچنے کے لئے بڑی عقل مندی کا ثبوت دیتا ہے لیکن اس کے دین پر قیامت ہی کیوں نہ ٹوٹ پڑے اور اس کے ایمان کا چراغ بجھ ہی کیوں نہ جائے اسے احساس تک نہیں ہوتا۔

آیت نمبر ۸: ۱: اس آیت میں انسانوں کو کس بات کی دعوت دی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں انسانوں کو دل میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

۲: اللہ ﷻ نے آسمانوں، زمین اور پوری کائنات کو کیوں پیدا فرمایا؟ ۲: اللہ ﷻ نے ان سب کو حقیقی مصلحت کی وجہ سے پیدا فرمایا تاکہ لوگ اس کائنات پر غور و فکر کر کے اللہ ﷻ اور اس کی توحید کو پہچان سکیں اور ایمان اور نیک اعمال اختیار کر سکیں۔

نوٹ: اللہ ﷻ نے زمین و آسمان اور ان دونوں کے درمیان کی تمام اشیاء کو نہ عبث اور بے مقصد پیدا فرمایا ہے اور نہ ہی ہمیشہ رہنے کے لئے بنایا ہے، بلکہ انہیں اپنی کمال حکمت کے مطابق حق کے ساتھ یعنی حقیقی مقصد (آزمائش) کے لئے پیدا فرمایا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل میں کون بہتر ہے۔" (سورۃ ھود ۱۱، آیت: ۷) یہ وہ حقیقت ہے جس کا اقرار ہر وہ شخص کرتا ہے جو چشم بصیرت سے کائنات کا نظام دیکھتا ہے۔ سورۃ آلِ عمران ۳ کی آیت: ۱۹۱ میں اللہ ﷻ کے نیک بندوں کی ایک خصوصیت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ جب وہ کائنات کی تخلیق کے بارے میں غور و فکر کرتے ہیں تو بے اختیار پکار اٹھتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا "اے ہمارے رب! (ہم سمجھ گئے ہیں کہ) آپ نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں فرمایا"۔

نوٹ: یہی بات دوسرے مقام پر یوں فرمائی گئی ہے: "تو کیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمہیں بے مقصد ہی پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟" (سورۃ المؤمنون ۲۳، آیت: ۱۱۵)

۳: اللہ ﷻ نے اس کائنات کو کب تک کے لئے بنایا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ نے اس کائنات کو ایک مقررہ وقت یعنی قیامت تک کے لئے بنایا ہے۔ ۴: نافرمان لوگوں کی اکثریت کس حقیقت کا انکار کرنے والی ہے؟ ۴: اپنے رب سے ملاقات کا انکار کرنے والی ہے۔ ہر نبی علیہ السلام کو ماننے والوں کی تعداد کم رہی۔

آیت نمبر ۹: ۱: زمین کی سیر و سیاحت کا کیا مقصد بیان کیا گیا ہے؟ ۱: تاکہ لوگ غور کریں کہ اللہ ﷻ کی نافرمان قوموں کا کیا انجام ہوا اور اس سے عبرت حاصل کریں۔ ۲: مشرکین مکہ کے مقابلے میں سابقہ نافرمان قوموں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۲: وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور انہوں نے زمین پر زیادہ اثرات چھوڑے تھے اور زمین کو زیادہ آباد کیا تھا۔

علمی نکتہ: یعنی بڑی بڑی طاقتور قومیں (عاد و ثمود) جنہوں نے زمین کو خوب آباد کیا، اسے کھود کر چشمے اور کانیں نکالیں، مشرکینِ مکہ ان منکرین سے بڑھ کر انہوں نے تمدن کو ترقی دی، لمبی عمریں پائیں اور زمین کو ان سے زیادہ آباد کیا۔ وہ آج کہاں ہیں؟ اللہ ﷻ کے پیغمبروں کی کھلی نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود جب

انہوں نے تکذیب کی تو ان کا کیا انجام ہوا۔ کس طرح تباہ و برباد کیئے گئے۔ ان کے ویران کھنڈر آج بھی دعوتِ فکر دے رہے ہیں۔

۳: کیا اللہ ﷻ نے ان قوموں پر ظلم کیا؟ (معاذ اللہ) ۳: ہرگز نہیں! بلکہ اللہ ﷻ نے ان قوموں کو سمجھانے کے لئے ان کی طرف واضح نشانیوں کے ساتھ اپنے رسول بھیجے لیکن ان نافرمان قوموں نے رسولوں کا انکار کر کے اور اللہ ﷻ کی نافرمانی کر کے خود اپنے اوپر ظلم کیا اور اپنے آپ کو اللہ ﷻ کے عذاب کا مستحق بنایا۔

۴: اس آیت کی کیا اہمیت ہے؟ ۴: اس آیت میں قرآنِ حکیم نے سابقہ اقوام کا تذکرہ صرف اس لئے کیا ہے کہ اللہ ﷻ کے قانون پر انسان کو توجہ دلائے جب ان لوگوں نے احکام الٰہیہ کو پس پشت ڈال دیا اور اللہ ﷻ کی حکومت میں رہ کر اس سے بغاوت اور سرکشی شروع کر دی تو پھر کوئی کوشش ان کو ہلاکت و بربادی سے نہ بچا سکی۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: بُرائی کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ ۱: بُرائی کرنے والوں کا انجام بھی بُرا ہوا۔

۲: اس آیت میں بُرا انجام پانے کی کیا وجوہات بیان کی گئی ہیں؟ ۲: اللہ ﷻ کی آیات کو جھٹلانا اور اللہ ﷻ کی آیات کا مذاق اُڑانا۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: موت کے بعد دوبارہ زندہ کیئے جانے کی کیا عقلی دلیل دی گئی ہے؟ ۱: جس اللہ ﷻ نے تمام مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا وہی مخلوقات کی موت کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

۲: اس آیت میں انسانوں کو کیا حقیقت یاد دلائی گئی ہے؟ ۲: موت کے بعد اللہ ﷻ کی طرف لوٹنا ہے یعنی قیامت کی یاد دلائی گئی ہے۔

عملی پہلو: دوبارہ زندہ کیئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے عمل کی جزا ملے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلا دیا جائے جو وہ کوشش کرتا ہے۔“ (سورۃ طٰہٰ ۲۰، آیت: ۱۵)

آیت نمبر ۱۲: ۱: اس آیت میں کیا مضمون بیان کیا گیا ہے؟ ۱: آیات: ۱۲ تا ۱۶ تک قیامت کے احوال کا بیان کیا گیا ہے۔

۲ قیامت کے دن مجرموں کی کیا کیفیت ہوگی؟ ۲: مجرم انتہائی مایوس ہوں گے۔

علمی نکتہ: یہ وہ کیفیت ہوتی ہے جب انسان لاجواب ہو جائے، اس کے پاس اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل نہ رہے اور اس پر حیرت و مایوسی کی کیفیت طاری ہو جائے۔ ۴: مجرم کس بارے میں مایوس ہوں گے؟ ۴: آخرت میں اپنی نجات کے بارے میں شدید مایوس ہوں گے۔

علمی نکتہ: یہاں مجرموں سے مراد صرف وہی لوگ نہیں ہیں جنہوں نے دنیا میں قتل، چوری، ڈاکے اور اسی طرح کے دوسرے جرائم کیئے ہیں، بلکہ وہ سب لوگ مراد ہیں جنہوں نے اللہ ﷻ سے بغاوت کی، اس کے رسولوں علیہم السلام کو جھٹلایا اور ان کی تعلیمات کو قبول کرنے سے انکار کیا، آخرت کی جواب دہی کے منکر رہے یا پھر اس سے بے فکر رہے ہیں اور دنیا میں اللہ ﷻ کے بجائے دوسروں کی یا اپنے نفس کی بندگی کرتے رہے ہیں، خواہ اس بنیادی گمراہی کے ساتھ انہوں نے وہ افعال کیئے ہوں یا نہ کیئے ہوں جنہیں عرفِ عام میں جرائم کہا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: آخرت میں مشرکین کے من گھڑت معبود ان کی کیا مدد کریں گے؟ ۱: وہ ان کی کوئی مدد اور کوئی سفارش نہیں کر سکیں گے۔

۲: قیامت کے دن مشرکین اپنے من گھڑت معبودوں کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے؟ ۲: قیامت کے دن مشرکین اپنے باطل معبودوں کا انکار کریں گے۔

نوٹ: ایک مرحلے پر یہ مشرک لوگ صاف جھوٹ بولیں گے کہ ہم نے دنیا میں کبھی شرک ہی نہیں کیا تھا، چنانچہ قرآنِ حکیم میں ان کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ”پھر ان کا فریب اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ وہ کہیں گے اللہ کی قسم! اے ہمارے رب! ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔“ (سورۃ الانعام ۶، آیت: ۲۳)

آیت نمبر ۱۴: ۱: قیامت کے دن انسانوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ ۱: وہ الگ الگ کر دیئے جائیں گے۔

۲: الگ الگ کیئے جانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: مومن اور کافر علیحدہ علیحدہ کر دیئے جائیں گے۔

نوٹ: ایک اور مقام پر یوں بیان ہوا کہ ”اور اسی طرح ہم نے آپ (ﷺ) کی طرف عربی قرآن وحی نازل فرمایا، تاکہ آپ بستیوں کے مرکز (یعنی اہل مکہ) کو

ڈرائیں اور ان لوگوں کو بھی جو اس کے ارد گرد ہیں اور آپ اکٹھا کرنے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ بھڑکتی آگ میں۔" (سورۃ الشوریٰ ۴۲، آیت: ۷)

آیت نمبر ۱۵: ۱: مومنین کا کیا انجام ہوگا؟ ۱: وہ باغات میں نہایت خوش و خرم ہوں گے۔
۲: مومنین اس انجام تک کیوں پہنچیں گے؟ ۲: ایمان لانے اور نیک عمل کرنے پر اللہ ﷻ کے فضل فرمانے کی وجہ سے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: کفار کا قیامت کے دن کیا انجام ہوگا؟ ۱: وہ عذاب میں پکڑے جائیں گے۔
۲: کفار کے اس انجام کی کیا وجوہات بیان کی گئی ہیں؟ ۲: ان کا کفر کرنا، اللہ ﷻ کی آیات کا انکار کرنا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلانا۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: اس آیت میں انسانوں کو کس بات کی ترغیب دی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی تسبیح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔
۲: اللہ ﷻ کی تسبیح کے لئے کیا اوقات بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۲: شام اور صبح، ایک مراد اس میں تسلسل اور دوام بھی ہے یعنی صبح اور شام اللہ ﷻ کی تسبیح کی جائے۔ بعض مفسرین نے شام سے مراد مغرب اور عشاء اور صبح سے مراد فجر کی نماز لی ہے۔

علمی نکتہ: مفسرین لکھتے ہیں کہ چونکہ نماز میں اللہ ﷻ کی پاکی بیان کی جاتی ہے اور اس کی حمد و ثنا کی جاتی ہے، اسی لئے اسے تسبیح و تحمید سے تعبیر کیا گیا ہے۔

عملی پہلو: معلوم ہوا کہ حصولِ جنت اور عذابِ جہنم سے نجات کا سب سے بڑا ذریعہ پانچوں نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنا ہے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: اس آیت میں انسانوں کو کس بات کی ترغیب دی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی حمد کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔
۲: آسمانوں اور زمین میں تعریف کا حق دار کون ہے؟ ۲: صرف اور صرف اللہ ﷻ۔ ۳: اللہ ﷻ کی حمد بیان کرنے کے کیا اوقات تجویز فرمائے گئے ہیں؟ ۳: تیسرے پہر اور ظہر کے وقت۔ بعض مفسرین نے تیسرے پہر سے مراد عصر لی ہے ظہر کے وقت سے مراد ظہر کی نماز لی ہے۔

نوٹ: قرآن حکیم میں نماز کے اوقات: ۱۔ نماز قائم کرو سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات تک اور فجر کے وقت قرآن پڑھا کرو۔ (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۷۸) ۲۔ دن کے دونوں سروں یعنی صبح شام اور رات کی گھڑیوں میں نماز پڑھا کرو۔ (سورۃ ہود ۱۱، آیت: ۱۱۴) ۳۔ اللہ ﷻ کی تسبیح صبح شام کرو اور تیسرے پہر بھی اور جب دوپہر ہو تب بھی۔ (سورۃ الروم ۳۰، آیات: ۱۷ اور ۱۸) ۴۔ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اللہ ﷻ کی تسبیح کرو رات کے کچھ اوقات میں اور نماز کے بعد بھی۔ (سورۃ ق ۵۰، آیات: ۳۹ اور ۴۰) ۵۔ سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کے اوقات میں اور دن کے اطراف میں تسبیح و تحمید کرو۔ (سورۃ طٰہٰ ۲۰، آیت: ۱۳۰)

آیت نمبر ۱۹: ۱: قیامت کے دن انسانوں اور جنات کو دوبارہ پیدا کرنے کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی شانِ تخلیق کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے کہ وہ اللہ ﷻ قیامت کے دن انسانوں کو پیدا فرمائے گا۔ ۲: اس آیت میں تخلیق باریٔ تعالیٰ کی پہلی شان کیا بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے۔ ۳: جاندار کو بے جان سے نکالنے کی کیا مثال ہے؟ ۳: بیج سے پودے کو نکالنا، انڈے سے مرغی کو نکالنا۔
۴: اس آیت میں تخلیق باریٔ تعالیٰ کی دوسری شان کیا بیان فرمائی گئی ہے؟ ۴: اللہ ﷻ بے جان کو جان دار سے نکالتا ہے۔ ۵: جان دار کو بے جان سے نکالنے کی کیا مثال ہے؟ ۵: جان دار پودے میں سے بے جان بیج کا حاصل ہونا، مرغی سے انڈے کا حاصل ہونا۔ ۶: اس آیت میں تخلیق باریٔ تعالیٰ کی تیسری شان کیا بیان فرمائی گئی ہے؟ ۶: وہی اللہ ﷻ ہے جو زمین کو اس کے مرنے یعنی بنجر ہو جانے کے بعد بارش برسا کر زندہ کر دیتا ہے۔
۷: یہ ساری مثالیں کس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں؟ ۷: یہ ساری مثالیں اس بات پر دلیل ہیں کہ قیامت کے دن اللہ ﷻ تمام انسانوں کو زندہ فرمائے گا۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: اس آیت میں کیا مضمون بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: آیات: ۲۰ تا ۲۵ تک تخلیق باریٔ تعالیٰ کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔
۲: انسان کو اللہ ﷻ نے کس مادے سے پیدا فرمایا؟ ۲: ہمارے جدِّ امجد حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے مٹی سے پیدا فرمایا اور پھر ان سے تمام انسانوں کی نسلوں

کا سلسلہ جاری فرمایا۔ ۳: اس آیت میں انسانوں کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: انسان زمین پر ہر طرف پھیل گئے ہیں یعنی زمین پر آباد ہو گئے ہیں۔

علمی نکتہ: اس مقام پر آیات ۲۰ تا ۲۵ میں ۶ مقامات پر ہر آیت کے آغاز میں وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اور چار مقامات ۲۱ تا ۲۴ میں آخر میں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ کے الفاظ دہرائے گئے ہیں۔ اس سے پہلے اس سے ملتا جلتا انداز سورۃ النمل اور سورۃ الشعراء میں بھی آیا ہے۔ سورۃ النمل کے پانچویں رکوع میں بھی آفاقی وانفسی آیات الٰہیہ (جن میں کائنات اور انسان کی ذات کے متعلق باتیں ہوں) کا ذکر اسی طرح تکرار کے ساتھ کیا گیا ہے اور ہر آیت کے آخر میں ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کے الفاظ آئے ہیں۔ جبکہ سورۃ الشعراء میں ایک تسلسل کے ساتھ عبرت انگیز تاریخی حقائق وبصائر کا ذکر ہوا ہے اور ہر واقعہ کے آخر میں اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ کے الفاظ کی تکرار ہے۔

علمی نکتہ: قرآنِ حکیم میں لفظ "آیت" کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً قرآنی جملے، علامت، نشانی، آثارِ قدرت، معجزہ، دلیل، عبرت اور دعوتِ فکر دینے والی شے وغیرہ۔ قرآنِ حکیم میں متعدد مقامات پر آیت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

عملی پہلو: نشانی سے کوئی نیا علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ پہلے سے موجود علم جو انسان بُھلایا ہوا ہوتا ہے وہ نشانی دیکھنے سے ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی کسے قرار دیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے انسانوں میں ان کی جنس ہی میں سے ان کی بیویاں بنائیں جو اللہ ﷻ کی ایک نشانی ہیں۔ ۲: بیویاں عطا کرنے کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: تاکہ مرد اپنی بیویوں کے پاس آرام پائیں۔

۳: شوہر اور بیوی کے درمیان اللہ ﷻ کیا کیفیت پیدا فرما دیتا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ ان کے درمیان محبت اور مہربانی یعنی رحمت کے جذبات پیدا فرما دیتے ہیں۔ ۴: اس آیت میں کن لوگوں کے لئے نشانی ہے؟ ۴: ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرنے والے ہیں۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ نے تخلیق انسانی کے لئے میاں بیوی کا رشتہ قائم فرمایا۔ اس رشتہ کے تین بنیادی تقاضے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ناپید ہو جائے تو ازدواجی زندگی بے لطف، بے قرار اور ناہموار ہو جاتی ہے۔ وہ تقاضے درج ذیل ہیں:

i۔ میاں بیوی کے درمیان پُر سکون ماحول ہونا چاہیے جو باہمی اتحاد اور اعتماد کے بغیر ممکن نہیں۔ ii۔ اتحاد اور سکون باہمی محبت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ iii۔ باہمی محبت واحترام کے لئے لازم ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ شفقت اور مہربانی کا روّیہ اختیار کیا جائے جس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کی کوتاہی کو معاف کیا جانا چاہیئے۔

عملی پہلو: میاں، بیوی کا رشتہ اللہ ﷻ کی قدرت کا نتیجہ ہے۔ یہ جتنا بہتر ہوگا اتنا ہی اچھا اثر اولاد کی تربیت پر پڑے گا، میاں بیوی معاشرے کا بنیادی یونٹ ہیں اس یونٹ کو مضبوط اور بہتر سے بہتر ہونا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے سب سے اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب سے بڑھ کر اچھا ہوں۔" (جامع ترمذی)

نوٹ: میاں، بیوی کا تعلق اور حقوق قرآنِ حکیم کی روشنی میں: i۔ میاں، بیوی آپس میں لباس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۱۸۷) ii۔ یہ رشتہ نسل انسانی کا ذریعہ ہے۔ (سورۃ النساء ۴، آیت: ۱) iii۔ بیوی سکون کا باعث ہے۔ (سورۃ الروم ۳۰، آیت: ۲۱) iv۔ نیک بیویاں شوہروں کی فرماں بردار ہوتی ہیں۔ (سورۃ النساء ۴، آیت: ۳۴) v۔ بیوی کو بہترین طریقے سے رکھنا چاہیئے اور (خدانخواستہ ناچاقی کی صورت میں) اچھے طریقے سے چھوڑنا چاہیئے۔ (سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۲۳۱)

vi۔ ناچاقی کی صورت میں عورت کو اس نیت سے نہیں روکنا چاہیئے کہ دیا گیا مہر واپس لیا جائے۔ (سورۃ النساء ۴، آیت: ۱۹)

آیت نمبر ۲۲: ۱: اس آیت میں کن لوگوں کے لئے اللہ ﷻ کی نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۱: علم رکھنے والوں کے لئے۔

۲: اس آیت میں علم رکھنے والوں کے لئے اللہ ﷻ کی کن نشانیوں کو بیان فرمایا گیا ہے؟ ۲: i۔ آسمان وزمین کی تخلیق۔ ii۔ انسانوں کی مختلف زبانیں۔ iii۔ انسانوں کے مختلف رنگ یہ سب اللہ ﷻ کی نشانیاں ہیں۔ ۳: انسانی قلب و ذہن پر اللہ ﷻ کی نشانیوں کے اثرات کب مرتب ہوتے ہیں؟

۳: جب انسان طلب ہدایت کے ارادہ سے آیات پر غور وفکر کرتا ہے تو خالق کائنات کو پہچان لیتا ہے۔

۳: آسمان اور زمین کی تخلیق میں اہلِ علم کے لئے کیا نشانیاں ہیں؟　　۳: اہلِ علم جانتے ہیں کہ آسمان وزمین کا پیدا کرنا کوئی حادثہ نہیں ہے بلکہ اللہ ﷻ کی کمال قدرت و تخلیق کا بہترین شاہکار ہے۔ جس طرح ایک چرخہ چلانے والی بوڑھی عورت بھی جانتی ہے کہ بغیر اس کے چلائے چرخہ بھی نہیں چل سکتا اسی طرح ماہر فلکیات (Astronomers) اور ماہر ارضیات (Geologers) یہ جانتے ہیں کہ یہ آسمان وزمین بغیر بنائے نہیں بن سکتے۔ ان میں جو نظم (Cooperation)، دُرستگی (Precision) اور جو ہم آہنگی (Coordination) ہے وہ بتارہی ہے کہ اس کائنات کو بنانے والی کوئی عظیم ذات ہے اور وہ اللہ ﷻ ہے۔

۴: زبانوں کے اختلاف میں اہلِ علم کے لئے کیا نشانی ہے؟　　۴: زبانیں انسان کے مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ ہیں اور اللہ ﷻ نے انسان کو قوتِ گویائی اور یہ زبانیں سکھائی ہیں اور مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں بولنے والے لوگ اس بات پر دلیل ہیں کہ انسانوں کو کسی ایک ہستی نے یعنی اللہ ﷻ نے پیدا فرمایا ہے اور یہی معاملہ رنگوں کا بھی ہے کہ مختلف علاقوں میں رہنے والوں کو اللہ ﷻ نے مختلف رنگوں میں پیدا فرمایا ہے اور یہی سب چیزیں اللہ ﷻ کی کمال قدرت کا شاہکار ہیں۔

علمی نکتہ: جب سے دنیا قائم ہے اس وقت سے آج تک بے حساب آدمی پیدا ہوئے مگر کوئی دو آدمی ایسے نہیں ملیں گے جن کا طرزِ تکلم اور لب و لہجہ بالکل یکساں ہو، کوئی دو شخص ایسے نہیں ملیں گے جن کی آواز اور رنگ روپ میں کوئی امتیاز نہ ہو۔ پس ہر آدمی کی شکل وصورت اور رنگت وغیرہ دوسرے سے جدا ہے۔ اس میں بھی ہر ذی عقل و علم کے لئے اللہ ﷻ کی قدرت عظیمہ کی بڑی نشانیاں ہیں۔

عملی پہلو: اس آیت سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ جس طرح رنگوں اور زبانوں کے اختلاف کے باوجود تمام انسان اللہ ﷻ کی مخلوق ہیں۔ ہمیں بھی تمام ظاہری اختلافات کے باوجود تمام انسانوں کے مابین رنگ، نسل، زبان یا اس نوع کی کسی اور چیز کی بنیاد پر فرق نہیں کرنا چاہیئے نیز ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہو کر لوگوں کی خیر خواہی کا جذبہ رکھنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی قدرت کی کیا نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں؟　　۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی قدرت کی دو نشانیاں بیان ہوئی ہیں:

i۔ رات کا سونا۔ ii۔ دن کے وقت اللہ ﷻ کا فضل تلاش کرنا۔

عملی پہلو: رات کی نیند انسان کی اہم ترین ضرورتوں میں سے ہے۔ دن بھر کی بھاگ دوڑ اور تھکن سے آرام حاصل کرنے کے لئے پُرسکون نیند بہت ضروری ہے۔ Medical Science ابھی تک اس بات پر نہیں پہنچی ہے کہ انسان کیوں سوتا ہے؟ اس کے حوالے سے کئی Theories موجود ہیں۔ سائنس دان اور ڈاکٹرز نیند کے آنے کی حقیقت سے ابھی تک آگاہ نہیں ہیں۔ قرآنِ حکیم اسے اللہ ﷻ کی قدرت کی ایک بڑی نشانی قرار دیتا ہے۔ اسی طرح ہم دن کے اوقات میں روزی کمانے کے لئے جو بھاگ دوڑ کرتے ہیں تو اسے بھی اللہ ﷻ نے اپنا فضل قرار دیا ہے۔ اگرچہ محنت کرنا ضروری ہے مگر دنیا میں جو ساز وسامان ہمیں حاصل ہوتا ہے وہ سب اللہ ﷻ کے فضل سے ہوتا ہے۔

مفید لنک: نیند کی مزید وضاحت اور تحقیقی مطالعہ کے لئے مندرجہ ذیل لنک ملاحظہ فرمائیں: http://tinyurl.com/hgrt6tv

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ نے رات اور دن کی کیا حکمت بیان فرمائی ہے؟　　۲: اللہ ﷻ نے رات کو سونے اور آرام کرنے کے لئے بنایا ہے اور دن کو رزق تلاش کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

۳: اس آیت میں کیسے لوگوں کے لئے اللہ ﷻ کی قدرت کی نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں؟　　۳: ان لوگوں کے لئے جو حق بات کو توجہ سے سنتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی قدرت کی کیا نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں؟　　۱: آسمانی بجلی اور بارش۔

۲: آسمانی بجلی کے بارے میں انسانوں کی کیا کیفیت بیان فرمائی گئی ہے؟　　۲: انسان آسمانی بجلی سے خوف بھی رکھتا ہے کہ کہیں اُس پر نہ گر پڑے اور یہ بجلیاں دیکھ کر اُسے اللہ ﷻ کی طرف سے بارش کی اُمید بھی ہوتی ہے۔

۳: بارش کے بارے میں کیا حقیقت بیان فرمائی گئی ہے؟　　۳: i۔ بارش آسمان سے برستی ہے۔ ii۔ اللہ ﷻ اس کے ذریعہ مردہ زمین کو آباد فرماتا ہے۔

۴: اس آیت میں اللہ ﷻ کی قدرت کی نشانیاں کن لوگوں کے لئے بیان فرمائی گئی ہیں؟　　۴: ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔

علمی نکتہ: انسان کی زندگی اور اس کے رزق کا دارومدار پانی پر ہے اور پانی کا سب سے بڑا ذریعہ بارش ہے۔ بارش سے مردہ زمین کے زندہ ہونے کو مرنے کے بعد زندگی کی دلیل کے طور پر قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے اور اسے عقل والوں کے لئے نشانی قرار دیا گیا جو بات سمجھتے ہیں، جیسا کہ فرمایا: ”جان لو کہ اللہ ﷻ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بلاشبہ ہم نے تمہارے لئے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، تاکہ تم سمجھو۔“ (سورۃ الحدید ۵۷، آیت: ۱۷)

آیت نمبر ۲۵: ۱: آیات: ۲۰ تا ۲۵ تک اللہ ﷻ کی شانِ تخلیق اور کمال قدرت کس حقیقت کی دلیل کے طور پر پیش کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی شانِ تخلیق اور کمال قدرت کو بیان کر کے دلیل دی گئی ہے کہ وہ اللہ ﷻ قیامت کو قائم فرمانے والا ہے۔

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کمال قدرت کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: آسمان، زمین اور یہ ساری کائنات اللہ ﷻ کے حکم سے قائم ہے۔

علمی نکتہ: اللہ ﷻ کی نشانیوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ اتنے عظیم آسمان و زمین اور ان میں موجود سورج، چاند اور ستارے کسی ستون یا تھامنے والی چیز کے بغیر محض اس کے امر کے ساتھ اپنی اپنی جگہ قائم ہیں اور اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں، جیسا کہ فرمایا گیا: ”سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔“ (سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۳۳) اس نے ہر ایک میں اپنی کمال حکمت کے ساتھ نہایت باریک اور درست حساب کے ساتھ جذب و دفع کی ایسی قوت رکھ دی ہے کہ کوئی دو جسم آپس میں نہیں ٹکراتے۔

۳: قیامت کے دن انسانوں کو دوبارہ کیسے زندہ فرمایا جائے گا؟ ۳: اللہ ﷻ انسانوں کو قبروں سے اٹھنے کا حکم فرمائے گا اور لوگ اللہ ﷻ کے حکم پر قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: اللہ ﷻ کی ملکیت کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: آسمانوں اور زمین کی ہر شے کا مالک اللہ ﷻ ہی ہے۔

۲: قدرتِ باری تعالیٰ کی کیا مثال بیان کی گئی ہے؟ ۲: تمام مخلوق اللہ ﷻ کی فرماں بردار ہے۔

فکری پہلو: ہر شخص یہ مشاہدہ کر سکتا ہے کہ اللہ ﷻ نے تمام مخلوقات کے لئے جو نظام مقرر فرمایا ہے وہ اس سے ذرہ برابر انحراف نہیں کر سکتیں۔ اجرام فلکی کو جس مدار پر لگایا ہے، اربوں سال میں ایک سیکنڈ کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اسی طرح نباتات کو نشوونما کا جو نظام دیا ہے اس سے بالکل انحراف نہیں کر سکتے۔

علمی نکتہ: کائنات میں موجود مختلف اشیاء اور نظام مثلاً سورج، چاند، موسم، بارش، غذائی سلسلہ (Food chain)، ہائیڈروجن کاری (hydrogen cycle)، طبعی قوانین، مادہ کی خصوصیات، جانداروں کا جسمانی نظام وغیرہ سب اللہ ﷻ کی قدرت کی مثالیں ہیں۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: اللہ ﷻ کے قیامت قائم کرنے کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ہی نے تمام مخلوقات کو پہلی مرتبہ پیدا فرمایا اور وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا اور یہ اللہ ﷻ پر بہت آسان ہے۔

۲: اللہ ﷻ کی مخلوق کو ان کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کی کیا عقلی دلیل دی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی قدرت کے اعتبار سے سب برابر ہے البتہ مخلوق کے لئے کسی بھی چیز کو پہلی مرتبہ بنانا نسبتاً مشکل ہوتا ہے اور اسے دوبارہ بنانا نسبتاً آسان ہوتا ہے چنانچہ تمہارے اعتبار سے تو اللہ ﷻ کے لئے بھی مخلوقات کو دوبارہ بنانا زیادہ آسان ہے۔

۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: زمین و آسمان میں اللہ ﷻ ہی کی شان بلند ہے اور وہ زبردست ہے اور کمال حکمت والا ہے۔

عملی پہلو: اس فرمان میں یہ واضح پیغام دیا گیا ہے کہ اے انسان! غور کر کہ جس زمین پر تیرا ٹھکانا ہے اور جس آسمان تلے تو زندگی گزارتا ہے وہ اور اس کی ہر چیز اپنے بلند و بالا رب کی تابع فرمان ہے مگر تو اس کی نافرمانی ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ شریک بنانے میں بھی شرم محسوس نہیں کرتا حالانکہ تو نے مر کر اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: اللہ ﷻ نے کس مثال کے ذریعے مشرکوں کے باطل معبودوں کی حقیقت واضح کی ہے؟ ۱: مشرکین کو سوچنا چاہیئے کہ جب وہ اللہ ﷻ کے دیئے ہوئے مال میں اپنے غلاموں کو شریک قرار نہیں دیتے اور ان کو برابری کا حق دار نہیں سمجھتے تو اللہ ﷻ کی پیدا فرمائی ہوئی مخلوق میں اس کے شریک کس

طرح ٹھہراتے ہیں۔ جو بات وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ اللہ ﷻ کے لئے کس طرح پسند کرتے ہیں جب کہ اللہ ﷻ کی شان بہت بلند و بالا ہے۔

۲: غلاموں کے بارے میں خدشات رکھنے کا کیا مطلب ہے؟ ۲: یعنی جیسے خوف، ڈر، فکر اور اندیشے وہ اپنی ذات اور اپنے مال و اسباب کے بارے میں رکھتے ہیں ان غلاموں کے بارے میں بھی انہیں ایسے ہی اندیشے لاحق ہوتے ہیں؟ یقیناً ہر گز ایسا نہیں ہے۔

۳: ان مثالوں سے کون لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں؟ ۳: اللہ ﷻ اپنی آیتیں ایسے لوگوں کے لئے کھول کر بیان فرماتا ہے جو عقل رکھتے ہیں اور وہ ان مثالوں کو سمجھ کر شرک سے بچ سکتے ہیں۔

۴: عقل سے کیا مراد ہے؟ ۴: لغت میں عقل کے معنی منع کرنا، باز رکھنا، روکنا ہیں۔

علمی نکتہ: انسان کے اندر ایک قوت ہوتی ہے جسے عقل کہا جاتا ہے جو اسے فکری جہالت سے بچاتی ہے اور عملی لغزش سے باز رکھتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ: العقل عقال من الجہل۔ " عقل جہالت سے باز رکھتی ہے۔" یعنی سوچنے سمجھنے کی وہ صلاحیت جس کے ذریعہ انسان اچھائی اور بُرائی میں فرق کر سکے۔

عملی پہلو: انسان کی تمام مشکلات غلط فکر اور جہل کا نتیجہ ہیں۔ لہٰذا روزِ قیامت باطل عقائد کے حامل افراد حساب کے وقت اپنے بُرے اعمال اور برے اخلاق کی وجہ سے مشکلات میں مبتلا ہوں گے "تو کہیں گے: کہ اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو جہنم والوں میں نہ ہوتے، پس وہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لیں گے تو جہنم والوں کے لئے (اللہ کی رحمت سے) دوری ہے۔" (سورۃ الملک ۶۷، آیات: ۱۰،۱۱)

عقل کی مزید وضاحت اور اہمیت و افادیت کے حوالے سے یہ لنک ملاحظہ فرمائیں: http://tinyurl.com/jnfbcsy

قرآن مجید میں عقل کی نشوونما کا انتظام کیسے کیا گیا ہے؟ تفصیلات کے لئے یہ لنک ملاحظہ فرمائیں: http://tinyurl.com/zkvogyv

آیت نمبر ۲۹: ۱: مشرکین کی گمراہی کا کیا سبب بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: مشرکین نے بغیر کسی دلیل کے اپنی خواہش نفس کی پیروی کی اور اللہ ﷻ کے ساتھ من گھڑت معبود بنا لیئے۔

۲: کون لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں؟ ۲: جو اللہ ﷻ کی ہدایت کو چھوڑ کر خود گمراہی اختیار کرتے ہیں اور بُرائی کا ارادہ رکھتے ہیں تو اللہ ﷻ بھی اُنہیں خواہشوں کے راستہ پر بھٹکنے کے لئے کھلا چھوڑ دیتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الصف ۶۱، آیت :۵ میں فرمایا: فَلَمَّا زَاغُوٓا أَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ "جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا" تو بندہ پہلے خود بُرائی کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ ﷻ اسے بُرائی کے راستہ پر چھوڑ دیتا ہے اور ڈھیل دیتا ہے۔

۳: جسے اللہ ﷻ کی طرف سے ہدایت نہ ملے اس کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ۳: اُسے کوئی ہدایت نہیں دے پاتا اور نہ ہی اللہ ﷻ کے مقابلے میں دنیا اور آخرت میں ایسے لوگوں کا کوئی مدد گار ہو سکے گا۔

عملی پہلو: جب کوئی شخص سیدھی عقل کی بات نہ خود سوچے اور نہ کسی کے سمجھانے سے سمجھنے کے لئے تیار ہو تو پھر اس کی عقل پر اللہ ﷻ کی پھٹکار پڑ جاتی ہے اور اس کے بعد ہر وہ چیز جو کسی معقول آدمی کو حق بات تک پہنچنے میں مدد دے سکتی ہے، وہ اس ضدی جہالت پسند انسان کو مزید گمراہی میں مبتلا کرتی چلی جاتی ہے۔ یہی کیفیت ہے جسے "گمراہ" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے انسانوں کو کس بات کا حکم فرمایا ہے؟ ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے انسانوں کو تمام باطل نظریات سے منہ موڑ کر اسلام کی طرف متوجہ ہونے کا ذکر فرمایا۔

۲: اس آیت میں اسلام کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۲: یہ دین شرک سے بالکل علیحدہ اور یکسو ہے۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرت (طریقہ اسلام) پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (صحیح بخاری)

۳: فطرت کیا ہے؟ ۳: فطرت قبول حق کی اس صلاحیت اور طریقہ اسلام کی اساس و بنیاد کا نام ہے جس کے مطابق انسان کو پیدا کیا گیا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور یہ انسان کی رہنمائی دین اسلام کی طرف کرتی ہے۔ دین زندگی کے لئے ایک دستور کا نام ہے۔ جس اللہ ﷻ نے حیات بخشی ہے اسی نے اس حیات کے لئے دستور بھی عطا فرمایا۔ لہٰذا دستور اور حیات میں کوئی تصادم نہیں ہو سکتا بلکہ یہ دستور اس حیات کے تمام تقاضوں کے مطابق ہی ہو سکتا ہے۔

مفید لنک: فطرت کی مزید وضاحت اور تفصیلات کے لئے یہ لنک ملاحظہ فرمائیں: http://tinyurl.com/zqukdp9

علمی نکتہ: وہ الہامی حقیقتیں جن کے ساتھ اللہ ﷻ انسان پیدا فرماتا ہے۔ مثلاً ایک رب کی تلاش، اللہ ﷻ کا حاکم ومالک ہونا، محسن کے لئے احساس تشکر، دیانت وصداقت کو اچھا جاننا، رحمدلی اور حقوق کی پاسداری سب کے نزدیک اچھا ہے۔ اسی طرح کسی جان کو ستانا، ناموس میں عیب لگانا، لوٹ مار، جھوٹ، بدیانتی اور ظلم کو ہر کوئی برا جانتا ہے۔ یہ سب امور انسان کی فطرت میں شامل ہیں۔ اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اسی لئے وہ ان تمام فطری امور کے لئے رہنمائی عطا کرتا ہے۔ یہی وہ تعلیم ہے جو اللہ ﷻ نے انسانوں کے لئے پیغمبروں علیہم السلام کے ذریعہ عطا فرمائی ہے۔

۴: انسان کی فطرت کیسے دب جاتی ہے؟ ۴: انسان جب اس دنیا میں مادی اسباب اور عوامل کو اپنی زندگی میں مؤثر دیکھتا ہے تو ان ہی باتوں پر ہی اس کی توجہ مرکوز ہو جاتی ہے اور وہ اسباب وعوامل کے ایجاد کرنے والے خالق سے غافل ہو جاتا ہے اور خداشناسی والی فطرت جو اس کے اندر موجود ہوتی ہے۔ وہ ان عوامل کے نیچے دب کر رہ جاتی ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کبھی کبھی آگ خاکستروں کے نیچے دب جاتی ہے۔ پھر اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لئے ایک طوفانی ہوا کی محتاج رہتی ہے۔ حوادث ومشکلات کے طوفان اس لئے آتے ہیں تاکہ انسان کی توجہ کو مادی اسباب سے ہٹا کر پروردگارِ عالم کی طرف متوجہ کریں اور انسان کو متنبہ کریں کہ وہ اپنے حقیقی رب سے غافل نہ ہو۔ ۵: اکثر لوگ کس بارے میں نہیں جانتے؟ ۵: اکثر لوگ اسلام کی حقانیت کے بارے میں نہیں جانتے۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: اسلام پر چلنے والوں کی کیا مطلوبہ صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۱: i۔ انہیں اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیئے۔ ii۔ انہیں تقویٰ اختیار کرنا چاہیئے۔ iii۔ انہیں نماز قائم کرنی چاہیئے۔ iv۔ انہیں شرک ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرنا، اس کا تقویٰ اختیار کرنا اور خوفِ الٰہی رکھنا، یہ سب دل کے اعمال ہیں۔ سب کے سامنے اس کے اظہار کے لئے لازم ہے کہ نماز قائم کریں، کیونکہ وہ دین کا بنیادی ستون ہے اور اسلام کا ایسا شعار ہے جس سے کسی شخص کے مومن یا مشرک ہونے کا فیصلہ ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آدمی کے درمیان اور شرک وکفر کے درمیان ترکِ صلوٰۃ (کا فرق) ہے۔" (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۳۲: ۱: اس آیت میں مشرکین کا کیا جرم بیان کیا گیا ہے؟ ۱: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور پھر گروہ گروہ ہو گئے۔
۲: ایسے لوگوں کے ساتھ کیسے معاملات کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟ ۲: ایسے لوگوں کے ساتھ شامل ہونے سے منع کر دیا گیا ہے۔
۳: دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والوں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۳: ان میں سے ہر ایک اپنے باطل عقائد اور من گھڑت تصورات پر خوش ہے۔

عملی پہلو: مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی حال میں بھی مشرکین میں سے نہ بنیں جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ اللہ ﷻ کے عطا کردہ دینِ فطرت (دینِ اسلام) کو چھوڑ کر اپنی خواہشات اور خیالات کے مطابق خود ساختہ مذاہب ایجاد کر لیئے اور مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور پھر ہر گروہ یہ سوچ کر خوشی میں مگن رہنے لگا کہ اس کا مذہب سچا ہے اور دوسرا غلط اور باطل ہے۔ حالانکہ یہ سب لوگ گمراہی کے راستوں پر پڑے ہوئے تھے۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: اس آیت میں مشرکین کا کیا طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے؟ ۱: انہیں جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے مثلاً قحط یا بیماری تو اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اللہ ﷻ ہی کو پکارتے ہیں، اور جب اللہ ﷻ اپنی رحمت سے اُس تکلیف کو دور فرما دیتا ہے تو یہ پھر اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔

نوٹ: یہی مفہوم سورۃ العنکبوت ۲۹، آیات: ۶۵، ۶۶ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں ہر حال میں اللہ ﷻ کی فرماں برداری کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس نعمت کے انکار کرنے کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: مصیبت سے نکالنے کی نعمت، جس پر اللہ ﷻ کا شکر ادا کرنا چاہیئے تھا مگر یہ لوگ اس پر دوسروں کا شکر ادا کرتے ہیں۔

عملی پہلو: مشرکین اور نافرمان لوگ اللہ ﷻ کی عطا کردہ نعمتوں اور صلاحیتوں کو اللہ ﷻ کی نافرمانی میں استعمال کر کے عملی طور پر اس کی ناشکری کا ثبوت دیتے ہیں۔

۲: ایسے لوگوں کا کیا انجام ہونے والا ہے؟ ۲: ایسے لوگ دنیا میں کچھ مزے اُٹھالیں پھر آخرت میں وہ بُرے انجام سے دوچار ہوں گے۔

علمی و عملی پہلو: یہی انداز سورۃ التکاثُر میں بھی آیا ہے کہ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ تمہاری یہ زندگی چند روزہ ہے، اس محدود مہلت میں تم اپنی من مانیوں کے مزے اڑالو۔ بالآخر تم نے ہمارے پاس ہی آنا ہے اور وہ وقت دور بھی نہیں۔ چنانچہ بہت جلد اصل حقائق تم پر واضح ہو جائیں گے۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: کیا شرک کے لئے کوئی دلیل موجود ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے شرک کے لئے کوئی ایسی دلیل نازل نہیں کی جس سے (معاذ اللہ) یہ ثابت ہو کہ اللہ ﷻ کے ساتھ کوئی اور بھی باطل معبود موجود ہے۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: اس آیت میں مشرکین کا کیا طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے؟ ۱: جب اللہ ﷻ ان پر اپنی رحمت فرماتا ہے یعنی انہیں نعمتوں سے نوازتا ہے اور صحت عطا فرماتا ہے تو وہ اس پر اترانے لگتے ہیں اور جب ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ اللہ ﷻ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔

۲: اس آیت میں انسانوں پر مصیبت آنے کا کیا سبب بیان کیا گیا ہے؟ ۲: انسانوں کے اپنے بُرے افعال جو ان کے لئے مصیبت کا سبب بنتے ہیں۔

عملی پہلو: اہلِ ایمان عام لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں انہیں جب پریشانی لاحق ہوتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور جب اللہ ﷻ کی نعمت ملتی ہے تو نیک اعمال کی طرف مزید توجہ کرتے ہیں۔ یہی مفہوم سورۃ ہود ۱۱، آیت: ۱۱ میں بیان ہوا ہے۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مومن کا حال بھی عجیب ہے، اللہ ﷻ کا ہر فیصلہ اس کے حق میں بہتر ہی ہوتا ہے اور یہ مرتبہ مومن کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں اگر اسے خوشی ملتی ہے اور شکر ادا کرتا ہے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور صبر کرتا ہے تو بھی اس کے لئے بہتر ہے۔" (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۳۷: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی قدرت کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ جس کی چاہتا ہے روزی بڑھا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا رزق عطا فرماتا ہے۔

عملی پہلو: مومن نہ تو خوش حالی کو دائمی یا اپنی محنت کا نتیجہ سمجھتا ہے کہ پھول جائے اور نہ ہی مصیبت کو دائمی سمجھتا ہے کہ ناامید ہو جائے، بلکہ وہ ہر وقت خوف اور امید کے درمیان کی حالت میں رہتا ہے۔

۲: اس آیت میں کیسے لوگوں کے لئے اللہ ﷻ کی قدرت کی نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۲: اہلِ ایمان کے لئے اللہ ﷻ کی قدرت کی نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔

نوٹ: کافر ہر لمحے دنیا کے قانونِ تغیر کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ کوئی شخص ہمیشہ ایک حال پر نہیں رہتا، اس کے باوجود وہ اس طرح خوشی پر مغرور اور مصیبت میں ناامید ہوتے ہیں جیسے یہ حالت ہمیشہ ہی رہے گی۔ ان تمام چیزوں میں ایمان والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں، کیونکہ ان سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: اس آیت میں حقوق اللہ کے بعد کن کے حقوق کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: حقوق العباد کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی رضا حاصل کرنے کا کیا طریقہ بیان فرمایا گیا ہے؟ ۲: رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرنا۔

۳: رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حق سے کیا مراد ہے؟ ۳: اللہ ﷻ نے ہمارے مال پر مستحقین کا حق رکھا ہے جو ہمیں ان تک پہنچانا چاہیے۔

۴: حقوق العباد ادا کرنے والوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۴: یہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

علمی نکتہ: پچھلی آیت میں رزق کی کشادگی اور تنگی کا ذکر ہوا ہے۔ اب ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ ﷻ جسے رزق کی کشادگی سے نوازے اس کا فرض بنتا ہے کہ اللہ ﷻ کے دیئے ہوئے مال میں سے لوگوں پر خرچ کرے یہ اس کا غریبوں پر احسان نہیں بلکہ یہ غریبوں کا حق اور ادا کرنے والوں پر فرض ہے۔

عملی پہلو: مال اللہ ﷻ کی رضا اور اس کے حکم کے مطابق خرچ ہونا چاہیے۔ یقیناً یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو کسی پر احسان جتلانے یا نمود و نمائش کے لئے خرچ نہیں کرتے بلکہ محض اللہ ﷻ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ فلاح پائیں گے۔ دنیا میں ان کے لئے غریبوں کی دعائیں اور اللہ ﷻ کی رحمت ہے۔ اس سے مال میں برکت اور معاشرہ میں اخوت و ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور آخرت میں جنت عطا ہوگی۔ ان شاءاللہ

نوٹ: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیوہ اور مسکین کے ساتھ تعاون کرنے والا اللہ ﷻ کی راہ میں مجاہد کی طرح ہے یا رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۳۹: ۱: اس آیت میں کس قسم کے مالوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں دو قسم کے مالوں کا ذکر ہے۔ i۔ سود میں دیا گیا مال۔ ii۔ اللہ ﷻ کی راہ میں دیا گیا مال یعنی زکوٰۃ۔ ۲: سود یا رِبا کسے کہتے ہیں؟ ۲: حدیثِ مبارک میں ہے کہ "قرض پر لیا ہوا اضافہ رِبا (سود) ہے"۔ (جامع الصغیر)

۳: زکوٰۃ کسے کہتے ہیں؟ ۳: زکوٰۃ ایک عبادت ہے جو ہر سال ایک صاحبِ نصاب کو اپنے ضرورت سے زائد مال کا اندازہ کر کے ڈھائی فیصد کے حساب سے اللہ ﷻ کی راہ میں نکالنی ہوتی ہے۔ ۴: اس آیت میں سود اور زکوٰۃ کے درمیان کیا موازنہ کیا گیا ہے؟ ۴: سود دلینے سے بظاہر مال بڑھتا ہے لیکن اللہ ﷻ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا جبکہ زکوٰۃ دینے سے بظاہر مال گھٹتا ہے مگر اللہ ﷻ کے نزدیک وہ بڑھتا ہے۔

۵: زکوٰۃ کی قبولیت کا کیا طریقہ بیان فرمایا گیا ہے؟ ۵: اللہ ﷻ کو راضی کرنے کی نیت اور ارادے کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنا۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ کی راہ میں زکوٰۃ دینا بہت بڑی عبادت ہے اور یہ مال کو پاک کرنے اور اس میں برکت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ ﷻ پاک ہے اور صرف پاک مال قبول فرماتا ہے"۔ (صحیح بخاری) آپ ﷺ نے مزید فرمایا (جس کا مفہوم ہے) جب کوئی اللہ ﷻ کی راہ میں ایک کھجور خرچ کرتا ہے تو اللہ ﷻ اُسے بڑھاتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے (یعنی اس کا اجر و ثواب اتنا بڑھ جاتا ہے) جبکہ سود لینا ایک بہت بڑا گناہ ہے اور سود لینے والے، دینے والے، اس کا حساب کتاب کرنے والے سب پر اللہ ﷻ کی طرف سے لعنت ہے۔ (صحیح مسلم) نبی کریم ﷺ نے فرمایا "سود کے ستر حصے ہیں ان میں سے سب سے ہلکا ایسے ہے جیسے کوئی اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے"۔ (سنن ابن ماجہ) اس لئے ہمیں سود سے بچنا چاہیے۔

علمی نکتہ: دراصل اپنے مستقبل کے لئے بچت کرنا انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ پھر ہر شخص نہ صرف اپنی بچت کو سنبھال کر رکھنا چاہتا ہے بلکہ اس کی یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بچائی ہوئی رقم وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی بھی رہے۔ قرآنِ حکیم اس بچت کو "العَفْو" یعنی قدرِ زائد (Surplus Value) قرار دے کر اسے انفاق فی سبیل اللہ کی مد میں اللہ ﷻ کے بینک میں جمع کرانے کی ترغیب دیتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اور آپ (ﷺ) سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ آپ (ﷺ) فرما دیجیے: جو ضرورت سے زائد ہے (خرچ کردو)۔" (سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۲۱۹) انفاق فی سبیل اللہ کی مد میں ایسے مال سے محتاجوں اور ناداروں کی مدد بھی کی جاسکتی ہے اور اسے اللہ ﷻ کے دین کی سربلندی کے لئے بھی کام میں لایا جاسکتا ہے۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کے کن افعال کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: i۔ اللہ ﷻ ہی نے ہم سب کو پیدا فرمایا۔ ii۔ اللہ ﷻ ہی نے ہمیں رزق عطا فرمایا۔ iii۔ اللہ ﷻ ہی ہمیں موت دے گا۔ iv۔ اور اللہ ﷻ ہی ہمیں دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کے یہ چار افعال کیوں بیان فرمائے گئے؟ ۲: توحید کی عقلی دلیل کے لئے کہ انسان کے من گھڑت معبود ان کاموں میں سے کوئی بھی نہیں کرسکتے۔ ۳: اس آیت سے اللہ ﷻ کے الٰہ ہونے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ ہر قسم کے شرک سے پاک اور نہایت بُلند اور بالا ہے۔

علمی نکتہ: دراصل مشرکینِ مکہ خود ہی یہ تسلیم کرتے تھے کہ ان کا خالق اللہ ﷻ ہے اور زندگی و موت کا اختیار بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ لات و منات وغیرہ کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ اللہ ﷻ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے۔ (سورۃ یونس ۱۰، آیت: ۱۸) ان کی سفارش سے آخرت میں وہ چھوٹ جائیں گے۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: فساد کے کیا معنی ہیں؟ ۱: کسی چیز کے حدِ اعتدال سے تجاوز کرنے کو فساد کہتے ہیں۔

ربط کلام: سابقہ آیات میں صدقہ کرنے کا حکم دینے کے ساتھ سود خوری اور اللہ ﷻ کے ساتھ شرک کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ اب ان کے وبال و نحوست کی وجہ سے دنیا میں پیدا ہونے والے نقصانات سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔

۲: بحر و بر میں فساد ہونے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۲: لوگوں کے کفر و شرک اور گناہوں کی وجہ سے بحر و بر میں فساد برپا ہوتا ہے۔

علمی نکتہ: بحر و بر میں فساد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دنیا کے ہر حصّے اور ہر خطے میں فساد پھیل جاتا ہے اور زندگی کا کوئی بھی شعبہ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، اس کا تعلق اعتقادی امور سے ہو، یا عملی نظام سے، وہ اس فساد اور خرابی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

۳: بحر و بر میں فساد ظاہر ہونے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کی طرف سے لوگوں کو ان کے بعض بُرے اعمال کی سزا دی جاتی ہے۔

۴: اس آیت میں لوگوں کو دنیا میں ان کے بُرے اعمال کی سزا دینے کی کیا حکمت بیان کی گئی ہے؟ ۴: تاکہ لوگ اپنے بُرے اعمال سے باز آئیں اور اللہ ﷻ کی طرف رجوع کریں۔ جیسا کہ سورۃ السّجدہ ۳۲، آیت: ۲۱ میں بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ "اور ہم (اس) بڑے عذاب سے پہلے انہیں چھوٹے عذاب ضرور چکھائیں گے تاکہ یہ لوگ باز آئیں۔"

علمی و عملی نکتہ: بُرے اعمال اور گناہوں کی وجہ سے جو مصیبت و آفت دنیا میں بھیجی جاتی ہے وہ بھی اللہ ﷻ کی رحمت و عنایت ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ مقصود اس دنیا کی مصیبت سے یہ ہوتا ہے کہ غافل انسان کو تنبیہ ہو جائے اور وہ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں سے باز آجائے جو انجام کار اس کے لئے مفید اور بڑی نعمت ہے۔

عملی پہلو: دنیا کی بڑی بڑی آفتیں اور مصیبتیں انسانوں کے گناہوں کے سبب سے آتی ہیں۔ اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ جو انسان کوئی گناہ کرتا ہے وہ ساری دنیا کے انسانوں چوپایوں اور چرند و پرند پر ظلم کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے گناہوں کے وبال سے جو بارش کا قحط اور دوسرے مصائب دنیا میں آتے ہیں اس سے سب ہی جان دار متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے قیامت کے روز یہ سب بھی گناہگار انسان کے خلاف دعویٰ کریں گے۔ لہٰذا ہمیں گناہ سرزد ہونے پر فوراً اللہ ﷻ سے معافی مانگنی چاہیئے اور اس کی بارگاہ میں رجوع کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: زمین پر سیر کرنے کا حکم کس حکمت کے تحت دیا گیا ہے؟ ۱: تاکہ اللہ ﷻ کی نافرمان قوموں کے کھنڈرات دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کریں۔

۲: سابقہ نافرمان قوموں کا کیا جُرم بیان کیا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا۔

نوٹ: "نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ﷻ نے یہ فرمایا ہے کہ آدم کا بیٹا مجھے بُرا بھلا کہتا ہے اور یہ اس کے لئے لائق نہیں۔ وہ میری تکذیب کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے لائق نہیں۔ اس کا مجھے بُرا بھلا کہنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے اولاد بنا رکھی ہے اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کیا جائے گا جس طرح مجھے پہلی بار پیدا کیا گیا ہے۔" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۴۳: ۱: شرک کا بیان کرنے کے بعد انسانوں سے کیا مطالبہ کیا گیا ہے؟ ۱: کہ ہم اپنا رُخ اسلام کی طرف کر لیں۔ ۲: اس آیت میں اسلام کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: نہایت سیدھا اور سچا دین۔ ۳: انسانوں کو کس دن سے خبردار کیا گیا ہے؟ ۳: قیامت کے دن سے۔

۴: قیامت کے دن کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۴: قیامت ٹل نہیں سکتی۔

۵: اس آیت میں قیامت کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۵: اُس دن مومن اور کافر الگ الگ کر دیئے جائیں گے۔ یعنی اس دن تمام نسل انسانی اپنے اپنے اعتقادات اور اعمال کے اعتبار سے مختلف گروہوں میں بٹ جائے گی۔

علمی نکتہ: جس طرح قیامت کسی کے ٹالنے سے ٹل نہیں سکتی اسی طرح مخالفوں کی مخالفت کے باوجود دین اسلام قیامت تک قائم رہے گا۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: دنیا میں انسان جو اعمال کماتا ہے ان کی کیا حقیقت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: کافروں کے کفر کا وبال انہی پر ہوگا اور نیک لوگ اللہ ﷻ کی رضا کی خاطر ایمان اور نیک اعمال کی محنت کر رہے ہیں تو وہ اپنے لئے جنت کا سامان تیار کر رہے ہیں۔

آیت نمبر ۴۵: ا: قیامت قائم کرنے کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ا: تا کہ اللہ ﷻ صاحب ایمان، نیک اعمال کرنے والوں کو ان کا بدلہ دے اور کافروں اور ایمان سے دور رہنے والوں کو ان کی بُرائیوں کی سزا دے۔ ۲: اللہ ﷻ کیسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے؟ ۲: ایمان لانے والے نیک اعمال کرنے والوں کو۔

۳: اللہ ﷻ کیسے لوگوں کو پسند نہیں فرماتا؟ ۳: کافروں کو۔ ۴: "اللہ ﷻ نیک لوگوں کو اپنے فضل سے جنت عطا فرمائے گا" اس سے کیا مراد ہے؟

۴: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں نہ لے جائے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ کے اعمال بھی، فرمایا ہاں میرے اعمال بھی مجھے جنت میں نہ لے جائیں گے مگر یہ کہ اللہ ﷻ مجھے اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۴۶: ا: قدرتِ باریٔ تعالیٰ کی آفاقی نشانیوں میں سے کس نشانی کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ا: قدرتِ باریٔ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی "ہوا" کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ۲: اس آیت میں ہوا کے کیا فوائد بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۲: **اس آیت میں ہوا کے پانچ فوائد بیان فرمائے گئے ہیں:**

i۔ وہ انسانوں کو اللہ ﷻ کی رحمت کی خوشخبری دینے والی ہے۔ ii۔ ہوا بادلوں کو کھینچ لاتی ہے جو بارش اور رحمت کا باعث بنتے ہیں۔ iii۔ ان ہواؤں سے اللہ ﷻ کے حکم سے کشتیاں چلتی ہیں۔ iv۔ کشتیاں چلانے کا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے ذریعے لوگ اللہ ﷻ کا فضل یعنی روزی تلاش کریں۔ v۔ آخری فائدہ یہ ہے کہ انسان ہوا کے فوائد پا کر اللہ ﷻ کا شکر ادا کر سکے اور جو شخص شکر کرتا ہے اللہ ﷻ اسے مزید نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

نوٹ: ہوا کے فوائد کا ذکر قرآن حکیم کے دیگر مقامات سورۃ الاعراف، آیات: ۵۷، ۵۸ سورۃ الفرقان ۲۵، آیات: ۴۸ تا ۵۰، سورۃ الشوریٰ ۴۲، آیات: ۳۲، ۳۳ میں بھی آیا ہے وہاں بھی تفصیلات ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

آیت نمبر ۴۷: ا: پچھلی قوموں کو ہدایت دینے کے لئے اللہ ﷻ نے کیا انتظام فرمایا تھا؟ ا: اللہ ﷻ نے ان کے پاس کئی رسول بھیجے جو ان کے پاس روشن دلیل لے کر آئے۔ ۲: روشن دلیل سے کیا مراد ہے؟ ۲: معجزات اور اللہ ﷻ کی طرف سے کتاب اور احکامات وغیرہ۔

۳: رسولوں اور روشن دلیلوں کا انکار کرنے والوں کا کیا انجام ہوا؟ ۳: اللہ ﷻ نے ان لوگوں سے ان کی نافرمانیوں پر بدلہ لیا، انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

عملی پہلو: نبی کریم ﷺ اور ان پر ایمان لانے والے مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفار و مشرکین کے جھٹلانے کی روش سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہر نبی علیہ السلام کے ساتھ اس کی قوم نے یہی معاملہ کیا ہے۔ نیز کفار کو تنبیہ ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کا حشر بھی وہی ہوگا جو گذشتہ قوموں کا ہو چکا ہے۔ کیونکہ اللہ ﷻ کی مدد تو بالآخر مومنوں ہی کو حاصل ہو گی، جس میں پیغمبر اور اس پر ایمان لانے والے سب شامل ہیں۔

۴: رسولوں کی دعوت قبول کرنے والوں کا اللہ ﷻ پر کیا حق بیان فرمایا گیا ہے؟ ۴: اللہ ﷻ نے ایسے لوگوں کی مدد کرنا اپنے آپ پر لازم فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۴۸: ا: اس آیت میں قدرتِ باریٔ تعالیٰ کی کس آفاقی نشانی کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ا: ہوائیں جو بارش کا ذریعہ بنتی ہیں۔

۲: اس آیت میں بارش برسنے کا کیا نظام بیان فرمایا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کے حکم سے ہوائیں بارشوں سے بھرے بادلوں کو اٹھا لاتی ہیں، پھر اللہ ﷻ ان بادلوں کو آسمانوں پر پھیلا دیتا ہے اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر جہاں اللہ ﷻ چاہتا ہے تو وہ بادل وہاں بارش برسا دیتا ہے۔

مفید لنک: بادلوں کی قسموں اور بارش کے نظام کے طریقہ کار کی وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل لنکس دیکھے جا سکتے ہیں:

http://tinyurl.com/zsjd88t اور http://tinyurl.com/jsv72gk

۳: بارش کن لوگوں پر برستی ہے؟ ۳: بارش اللہ ﷻ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور جس پر اللہ ﷻ چاہتا ہے بارش برساتا ہے اور وہ بارش سے خوش حال اور خوش باش ہو جاتے ہیں۔

آیت نمبر ۴۹: ا: خشک سالی کی وجہ سے انسان کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ا: انسان اللہ ﷻ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے۔

۲: اس آیت میں انسانوں کو کیا درس دیا گیا ہے؟ ۲: انسانوں کو اللہ ﷻ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے اور اللہ ﷻ سے دعا کرنی چاہیئے۔

عملی پہلو: انسان کا حال بھی عجیب ہے۔ ذرا دیر میں ناامید ہو کر بیٹھ جاتا ہے پھر ذرا سی دیر میں خوشی سے کھل پڑتا ہے۔ یہ سمجھانا مقصود ہے کہ حالات کے تابع ہمیشہ انسانوں کی تدبیریں ہوتی ہیں۔ وہ حالات کے نشیب و فراز کو دیکھتے ہوئے کسی بات کی امید پیدا کرتے ہیں، لیکن اللہ ﷻ کے ہاں ایسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ کوئی بڑی سے بڑی تدبیر بھی اللہ ﷻ کی تدبیر اور قدرت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس لئے جو مسلمان آج حالات کے دباؤ کے باعث تائید و نصرت کے حوالے سے مایوسی کا شکار ہو رہے ہیں یا انہیں اللہ ﷻ کی نصرت بہت دور دکھائی دیتی ہے وہ جان لیں کہ وہ وقت دور نہیں جب اللہ ﷻ کی تائید و نصرت بارانِ رحمت کی طرح برسے گی تو مسلمان اس دن خوب خوش ہو جائیں گے۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: زمین پر بارش برسنے کا کیا نتیجہ بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: جب زمین پر بارش برستی ہے تو گویا مُردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے، سبزہ اُگ آتا ہے اور فصلیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ۲: اس آیت میں موت کے بعد دوبارہ زندگی کو کس مثال کے ذریعہ دلیل دے کر واضح فرمایا گیا ہے؟ ۲: جس طرح اللہ ﷻ بارش برسا کر مُردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے اسی طرح اللہ ﷻ انسانوں کو ان کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

۳: اللہ ﷻ کی کس صفت کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کی صفتِ قدرت کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے کہ اللہ ﷻ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور وہ انسانوں کو ان کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

عملی پہلو: یہاں جس انداز سے نبوت اور بارش کا ذکر یکے بعد دیگرے کیا گیا ہے اس میں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جیسے بارش کی آمد انسان کی مادی زندگی کے لئے رحمت ثابت ہوتی ہے اسی طرح آسمانی وحی کا نزول اور پیغمبروں علیہم السلام کی تشریف آوری، اخلاق و روحانیت کی اجڑی ہوئی دنیا کے لئے زندگی اور رحمت کا سبب ہے۔

آیت نمبر ۵۱: ۱: کیا ہوائیں ہمیشہ انسانوں کے لئے رحمت اور بارش کا ذریعہ بنتی ہیں؟ ۱: نہیں! اگر اللہ ﷻ کا حکم ہو تو اللہ ﷻ ایسی خشک ہوائیں بھیجتا ہے جو لہلہاتے کھیتوں کو جلا کر زرد کر دیتی ہیں اور انسانوں کے لئے نقصان کا باعث بنتی ہیں۔ ۲: چیزوں میں تاثیر کس کے حکم سے ہوتی ہے؟ ۲: ہر چیز میں تاثیر اللہ ﷻ کے حکم سے آتی ہے۔ اللہ ﷻ کے حکم پر بارش بعض لوگوں کے لئے رحمت اور نعمت کا باعث بنتی ہیں جبکہ دوسروں کے لئے عذاب اور بربادی کا سبب بن جاتی ہیں۔ ۳: کھیتوں کو تیز ہوا کے ذریعے تباہ و برباد دیکھ کر اکثر لوگوں کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ ۳: وہ اللہ ﷻ کی ناشکری کرتے ہیں اور اس کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔

عملی پہلو: اس آیت میں کافر اور دنیادار مسلمان کا حال بیان ہوا ہے کہ جب اس پر اللہ ﷻ کی رحمت نازل ہوتی ہے تو اس وقت وہ خوش تو بہت ہوتا ہے مگر اللہ ﷻ کا شکر پھر بھی ادا نہیں کرتا اور جب کوئی نعمت چھنتی ہے تو اس وقت اسے اللہ ﷻ یاد تو آتا ہے مگر صبر و شکر کے لئے نہیں، بلکہ کفر اور ناشکری کے کلمات کے لئے کہ اللہ ﷻ نے ہم پر یہ کیسی مصیبت ڈال دی ہے، ہم نے کبھی خوشی دیکھی ہی نہیں، ہم تو ہمیشہ اللہ ﷻ کی طرف سے آزمائش میں ہی رہے وغیرہ۔ (معاذ اللہ)

علمی نکتہ: البتہ اہلِ ایمان کا حال ان سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ ہر حال میں اللہ ﷻ کے شکر گزار رہتے ہیں، ہر مشکل اور پریشانی میں اللہ ﷻ کی طرف سے کوئی حکمت اور کوئی مصلحت سمجھتے ہیں اور ہر مرحلے پر صبر و شکر کا دامن تھامے رکھتے ہیں۔

آیت نمبر ۵۲: ۱: کفار کو کس سے تشبیہ دی گئی ہے؟ ۱: کفار کو مُردوں اور بہروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۲: اس آیت میں آپ ﷺ کو کیا تسلی دی گئی ہے؟ ۲: آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ کفار مُردوں کی مانند ہیں جو آپ ﷺ کی وعظ و نصیحت نہیں سن سکتے، یا یہ ایسے بہروں کی مانند ہیں جو آپ ﷺ کی پکار سنتے ہی نہیں اور پیٹھ موڑ کر چل دیتے ہیں گویا ان کا ایمان نہ لانا آپ ﷺ کی دعوت میں کسی کمی کا سبب نہیں ہے بلکہ یہ ان کے حق کے قبول سے دوری کا نتیجہ ہے۔

آیت نمبر ۵۳: ۱: اس آیت میں کفار کو کن سے تشبیہ دی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں کفار کو اندھوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۲: یہاں کفار کو اندھوں سے کیوں تشبیہ دی گئی ہے؟ ۲: کیونکہ وہ عقل کے اندھے ہیں جو گمراہی سے ہدایت کی طرف نکلنا نہیں چاہتے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ مستقل مزاجی نہیں رکھتے۔ آج کچھ اور کل کچھ ہیں۔ ذراسی دیر میں مایوس اور ذراسی دیر میں مغرور ہوتے ہیں۔ اللہ ﷻ کی بے شمار نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی ان کے دل اللہ ﷻ کی توحید کا اقرار نہیں کرتے۔ گویا وہ روحانی و عقلی اعتبار سے زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں، سننے والے نہیں بلکہ بہرے ہیں، دیکھنے والے نہیں بلکہ اندھے ہیں۔ ایسے مُردوں، بہروں اور اندھوں کو آپ ﷺ کی نصیحت فائدہ نہیں دے گی۔ ۳: آپ ﷺ کی دعوتِ حق کو سُننے والوں کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۳: وہ اللہ ﷻ کی آیات پر ایمان لانے والے ہیں اور اللہ ﷻ کی فرماں برداری اختیار کرنے والے ہیں۔

آیت نمبر ۵۴: ۱: اس آیت میں انسانی زندگی کے کیا مراحل بیان کیئے گئے ہیں؟ ۱: انسان جب پیدا ہوتا ہے تو ایک کمزور بچہ ہوتا ہے۔ پھر اللہ ﷻ اسے جوانی، طاقت اور توانائی عطا فرماتا ہے۔ پھر اس توانائی کے بعد اللہ ﷻ کمزوری اور بُڑھاپے کی طرف لے جاتا ہے گویا انسانی زندگی کے مراحل بچپن، جوانی اور بُڑھاپا ہیں۔

علمی و عملی نکتہ: قوت و ضعف کا یہ سب اتار چڑھاؤ اللہ ﷻ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس طرح چاہے کسی چیز کو بنائے اور قوت و ضعف کے مختلف ادوار میں گزارے۔ اس آیت میں اُس وقت کے اور موجودہ کفار کو یہ اشارہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح اللہ ﷻ نے تم کو کمزوری کے بعد قوت دی، مسلمانوں کو بھی ضعف کے بعد قوت عطا کرے گا اور جو دین بظاہر اس وقت کمزور نظر آتا ہے کچھ عرصہ بعد زور پکڑے گا اور اپنے شباب و عروج کو پہنچے گا۔ اس کے بعد پھر ہو سکتا ہے کہ حسب مصلحت ایک زمانہ مسلمانوں کے ضعف کا آئے۔ اس لئے یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ ﷻ ہر وقت ضعف کو قوت سے تبدیل کر سکتا ہے۔

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی تین صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ i۔ اللہ ﷻ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ ii۔ وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ iii۔ وہ کمال قدرت رکھنے والا ہے۔

عملی پہلو: انسان کی زندگی انتہائی مختصر ہے، بچپن معصومیت میں گزر جاتا ہے، جوانی میں انسان سمجھتا ہے کہ وہ ہمیشہ جوان رہے گا مگر جوانی بھی بہت جلد گزر جاتی ہے اور پھر انسان بُڑھاپے اور موت کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ ہمیں اس مختصر سی زندگی کو بامقصد طور پر بسر کر کے اصل زندگی آخرت کی تیاری کرنی چاہیئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن انسان کے قدم (اپنی جگہ سے) ہٹ نہ سکیں گے یہاں تک کہ اس سے پانچ باتوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے۔ i۔ عمر کن کاموں میں گزاری؟ ii۔ جوانی کہاں صَرف کی؟ iii۔ مال کہاں سے کمایا؟ iv۔ مال کہاں خرچ کیا؟ v۔ جو کچھ علم حاصل کیا اس پر کتنا عمل کیا؟ (جامع ترمذی) اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں آپ ﷺ نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں پر مُقدّم رکھنے کی نصیحت فرمائی۔ زندگی کو موت سے پہلے، جوانی کو بُڑھاپے سے پہلے، فرصت کو مشغولیت سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے اور خوشحالی کو تنگ دستی سے پہلے۔ (جامع ترمذی)

عملی پہلو: انسان کو چاہیئے کہ وہ یاد رکھے کہ اللہ ﷻ ہر چیز پر مکمل اختیار رکھتا ہے۔ جس طرح انسان کی زندگی کے مختلف مراحل اللہ ﷻ کے قبضے میں ہیں اسی طرح وہ انسان کو اس کی نافرمانی پر پکڑنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

آیت نمبر ۵۵: ۱: قیامت کے دن مُجرموں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۱: قیامت کے دن مُجرم قسمیں کھا کر کہیں گے کہ وہ دنیا میں یا قبر یعنی عالم برزخ میں گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔ ۲: مجرم دنیا یا قبر میں ٹھہرنے کے حوالے سے اتنا غلط اندازہ کیوں لگائیں گے؟ ۲: کیونکہ ان کی زندگی دنیا میں عیش و آرام سے گزری تھی اور اب شدید مصائب سامنے آئے ہیں تو جیسے انسان کی طبعی عادت ہے کہ راحت کے زمانے کو بہت مختصر سمجھا کرتا ہے اس لئے وہ قسمیں کھائیں گے کہ دنیا میں تو ہمارا قیام بہت ہی مختصر ایک گھڑی کا تھا۔ قبر کے حوالے سے مطلب یہ ہو کہ وہ تو سمجھتے تھے کہ قبر یعنی عالم برزخ میں قیام بہت طویل ہو گا اور قیامت بہت زمانہ کے بعد آئے گی، مگر معاملہ اس کے برعکس ہو گیا کہ وہ برزخ میں تھوڑے ہی دیر ٹھہرنے پائے تھے کہ قیامت آگئی اور یہ راحت کی چیز تو تھی نہیں مصیبت ہی مصیبت تھی اور انسانی فطرت یہ ہے کہ مصیبت آنے کے وقت پچھلی راحت کے زمانے کو بہت مختصر سمجھنے لگتا ہے اور کافروں کو اگرچہ

قبر و برزخ میں بھی عذاب ہو گا مگر قیامت کے عذاب کے مقابلہ میں وہ بھی راحت محسوس ہونے لگے گا اور اس زمانے کو مختصر سمجھ کر قسم کھائیں گے کہ قبر میں ہمارا قیام بہت مختصر ایک گھڑی کا تھا۔

۳: مُجرموں کے دنیا میں غلط اندازہ لگانے سے کیا مراد ہے؟ ۳: جس طرح وہ قیامت کے دن جھوٹ بولیں گے کہ ہم دنیا میں گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ دنیا میں جھوٹے اور غلط اندازے لگا رہے ہیں کہ قیامت نہیں ہو گی۔

آیت نمبر ۵۶: ۱: قیامت کے دن حق بات کہنے والوں کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۱: وہ صاحب علم اور صاحب ایمان ہوں گے۔

۲: صاحبِ علم اور صاحبِ ایمان سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۲: صاحبِ علم اور صاحب ایمان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی عقل اس دنیا میں سیدھی رہی اور ان کو اللہ ﷻ کی آیات کا علم اور آخرت کا ایمان نصیب ہوا۔ وہ ان لوگوں کی اس بدحواسی پر ٹوکیں گے کہ تمہارا یہ اندازہ بالکل غلط ہے۔ اللہ ﷻ کی کتاب کے مطابق تو تم قیامت تک رہے ہو اور آج یہ قیامت کا دن تمہارے سامنے ہے لیکن تم اس کو جانتے نہیں رہے ہو۔

۳: کتاب اللہ سے کیا مراد ہے؟ ۳: کتاب اللہ سے مراد اللہ ﷻ کا علم اور لوحِ محفوظ اور وہ دفتر ہے جس میں ساری باتیں درج ہیں۔

عملی پہلو: جو لوگ اپنی زندگی کی قدر و قیمت پہچانتے ہیں اور اس کو آخرت کے نصب العین کے تحت گزارتے ہیں ان پر روزِ حشر کوئی بدحواسی نہیں طاری ہو گی بلکہ وہ یہ محسوس کریں گے کہ زندگی کا جو سفر انہوں نے شروع کیا تھا اللہ ﷻ کے مقرر کیئے ہوئے نظام، وقت اور وعدے کے مطابق اس سفر کی آخری منزل پر وہ پہنچ گئے ہیں۔

۴: مُجرموں کے جھوٹ بولنے پر اہل علم و ایمان کیا جواب دیں گے؟ ۴: وہ کہیں گے تم اللہ ﷻ کی کتاب یعنی لوح محفوظ میں مقرر کی ہوئی عمر گزار کر آخرت تک پہنچے ہو۔

۵: اس آیت میں مُجرموں کی غفلت کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۵: مُجرم لوگ دنیا میں قیامت یعنی دوبارہ اُٹھائے جانے والے دن کو حق نہیں جانتے تھے۔

آیت نمبر ۵۷: ۱: روزِ قیامت ظالموں کی کیفیت کو کس طرح بیان کیا گیا ہے؟ ۱: قیامت کے دن ظالم نہ تو معذرت کر کے اپنی جان بچا سکیں گے اور نہ ہی ان کو توبہ کا موقع دیا جائے گا۔

عملی پہلو: جن لوگوں نے دنیا میں گناہ کی زندگی بسر کی اور ساری عمر ظلم و زیادتی کا رویہ اپنائے رکھا، قیامت کے دن ان کا معذرت کرنا، بہانے بنانا اور معافیاں مانگنا کام نہیں آئے گا۔ دنیا میں ہر شخص کے لئے موت کے آثار ظاہر ہونے تک توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے اور جو لوگ اپنی دنیوی زندگی میں اس موقع سے فائدہ نہ اٹھائیں، قیامت کے دن انہیں یہ موقع فراہم نہیں کیا جائے گا۔

آیت نمبر ۵۸: ۱: اس آیت میں قرآنِ حکیم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں قرآنِ حکیم کی جامعیت بیان فرمائی گئی ہے کہ قرآنِ حکیم میں نیک اور بد، کامیاب اور ناکام غرض اللہ ﷻ نے ہر شخص کی مثال بیان فرما دی ہے۔ ۲: اللہ ﷻ نے ہر قسم کی مثال کیوں بیان فرمائی؟ ۲: تاکہ لوگ انہیں سمجھ کر آخرت کی کامیابی حاصل کر سکیں اور اللہ ﷻ کے عذاب سے بچ سکیں۔ ۳: اس آیت میں کفار کی اسلام دشمنی کا کیسے ذکر کیا گیا ہے؟

۳: آپ ﷺ اگر ان کے مطالبے پر معجزہ بھی دکھا دیں تب بھی وہ ایمان لانے والے نہیں اور وہ آپ ﷺ اور اسلام کا انکار کرنے والے اور انہیں باطل کہنے والے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بڑی سے بڑی نشانی اور واضح سے واضح دلیل بھی اگر وہ دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

آیت نمبر ۵۹: ۱: کفار اور مشرکین کی اسلام دشمنی کا کیا نتیجہ بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور وہ حق بات کو نہیں جان پاتے۔

۲: کفار اور مشرکین کے دلوں پر مہر کیوں لگا دی جاتی ہے؟ ۲: جب کفار اور مشرکین کفر اور سرکشی میں آخری حد کو پہنچ جاتے ہیں اور وہ حق بات کے واضح ہونے کے باوجود اس کے انکار پر ڈٹے رہتے ہیں اور حق کی طرف پلٹنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تو اللہ ﷻ کی طرف سے ان کے دلوں پر مہر لگنے کا مقصد یہ ہو گا کہ اب اس کے بعد حق کی طرف واپسی کے تمام راستے ان کے لئے روک دیئے گئے ہیں۔

آیت نمبر ۶۰: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا خصوصی نصیحتیں فرمائیں؟ ۱: آپ ﷺ کو حکم فرمایا گیا کہ: i۔ آپ ﷺ کفار کے ظلم و ستم اور تکذیب پر صبر کریں۔ ii۔ آپ ﷺ سے اللہ ﷻ نے جو وعدہ کیا وہ سچا ہے، اور وہ پورا ہو کر رہے گا۔ iii۔ ایمان نہ لانے والے کفار کہیں آپ ﷺ کو حق کی دعوت سے ہٹا نہ دیں یعنی آپ ﷺ کو کمزور اور ہلکا نہ بنا دیں۔

علمی نکتہ: آیتِ کریمہ میں خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن آپ ﷺ کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر قیامت تک آپ ﷺ کی امت کو مخاطب کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ تو صبر و استقامت میں بے مثال تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کی پیروی اور صبر استقامت کا رہتی دنیا کے لئے بے مثال نمونہ پیش کیا۔

عملی پہلو: اب یہ حکم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قیامت تک آنے والوں لوگوں کے لئے ہے کہ حق و باطل کی کشمکش ہو، یا فتنوں کا طوفان کبھی ان کے سامنے کمزوری کا اظہار نہ ہونے دیں۔ چاہے بظاہر اہلِ کفر کتنے ہی طاقت ور کیوں نہ ہوں۔ دینِ حق پر ثابت قدمی اور مستقل مزاجی اہلِ حق کا شیوہ ہونا چاہیے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ ﷻ نے اپنے راستے پر چلنے والوں کو کامیابی و کامرانی کی نوید دی ہے اور ہمیشہ غالب رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا۔

۲: اہلِ ایمان کو کفار و مشرکین کے بارے میں کس بات سے متنبہ کیا گیا ہے؟ ۲: اہلِ ایمان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ یہ کفار و مشرکین اہلِ ایمان کے یقین کو (معاذ اللہ) برباد کرنے کا ارادہ رکھنے والے وہ بدنصیب لوگ ہیں جو خود بے یقینی کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہم و گمان کے اندھیروں میں عرصہ دراز سے بھٹک رہے ہیں۔ اگر نورِ ایمان سے منور لوگ ایسے بدنصیبوں کی پیروی کریں تو اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا۔ اس لئے آپ ﷺ کے ذریعے مومنوں کو خوب آگاہ کیا گیا کہ ان کے جھانسے میں نہ آئیں۔ وہ خود تو ڈوب رہے ہیں اپنے ساتھ اہلِ ایمان کو بھی ڈبونا چاہتے ہیں۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) سورۃ الروم کے پہلے رکوع میں کس کی شکست کا ذکر ہے؟
(الف) مشرکینِ مکہ کی (ب) ایرانیوں کی ✓(ج) رومیوں کی

(۲) سورۃ الروم کے چوتھے رکوع میں اللہ ﷻ نے لوگوں کی گمراہی کا کیا سبب بیان کیا ہے؟
(الف) شیطان کی بات ماننا ✓(ب) اپنی خواہشات کی پیروی کرنا (ج) رسولوں کا انکار کرنا

(۳) اللہ ﷻ کے نزدیک سود سے مال میں کیا فرق پڑتا ہے؟
(الف) مال بڑھتا ہے ✓(ب) مال نہیں بڑھتا (ج) مال ختم ہو جاتا ہے

(۴) سورۃ الروم کے پانچویں رکوع میں خشکی اور تری میں فساد پیدا ہونے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟
(الف) زمینی تپش میں اضافہ (ب) فرشتوں کی بد دعا ✓(ج) انسانوں کے گناہ

(۵) اللہ ﷻ کا مُردہ زمین کو بارش کے ذریعہ زندہ کر دینا کس بات کی دلیل ہے؟

✓ (الف) مُردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی (ب) زمین کے زرخیز ہونے کی (ج) پانی کے ذریعہ زندگی پانے کی

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجئے:

۱۔ سورۃ الروم کے پہلے رکوع میں اللہ ﷻ نے کتنی اور کون کون سی پیشن گوئیاں فرمائیں؟

۱۔ رومی ایرانیوں پر غالب آجائیں گے۔ (آیات: ۲-۴)

۲۔ اس دن مسلمان بھی (غزوہ بدر کی فتح پر) خوش ہوں گے۔ (آیات: ۴، ۵)

۲۔ سورۃ الروم کے دوسرے رکوع کی روشنی میں قیامت کے دن کفار و مشرکین کی پانچ کیفیات تحریر کریں؟

۱۔ وہ اللہ ﷻ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے۔ (آیت: ۱۲) ۲۔ ان کے لئے کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔ (آیت: ۱۳)

۳۔ وہ اپنے جھوٹے معبودوں کا انکار کریں گے۔ (آیت: ۱۳) ۴۔ وہ علیحدہ کر دیئے جائیں گے۔ (آیت: ۱۴)

۵۔ وہ جہنم کے عذاب میں ہوں گے۔ (آیت: ۱۶)

۳۔ سورۃ الروم کے تیسرے رکوع میں بیان کی گئیں اللہ ﷻ کی قدرت کی دس نشانیاں تحریر کریں؟

۱۔ اللہ ﷻ نے انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ (آیت: ۲۰) ۲۔ اللہ ﷻ نے انسانوں میں مرد اور عورت کا جوڑا بنایا۔ (آیت: ۲۱)

۳۔ اللہ ﷻ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ (آیت: ۲۲) ۴۔ اللہ ﷻ نے انسانوں کو مختلف زبانوں اور رنگوں والا بنایا۔ (آیت: ۲۲)

۵۔ اللہ ﷻ نے رات آرام کے لئے اور دن کام کے لئے بنایا۔ (آیت: ۲۳) ۶۔ اللہ ﷻ ہی آسمان پر بجلیاں چمکاتا ہے۔ (آیت: ۲۴)

۷۔ اللہ ﷻ ہی آسمان سے بارش برساتا ہے۔ (آیت: ۲۴) ۸۔ اللہ ﷻ بارش کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ فرمادیتا ہے۔ (آیت: ۲۴)

۹۔ اللہ ﷻ قیامت کے دن تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ (آیت: ۲۵)

۱۰۔ کائنات کی ہر چیز کا مالک اللہ ﷻ ہے۔ (آیت: ۲۶) ۱۱۔ ساری کائنات اللہ ﷻ کی فرماں بردار ہے۔ (آیت: ۲۶)

۱۲۔ اللہ ﷻ ہی نے تمام مخلوقات کو پہلی بار پیدا فرمایا اور وہی دوبارہ بھی پیدا فرمائے گا۔ (آیت: ۲۷)

۴۔ سورۃ الروم کے چوتھے رکوع میں اللہ ﷻ کے ساتھ شرک کرنے والوں کے لئے کیا مثال بیان کی گئی ہے؟

جس طرح انسان اپنا مال و اسباب آدھا اپنے غلام کو دے کر اسے اپنے برابر نہیں کرتا اسی طرح اللہ ﷻ بھی اپنی قدرت و اختیار مخلوق کو دے کر اسے اپنے برابر نہیں کرتا۔ (آیت: ۲۸)

۵۔ سورۃ الروم کے آخری رکوع میں انسان کی زندگی کے کتنے اور کون سے مراحل بیان کئے گئے ہیں؟

۱۔ بچپن۔ ۲۔ جوانی۔ ۳۔ بڑھاپا (آیت: ۵۴)

سُوْرَۃُ لُقْمٰن

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر ۱: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۴۸، ۱۵۰) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۵۲، ۱۵۴) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ:

اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیئے:

۱۔ اللہ ﷻ کا حکیم ہونا اور کلام مجید کا حکمت سے معمور ہونا۔ ۲۔ جزا و سزا کی حکمت۔

۳۔ محسنین کی صفات اور ان کا انعام۔ ۴۔ توحید اور شرک کی حقیقت۔

۵۔ حضرت لقمان کی جامع نصیحتیں (یعنی مومنین کی صفات)۔ ۶۔ دلائل توحید اور شرک کی نفی۔ ۷۔ فکرِ آخرت۔

ربطِ سورت

۱۔ سورۃ الروم کا مرکزی مضمون قیامت اور آخرت کا اثبات ہے اور سورۃ الروم کا اختتام منکرین آخرت کے بارے میں "لَا یُوْقِنُوْنَ" کے الفاظ پر ہوا۔ سورۃ لقمان کی تمہید میں محسنین کی صفات کے بیان میں فرمایا گیا "وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں"۔

۲۔ سورۃ الروم کی طرح سورۃ لقمان میں بھی توحید کے اثبات اور شرک کی تردید کے مختلف دلائل دیئے گئے۔

۳۔ سورۃ الروم اور سورۃ لقمان دونوں میں قرآن کے اعجاز اور حقانیت کا ذکر ہے۔ ہدایت اور رحمت والے قرآنِ حکیم پر ایمان لانا باعث سعادت ہے اور اسے چھوڑ کر لہو لعب اور قصے کہانیوں کی طرف مائل ہونا شقاوت کی علامت ہے۔

۴۔ سورۃ الروم میں جس دین پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا اور جس کو واضح دلائل کے ساتھ دین فطرت بتایا گیا، سورۃ لقمان میں اسی دین توحید کو عرب کے مشہور حکیم اور دانا حضرت لقمان کے نصیحت آموز اقوال سے سمجھایا گیا کہ توحید اور مکارم اخلاق ہی انسانیت کی معراج ہیں۔

۵۔ سورۃ الروم کے آغاز میں ان لوگوں کی مذمت تھی جو اللہ ﷻ کے وعدہ پر بھروسہ نہیں کرتے بلکہ اسباب ظاہری پر بھروسہ کرتے ہیں اور سورۃ لقمان کے شروع میں ان لوگوں کی مدح ہے جو آخرت پر اور اللہ ﷻ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں۔

۶۔ سورۃ الروم کے آخر میں قیامت کا ذکر تھا اور اس سورت کے آخر میں یہ بتلایا گیا ہے کہ وقوعِ قیامت کا حتمی علم اللہ ﷻ کے پاس ہے۔

آیت نمبر ا: ا: الٓمٓ کون سے حروف کہلاتے ہیں؟　ا: حروفِ مقطعات۔

۲: الٓمٓ کے کیا معنی ہیں؟　۲: یہ حروف مقطعات ہیں۔ حروف مقطعات کا علم اللہ ﷻ کے پاس ہے اور یہ اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔　۳: الٓمٓ سے کتنی سورتوں کا آغاز ہوا ہے؟　۳: قرآنِ حکیم میں چھ سورتوں کا آغاز الٓمٓ سے ہوا ہے۔ i۔ سورۃ البقرۃ ۲، ii۔ سورۃ آلِ عمران ۳، iii۔ سورۃ العنکبوت ۲۹، iv۔ سورۃ الروم ۳۰، v۔ سورۃ لقمان ۳۱، vi۔ سورۃ السجدۃ ۳۲۔

آیت نمبر ۲: ا: سورۃ لقمان کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟　ا: سورہ لقمان کو حکمت والی کتاب کی آیات قرار دیا گیا ہے۔

۲: حکمت والی کتاب سے کیا مراد ہے؟　۲: قرآنِ حکیم۔

علمی نکتہ: حکیم کا لفظ غور طلب ہے۔ یہ لفظ یہاں کتاب کی صفت یعنی خوبی کے طور پر آیا ہے۔ مفسرین نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ جب یہ لفظ قرآنِ حکیم کی صفت ہو، تو اس کا معنی ''اَلْحَاکِمُ لَکُمْ وَعَلَیْکُمْ '' ہوتا ہے (لسان العرب) یعنی قرآن حکیم ایک حاکم ہے جس کا فیصلہ دوٹوک اور بے لاگ ہوتا ہے اگر تم سچائی پر رہو گے، تو اس کا فیصلہ تمہارے حق میں ہو گا اور اگر تم راہ حق سے اعراض کرو گے تو وہ تمہیں تمہاری غلطی پر آگاہ کرے گا اور اس کے نتائج بد سے تمہیں ڈرائے گا۔ قرآن مجید کو ''حکیم '' کہنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ کتاب حکمت و دانش کا خزینہ ہے۔ اس کا ایک معنی محکم بھی کیا گیا ہے۔ یعنی اس میں کسی قسم کی کوئی کمی یا نقص نہیں ہے یہ ہر لحاظ سے پختہ ہے اور مضبوط دلائل سے بھری ہوئی ہے۔

آیت نمبر ۳: ا: قرآنِ حکیم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟　ا: وہ ہدایت اور رحمت ہے۔

علمی نکتہ: یہاں ہدایت اور رحمت کا امتزاج بڑا خوبصورت ہے یعنی شریعت اسلامیہ، اس کے اوامر ونواہی، اس کا مالی اور بدنی نظام عبادات، اس کے مقرر کئے ہوئے حقوق وفرائض سراپا رشد وہدایت بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ رحمت خداوندی کا مظہر بھی ہیں۔

۲: قرآنِ حکیم کن لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے؟　۲: محسنین کے لئے۔

علمی نکتہ: قرآنِ حکیم ویسے تو تمام انسانوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا ذریعہ ہے لیکن سب اسے قبول نہیں کرتے، قبول کرنے والے وہی لوگ ہیں جن میں احسان کی صفت ہو، ان کے قلوب صالح ہوں، نیتوں میں اخلاص ہو، ایسے لوگ قرآن کو سن کر اس کی ہدایت کو قبول کرتے ہیں پھر اس کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، اس طرح قرآن حکیم کے مطابق زندگی گزارنا ان کے لئے رحمت کا باعث بن جاتا ہے۔

۳: محسنین سے کون مراد ہیں؟　۳: نیک اعمال کرنے والے۔

علمی نکتہ: محسنین محسن کی جمع ہے اس کے ایک معنی تو یہ ہے کہ والدین، رشتے داروں، مستحقین اور ضرورت مندوں کے ساتھ احسان کرنے والا، دوسرے معنی ہے نیکیاں کرنے والا اور برائیوں سے بچنے والا، تیسرے معنی ہے اللہ ﷻ کی عبادت نہایت اخلاص اور خشوع وخضوع کے ساتھ کرنے والا۔

علمی نکتہ: سورۃ البقرۃ ۲ کی آیت: ۲ میں قرآنِ حکیم کے لئے (هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ) کے الفاظ ہیں کہ یہ ہدایت ہے اہل تقویٰ کے لئے۔ یہاں پر قرآنِ حکیم سے استفادہ کے حوالے سے ''متقین '' کے بجائے ''محسنین ''کا ذکر ہے۔ محسنین دراصل متقین سے بلند تر درجے پر فائز وہ لوگ ہیں جن کا ایمان ترقی پاتے پاتے ''احسان '' کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔

۴: ”ھُدًی“ سے کیا مراد ہے؟ ۴: رہنمائی، ہدایت۔ ۵: قرآنِ حکیم کو ”ھُدًی“ کیوں فرمایا گیا؟ ۵: اس لئے کہ جو لوگ اس قرآنِ حکیم سے ہدایت حاصل کرنا چاہیں قرآنِ حکیم ان کو دینی اور دنیاوی امور کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور یقینی کامیابی کی منزل کی طرف لے جاتا ہے۔

۶: قرآن کی آیات کو رحمت کیوں فرمایا گیا؟ ۶: **قرآن کی آیات مندرجہ ذیل اعتبارات سے رحمت ہیں:** i۔ قرآنِ حکیم ایسا طرزِ زندگی سکھاتا ہے جو اخروی فلاح کا ضامن ہے۔ ii۔ قرآنِ حکیم عائلی زندگی سے لے کر حکمرانی تک دنیوی زندگی کے ہر گوشہ کے لئے ایسی متوازن اور معتدل راہیں دکھلاتا ہے جن پر عمل کرنے سے نہ کسی فرد کے حقوق مجروح ہوتے ہیں اور نہ معاشرہ میں کسی قسم کا کوئی بگاڑ پیدا ہوتا ہے بلکہ دونوں میں حسین امتزاج پیدا ہوتا ہے۔ iii۔ قرآنِ حکیم اس لحاظ سے بھی رحمت ہے کہ سابقہ امتوں کی نسبت آخری امت کے لئے اس میں نہایت سہل احکام ہیں۔ iv۔ اس کے ماننے والے اور تلاوت کرنے والے پر اللہ ﷻ کی رحمت ہوتی ہے۔ v۔ قرآن پر عمل کرنے والے کے دل میں رحمت یعنی نرم دلی پیدا ہوتی ہے اور دوسروں کے ساتھ رحم دلی کا برتاؤ کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ گویا قرآنِ حکیم ہر لحاظ سے انسانوں کے لئے سراپا رحمت ہے۔

آیت نمبر ۴: ۱: محسنین کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۱: i۔ وہ نماز قائم کرنے والے ہیں۔ ii۔ وہ زکوۃ دینے والے ہیں۔ iii۔ وہ آخرت پر یقین رکھنے والے ہیں۔

۲: نماز قائم کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: نماز کو باجماعت مستقل مزاجی کے ساتھ ادا کرنا۔ نیز نماز کو پورے اہتمام کے ساتھ اس کے ظاہری اور باطنی آداب یعنی پوری شرائط اور ارکان کے ساتھ خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا۔ ۳: زکوۃ کے لغوی معنی کیا ہیں؟ ۳: بڑھانا، کسی چیز میں اضافہ کرنا، کسی چیز کو نشوونما دینا۔ ۴: زکوۃ کے اصطلاحی معنی کیا ہیں؟ ۴: صاحبِ نصاب شخص کا ہر سال اپنے مال میں سے ڈھائی فیصد مستحقین زکوۃ کو ادا کرنا۔

۵: صاحب نصاب سے کون مراد ہے؟ ۵: صاحبِ نصاب سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر رقم موجود ہو۔ اس کی مزید وضاحت کتبِ فقہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ۶: آخرت سے کیا مراد ہے؟

۶: قیامت کا دن۔ ۷: یقین رکھنے والوں سے کیا مراد ہے؟ ۷: (شک و شبہ سے بالاتر علم یعنی) قیامت پر پکا اور پختہ ایمان رکھنے والے۔

عملی پہلو: ”ایمان بالآخرۃ“ کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ یہاں ”یقین“ کا ذکر ہوا ہے۔ دراصل آخرت کا عقیدہ وہ عامل (factor) ہے جو انسان کے عمل اور کردار پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم ایک مسلمان سے آخرت پر یقین والے ایمان کا تقاضا کرتا ہے۔

آیت نمبر ۵: ۱: محسنین کے لئے کیا بشارت دی گئی ہے؟ ۱: یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدات پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

۲: فلاح پانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: آخرت کی دائمی کامیابی حاصل کرنا۔

علمی و عملی پہلو: فَلَاح کے لغوی معنی ہیں چیرنا، کاٹنا، کاشت کار کو بھی اس لئے فَلَاح کہا جاتا ہے کہ وہ زمین کو چیر پھاڑ کر اس میں بیج بوتا ہے، شریعت کی نظر میں کامیاب وہ ہے جو دنیا میں رہ کر اپنے رب کو راضی کر لے۔ نیز دنیا کے ظاہری پردہ کو چاک کر کے آخرت کی حقیقت کو ماننے اور اس کی کامیابی کی فکر اور کوشش کرے۔

آیت نمبر ۶: ۱: لہو الحدیث سے کیا مراد ہے؟ ۱: لہو الحدیث سے مراد فضول کھیل تماشے، قصے کہانیاں، گانے بجانے کا سامان وغیرہ، جیسا کہ آلاتِ موسیقی، ناچ گانے والے، گناہ کی باتوں پر مبنی کتابیں، رسالے، اخبارات، میگزین، نیز ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، سوشل میڈیا پر پیش کی جانے والی بے ہودہ اور فضول باتیں، فحاشی اور بے حیائی پر مبنی ڈرامے، فلمیں وغیرہ سب اس میں داخل ہیں جو اللہ ﷻ کی عبادت اور یاد سے غافل کرنے والی ہوں۔

عملی پہلو: ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ لہو الحدیث کے مفہوم میں وہ تمام بے کار، غافل کر دینے والی، فضول اور لغو باتیں اور چیزیں شامل ہیں جو انسان کو اللہ ﷻ کے ذکر، خیر اور نیکی کے کاموں سے غافل کرنے والی ہیں اور گناہ کی طرف لے جانے والی ہیں اس لئے ان سے ہر حال میں بچنا چاہیئے کیونکہ یہ سب نہ صرف دین سے دوری کا سبب بنتے ہیں بلکہ یہ دنیا و آخرت میں خسارے میں ڈالنے والے اسباب ہیں۔

شانِ نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مشرکین میں سے ایک بڑا تاجر تھا، جو قصوں اور کہانیوں کی بیہودہ کتابیں خرید کر لایا کرتا تھا جس میں سرداران ایران، رستم اور اسفندیار کی داستانیں ہوتی تھیں، مشرکین مکہ سے کہا کرتا تھا محمد (ﷺ) تمہیں قوم عاد و ثمود وغیرہ کے واقعات سناتے ہیں۔ میں تمہیں ان سے بہتر اسفندیار اور دوسرے شاہان فارس کے قصے سناتا ہوں اور کچھ گانے والی کنیزیں بھی خرید لایا تھا جس کو اسلام کی طرف راغب دیکھتا، تو اس کو بلا کر شراب پلاتا اور گانا سنواتا اور کہتا یہ بہتر ہے یا وہ بہتر ہے؟ جس کی طرف محمد (ﷺ) بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو اور روزہ رکھو اور اس کے ساتھ اپنی جان کھپاؤ یعنی جہاد وغیرہ کرو، مقصد اس کا یہ تھا کہ لوگ قرآن مجید چھوڑ کر یہ قصے سنیں (معاذاللہ)۔ اس موقع پر اللہ ﷻ کی طرف سے یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

لہو و لعب اور موسیقی کی مذمت احادیث مبارکہ کی روشنی میں: حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال کرلیں گے۔ (صحیح بخاری) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گانے والیوں کو تعلیم دینا اور ان کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور ان کی قیمت حرام ہے۔ (جامع ترمذی)

۲: کھیل تماشے کی باتیں خریدنے کا کیا مطلب ہے؟
۲: خریدنے کا مطلب یہی ہے کہ عیش و عشرت کے آلات اور بے حیائی پر مبنی لٹریچر اپنے گھروں میں لانا اور پھر ان سے لطف اندوز ہونا۔

۳: اس آیت میں کس بُری خصلت کا ذکر کیا گیا ہے؟
۳: اس آیت میں قرآنِ حکیم سے دور رکھنے اور اس کا مذاق اڑانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

۴: مشرکین مکہ ایسا کیوں کر رہے تھے؟
۴: لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اور دین کی راہ سے روکنے کے لئے۔

۵: قرآنِ حکیم کا انکار کرنے والوں کی کس بُری عادت کا ذکر کیا گیا ہے؟
۵: وہ اللہ ﷻ کی آیات کا مذاق اڑاتے تھے۔

۶: ایسے لوگوں کا بالآخر کیا انجام ہوگا؟
۶: وہ روزِ قیامت ذلت والے عذاب میں ہوں گے۔

عملی پہلو: ہمیں سوچنا چاہیئے کہ مکہ میں تو ایک نضر بن حارث تھا جس نے کھیل تماشے کی باتوں میں مشغول کر کے لوگوں کو حق سے دور رکھنا اور روکنا چاہا۔ جب کہ ہمارے معاشرے میں کھیل تماشے، ڈراموں، فلموں اور انٹرنیٹ کے ذریعہ لہو و لعب اور فحاشی و عریانی کا سیلاب گھر گھر میں داخل ہو چکا ہے۔ فحاشی اور عریانی کے اس زہر کا تعفّن ہمارے نوجوانوں کے دل و دماغ میں اس حد تک سرایت کر چکا ہے کہ بحیثیت مجموعی ان کے قلوب و اذہان میں موت یا آخرت کی فکر تو دور اس کی پرچھائی بھی نظر نہیں آتی۔ ان میں سے اکثریت کو اب یہ سوچنے کی فرصت ہی نہیں کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کس طرف جا رہا ہے؟ اس کی پیدائش اور زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اور اسے ایسا کیا کرنا چاہیئے کہ اس کی دنیا و آخرت سنور جائے؟

آیت نمبر ۷: ۱: منکرینِ قرآن کا کیا طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے؟
۱: وہ قرآنِ حکیم کی آیتیں سنتے ہیں تو تکبر کرتے ہیں اور منہ پھیر لیتے ہیں۔

۲: اس آیت میں منکرینِ قرآن کو کیسے لوگوں سے تشبیہ دی گئی ہے؟
۲: ایسے لوگوں سے جنہوں نے گویا سنا ہی نہ ہو یا جن کے کانوں میں بوجھ ہو اور وہ سننے پر قادر نہ ہوں۔

علمی نکتہ: یہ ان لوگوں کا حال ہے جو لہو و لعب کی چیزوں میں مگن رہتے ہیں۔ وہ آیاتِ قرآنی، اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کی باتیں سن کر بہرے بن جاتے ہیں حالانکہ وہ بہرے نہیں ہوتے اور اس طرح منہ پھیر لیتے ہیں گویا انہوں نے سنا ہی نہیں۔

۳: ایسے لوگوں کو کس بات کی خوشخبری دی گئی ہے؟
۳: ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دی گئی ہے۔

عملی پہلو: ہمیں چاہیئے کہ جب بھی ہمارے سامنے اللہ ﷻ کی آیات تلاوت کی جائیں تو ان میں غور و فکر کریں، انہیں سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر خود بھی ان پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی عمل کی ترغیب دیں۔

آیت نمبر ۸: ۱: نعمتوں والی جنت کے مستحق کیسے لوگ ہوں گے؟
۱: وہ لوگ جو ایمان لائیں گے اور نیک اعمال کریں گے۔

عملی پہلو: قرآنِ حکیم کا اسلوب یہ ہے کہ جب وہ متکبروں اور کافروں کی سزاؤں کا ذکر کرتا ہے تو اس کے ساتھ اہلِ جنت پر اپنے انعامات کا ذکر بھی فرماتا ہے۔ یعنی ترغیب اور ترہیب ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ اچھائی اور بُرائی اور ہر ایک کا انجام ساتھ ساتھ دکھائی دیتا ہے تاکہ کوئی شخص اگر صحیح راستے پر چلنا چاہے تو اس کے سامنے تصویر کے دونوں رخ واضح اور موجود ہوں۔

نوٹ: حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ﷻ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اللہ ﷻ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں اب اس حق کے پورا ہو جانے کے بعد بطورِ حق اللہ ﷻ کا وعدہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی مغفرت فرمائے گا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

آیت نمبر ۹: ا: مومنین جنت میں کتنا عرصہ رہیں گے؟ ا: ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بڑی سے بڑی نعمت بھی اگر کسی شخص کو چند روز کے لئے دی جائے تو جیسے جیسے اس نعمت کے چھوٹ جانے کا وقت قریب آتا جاتا ہے، نعمت کا مزہ کچھ کر کرا ہوجاتا ہے۔ بلکہ یہ سوچ کر ہی دل غم سے بھر جاتا ہے کہ یہ عیش و عشرت کے شب و روز کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ اس لئے اہل جنت کے بارے میں فرمایا کہ جنت میں ان کا قیام چند روزہ نہیں بلکہ ابدی ہو گا اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور کبھی وہاں سے نکلنا نہیں ہو گا۔

علمی نکتہ: اللہ ﷻ کے دین کی سربلندی کے لئے شب و روز کوشاں رہنے والوں کو یہ صلہ ملے گا کہ اللہ ﷻ انہیں ایسی جنتیں عطا فرمائے گا جو ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال ہوں گی۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ انھیں جنت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کی اجازت ہوگی بلکہ یہ فرمایا خود جنتوں کا انھیں مالک بنا دیا جائے گا۔ کسی شخص کو کسی عظیم نعمت سے فائدہ اٹھانے کا موقع دینا اور کسی کو اس کا مالک بنا دینا دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

۲: کیا جنت واقعی ملے گی؟ ۲: جی ہاں، یہ اللہ ﷻ کا سچا وعدہ ہے جو اللہ ﷻ نے اہل ایمان سے فرمایا ہے اور اللہ ﷻ کبھی بھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتا۔ ۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کون سی دو صفات بیان ہوئی ہیں؟ ۳: العزیز اور الحکیم۔ یعنی خوب غالب ہے اور کمال حکمت والا ہے۔

۴: اللہ ﷻ کی ان صفات کا مضمون سے کیا تعلق ہے؟ ۴: اللہ ﷻ العزیز ہے وہ جو کرنا چاہے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور اس کے ارادوں کو عملی جامہ پہننے میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی۔ وہ قرآنِ حکیم کا انکار کرنے والوں کو سزا دے سکتا ہے اور اس پر عمل کرنے والوں کو جزا عطا فرما سکتا ہے۔ وہ حکیم ہے اور اللہ ﷻ کا ہر فیصلہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ نے یہ کائنات بے مقصد اور بے حکمت نہیں بنائی۔ زندگی اللہ ﷻ کی عطا فرمائی ہوئی امانت سمجھ کر اس کے حکموں کے مطابق گزارنے والوں کو جنت کی ابدی نعمتوں سے بہرہ ور کرنا اور نافرمانوں کو جہنم کے شدید عذاب میں جھونکنا اللہ ﷻ کی حکمت ہی کے مطابق ہو گا۔

آیت نمبر ۱۰: ا: اس آیت میں توحید باری تعالیٰ کے لئے کیا دلائل دیئے گئے ہیں؟ ا: اس آیت میں توحید باری تعالیٰ کے پانچ عقلی دلائل دیئے گئے ہیں: i۔ بغیر ستونوں کے آسمان بنانا۔ ii۔ پہاڑوں کے ذریعے زمین کو متوازن (balance) رکھنا۔ iii۔ زمین میں ہر طرح کے جاندار پھیلا دینا۔ iv۔ آسمان سے بارش برسانا۔ v۔ اس بارش کے ذریعے سے ہر قسم کے عمدہ اجناس زمین سے پیدا کرنا۔ یہ کام صرف اللہ ﷻ کے ہیں۔ اللہ ﷻ کے علاوہ کوئی اور یہ کام نہیں کر سکتا۔

آیت نمبر ۱۱: ا: تمام مخلوقات کا خالق کون ہے؟ ا: تمام مخلوقات کا خالق اللہ ﷻ ہے۔

۲: اس آیت میں مشرکین کو کیا چیلنج دیا گیا ہے؟ ۲: اس آیت میں مشرکین سے پوچھا گیا ہے کہ ان کے معبودوں نے کس مخلوق کو پیدا کیا ہے؟ یعنی کیا کوئی ایسی مخلوق ہے جسے اللہ ﷻ کے سوا کسی اور نے پیدا کیا ہو۔ اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم میں بار بار اس بات کو اپنی توحید کی دلیل کے طور پر بیان فرمایا ہے کہ پیدا کرنے والا صرف وہ ہے، تو پھر عبادت کسی اور کی کیوں ہو؟ جیسا کہ یہی مضمون سورۃ البقرہ ۲، آیات: ۲۱، ۲۲، سورۃ الرعد ۱۳، آیت: ۱۶، سورۃ النحل ۱۶، آیات: ۱۷ تا ۲۱، سورۃ الحج ۲۲، آیات: ۷۳، ۷۴، سورۃ الفاطر ۳۵، آیت: ۴۰ اور سورۃ الاحقاف ۴۶، آیات: ۴، ۵ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

۳: اس آیت میں ظالم کسے کہا گیا ہے؟ ۳: شرک کرنے والوں کو۔

علمی نکتہ: اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم میں شرک کرنے والوں کو کئی مرتبہ ظالم قرار دیا ہے اس لئے کہ مشرکین اللہ ﷻ کی صفات دوسرے باطل معبودوں میں ثابت کرتے ہیں اور ان پر یقین رکھتے ہیں۔ ظلم کا معنی ہے کہ کسی چیز کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھا جائے۔

۴: ظالم لوگ کس حالت میں ہیں؟ ۴: وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ شرک کی ظلمت اور اندھیرے میں انھیں سیدھا راستہ سوجھتا ہی نہیں، اس لئے وہ اس راستے پر چل رہے ہیں جو واضح طور پر غلط اور گمراہی کا راستہ ہے۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: سورۃ لقمان کے دوسرے رکوع کا موضوع کیا ہے؟ ۱: دینِ فطرت کے بنیادی اصولوں میں سے توحید باری تعالیٰ اور آخرت کی ضرورت کی وضاحت حضرتِ لقمان کی اپنے بیٹے کو دس وصیتوں کے ذریعے پیش کی گئی ہے۔ ۲: حضرتِ لقمان کون تھے؟ ۲: آپ ایک سلیم الفطرت حکیم، صالح اور دانا انسان تھے۔ مشہور قول کے مطابق آپ حبشی النسل غلام اور پیشے کے اعتبار سے بڑھئی تھے۔ آپ کا تعلق مصر اور سوڈان کے سرحدی علاقے نوبیا (Nubia) سے تھا۔ اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت لقمان نبی نہیں تھے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی ان کی حکمت اور دانائی کے واقعات عرب میں مشہور تھے۔ ان کے اقوال اہل عرب اپنے کلام اور خطبات میں بطور دلیل پیش کرتے تھے۔ قرآنِ حکیم کی ایک سورت کا نام "سورۃ لقمان" ہے اور یہ بھی اللہ ﷻ کی طرف سے حضرت لقمان کے لئے ایک اعزاز ہے۔ ۳: حضرت لقمان کا تعلق کس زمانے سے ہے؟ ۳: وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہم عصر تھے جو نبی کریم ﷺ کے زمانے سے ایک ہزار قبل مسیح کا زمانہ ہے۔ ۴: حضرت لقمان کی شہرت کی وجہ کیا ہے؟ ۴: حضرت لقمان کی شہرت کی وجہ ان کی حکمت اور دانائی ہے۔

علمی و عملی پہلو: حضرت لقمان حکیم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو جو علم اور فضل ملا ہے اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تین باتوں پر عمل کرنے سے یہ مقام حاصل ہوا۔ i۔ سچی بات کرنا۔ ii۔ امانت ادا کرنا۔ iii۔ لایعنی بات اور کام کو چھوڑ دینا۔ (مؤطا امام مالک)

۵: قرآنِ حکیم میں حضرت لقمان کا ذکر خاص طور پر کیوں کیا گیا؟ ۵: حضرت لقمان نیک اور انتہائی دانا انسان تھے۔ اہل عرب نہ صرف ان کی دانشمندی کے قائل تھے بلکہ بوقت ضرورت ان کے اقوال کا حوالہ بھی دیا کرتے تھے۔ اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم میں اس لئے حضرت لقمان کے ارشادات کا ذکر فرمایا تاکہ مشرکین مکہ کو معلوم ہو جائے کہ جس توحید کی وجہ سے وہ نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اسی توحید کی حضرت لقمان بھی تبلیغ کیا کرتے تھے جو اُن کے ہاں معروف اور معتبر شخصیت تھے۔ ۶: حکمت کسے کہتے ہیں؟ ۶: باطنی بصیرت، یعنی چیزوں کی حقیقت کو دل کی آنکھ سے پہچاننا اور سمجھنا۔

علمی نکتہ: <u>حکمت کی وضاحت یوں بھی کی جا سکتی ہے:</u> عقل + فطرت = حکمت (یعنی عقل اور فطرت کا مجموعہ حکمت ہے)

عقل کا استعمال ہمارے دائرہ اختیار میں ہے۔ فطرت ہماری روح کی ترجمان ہے۔ فطرتِ انسانی میں توحید کا تصور، اللہ ﷻ سے محبت و میلان ڈال دیا گیا ہے۔ فطرت کی روشنی میں عقل کے استعمال سے حکمت یعنی اشیاء کی حقیقت کا علم انسان کو حاصل ہوتا ہے۔

نوٹ: عقل اور فطرت کی تفصیلی وضاحت کے لئے حصّہ چہارم کے رہنمائے اساتذہ، سورۃ الروم ۳۰، آیات: ۲۸ اور ۳۰ کے تشریحی نکات ملاحظہ فرمائیں۔

علمی نکتہ: انسان کی حکمت و دانائی اور اس کی فطرت کے "سلیم" ہونے کا لازمی تقاضا ہے کہ جو کوئی بھی اس کے ساتھ بھلائی کرے اس کے لئے اس کے دل میں بھلائی اور احسان مندی کے جذبات پیدا ہوں اور پھر وہ مناسب طریقے سے ان جذبات کا اظہار بھی کرے۔ چنانچہ اگر کسی شخص کی فطرت بالکل ہی مسخ نہ ہو چکی ہو تو وہ اپنے حقیقی محسن یعنی اللہ ﷻ کے حضور ہر لمحہ اور ہر مقام پر ضرور کلمہ شکر بجا لائے گا۔

۷: حکمت کا اظہار کیسے ہوتا ہے؟ ۷: حقیقی محسن اللہ ﷻ کو پہچان کر اس کا شکر ادا کرنے سے حکمت کا اظہار ہوتا ہے۔

۸: شکر کے کیا معنی ہیں؟ ۸: نعمت کو پہچاننا اور اس کا اظہار کرنا۔

عملی پہلو: **شکر کے تین درجات ہیں :** i۔ دل میں نعمت کا احساس ہونا اسے شکر بالقلب کہتے ہیں۔ ii۔ زبان سے نعمت کا شکر ادا کرنا اسے شکر باللسان کہتے ہیں۔ iii۔ نعمت کا صحیح استعمال کرنا اسے شکر بالجوارح کہتے ہیں۔ ہمیں اللہ ﷻ کی نعمتوں کا دل وزبان سے شکر ادا کرنا چاہیئے اور انہیں صحیح استعمال کرنا چاہیئے۔

۹: شکر ادا کرنے کا کیا فائدہ بیان فرمایا گیا ہے؟ ۹: جو شخص کسی نعمت کا شکر ادا کرتا ہے تو اللہ ﷻ اس کے لئے اس نعمت میں اضافہ فرماتا ہے۔ جیسے کہ سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت: ۷ میں فرمایا گیا کہ اگر تم اللہ ﷻ کا شکر ادا کرو گے تو اللہ ﷻ نعمتوں میں اضافہ فرمائے گا لیکن اگر تم ناشکری کرو گے تو پھر اللہ ﷻ کا عذاب بھی بہت شدید ہے۔ ۱۰: حضرت لقمان کو شکر کرنے پر کیا فائدہ حاصل ہوا؟ ۱۰: حضرت لقمان نے اللہ ﷻ کا شکر ادا کیا تو اللہ ﷻ نے ان کا ذکر قرآنِ حکیم میں فرمادیا۔ اب قیامت تک لوگ حضرت لقمان کا ذکر پڑھتے رہیں گے۔ ۱۱: کفر کا لغوی معنیٰ کیا ہے؟ ۱۱: کفر کے لغوی معنیٰ ہے چھپانا، انکار کرنا۔

علمی نکتہ: **قرآنِ حکیم میں یہ لفظ تین معنوں میں استعمال ہوا ہے:** i۔ اسلام کے مقابلے میں کفر۔ اسلام کی حقیقت واضح ہونے کے باوجود کفر پر اَڑے رہنا، ایسا کفر "قانونی کفر" کہلاتا ہے۔ ii۔ ایمان کے مقابلے میں کفر۔ زبان سے اقرار کرنا مگر دل سے تصدیق نہ کرنا۔ یہ اصطلاح منافقین کے استعمال ہوتی ہے جسے نفاق کہتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ النساء ۴ آیات: ۱۳۷، ۱۳۸ میں بیان ہوا ہے۔ iii۔ شکر کے مقابلے میں کفر۔ کسی کے احسان کے بدلہ میں احسان فراموشی کرنا اور اپنا حق سمجھتے ہوئے شکر ادا نہ کرنا۔

۱۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی ناشکری کرنے کا کیا نتیجہ بیان کیا گیا ہے؟ ۱۲: اللہ ﷻ ہمارے شکر کا محتاج نہیں ہے، وہ غنی ہے۔ ناشکری کرنے والے خود نعمتوں سے محروم ہو کر اللہ ﷻ کے عذاب کے مستحق بنتے ہیں۔ (سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت : ۱۰)

علمی و عملی پہلو: اللہ ﷻ کی ان دو صفات غنی اور حمید کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی عظیم ذات ہمارے شکر اور حمد کی محتاج نہیں وہ بے نیاز ہے۔ مخلوق اس کی حمد اور تعریف نہ بھی کرے تب بھی اس کی تعریف تسبیح اور حمد خود بخود ہو رہی ہے۔ تمام خوبیوں کا مالک وہی اللہ ﷻ ہے۔ جو بھی اللہ ﷻ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرے گا اس کا فائدہ اس کی اپنی ذات ہی کو ہو گا۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: اس آیت میں کس کا قول نقل فرمایا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں حضرت لقمان کا حکیمانہ قول نقل فرمایا گیا ہے۔

۲: حضرت لقمان کے قول میں تاکید کا کون سا پہلو بیان فرمایا گیا ہے؟ ۲: ایک تو حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت فرما رہے ہیں پھر اگر یہ موت سے پہلے ہے تو یہ نصیحت وصیت میں تبدیل ہو گی جس سے تاکید معلوم ہو گی۔ ۳: حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو پہلی نصیحت کیا فرمائی؟ ۳: اے میرے بیٹے! اللہ ﷻ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ ۴: حضرت لقمان نے شرک سے بچنے کی کیا وجہ بیان فرمائی؟ ۴: شرک بہت عظیم ظلم ہے۔

۵: ظلم کسے کہتے ہیں؟ ۵: کسی شے کو اس کے اصل مقام سے ہٹا دینا ظلم ہے۔

۶: شرک کو ظلم کیوں کہا گیا ہے؟ ۶: کیوں کہ اللہ ﷻ کا جو بلند مقام ہے اللہ ﷻ کو اس سے ہٹا دینا یہ ظلم ہے۔

علمی نکتہ: جب سورۃ الانعام ۶ کی آیت: ۸۲ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ ظلم کے کیا معنیٰ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے سورۃ لقمان ۳۱، کی آیت: ۱۳ تلاوت فرمائی۔ چنانچہ یہ بخاری شریف کی روایت ہے اور اب قرآنِ حکیم کی تفسیر کا نکتہ یہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں جہاں جہاں ظلم کا ذکر آیا ہے وہاں عام طور پر مراد شرک لیا جاتا ہے سوائے اس کے کہ سیاق وسباق سے کچھ اور چیز سمجھ میں آتی ہو۔

۷: شرک کسے کہتے ہیں؟ ۷: اللہ ﷻ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک کرنا اور اللہ ﷻ جیسی صفات کسی میں ماننا۔ اس کے عموماً دو طریقے ہیں۔

i۔ اللہ ﷻ کو اس کے بلند مقام سے نیچے لا کر مخلوق کے برابر کر دیا جاتا ہے اور اللہ ﷻ پر بہتان لگا دیا جاتا ہے۔ مثلاً اللہ ﷻ کے بیٹوں یا بیٹیوں کا تصور کیا جاتا ہے۔ (معاذ اللہ) ii۔ یا مخلوق کو اٹھا کر اللہ ﷻ کا درجہ دیا جاتا ہے اور اللہ ﷻ جیسی صفات اس میں مانی جاتی ہیں۔ یہ دونوں شرک ہیں اور ظلمِ عظیم ہیں۔

۸: کفر اور شرک میں کیا فرق ہے؟ ۸: اللہ ﷻ کو نہ ماننا کفر ہے جب کہ اللہ ﷻ کو ماننا لیکن کسی کو اللہ ﷻ کی ذات اور صفات میں شریک کرنا اور اللہ ﷻ جیسی صفات کسی میں ماننا شرک کہلاتا ہے۔ ۹: شرک کی کتنی قسمیں ہیں؟ ۹: علماء کرام نے عام طور پر شرک کی تین اقسام کو بیان فرمایا ہے:

i۔ شرک فی الذات۔ ii۔ شرک فی الصفات۔ iii۔ شرک فی الحقوق۔ ۱۰: شرک فی الذات کیا ہے؟ ۱۰: اللہ ﷻ کی ذات میں کسی اور کو شریک کرنا یعنی اللہ ﷻ کی طرف ان چیزوں کو منسوب کرنا جس سے وہ پاک ہے، مثلاً اہل کتاب میں سے یہود و نصاریٰ نے اللہ ﷻ کے بیٹوں کا تصور رکھا۔ (معاذ اللہ) جیسا کہ سورۃ التوبہ ۹، آیت :۳۰ میں فرمایا گیا ہے کہ "اور یہود نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں"۔ ۱۱: شرک فی الذات کیسا شرک ہے؟ ۱۱: شرک فی الذات نہایت بدترین شرک ہے جس پر اللہ ﷻ کا غصہ بہت بھڑکتا ہے۔ "اور وہ کہتے ہیں اللہ رحمٰن نے بیٹا بنا لیا ہے۔ یقیناً تم (زبان پر) بُری بات لائے ہو۔ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں کہ انہوں نے اللہ (ﷻ) کے لئے بیٹا منسوب کیا۔" (سورۃ مریم ۱۹، آیات :۸۸ تا ۹۱) ۱۲: شرک فی الصفات سے کیا مراد ہے؟ ۱۲: یعنی اللہ ﷻ جیسی صفات میں کسی اور کو شریک کرنا۔ مثلاً اللہ ﷻ کا خالق ہونا، مالک ہونا، رازق ہونا ان صفات میں کسی کو شریک کر دینا کہ وہ بھی ہمارا مالک، خالق اور رازق ہے شرک فی الصفات کہلاتا ہے۔ بعض اوقات ایک جیسے الفاظ صفت کے طور پر استعمال کرنے پر اس شرک کا مغالطہ ہوتا ہے مثلاً اللہ ﷻ بھی ارادہ فرماتا ہے ہم بھی ارادہ کرتے ہیں۔ اللہ ﷻ بھی زندہ ہیں ہم بھی زندہ ہیں۔ اللہ ﷻ بھی دیکھتا ہے ہم بھی دیکھتے ہیں۔ اللہ ﷻ بھی سنتا ہے ہم بھی سنتے ہیں وغیرہ۔ ۱۳: شرک فی الصفات سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟ ۱۳: اللہ ﷻ اور مخلوق کی صفات کے بارے میں مندرجہ ذیل تین چیزوں کو سمجھنے سے اس شرک سے بچا جا سکتا ہے۔ i۔ اللہ ﷻ کی صفات اس کی اپنی ہیں جب کہ جملہ مخلوقات کی صفات اللہ ﷻ کی عطا کردہ ہیں۔ ii۔ اللہ ﷻ کی صفات لامحدود ہیں جب کہ جملہ مخلوقات کی صفات محدود ہیں۔ iii۔ اللہ ﷻ کی صفات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی، کامل ہیں یعنی ان میں کسی کمی یا اضافہ کا امکان ہی نہیں۔ جب کہ جملہ مخلوقات کی صفات عارضی اور ختم ہو جانے والی ہیں۔

۱۴: شرک فی الحقوق سے کیا مراد ہے؟ ۱۴: اللہ ﷻ کے کچھ حقوق ہیں جن میں مخلوق میں سے کسی کو بھی شریک نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح بندگی کے اظہار کے جتنے ذرائع ہیں وہ صرف اللہ ﷻ ہی کے لئے خاص ہیں۔ جیسے نماز میں قیام، رکوع، سجدہ، دعا وغیرہ اسی طرح طواف صرف اللہ ﷻ کے گھر کا جائز ہے۔ قربانی کے جانور کو ذبح کرتے وقت صرف اللہ ﷻ کا نام لیا جائے گا۔ روزہ، حج وغیرہ یہ سب اللہ ﷻ کے لئے خاص ہیں۔ اسی طرح کسی نیک کام کو کرتے ہوئے اللہ ﷻ کی ہی رضا اور اسی سے ثواب کا حصول پیش نظر رکھا جائے۔ یہ سب عبادت کے اظہار کے طریقے ہیں اس لئے یہ صرف اور صرف اللہ ﷻ کے لئے ہی جائز ہیں۔ اسی طرح سب سے بڑھ کر فرماں برداری اللہ ﷻ کی جائے گی۔ جس طرح کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ اُمّت کے لئے بہترین اسوہ کے طور پر پیش فرمایا۔ (سورۃ الانعام ۶، آیت:۱۶۲) اور سب سے شدید محبت اللہ ﷻ سے رکھی جائے گی۔ (سورۃ البقرۃ، آیت:۱۶۵)

آیت نمبر ۱۴: ۱: اس آیت میں کس کا قول نقل فرمایا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے حضرت لقمان کی نصیحتوں کو بیان کر کے انسانوں کو والدین سے حسن سلوک کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ ۲: قرآنِ حکیم میں دیگر کن مقامات پر والدین کے حقوق ادا کرنے کا بیان ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم میں پانچ مقامات ہیں جہاں اللہ ﷻ نے اپنے حق کے بعد والدین کے حقوق کا ذکر فرمایا ہے۔ i۔ سورۃ البقرۃ ۲، آیات:۸۳، ۸۴ ii۔ سورۃ النساء ۴، آیت:۳۶ iii۔ سورۃ الانعام ۶، رکوع:۱۹ iv۔ سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت:۲۳ v۔ سورۃ لقمان ۳۱، آیات:۱۴، ۱۵۔ ۳: اللہ ﷻ نے والدہ کی کن خدمات کا ذکر فرمایا ہے؟

۳: i۔ بچے کے حمل کا بوجھ اٹھانا۔ ii۔ وضع حمل کی تکلیف برداشت کرنا۔ iii۔ دو سال تک بچے کو دودھ پلانا۔

نوٹ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا: اللہ کے رسول (ﷺ)! لوگوں میں سے (میری طرف سے) میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہارا باپ، پھر جو تمہارا زیادہ قریبی (رشتہ دار) ہو، (پھر جو اس کے بعد) تمہارا قریبی ہو۔" (صحیح مسلم)

۴: اس آیت میں اللہ ﷻ نے ہمیں کیا حکم دیا ہے؟ ۴: i۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے۔ ii۔ اللہ ﷻ کا شکر ادا کرنے۔ iii۔ والدین کا شکر ادا کرنے۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ یہ ہیں، اللہ ﷻ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا۔" (صحیح بخاری)

۵: اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر کے ساتھ والدین کا شکر ادا کرنے کی تاکید کیوں فرمائی؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ تاکید اس لئے فرمائی کہ اگر چہ اسے پیدا تو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، لیکن ظاہری اسباب میں والدین ہی اس کا سبب بنے ہیں۔ ۶: اللہ تعالیٰ کا شکر کیسے ادا ہو گا؟ ۶: اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے۔

۷: والدین کا شکر کیسے ادا ہو گا؟ ۷: والدین کی خدمت کر کے۔ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ان کی فرماں برداری اور دل سے ان کی عزت و تکریم کرنا۔

۸: ہم پر والدین کے کیا حقوق ہیں؟ ۸: i۔ والدین سے محبت کی جائے۔ ii۔ دل سے ان کی عزت کی جائے۔ iii۔ والدین کی خدمت کی جائے۔ iv۔ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے والدین کی فرماں برداری کی جائے۔ v۔ ان کے انتقال پر غسل، کفن، نمازہ جنازہ اور قبر میں اتارنے کی خدمات انجام دی جائیں۔ vi۔ ان کے ذمہ قرض ادا کیا جائے۔ vii۔ ان کے وعدے نبھائے جائیں۔ viii۔ ان کے دوستوں اور رشتہ داروں سے تعلقات بحال رکھے جائیں اور ان کی عزت کی جائے۔ ix۔ خود نیک زندگی گزار کر اور نیک اعمال کر کے والدین کے لئے صدقہ جاریہ بنایا جائے۔ x۔ والدین کے لئے مغفرت و بخشش کی دعا کی جائے۔

۹: والدین کے ساتھ حسن سلوک کیوں کیا جائے؟ ۹: کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے اور والدین ہمارے محسن ہیں۔

نوٹ: ایک حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا" وہ شخص ہلاک ہو جائے، وہ شخص ہلاک ہو جائے، وہ شخص ہلاک ہو جائے جو اپنے والدین کو بڑھاپے میں پائے اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکے۔" (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۱۵: ۱: اگر والدین کفر، شرک یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیں تو کیا کرنا چاہیئے؟ ۱: والدین کا ایسا حکم نہیں ماننا چاہیئے۔

نوٹ: ایک حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "کسی مخلوق کی فرماں برداری نہیں ہو گی ایسے حکم میں جس میں خالق کی نافرمانی ہو۔" (سنن ابی داؤد)

۲: اس آیت میں جہاد کا لفظ کن معنوں میں آیا ہے؟ ۲: اس آیت میں جہاد کا لفظ اپنے لغوی معنوں میں آیا ہے یعنی جدوجہد کرنا اور کوشش کرنا۔ یہاں اس کے معنی جنگ یا قتال نہیں لیئے جا سکتے۔ ۳: کیا انسان کے پاس واقعتاً شرک کے لئے کوئی دلیل ہے؟ ۳: انسان کے پاس شرک کے لئے ہر گز کوئی دلیل نہیں ہے۔ انسان جب بھی کائنات اور اپنی ذات پر غور کرے گا تو ایک ہی خالق کو تسلیم کیئے بغیر اسے کوئی چارہ نہ ہو گا۔ نیز تمام الہامی کتابوں اور پیغمبروں علیہم السلام نے بھی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے روکا ہے۔ ۴: اگر والدین کافر ہوں یا فاسق و فاجر ہوں تو کیا ان کی اطاعت اور خدمت نہیں کی جائے گی؟ ۴: اگر والدین کافر ہوں یا فاسق و فاجر ہوں تو ان کی وہ بات نہیں مانی جائے گی جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو البتہ ان کا حق خدمت باقی رہے گا اور والدین خواہ کافر ہی کیوں نہ ہوں ان کی خدمت کرنا اولاد پر لازم ہے۔

نوٹ: حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میری والدہ میرے نانا کو لے کر میرے پاس آئیں اور وہ مشرک تھیں اور رسول اللہ ﷺ سے قریش معاہدہ کر چکے تھے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ میرے پاس آئی ہیں اور وہ اسلام کی طرف راغب ہیں تو کیا میں ان سے کچھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا ان سے نیک سلوک کرو۔ (صحیح بخاری)

۵: ہمیں کن لوگوں کی فرماں برداری اور پیروی کرنی چاہیئے؟ ۵: وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے اور سیدھے راستے پر چلنے والے ہوں۔

۶: اس آیت میں آخرت کی کس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے؟ ۶: بالآخر ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں بتا دے گا جو اعمال ہم دنیا میں کرتے رہے ہیں۔

شانِ نزول: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر ان کی والدہ ان سے ناراض ہو گئیں اور انہوں نے قسم کھالی کہ نہ وہ دھوپ سے ہٹیں گی اور نہ کچھ کھائیں پئیں گی یہاں تک کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ دوبارہ آبائی دین یعنی بت پرستی کو اختیار کر لے ورنہ وہ اسی حالت پر جان دے دیں گی۔ اس پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے کہ وہ کیا کریں والدہ کی بات مانیں یا ایمان پر قائم رہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی کہ والدین اگر شرک کا حکم دیں تو ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو دوسری نصیحت کیا فرمائی؟ ۱: انسان کے تمام اعمال اللہ ﷻ کے ہاں محفوظ ہیں اور وہ ان تمام اعمال کو انسانوں کے سامنے لائے گا تب وہ اس کا انکار نہیں کر سکیں گے۔ ۲: کسی عمل کے پوشیدہ رہنے کے امکانات ہو سکتے ہیں؟

۲: i۔ وہ عمل رائی کے دانے کے برابر چھوٹا سا ہو۔ ii۔ وہ پتھروں میں کہیں کیا گیا ہو۔ iii۔ وہ آسمانوں کی بلندیوں میں کہیں کیا گیا ہو۔ iv۔ وہ زمین کی تہہ میں کیا گیا ہو تمام اعمال اللہ ﷻ کے حکم سے انسان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اور پھر ان کے لئے جزا و سزا کا تعیّن ہو گا۔

علمی نکتہ: رائی کے دانے کی مثال اس لئے دی کہ وہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ نہ اس کا وزن محسوس ہوتا ہے نہ تول میں ترازو کے پلڑے کو جھکا سکتا ہے۔ اسی طرح چٹان آبادی سے دور جنگل، پہاڑ میں ہوتی ہے اور ان کا وزن بہت ہوتا ہے اور ان میں بنی جگہ انسانوں سے پوشیدہ ہوتی ہے۔

۳: کیا کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی اللہ ﷻ سے پوشیدہ رہ سکتا ہے؟ ۳: ہر گز نہیں بلکہ اللہ ﷻ قیامت کے دن انسان کے چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی لے آئے گا۔ ۴: ایسا کیسے ممکن ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا عمل قیامت کے دن حاضر کر دیا جائے؟ ۴: اس لئے کیوں کہ اللہ ﷻ نہایت باریک بین اور ہر چیز سے باخبر ہے۔ اس کا علم مخفی ترین چیز تک کو محیط ہے اور وہ خبیر ہے اندھیری رات میں چلنے والی چیونٹی کی حرکات و سکنات سے بھی وہ باخبر ہے۔

نوٹ: حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اگر تم میں سے کوئی شخص بے سوراخ پتھر میں بھی عمل کرے گا، جس کا کوئی دروازہ ہو نہ کھڑکی، اللہ ﷻ اسے لوگوں پر ظاہر فرمادے گا، چاہے وہ کیسا ہی عمل ہو۔" (مسند احمد)

عملی پہلو: معلوم یہ ہوا کہ انسان اچھا یا بُرا کام کتنا بھی چھپ کر کرے، وہ عمل اللہ ﷻ سے چھپا نہیں رہ سکتا، قیامت والے دن اللہ ﷻ اسے حاضر کر لے گا یعنی اس کا جزا یا سزا کی صورت میں بدلہ دے گا۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو تیسری کیا نصیحت فرمائی؟ ۱: نماز قائم کرو۔ یعنی حقیقی محسن اللہ ﷻ سے لَو لگائے رکھو۔

۲: صلوٰۃ کے کیا معنی ہیں؟ ۲: صلوٰۃ کے لغوی معنی یہ ہیں: i۔ دعا کرنا۔ ii۔ حرارت حاصل کرنا۔ iii۔ لَو لگانا۔ iv۔ کسی سمت میں رُخ کرنا۔ v۔ کسی سمت میں چلنا۔

۳: یہاں صلوٰۃ کا لفظ کس معنیٰ میں آیا ہے؟ ۳: یہاں صلوٰۃ سے مراد نماز ہے جو اپنے وقت پر تمام شرائط اور ارکان کا لحاظ کرتے ہوئے مخصوص طریقے سے ادا کی جاتی ہے۔ ۴: حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو چوتھی کیا نصیحت فرمائی؟ ۴: بھلائی کا حکم دو۔

علمی بات: ہر بھلی اور نیک بات کو معروف کہتے ہیں جس کو انسانی فطرت جانتی ہے اور انسان کا باطن اس پر مطمئن ہوتا ہے۔ معروف وہ بات ہے جسے معاشرے میں اچھائی کے طور پر ہر سلیم الفطرت آدمی پسند کرتا ہے مثلاً سچ بولنا، امانت کا خیال رکھنا وغیرہ۔ البتہ بھلائی اور نیکی کے تصور کی تکمیل الہامی تعلیم سے ہوتی جو بھلائی اور بُرائی، حق اور باطل کا فرق واضح کر کے پیش کرتی ہے۔

۵: حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو پانچویں کیا نصیحت فرمائی؟ ۵: بُرائی سے منع کرو۔ ۶: منکر کسے کہتے ہیں؟ ۶: ہر وہ قول و فعل جو فطرتِ انسانی کے خلاف ہو اور انسان اس کے کرنے سے دل میں کھٹک محسوس کرے منکر کہلاتا ہے۔ منکر وہ بات جسے معاشرے میں ہر سلیم الفطرت آدمی بُرا سمجھتا ہے جیسے جھوٹ بولنا اور خیانت کرنا وغیرہ۔ البتہ منکرات کی تفصیلات اور ان کا شعور الہامی تعلیم سے ہوتا ہے۔ ۷: حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو چھٹی کیا نصیحت فرمائی؟ ۷: مصیبت پہنچنے پر صبر کرو۔ ۸: صبر کسے کہتے ہیں؟ ۸: اپنے آپ کو روکنا اور تھامنا صبر کہلاتا ہے۔ یعنی اللہ ﷻ کی اطاعت میں جو آزمائشیں آئیں ان آزمائشوں اور مشکلات پر صبر کرنا یعنی چیخ و پکار سے بچنا صبر کہلاتا ہے۔ ۹: اس آیت میں صبر کرنے کے حوالے سے کیا وضاحت فرمائی گئی ہے؟ ۹: صبر کرنا ہمت اور حوصلے کے کاموں میں سے ہے۔

علمی نکتہ: اس سے پہلے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وصیت ہے اور اس راہ میں مشکلات و مصائب اور طعن و ملامت لازمی امر ہے۔ اس لئے اس کے فوراً بعد صبر کی تلقین کر کے واضح کر دیا کہ صبر کا دامن تھامے رکھنا عزم و ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ اس کے بغیر فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی ممکن نہیں۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو ساتویں نصیحت کیا فرمائی؟ ۱: لوگوں سے بے رُخی نہ کرو۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا اسی طرح ایک حدیث کے مفہوم کے مطابق آپ ﷺ نے اُن لوگوں سے تعلق جوڑنے کا حکم دیا جو تعلق توڑیں اور یہ بھی فرمایا کہ کسی مسلمان پر جائز نہیں کہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے تین دِن سے زیادہ ناراض رہے۔ ۲: حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو آٹھویں کیا نصیحت فرمائی؟ ۲: زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔ ۳: لوگوں سے بے رخی برتنا اور زمین پر اِترا کر چلنا کس چیز کی علامت ہیں؟ ۳: تکبر کی علامت ہے۔

۴: اللہ ﷻ کن لوگوں کو پسند نہیں فرماتا؟ ۴: اللہ ﷻ تکبر کرنے والے اور شیخی بگھارنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

۵: "صَعَرٌ" کے کیا معنی ہیں؟ ۵: "صَعَرٌ" اونٹ کی گردن کے مہروں کی بیماری ہے جس میں اونٹ کی گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ اسے تشبیہ دی گئی ہے ایک متکبر سے جو لوگوں سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا اپنے تکبر کی وجہ سے۔

علمی نکتہ: مُختَال کا تعلق خیل (گھوڑے) سے ہے۔ گھوڑے کی چال میں غرور کا ایک خاص انداز پایا جاتا ہے۔ چنانچہ جب انسان اپنی چال چلن میں گھوڑے کی طرح غرور کا مظاہرہ کرتا ہے تو گویا وہ مُختَال بن جاتا ہے۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو بندہ اللہ ﷻ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ ﷻ اس کو سربلند کر دیتا ہے۔" (صحیح مسلم)

عملی پہلو: ایک اچھے مسلمان اور بہترین مبلغ کے لئے لازم ہے کہ وہ ان باتوں کا خیال کرے جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو اخلاق اور کردار کے حوالے سے سمجھاتے ہوئے ارشاد فرمائی ہیں۔ جو شخص ان باتوں کا خیال نہیں رکھتا بے شک وہ علمی، مالی، سماجی اور سیاسی لحاظ سے کتنا بڑا کیوں نہ ہو بالآخر لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اگرچہ بسا اوقات اس متکبر شخص کے سامنے لوگوں کی گردنیں جھکی ہوئی ہوتی ہیں۔ مگر ان کے دل اس کی نفرت سے لبریز ہوتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو علم وحکمت کی نویں کیا نصیحت فرمائی؟ ۱: چال میں اعتدال اختیار کرنا۔

۲: چال میں میانہ روی اختیار کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: نہ تو بالکل مریضوں کی طرح آہستہ آہستہ چلنا اور نہ ہی بہت تیز چلنا بلکہ درمیانی چال چلنا جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ تھا۔ ایک مطلب یہ ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں میانہ روی اختیار کرنا۔

عملی پہلو: اس میں پیدل چلنا ہی شامل نہیں بلکہ سواری کی رفتار بھی اسی انداز کی ہونی چاہیئے بعض لوگ گاڑی چلاتے وقت اس برق رفتاری کے ساتھ گزرتے ہیں کہ پیدل چلنے والے کا کلیجہ کانپ جاتا ہے۔ راستے میں پانی ہو تو راہگیروں کے کپڑے گندے ہو جاتے ہیں ایسے آدمی کو لوگ بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ دنیا بھر میں یہ مسلّمہ اصول ہے کہ تیز رفتاری سے حادثے زیادہ ہوتے ہیں اس لئے آدمی پیدل ہو یا سوار اسے میانہ روی اختیار کرنی چاہیئے۔

نوٹ: آپ ﷺ نے فرمایا "تم لوگ میانہ روی کرو اور (اعتدال سے) قریب رہو اور خوش ہو جاؤ (کہ تمہیں ایسا اعلیٰ دین ملا)"۔ (صحیح بخاری) اسی طرح اور حدیث شریف میں آپ ﷺ نے فرمایا "جس نے میانہ روی اختیار کی وہ محتاج نہیں ہوگا" (مسند احمد)۔

عملی پہلو: اس لئے ہمیں زندگی میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیئے نہ ضرورت سے بڑھ کر خرچ کرنا چاہیئے جسے فضول خرچی کہتے ہیں اور نہ ہی بوقت ضرورت بخل اور کنجوسی کرنی چاہیئے بلکہ اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔

۳: حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو دسویں کیا نصیحت فرمائی؟ ۳: اپنی آواز کو پست رکھنا۔

۴: آواز کو پست رکھنے سے کیا مراد ہے؟ ۴: جب آدمی کسی معاملہ پر گفتگو کر رہا ہوتا ہے یا کسی کے ساتھ بات چیت کرتا ہے تو سنجیدہ اور باوقار لوگ اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں کیونکہ بات چیت میں نرمی اور پستی سے مخاطب پر خوشگوار اثر پڑتا ہے اور اونچی آواز میں بات کرنے سے اللہ ﷻ نے منع فرمایا ہے۔

عملی پہلو: عقل مندی اور سنجیدگی کا تقاضا ہے کہ آدمی ماحول اور ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے آواز بلند کرے۔ چاہے وہ کتنا بڑا خطیب کیوں نہ ہو۔ اسے ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ کہیں میری آواز اور لب ولہجہ میں تصنّع اور کراہت تو نہیں پائی جاتی۔ اسی اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا چاہیئے

تاکہ لوگ تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔

۵: بلند آواز کے لئے کیا مثال بیان کی گئی ہے؟ ۵: بلند آواز پسندیدہ نہیں ہے ورنہ گدھے کی آواز کو پسند کیا جاتا حالانکہ کہ وہ آوازوں میں سب سے بُری آواز شمار کی جاتی ہے۔

عملی پہلو: نبی کریم ﷺ نے فرمایا" جب تم مرغ کی اذان سنو تو اللہ ﷻ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے اور جب گدھے کی آواز سنو تو (اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيطٰنِ الرَّجِيمِ پڑھ کر) شیطان سے اللہ ﷻ کی پناہ مانگو کیونکہ گدھا شیطان کو دیکھتا ہے۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

۶: کیا ہمیں ہر وقت آہستہ ہی بولنا چاہیئے؟ ۶: نہیں بعض موقعوں پر آواز بلند کی جاسکتی ہے جیسے کسی کو بلانے کے لئے زور سے آواز دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح اذان اور اقامت دیتے ہوئے بلند آواز استعمال کی جاتی ہے یا تلبیہ پڑھتے ہوئے حجاج کرام اپنی آواز بلند کرتے ہیں۔

۷: حضرت لقمان کی نصیحتوں کا خلاصہ کیا ہے؟ ۷: حضرت لقمان کی نصیحتوں کا نچوڑ اور خلاصہ جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائیں: i۔ شرک بہت بڑی نافرمانی ہے۔ ii۔ اعمالِ انسانی محفوظ ہیں اور ان کا نتیجہ نکل کر رہے گا۔ iii۔ اللہ ﷻ سے لو لگائے رکھنا۔ iv۔ نیکی کا حکم کرنا۔ v۔ بُرائی سے منع کرنا۔ vi۔ مصائب پر صبر کرنا۔ vii۔ بے رخی نہ کرنا۔ viii۔ اکڑ کر مت چلنا۔ ix۔ زندگی میں میانہ روی اختیار کرنا۔ x۔ اپنی آواز کو پست رکھنا۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسے انسانوں کے تابع کر دینے سے کیا مراد ہے؟ ۱: تمام کائنات کو اللہ ﷻ نے انسان کی خدمت میں اور سہولیات بہم پہنچانے پر مامور کر دیا ہے۔ مثلاً سورج تمازت اور روشنی مہیا کرتا ہے۔ اسی سے ہواؤں اور بارشوں کا نظام ترتیب پاتا ہے اور زمین پر فصلوں اور پھلوں کی پرورش ممکن ہوتی ہے۔ زمین کو اللہ ﷻ نے ایک بچھونے کی طرح بچھا کر انسان کے لئے مسخر کر رکھا ہے اور یوں تمام ضرورتیں پوری کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

۲: ظاہری نعمتوں سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی وہ بے شمار نعمتیں جن کا ادراک ہم اپنے حواس سے کر سکتے ہیں مثلاً آسمان، زمین، ہوا، پانی، حیوانات، نباتات وغیرہ۔ ۳: وہ تمام روحانی نعمتیں جن کا ادراک ہم اپنے حواس سے نہیں کر سکتے لیکن اپنی عقل سے کر سکتے ہیں جیسے فرشتے، اللہ ﷻ کا دین، شریعت۔ سورۃ المائدہ ۵، آیت: ۳ میں اللہ ﷻ نے فرمایا کہ "آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔" گویا دینِ اسلام اللہ ﷻ کی بہت بڑی نعمت ہے جو ہمیں آپ ﷺ کے ذریعے عطا کیا گیا۔ ۴: اس آیت میں اللہ ﷻ کے بارے میں جھگڑنے سے کیا مراد ہے۔ ۴: اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا، توحید کا انکار کرنا۔ ۵: اس آیت میں اللہ ﷻ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کے عقیدہ کا رَد کن بنیادوں پر کیا گیا ہے؟ ۵: شرک کے لئے کسی کے پاس نہ کوئی علمی دلیل ہے اور نہ کوئی نقلی دلیل ہے اور نہ وحی کی روشنی میں کوئی کتاب ہے جس کو وہ شرک کی دلیل کے طور پر پیش کر سکیں۔

علمی و عملی پہلو: اس سے پہلے یہ مضمون سورۃ الحج ۲۲ کی آیت: ۳ میں بھی بالکل انہی الفاظ میں آچکا ہے۔ ایسے لوگ اللہ ﷻ کی ذات، اس کی آیات اور اس کے احکام کے بارے میں طرح طرح کے سوالات اٹھاتے ہیں، منفی انداز میں بحث و تمحیص کرتے ہیں، لیکن اس کے بارے میں ان کے پاس نہ تو کوئی علمی دلیل ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی الہامی ثبوت۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: مشرکین کو جب قرآنِ حکیم کی پیروی کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ ۱: وہ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا یعنی اس طریقے کی یا ان کے عقائد باطلہ کی۔

نوٹ: گویا کہ وہ اپنے آباء و اجداد کی رسومات کو دین سمجھتے ہیں۔ جس کے بارے میں سورۃ البقرہ ۲ آیات: ۱۷۰ اور ۱۷۱ میں یہ ارشاد ہوا کہ "اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ ﷻ نے نازل فرمایا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں: (نہیں) بلکہ ہم تو اسی (طریقے) پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں اور نہ ہی ہدایت پر ہوں۔ اور ان کافروں (کو ہدایت کی طرف بلانے) کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو کسی

ایسے (جانور) کو پکارے جو سوائے پکار اور آواز کے کچھ نہیں سنتا، یہ لوگ بہرے، گونگے، اندھے ہیں سو انہیں کوئی سمجھ نہیں۔"

۲: اس آیت میں مشرکین کو ان کی آباءواجداد کے غلط طریقے سے بچانے کے لئے کس طرح سمجھایا گیا ہے؟　　۲: اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اگر شیطان ان کے آباءواجداد کو دوزخ کی طرف بلاتا رہا تو کیا وہ انہی خیالات کی پیروی کریں گے جن پر ان کے باپ دادا چلتے رہے اور عقل سے کام نہیں لیں گے۔

عملی پہلو: انسان کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ دانشمندی کا تقاضا اور جہنم کے راستے سے بچنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ آدمی اللہ ﷻ کی نازل کردہ رہنمائی کے مطابق زندگی بسر کرے۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: اس آیت میں کن لوگوں کے لئے بشارت ہے؟　　۱: ایک اللہ ﷻ کو ماننے والے لوگوں کے لئے۔　　۲: اس آیت میں ایک اللہ ﷻ کو ماننے والے کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟　　۲: i۔ اپنا چہرہ اللہ ﷻ کے سامنے جھکا دینا یعنی ایمان لانا۔ ii۔ نیک کام کرنا۔　　۳: اس آیت میں ایک اللہ ﷻ کو ماننے والے لوگوں کو کیا بشارت دی گئی ہے؟　　۳: انہوں نے اللہ ﷻ کا ایسا مضبوط سہارا تھام لیا ہے جو ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ اس لئے بعض لوگوں نے انھیں مضبوط زنجیر سے تعبیر کیا ہے۔　　۴: عُرْوَةُ الْوُثْقٰى کسے کہتے ہیں؟　　۴: مضبوط رسّی یعنی توحید کا عقیدہ۔ مطلب توحید کا عقیدہ اختیار کرنے والوں نے گویا ایسا مضبوط سہارا اختیار کر لیا ہے کہ ان کے لئے ہلاکت اور گمراہی کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔　　۵: انسانی اعمال کا نتیجہ کیا نکلے گا؟

۵: انسان کے تمام اعمال کا انجام اللہ ﷻ ہی کے ہاں ہے اور اللہ ﷻ انصاف کے مطابق سزا دے گا یا جزا عطا فرمائے گا۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو کفار کے انکار کرنے پر کیا تسلی دی گئی ہے؟　　۱: آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ ان کے انکار پر غم زدہ نہ ہوں۔

علمی نکتہ: نبی کریم ﷺ صبح و شام اس فکر اور کوشش میں رہتے تھے کہ لوگ ہدایت پر گامزن ہو کر جہنم کی ہولناکیوں سے اپنے آپ کو بچالیں۔ لیکن کافر لوگ ہدایت کی طرف آنے کی بجائے گمراہی کی طرف سرپٹ دوڑے جاتے تھے۔ جس پر آپ ﷺ غمگین ہو جاتے۔ آپ ﷺ کو تسلی اور ڈھارس دینے کے لئے ارشاد ہوا کہ ان کے کفر و شرک پر جمے رہنے سے آپ ﷺ رنجیدہ خاطر اور غم زدہ نہ ہوں۔ آپ ﷺ کا کام حق بات پہنچانا ہے جس کا آپ ﷺ بطریق احسن حق ادا فرما رہے ہیں کسی سے زبردستی ایمان تسلیم کرانا آپ ﷺ کے ذمہ نہیں ہے۔

۲: کفار کا کیا انجام ہونے والا ہے؟　　۲: کفار کو بالآخر پلٹ کر اللہ ﷻ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اللہ ﷻ ان کے اعمال کا بدلہ دے گا یعنی ان کے کفر و شرک پر انہیں سزا دی جائے گی۔　　۳: اللہ ﷻ کے صفتِ علم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟　　۳: اللہ ﷻ دلوں کے رازوں سے بھی واقف ہے اس لئے وہ جانتا ہے کہ کس کے ذہن میں کیا خیالات پیدا ہو رہے ہیں اور کون شخص کس نیت اور ارادے سے کیا کام کر رہا ہے۔ کوئی بات اللہ ﷻ سے چھپی ہوئی نہیں ہے اور وہ انسان کے اعمال کا نتیجہ قیامت میں ظاہر کرے گا۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: کافروں کا دنیا اور آخرت میں کیا انجام بیان کیا گیا ہے؟　　۱: اللہ ﷻ کی طرف سے کفار کو بھی دنیا میں کچھ مدت کے لئے سامانِ زندگی دیا جاتا ہے لیکن آخرت میں انہیں سخت عذاب دیا جائے گا۔ یہ لوگوں کے ذہن میں پیدا ہونے والے اس سوال کا جواب ہے کہ اس قدر کفر کے باوجود ان پر جلدی عذاب کیوں نہیں آتا؟

علمی نکتہ: "غَلِيْظ" اصل میں بھاری بھرکم اور ضخامت والے جسم کو کہتے ہیں، گویا وہ عذاب ان پر ایک ضخیم (لمبے چوڑے اور بھاری) جسم کی طرح آ گرے گا، جس کے بوجھ کے نیچے وہ ایسے دبے ہوں گے کہ کسی طرف نکل نہیں سکیں گے۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: اس آیت میں توحید کے لئے کونسی عقلی دلیل دی گئی ہے؟　　۱: اگر مشرکوں سے پوچھا جائے کہ اس زمین و آسمان کو کس نے تخلیق کیا تو وہ لازماً کہیں گے اللہ ﷻ نے۔ گویا مشرکین بھی مانتے ہیں کہ اس کائنات کا خالق اللہ ﷻ ہے۔

علمی نکتہ: آپ ﷺ سے کلمہ حمد کہنے کا فرمایا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ جب مشرکین نے مان لیا کہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا اللہ ﷻ ہے، جس میں ان کے بنائے معبود بھی شامل ہیں، تو تمام تعریفوں اور خوبیوں کا مالک تو اللہ ﷻ ہی ٹھہرا، پھر وہ ہر خوبی کے مالک کو چھوڑ کر اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں جس میں اپنی کوئی خوبی ہے ہی نہیں؟ گویا آپ ﷺ کے ذریعے انہیں اس بات سے آگاہ کیا جا رہا ہے۔

۲: اس آیت میں اکثر مشرکین کے شرک کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۲: لاعلمی یعنی اکثر مشرک جانتے نہیں کہ مخلوق خالق کے برابر نہیں ہو سکتی۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی شان بیان کی گئی ہے کہ i۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ان سب کا مالک اللہ ﷻ ہے۔ ii۔ وہ غنی ہے۔ iii۔ پوری کائنات خود بخود اس کی تعریف کرنے والی ہے۔

نوٹ: حدیثِ قدسی ہے کہ اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے کہ "اے میرے بندو! اگر تمہارے، اول و آخر تمام انسان اور جنات ایک متقی آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں تو میری بادشاہت میں کچھ بھی اضافہ نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے، اور بعد والے، تمام کے تمام انسان اور جنات ایک فاجر شخص کے دل کی طرح ہو جائیں تو بھی میری بادشاہت میں ذرا برابر کمی نہیں کر سکتے۔" (صحیح مسلم)

علمی بات: حدیثِ قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں الفاظ اللہ ﷻ کے ہوتے ہیں اور وہ الفاظ پیارے نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے ادا ہوتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: اللہ ﷻ کی شان بیان کرنے کے لئے کیا مثال دی گئی ہے؟ ۱: اگر زمین کے سارے درخت قلم بن جائیں اور سات سمندر و دریا اور بھی سیاہی بن جائیں تو بھی اللہ ﷻ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔

نوٹ: دوسرے مقام یہ مضمون یوں بیان ہوا "آپ فرما دیجئے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے سیاہی بن جائے تو یقیناً سمندر ختم ہو جائے گا اس سے پہلے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں، اگرچہ ہم اس کے برابر اور سیاہی لے آئیں۔" (سورۃ الکہف ۱۸، آیت: ۱۰۹)

۲: اللہ ﷻ کے کلمات سے کیا مراد ہے؟ ۲: مفسرین نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں۔ بعض کی رائے ہے کہ اس سے مراد اللہ ﷻ کی صفات ہیں یا اللہ ﷻ کے کلمات ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ ﷻ کی مخلوقات ہیں۔ ۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟

۳: i۔ اللہ ﷻ زبردست ہے العزیز یعنی وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ ii۔ اللہ ﷻ حکیم ہے یعنی اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کے صفتِ قدرت کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کے لئے تمام انسانوں کو پیدا کرنا اور پھر انہیں موت کے بعد دوبارہ زندہ کھڑا کر دینا اتنا ہی آسان ہے جیسے ایک انسان کو پیدا کرنا بہت ہی آسان ہے۔

نوٹ: یہی مضمون دوسرے مقام پر یوں بیان ہوا" اور انھوں نے اپنی پکی قسمیں کھاتے ہوئے اللہ ﷻ کی قسم کھائی کہ اللہ ﷻ اسے نہیں اُٹھائے گا جو مر جائے۔ کیوں نہیں! اس کے ذمے سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ تاکہ وہ ان کے لئے وہ چیز واضح کر دے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور تاکہ جن لوگوں نے کفر کیا جان لیں کہ یقیناً وہ جھوٹے تھے۔ جب ہم کسی چیز کا ارادہ کر لیں تو ہم اسے صرف یہ ہی کہتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔" (سورۃ النحل ۱۶، آیات: ۳۸ تا ۴۰)

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا صفات بیان ہوئی ہیں؟ ۲: صفتِ تخلیق اور سمیع و بصیر ہونا۔ یعنی جس اللہ ﷻ نے پیدا کیا ہے وہ سننے والا اور دیکھنے والا بھی ہے اور وہ انسان کے اعمال کا اپنے علم کے مطابق اور اپنی قدرت سے جزا یا سزا دے گا۔ ۳: قرآنِ حکیم میں کن مقامات پر دوبارہ زندہ کیئے جانے کے ثبوت کا ذکر ہے؟

۳: **موت کے بعد جی اٹھنے کے ثبوت:** ۱۔ اللہ ﷻ نے بنی اسرائیل کے مقتول کو زندہ فرمایا۔ (سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۷۳) ۲۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو زندہ فرمایا۔ (سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۲۵۹) ۳۔ چار پرندوں کو زندہ فرمایا۔ (سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۲۶۰) ۴۔ اصحابِ کہف کو تین سو نو سال کے بعد اُٹھایا۔ (سورۃ الکہف ۱۸، آیت: ۲۵) ۵۔ مزید حوالہ جات کے لئے دیکھیں: (سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۲۴۳) (سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۱۵۵) اور (سورۃ المائدۃ ۵، آیت: ۱۱۰) وغیرہ

آیت نمبر ۲۹: ۱: اس آیت میں توحید باری تعالیٰ کے کیا عقلی دلائل دیئے گئے ہیں؟ ۱: اللہ ﷻ ہی ہے جو رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور وہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کیا گویا یہ ساری اللہ ﷻ کی وحدانیت اور اس کی طاقت کی نشانیاں ہیں۔

نوٹ: اس مفہوم کے اعتبار سے اس کی مثال تسبیح کے دانوں کی سی ہے، یعنی قدرتِ الٰہی سے دن اور رات کی ترتیب ایک ڈوری میں پروئے گئے سیاہ اور سفید رنگ کے دانوں کی سی ہے کہ ایک سیاہ اور ایک سفید دانہ باری باری چلے آرہے ہیں۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دن جب گھٹتا ہے تو رات اس کے کچھ حصے پر قابض ہو جاتی ہے گویا وہ اس میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح جب رات گھٹتی ہے تو اس کے کچھ حصے پر دن قبضہ (encroachment) کر لیتا ہے یعنی وہ رات کی تاریکی کو دن کی روشنی پر اور دن کی روشنی کو رات کی تاریکی پر غالب کرتا ہے۔

۲: چاند اور سورج میں سے ہر ایک کا وقتِ مقررہ تک چلنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے سورج اور چاند کی منزلیں مقرر کی ہیں۔ سورج اپنی منزلیں ایک سال میں مکمل کرتا ہے اور چاند اپنی منزل ایک مہینہ میں مکمل کرتا ہے۔ ۳: مقررہ وقت سے مراد کیا ہے؟ ۳: قیامت۔

۴: اس آیت میں انسانوں کو کیا حقیقت سمجھائی گئی ہے؟ ۴: اتنی قدرت رکھنے والا اللہ ﷻ جس نے دن رات اور سورج چاند پیدا کر دیئے وہ انسانوں کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے اور ان کے نتیجہ میں جزا اور سزا رکھنے کا پورا اختیار رکھتا ہے۔

عملی پہلو: انسان اگر اس نظام ربوبیت و قدرت پر غور کرے تو اس امر میں ذرا شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہے گی کہ جو اس سارے نظام کو چلا رہا ہے وہ لوگوں کے اعمال سے بے خبر نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ خدانخواستہ بے خبر ہو تو وہ ان کی پرورش کس طرح کرے گا؟ اور اگر باخبر ہے جو یقیناً ہے تو آخر وہ ان سے باز پُرس کیوں نہیں کرے گا کہ انہوں نے اس کی پروردگاری کا حق ادا کیا یا نہیں!

آیت نمبر ۳۰: ۱: توحید کے لئے جو تمام عقلی دلائل دیئے گئے ہیں ان کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ہی معبودِ حقیقی ہے۔ اللہ ﷻ کے سوا جنہیں معبود مانا جاتا ہے وہ سب غلط اور باطل ہیں اور اللہ ﷻ ہی عالی عظمت اور کبریائی والا ہے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ نے انسان کو بار بار اپنی قدرتوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ گردشِ لیل ونہار اور شمس و قمر کے مقررہ وقت پر آنے جانے میں غور و فکر کرے تو اسے معلوم ہو گا کہ وہی "اللہ" اس کا حقیقی خالق اور معبود ہے اور وہی انہیں دوبارہ زندہ کرے گا اور اپنے حضور پیش کرے گا۔ بس ہر حال میں اسی کو پکارنا چاہیئے۔ باقی سب کے سب باطل ہیں اور وہ معبود نہیں ہو سکتے۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: اس آیت میں توحید باری تعالیٰ کے لئے کیا عقلی دلیل دی گئی ہے؟ ۱: وہ کشتیاں جو سمندر کی سطح پر چلتی ہیں اور یہ محض اللہ ﷻ کا فضل ہے اور اس کی قدرت کی علامت ہیں۔

۲: کشتیاں کس طرح اللہ ﷻ کی قدرت کی نشانی ہیں؟ ۲: آدمی جب کشتی میں سوار ہوتا ہے تو وہ خطرات سے گھرا ہوتا ہے۔ پھر اگر کشتی کو سمندری طوفان گھیر لیتا ہے تو وہ شدید خطرہ محسوس کرنے لگتا ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ زندگی خطرات سے گھری ہوئی ہے اور وہ اللہ ﷻ ہی ہے جو خطرات کے بیچ انسان کو صحیح سلامت گزارتا ہے۔ اسی طرح ہدایت کی طرف رہنمائی انہی لوگوں کو ملتی ہے جو خطرات اور مصیبت میں صبر کا دامن تھامے رہتے ہیں اور جو حق کو پالینے اور اس پر قائم رہنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ دوسرے پہلو سے دیکھیے تو کشتی اللہ ﷻ کی بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ انسان کشتی اور جہاز کے ذریعہ طرح طرح کے فوائد حاصل کر لیتا ہے۔ اسی طرح جب کشتی طوفان سے صحیح سلامت نکل جاتی ہے تو یہ اللہ ﷻ کا کتنا بڑا احسان ہے مگر اس کی طرف متوجہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو احسان شناس ہوں اور اپنے رب کے شکر گزار رہنا چاہتے ہوں اور جب کہ ہٹ دھرم و ناشکرے لوگ اسے فراموش کر دیتے ہیں۔

۳: اللہ ﷻ کی قدرت کے ان دلائل میں کیسے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں؟ ۳: بہت صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو دشوار اور مصیبت کی گھڑیوں میں صبر کا دامن نہیں چھوڑتے اور نعمتیں پا کر اتراتے نہیں، بلکہ اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں۔

علمی و عملی پہلو: "صَبَّار" وہ شخص ہے جو اللہ ﷻ کی قضاء و قدر پر صبر کرے اور "شَکُوْر" وہ شخص ہے جو اللہ ﷻ کی نعمتوں پر شکر کرے۔ صبر اور شکر اہلِ ایمان کی صفات میں سے ہیں۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: عہد توڑنے والے اور ناشکرے اور منکر انسان کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: جب ایسا انسان طوفانی موجوں میں پھنستا ہے تو خالص اللہ ﷻ کو پکارتا ہے اور تمام باطل معبودوں کو بھول جاتا ہے لیکن جب اللہ ﷻ اسے طوفان سے بچاتا ہے اور خشکی پر پہنچاتا ہے تو وہ اللہ ﷻ کو بھلا دیتا ہے۔

۲: اللہ ﷻ کو انسانوں سے کیسا طرزِ عمل مطلوب ہے؟ ۲: جب انسان خطرہ سے دوچار تھا تو اس نے اللہ ﷻ کو پکارا اور جب طوفان اسے اللہ ﷻ نجات دی تو اسے چاہیئے کہ اب بھی اللہ ﷻ ہی کو پکارے اور اس کی عبادت کرے، اس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور اسی کی اطاعت و فرماں برداری کرے۔

عملی پہلو: مومن کو ہر حال میں صابر و شاکر رہنا چاہیئے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے، اس کا ہر معاملہ اس کے لئے خیر (کا باعث) ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے کسی اور کو حاصل نہیں، (وہ اس طرح) کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لئے خیر ہے اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے، اس میں بھی اس کے لئے خیر ہے۔" (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۳۳: ۱: تمام انسانوں کو کن دو چیزوں سے ڈرنے کی ترغیب دی گئی ہے؟ ۱: i۔ اللہ ﷻ سے ڈرنے کی۔ ii۔ قیامت کے دن سے ڈرنے کی۔

۲۔ انسان کی کس غلط فہمی کا ازالہ کیا گیا ہے؟ ۲۔ بعض اوقات انسان اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر گناہ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے کہ اس کا بوجھ کوئی اور اٹھالے گا۔ اس کا بارِ گناہ کسی دوسرے کی گردن پر لاد دیا جائے گا اور وہ بچ جائے گا۔ بتا دیا کہ دنیا میں باپ اور بیٹے کا تعلق محتاجِ بیان نہیں۔ والدین اپنی اولاد کے آرام کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے سے گریز نہیں کرتے، اولاد بھی والدین کی پریشانی اور تکلیف کسی قیمت پر برداشت نہیں کرتی، لیکن قیامت کے روز نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو عذابِ الٰہی میں مبتلا دیکھ کر یہ کہے گا مجھ سے اپنے بیٹے کی چیخ و پکار سنی نہیں جا سکتی، اِسے بخش دو اور اس کی جگہ مجھے دوزخ میں ڈال دو۔ اسی طرح کوئی بیٹا بھی اپنے باپ کے بارِ گناہ کو اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ ہر ایک کو اپنا بوجھ اٹھانا ہوگا۔ ہر ایک کو اپنے کئے کی سزا خود بھگتنی ہوگی۔

۳: اللہ ﷻ کے وعدہ سے کیا مراد ہے؟ ۳: قیامت کا دن۔ ۴: قیامت کا آنا یقینی کیوں ہے؟ ۴: قیامت کا دن یقینی اسی لئے ہے کہ جس نے کائنات کو پیدا فرمایا اسی نے اس کو فنا کر دینا ہے۔ ۵: انسان کی غفلت کے کیا اسباب بیان کئے گئے ہیں؟

۵: i۔ دنیا کی زندگی میں مشغول ہو جانا۔ ii۔ اللہ ﷻ اور آخرت کو بھلا دینا۔ iii۔ شیطان کے دھوکہ میں آنا۔ ۶: شیطان کے کس دھوکے کا ذکر کیا گیا ہے؟

۶: شیطان اللہ ﷻ کے بارے میں دھوکہ دیتا ہے کہ اللہ ﷻ تو بخش ہی دے گا اور وہ بہت کریم ہے غفور ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن وہ اس کے ساتھ یہ بھلا دیتا ہے کہ اللہ ﷻ عادل ہے، سریع الحساب (جلد حساب لینے والا) ہے، شدید العذاب (سخت عذاب دینے والا) ہے۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے کن پانچ چیزوں کے علم کو اپنے ساتھ خاص فرمایا ہے؟ ۱: ان پانچ چیزوں کا علم صرف اللہ ﷻ کے ساتھ خاص ہے۔ i۔ قیامت کب آئے گی۔ ii۔ بارش کب ہوگی۔ iii۔ رحمِ مادر میں کیا ہے۔ iv۔ انسان کل کیا کرے گا۔ v۔ انسان کہاں وفات پائے گا۔

شانِ نزول: یہ آیت حارث بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے قیامت اور اس کے وقت کے متعلق دریافت کیا اور کہا ہماری زمین قحط زدہ ہوگی بارش کب ہوگی؟ میری بیوی حاملہ ہے وہ کیا جنے گی (نر یا مادہ)؟ مجھے یہ تو معلوم ہے کہ میں کہاں پیدا ہوا ہوں؟ مجھے یہ بتلایئے کس جگہ میری موت آئے گی؟ اس پر اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنہیں اللہ ﷻ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور پھر یہ آیت آپ ﷺ نے تلاوت فرمائی۔ (صحیح بخاری)

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب اللہ ﷻ کسی آدمی کی موت کا کسی دوسری زمین میں فیصلہ فرماتا ہے تو اس زمین کی طرف اس کی کوئی حاجت پیدا فرما دیتا ہے۔" (جامع ترمذی، مسند احمد)

نوٹ: تفاسیر میں اسی آیت کے ذیل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ایک شخص کا واقعہ بیان ہوتا ہے جو حضرت عزرائیل علیہ السلام کو دیکھ کر گھبرایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے درخواست کی کہ مجھے یہاں سے بہت دور ایک جگہ پہنچا دیا جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ہوا نے اُسے مطلوبہ جگہ پہنچا دیا۔ کچھ دنوں بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کی ملاقات پھر ملک الموت سے ہوئی اور انہوں نے اس شخص کے بارے میں پوچھا تو حضرت ملک الموت نے جواب دیا کہ میں حیران تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس شخص کی جان فلاں جگہ پر قبض کی جائے اور جب کہ یہ وہاں سے سینکڑوں میل دور آپ علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا۔

علمی نکتہ: بارش کا معاملہ ایسا ہے کہ جدید آلات کی مدد سے اندازہ تو لگایا جا سکتا ہے لیکن اس بات پر ہر شخص کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ یہ اندازے کبھی صحیح نکلتے ہیں اور کبھی غلط۔ رحمِ مادر میں جدید مشینوں سے انسانی جنس کا ناقص اندازہ تو شاید ممکن ہے کہ بچہ ہے یا بچی؟ لیکن ماں کے پیٹ میں نشوونما پانے والا یہ بچہ نیک بخت ہے یا بد بخت ناقص ہوگا یا کامل، خوب رو ہوگا یا بد شکل، کالا ہوگا یا گورا، وغیرہ باتوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔ انسان کل کیا کرے گا؟ وہ دین کا معاملہ ہو یا دنیا کا؟ کسی کو آنے والے کل کے بارے میں علم نہیں کہ وہ اس کی زندگی میں آئے گا بھی یا نہیں؟ اور اگر آئے گا تو وہ اس میں کیا کچھ کرے گا؟ موت کہاں آئے گی؟ گھر میں یا گھر سے باہر اپنے وطن میں یا دیارِ غیر میں جوانی میں آئے گی یا بڑھاپے میں اپنی آرزوؤں اور خواہشات کی تکمیل کے بعد آئے گی یا اس سے پہلے؟ کسی کو معلوم نہیں۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) سورۃ لقمان کے دوسرے رکوع کی روشنی میں جواب دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بعد کس کا حق بیان فرمایا ہے؟

(الف) اساتذہ کا　(ب) پڑوسیوں کا　✓(ج) والدین کا

(۲) والدین اگر گناہ یا شرک کرنے کا حکم دیں تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

(الف) ان کی بات مان لینی چاہیئے　(ب) ان کی خدمت نہیں کرنی چاہیئے　✓(ج) ان کی بات نہیں ماننی چاہیئے

(۳) حضرت لقمان نے کس چیز کے بارے میں فرمایا کہ "یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے"؟

(الف) وقت پر نماز پڑھنا　✓(ب) مصیبتوں پر صبر کرنا　(ج) والدین کی خدمت کرنا

(۴) سورۃ لقمان کے دوسرے رکوع کی روشنی میں جواب دیجئے کہ گدھے کی آواز کو سب سے بُری آواز کیوں کہا گیا؟

(الف) کافی دیر تک آواز نکالنے کی وجہ سے　(ب) بار بار بولنے کی وجہ سے　✓(ج) اُونچی آواز نکالنے کی وجہ سے

(۵) انسان کے کون سے اعمال محفوظ ہیں جن کا نتیجہ قیامت کے دن نکلے گا؟

(الف) تمام بڑے بڑے اعمال　✓(ب) ہر چھوٹا بڑا عمل　(ج) وہ اعمال جو انسان نے جان بوجھ کر کیئے

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱- سورۃ لقمان کے پہلے رکوع میں قرآنِ حکیم سے فائدہ اٹھانے والے نیکوکاروں کی کون سی تین صفات بیان کی گئی ہیں؟

۱۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ ۲۔ زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ ۳۔ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ (آیت:۴)

۲- سورۃ لقمان کے پہلے رکوع میں قرآنِ حکیم سے محروم رہنے والوں کی کون سی تین کمزوریاں بیان کی گئی ہیں؟

۱۔ کھیل کود کی باتوں میں لگے رہنا۔ ۲۔ دین کا مذاق اڑانا۔ ۳۔ قرآن کی آیتوں سے منہ پھیرنا اور تکبر کرنا۔ (آیات:۶،۷)

۳- سورۃ لقمان کے پہلے رکوع میں توحید باری تعالیٰ کے لئے دیئے گئے کوئی چار دلائل تحریر کریں؟

۱۔ اللہ ﷻ نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا فرمایا۔

۲۔ زمین میں مضبوط پہاڑ گاڑھ دیئے۔

۳۔ آسمان سے پانی برسایا۔

۴۔ ہر قسم کے اجناس اگائے۔ (آیت:۱۰)

۴- سورۃ لقمان کے دوسرے رکوع میں حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو وصیتیں فرمائیں ان میں سے کوئی آٹھ تحریر کریں؟

۱۔ اللہ ﷻ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (آیت:۱۳) ۲۔ انسانی اعمال محفوظ ہیں اور ان کا نتیجہ نکلے گا۔ (آیت:۱۶)

۳۔ نماز قائم کرو۔ (آیت:۱۷) ۴۔ نیکی کا حکم کرو۔ (آیت:۱۷)

۵۔ برائی سے منع کرو۔ (آیت:۱۷) ۶۔ مصیبتوں پر صبر کرو۔ (آیت:۱۷)

۷۔ تکبر مت کرو۔ (آیت:۱۸) ۸۔ لوگوں سے بے رخی نہ کرو۔ (آیت:۱۸)

۹۔ میانہ روی اختیار کرو۔ (آیت:۱۹) ۱۰۔ اپنی آواز کو پست رکھو۔ (آیت:۱۹)

۵- سورۃ لقمان کے آخری رکوع کی روشنی میں ان پانچ چیزوں کا ذکر کریں جن کا علم اللہ ﷻ کے ساتھ خاص ہے؟

۱۔ قیامت کب آئے گی؟ ۲۔ بارش کب ہو گی؟ ۳۔ رحم میں کیا ہے؟ ۴۔ کل کون کیا کام کرے گا؟ ۵۔ کون کہاں وفات پائے گا؟ (آیت:۳۴)۔

سُوْرَةُ السَّجْدَة

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر ا: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۵۸) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۶۰،۱۶۲) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ: اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیئے:

ا۔ اللہ ﷻ کی صفات اور تعارف۔

۲۔ قرآن کی حقانیت، حکمتِ نزول اور توحید کے دلائل۔

۳۔ تخلیقِ انسانی۔

۴۔ دلائل آخرت اور منکرین آخرت کا انجام۔

۵۔ قرآنِ حکیم پر ایمان لانے والے مومنین کی صفات۔

۶۔ جزا و سزا کے دلائل اور اللہ ﷻ کی ربوبیت کے دلائل۔

۷۔ روزِ قیامت اہل حق اور منکرین کے درمیان دوٹوک فیصلہ۔

۸۔ رسالتِ محمدی ﷺ اور رسالت موسوی علیہ السلام کی مشابہت۔

۹۔ قرآنِ حکیم کا نزول سابقہ کتب کے نزول کا تسلسل۔

۱۰۔ منکرینِ آخرت کے اعتراضات کا جواب اور ان سے اعراض کی ہدایت۔

ربطِ سورت

ا۔ سورۃ لقمان میں حضرت حکیم لقمان کی وصیتوں کی صورت میں مومنین کی صفات کا ذکر ہے۔ سورۃ السجدہ میں مومن اور فاسق کا فرق بتا کر مومنین کی صفات کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ سورۃ لقمان میں سردارانِ قریش اور دیگر مشرکین کے بُرے کردار کا بیان تھا۔ سورۃ السجدہ میں فاسقین کے مقابلہ میں مومنین کے اعلیٰ اوصاف کا ذکر ہے۔

۳۔ سورۃ السجدہ میں باکردار مومنین اور بدکردار فاسقین کے درمیان موازنہ کرکے بتایا گیا دونوں اپنے انجام کے لحاظ سے بھی جُدا جُدا ہیں۔

۴۔ سورۃ لقمان کا آغاز حقانیتِ قرآن سے فرمایا گیا۔ بعد ازاں دلائل توحید اور دلائل قیامت ذکر کئے گئے۔ سورۃ السجدہ کا آغاز بھی قرآن کی حقانیت سے فرمایا گیا بعد ازاں دلائل توحید و دلائل قیامت کا بیان ہوا۔

۵۔ سورۃ لقمان میں آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر تھا اور سورۃ السجدہ میں تدبیر عالم اور انتظام خلق کا ذکر ہے۔

۶۔ سورۃ لقمان میں دلائل توحید کے بعد قیامت اور حشر کا ذکر فرما کر دو بنیادی عقائد بیان ہوئے سورۃ السجدہ کی ابتداء میں تیسرے بنیادی عقیدہ رسالت کا ذکر ہے۔

۷۔ سورۃ لقمان میں جن چیزوں کا ذکر مختصر آیا تھا سورۃ السجدہ میں ان کی قدرے وضاحت فرمائی گئی ہے۔ مثلاً قیامت، بارش اور تخلیق انسانی وغیرہ

آیت نمبر ۱: ا: الٓمٓ کون سے حروف کہلاتے ہیں؟ ا: حروفِ مقطعات۔ ۲: الٓمٓ کے کیا معنی ہیں؟ ۲: یہ حروف مقطعات ہیں۔ حروف مقطعات کا علم اللہ ﷻ کے پاس ہے اور یہ اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔

۳: سُوْرَۃُ السَّجْدَۃ کی کیا فضیلت ہے؟ ۳: **سُوْرَۃُ السَّجْدَۃ کی فضیلت:** i۔ آپ ﷺ کو اس سورت سے خاص لگاؤ تھا۔ جمعہ کے دن فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں آپ ﷺ سورۃ السجدۃ تلاوت فرماتے اور دوسری رکعت میں سورۃ الدھر (صحیح بخاری)۔ ii۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک نہ سوتے جب تک کہ سورۃ السجدۃ اور سورۃ الملک کی تلاوت نہ فرمالیتے۔ (جامع ترمذی اور مسند احمد)

آیت نمبر ۲: ا: اس آیت میں قرآنِ حکیم کے بارے میں کس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے؟ ا: قرآنِ حکیم وہ عظیم کتاب ہے جسے تمام جہانوں کے پروردگار اللہ ﷻ نے نازل فرمایا یعنی یہ مخلوق کا نہیں بلکہ خالق کائنات کا کلام ہے۔ اس میں مخلوق کی رہنمائی اور ابدی نجات کے لئے احکامات دیے گئے ہیں۔ یہ من گھڑت قصوں اور جادو وغیرہ پر مشتمل کتاب نہیں۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اس کائنات کے تمام انسانوں اور تمام مخلوقات اور ہر چیز کو اللہ ﷻ نے اپنی قدرت اور حکمت سے بنایا ہے۔
۲: اس آیت میں قرآنِ حکیم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم وہ عالی شان کتاب ہے جو شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

آیت نمبر ۳: ا: کفارِ مکہ قرآنِ حکیم کے بارے میں کیا اعتراض کرتے تھے؟ ا: کفارِ مکہ کہتے تھے کہ آپ ﷺ نے قرآنِ حکیم کو خود سے گھڑ لیا ہے۔ (معاذ اللہ)
۲: کفارِ مکہ کے اعتراض کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۲: انہیں بتایا گیا ہے کہ قرآنِ حکیم آپ ﷺ کے پروردگار یعنی اللہ ﷻ کا کلام ہے۔ ۳: قرآنِ حکیم کو نازل کرنے کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: تاکہ آپ ﷺ اس قرآنِ حکیم کے ذریعے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ ﷺ سے پہلے ڈرانے والا نہیں آیا۔ ۴: اس آیت میں آپ ﷺ کو کن لوگوں کو انذار کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟ ۴: مشرکین مکہ کو۔ ۵: مشرکین مکہ کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۵: آپ ﷺ سے پہلے ایک لمبے عرصے تک یہاں ان کی طرف کوئی نبی اور رسول نہیں بھیجا گیا تھا۔ ۶: آپ ﷺ سے پہلے آخری رسول ان مشرکین مکہ کی طرف کون تھے؟
۶: حضرت اسماعیل علیہ السلام، ان کے بعد پھر کسی اور نبی اور رسول علیہ السلام کو مشرکین مکہ کی طرف نہیں بھیجا گیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا۔
۷: آپ ﷺ کو مشرکین مکہ کی طرف کیوں بھیجا گیا؟ ۷: تاکہ وہ ہدایت پاجائیں۔ ۸: کیا آپ ﷺ سے پہلے مشرکین مکہ تک دعوتِ توحید نہیں پہنچی تھی؟ ۸: ایسا ہر گز نہیں۔ توحید اور ایمان کی دعوت کسی زمانے اور کسی قوم میں کبھی منقطع نہیں ہوتی جیسا کہ سورۃ فاطر ۳۵، آیت: ۲۴ میں ارشاد ہوا ہے کہ "کوئی امت اور جماعت دنیا میں ایسی نہیں جس میں کوئی اللہ سے ڈرانے والا اور اس کی طرف دعوت دینے والا نہ آیا ہو۔" جب کہیں نبوت پر زمانہ دراز تک گزر جانے کے بعد اس نبوت کا علم رکھنے والے علماء بہت کم رہ گئے تو کوئی دوسرا نبی و رسول مبعوث ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے بہت سے حضرات کے متعلق یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ دین ابراہیم و اسماعیل (علیہما السلام) پر قائم تھے، توحید پر ان کا ایمان تھا، بت پرستی اور بتوں کے لئے قربانی دینے سے متنفر تھے۔ مثلاً زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل کے نام قابل ذکر ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اقوام عرب بھی دعوت الٰہیہ اور دعوت ایمان و توحید سے محروم تو نہیں تھیں، البتہ خود ان کے اندر کوئی نبی نہیں آیا تھا۔

آیت نمبر ۴: ۱: توحیدِ باری ﷻ کیا دلیل بیان کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ہی نے آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے پیدا کیا ہے۔ گویا اللہ ﷻ ہی اس پوری کائنات کا خالق ہے۔ ۲: آسمانوں اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے اس سے کیا مراد ہے؟ ۲: ہم سے قریب ترین چیز زمین اور بعید ترین چیز آسمان ہے اور زمین و آسمان کے درمیان گویا کل کائنات مراد ہے۔ ۳: اللہ ﷻ نے اس کائنات کو کتنے دنوں میں پیدا فرمایا؟ ۳: چھ دنوں میں۔

۴: دن سے کیا مراد ہے؟ ۴: ہمارا دن تو سورج کے طلوع اور غروب سے بنتا ہے جب کہ یہاں جو دن بیان ہوا ہے وہ سورج کی پیدائش سے پہلے کا ہے۔ لیکن اللہ ﷻ کے ہاں اس کی مقدار اتنی ہی متعین تھی جتنا کہ ہمارا دن ہوتا ہے اسی لئے فِی سِتَّةِ اَیَّامٍ ہمارے حساب سے فرما کر بات واضح فرمادی کہ اس وقت کی مقدار ہمارے چھ دنوں کے برابر ہے (واللہ اعلم بالصواب) باقی اس اصل حقیقت اللہ ﷻ کے علم میں ہے ہمیں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہیئے۔

۵: کیا کائنات خود بخود چل رہی ہے؟ ۵: ہرگز نہیں۔ بلکہ اللہ ﷻ نے کائنات کو بنانے کے بعد اس کا نظام بھی اپنے ہی ہاتھ میں لے رکھا ہے اور اللہ ﷻ ہی اس کائنات کے پورے نظام کو چلا رہا ہے۔ ۶: اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ سے کیا مراد ہے؟ ۶: اللہ ﷻ ساتوں آسمان اور زمین اور پوری کائنات کی تخلیق کے بعد عرش پر مستوی یعنی جلوہ فرما ہوا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ ﷻ عرش پر اُسی طرح جلوہ فرما ہے جو اس کی شان کے لائق ہے، نہ اس کا انکار کیا جاسکتا ہے نہ اسے مخلوق کی صفت کے ساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کی کیفیت بیان کی جاسکتی ہے۔ عرش پر جلوہ فرما ہونے کا صحیح مطلب ہمارے فہم اور ادراک سے باہر ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ایسا ہرگز ہرگز نہیں کہ عرش اللہ ﷻ کو تھامے یا اُٹھائے ہوئے ہے (معاذاللہ)۔ ذات باری تعالیٰ کے حوالہ سے ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ ﷻ زمان و مکان کی قیود سے بے نیاز ہے۔ ۷: عرش سے کیا مراد ہے؟ ۷: قرآن و حدیث سے اتنی بات ثابت ہے کہ عرش ایسا مقام ہے جو تمام آسمانوں اور زمین اور تمام کائنات عالم کو محیط ہے سارا جہاں اس کے اندر سمایا ہوا ہے، اس سے زائد اس کی حقیقت کا معلوم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔

۸: اللہ ﷻ کو خالق ماننے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ ۸: اللہ ﷻ کے اذن کے بغیر کوئی کسی کا مددگار اور نہ سفارشی نہیں ہے۔ ہاں البتہ متقی لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوں گے جیسا کہ سورۃ الزخرف ۴۳، آیت: ۶۷ میں آیا ہے اسی طرح جن لوگوں کو اللہ ﷻ شفاعت کی اجازت دے گا وہ شفاعت بھی کریں گے جیسا کہ آیت الکرسی (سورۃ البقرہ ۲، آیت: ۲۵۵) اور دیگر مقامات پر بیان فرمایا گیا۔

۹: اس آیت میں انسانوں کو کیا دعوت دی گئی ہے؟ ۹: اس آیت میں تمام انسانوں کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔

آیت نمبر ۵: ۱: آسمانوں اور زمین کا یہ عظیم الشان نظام کون چلا رہا ہے؟ ۱: آسمانوں اور زمین کے تمام امور اور تمام نظام اللہ ﷻ چلا رہا ہے۔ اللہ ﷻ نے اپنی مخلوقات سے متعلق تمام احکام میں اوامر و نواہی لوحِ محفوظ سے زمین کی طرف اتارے ہیں۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ ﷻ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمان اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھیں اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔" (صحیح مسلم)

۲: کائنات کا یہ نظام کب تک قائم رہے گا؟ ۲: قیامت تک۔ ۳: قیامت کے دن کیا ہوگا؟ ۳: یہ سارا نظام تہہ و بالا کر دیا جائے گا اور تمام لوگ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں حاضر کیئے جائیں گے۔ ۴: اللہ ﷻ کے ہاں ایک دن ہماری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے اس سے کون سا دن مراد ہے؟ ۴: مفسرین کرام نے اس آیت کو متشابہات میں شمار کیا ہے۔ اس آیت پر مفسرین کے کئی اقوال موجود ہیں۔ جن میں سے چند اقوال یہ ہیں:

ایک قول کے مطابق اللہ ﷻ فرشتوں کو ایک ہزار سال کے کام سپرد کرتا ہے، وہ ہزار سال اللہ ﷻ کے نزدیک ایک دن ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ جن امور کا فیصلہ فرماتا ہے، ان کا نفاذ اپنے اپنے طے شدہ وقت پر ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض امور کے نفاذ میں انسانوں کی گنتی کے مطابق ایک ہزار سال بھی لگ جاتے ہیں، لیکن اللہ ﷻ کے نزدیک یہ ایک ہزار سال بھی کوئی بڑی مدت نہیں ہے، بلکہ ایک دن کے برابر ہے، جیسا کہ سورۃ الحج ۲۲، آیت: ۴۷ میں کفار کو عذاب جلدی طلب کرنے کا جواب دیا گیا ہے کہ تم جو سمجھ رہے ہو کہ اس عذاب کے آنے میں بہت دیر ہوگئی ہے تو درحقیقت تم جس مدت کو ایک ہزار سال سمجھتے ہو، وہ اللہ ﷻ کے نزدیک ایک دن کے برابر ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہاں قیامت کے دن کو ایک ہزار سال بتایا اور سورۃ المعارج میں پچاس ہزار سال کا بتایا۔ جب اس کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا اللہ تعالیٰ ہی کو ان کا علم ہے"۔ نیکوکار مومنوں پر قیامت کا دن ہلکا اور چھوٹا ہو گا مگر گناہ گار مومنوں کے احوال مختلف ہوں گے کئی تھوڑے گناہوں والے ہوں گے کئی زیادہ والے لہٰذا قیامت کا دن ان کے گناہوں اور نیکیوں کے مطابق ان کو ہلکا یا سخت معلوم ہو گا حتیٰ کہ بعض کے لئے وہ دن ہزار سال کا ہو جائے گا اور اس دن کا سب سے زیادہ لمبا ہونا وہ کافروں کے لئے ہو گا زیادہ لمبے سے مراد پچاس ہزار سال کا دن ہے۔

آیت نمبر ۶: ا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی درج ذیل چار صفات بیان فرمائی گئی ہیں:

i۔ اللہ تعالیٰ کو کل غیب کا علم ہے۔ ii۔ اللہ تعالیٰ کو موجود کا علم ہے۔ iii۔ اللہ تعالیٰ زبردست ہے۔ iv۔ اللہ تعالیٰ نہایت رحم والا ہے۔

۲: اللہ تعالیٰ کی ان چاروں صفات سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ ۲: ان صفاتِ باری تعالیٰ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی بھی شے اللہ تعالیٰ کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ہر کھلی چھپی بات کا جاننے والا ہے اور کوئی کام اس کے اذن کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ وہ زبردست ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

علمی نکات: اللہ تعالیٰ کی ان صفات سے مندرجہ ذیل نکات معلوم ہوئے: i۔ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کہ اس پر ہر چیز عیاں ہے۔ ii۔ جو کچھ گزر چکا ہے، جو کچھ موجود ہے، اور جو کچھ آنے والا ہے، سب اس کو معلوم ہے۔ iii۔ ہر چیز پر غالب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں کوئی طاقت ایسی نہیں جو اس کے ارادے میں مزاحم ہو سکے اور اس کے حکم کو نافذ ہونے سے روک سکے۔ ہر شے اس سے مغلوب ہے اور کسی میں اس کے مقابلے کی ادنیٰ سی ہمت اور طاقت نہیں ہے۔ iv۔ رحیم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ معلوم ہونے اور زبردست غلبہ اور قوت رکھنے کے باوجود وہ ظالم نہیں ہے بلکہ اپنی مخلوق پر انتہائی رحیم و شفیق ہے۔

آیت نمبر ۷: ا: اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ا: اللہ تعالیٰ نے جو بھی چیز بنائی خوب بنائی اور جس مصلحت کے لئے اس کو بنایا اس کے موافق اس شے کو بنایا۔ نباتات، حیوانات بلکہ جمادات تک جس چیز کو جس شکل و صورت، وضع قطع اور حجم میں پیدا فرمایا اس سے عمدہ شکل و صورت کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔

نوٹ: ہر چیز اپنی ذات کے اعتبار سے ایک حسن رکھتی ہے۔ اور ان سب سے زیادہ حسین اور بہتر انسان کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا "یقیناً ہم نے انسان کو سب سے زیادہ حسین تقویم اور بہتر شکل و صورت میں پیدا فرمایا ہے"۔ (سورۃ التین ۹۵، آیت: ۵)

علمی نکتہ: انسان کے علاوہ دوسری مخلوقات خواہ وہ ظاہر میں کتنی ہی قبیح اور بُری سمجھی جاتی ہوں، گدھا، بندر، کتا، سانپ، بچھو اور بھیڑیا وغیرہ سب زہریلے اور درندے جانور عام نظروں میں بُرے سمجھے جاتے ہیں، مگر عالمِ کُل کے مصالح و منافع کے اعتبار سے ان میں سے کوئی بُرا نہیں۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

۲: اللہ تعالیٰ نے انسان کو کس چیز سے تخلیق فرمایا؟ ۲: طِیۡن سے یعنی مٹی کے گارے سے۔

علمی نکتہ: یہاں تخلیق انسانی سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اوّل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا جوڑا حضرت حوا سَلَامٌ عَلَيْهَا کی صورت میں بنایا۔ پھر ان کے باہمی تعلق سے سلسلۂ انسانیت کی پیدائش کا آغاز فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انسانی نطفہ کے ذریعے انسانی نسل کو برقرار رکھا جو کہ آج تک جاری ہے۔

آیت نمبر ۸: ا: حقیر پانی (نطفہ) کے خلاصہ سے کیا مراد ہے؟ ا: اس سے مراد نطفہ یا غذاؤں کا نچوڑ ہے۔ یہی نطفہ انسان کی پیدائش کا سبب بنتا ہے۔ اس نطفہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتہائی چھوٹے اور لاتعداد باریک جرثومے رکھ دیئے جاتے ہیں جو خوردبین کے بغیر نظر نہیں آتے مگر قدرت کا کمال دیکھئے کہ اس باریک جرثومے کے اندر والدین کی پوری تصویر پنہاں ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی ساری خصوصیات اس کا رنگ، اس کی شکل، اس کی صلاحتیں اور اس کی خصلتیں وغیرہ تک اس کے اندر موجود ہوتی ہیں اور اسی کے مطابق وہ سب پیدائش کے بعد ظاہر ہوتی ہیں۔

علمی نکتہ: پہلے مرحلے میں مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، جبکہ دوسرے مرحلے میں نوعِ انسانی کے توالد و تناسل (Reproduction) کا عمل اس طریقے سے ممکن بنایا۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر آدمی اپنی ماں کے بطن میں چالیس دن نطفے کی صورت میں رہتا ہے، پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی صورت میں رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں رہتا ہے، پھر فرشتہ کو بھیجا جاتا ہے، وہ اس میں روح پھونک دیتا ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

۲: نطفہ کو مَاءٍ مَّهِيْنٍ کیوں کہا گیا؟ ۲: کیوں کہ انسان اس کا ذکر کسی کے سامنے یا محفل میں کرنے میں کراہت محسوس کرتا ہے اور اسے حقیر سمجھتا ہے۔

آیت نمبر ۹: ۱: اس آیت میں انسانوں کی کیا عظمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: انسانوں کے حقیقی وجود یعنی روح کا ذکر کیا گیا ہے جسے اللہ ﷻ نے اپنے آپ سے منسوب فرمایا ہے۔

علمی نکتہ: "اور اس میں اپنی ایک روح میں سے پھونکا۔" مراد اس سے اپنی پیدا کردہ روح ہے، کیونکہ اللہ ﷻ تو "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ" ہے، انسان کا شرف بیان کرنے کے لئے اس میں پھونکی جانے والی روح کو اپنی (خاص) روح قرار دیا۔ کیونکہ ارواح جتنی بھی ہیں سب اللہ ﷻ کی ملکیت ہیں، مگر انسان کی خصوصیت کے اظہار کے لئے اس کی روح کی نسبت اپنی طرف فرمائی، جیسا کہ تمام اونٹنیوں کا مالک اللہ ﷻ ہے مگر صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو "نَاقَةُ اللّٰهِ" فرمایا، تمام مساجد اللہ ﷻ ہی کی ہیں، مگر کعبہ کو "بیت اللہ" کہا جاتا ہے۔

۲: اللہ ﷻ نے انسان کو کیا قیمتی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں؟ ۲: سننے، دیکھنے اور سوچنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

۳: انسانوں میں سے اکثریت کا اللہ ﷻ کے ساتھ کیا طرزِ عمل رہا ہے؟ ۳: انسانوں میں سے اکثر نے اللہ ﷻ کی ناشکری کی۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: اس آیت میں مشرکین مکہ کا کیا اعتراض نقل کیا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں مشرکین مکہ کا قیامت کے بارے میں اعتراض نقل کیا گیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم مٹی میں مل جائیں گے تو دوبارہ کیسے زندہ کیے جائیں گے یعنی موت کے بعد دوبارہ کیوں کر اٹھائے جائیں گے۔

۲: آخرت کے انکار کی اصل وجہ کیا بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: آخرت کا انکار کرنے والے اصل میں رب سے ملاقات کے منکر ہیں۔ وہ رب کی ملاقات کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اس صورت میں ان کو اپنی خواہشات نفسانی اور فسق و فجور کو چھوڑنا پڑے گا جس کے لئے وہ تیار ہی نہیں۔ یہی مفہوم سورۃ القیامہ ۷۵ کی پہلی پانچ آیات میں بیان ہوا کہ قیامت کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ "انسان چاہتا ہے کہ اپنے آگے (آنے والے دنوں میں بھی) نافرمانی کرتا رہے۔"

آیت نمبر ۱۱: ۱: اس آیت میں انسان کی موت کے بارے میں کیا حقیقت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: ہر انسان کی موت کا وقت متعین ہے۔

۲: ملک الموت یعنی موت کے فرشتے سے کون مراد ہے؟ ۲: حضرت عزرائیل علیہ السلام۔

نوٹ: دوسری آیات میں اللہ ﷻ نے بیان فرمایا ہے کہ لوگوں کو ایک فرشتہ نہیں بلکہ کئی فرشتے فوت کرتے ہیں، جیسا کہ فرمایا "یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔" (سورۃ الانعام ۶، آیت: ۶۱) مزید سورۃ النساء ۴، آیت: ۹۷، سورۃ الانعام ۶، آیت: ۹۳ اور سورۃ محمد ۴۷، آیت: ۲۷ میں یہی مفہوم بیان ہوا ہے۔

علمی نکتہ: اہل علم نے اس کی توجیہ یہ فرمائی ہے کہ روحیں قبض کرنے پر مقرر فرشتہ ایک ہی ہے جس کا یہاں ذکر ہے، لیکن اس کے ساتھ مدد کرنے والے فرشتے بھی ہیں جو مختلف طرح سے اس کی مدد کرتے ہیں، جیسا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں مومن اور کافر کی جان نکلنے کا ذکر ہے کہ ملک الموت جب میت کی روح نکالتا ہے تو دوسرے فرشتے اس کے ہاتھ سے تیزی کے ساتھ لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ (مسند احمد)

۳: موت کے بعد ہم پلٹ کر کہاں جائیں گے؟ ۳: اللہ ﷻ کی بارگاہ میں۔

علمی نکات: موت کے بعد جسم جو مٹی سے بنا تھا مٹی میں چلا جائے گا جیسے سورۃ طٰہٰ ۲۰، آیت: ۵۵ میں آیا ہے کہ ہم نے تمہارے جسم کو مٹی سے بنایا تھا اسی میں ہم اسے لوٹا دیں گے اور قیامت کے دن اسی سے اسے اٹھا کر کھڑا کریں گے۔ جب کہ روح کا تعلق اللہ ﷻ سے ہے اور ہم پڑھتے ہیں کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ بے شک ہم اللہ ﷻ ہی کے ہیں اور ہمیں اللہ ﷻ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ تو روح یا تو علیین میں چلی جاتی ہے جس کا مقام آسمان ہے اور یا پھر سجین میں چلی جاتی ہے علماء امت کے مطابق وہ زمین کے مرکز میں ایک مقام ہے۔ قیامت کے دن روحوں اور جسم کو دوبارہ ملایا جائے گا اس طرح انسان مکمل ہو کر اپنے اعمال کا حساب دے گا اور جزا و سزا کا حق دار ٹھہرایا جائے گا۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: اس آیت میں کیا مضمون بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں قیامت کے دن مجرموں کی بے بسی اور حسرت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

۲: قیامت کے دن مجرموں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۲: وہ سر جھکائے اللہ ﷻ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

۳: قیامت کے دن مجرم کیا اقرار کریں گے؟ ۳: وہ اقرار کریں گے کہ قیامت کے دن برے انجام کے بارے میں دنیا میں اِنہیں ڈرسنایا جاتا تھا۔ مزید وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! اب ہم نے سن لیا اور دیکھ لیا ہے۔ پس ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں اور اب ہم یقین رکھتے ہیں۔

عملی پہلو: روزِ قیامت ماننے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ آخرت دارالجزا اور دنیا دارالعمل ہے۔

۴: قیامت کے دن مجرم کیا حسرت کریں گے؟ ۴: وہ چاہیں گے کہ انہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تاکہ وہ نیک اعمال کریں اور اللہ ﷻ پر اور آخرت پر یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔

نوٹ: سورۃ الانعام ۶، آیات: ۲۷، ۲۸ میں اللہ ﷻ نے اس مضمون کے ساتھ یہ بیان فرمایا کہ اگر انھیں دوبارہ واپس بھیج بھی دیا جائے تو اپنی پرانی روش پر ہی چلیں گے "ان کے لئے ظاہر ہو گیا جو وہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔" کفار کی اس حسرت و ندامت کا ذکر متعدد آیات میں آیا ہے۔ مثلاً سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۵۳ اور سورۃ المومنون ۲۳، آیات: ۹۹، ۱۰۰۔

علمی پہلو: یہاں پر کفار کے حوالے سے ایمان کا نہیں بلکہ یقین کا ذکر ہوا ہے جو ایمان سے آگے کا درجہ ہے۔ ان کے دلوں میں یقین کی یہ کیفیت روزِ قیامت حقائق دیکھنے کے بعد ہی پیدا ہو گی مگر اس وقت ماننے یا یقین کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: مجرموں کو قیامت کے دن اللہ ﷻ کیا جواب دے گا؟ ۱: اللہ ﷻ فرمائے گا کہ اللہ ﷻ چاہتا تو تمام لوگوں کو ہدایت دے دیتا لیکن یہ اللہ ﷻ کی مشیت میں نہیں تھا یعنی اللہ ﷻ کو یہ پسند تھا کہ لوگ اس کی دی ہوئی صلاحیتوں کو استعمال کر کے حق کو قبول کرتے نہ کہ زبردستی۔

۲: اللہ ﷻ کے ارادے کے بارے میں کیا حقیقت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کا ارادہ پورا ہو کر رہے گا۔

۳: انسانوں اور جنّات کے بارے میں اللہ ﷻ نے کیا ارادہ فرمایا ہے؟ ۳: انسانوں اور جنّات میں سے جو سرکش ہوں گے اللہ ﷻ جہنم کو ان سے بھر دے گا۔

نوٹ: دوسرے مقام پر اللہ ﷻ نے وہ قول نقل فرمایا جو اس نے ابلیس کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ جب ابلیس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ یہ ارشاد ہوا: "پھر حق یہی ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ (شیطان) سے اور ان سب لوگوں سے بھر دوں گا جو تیری پیروی کریں گے۔" (سورۃ ص ۳۸، آیات: ۸۴، ۸۵)، سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۱۸ میں بھی یہی مفہوم بیان ہوا ہے۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: سرکش جنّات اور انسانوں کو قیامت کے دن کیا حکم دیا جائے گا؟ ۱: انہیں اللہ ﷻ کا عذاب چکھنے کا حکم دیا جائے گا۔

علمی نکتہ: عذاب کا مزہ چکھنے سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ صرف ہلکا سا ذائقہ چکھنا ہے بلکہ آیت میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ وہ انہیں ہمیشہ کا عذاب جھیلنا ہو گا۔

۲: انسانوں اور جنّات کی سرکشی کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۲: انہوں نے قیامت کو بھلا دیا تھا یعنی اللہ ﷻ سے ملاقات کو بھلا کر آخرت کی تیاری نہ کی۔

۳: دنیا میں قیامت کو بھلانے والوں کا آخرت میں کیا انجام ہو گا؟ ۳: اللہ ﷻ قیامت کے دن انہیں بے سہارا چھوڑ دے گا یعنی وہ اللہ ﷻ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ اس وقت اللہ ﷻ کو پکاریں گے لیکن ان کی پکار نہیں سنی جائے گی اور ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔

علمی نکتہ: کفار کو ہمیشہ کے عذاب میں چھوڑے رکھنے کو نسیان "بھولنے" کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ ﷻ کا بھولنا ممکن ہی نہیں، جیسا کہ فرمایا گیا: "نہ میرا رب غلطی کرتا ہے اور نہ وہ بھولتا ہے۔" (سورۃ طٰہٰ ۲۰، آیت:۵۲) اس لئے یہاں بھلانے سے مراد بے سہارا چھوڑ دینا ہے۔

۴: قیامت کے دن کافروں اور سرکشوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۴: وہ اپنے بُرے اعمال کی وجہ سے ہمیشہ رہنے والے عذاب میں ہوں گے۔

۵: کیا گناہ گار اہل ایمان ہمیشہ کے عذاب میں ہوں گے؟ ۵: ہر گز نہیں۔ بلکہ گناہ گار اہل ایمان اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد بالآخر جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: اس آیت میں کن لوگوں کا کردار بیان ہوا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کے احکامات اور قیامت کو بھول جانے والوں کے مقابلے میں اللہ ﷻ کو یاد کرنے اور قیامت پر یقین رکھنے والوں یعنی مومنوں کا کردار بیان ہوا ہے۔

۲: اس آیت میں مومنین کے کیا اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۲: i۔ وہ اللہ ﷻ کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ ii۔ جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گرتے ہیں۔ iii۔ وہ اللہ ﷻ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ iv۔ وہ تکبر نہیں کرتے۔

نوٹ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجود میں یہ دعا پڑھتے تھے: (سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ) "پاک ہے تو اے اللہ! اے ہمارے رب! اور آپ کی حمد کے ساتھ، اے اللہ! مجھے بخش دے۔" (صحیح بخاری)

سجدہ تلاوت کی دعا: "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ قیام اللیل میں سجدہ تلاوت کے وقت یہ دعا کرتے تھے۔ "سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ" میرا چہرہ اس ذات کا مطیع ہوا جس نے اپنی قدرت سے اسے بنا کر کان اور آنکھیں عطا کیئے۔ اللہ ﷻ بہترین پیدا کرنے والا ہے۔"

نوٹ: تکبر کا مطلب ہے "حق بات سے منہ پھیرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔" (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۱۶: ۱: مومنوں کی رات کی کیا کیفیت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: مومنوں کے پہلو ان کے بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں یعنی وہ اللہ ﷻ کی عبادت میں رات بسر کرتے ہیں۔

شانِ نزول: حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت تہجد گزاروں کے متعلق نازل ہوئی جو رات سے صبح کی نماز تک نماز میں کھڑے رہتے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: روزہ ڈھال ہے، صدقہ بُرائی کو مٹا دیتا ہے اور درمیان رات میں قیام اللہ ﷻ کی رضا کا ذریعہ ہے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

علمی نکتہ: سورۃ الذاریات ۵۱، آیات: ۱۷ اور ۱۸ میں متقی کی صفات میں بیان ہوا ہے کہ "وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔ اور رات کی آخری گھڑیوں میں وہ بخشش مانگتے تھے۔" اس کے علاوہ بھی قیام اللیل کی فضیلت میں بہت سی آیات و احادیث آئی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ایک شعر لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے "وہ رات اس حال میں گزارتے ہیں کہ اپنا پہلو اپنے بستر سے الگ رکھتے ہیں، جب مشرکین کے بستر انھیں نہایت بوجھل کیے ہوتے ہیں۔" (صحیح بخاری)

نوٹ: ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ ﷻ اس آدمی سے بہت خوش ہوتا ہے، جو رات کو نماز پڑھنے کے لئے اپنے بیوی بچوں کے درمیان سے نرم و گرم بستر چھوڑ کر اٹھتا ہے۔ ہمارا رب فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! میرے بندے کو دیکھو جو میرے پاس موجود نعمتوں کی رغبت کرتے ہوئے اور میرے عذاب سے ڈرتے ہوئے، اپنے بیوی بچوں کے درمیان سے نرم و گرم بستر چھوڑ کر نماز کے لئے اُٹھا ہے۔" (مسند احمد، سنن ابی داؤد)

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ سے دعا مانگنے کے کیا آداب بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۲: اپنے گناہوں پر اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرنا اور اس کی رحمت کی امید رکھنا۔

۳: دیئے ہوئے رزق کے بارے میں بندۂ مومن کا کیا طرزِ عمل بیان فرمایا گیا ہے؟ ۳: وہ اللہ ﷻ کے دیئے ہوئے رزق یعنی اللہ ﷻ کی عطا فرمائی ہوئی نعمتوں اور صلاحیتوں خواہ مال، جان اور اولاد وغیرہ کسی بھی صورت میں ہوں، ان میں سے اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

نوٹ: رزق سے مراد ہے رزق حلال۔ مال حرام کو اللہ ﷻ اپنے دیے ہوئے رزق سے تعبیر نہیں فرماتا۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: اس آیت میں مومنوں کا کیا انجام بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: وہ جنت کی نعمتوں میں ہوں گے۔ ۲: جنت کی نعمتوں کی کیا حقیقت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: جنّت کی نعمتوں کی حقیقت کے بارے میں کوئی شخص نہیں جانتا۔ جس میں اللہ ﷻ نے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا چین وسُرور رکھا ہے۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ ﷻ نے اپنے بندوں کے لئے جنت میں وہ نعمتیں تیار کی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ان کا خیال کسی کے دل پر گزرا ہے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو یعنی سورۃ السجدۃ ۳۲ کی آیت: ۱۷۔" (صحیح مسلم، صحیح بخاری)

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اگر جنت کی نعمتوں میں سے اتنی تھوڑی سی کوئی چیز دنیا والوں پر ظاہر ہو جائے جسے ناخن پر اٹھا سکتے ہیں تو آسمان اور زمین کے کناروں میں جو کچھ ہے وہ سب مزین ہو جائے، اور اہل جنت میں سے کوئی شخص دنیا کی طرف جھانک لے جس سے اس کے کنگن ظاہر ہو جائیں تو اس کی روشنی سورج کی روشنی کو ختم کر دے جیسا کہ سورج ستاروں کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے۔" رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "جنت میں ایک کوڑا رکھنے کی جگہ ساری دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب سے بہتر ہے۔" (صحیح بخاری)

علمی نکتہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دنیا کی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی جنت میں نہیں ہے صرف ناموں کی مشابہت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جنت کی نعمتوں کے تذکرہ میں جو سونا چاندی، موتی، ریشم، درخت، پھل ہیرے، تخت، گدے، کپڑے وغیرہ آئے ہیں یہ چیزیں وہاں کی چیزیں ہوں گی اور اُسی عالم کے اعتبار سے ان کی خوبی اور بہتری ہو گی۔

۳: یہ نعمتیں اہلِ ایمان کو کیوں دی جائیں گی؟ ۳: یہ بھی اللہ ﷻ کا فضل ہے کہ اللہ ﷻ نے جنت اور اس کی نعمتوں کو انسان کے نیک اعمال کا صلہ قرار دیا ہے یعنی بدلہ قرار دیا ہے۔ تمام مخلوق اللہ ﷻ کے حکم کی پابند ہے اور اس کی غلام ہے وہ جو چاہے اس کے ساتھ سلوک فرمائے لیکن اللہ ﷻ کا فضل ہی ہو گا کہ وہ نیک اعمال کی اعلیٰ جزا اور بدلہ عطا فرمائے گا۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: مومن اور فاسق کس اعتبار سے برابر نہیں ہو سکتے؟ ۱: اللہ ﷻ کے ہاں انجام کے اعتبار سے مومن اور فاسق ہر گز برابر نہیں ہو سکتے۔

علمی نکتہ: اس آیت میں فاسق سے مراد کافر و مشرک ہے، کیونکہ ان کا ذکر مومن کے مقابلے میں ہے۔ کفار کے لئے عذاب کی وعید اور مومنوں کے لئے نعمتوں کی نوید کا ذکر آیا ہے۔

شانِ نزول: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ولید بن عقبہ بن ابی معیط سے کسی بات میں جھگڑ رہا تھا، وہ آپ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا میں تم سے زیادہ جنگجو تم سے زیادہ فصیح اور تم سے زیادہ لشکروں والا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خاموش ہو جا کیونکہ تو فاسق ہے۔ مراد یہ ہے کہ کافر مومن کے برابر نہیں ہو سکتا، اللہ ﷻ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مومن اور ولید بن عقبہ کو فاسق کہا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱۹: ا: مومنین کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ا: ایمان اور نیک اعمال۔ ۲: مومنین کا کیا انجام بیان فرمایا گیا ہے؟ ۲: ان کے لئے رہنے کے باغات ہوں گے اور ان کی جنتوں میں مہمان نوازی کی جائے گی۔ ۳: ان کا یہ بہترین انجام کیوں ہو گا؟ ۳: ان کے نیک اعمال کی وجہ سے۔

عملی پہلو: ہمیں نیک اعمال کے ساتھ ساتھ اللہ ﷻ کا فضل بھی طلب کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ یہ محض اللہ ﷻ کا فضل و کرم ہے کہ وہ کسی کے نیک اعمال کو اس کے لئے جنت کی مہمان نوازی کا سبب بنا دے، ورنہ کسی کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سیدھے رہو، قریب رہو اور خوشخبری سنو، کیونکہ کسی کو بھی اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ کو بھی نہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے بھی نہیں، سوائے یہ کہ اللہ ﷻ مجھے مغفرت اور رحمت کے ساتھ ڈھانپ لے۔" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۲۰: ا: اللہ ﷻ کے نافرمانوں یعنی مجرموں کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ا: وہ اللہ ﷻ کی نافرمانی کرنے والے ہوں گے۔ ۲: فاسقوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۲: ان کا ٹھکانا آگ ہو گی۔ دوزخ میں ان کے لئے اولین سامانِ ضیافت، جیسا کہ قرآنِ حکیم کے دوسرے مقامات پر بتایا گیا ہے کھولتا ہوا پانی اور زقوم ہو گا۔

نوٹ: زقوم کے درخت کی مزید وضاحت سورۃ الدخان ۴۴، آیت: ۴۳ کی نکات میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳: جہنم میں فاسقوں کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۳: جب بھی وہ جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو انہیں دوبارہ اس میں لوٹا دیا جائے گا۔

علمی نکتہ: واضح رہے کہ ایک ہی حالت میں رہنے سے تکلیف کی وہ شدت نہیں ہوتی جو بار بار اس کے دہرانے سے ہوتی ہے۔ جہنمیوں کے لئے آگ کے ماند پڑنے پر ہر مرتبہ اس کی تیزی اور بڑھا دی جائے گی، جیسا کہ فرمایا: "ان کا ٹھکانا جہنم ہے، جب کبھی وہ بجھنے لگے گی تو ہم ان پر بھڑکانا زیادہ کر دیں گے۔" (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۹۷) اور فرمایا: "جب کبھی ارادہ کریں گے کہ سخت گھٹن کی وجہ سے اس سے نکلیں، اس میں لوٹا دیے جائیں گے۔" (سورۃ الحج ۲۲، آیت: ۲۲) ۴: ایسے جہنمیوں کے واویلا کرنے اور معافی مانگنے کا کیا جواب دیا جائے گا؟ ۴: ان سے کہا جائے گا کہ اب جہنم کے عذاب کا مزہ چکھو جسے تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۲۱: ا: نافرمانوں پر اللہ ﷻ کے عذاب کا کیا طریقہ بیان کیا گیا ہے؟ ا: اللہ ﷻ بڑے عذاب سے پہلے ان پر چھوٹے عذاب بھیجتا ہے۔ ۲: چھوٹے عذاب سے کیا مراد ہے؟ ۲: دنیا میں بیماریاں، قحط، قید، قتل، مالی نقصانات وغیرہ۔

نوٹ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "اس سے مراد دنیا کی مصیبتیں، بیماریاں اور آزمائشیں ہیں، جن میں اللہ ﷻ بندوں کو مبتلا کرتا ہے، تاکہ وہ توبہ کر لیں۔" (امام طبریؒ) جیسا کہ دوسری جگہ اللہ ﷻ نے فرمایا: "اور کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک وہ ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں، پھر بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی وہ نصیحت پکڑتے ہیں۔" (سورۃ التوبۃ ۹، آیت: ۱۲۶)

۳: بڑے عذاب سے کیا مراد ہے؟ ۳: قیامت کے دن جہنم کا عذاب۔

۴: بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب میں مبتلا کرنے کی کیا حکمت بیان کی گئی ہے؟ ۴: تاکہ لوگ اللہ ﷻ کی طرف رجوع کریں۔

عملی پہلو: اس آیت کی سورۃ الروم ۳۰ کی آیت: ۴۱ کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ "بحر و بر میں فساد رونما ہو چکا ہے لوگوں کے اعمال کے سبب، تاکہ اللہ ﷻ انہیں مزہ چکھائے ان کے بعض اعمال کا، تاکہ وہ رجوع کریں"۔ ان دونوں آیات کے مضمون کا تعلق دراصل اللہ ﷻ کے اس انتہائی اہم قانون سے ہے جس کے تحت دنیا میں لوگوں کے کرتوتوں کے سبب ان پر چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجے جاتے ہیں۔ اس کا مقصد انہیں ڈرانا ہوتا ہے کہ شاید اس طرح وہ خوابِ غفلت سے جاگ کر توبہ کی روش اپنا لیں اور بڑے عذاب سے بچ جائیں۔ اس قانونِ الٰہی کا ذکر قرآنِ حکیم میں بہت مرتبہ آیا ہے۔ مثلاً سورۃ الانعام ۶، آیت: ۶۵ اور سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۹۴۔

۵: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۵:یعنی ایمان لائیں اور اپنے گناہوں کی توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری والی زندگی اختیار کریں۔

آیت نمبر ۲۲: ۱:اس آیت میں سب سے بڑا مجرم کسے قرار دیا گیا ہے؟ ۱:وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ کی آیات کی ذریعے نصیحت کی جائے اور وہ منہ پھیر لے یعنی اس نصیحت پر عمل نہ کرے یعنی قرآنِ حکیم سن کر ٹس سے مس نہ ہو۔

عملی پہلو: انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانیوں اور احکامات) میں غور وفکر سے کام لے کر اپنے لئے ہدایت اور راہِ راست کا سامان کرے۔ لیکن اگر وہ ان سب سے اپنی آنکھیں بند کر کے اندھا بن جائے تو پھر اس کو رشد وہدایت کی روشنی کہیں سے بھی نہیں مل سکتی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ہمارا طرزِ عمل قرآن کے ساتھ کیسا ہے؟ کیا ہم ہدایت کی طلب اور تڑپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور احکامات پر غور کرتے ہیں؟ کیا قرآن کو سمجھ کر پڑھتے ہیں؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں؟

۲: ایسے ظالموں کا کیا انجام ہوگا؟ ۲: اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں سے انتقام لینے والے ہیں۔

آیت نمبر ۲۳: ۱:نبی کریم ﷺ کی رسالت کی گواہی کے لئے کس کی مثال دی گئی ہے؟ ۱:حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کی مثال آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی کے طور پر دی گئی ہے۔

علمی نکتہ: اعلانِ نبوت سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ کے قلبِ اقدس میں نہ تو نبی بننے کی خواہش پیدا ہوئی اور نہ آپ ﷺ کو یہ توقع رکھتے تھے کہ آپ ﷺ پر وحی خداوندی نازل ہوگی۔ خلافِ توقع حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کا وحی لے کر آنا حیرت اور شک کا باعث بن سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ازالہ فرمادیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے اور وحی کے اترنے سے آپ ﷺ کسی شک میں مبتلا نہ ہوں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو آج تک وقوع پزیر نہ ہوئی ہو۔ آپ ﷺ سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے۔ ان پر بھی وحی نازل فرمائی گئی۔ انہیں بھی صحائف اور کتابوں سے مشرف فرمایا گیا۔

۲:اس آیت میں کسے مخاطب کیا گیا ہے؟ ۲:اس آیت میں اگرچہ بظاہر خطاب حضور نبی کریم ﷺ سے ہے مگر دراصل مخاطب وہ لوگ ہیں جو حضور ﷺ کی نبوت ورسالت اور آپ ﷺ کے اوپر کتابِ الٰہی کے نازل ہونے میں شک اور تعجب کا اظہار کیا کرتے تھے۔

۳: کیا ہمیں تورات پر ایمان لانا چاہیئے؟ ۳: جی ہاں۔ ہمیں تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا چاہیئے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں۔ لیکن اس سے مراد وہ کتابیں نہیں جو موجودہ دور میں تحریفات سے بھری پڑی ہیں بلکہ وہ تورات، زبور اور انجیل ہیں جو اپنی اصلی حالت میں ہیں اگرچہ کہیں بھی موجود ہوں اور قرآنِ حکیم کے سوا کوئی کتاب بھی اپنی اصل حالت میں موجود نہیں ہے۔

۴: کیا تورات تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی تھی؟ ۴: جی نہیں۔ تورات میں صرف بنی اسرائیل کے لئے ہدایت اور رہنمائی تھی۔

۵: ساری دنیا کے تمام لوگوں کے لئے ہدایت کس کتاب میں ہے؟ ۵: قرآنِ حکیم میں۔

آیت نمبر ۲۴: ۱:اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے کیا انتظام فرمایا؟ ۱:اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام ورسل علیہم السلام اور کے علاوہ پیشوا یعنی رہنما مقرر کیئے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف ان لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔

۲: منصبِ امامت کے لئے کن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے؟ ۲:i ۔اللہ تعالیٰ کے احکام کی دعوت دینا اور رہنمائی کرنا۔ii۔ مستقل مزاجی یعنی حق پر صبر کے ساتھ ڈٹے رہنا۔iii۔ اللہ تعالیٰ کی آیات پر پختہ یقین رکھنا۔

عملی پہلو: جو لوگ دنیا کی لذتوں اور ترغیبات سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور دنیا سے بچتے ہوئے یعنی صبر کرتے ہوئے اپنی بہترین صلاحیتوں کو دنیا کے حصول کے بجائے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سیکھنے اور سکھانے کے لئے وقف کرتے ہیں نیز اللہ تعالیٰ ہی پر پختہ یقین رکھتے ہیں کہ اسی کی طرف سے دعوتِ دین اور خدمتِ دین کے فریضہ کی ادائیگی پر بہترین اجر عطا ہوگا تو ایسے ہی سعادت مندوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں امامت کے منصب پر فائز فرماتا ہے اور آخرت میں بھی بہترین جزا عطا فرمائے گا۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: اللہ ﷻ قیامت کے دن کن کے درمیان فیصلہ فرمائے گا؟ ۱: انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی اُمتوں کے درمیان۔ مومنوں اور مشرکوں کے درمیان۔

۳: اللہ ﷻ ان کے درمیان کس بات کا فیصلہ فرمائے گا؟ ۳: توحید، قرآنِ حکیم کی صداقت، رسالت اور اسلام کے بارے میں مشرکین اور اہل کتاب کے انکار کا حتمی فیصلہ فرمائے گا۔ پس قیامت کے دن اہل حق اور اہل باطل کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: اس آیت میں مشرکین مکہ اور ہم سب کے لئے کیا رہنمائی ہے؟ ۱: گزشتہ اقوام کی تاریخ سے عبرت حاصل کر کے اپنی اصلاح کرنا۔

۲: مشرکین مکہ کا تجارتی سفر کے دوران کن نافرمان قوموں کے کھنڈرات سے گزر ہوتا تھا؟ ۲: قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ لوط علیہ السلام کی تباہ حال بستیاں ان کے سفر کی گزرگاہوں پر واقع تھیں۔

سائنسی تحقیق: حال ہی میں کچھ محققین نے بحر مُردار (Dead Sea) کے ساحل کے ساتھ پانی کے نیچے قومِ لوط علیہ السلام کی بستیوں کے آثار کی نشان دہی کر کے اس بارے میں تورات اور قرآنِ حکیم کے بیانات کی تصدیق کی ہے۔ مستقبل میں سائنس کی ترقی کے باعث قرآنِ حکیم میں دی گئی اس نوعیت کی بہت سی معلومات کے حوالے سے مزید انکشافات کی بھی امید ہے۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: اس آیت میں موت کے بعد زندگی کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی قدرت کی عقلی دلیل بیان فرمائی گئی ہے کہ اللہ ﷻ کس طرح بنجر زمین پر پانی برسا کر اسے زندہ کرتا ہے۔ جو اللہ ﷻ یہ کام کر سکتا ہے وہ اللہ ﷻ انسانوں کو مرنے کے بعد بھی دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

عملی پہلو: ہمیں یہ پختہ یقین رکھنا چاہیئے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے اور قیامت کا واقع ہونا یقینی ہے۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم کے دیگر مقامات پر یہ بات واضح کی گئی "پس آپ ﷺ اللہ ﷻ کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھیئے کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ فرماتا ہے، یقیناً وہی مُردوں کو زندہ فرمانے والا ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے۔" (سورۃ الروم ۳۰، آیت: ۵۰)

۲: زمین سے اٹھنے والی کھیتی کا فائدہ کون اٹھاتے ہیں؟ ۲: انسان اور چوپائے وغیرہ۔ یعنی اللہ ﷻ اس پانی سے زمین میں روئیدگی پیدا فرما کر لہلہاتے کھیتوں کو وجود میں لاتا ہے۔ مختلف گھاس و سبزہ اگاتا ہے جس سے جانداروں یعنی چرند پرند، کیڑے مکوڑوں اور دیگر جانوروں وغیرہ کا چارہ بنتا ہے۔ نیز خود انسان کے لئے بھی رزق میسر ہوتا ہے اور انسان بطور اجناس ان سبزیوں اور فصلوں کو استعمال کرتا ہے۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ سے کیا سوال کرتے تھے؟ ۱: مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ سے پوچھتے تھے کہ فیصلے کا دن کب آئے گا۔

نوٹ: کفار کے اس سوال کا اللہ ﷻ نے بار بار ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ سورۃ النازعات ۷۹، آیات: ۴۲ تا ۴۵ اور سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیات ۴۹ تا ۵۱ میں بیان کیا گیا ہے۔

۲: فیصلے کے دن سے کیا مراد ہے؟ ۲: قیامت کا دن۔ ۳: فیصلے کا کیا مطلب ہے؟ ۳: فتح یعنی فیصلے سے مراد وہ عذاب ہے جس کے لئے کفارِ مکہ جلدی مچاتے تھے۔ پس اس دن حق اور باطل کے درمیان اللہ ﷻ عملی فیصلہ فرمائے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: قیامت کا دن کافروں کے لئے کیوں فائدہ مند نہیں ہو گا؟ ۱: کیونکہ نہ ان کا ایمان قبول کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں نیک اعمال کی مہلت دی جائے گی بلکہ ان کے کفر پر انہیں سخت عذاب میں جھونکا جائے گا اور کافر افسوس سے حسرت کریں گے کہ یہ دن دیکھنے سے پہلے وہ مٹی ہو جاتے جیسا کہ سورۃ النباء ۷۸ کی آیت: ۴۰ میں یہ ذکر ہے۔

عملی پہلو: ہمیں بھی اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیئے کہ آج جو مہلت ملی ہے اس میں اگر ہم بُرے اعمال سے توبہ کر لیں گے تو یہ ہمارے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ کیونکہ موت کے آثار ظاہر ہوتے ہی یہ مہلت ختم ہو جائے گی۔

آیت نمبر ۳۰: ا: آپ ﷺ کو اللہ ﷻ نے کفار کے بارے میں کیا طرزِ عمل اختیار کرنے کا حکم فرمایا؟ ا: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کفار سے اعراض کرنے کا حکم فرمایا یعنی اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو نہ لائیں آپ ﷺ غمگین اور پریشان نہ ہوں۔ گویا ان کو اسی کفر اور گمراہی میں بھٹکتا چھوڑ دیں۔

۲: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کس چیز کا انتظار کرنے کا حکم دیا؟ ۲: اللہ ﷻ کا وعدہ پورا ہونے کا یعنی اسلام کے غلبہ کا انتظار کرنے کا حکم دیا۔

۳: مشرکین کس بات کے منتظر تھے؟ ۳: وہ آپ ﷺ پر کسی مصیبت کے آجانے کا انتظار کر رہے تھے یا آپ ﷺ پر غالب آجانے کے منتظر تھے۔ (معاذاللہ)

علمی نکتہ: **نبی کریم ﷺ کے انتظار کرنے اور کفار کے انتظار کرنے کا فرق:**

i۔ کفار آپ ﷺ کے اوپر حوادثِ زمانہ کے نزول کا انتظار کر رہے تھے (معاذاللہ) اور آپ ﷺ کو ان کے اوپر عذابِ الٰہی کے نزول کا انتظار کرنے کا فرمایا گیا۔

ii۔ کفار اس انتظار میں تھے کہ بُت ان کی مدد کریں گے، آپ ﷺ کو اللہ ﷻ کی مدد کا انتظار کرنے کا فرمایا گیا۔ iii۔ کفار بطورِ مذاق قیامت کا انتظار کر رہے تھے، آپ ﷺ کو سنجیدگی سے قیامت کا انتظار کرنے کا فرمایا گیا۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ا: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) سورۃ السجدہ کے دوسرے رکوع کی روشنی میں جواب دیجئے کہ قیامت کے دن مجرم اللہ ﷻ سے کس بات کی التجا کریں گے؟

✓(الف) دنیا میں واپس جانے کی (ب) مغفرت کی (ج) موت کی

(۲) سورۃ السجدہ کے دوسرے رکوع کی روشنی میں جواب دیجئے کہ اللہ ﷻ نافرمانوں پر بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کیوں بھیجتا ہے؟

(الف) تاکہ انہیں خوب سزا ملے (ب) تاکہ وہ چیخ و پکار کریں ✓(ج) تاکہ وہ باز آجائیں

(۳) تورات کن لوگوں کے لئے ہدایت تھی؟

(الف) بنی اسماعیل علیہ السلام کے لئے ✓(ب) بنی اسرائیل کے لئے (ج) بنی آدم علیہ السلام کے لئے

(۴) سورۃ السجدہ کے آخری رکوع کی روشنی میں جواب دیجئے کہ اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو کفار کے بارے میں کیا نصیحت فرمائی؟

(الف) کفار سے جنگ کیجیے (ب) کفار کو سزا دیجیے ✓(ج) کفار سے اعراض کیجیے

(۵) سورۃ السجدہ کے آخری رکوع کی روشنی میں جواب دیجئے کہ اللہ ﷻ کن لوگوں کو امامت کا منصب عطا فرماتا ہے؟

(الف) علم رکھنے اور جہاد کرنے والوں کو ✓(ب) صبر کرنے اور قرآن حکیم کی آیات پر یقین رکھنے والوں کو

(ج) سیاست اور معیشت کی اعلیٰ تعلیم رکھنے والوں کو

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجئے:

۱- سورۃ السجدہ کے پہلے رکوع میں بیان کیئے گئے انسان کی تخلیق کے پانچ مراحل تحریر کریں؟

۱۔ اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا۔ (آیت:۷)

۲۔ اللہ ﷻ نے نسل انسانی کو حقیر پانی کے خلاصے یعنی نطفہ سے پیدا کیا۔ (آیت:۸)

۳۔ اللہ ﷻ نے انسان کے اعضاء کو درست فرمایا۔ (آیت:۹)

۴۔ اللہ ﷻ نے انسان میں روح ڈالی۔ (آیت:۹)

۵۔ اللہ ﷻ نے انسان کو کان، آنکھیں اور دل عطا فرمائے۔ (آیت:۹)

۲- سورۃ السجدہ کے پہلے رکوع میں قیامت کا انکار کرنے والوں کا کیا اعتراض ذکر کیا گیا ہے اور اس کا کیا جواب دیا گیا ہے؟

اعتراض: جب ہم مَر کر مٹی میں مل جائیں گے تو کیا قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیئے جائیں گے۔ (آیت:۱۰)

اعتراض کا جواب: اصل میں وہ اللہ ﷻ سے ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں۔ موت کا فرشتہ اُن کی روح قبض کرے گا اور وہ اپنے رب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (آیت:۱۰،۱۱)

۳- سورۃ السجدہ کے دوسرے رکوع کی روشنی میں مومنین کے کوئی پانچ اوصاف بیان کریں؟

۱۔ وہ اللہ ﷻ کو سجدہ کرتے ہیں۔ (آیت:۱۵)

۲۔ وہ اللہ ﷻ کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں۔ (آیت:۱۵)

۳۔ وہ تکبر نہیں کرتے۔ (آیت:۱۵)

۴۔ وہ راتوں کو اُٹھ کر عبادت کرتے ہیں۔ (آیت:۱۶)

۵۔ وہ خوف اور امید سے اللہ ﷻ کو پکارتے ہیں۔ (آیت:۱۶)

۶۔ وہ اللہ ﷻ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں۔ (آیت:۱۶)

۴- سورۃ السجدہ کے دوسرے رکوع میں مومن اور فاسق کے درمیان کیا فرق بیان کیا گیا ہے؟

مومن اور فاسق برابر نہیں ہوسکتے۔ ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والوں کے لئے جنت ہے۔ فاسقوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (آیات:۱۹،۲۰)

۵- سورۃ السجدہ کے تیسرے رکوع میں قیامت کا انکار کرنے والوں کا کیا اعتراض ذکر کیا گیا ہے اور اس کا کیا جواب دیا گیا ہے؟

اعتراض: حق اور باطل میں فیصلہ کب ہو گا؟ یعنی قیامت کب آئے گی؟ (آیت:۲۸)

اعتراض کا جواب: قیامت کا دن وہ ہو گا جب کافروں کو ان کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا اور نہ انہیں نیک اعمال کرنے کی مہلت دی جائے گی۔ (آیت:۲۹)

سُوْرَةُ سَبَاٍ

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر ا: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۶۶، ۱۶۸) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۷۰، ۱۷۲) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۷۴، ۱۷۶) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۴: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ: اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیئے:

ا۔ اللہ ﷻ کی حمد و ثنا، توحید باری تعالیٰ اور وقوعِ قیامت کا یقین۔

۲۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعات۔

۳۔ قومِ سبا کے احوال۔

۴۔ بنی آدم علیہ السلام کے بارے میں شیطان کا گمان۔

۵۔ مشرکین و منکرین کی جہالت و بے عقلی اور شبہات کا ازالہ۔

۶۔ اثباتِ رسالت اور قوموں کا طرزِ عمل۔

۷۔ کافروں کی سرکشی اور ہٹ دھرمی اور من گھڑت دعویٰ کی تردید۔

۸۔ نیک اعمال کا دوہرا اجر اور کفر و شرک کا انجام۔

۹۔ مشرکین کی طرف سے قرآنِ حکیم اور رسول اللہ ﷺ کی تکذیب۔

۱۰۔ حق کا غلبہ اور کفار کا انجام۔

ربطِ سورت

ا۔ سورۃ الاحزاب میں نبی کریم ﷺ کی نبوت، رحمت و شفقت اور دیگر صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سورۃ سبا میں بھی آپ ﷺ کا "بشیر اور نذیر" ہونا بتایا گیا۔

۲۔ سورۃ الاحزاب میں نبی کریم ﷺ پر منافقین کے اعتراضات نقل کیئے گئے تھے اور سورۃ سبا میں مشرکین مکہ کے اعتراضات نقل کیئے گئے ہیں۔

۳۔ سورۃ الاحزاب کے آخر میں مومنین اور مشرکین کو اللہ ﷻ کی طرف سے جزا اور سزا دیئے جانے کا ذکر ہے۔ سورۃ سبا کے آغاز میں مومنوں کو اللہ ﷻ کے عفو و کرم اور بخشش و مہربانی پر شکر گزاری کی تلقین کی گئی ہے۔

۴۔ سورۃ الاحزاب میں اہل ایمان کو توحید پر قائم رہنے کی صورت میں فتح و کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے۔ سورۃ سبا میں مشرکین کو توحید کے انکار پر قوم سبا جیسے ہلاکت خیز انجام سے ڈرایا گیا ہے۔

۵۔ سورۃ الاحزاب کے آخر میں اللہ ﷻ نے جو دعویٰ فرمایا تھا کہ وہ منافقین اور مشرکین کو عذاب دے گا۔ سورۃ سبا کی پہلی آیت میں اس پر دلیل ہے کہ اللہ ﷻ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کا مالک ہے۔ اس لئے وہ منافقین اور مشرکین کو عذاب اور مومنین کو اجر و ثواب دینے پر بھی قادر ہے۔

۶۔ سورۃ الاحزاب ۳۳ کی آخری آیت کے آخر میں فرمایا تھا: وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا "اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے" اور سورۃ سبا ۳۴ کی آیت: ۲ کے آخر میں فرمایا: وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْر "وہ نہایت مہربان بہت بخشنے والا ہے"۔

۷۔ سورۃ الاحزاب میں کفار قیامت کے واقع ہونے کے بارے میں سوال کر رہے تھے اور سورۃ سبا میں کفار کے انکارِ قیامت کا ذکر ہے۔

آیت نمبر ۱: ۱: دنیا اور آخرت میں سب تعریفوں کے لائق کون سی ہستی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ۔

علمی نکتہ: دنیا اور آخرت دونوں میں حمد اللہ ﷻ کے لئے ہے۔ پھر آخرت میں حمد کا اللہ ﷻ ہی کے لئے ہونا خاص طور پر دوبارہ ذکر فرمایا، کیونکہ دنیا میں تو بظاہر کسی اور کی بھی تعریف ہو جاتی ہے، مگر آخرت میں صرف اللہ ﷻ ہی کی حمد ہوگی اور ہر ایک کی زبان پر " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ " کا کلمہ جاری ہوگا۔ جیسا کہ سورۃ الزمر ۳۹، آیت: ۷۴، سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۴۳ اور سورۃ فاطر ۳۵، آیت: ۳۴ میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲: آخرت میں اللہ ﷻ کے لئے حمد ہونے کا کیا مطلب ہے؟ ۲: آخرت کی حمد کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "اس دن (یعنی میدانِ حشر میں) حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا"۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس روز میں جو حمد کروں گا وہ آج نہیں کر سکتا۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

۳: سب شکر اللہ ﷻ کے لئے کیوں ہے؟ ۳: کیوں کہ اللہ ﷻ ہی آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات کا مالک ہے اور وہ بہت حکمت والا اور ہر چیز سے خوب باخبر ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں (جنت میں) "اہل جنت کی ہر بات کا خاتمہ الحمد للہ رب العالمین ہی پر ہو گا۔" (سورۃ یونس ۱۰، آیت: ۱۰)

آیت نمبر ۲: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کن صفات کا بیان ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی صفتِ علم، صفتِ رحمت اور صفتِ مغفرت کا بیان ہے۔

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس صفت کا غالب ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کے علم کی وسعت کا۔

۳: زمین میں داخل ہونے والی چیزوں کی مثال دیجیئے؟ ۳: بارش کا پانی، بیج، حشرات الارض۔ اسی طرح مرنے کے بعد انسانوں کے جسم زمین میں دفن کیئے جاتے ہیں اور اسی طرح خزانے بھی زمین میں دفنائے جاتے ہیں۔

۴: زمین سے نکلنے والی چیزوں کی مثال دیجیئے؟ ۴: نباتات، معدنیات، چشموں کی صورت میں پانی، خزانے اور قیامت کے دن انسان زمین سے نکالے جائیں گے۔

۵: آسمان سے نازل ہونے والی چیزوں کی مثال دیجیئے؟ ۵: برکات، فرشتے، بارش، برف، اولے، بجلیاں، بندوں کی روزی، احکام الٰہی، صحائف، آسمانی کتب وغیرہ۔

۶: آسمان کی طرف چڑھنے والی چیزوں کی مثال دیجیئے؟ ۶: دعائیں، روحیں، فرشتے۔ اعمال انسانی وغیرہ۔

فکری پہلو: ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ: i۔ اللہ ﷻ ہر چیز کا مالک ہونے، حکیم و خبیر ہونے یعنی ذرّے ذرّے کا علم رکھنے کے باوجود بندوں پر کتنا مہربان ہے کیونکہ وہی ہے جس کی نہ رحمت کی کوئی حد ہے، نہ مغفرت کی۔ یہ سب نعمتیں اللہ ﷻ کی رحمت کی بدولت ہمیں مل رہی ہیں۔ یہ اس کی رحمت اور بخشش ہی ہے کہ وہ بندوں کی ناشکری اور نافرمانی پر ان کی گرفت نہیں کرتا بلکہ انہیں ڈھیل دیتا ہے اور سنبھلنے کی مقررہ مہلت عطا کرتا ہے اور جب بھی وہ باز آجائیں تو معاف کر دیتا ہے۔ ہمیں اس مہلتِ وقت کو اس کی رضا کے حصول میں خرچ کرنا چاہیئے۔ ii۔ جس طرح بتایا گیا کہ ہر شے اللہ ﷻ کے علم میں ہے اسی طرح انسان بھی مرنے کے بعد زمین کے اندر چلا جاتا ہے لیکن اس کے تمام اجزاء اللہ ﷻ کے علم میں ہوتے ہیں اس لئے قیامت کے دن اس کا مُردوں کو ان کے جسموں کے ساتھ زمین سے نکال لینا اور انہیں دوبارہ زندہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔

آیت نمبر ۳: ۱: کفار کے کس اعتراض کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: انکارِ آخرت کا۔

۲: منکرین آخرت کے اعتراض پر کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۲: نبی کریم ﷺ سے اللہ ﷻ کی قسم کھا کر بیان فرمایا گیا کہ قیامت ضرور آ کر رہے گی۔

علمی نکتہ: السّاعة اور قیامت دو مختلف الفاظ ہیں اور دونوں کے معانی بھی الگ الگ ہیں۔ السّاعة سے مراد وہ خاص گھڑی ہے جب زمین میں ایک عظیم زلزلہ برپا ہو گا، ستاروں اور سیاروں کا پورا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور دنیا مکمل طور پر تباہ ہو جائے گی۔ جب کہ القیامۃ اس کے بعد کی کیفیت کا نام ہے جب دنیا دوبارہ نئی شکل میں پیدا ہو گی اور تمام انسانوں کو زندہ کر کے ایک جگہ اکٹھا کر لیا جائے گا۔

۳: اس آیت میں قیامت برپا ہونے کی کیا عقلی دلیل دی گئی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کا علم کامل یعنی وہ اللہ ﷻ جو غیب کا علم رکھتا ہے اور کوئی شے ایسی نہیں ہے جو اللہ ﷻ کے علم سے باہر ہو گویا وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور چنانچہ وہ قیامت برپا فرمائے گا اور لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا یا سزا دے گا۔

۴: علم باری تعالیٰ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۴: اللہ ﷻ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ کوئی چھوٹی اور بڑی ایسی نہیں ہے جو اللہ ﷻ کے علم میں نہ ہو۔

۵: واضح کتاب سے کیا مراد ہے؟ ۵: لوحِ محفوظ۔

۶: لوحِ محفوظ میں کیا لکھا ہوا ہے؟ ۶: آغازِ کائنات سے لے کر اس کے اختتام تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں درج ہے۔

آیت نمبر ۴: ۱: قیامت قائم کرنے کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: تاکہ اللہ ﷻ اجر عطا فرمائے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے۔

علمی نکتہ: اگر جزا و سزا کا کوئی دن ہی نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ نیک و بد یکساں ہیں، جب کہ یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے۔ دیکھیے سورۃ ص ۳۸، آیت: ۲۸، سورۃ السجدہ ۳۲، آیات: ۱۸ تا ۲۰ اور سورۃ الحشر ۵۹ آیت: ۲۰ اور اللہ ﷻ کے عدل کے بھی خلاف ہے۔ (دیکھیے سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۴۷) بلکہ یہ ان لوگوں پر ظلم ہو گا جن پر دنیا میں ظلم ہوتا رہا، جب کہ اللہ ﷻ بندوں پر ذرہ برابر ظلم کا روادار نہیں، جیسا کہ فرمایا "اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز کوئی ظلم کرنے والا نہیں۔ (سورۃ حٰم السجدۃ ۴۱، آیت: ۴۶)

۲: قیامت کے دن نیک لوگوں کو کیا جزا دی جائے گی؟ ۲: ان کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا اور عزت والا رزق انہیں عطا فرمایا جائے گا۔

آیت نمبر ۵: ۱: قیامت کے دن دردناک عذاب کے مستحق کون لوگ ہوں گے؟ ۱: وہ لوگ جو اللہ ﷻ کی آیات کو نیچا دکھانے یعنی (معاذ اللہ) اللہ ﷻ کو عاجز کرنے کی ناپاک کوشش میں لگے رہے۔ ۲: اللہ ﷻ کی آیات کو نیچا دکھانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی وہ اللہ ﷻ کی آیات کو غلط ثابت کرنے، ان کی تردید کرنے اور جھٹلانے میں لگے رہتے ہیں اور اسی کوشش اور سازشوں میں سرگرم رہتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ ﷻ کی آیات سے قولاً و فعلاً روکا جائے۔ یعنی اپنے گمان کے مطابق (معاذ اللہ) وہ اس طرح اللہ ﷻ کو عاجز کر دیں گے اور اللہ ﷻ کو مغلوب کر لیں گے جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

آیت نمبر ۶: ۱: قرآنِ حکیم کے سچے اور برحق ہونے کی گواہی کن لوگوں نے دی ہے؟ ۱: اہلِ کتاب میں سے اُن علماء نے جنہوں نے تمام تر تعصبات سے بالاتر ہو کر اس بنیاد پر قرآنِ حکیم کے سچا ہونے کی گواہی دی کہ اس کتاب اور صاحبِ کتاب کا ذکر اُن کی کتابوں میں موجود ہے، انہوں نے اس شہادت کو چھپایا نہیں بلکہ حق اور انصاف پسندی کا مظاہرہ کیا جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

علمی نکتہ: اہل علم سے مراد وہ لوگ ہیں جو تورات، انجیل اور قرآن کریم کو تسلیم کرتے ہیں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل کتاب کے وہ نیک علماء جن پر ان کے ہم مذہب لوگ اعتماد کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہود کے ممتاز علماء میں سے تھے اور حقیقت پسند تھے۔ جب آپ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ میں وہ نشانیاں دیکھیں جو تورات میں نبی آخر الزماں ﷺ کی بتلائی گئی ہیں تو آپ ﷺ سے چند سوالات پوچھنے کے بعد وہ اسلام لے آئے۔ (سنن ابی داؤد)

۲: اس آیت میں قرآنِ حکیم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: i۔ قرآنِ حکیم کو منصف مزاج علمائے اہلِ کتاب بھی پہچانتے ہیں۔ ii۔ قرآنِ حکیم اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ پر نازل فرمایا۔ iii۔ قرآنِ حکیم حق اور سچ ہے۔ iv۔ قرآنِ حکیم اس راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے جو اللہ ﷻ کی طرف لے جانے والا ہے۔

آیت نمبر۷: ۱: کفارِ مکہ کس کے بارے میں آپس میں گفتگو کر رہے تھے؟ ۱: نبی کریم ﷺ کے بارے میں۔

۲: کفار کس بارے میں حیرت کا اظہار کر رہے ہیں؟ ۲: کفار حیرت زدہ ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا گویا ہمیں نئے سرے سے تخلیق کیا جائے گا؟

علمی نکتہ: اس دنیا میں سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ آدمی صحیح فکر سے محروم ہو جائے۔ ایسا آدمی کسی چیز کو اس کے صحیح اور حقیقی روپ میں نہیں دیکھ پاتا۔ کھلی ہوئی حقیقتوں سے بھی اس کو نصیحت حاصل نہیں ہوتی۔ یہی حال کفار و مشرکین کا ہے۔

علمی و عملی پہلو: ہمیں ہر وقت اللہ ﷻ سے صحیح فکر کی دعا کرتے رہنا چاہیئے۔ کفارِ مکہ کے لئے قیامت پر یقین کرنا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ملنے کو ماننا نہایت حیرت انگیز تھا۔ جیسا کہ ایک موقع پر کفار میں سے ابی بن خلف ایک بوسیدہ ہڈی لے آیا اور اسے دکھا کر کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) کیا یہ ہڈی زندہ کی جائے گی گویا ان کے نزدیک یہ بالکل ناممکن تھا کہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے۔ (بیہقی)

آیت نمبر۸: ۱: مشرکینِ مکہ کی آپ ﷺ کے بارے میں کن آراء کا بیان کیا گیا ہے؟ ۱: وہ کہتے تھے کہ آپ ﷺ جھوٹے ہیں یا آپ ﷺ مجنون ہیں معاذ اللہ۔

۲: مشرکینِ مکہ کی آپ ﷺ کے بارے میں ان آراء کا کیا سبب بیان کیا گیا ہے؟ ۲: آخرت کا انکار کرنا۔

۳: آخرت کا انکار کرنے والوں کا قیامت کے دن کیا نتیجہ نکلے گا؟ ۳: ایسے لوگ عذاب میں ہوں گے۔

۴: آخرت کا انکار کرنے والوں کا دنیا میں کیا انجام ہوتا ہے؟ ۴: وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں۔

۵: قرآنِ حکیم میں دیگر مقامات پر کن لوگوں کو گمراہ ٹھہرایا گیا ہے؟ **۵: قرآنِ حکیم کے مطابق گمراہ لوگ یہ ہیں:** i۔ جو ایمان کو کفر کے ساتھ بدل دے وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا۔ (سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۱۰۸) ii۔ جو اللہ ﷻ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ دور کی گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (سورۃ النساء ۴، آیت: ۱۱۶) iii۔ جس نے اللہ ﷻ کے ساتھ کفر کیا وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ (سورۃ النساء ۴، آیت: ۱۳۶) iv۔ جو نافرمانی کرے اللہ ﷻ اور اس کے رسول کی وہ گمراہ ہو گیا۔ (الاحزاب ۳۳: ۳۶) v۔ اللہ ﷻ کی بیان کردہ مثال کے ساتھ فاسق ہی گمراہ ہوتے ہیں۔ (البقرہ ۲: ۲۶) vi۔ اللہ ﷻ کے ساتھ کیئے ہوئے عہد کو پامال کرنے والا سیدھی راہ سے بھٹک جاتا ہے۔ (سورۃ المائدۃ ۵، آیت: ۱۲) vii۔ کفار سے دلی دوستی رکھنے والا سیدھی راہ سے دور چلا جاتا ہے۔ (سورۃ الممتحنۃ ۶۰، آیت: ۱) viii۔ دین کے معاملات میں غلو کرنے والا سیدھی راہ سے بھٹک جاتا ہے۔ (سورۃ المائدۃ ۵، آیت: ۷۷) ix۔ اللہ ﷻ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانے والا سیدھی راہ سے بھٹک جاتا ہے۔ (سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت: ۳۰)

آیت نمبر۹: ۱: اس آیت میں منکرینِ آخرت کو کیا تفصیلی جواب دیا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں منکرینِ آخرت کو کائنات پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے کہ کس طرح آسمانوں اور زمین نے انہیں چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے۔ گویا جو اللہ ﷻ اس عظیم الشان کائنات کو بنا سکتا ہے وہ انسان کو مرنے کے بعد بھی دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔

۲: منکرینِ آخرت کو دنیا میں کس بدترین انجام سے ڈرایا گیا ہے؟

۲: اللہ ﷻ چاہے تو ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر آسمان سے ایک ٹکڑا گرا دے۔

نوٹ: "رسول کریم ﷺ نے فرمایا" ایک دفعہ ایک شخص تکبر کے ساتھ چادر گھسیٹ کر چل رہا تھا تو اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا جائے گا۔" (صحیح بخاری)

۳: کیا تاریخ میں منکرینِ آخرت پر اللہ ﷻ کے ان عذابوں کی مثال موجود ہے؟ ۳: جی ہاں۔ قارون کو اللہ ﷻ نے زمین میں دھنسا دیا تھا اور اسی طرح اصحابِ ایکہ یا اہل مدین کو ان کے کفر کی سزا میں اللہ ﷻ نے ایک زوردار چیخ اور زلزلہ سے ہلاک کر دیا تھا۔

نوٹ: قرآنِ حکیم میں دیگر مقامات پر زمین میں دھنسائے جانے اور آسمان سے آفت آنے کا ذکر: i۔ کیا وہ لوگ بے فکر ہو گئے ہیں کہ اللہ ﷻ انہیں زمین میں دھنسا دے؟ (سورۃ النحل ۱۶، آیت: ۴۵) ii۔ ان کے گناہ کی پاداش میں پکڑ لیا، کسی پر تند ہوا بھیجی، کسی کو ہولناک آواز نے آلیا، کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ کو غرق کر دیا۔ (سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت: ۴۰) iii۔ جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے ان کی بستی کو الٹا دیا اور ان پر پتھروں کی بارش برسا دی۔ (سورۃ ھود ۱۱، آیت: ۸۲)

۴: اس آیت میں کیا نشانی بیان فرمائی گئی ہے؟ ۴: اللہ ﷻ کی کمال قدرت کو بطورِ نشانی بیان فرمایا گیا ہے۔

۵: اس آیت سے کیسا شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ ۵: عبدِ منیب یعنی وہ شخص جو اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔

علمی نکتہ: "منیب" وہ جو دل سے اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرے۔ انسان کے دل کی یہ کیفیت ہدایت کی راہ کھول دیتی ہے۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: عبدِ منیب کی مثال کس شخصیت کی دی گئی ہے؟ ۱: حضرت داؤد علیہ السلام کی۔

۲: حضرت داؤد علیہ السلام کون تھے؟ ۲: حضرت داؤد علیہ السلام ایک ہزار قبل مسیح میں بنی اسرائیل میں بھیجے جانے والے ایک نبی علیہ السلام تھے جن پر اللہ ﷻ نے زبور جیسی پُر تاثیر کتاب نازل فرمائی۔ جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام زبور کی تلاوت کرتے تو نہ صرف پرندے مسحور ہو جاتے بلکہ جہاں تک ان کے پڑھنے کی آواز جاتی پہاڑ بھی جھوم اٹھتے تھے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ صرف پہاڑوں اور پرندوں پر یہ کیفیت نہ ہوتی بلکہ ہر چیز پر یہی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت طالوت کی فوج میں موجود تھے۔ انہوں نے مشرکین کے سردار جالوت کو قتل کیا تھا تب بنی اسرائیل کو فتح ملی تھی۔ اللہ ﷻ نے انہیں خلیفہ بنایا اور بادشاہت بھی عطا فرمائی۔ اس کا ذکر سورۃ البقرہ ۲، آیات: ۲۴۶ تا ۲۵۱ میں آیا ہے۔

۳: حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ ﷻ نے کیا انعامات فرمائے تھے؟ ۳: اللہ ﷻ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بہت سی نعمتوں سے نوازا تھا۔ پہاڑ ان کے ساتھ تسبیح کرتے اسی طرح پرندے ان کے ساتھ اللہ ﷻ کے حکم سے تسبیح کرتے اور لوہے کو اللہ ﷻ نے ان کے ہاتھوں میں موم یعنی نرم فرما دیا تھا۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کا کیا استعمال کرتے تھے؟ ۱: وہ کڑیاں جوڑ کر لوہے سے کشادہ زرہیں بناتے تھے۔ جو اس زمانے میں جنگ کے موقع پر دشمن کے وار سے بچاؤ کے لئے پہنی جاتی تھیں۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ نے اس آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ وہ زرہ اور کڑیوں میں توازن قائم رکھیں، اس میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ ﷻ کو ہر کام اور ہر صنعت میں سلیقے اور توازن کا خیال رکھنا پسند ہے۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی آدمی کے لئے اس سے بہتر کوئی کھانا نہیں جسے وہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھائے اور اللہ ﷻ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے (وہ زرہ بنانے کا کام کیا کرتے تھے)۔" (صحیح بخاری)

۲: اللہ ﷻ نے داؤد علیہ السلام کو کیا حکم فرمایا؟ ۲: اللہ ﷻ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو نیک کام کرنے کا حکم فرمایا اور نصیحت فرمائی کہ میں تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہوں۔

عملی پہلو: اس آیت میں سائنس اور فن کی ترقی کے حوالے سے دو اہم ترین باتوں کی طرف رہنمائی فرمائی گئی ہے۔ اوّل یہ کہ انسان یہ سمجھے کہ یہ سب کچھ اللہ ﷻ ہی کی عنایت اور اسی کی بخشش و عطا ہے۔ اس لئے اس وحدہٗ لاشریک کا دل و جان سے شکر ادا کیا جائے۔ اور دوسرے یہ کہ انسان ایسی ہر ترقی کو اللہ ﷻ کی عنایت اور اس کی عطا جانتے ہوئے اور اس کو یہ سمجھتے ہوئے استعمال کرے کہ جس اللہ ﷻ نے مجھے یہ سب کچھ عطا فرمایا ہے وہ مجھے دیکھ رہا ہے کہ میں اس کو کہاں، کس طرح اور کن مقاصد کیلئے استعمال کر رہا ہوں۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: سورۃ سبا ۳۴ کی آیات: ۱۲ تا ۱۴ میں کن نبی علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام۔

۲: حضرت سلیمان علیہ السلام پر اللہ ﷻ کے کن انعامات کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۲: ہواؤں کو اُن کے تابع کرنے، اُن کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ رواں کرنے اور جنّات کو ان کے تابع کرنے کے انعامات کا ذکر فرمایا۔ ۳: حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا سے کیا کام لیتے تھے؟ ۳: ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ان کے تخت کو اُڑا کر صبح سے دوپہر تک ایک مہینے کی مسافت تک اور دوپہر سے شام تک ایک مہینے کی مسافت تک لے جاتی۔

۴: پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ کہاں واقع تھا؟ ۴: ملکِ یمن۔

علمی نکتہ: ایک رائے یہ بھی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں تانبے کو پگھلانے اور اس سے طرح طرح کی چیزیں بنانے کا کام اتنے بڑے پیمانے پر کیا گیا، گویا وہاں تانبے کے چشمے بہہ رہے تھے۔

۵: حضرت سلیمان علیہ السلام پگھلے ہوئے تانبے سے کیا کام کرتے تھے؟ ۵: حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے اس پگھلے ہوئے تانبے سے مختلف قسم کے برتن اور ضرورت کا سامان اور جنگی آلات بنائے جاتے تھے۔ ۶: حضرت سلیمان علیہ السلام جنّات سے کیا کام لیتے تھے؟ ۶: جنّات سے حضرت سلیمان علیہ السلام بڑے بڑے برتن بنواتے اور تعمیراتی کام لیتے اور اس کے علاوہ وہ جو کام چاہتے تھے اُن سے لیتے تھے۔

۷: جنّات کے کام کرنے سے انکار کرنے پر اُنہیں کیا سزا دیئے جانے کا ذکر ہے؟ ۷: اُنہیں آگ میں جھونکنے کا ذکر ہے۔

علمی نکتہ: سرکش جنات کو آخرت میں جہنم کا عذاب تو لازماً دیا ہی جائے گا البتہ مفسرین کرام کا ایک قول یہ بھی ہے کہ ان جنات پر ایک فرشتہ مقرر تھا جو آگ کا کوڑا لیئے رہتا تھا اور نافرمانی کرنے والے جنات پر آگ کا کوڑا برساتا تھا۔ گویا اللہ ﷻ نے خصوصی طور پر جنات کو ان کے لئے تابع کر دیا تھا۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: جنّات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے کیا کام کیا کرتے تھے؟ ۱: جنّات حضرت سلیمان علیہ السلام کے تمام احکامات بجالاتے تھے اور جو حضرت سلیمان علیہ السلام چاہتے تھے وہ کام کرتے تھے خصوصاً تعمیراتی کام اور برتن بنانے کا کام کرتے تھے۔

۲: جنّات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے کیسی عمارات تعمیر کرتے تھے؟ ۲: جنّات حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر محراب دار عمارتیں بناتے، مسجدیں تعمیر کرتے، محل اور قلعے تعمیر کرتے۔ بعض مفسرین کے نزدیک جنّات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تماثیل بناتے۔

علمی نکتہ: تَمَاثِيْلَ: یہ "تِمْثَال" کی جمع ہے، تمثال عربی زبان میں ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی دوسری قدرتی چیز کی مثل بنائی جائے، خواہ جان دار کی ہو یا بے جان کی، ماڈل اور مجسّمہ کی شکل میں ہو، یا کاغذ پر تصویر کی شکل میں ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جو تماثیل بنائی جاتی تھیں، ضروری نہیں کہ وہ جانداروں ہی کی ہوں، جیسے انسانوں اور حیوانوں کی تصویریں۔ بلکہ یہ غیر جاندار چیزوں کی تصویریں، اور نقش و نگار بھی ہو سکتے ہیں، جن سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی عمارتوں وغیرہ کو آراستہ کیا ہو۔ یہی بات قرین قیاس اور لائق اعتبار ہے اور یہی آپ علیہ السلام کی پیغمبرانہ شان کے لائق ہے، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام شریعت موسوی کے پیروکار تھے۔ اور شریعت موسوی میں انسانی اور حیوانی مجسمے اور تصاویر وغیرہ حرام تھے۔

۳: جنّات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے کس قسم کے برتن بناتے تھے؟ ۳: جنّات حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر تانبے کے بڑے بڑے لگن جو حوض کے برابر ہوتے اور بڑی بڑی دیگیں جن میں ہزاروں لوگوں کا کھانا تیار ہوتا تھا بناتے تھے۔

۴: اللہ ﷻ نے آلِ داوٗد علیہ السلام کو کیا حکم فرمایا؟ ۴: اللہ ﷻ نے آلِ داوٗد علیہ السلام کو اپنا شکر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔

۵: اللہ ﷻ کے شکر کے حوالے سے انسانوں کی کیا عمومی کیفیت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۵: انسانوں میں سے تھوڑے لوگ ہی ہیں جو اللہ ﷻ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کی کیا کیفیت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کی تعمیر جنّات سے کرا رہے تھے کہ آپ علیہ السلام کے انتقال کا وقت آ گیا چنانچہ آپ علیہ السلام کی خواہش کے مطابق اللہ ﷻ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک لکڑی کے سہارے کھڑے ہو جانے کا حکم دیا اور اسی کیفیت میں آپ علیہ السلام کی روح قبض کر لی گئی۔

۲: حضرت سلیمان علیہ السلام کتنے عرصے تک اس کیفیت میں کھڑے رہے؟یعنی موت کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم کتنے عرصے تک کھڑا رہا؟ ۲: بعض مفسرین کے نزدیک ایک سال تک حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم عصا کے سہارے کھڑا رہا۔

۳: جنّات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا علم کیسے ہوا؟ ۳: حضرت سلیمان علیہ السلام کے عصا کو گھن لگ گیا، آہستہ آہستہ دیمک اُن کے عصا کو کھا گیا اور عصا ٹوٹا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسد مبارک زمین پر گر گیا۔ چنانچہ یہ دیکھ کر جنّات کو اندازہ ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال فرما چکے ہیں۔

۴: کیا جنّات کو علم غیب ہے؟ ۴: اگر جنّات کو علم غیب ہوتا تو اُنہیں معلوم ہو جاتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو چکا ہے جو کہ اُنہیں معلوم نہیں ہو سکا اور وہ سخت مشقت کے ساتھ محنت و مزدوری کرتے رہے یہاں تک کہ اُن پر حقیقت واضح ہوئی۔

علمی پہلو: وہ لوگ جو جنّات کے غیب دانی کے دعویٰ کو سچا سمجھتے ہیں انہیں بتا دیا گیا کہ وہ اپنے دعویٰ میں سراسر جھوٹے ہیں۔ اگر انہیں غیب کا علم ہوتا تو وہ سال بھر اپنی جان کو اس مصیبت میں نہ ڈالے رکھتے اور اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ لوگوں پر یہ حقیقت کھل گئی کہ جنّات کو غیب کا کوئی علم نہیں۔ جنّات کی حقیقت واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمت اور شانِ نبوت کا مشاہدہ بھی کرا دیا۔ عام انسان اگر عصا پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو اور وہ اونگھ جائے تو اس کا توازن برقرار نہیں رہتا۔ اور فوراً زمین پر گر پڑتا ہے۔ پھر موت کے بعد چہرے کی رنگت بدل جاتی ہے جسم میں طرح طرح کے تغیرات رونما ہونے لگتے ہیں۔ لیکن یہاں آپ علیہ السلام سال بھر ٹیک لگائے کھڑے رہے، چہرہ اسی طرح پھول کی طرح شگفتہ رہا۔ بدن بالکل تر و تازہ رہا۔ کسی قسم کی بو تو دور کی بات لباس بھی ویسے ہی پاک صاف رہا۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ کرا دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو انتقال کے بعد بھی کیسی شان عطا فرماتا ہے اور کیسا بہترین معاملہ فرماتا ہے۔

تاریخی بات: بیت المقدس کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیمے کی جگہ پر ڈالی تھی اور اُس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوبارہ بیت المقدس کی تعمیر شروع کی اور جنات کو اس کام میں لگایا۔ بہر حال یہ تعمیر مکمل ہوئی اور پھر عراق کے بادشاہ بختِ نصر نے جب فلسطین پر حملہ کیا تو اُس نے بیت المقدس کو ڈھا دیا اور اس کی بنیادیں بھی کھود دیں۔ یہودیوں نے ڈیڑھ سو سال بعد دوبارہ بیت المقدس کو تعمیر کیا جو رومی جنرل ٹائٹس نے سن ۷۰ عیسوی میں دوبارہ ڈھا دیا اب اس کی ایک دیوار باقی ہے جسے دیوارِ گریہ کہتے ہیں اور یہودی دوبارہ اس کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: قومِ سبا کون تھی؟ ۱: قومِ سبا اپنے جدِ اعلیٰ سبا بن یشجب کی طرف منسوب تھی، سبا وہی قوم تھی جس کی ملکہ بلقیس "ملکہ سبا" مشہور ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں مسلمان ہوگئی تھی اس کی قوم کی اکثریت بھی مسلمان ہوگئی تھی۔ قوم ہی کے نام پر ملک کا نام بھی سبا تھا یہ شہر یمن کے موجودہ دارالحکومت صنعاء سے کوئی ساٹھ میل مشرق کی جانب واقع ہے۔ جس کے کھنڈرات آج بھی اس قوم کی عظمت اور اس کے تمدن اور اس کی داستان عبرت کا پتہ دے رہے ہیں۔ قومِ سبا کے عروج کا زمانہ کم و بیش ایک ہزار سال کا ہے جو زیادہ تر قبل مسیح کا ہے۔ قوم سبا کا دار الحکومت شہر مآرب کے جنوب میں "سدِّ مآرب" تھا۔ یہ لوگ یمن کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے چھوٹے بڑے کئی بند (Dam) بنائے ہوئے تھے۔ خاص طور پر انہوں نے دو پہاڑوں کے درمیان تقریباً ۱۵۰ فٹ لمبا ایک بند باندھا تھا، جن کی دیوار ۵۰ فٹ چوڑی تھی اور اس میں اوپر سے نیچے تک تین دروازے تھے، جس سے وہ پانی کو کنٹرول کرتے تھے۔ یہ پانی ایک تالاب میں گرتا تھا اور یہاں سے پھر نہروں اور باغوں کو سیراب کیا کرتا تھا۔ اس شہر کے دونوں طرف پہاڑ تھے جن سے چشموں اور نالوں کا پانی بہہ بہہ کر شہر میں آتا تھا ان کے حکمرانوں نے پہاڑوں کے درمیان پشتے تعمیر کرا دیئے تھے اور ان کے ساتھ باغات لگائے گئے تھے جس سے پانی کا رخ بھی متعین ہو گیا تھا اور باغوں کو بھی سیرابی کا ایک قدرتی ذریعہ میسر آ گیا تھا انہی باغات کو دائیں بائیں دو باغوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲: قومِ سبا کے لئے ان کی بستی میں اللہ تعالیٰ کی کیا نشانی تھی؟ ۲: دو باغات دائیں اور بائیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں تھے۔ ان باغات میں ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت، فضل و کرم اور انعام و احسان کی بہت بڑی نشانی موجود تھی۔ یعنی ملک کی زرعی اور تجارتی ترقی کی وجہ سے مال و دولت کی فراوانی کو یہاں قدرتِ الٰہی کی نشانی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

علمی نکتہ: "جنتان" سے یہاں پر مراد صرف دو باغ نہیں بلکہ دو طرفہ باغوں کی وہ کثرت و بہتات تھی جو اس ملک میں کسی بھی جگہ کھڑے ہونے والے شخص کو اپنے دائیں بائیں ہر طرف نظر آتی تھی۔ جدھر نگاہ اٹھتی توحدِ نگاہ پھلوں سے لدے ہوئے سر سبز و شاداب باغات پر ہی پڑتی۔

۳: اللہ ﷻ نے قومِ سبا کو کیا پیغام دیا تھا؟ ۳: اللہ ﷻ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ قومِ سبا کو پیغام دیا تھا کہ وہ اللہ ﷻ کے دیے ہوئے رزق میں سے کھائیں پئیں اور اللہ ﷻ کا شکر ادا کریں، اور توبہ کرنے والوں کو اللہ ﷻ بہت بخشنے والا ہے۔

۴: پاکیزہ شہر سے کیا مراد ہے؟ ۴: پاکیزہ شہر سے مراد نہایت پُر فضا اور سر سبز و شاداب شہر "مآرب" ہے جو اللہ ﷻ کی بہت بڑی نعمت تھا۔

تاریخی بات: قومِ سبا کے عروج و ترقی کا مختصر بیان: اس قوم کی ترقی، دولت مندی، عروج اور عیش پرستی کے بارے میں اسٹرابو، پلینی اور آرٹی میڈورس وغیرہ جیسے قدیم مغربی مورخین نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ علاقہ سر سبز و شاداب باغوں، لہلہاتی کھیتیوں اور قسم قسم کے مویشیوں سے بھرا پڑا تھا۔ یہ لوگ سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرتے، مکانوں کی چھتوں، دیواروں اور دروازوں تک میں ہاتھی دانت اور سونے چاندی کے علاوہ جواہرات استعمال کرتے تھے، جلانے کے لئے عام لکڑی کی بجائے دار چینی، صندل اور دوسری خوشبو دار لکڑیاں استعمال کرتے۔ ان کے ساحل کے قریب سے گزرنے والے تجارتی جہازوں تک کو خوشبو کی مہک پہنچتی تھی۔ یہ قوم بلند و بالا عمارات کی تعمیر میں خاص مہارت رکھتی تھی۔ "قصر غمدان" (Ghumdan Palce) ان کے فن تعمیر کا عظیم شاہکار تھا۔ مورخین کے مطابق اس کی بیس منزلیں تھیں جو صدیوں تک ان کی عظمت کا پتہ دیتا رہا۔

تاریخی و علمی بات: قومِ سبا میں نیک سلاطین بھی گزرے ہیں جو ایک اللہ ﷻ کو ماننے والے تھے۔ مثلاً تبع اور ذوالقرنین وغیرہ۔ قومِ سبا کی سلطنت کی حدود شمالی عرب سے افریقہ، مصر، شام، فلسطین اور مدین تک پھیلی ہوئی تھیں۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: قومِ سبا نے اللہ ﷻ کی نعمتوں پر کیا طرزِ عمل اختیار کیا؟ ۱: انہوں نے اللہ ﷻ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے اللہ ﷻ کی نعمتوں کی ناقدری کی۔

۲: قومِ سبا کا کیا انجام ہوا؟ ۲: دو پہاڑوں کے درمیان باندھا گیا بند ٹوٹ گیا اور وہ شدید سیلاب کا شکار ہوئے۔ تاریخ میں یہ اپنے دور کی سب سے بڑی ترقی یافتہ، دولت مند اور متمدن قوم کم و بیش ڈیڑھ ہزار برس تک اپنی عظمتوں کے ڈنکے بجانے کے بعد اس طرح تتر بتر ہو گئی کہ افسانوں اور کہانیوں کے سوا ان کا کوئی وجود باقی نہ رہا۔

۳: ان کے شاندار باغات کا کیا انجام ہوا؟ ۳: ان کے شاندار باغات سیلاب کی نظر ہو کر تباہ و برباد ہو گئے۔ صرف بد مزہ اور کڑوے کسیلے پھلوں (پیلو وغیرہ)، جھاؤ اور بیری کے چند درخت بطورِ عبرت رہ گئے۔ قیمتی باغوں اور تجارتی راستوں پر پہلے یونانیوں اور پھر رومیوں اور حبشیوں نے مل کر قبضہ کر لیا۔

علمی نکتہ: جھاؤ کے درخت کو انگریزی میں (Tamarix) کہتے ہیں۔ یہ ایک جھاڑی نما خود اُگنے والا درخت ہے جو دنیا بھر میں ان مقامات پر جھنڈ کی شکل میں ہوتا ہے جو آب پاشی یا زراعت کے قابل نہیں ہوتے۔ بنجر صحرائی زمین میں عام طور پر دریا کنارے اگتا ہے۔ یہ کڑوا ہوتا ہے اور کھانے کے کام نہیں آتا۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: قومِ سبا کا بُرا انجام کیوں ہوا؟ ۱: انہوں نے اللہ ﷻ کی عطا فرمائی گئی عظیم نعمتوں کی قدر نہیں کی۔ شکر گزاری کی بجائے ناشکری سے کام لیا اور جو سبق ان کو حاصل کرنا چاہیئے تھا وہ انہوں نے حاصل نہیں کیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ہولناک اور عبرتناک انجام سے دوچار ہو کر رہے۔ گویا اللہ ﷻ نے انہیں ان کی ناشکری کی سزا دی۔

عملی پہلو: قومِ سبا کو کفر اور ناشکری جیسے جرائم کے پاداش میں تمام نعمتوں سے محروم کر دیا گیا۔ اس انجام میں ہمیں بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ جن اعمال کی وجہ سے نعمتیں سلب ہوتی ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: قومِ سبا کو ان کی غرقابی سے پہلے اور کیا نعمت حاصل تھی؟ ۱: اللہ ﷻ نے یمن سے شام تک جو کہ ان کا تجارتی راستہ تھا اس میں پاس پاس بستیاں آباد کر دی تھیں جہاں ان کی دوپہر اور شام کی منزلیں مقرر تھیں۔ چنانچہ باسہولت اور باآسانی وہ یمن سے شام تک رات دن امن سے سفر کرتے تھے۔

تاریخی بات: بحیرۂ احمر (Red Sea) کے بحری راستے کے علاوہ بری راستے پر بھی انہی لوگوں کا قبضہ تھا جو کہ عدن و حضر موت سے مآرب میں جا کر ملتا اور وہاں سے ایک شاہراہ مکہ، جدہ، یثرب، تبوک اور ایلہ سے گزرتی ہوئی پیڑا تک پہنچتی تھی اور کم و بیش دو ہزار میل کے اس پورے راستے پر جگہ جگہ ایسی بستیاں آباد تھیں جن میں یہ لوگ دوران سفر آرام کرتے اور فائدہ اٹھاتے۔

۲: قومِ سبا کے لئے کون سی بابرکت بستیاں آباد تھیں؟ ۲: "بابرکت بستیوں" سے ارضِ فلسطین یا شام کا علاقہ مراد ہے۔ قرآنِ حکیم میں اکثر برکت والی زمین شام کی سرزمین کو کہا گیا ہے۔ (سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۱۳۷، سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۱، اور سورۃ الانبیاء ۲۱، آیات: ۷۱ اور ۸۱)

تاریخی بات: اس آیت میں دراصل اس زمانے کی ایک اہم شاہراہ کا ذکر ہوا ہے جس پر یورپ اور ایشیا کے مابین ہونے والی تجارت کے حوالے سے قومِ سبا کی حکمرانی تھی۔ ہندوستان، چین اور دیگر مشرقی ممالک سے آنے والا تجارتی سامان یمن کی بندرگاہ پر اُترتا تھا، جبکہ یورپ سے آنے والا سامان بحیرۂ روم (Mediterranean Sea) کے راستے فلسطین کی بندرگاہ پر پہنچتا تھا۔ چنانچہ یمن اور فلسطین کے درمیان قومِ سبا کے تجارتی قافلے اس سامان کی نقل و حمل کے سلسلے میں مذکورہ شاہراہ پر سارا سال رواں دواں رہتے تھے۔

۳: آبادیوں کے درمیان سفر کا اندازہ مقرر کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی ان کے درمیان سفر کی منزلیں مقرر کر دی تھیں۔ یہ آبادیاں شاہراہ کے عین کناروں پر اس طرح واقع تھیں کہ ایک آبادی سے دوسری آبادی تک کا درمیانی فاصلہ تیس چالیس میل کے لگ بھگ تھا اور یہ فاصلہ سفر کی منزلوں کے حساب سے رکھا گیا تھا کہ ہر منزل پر قافلوں کو قیام و طعام کی مطلوبہ سہولیات آسانی سے میسر آسکیں۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: قومِ سبا کی کس آرزو کا بیان کیا گیا ہے؟ ۱: قومِ سبا کے لوگ آرزومند تھے کہ چھوٹی آباد منزلوں میں ہمیں سفر کا مزہ نہیں آتا، کاش ہماری منزلیں بڑی کر دی جائیں۔ ۲: منزلیں بڑی کرنے یعنی منزلوں کے درمیان دوری سے کیا مراد ہے؟ ۲: ایک رائے کے مطابق وہ امن و عافیت کی قدر کرنا بھول گئے اور تکبر و غرور میں آ کر کہنے لگے کہ یہ بھی کوئی سفر ہے کہ ہر تھوڑی مسافت کے بعد بستی پائی جاتی ہے۔ مزہ تو جب آتا کہ دور دراز علاقوں، چٹیل میدانوں، دشوار گزار جنگلوں اور پر خطر وادیوں سے گزر ہوتا۔ ان کی یہ دعا اسی طرح کی ہے جیسے بنی اسرائیل نے من و سلویٰ اور دوسری سہولتوں کے مقابلے میں دالوں اور سبزیوں وغیرہ کا مطالبہ کیا تھا۔ ۳: اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی انھوں نے نعمتوں کی ناقدری کی، کفر و شرک پر اصرار کیا اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو تباہ برباد کر دیا۔ ۴: قومِ سبا کی اس آرزو کا کیا انجام ہوا؟ ۴: قومِ سبا برباد ہو گئی، سیلاب میں ان کی بستیاں غرق ہو گئیں اور باقی بچے ہوئے لوگوں کو اللہ ﷻ نے ہر طرف منتشر کر دیا۔ ۵: قومِ سبا کو کہانی بنا دینے کا کیا مطلب ہے؟ ۵: گویا ان کی تباہی اور بربادی عرب میں ضرب المثل ہو گئی اور وہ کسی کی تباہی کے لئے یہ کہنے لگے کہ وہ بستی اس طرح تباہ ہوئی جس طرح قومِ سبا برباد ہوئی تھی۔ مختلف قبائل کے سیلاب سے بچ نکلنے والے لوگ اپنا وطن چھوڑ کر عرب کے مختلف علاقوں میں چلے گئے۔ غسانیوں نے اُردن اور شام کا رخ کیا، اوس اور خزرج کے قبیلے یثرب میں جا بسے، خزاعہ نے جدہ کے قریب تہامہ کے علاقہ میں سکونت اختیار کی۔ ازد کا قبیلہ عمان میں جا کر آباد ہوا، لخم اور کندہ بھی نکلنے پر مجبور ہوئے، حتیٰ کہ سبا نام کی کوئی قوم دنیا میں موجود نہ رہی، صرف کہاوتوں اور افسانوں میں اس کا ذکر باقی رہ گیا۔

علمی نکتہ: قومِ سبا کی تباہی کے بعد مذکورہ تجارتی شاہراہ پر قریش مکہ کی اجارہ داری قائم ہو گئی اور جس زمانے میں حضور ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا، اس زمانے میں قریش کے تجارتی قافلے جنوب میں یمن اور شمال میں شام و فلسطین کے درمیان آزادانہ سفر کرتے تھے۔

۶: قومِ سبا کا قصہ کن لوگوں کے لئے عبرت کا نشان ہے؟ ۶: ہر صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لئے۔

عملی پہلو: صبر و شکر دونوں مومن کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ جب اسے اللہ ﷻ کی طرف سے نعمتیں عطا ہوتی ہیں تو وہ شکر بجا لاتا ہے اور زندگی بھر اس کا یہی معمول ہوتا ہے اور جب اسے کوئی مصیبت پیش آتی ہے وہ اسے صبر و استقامت سے برداشت کرتا ہے اور آئندہ کے لئے اللہ ﷻ کی رحمت کا امیدوار رہتا ہے۔

۷: قوم سبا کے حوالے سے صبر وشکر کا ذکر کر کے کیا سمجھایا گیا ہے؟ ۷: یہ مفہوم سمجھایا گیا ہے کہ ہر مومن خوب سمجھ سکتا ہے کہ قوم سبا کے عروج کے اصل اسباب کیا تھے؟ اور ان کی بربادی اور ہلاکت کا اصل سبب کیا چیز بنی۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: ابلیس کے کس گمان کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: ابلیس نے یہ گمان ظاہر کیا تھا کہ میں انسانوں کی اکثریت کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔
۲: قوم سبا پر ابلیس کا گمان ثابت ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: ابلیس نے ثابت کیا کہ قوم سبا کے اکثر لوگ اللہ ﷻ کی نافرمانی کر کے اور شیطان کی بات مان کر گمراہ ہو گئے اور تھوڑے سے لوگوں کے سوا تمام لوگ اللہ ﷻ کے عذاب کا شکار ہو گئے۔ یعنی صرف چند ایمان لانے والوں کے سوا اکثر لوگوں نے شیطان کی پیروی کی۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: شیطان نے قوم سبا کو کیسے بہکایا؟ ۱: شیطان کو ان پر کوئی زور حاصل نہیں تھا، شیطان نے انہیں اللہ ﷻ کی ناشکری پر مائل کیا اور وہ اس کے ورغلانے میں آ گئے۔ یعنی ابلیس نے ان سے زبردستی کفر صادر نہیں کرایا تھا۔ شیطان کا کام صرف بُرے کاموں کو خوش نما بنا کر پیش کرنا اور دھوکہ دے کر ان کی طرف رغبت دلانا اور ان کی دعوت دینا تھا۔

علمی نکتہ: اللہ ﷻ نے شیطان کو ایسی قوت نہیں دی جس کی بنا پر وہ انسان کے اعضا پر تسلّط حاصل کرے اور ان کی مرضی کے خلاف ان سے کوئی کام کرا سکے۔ اس آیت سے ان لوگوں کا بھی رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ انسان پر جنّ حاوی ہو جاتا ہے اور جنّ اس شخص کی زبان سے بولتا ہے اور اس کے ہاتھوں اور پیروں پر تسلّط حاصل کر کے اُسے اپنا تابع کر لیتا ہے۔

۲: اللہ ﷻ نے قوم سبا کی آزمائش کیوں کی؟ ۲: تا کہ اللہ ﷻ ظاہر کر دے کہ کون ہیں جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور کون ہیں جو آخرت کے بارے میں شک میں پڑے ہیں۔ ۳: اللہ ﷻ کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ ہر چیز کا نگران ہے یعنی ہر چیز کی نگرانی فرمانے والا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ ﷻ حساب بھی ضرور لے گا۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: اس آیت میں باطل معبودوں کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں غیر اللہ ﷻ کی لاچارگی اور کمزوری کو بیان کیا گیا ہے۔

نوٹ: یہی مفہوم سورۃ فاطر ۳۵، آیت: ۱۳ میں یوں بیان کیا گیا "وہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن (بتوں) کو تم اس کے سوا پوجتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی پر لگی جھلّی کے مالک بھی نہیں۔"

۲: قومِ سبا کو شرک سے باز رکھنے کے لئے کس بات کا تجربہ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: قومِ سبا سے کہا جا رہا ہے کہ قحط سالی اور مصیبت میں اگر اللہ ﷻ کے سوا کوئی کام آ سکتا ہے تو پکار کر دیکھ لو اپنے باطل معبودوں کو۔
۳: باطل معبودوں کی ملکیت کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۳: وہ زمین و آسمان میں ذرہ برابر کے بھی مالک نہیں ہیں۔
۴: باطل معبودوں کے شریک اور مددگاروں کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے۔ ۴: زمین و آسمان میں باطل معبودوں کا کوئی، ساتھ دینے والا یا شریک نہیں ہے۔

علمی و عملی نکات: i۔ کائنات کی تخلیق میں اللہ ﷻ کا کوئی شریک اور معاون نہیں۔ ii۔ مشرک اللہ ﷻ کے ساتھ جن معبودوں کو شریک ٹھہراتے ہیں وہ ذرہ برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ iii۔ مشرک جن معبودوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں وہ اللہ ﷻ کے حضور کوئی سفارش کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ iv۔ اللہ ﷻ ہر اعتبار سے مشرکوں کے تصورات سے بلند و بالا ہے۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: قیامت کے دن شفاعت کی کیا حقیقت ہو گی؟ ۱: قیامت کے دن اس شخص کی شفاعت قبول کی جائے گی جسے اللہ ﷻ اجازت دے گا جیسے انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء، علماء اور صلحاء وغیرہ اور جس کے حق میں اللہ ﷻ اجازت دے گا اسی کی شفاعت ہو سکے گی۔ جیسا کہ سورۃ طٰہٰ ۲۰ کی آیت: ۱۰۹ میں فرمایا گیا ہے کہ "اس روز اسی کی سفارش فائدہ مند ہو گی جسے رحمٰن اجازت دے اور جس کی بات پسند فرمائے۔"

نوٹ: روزِ قیامت جب لوگ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے ہوتے ہوئے بالآخر سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس سفارش کے لئے حاضر ہوں گے تو آپ ﷺ ساری مخلوق کے لئے سفارش فرمائے گا کہ اللہ ﷻ ان کا فیصلہ فرمادے۔ آپ ﷺ سجدے میں اپنے رب کی وہ حمد وثنا فرمائیں گے جو آج تک کسی نے نہیں کی ہوگی۔ حمد وثنا کے یہ کلمات اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو اسی وقت سکھلائے ہوں گے۔ پھر اللہ ﷻ فرمائے گا، اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھایئے! آپ ﷺ بات کیجیے، آپ ﷺ کی بات سنی جائے گی، آپ ﷺ مانگیئے، آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا، آپ ﷺ شفاعت کیجیے، آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔"
(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

۲: اللہ ﷻ کے سامنے فرشتوں کی عاجزی کی کیا مثال بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: جب اللہ ﷻ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں تو فرشتے گھبرا اُٹھتے ہیں اور جب ان کی گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے کیا حکم دیا؟ تب اللہ ﷻ کے مقرب فرشتے بیان کرتے ہیں کے اللہ ﷻ نے حق بات فرمائی۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب اللہ ﷻ آسمان پر کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے (اللہ ﷻ کا فیصلہ سن کر) عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے پَر پھڑ پھڑاتے ہیں، انھیں اللہ رب العزت کا فرمان اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر چلانے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ جب ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ (آپس میں) پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا ہے اور وہ بہت اونچا اور سب سے بڑا ہے۔" (صحیح بخاری)

۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ ہی عالی شان اور سب سے بڑا ہے۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: اس آیت میں توحید باری تعالیٰ کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ہی رازق ہے۔ ۲: آسمان اور زمین سے رزق دینے سے کیا مُراد ہے؟ ۲: اس سے مُراد آسمان سے بارش برسانا اور زمین سے اس بارش کے ذریعہ اناج، پھل اور سبزیاں اُگا کر روزی فراہم کرنا ہے۔

۳: اس آیت میں ہم اور تم سے کون مراد ہے؟ ۳: مسلمان اور مشرکین۔ ۴: ان دونوں گروہوں کے بارے میں کیا بات بیان کی گئی ہے؟

۴: ان دونوں گروہوں میں سے ایک ہدایت پر ہے یعنی مسلمان اور دوسرا واضح گمراہی میں ہے یعنی مشرکین۔

علمی نکتہ: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ ﷺ مشرکین کو خاموش کرانے کے لئے اور ان سے اللہ ﷻ کی رزّاقیت کا اقرار کرانے کے لئے پوچھیئے کہ بتاؤ تمہیں آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے، کیونکہ وہ اللہ ﷻ کے رازق ہونے کا انکار نہیں کرتے تھے، تاکہ ان سے یہ اقرار بھی کرالیا جائے کہ ان کے خود ساختہ معبود آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ چونکہ آپ ﷺ کے اس سوال کا صرف یہی جواب ہو سکتا تھا کہ اللہ ﷻ ہی آسمانوں اور زمین سے رزق عطا فرماتا ہے، اس لئے آپ ﷺ کے ذریعہ انہیں بتایا گیا کہ آپ ﷺ فرمادیجیے کہ اللہ ﷻ رزاق ہے۔

نوٹ: <u>قرآنِ حکیم میں دیگر مقامات پر مشرکین سے سوالات اور ان کے جوابات:</u> i۔ مشرکین سے سوال کیا جائے کہ آسمان و زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ کہتے ہیں اللہ ﷻ ہی رزق دیتا ہے۔ (سورۃ یونس ۱۰، آیت:۳۱) ii۔ مشرکین سے پوچھا جائے مخلوق کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ جواب دیتے ہیں اللہ ﷻ ہی پیدا کرنے والا ہے۔ (سورۃ یونس ۱۰، آیت:۳۴) iii۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ زمین و آسمان کا خالق کون ہے؟ کہتے ہیں اللہ ﷻ ہی خالق ہے۔ (سورۃ الزمر ۳۹، آیت:۳۸) iv۔ مشرکوں سے پوچھا جائے سات آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ جواب میں کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ ہی مالک ہے۔ (سورۃ المومنون ۲۳، آیات:۸۶۔۸۷) v۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ ہر چیز پر بادشاہت کس کی ہے؟ جواب دیتے ہیں اللہ ﷻ کی بادشاہی ہے۔ (سورۃ المومنون ۲۳، آیات:۸۸۔۸۹) vi۔ اور اگر آپ اِن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا فرمایا؟ اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے تو پھر یہ کہاں الٹے جارہے ہیں؟ (سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت:۶۱)

آیت نمبر ۲۵: ۱: اس آیت میں قیامت کے دن کی کس حقیقت کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور قیامت کے دن کسی دوسرے کے جُرم کے بارے میں اُس سے نہیں پوچھا جائے گا، بلکہ ہر شخص سے اس کے اپنے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

نوٹ: یہی مضمون قرآنِ حکیم میں دیگر مقامات پر یوں بیان ہوا: "اور اگر وہ آپ ﷺ کو جھٹلائیں تو آپ ﷺ فرما دیجیئے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔" (سورۃ یونس ۱۰، آیت: ۴۱)

عملی پہلو: ہم میں سے ہر ایک کو قیامت کے دن اپنے اعمال کے جواب دہی کے لئے پیش ہونا ہے۔ آخرت میں ہر ایک سے سوال اس کے اپنے اعمال کے حوالے سے ہوگا۔ اس لئے فکر مندی کے احساس کا تقاضا یہ ہے کہ دوسروں پر بے جا تنقید کے بجائے اپنے اعمال کی اصلاح اور جواب دہی کی فکر کی جائے۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: قیامت برپا ہونے پر تمام انسانوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ ۱: اللہ ﷻ تمام انسانوں کو اپنے حضور جمع فرمائے گا۔ ۲: قیامت کے دن جب تمام انسان اُٹھائے جائیں گے تو ان کے معاملات کا کیا فیصلہ فرمایا جائے گا؟ ۲: اللہ ﷻ تمام لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک عملی فیصلہ فرمادے گا کہ کون لوگ حق پر تھے اور کون باطل پر تھے۔ یعنی اہل حق کو جنت میں داخل فرما کر اور اہل باطل کو جہنم میں جھونک کر فیصلہ کر دیا جائے گا۔

۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۳: اللہ ﷻ سب سے بڑا فیصلہ فرمانے والا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

۴: اللہ ﷻ سب سے بڑھ کر فیصلہ فرمانے والا کیوں ہے؟ ۴: کیوں کہ اللہ ﷻ سب کچھ جاننے والا ہے۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: اس آیت میں شرک کی مذمت کس طرح بیان کی گئی ہے؟ ۱: آپ ﷺ سے کہا گیا کہ مشرکین سے پوچھیے کہ کہاں ہیں وہ معبود جنہیں تم اللہ ﷻ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو، ذرا مجھے انہیں دکھاؤ۔

علمی نکتہ: مشرکوں سے طنز کے انداز میں اللہ ﷻ نے فرمایا کہ مجھے ذرا دکھلاؤ تو سہی جن کو تم اللہ وحدہٗ لاشریک کا ساتھی قرار دیتے ہو۔ آخر وہ کون ہیں اور کہاں ہیں جو ایسی عالی شان کے مالک ہیں کہ تم نے ان کو خدا کی خدائی میں شریک قرار دے رکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یقیناً ایسا کوئی ہے ہی نہیں تو پھر کسے دکھائیں اور کہاں سے دکھائیں۔

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۲: "العزیز" اور "الحکیم" یعنی اللہ ﷻ زبردست ہے اور کمال حکمت والا ہے۔ اللہ ﷻ مختار کل ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: رسالتِ محمدی ﷺ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: حضور نبی کریم ﷺ کو تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔

نوٹ: یہی مضمون سورۃ الاعراف ۷ کی آیت: ۱۵۸ میں بھی بیان ہوا ہے۔ ایک حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے فرمایا "مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی (علیہ السلام) کو نہیں دی گئیں"۔ i۔ مہینے کی مسافت پر دشمن کے دل میں میرا رعب بٹھانے میں میری مدد فرمائی گئی ہے۔ ii۔ تمام روئے زمین میرے لئے مسجد اور پاک ہے، جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے، میری امت وہاں نماز ادا کر لے۔ iii۔ مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا گیا، جو مجھ سے قبل کسی کے لئے حلال نہیں تھا۔ iv۔ مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔ v۔ پہلے انبیاء کرام (علیہم السلام) کو صرف ان کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، مجھے عالم کے تمام انسانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم) جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے **وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ** "اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔" (سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۱۰۷)

۲: آپ ﷺ کی رسالت کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۲: آپ ﷺ ایمان اور نیک اعمال کرنے والوں کے لئے خوشخبری دینے والے اور کفر اور نافرمانی کرنے والوں کے لئے اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

علمی و عملی پہلو: انسان کو ہمیشہ اپنے اخلاق و کردار، دین و ایمان کی بہترین رہنمائی کے لئے کسی رہبر، کسی استاد یا کسی رہنما کی ضرورت رہی ہے اور ان تمام کا منبع اور سرچشمہ دین ہے جو کسی پیغمبر یا رسول علیہ السلام کے ذریعے عطا کیا جاتا ہے۔ دین اسلام جو انتہائی معقول، مکمل، آسان اور انسانی فطرت کے مطابق ہے اور دنیا کے ہر شخص کے لئے ہے۔ چاہے وہ مشرق، مغرب، شمال یا جنوب میں کہیں بھی ہو۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ عالمی سطح کے پیغمبر ہیں۔

آپ ﷺ کی دی گئی تعلیمات بھی اقوامِ عالم کے لئے انتہائی آسان، فائدہ مند اور ہر انسان کی فطرت کے مطابق ہیں۔

۳: اکثر لوگوں کا کیا معاملہ بیان فرمایا گیا ہے؟ ۳: اکثر لوگ حقیقت کو نہیں جانتے چنانچہ وہ آپ ﷺ کا انکار کر رہے ہیں اور اپنی جہالت کی وجہ سے آپ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں۔ اکثر لوگوں کی بے علمی اور گمراہی کی وضاحت سورۃ یوسف ۱۲، آیت: ۱۰۳ میں یوں بیان ہوئی "اور آپ ﷺ کی خواہش کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے"۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: منکرین آخرت کے کس طنزیہ سوال کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: وہ پوچھتے تھے کہ آخر آخرت کب قائم ہوگی۔

۲: منکرین آخرت کا طنزاً سوال کرنے کا کیا مقصد تھا؟ ۲: ان کا اس طرح کے سوال کرنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس وقت کا علم ہونے پر وہ اس کے لئے تیاری کرنا چاہتے تھے، بلکہ یہ کہہ کر وہ قیامت کو جھٹلا رہے تھے اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا مذاق اڑا رہے تھے، (معاذ اللہ) کیونکہ آخرت پر ایمان رکھنے والے اس کے جلدی لانے کا مطالبہ نہیں کیا کرتے، بلکہ اس سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ شوریٰ ۴۲ کی آیت: ۱۸ میں آیا ہے کہ "اس (قیامت) میں وہ لوگ جلدی مچاتے ہیں جو اس پر ایمان (ہی) نہیں رکھتے اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اس کا آنا حق ہے، جان لو! جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں وہ پرلے درجہ کی گمراہی میں ہیں۔"

عملی پہلو: آپ ﷺ کو پوری نوعِ انسانی کی طرف بشیر (خوشخبریاں سنانے والے) اور نذیر (ڈر سنانے والے) بنا کے اس لئے بھیجا گیا کہ آپ ﷺ کے انذار و تبشیر یعنی ڈراوے اور خوشخبری سے خبردار ہو کر بُرے اعمال سے بچتے ہوئے جہنم سے بچنے کی فکر کریں اور نیک اعمال کرتے ہوئے جنت میں داخلے کی کوشش کریں۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: منکرین آخرت کے سوال کا کیا جواب دیا گیا؟ ۱: قیامت کا آنا اتنا یقینی ہے کہ تم نہ اس سے ایک گھڑی آگے نکل سکو گے نہ پیچھے رہ سکو گے۔

نوٹ: یہی مضمون قرآنِ حکیم میں دیگر کئی مقامات پر آیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا: "اور ہم اسے ایک مقررہ وقت کے لئے مؤخر کر رہے ہیں، جس دن وہ (وقت) آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا بات نہیں کرے گا، پھر ان میں سے کوئی بدبخت ہوگا اور کوئی نیک بخت۔" (سورۃ ھود ۱۱، آیات: ۱۰۴، ۱۰۵) اور فرمایا: "اور اگر اللہ ﷻ لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑے تو اس زمین کے اوپر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے اور لیکن وہ انھیں ایک مقرر وقت تک ڈھیل دیتا ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔" (سورۃ النحل ۱۶، آیت: ۶۱)

آیت نمبر ۳۱: ۱: اس آیت میں کن گروہوں کے درمیان گفتگو نقل کی گئی ہے؟ ۱: گمراہ سرداروں اور ان کی پیروی کرنے والوں کے درمیان۔

۲: ان لوگوں کا کیا جُرم نقل کیا گیا ہے؟ ۲: وہ کہتے تھے کہ نہ ہم قرآنِ حکیم پر ایمان لائیں گے اور نہ اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں نازل ہوئیں ان پر ایمان لائیں گے۔ ۳: کفار ایسا کیوں کہتے تھے؟ ۳: نبی کریم ﷺ کفارِ مکہ سے توحید، رسالت اور آخرت پر بات کرتے ہوئے کبھی اپنے اوپر نازل شدہ وحی کی تائید کے طور پر تورات و انجیل کا ذکر فرماتے کہ قرآن حکیم کی طرح ان میں بھی توحید اور آخرت کا ذکر ہے، تو کفارِ مکہ محض بغض و عناد، تکبر، ضد اور ہٹ دھرمی میں آ کر کہتے کہ نہ ہم اس قرآن کو مانیں گے، نہ اس سے پہلی کسی کتاب کو۔

۴: قیامت کے دن اللہ ﷻ کے حضور ان کی کیا کیفیت ہوگی؟ ۴: وہ ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہوں گے اور کمزور لوگ اپنے متکبر کافر سرداروں سے کہہ رہے ہوں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایمان لانے والے ہوتے، تم نے ہمیں گمراہ کر دیا۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: گمراہ سردار اپنے پیروکاروں کو کیا جواب دیں گے؟ ۱: وہ کہیں گے کہ جب حق تمہارے پاس آیا تھا تو کیا ہم نے تمہیں زبردستی ایمان لانے سے روکا تھا، بلکہ تم خود اپنی مرضی سے انکار کرنے والوں میں شامل ہوئے۔

عملی پہلو: ہمیں گمراہ لوگوں کی پیروی سے بچنا چاہیئے کیونکہ روزِ قیامت یہ اپنے ساتھ اپنے پیروکاروں کو بھی جہنم میں لے جانے کا سبب بنیں گے۔ اس وقت یہ اپنے پیروکاروں سے صاف کہیں گے کہ ہم نے تمہیں حق کی پیروی سے کبھی نہیں روکا تھا، تم لوگ خود ہی مجرم اور فسادی تھے، اسی لئے جب ہم نے تمہیں اپنی پیروی

کے لئے پکارا تو تم نے فوراً ہماری دعوت قبول کرلی اور اپنی خواہش کی اتباع کرتے ہوئے رسولوں کی دعوت کو ٹھکرا دیا۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: پیروی کرنے والے اپنے گمراہ سرداروں سے کیا بحث کریں گے؟　　۱: پیروی کرنے والے اپنے گمراہ سرداروں سے کہیں گے کہ تم جھوٹ کہتے ہو، کیا تم نے ہمیں شرک اور حق کا انکار کرنے پر مجبور نہیں کیا تھا اور تم تو دن رات حق کے خلاف چالیں چلتے رہتے تھے اور تم ہی نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم اللہ ﷻ کا انکار کریں اور اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرائیں۔　　۲: گمراہ لوگوں کو اپنا سربراہ بنانے کا کیا انجام ہوگا؟　　۲: قیامت کے دن یہ سب شرمندہ ہوں گے اور ان کی گردنوں میں طوق پہنائے جائیں گے اور انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

۳: ان لوگوں کو یہ سزا کیوں دی جائے گی؟　　۳: ان کے بُرے اعمال کے بدلے میں۔

عملی پہلو: ہمیں دنیا میں نیک اور صالح لوگوں کو اپنا رہنما بنانا چاہیئے تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو ورنہ گمراہ اور دنیادار لوگوں کو سربراہ اور رہنما بنانے کا بُرا انجام ہونے والا ہے۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: معاشرے کا کون سا طبقہ سب سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا انکار کرتا ہے؟　　۱: خوشحال اور آسودہ حال طبقہ۔

نوٹ: یہ بات قرآنِ حکیم میں بکثرت مقامات پر بیان کی گئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مقابلہ سب سے پہلے اور سب سے آگے بڑھ کر ان خوشحال طبقوں نے کیا ہے جو دولت و حشمت اور اقتدار کے مالک تھے۔ مثال کے طور پر حسب ذیل مقامات ملاحظہ ہوں: سورۃ الانعام، آیت: ۱۲۳۔ سورۃ الاعراف ۷، آیات ۶۰، ۶۶، ۷۵، ۸۸ اور ۹۰ سورۃ ہود ۱۱، آیت: ۲۷۔ سورۃ بنی سرائیل ۱۷، آیت: ۱۶، سورۃ المومنون ۲۳، آیات: ۳۳ تا ۳۸ اور ۲۴، ۴۶۔ سورۃ الزُخرُف ۴۳، آیت: ۲۳۔

شانِ نزول: نبی کریم ﷺ کے زمانے میں دو شخص تجارت میں شریک تھے، ایک تو تجارت کے لئے شام کو گیا دوسرا مکہ معظمہ میں رہا، جب حضور ﷺ نے اپنی بعثت کا اعلان فرمایا اور یہ خبر شام میں پہنچی تو شام والے نے اپنے مکہ والے شریک کو خط لکھا کہ تو مجھے آپ (ﷺ) کے حالات کی خبر دے، مکہ والے نے کہا کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے مگر صرف غرباء ہی نے ان کی بات مانی ہے، جب یہ شامی مکہ آیا تو نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کا وعظ سن کر ایمان لایا اور عرض کیا کہ میں گواہ ہوں کہ آپ ﷺ سچے رسول ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیسے جانا؟ عرض کیا کہ میں پچھلی کتابوں کا عالم ہوں، ہمیشہ رسولوں کی اطاعت پہلے غریبوں نے کی ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ اللہ ﷻ نے تمہاری بات کی تصدیق نازل فرمادی۔

۲: خوشحال طبقہ حق کی مخالفت کیوں کرتا ہے؟　　۲: کیوں کہ اکثر و بیشتر جو مال و دولت انہوں نے کمائی ہوتی ہے وہ جُرم اور دوسروں کے حق تلفی کے ذریعہ کمائی ہوتی ہے جب کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت جُرم کے خلاف اور مظلوم کے حق میں ہوتی ہے۔

علمی نکتہ: اکثر و بیشتر یوں ہوتا ہے کہ خوشحال اور امیر لوگوں کی جھوٹی اقدار ان کو دھوکہ دیتی ہیں۔ ان کے پاس جو دولت اور قوت ہوتی ہے وہ ان کو دھوکے میں ڈالتی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا یہ اثر و رسوخ ان کو عذابِ الٰہی سے بھی بچالے گا اور اللہ ﷻ نے جو ان کو دولت دی ہے یہ اللہ ﷻ کی رضا کی علامت ہے اور یہ کہ وہ حساب و کتاب اور جواب دہی سے مستثنیٰ ہیں لیکن یہ ان کی خوش فہمی اور خام خیالی ہے۔

۳: اس بات کے ذکر کی کیا اہمیت ہے؟　　۳: تاکہ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ذریعے اہل ایمان کو تسلی ہو اور کفار کی مخالفت کی وجہ سے آپ ﷺ اور اہل ایمان رنجیدہ نہ ہوں۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: خوش حال طبقات کی کس غلط فہمی کا ذکر کیا گیا ہے؟　　۱: وہ خیال کرتے تھے کہ اللہ ﷻ نے انہیں مال و اولاد میں زیادہ کیا ہے اس لئے اللہ ﷻ ان سے راضی ہے۔ چنانچہ جو اللہ ﷻ ان سے راضی ہے وہ آخرت میں بھی انہیں عذاب نہیں دے گا۔

علمی و عملی پہلو: یہ ایک عام رویّہ ہے جسے قرآنِ حکیم میں باربار دہرایا جاتا ہے۔ اس دنیا میں زمانوں سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ عموماً خوشحالی دلوں کو سخت کردیتی ہے۔ دلوں سے احساس ختم ہوجاتا ہے۔ فطرت بگڑ جاتی ہے اور نفس باطل سے مغلوب ہوجاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو دلائل ہدایت نظر ہی نہیں آتے۔ اس لئے ہدایت کے مقابلے میں متکبر خوشحال طبقہ اپنے آپ کو اونچا سمجھتے ہیں اور ان کے سینے نورِ ہدایت کے لئے بند ہوجاتے ہیں۔

علمی پہلو: **مال دار لوگوں کا کردار اور مال کی حقیقت:** i ۔ جو کچھ زمین میں ہے وہ باعث آزمائش ہے۔(سورۃ الکہف ۱۸، آیت:۷) ii ۔ دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں قلیل اور حقیر ہے۔(سورۃ التوبۃ ۹، آیت:۳۸) iii ۔ دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔(سورۃ آل عمران ۳، آیت:۲۰) iv۔ لوگ دنیا کی زندگی پر خوش ہوگئے ہیں حالانکہ دنیا کی زندگی معمولی فائدہ ہے (سورۃ الرعد ۱۳ ، آیت:۲۰) v۔ مالدار لوگ بخل کو اپنے لئے اچھا خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ ان کے لئے برا ہے۔(سورۃ آل عمران ۳، آیت:۱۸۰) vi۔ اللہ ﷻ کی آیات کے مقابلے میں پوری دنیا حقیر ہے۔(سورۃ البقرۃ ۲، آیت:۱۷۴)

آیت نمبر ۳۶: ۱: گمراہ لوگوں کی غلط فہمی کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ جس کی چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا دیتا ہے اور یہ اللہ ﷻ کی رضامندی اور ناراضگی کی علامت نہیں ہے بلکہ دنیا دار الامتحان ہے اور رزق کی کمی اور زیادتی امتحان کا حصہ ہے۔

۲: مال و دولت اور اولاد کی زیادتی کو اللہ ﷻ کی رضامندی سمجھنے والے لوگوں کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟ ۲: مال و دولت اور اولاد کی کمی زیادتی ذریعہ امتحان ہے اور کم عقل لوگ یہ بات نہیں جانتے۔

نوٹ: **مال اور اولاد آزمائش ہیں:** i۔ مال اور اولاد دنیا کی زینت ہیں باقی رہنے والے نیک اعمال ہیں۔(سورۃ الکہف ۱۸، آیت:۴۶) ii۔ قیامت کے دن مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے۔(سورۃ الشعراء ۲۶، آیت:۸۸) iii۔ اے ایمان والو! تمہیں مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں۔ (سورۃ المنافقون ۶۳، آیت:۹) iv۔ مال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں، اللہ ﷻ کے پاس بڑا اجر ہے۔(سورۃ التغابن ۶۴، آیت:۱۵)

آیت نمبر ۳۷: ۱: اکثر لوگ اللہ ﷻ کی رضامندی اور قُربِ الٰہی کی نشانی کسے سمجھتے ہیں؟ ۱: اکثر لوگ خوش حالی اور مال و اولاد کی کثرت کو قُربِ الٰہی کی نشانی سمجھتے ہیں۔ ۲: اس آیت میں قُربِ الٰہی کے کیا اُصول بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۲: ایمان لانا اور عمل صالح کرنا۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ ﷻ تمہاری شکلیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔“ (صحیح مسلم)

۳: ایسے لوگوں کے لئے کیا جزا بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ ایسے لوگوں کو کئی گنا بڑھا کر اجر عطا فرمائے گا اور وہ انہیں جنت کے عالی شان بالا خانے عطا فرمائے گا جس میں وہ امن کے ساتھ رہیں گے۔

عملی پہلو: ایمان لانے کے بعد جو شخص جس قدر فرائض و واجبات کی پابندی کرے گا اور نوافل اور دیگر کار خیر کا اہتمام کرے گا، اسی قدر وہ اپنے رب کے قریب ہوتا جائے گا۔ اسے اس کے اعمال صالحہ کا دوگنا، دس گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر ملے گا اور قیامت والے دن وہ جنت کے بلند و بالا گھروں میں رہے گا۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ ﷻ کسی مومن پر ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا۔ وہ اسے اس (نیکی) کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا، جبکہ کافر کو اس کی ان تمام نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ ﷻ کے لئے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، پھر جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوتی کہ جس کا بدلہ اسے دیا جائے۔“ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۳۸: ۱: اللہ ﷻ کی آیات کو نیچا دکھانے سے کیا مراد ہے؟ ۱: نیچا دکھانے سے مراد ان کا مذاق اڑانا، انہیں تسلیم نہ کرنا، اللہ ﷻ کے راستے میں روڑے اٹکانا، ایمان والوں کو ایذائیں دینا اور ایسی تدبیریں اور سازشیں تیار کرنا جن سے وہ اسلام کو نیست و نابود یا کمزور کرسکیں۔ (معاذاللہ)

۲: جہنم میں لے جانے والے کس پہلو کی نشاندہی کی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی آیات کو جھٹلانے کی کوششیں کرنا۔

فکری پہلو: جو لوگ اللہ ﷻ کی آیات کو جھٹلانے اور نیچا دکھانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں وہ اللہ ﷻ کی پکڑ سے ہرگز بچ نہیں سکیں گے۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: رزق کے کشادہ اور تنگ ہونے کا کیا سبب بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ہی جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ فرماتا ہے اور جس کا چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے۔ نہ کنجوسی کرنے سے رزق بڑھتا ہے اور نہ ہی اللہ ﷻ کے راہ میں خرچ کرنے سے رزق کم ہوتا ہے۔

۲: اس آیت میں اہل ایمان کو کس بات کی ترغیب دی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ کی رضا کے لئے جو مال خرچ کیا جاتا ہے اس کا جو اجر آخرت میں ملے گا وہ دس گنا سے سات سو گنا تک ہو گا، بلکہ قرآنِ حکیم میں اس سے بھی زیادہ کی بشارت دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اللہ ﷻ دنیا میں بھی اس کا بدلہ عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ اللہ ﷻ کے راستے میں خرچ کرتے ہوئے انسان کو تنگ دل نہیں ہونا چاہیئے اور دل میں یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ ﷻ اس دنیا میں بھی اس کا نقد ثواب عطا فرمائے گا۔ اللہ ﷻ ایسے لوگوں کے لئے رزق کے نئے نئے مواقع پیدا فرماتا ہے اور ان کے وسائل میں خصوصی وسعتیں عطا فرماتا ہے۔

۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ بہترین رازق ہے۔

علمی و عملی پہلو: انسان نادانی میں اپنی دکان، اپنے کاروبار اور اپنی نوکری وغیرہ کو اپنا رازق سمجھنے لگتا ہے حالانکہ حقیقی اور اصل رازق اللہ ﷻ ہی ہے۔ جو لوگ ان اسباب کو رازق سمجھتے ہیں وہ نماز کو چھوڑ کر ان دنیاوی اسباب میں ہی مشغول رہتے ہیں اور جو اللہ ﷻ کو رازق سمجھتے ہیں وہ وقت پر نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر اللہ ﷻ سے مدد مانگتے ہوئے معاش کی محنت میں مصروف ہوتے ہیں۔ انہیں یقین ہوتا ہے کہ ان کا رزق اللہ ﷻ ہی عطا فرمانے والا ہے۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: اس آیت میں کس دن کن لوگوں کو جمع کرنے کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: قیامت کے دن کفار اور مشرکین کو جمع کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲: اس وقت اللہ ﷻ فرشتوں سے کیا سوال کرے گا؟ ۲: اللہ ﷻ فرشتوں سے پوچھے گا کیا یہی ہیں وہ لوگ جو تمہاری عبادت کیا کرتے تھے۔

۳: فرشتوں سے یہ سوال کیوں کیا جائے گا؟ ۳: اس لئے کہ مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ ﷻ کی بیٹیاں قرار دے کر ان کی مورتیاں بنا کر پوجتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ فرشتے قیامت کے دن ہماری سفارش کریں گے، (معاذاللہ) چنانچہ مشرکین اور کفار کو بتا دیا جائے گا کہ آج فرشتے خود ان کی اس عبادت سے لاتعلقی اور بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔

علمی و عملی پہلو: شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ سورۃ النساء ۴ میں دو جگہ، آیات: ۴۸ اور ۱۱۶ میں آیا ہے کہ اللہ ﷻ دیگر گناہوں کو جس کے لئے چاہے گا معاف کر دے گا مگر شرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ شرک صرف بتوں کا پوجنا نہیں بلکہ جو فرمانبرداری اللہ ﷻ کی ہونی چاہیئے وہ کسی غیر اللہ کی کرنا بھی شرک فی الاطاعت ہے، جو محبت اللہ ﷻ سے ہونی چاہیئے وہ کسی غیر اللہ سے کرنا بھی شرک فی المحبت ہے۔ اسی طرح اللہ ﷻ کے بجائے اسباب پر توکل کرنا بھی شرک فی التوکل ہے۔ اسی طرح ہمارے نیک اعمال صرف اللہ ﷻ کے لئے ہونے چاہیئے ہیں ورنہ دکھاوا بھی شرک میں آجاتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جس نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی وہ شرک کر چکا، جس نے دکھاوے کے لئے روزہ رکھا وہ شرک کر چکا، جس نے دکھاوے کے لئے صدقہ و خیرات کیا وہ شرک کر چکا"۔ (مسند احمد) البتہ یہ یاد رہے کہ یہاں پر شرک سے مراد شرک فی العمل ہے شرک فی الاعتقاد نہیں ہے۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: فرشتے اللہ ﷻ کے اس سوال کا کیا جواب دیں گے؟ ۱: وہ عرض کریں گے کہ اللہ ﷻ تُو پاک ہے اور ان مشرکین اور کفار کے مقابلے میں تُو ہمارا دوست ہے، تُو شرک سے پاک ہے اور ہمیں ان کے شرک سے کوئی سروکار نہیں۔

۲: فرشتے مشرکین کے بارے میں کیا حقیقت بیان کریں گے؟ ۲: فرشتے عرض کریں گے کہ یہ تو جنّات یعنی شیاطین کو پوجتے تھے اور ان ہی کی باتوں کو مان کر اللہ ﷻ کے ساتھ شریک کرتے تھے۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: کیا قیامت کے دن مُشرکین کی اپنے باطل معبودوں سے سفارش کی توقع پوری ہو گی؟ ۱: ہرگز نہیں! قیامت کے دن وہ کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الحج ۲۲ کی آیت: ۷۳ میں ان جھوٹے معبودوں اور ان کی عبادت کرنے والوں کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ "کمزور ہے مانگنے

والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔" ۲: اس آیت میں ظالم سے کون مراد ہیں؟ ۲: مشرکین اور کفار۔ کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے اور مشرک سب سے بڑے ظالم ہیں۔ جیسا کہ سورۃ انعام ۶، آیت: ۸۲ اور سورۃ لقمان ۳۱، آیت: ۱۳ میں بتایا گیا ہے۔

علمی نکتہ: ظالم سے مراد وہ غلط کار یعنی بُرا شخص ہے جس کا عقیدہ و عمل حق و عدل کے خلاف ہو اور اس بنا پر وہ اپنے نفس پر زیادتی کر رہا ہو۔

۳: مشرکین کا کیا انجام ہوگا؟ ۳: ان سے کہا جائے گا کہ جہنم کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے کس بنیادی کام کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: آپ ﷺ مشرکین پر اللہ ﷻ کی واضح آیات تلاوت فرماتے تھے۔ ۲: مشرکین مکہ آپ ﷺ پر کیا اعتراض کرتے تھے؟ ۲: وہ کہتے تھے کہ یہ اللہ ﷻ کے رسول نہیں ہیں، بلکہ (معاذاللہ) ایک عام آدمی ہیں جو ہمیں بتوں کی عبادت سے روک دینا چاہتے ہیں۔ ۳: مشرکین مکہ کے پاس بتوں کی عبادت کی کیا دلیل تھی؟ ۳: ان کے بقول یہ ان کے آباء اجداد کا طریقہ تھا۔ البتہ اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہ تھی۔ ۴: اس آیت میں مشرکین مکہ کے قرآنِ حکیم پر کیا اعتراضات ذکر کیئے گئے ہیں؟ ۴: مشرکین مکہ کو قرآنِ حکیم کے حوالے سے دو اعتراضات تھے۔ i۔ وہ کہتے تھے کہ یہ قرآنِ حکیم ایک جھوٹ ہے جو گھڑا گیا ہے۔ (معاذاللہ) ii۔ وہ کہتے تھے کہ یہ قرآنِ حکیم کھلم کھلا جادو ہے۔ (معاذاللہ) ۵: مشرکین مکہ کا قرآنِ حکیم کو جادو کہنے کی کیا وجہ تھی؟ ۵: قرآنِ حکیم کو کفار مکہ کا جادو کہنا اس لحاظ سے تھا کہ قرآنِ حکیم کی تاثیر سے وہ خود خوف زدہ رہتے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں پر بلند آواز سے قرآنِ حکیم پڑھنے پر پابندی بھی لگا رکھی تھی کیونکہ اِس طرح ان کے بیوی بچے قرآنِ حکیم سے متاثر ہو جاتے حالانکہ وہ خود اس کی تاثیر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ مگر محض ضد، ہٹ دھرمی اور چند دنیاوی مفادات کی خاطر قرآنِ حکیم اور اس کی دعوت کا انکار کرتے اور مذاق اڑاتے تھے۔ پھر وہ جادو سے یہ مطلب بھی لیتے تھے کہ جو شخص بھی ایمان لے آتا تھا اسے ایمان کو بچانے کی خاطر خونی رشتوں سے قطع تعلق کرنی پڑتی تو وہ پیچھے نہ ہٹتا اور مشرکین مکہ چونکہ ایسی جدائی ڈالنے کے لئے جادوگروں کی خدمات حاصل کیا کرتے تھے اور اس کلام سے بھی ایسی جدائی پڑ جاتی تھی۔ تو اس لحاظ سے بھی وہ قرآنِ حکیم کو جادو کہہ دیتے تھے۔ بالفاظِ دیگر وہ قرآنِ حکیم کے منکر ہونے کے باوجود دل سے اس بات کے قائل تھے کہ قرآنِ حکیم اپنے اندر جادو سے بھی زیادہ تاثیر رکھتا ہے۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: مشرکین مکہ کا رسول اللہ ﷺ اور قرآنِ حکیم کا انکار کرنے کے کیا اسباب بیان کیئے گئے ہیں؟ ۱: i۔ مشرکین مکہ کو قرآنِ حکیم سے پہلے کوئی اور کتاب نہیں دی گئی جسے وہ پڑھتے۔ ii۔ نبی کریم ﷺ سے پہلے ان کی طرف کسی نبی علیہ السلام کو نہیں بھیجا گیا، صدیوں سے ان کے ہاں کوئی نبی علیہ السلام نہیں آئے تھے۔ اس لئے ان کے لئے دونوں چیزیں نئی تھیں جو ان کے انکارِ حق کا ایک ضمنی سبب بنی۔

علمی نکتہ: اللہ ﷻ نے ان لوگوں کی طرف اپنے عظیم کلام کے ساتھ اپنے پیارے رسول ﷺ کی بعثت فرما کر احسانِ عظیم فرمایا لیکن ان لوگوں نے اس نعمت کی ناقدری اور ناشکری کی۔ انہیں من گھڑت جھوٹ اور کھلا ہوا جادو تک قرار دے دیا۔ (معاذاللہ)

۲: کیا کفار آپ ﷺ سے پہلے کسی رسول کا مطالبہ کرتے تھے؟ ۲: جی ہاں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد ہوا "اور یہ لوگ اللہ کے ساتھ بڑی پختہ قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آجائے تو یہ یقیناً ہر ایک امت سے بڑھ کر ہدایت قبول کریں گے، پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والے (نبی آخر الزماں ﷺ) تشریف لے آئے تو اس سے ان کی حق سے بیزاری میں اضافہ ہی ہوا۔" (سورۃ فاطر ۳۵، آیت: ۴۲)۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: مشرکین مکہ کو دعوت حق کے بارے میں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے تھا؟ ۱: انہیں ماضی میں گزری قوموں کے بُرے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے تھی۔ ۲: اس آیت میں سابقہ نافرمان قوموں اور مشرکین مکہ کا کیا موازنہ کیا گیا ہے؟ ۲: سابقہ نافرمان قومیں جیسے قوم نوح علیہ السلام، قوم عاد، قوم ثمود مشرکین مکہ کے مقابلے میں کہیں زیادہ طاقت ور قومیں تھیں اور مشرکین مکہ دنیاوی طاقت و اختیار کے حوالے سے ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے جو اللہ ﷻ نے انہیں دے رکھا تھا۔

نوٹ: سورۃ الروم ۳۰ کی آیت:۹ میں بتایا گیا ہے کہ "کیا انہوں نے زمین میں سفر کر کے یہ نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا (بُرا) انجام ہوا (حالانکہ) وہ ان سے بہت زیادہ طاقتور تھے اور انہوں نے زمین میں کاشت کاری کی تھی اور اس کو ان سے بہت زیادہ آباد کیا تھا اور ان کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لے کر آئے تھے، تو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

۳: گزرشتہ قوموں کا بُرا انجام کیوں ہوا؟ ۳: اپنے رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے"۔

۴: اس آیت میں ہمارے لئے کیا سبق ہے؟ ۴: ہم رسول اللہ ﷺ کی سچی اطاعت واتباع کے ذریعے ہی اللہ ﷻ کی ناراضگی سے بچ سکتے ہیں۔

عملی پہلو: بندۂ مومن کو اللہ ﷻ کی ناراضگی سے ہر دم بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے، جو انسان زندگی میں اللہ ﷻ کو راضی کرتا ہے وہی دنیا اور آخرت میں خیر اور بھلائی پاتا ہے اور جو اللہ ﷻ کو ناراض کرتا ہے تو اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ ﷻ کی ناراضگی بہت سخت ہے اور ایسا شخص دنیا اور آخرت میں نقصان اُٹھاتا ہے۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: نبی کریم ﷺ کے حوالے سے مشرکین مکہ کو کیا نصیحت کی گئی ہے؟ ۱: مشرکین مکہ کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ انفرادی طور پر یا دو دو کی ٹولی کی صورت میں جمع ہو کر آپ ﷺ کے متعلق غور و فکر کریں۔ ۲: غور و فکر کے اس خاص انداز کی نشان دہی کیوں گئی ہے؟ ۲: یعنی کبھی ایک ساتھ سر جوڑ کر اور کبھی تنہا تنہا ہی ہر قسم کے تعصب اور خواہش نفس سے بالاتر ہو کر اور نہایت اخلاص کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی مبارک شخصیت پر غور کر کے تو دیکھو کہ جس نبی مکرم ﷺ نے تم میں چالیس سال گزارے اور اس عرصہ میں کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولا، اسی کردار کی بنا پر تم نے انہیں صادق و امین کے القاب دیئے، تو کیا ایسا شخص (معاذاللہ) مجنون اور جھوٹا ہو سکتا ہے؟ اور وہ بغیر سوچے سمجھے کوئی ایسا دعویٰ کر سکتا ہے جو اس کی ذلت و رسوائی کا سبب بنے اور جو اسے ہلاکت و بربادی کے دہانے تک پہنچا دے؟ یقیناً ہر گز نہیں۔ ۳: اس غور و فکر کا کیا نتیجہ نکلنا چاہیئے؟ ۳: اگر وہ واقعی غور و فکر کریں تو وہ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ آپ ﷺ (معاذاللہ) مجنون نہیں ہیں، وہ ایک ڈرانے والے ہیں جو ان سب کو ایک سخت عذاب سے ڈرسنا رہے ہیں۔

نوٹ: امام بخاری رضی اللہ عنہ اسی آیت کی تفسیر میں وہ روایت لائے ہیں جسے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے اور (عرب کے دستور کے مطابق) باآواز بلند "یَا صَبَاحَاہُ" پکارا (جو اس بات کی علامت تھی کہ کوئی شخص کسی اہم بات کے لئے بلا رہا ہے۔ عادت کے مطابق اسے سنتے ہی) قریش کے لوگ آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر میں تمہیں خبر دوں کہ عجب نہیں کہ دشمن تم پر صبح کے وقت یا شام کے وقت حملہ کر دے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟" سب نے (بیک زبان) جواب دیا کہ کیوں نہیں، ہم نے آپ کو کبھی جھوٹا نہیں پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "(سنو!) میں تمہیں اس شدید عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو تمہارے آگے ہے۔" یہ سن کر ابولہب (ملعون) نے کہا کہ تو ہلاک ہو جائے (معاذاللہ)، کیا اسی کے لئے تو نے ہم سب کو جمع کیا تھا؟ اس پر سورۃ لہب نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

آیت نمبر ۴۷: ۱: اس آیت میں آپ ﷺ کی دعوتِ حق کی کیا نشانی بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: آپ ﷺ کی دعوت بے لوث ہے اور وہ اس دعوت و تبلیغ پر مشرکین سے کوئی صلہ نہیں مانگ رہے۔

نوٹ: جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا "آپ (ﷺ) فرما دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے ہوں۔ یہ صرف ایک نصیحت ہے تمام جہانوں کے لئے۔" (سورۃ ص ۳۸، آیات: ۸۶، ۸۷)

۲: نبی کریم ﷺ کی محنتوں کا صلہ کس کے ذمہ ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کے ذمہ۔

۳: اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ ہر چیز پر گواہ ہے یعنی وہ دیکھ رہا ہے کہ آپ ﷺ مشرکین کو کس طرح مستقل مزاجی سے دعوت دے رہے ہیں اور اللہ ﷻ یہ بھی دیکھ رہا ہے کہ مشرکین کس طرح ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ آپ ﷺ کی دعوت کو رد کر رہے ہیں۔

آیت نمبر ۴۸: ۱: رب العالمین کی طرف سے حق نازل فرمانے کا کیا مطلب ہے؟ ۱: اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ حق کی باتیں آسمانوں کے اوپر سے وحی کے ذریعے اللہ ﷻ کی طرف سے آرہی ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ ﷻ اوپر سے حق کو بھیج کر اسے باطل پر غالب فرمارہا ہے، لہٰذا منکرین کتنی مخالفت کریں اور کوشش کریں، باطل رفتہ رفتہ ختم ہوجائے گا، اور حق ضرور غالب آکر رہے گا۔

نوٹ: یہ مضمون سورۃ الانبیاء ۲۱ کی آیت: ۱۸ میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے: "بلکہ ہم حق کو دے مارتے ہیں باطل پر تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے پھر وہ باطل مٹ جاتا ہے"۔ اس آیت میں بھی بالکل یہی مفہوم ہے۔

علمی نکتہ: "قَذَف" کے لغوی معنی پھینک مارنے کے ہیں، یہاں باطل کے مقابلہ میں حق کو پیش کرنا مراد ہے، اور لفظ یَقْذِف سے تعبیر کرنے میں شاید یہ حکمت ہو کہ باطل پر حق کی زد پڑنے کا اثر بتلانا مقصود ہو۔ یہ ایک تمثیل ہے کہ جس طرح کوئی بھاری چیز کسی نازک چیز پر پھینک دی جائے تو وہ چیز پاش پاش ہوجاتی ہے، اسی طرح حق کے مقابلہ میں باطل پاش پاش ہوجاتا ہے۔

۲: آپ ﷺ کو سابقہ قوموں کے حالات کا اور پھر مستقبل میں آخرت میں پیش آنے والے معاملات کا علم کیسے ہوا؟ ۲: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعہ سے یہ سب علم عطا فرمایا۔

۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ تمام چھپی باتوں کا خوب جاننے والا ہے یعنی وہ کل غیب کا علم رکھنے والا ہے۔

علمی نکتہ: کل علم غیب اللہ ﷻ کے پاس ہی ہے۔ البتہ اللہ ﷻ اپنے پسندیدہ رسولوں علیہم السلام کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم کے دیگر مقامات پر اس کا ذکر موجود ہے۔

آیت نمبر ۴۹: ۱: اس آیت میں دین حق کے بارے میں کس حقیقت کا بیان ہے؟ ۱: دین حق یعنی دین اسلام آچکا ہے اور کفر و شرک یعنی باطل مٹنے والا ہے۔

علمی نکات: i۔ ہر زندہ شخص دو باتوں سے خالی نہیں ہوتا، یا وہ کوئی کام ابتداءً کرتا ہے یا دوبارہ اس کا آغاز، البتہ مُردہ ان میں سے کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ یہ ایک مقولہ ہے جو عرب کسی شخص یا قوم کے نیست و نابود ہونے پر استعمال کرتے ہیں: "إِنَّهُ مَا يُبْدِئُ وَمَا يُعِيْدُ"، یعنی وہ بالکل مٹ گیا، اس کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ ii۔ باطل یعنی جھوٹ کبھی ایک جگہ مستقل ٹھہر نہیں سکتا جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ باطل کی ضد حق ہے۔ یعنی جوں جوں حق آجاتا ہے، باطل از خود مٹتا چلا جاتا ہے۔ فتح مکہ کے دن جب آپ ﷺ اپنی چھڑی سے بتوں کو گرا رہے تھے تو اس وقت ساتھ ساتھ یہ آیت بھی تلاوت فرماتے جاتے تھے۔ "وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا" (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۸۱) (صحیح بخاری)

۲: اس آیت میں جھوٹے معبودوں کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۲: نہ تو ان جھوٹے معبودوں نے کوئی شے پیدا کی ہے اور نہ ہی یہ مرنے کے بعد کسی کو واپس لوٹا سکتے ہیں۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: اس آیت کا پس منظر بیان کریں؟ ۱: **شانِ نزول:** کفار مکہ نبی کریم ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ ﷺ اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر گمراہ ہوگئے ہیں (معاذ اللہ)۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

۲: مشرکین مکہ کو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۲: آپ ﷺ سے کہلوایا گیا کہ اگر میں بالفرض گمراہ ہوں تو اس کا وبال مجھ ہی پر ہے۔

علمی نکتہ: جب مخاطب کو سمجھانے کے لئے بحث و مباحثہ کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے تو کچھ باتیں فرض کرکے بھی کہنا پڑتی ہیں تاکہ مخاطب تعصّب سے بلند ہو کر سوچنے کے لئے آمادہ ہوجائے۔ یہاں "بالفرض اگر میں گمراہ ہوگیا ہوں" کی بات اسی مناسبت سے کہی گئی ہے۔ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

۳: مشرکین مکہ کو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے مزید کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۳: اگر میں سیدھی راہ پر ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ پر اللہ ﷻ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اور میری رہنمائی کی جاتی ہے۔ میں اپنی محنت اور کوشش سے ہدایت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا تھا۔

علمی و عملی پہلو: بھلائی سب اللہ ﷻ کی طرف سے ہے اور اللہ ﷻ نے جو وحی نازل فرمائی ہے اس میں رشد و ہدایت ہے، اس سے لوگوں کو رشد و ہدایت ملتی ہے۔ پس جو گمراہ ہوتا ہے، تو اس میں انسان کی اپنی ہی کوتاہی اور خواہش نفس کی پیروی کا دخل ہوتا ہے۔ اسی لئے اس کا وبال بھی اسی پر ہو گا۔

۴: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۴: دو شانیں بیان ہوئی ہیں۔ i۔ اللہ ﷻ سب کچھ سننے والا ہے، یعنی وہ نبی کریم ﷺ کی باتیں بھی سُن رہا ہے اور وہ کفار کے اعتراضات بھی سُننے والا ہے۔ ii۔ اللہ ﷻ ہم سے قریب ہے وہ ہم سے دور نہیں ہے۔

علمی و عملی پہلو: منکر انسان کی گمراہی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اللہ ﷻ کو بہت دور خیال کرتا ہے اور پھر اِدھر اُدھر جھوٹے معبودوں کے سہارے تلاش کرتا ہے۔ اگر وہ یقین کر لے کہ اللہ ﷻ بہت قریب ہے اور سب کچھ سنتا ہے تو اسی وحدہٗ لاشریک سے اپنا تعلق استوار کرے گا اور اسی رب کو اپنا کارساز سمجھے گا۔

آیت نمبر ۵۱: ۱: اس آیت میں کس دن کی منظر کشی کی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں قیامت کے دن کی منظر کشی کی گئی ہے جب مشرکین مکہ اپنی قبروں سے اُٹھائے جائیں گے۔ ۲: قیامت کے دن مشرکین مکہ کی قبروں سے اُٹھائے جانے پر کیا کیفیت ہو گی؟ ۲: وہ انتہائی گھبرائے ہوئے ہوں گے کہیں بھاگ کر اللہ ﷻ کی پکڑ سے نہیں بچ سکیں گے بلکہ قریب کے مقام یعنی حشر کے میدان ہی سے پکڑ کر جہنم کی طرف دھکیل دیئے جائیں گے۔

علمی و عملی پہلو: قیامت کے روز یا موت کے وقت کافر نہایت گھبراہٹ کے عالم میں عذاب الٰہی سے بچ نکلنا چاہیں گے مگر اس وقت بچاؤ کی کوئی صورت نہ پائیں گے، نہ بھاگ کر، نہ چھپ کر، نہ کسی کی حمایت و پناہ سے اور نہ اپنی جان کا معاوضہ دے کر بلکہ فوراً ہی بہت آسانی سے پکڑ لئے جائیں گے۔

آیت نمبر ۵۲: ۱: قیامت کے دن مشرکین کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۱: وہ عذاب کو دیکھ کر اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئیں گے۔ ۲: کیا اُس وقت ان کا ایمان لانا قبول کیا جائے گا؟ ۲: ہرگز نہیں۔ ۳: قیامت کے دن مشرکین و کفار کا ایمان لانا کیوں قبول نہیں کیا جائے گا؟ ۳: ایمان لانا تو دنیا ہی میں قابل قبول ہے جب کہ عالم غیب کے پردے نہ ہٹے ہوں، ورنہ جب گلے میں موت کا غرغرہ آنا شروع ہو جاتا ہے یا اللہ ﷻ کا عذاب دیکھ لیا جاتا ہے اس کے بعد ایمان لانا قابل قبول نہیں ہے۔ ۴: "دور کی جگہ" سے کیا مراد ہے؟ ۴: آخرت سے دنیا تک کی مسافت یعنی قیامت کے دن ان کا ایمان لانا قبول نہیں ہو گا سوائے اس کے کہ وہ دنیا میں واپس آ کر ایمان لائیں جو کہ ممکن نہ ہو گا۔

آیت نمبر ۵۳: ۱: اس آیت میں مشرکین اور کفار کی ہلاکت کا کیا سبب بیان کیا گیا ہے؟ ۱: دنیا میں اللہ ﷻ، رسول ﷺ اور قرآنِ حکیم کا انکار کرنا۔ ۲: مشرکین مکہ کے حق سے انکار کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۲: انہوں نے بغیر کسی دلیل اور وجہ کے نبی کریم ﷺ کو جادوگر، شاعر یا کاہن قرار دیا (معاذ اللہ) اور حشر، عذاب اور آخرت کی سزا کا انکار کیا۔

آیت نمبر ۵۴: ۱: قیامت کے دن مشرکین و کفار کا کیا انجام ہو گا؟ ۱: ان کے اور ان کی خواہش کے درمیان آڑ کر دی جائے گی۔ ۲: ان کی خواہشات سے کیا مراد ہے؟ ۲: مشرکین کی خواہش یہ تھی کہ قیامت کے دن ان کے باطل معبود ان کے لئے سفارش کریں، ان کی سفارش قبول کی جائے اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے۔ مزید یہ کہ عذاب سے چھٹکارا، یا دنیا کا مال و متاع اور عیش و آرام یا دنیا کی طرف پلٹنا یا توبہ اور ایمان وغیرہ۔ الغرض اس قسم کی جو خواہشیں بھی وہ قیامت کے دن کریں گے اس سے محروم کر دیئے جائیں گے۔ ۳: کفار و مشرکین مکہ کا کیا انجام ہو گا؟ ۳: کفار اور مشرکین مکہ کا انجام بھی ویسے ہی ہو گا جیسے ان سے پہلے دوسرے کفار اور مشرکین کا ہوا، یعنی ان کے ساتھ سخت عذاب کا معاملہ کیا جائے گا جیسے کہ پہلے گزرے ہوئے کفار و مشرکین کو دنیا میں بھی عذاب دیا گیا اور آخرت میں بھی شدید عذاب میں جھونکا جائے گا۔ ۴: مشرکین اور کفار کو سخت عذاب کیوں دیا جائے گا؟ ۴: اس لئے کہ وہ انبیاء و رسل علیہم السلام کو جھٹلانے والے، موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور آخرت کے عذاب کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے تھے۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ا: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) سورۃ سبا کے پہلے رکوع کی روشنی میں جواب دیجیے کہ اہل علم کی قرآن حکیم کے بارے میں کیا رائے بیان کی گئی ہے؟

✓(الف) قرآنِ حکیم اللہ تعالیٰ کی طرف راستہ دکھاتا ہے (ب) قرآنِ حکیم علم کا خزانہ ہے

(ج) قرآنِ حکیم سابقہ امتوں کی تاریخ بیان کرتا ہے

(۲) حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی کس نعمت کا ذکر کیا گیا ہے؟

(الف) ان کے ہاتھوں سے کوڑھ کے مریض کو شفا دینا (ب) ان کے ہاتھ کا چمکنا ✓(ج) لوہے کو ان کے ہاتھوں میں نرم کر دینا

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم پر ہوا ایک دن میں کتنی مسافت طے کرتی تھی؟

(الف) ایک مہینے کی مسافت ✓(ب) دو مہینوں کی مسافت (ج) تین مہینوں کی مسافت

(۴) حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کا علم جنّات کو کیسے ہوا؟

(الف) فرشتوں کے بتانے سے (ب) جنّات کے علم نجوم سے ✓(ج) دیمک کے عصا کھا جانے سے

(۵) اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے پر قومِ سبا کا کیا انجام ہوا؟

✓(الف) ان کے باغات اور تجارت تباہ ہو گئی (ب) وہ زلزلہ سے ہلاک کر دیئے گئے (ج) ان پر پتھروں کی بارش ہوئی

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱- سورۃ سبا کے پہلے رکوع کی روشنی میں وسعتِ علم باری تعالیٰ کے متعلق چار باتیں تحریر کریں؟

۱۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے۔ (آیت: ۲)

۲۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو کچھ آسمان کی طرف چڑھتا ہے۔ (آیت: ۲)

۳۔ وہ اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے۔ (آیت: ۳)

۴۔ اللہ تعالیٰ ہر ذرے، اس سے بڑی یا اس سے چھوٹی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (آیت: ۳)

۲- سورۃ سبا کے پہلے رکوع میں قیامت کا انکار کرنے والوں کا کوئی ایک اعتراض اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب بیان کریں؟

پہلا اعتراض: ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ (آیت: ۳)

اعتراض کا جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی! (ﷺ) آپ فرما دیجیے کیوں نہیں، مجھے میرے رب کی قسم تم پر قیامت آکر رہے گی۔ (آیت: ۳)

دوسرا اعتراض: مرنے کے بعد جب انسان ریزہ ریزہ ہو جائے گا تو کیسے دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ہے؟ (آیت: ۷)

اعتراض کا جواب: نبی کریم ﷺ (معاذ اللہ) نہ تو اللہ ﷻ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور نہ ہی وہ مجنون ہیں بلکہ آخرت کا انکار کرنے والے واضح گمراہی میں ہیں۔ (آیت:۸)

۳- سورۃ سبا کے دوسرے رکوع کی روشنی میں جنّات کے کوئی دو کام تحریر کریں جو وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے کرتے تھے؟

۱۔ عمارتیں اور قلعے بناتے۔ (آیت:۱۳)

۲۔ حوض جیسے بڑے بڑے پیالے اور دیگیں بناتے۔ (آیت:۱۳)

۴- سورۃ سبا کے چوتھے رکوع میں گمراہ لوگوں کو سربراہ اور رہنما بنانے کا کیا انجام بیان کیا گیا ہے؟ (آیت:۳۱-۳۵)

گمراہ سربراہ اور رہنما اپنے ساتھ اپنی قوم کو بھی جہنم میں لے جانے کا سبب بن جاتے ہیں۔

۵- سورۃ سبا کے آخری رکوع میں نبی کریم ﷺ کو اللہ ﷻ نے کفار کو دعوت دینے کے لئے پانچ بار "قُل" فرما کر کیا احکامات دیے؟

۱۔ آپ ﷺ فرما دیجیے کہ (معاذ اللہ) میں مجنون نہیں ہوں بلکہ تمہیں اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ (آیت:۴۶)

۲۔ آپ ﷺ فرما دیجیے کہ میری دعوت بے لوث ہے۔ (آیت:۴۷)

۳۔ آپ ﷺ فرما دیجیے کہ میرا رب ہی حق نازل کرتا ہے اور وہ غیب کا جاننے والا ہے۔ (آیت:۴۸)

۴۔ آپ ﷺ فرما دیجیے کہ جھوٹے معبود نہ کسی کو پہلی بار پیدا کر سکتے ہیں اور نہ دوسری بار پیدا کریں گے۔ (آیت:۴۹)

۵۔ آپ ﷺ فرما دیجیے کہ اگر میں (بفرضِ محال) غلط راستے پر ہوں تو اس کا وبال مجھ ہی پر ہے اور اگر میں سیدھے راستے پر ہوں تو اس لئے کہ اللہ ﷻ مجھ پر وحی نازل فرماتا ہے۔ (آیت:۵۰)

سُوْرَۃُ فَاطِر

طریقہ تدریس:

سبق نمبر ۱: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۲۳۰) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۲۳۲، ۲۳۴) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۲۳۶، ۲۳۷) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۴: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جا سکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ: اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیئے:

۱۔ اللہ ﷻ کی خلاقیت اور ربوبیت کے ذریعہ توحید کے دلائل اور شرک کی تردید۔

۲۔ فرشتوں کے احوال۔ ۳۔ اللہ ﷻ کی بے نیازی۔

۴۔ مومن و کافر کی مثال۔ ۵۔ قیامت اور اعمال کی جزا و سزا۔

۶۔ نبی کریم ﷺ کے لئے تسلی اور انکارِ رسالت کا انجام۔

۷۔ نیکی و بدی میں امتیاز، قضا و قدر۔ ۸۔ باطل معبودوں کی حقیقت۔

۹۔ خلافت اور وراثت کے سلسلے میں تین رویے۔ ۱۰۔ منکرین توحید کے لئے ڈراوا اور مومنین کی صفات۔

۱۱۔ اللہ ﷻ کا علم و حلم اور باطل معبودوں کی بے بسی۔ ۱۲۔ مشرکین کا مکر و فریب اور سابقہ سرکش قوموں کا انجام۔

ربط سورت:

۱۔ سورۃ سبا میں جنات اور فرشتوں کی عبادت کی نفی تھی۔ سورۃ فاطر میں قدرے وضاحت کے ساتھ ملائکہ کی حقیقت بیان کی گئی اور ان کی عبادت کا رد کیا گیا۔

۲۔ سورۃ سبا کے اختتام پر قیامت کے بارے میں شکوک وشبہات رکھنے والوں کا انجام بیان ہوا۔ سورۃ فاطر کے آغاز میں اللہ ﷻ کی قوتِ تخلیق اور اس کی طرف سے ملائکہ کو دی گئی قوت کا ذکر فرما کر توحیدِ باری تعالیٰ اور اُخروی انجام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔
۳۔ سورۃ سبا اور سورۃ فاطر دونوں میں قریش مکہ کے غرور اور تکبر پر مشتمل منفی رویوں کا تذکرہ ہے۔

آیت نمبر۱: ۱: سورت کا آغاز الحمد سے کیوں کیا گیا؟ ۱: آسمان اور زمین کے درمیان تمام تعریفوں کا حق دار اللہ ﷻ ہی ہے جس نے آسمانوں، زمین اور فرشتوں کو محض اپنی عظیم قدرت سے پیدا فرمایا۔ اللہ ﷻ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۲: اللہ ﷻ کی کس صفت کا بیان کیا گیا ہے؟
۲: اللہ ﷻ کی صفتِ تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے۔

علمی نکتہ: فطر کا معنی کسی چیز کو پیدا کرنا، پھر اس کو تراش خراش کر کے اسے خوبصورت شکل دینا۔ گویا اللہ ﷻ نے آسمانوں یا زمین یعنی کائنات کو صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ اسے بہترین شکل وصورت پر بھی بنایا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اللہ ﷻ نے اپنی صفات کے لئے مختلف الفاظ استعمال کیئے ہیں مثلاً خالق، بدیع اور فاطر وغیرہ فاطر کا مطلب ہے عدم سے وجود میں لانے والا یعنی ایسی چیز پیدا کرنے والا جس کی مثال، کوئی نمونہ، نقشہ یا تصور پہلے سے موجود نہ ہو۔

۴: یزید ما خلق "وہ جو چاہے مخلوق میں اضافہ فرماتا ہے" سے کیا مراد ہے؟ ۴: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ﷻ روزِ اوّل سے مخلوق کی خلقت میں جس طرح چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے اور یہ عمل پوری کائنات میں تسلسل کے ساتھ جاری ہے کیونکہ وہ اللہ ﷻ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس لئے وہ فرشتوں میں سے جس کو چاہے دو، تین یا چار پر عطا فرمادے اور جس کو چاہے اس سے بھی زیادہ عطا فرمادے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے چھ سو پَر ہیں۔ (صحیح بخاری) اس پر کسی کو ذرا سا تعجب بھی نہیں ہونا چاہیئے۔

سائنسی تحقیق: آج سائنس بھی ہمیں یہی بتاتی ہے کہ تخلیق کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ مسلسل نئے نئے ستارے وجود میں آرہے ہیں اور نئی نئی کہکشائیں بن رہی ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتے کو یوں بیان کیا ہے: یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید کہ آرہی ہے دمادم صدائے کُن فَیَکُوْن۔

۵: فرشتوں کو پیغام رساں کیوں کہا گیا ہے؟ ۵: کیونکہ اللہ ﷻ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس وحی پہنچانے اور اپنے بعض غیر انبیاء بندوں (حضرت مریم اور اُمِّ موسیٰ سَلَامُ عَلَیْهِمَا) کو الہام کرنے کے لئے فرشتوں میں سے بعض کو اپنا پیغام رساں بنا کر بھیجا۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار کاموں کی ذمہ داری ان کو سونپی جاتی ہے۔

آیت نمبر۲: ۱: اللہ ﷻ کی کن صفات کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی صفتِ رحمت کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے نیز اس کے غالب ہونے اور حکیم ہونے کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ۲: اللہ ﷻ کی رحمت کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کے پاس کل اختیار ہے۔ جس پر وہ چاہے اپنی رحمت فرمائے اور جسے چاہے اس سے محروم کر دے۔ ۳: رحمت سے کیا مراد ہے؟ ۳: رحمت سے مراد ہر وہ نعمت ہے جو اللہ ﷻ اپنے بندوں کو عنایت فرمائے چاہے وہ مادی ہو جیسے بارش اور روزی وغیرہ۔ یا روحانی جیسے نبوت یعنی انسانیت کی ہدایت کے لئے سلسلہ وحی، نیز دعا کی قبولیت، توبہ اور ہدایت وغیرہ بھی رحمت میں شامل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بندوں کو جو بھی نعمت حاصل ہے وہ اللہ ﷻ ہی کی طرف سے ہے۔ وہ اپنی نعمت کسی کو دینا چاہے تو کوئی اسے روکنے والا نہیں اور روکنا چاہے تو کوئی اسے دینے والا نہیں۔

نوٹ: ایک حدیث مبارک میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ "اگر تمام روئے زمین کی مخلوقات جمع ہو کر تم کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہیں تو اللہ ﷻ کے حکم کے بغیر ہرگز تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گی۔ اسی طرح تمام دنیا کے لوگ نقصان پہنچانے پر آمادہ ہو جائیں تو اللہ ﷻ کے حکم کے بغیر کبھی کوئی شخص کچھ بھی نقصان ہرگز تم کو نہ پہنچا سکے گا"۔ (جامع ترمذی، مسند احمد)

عملی پہلو: حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ جس کا ہمیں بھی اہتمام کرنا چاہیئے۔

"اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ"

اے اللہ ﷻ! جسے تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ تیرے مقابلہ میں کسی بڑائی والے کی بڑائی اسے کوئی نفع نہیں دے سکتی۔ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۳: ۱: اس آیت میں کس بات کا حکم دیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی نعمتوں کو یاد کرنے کا یعنی احسان فراموشی سے منع کیا گیا ہے۔

۲: اللہ ﷻ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا کیوں ضروری ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے بنی نوع انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ ﷻ کی نعمتوں کو یاد کریں اور اس کا شکر ادا کرتے رہیں تاکہ وہ نعمتیں باقی رہیں اور مزید نعمتوں کا تسلسل جاری رہے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ کی نعمتوں کو یاد کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب بندہ یہ سمجھے گا کہ ان نعمتوں کا پیدا کرنے والا اور انہیں اس تک بھیجنے والا منعم حقیقی صرف اللہ ﷻ ہے تو لازماً ذہن میں یہ بات آئے گی کہ عبادت کا بھی وہی تنہا حق دار ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

۳: آسمان اور زمین سے رزق دینے کا کیا مطلب ہے؟ ۳: آسمانوں سے جو بارش نازل ہوتی ہے۔ وہ زمین میں جذب ہو کر سب جانداروں کی روزی اور ان کی زندگی کی بقا کا ذریعہ بنتی ہے۔ بارش برسنے کے نظام پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے عوامل و عناصر ہیں جنہیں اللہ ﷻ نے اس خدمت پر مامور کر رکھا ہے اور یہ سب عناصر و عوامل خالصتاً اللہ ﷻ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

۴: اللہ ﷻ کی نعمتوں کو یاد دلا کر کس بات کی دعوت دی گئی ہے؟ ۴: منکر اور ناشکرے انسان کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ وہ غور و فکر کرے کہ آسمان سے بارش اور زمین سے اناج وغیرہ کے ذریعے رزق دینے کا جو نظام اللہ ﷻ نے قائم کیا ہوا ہے، کیا کوئی اور بھی اس طرح کا نظام بنا سکتا ہے؟ یقیناً ہرگز نہیں، تو پھر انسان اس حقیقی خالق اور رازق کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر کیوں گمراہی کے راستوں پر بھٹک رہا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں چاہیئے کہ اللہ ﷻ نے ہمیں زندگی، صحت، علم، عزت، دولت، وغیرہ جیسی عظیم نعمتوں سے مالا مال کیا ہے انہیں یاد رکھا جائے اور اس محسن حقیقی کا ہر لحاظ سے شکر ادا کیا جائے، اس کی کامل اطاعت و فرماں برداری کریں۔

آیت نمبر ۴: ۱: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو کیا تسلی دی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ حق واضح ہو جانے کے باوجود بھی اگر مشرکین مکہ آپ ﷺ کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ ﷺ غم نہ کیجئے کیونکہ اہل کفر و شرک کا ہر دور میں یہی طریقہ رہا ہے کہ جب بھی اللہ ﷻ کا کوئی رسول علیہ السلام آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلایا۔

۲: جھٹلانے والوں کے بارے میں آپ ﷺ کو کیا بتایا گیا ہے؟ ۲: آپ ﷺ کو مزید تسلی دیتے ہوئے یہ فرمایا گیا ہے کہ متعصب اور ضدی لوگ کبھی اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے۔ ان کا معاملہ اللہ ﷻ کے حوالے کیجئے۔ روزِ قیامت وہیں ان سب کا عملی فیصلہ ہو جائے گا۔ یہ بدبخت اپنے انجام کو پہنچیں گے۔

علمی نکتہ: یہ مضمون قرآنِ حکیم میں متعدد بار آیا ہے۔ نبی کریم ﷺ پر آغازِ وحی کے بعد ابتدائی دور میں کفار و مشرکین کے ظلم و تشدد اور جھٹلانے پر مسلمانوں کو صرف یہ حکم تھا کہ یہ سب باتیں صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرتے جائیں۔ اللہ ﷻ بار بار پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں کی تسلی اور حوصلہ افزائی کے لئے ایسے جملے نازل فرماتا رہا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں حق و باطل کی کشمکش میں پہلے بھی رسولوں سے ایسا ہی سلوک ہوتا رہا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں دین حق کے دعوت کے مرحلے پر مایوس نہیں ہونا چاہیئے اور یہ بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی بھی بات کا فیصلہ اور انجام لوگوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اللہ ﷻ کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا یقین کامل کے ساتھ اللہ ﷻ ہی پر مکمل اطمینان اور توکل رکھنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۵: ۱: اللہ ﷻ کے وعدہ سے کیا مراد ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کے وعدہ سے مراد انسانوں کا دوبارہ زندہ کیا جانا، حساب و کتاب، جزا و سزا اور جنت و جہنم ہیں جو بالکل برحق ہیں۔ ۲: دنیا کی زندگی کا دھوکا کیا ہے؟ ۲: دنیا کی زندگی کا دھوکہ یہ ہے کہ انسان دنیاوی زندگی کے عیش و آرام میں پڑ کر آخرت کی کامیابی کے لئے نیک اعمال کرنا بھول جائے۔ یہاں تک کہ اُسے موت آجائے اور اللہ ﷻ کے حضور خالی ہاتھ پہنچ کر افسوس کرے اور پچھتائے کہ اے کاش! میں نے اس زندگی

کی کامیابی کے لئے نیک اعمال کیئے ہوتے۔ ۳: سب سے بڑا دھوکے باز کون ہے؟ ۳: دھوکے باز شیطان ہے۔ ۴: شیطان کیا دھوکا دیتا ہے؟
۴: وہ انسان کو مختلف انداز سے بہکاتا اور فریب دیتا ہے مثلاً: i۔ کسی کو یہ فریب دیتا ہے کہ اللہ ﷻ کا سرے سے وجود ہی نہیں، یہ کائنات خود بخود چل رہی ہے۔ (معاذاللہ) ii ۔ کسی کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرتا ہے کہ اللہ ﷻ کے سوا اور بھی معبود ہیں جو نفع و نقصان کا اختیار رکھتے ہیں۔ iii ۔ کسی کے دل میں یہ بُرا خیال ڈالتا ہے کہ یہاں خوب عیش کر لو، بعد میں توبہ کر لینا اور پھر زندگی کی امید دلا کر توبہ کو مؤخر کراتا ہے۔ iv ۔ کسی کو اللہ ﷻ کی رحمت کے نام پر دھوکا دیتا ہے کہ اللہ ﷻ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ وہ بڑا غفور و رحیم ہے، جتنے چاہو گناہ کر لو، وہ ضرور بخش دے گا۔ V ۔ اکثر لوگوں کو یہ دھوکا دیتا ہے کہ نیک بننے کی ایسی بھی کیا جلدی ہے، ابھی بہت وقت باقی ہے۔ حتیٰ کہ عمل کی مہلت ختم ہو جاتی ہے اور سوائے پچھتاوے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ vi ۔ مزید یہ کہ شیطان برے کاموں کو مزین کر کے لوگوں کو گناہ میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ ﷻ کے نزدیک مقبول ہے اور اسے عذاب نہیں ہو گا۔

عملی پہلو: ہمیں ہر وقت شیطان سے چوکنا رہنا چاہیئے۔ جب بھی شیطان ہمارے ذہنوں میں اس طرح کے فرسودہ خیالات ڈالے ہمیں فوراً اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھ کر اللہ ﷻ کی پناہ میں آنا چاہیئے اور اس خیال کو نکال دینا چاہیئے۔

آیت نمبر۶: ۱: شیطان کے بارے میں اللہ ﷻ نے کیا تنبیہ کی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے بندوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ تمہارا دشمن ہے۔ تم بھی اسے دشمن سمجھو (اس کے حملوں سے بچو)۔ ۲: شیطان کو دشمن سمجھنے کا کیا مطلب ہے؟ ۲: یعنی شیطان سے وہی برتاؤ رکھا جائے جو دشمن کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ ہر جگہ اس کی مخالفت کی جائے۔ شیطان کی مخالفت دراصل یہی ہے کہ اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کی جائے۔ ۳: شیطان کا مقصد کیا ہے؟ ۳: شیطان کا اولین مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اکیلا دوزخ میں نہ جائے، بلکہ جنوں اور انسانوں کی ایک کثیر تعداد کو اپنا ساتھی بنا کر اپنے ہمراہ دوزخ میں لے جائے۔ ۴: شیطان کے گروہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۴: شیطان کے گروہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے اور وہ لوگ جو اللہ ﷻ کو بھول بیٹھے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا: "بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔" (سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۲۷) اور دوسرے مقام پر فرمایا گیا: "شیطان ان پر غالب آ گیا، پس اس (شیطان) نے انھیں اللہ ﷻ کی یاد بھلا دی، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! یقیناً شیطان کا گروہ ہی خسارہ اٹھانے والے لوگ ہیں۔" (سورۃ المجادلۃ ۵۸، آیت: ۱۹) ۵: شیطان کی پیروی انسان کو کس انجام سے دوچار کرے گی؟ ۵: شیطان اپنے پیروکاروں کو ایسے اعمال کی دعوت دیتا ہے جن کا لازمی نتیجہ آگ کا عذاب ہے۔

عملی پہلو: شیطان ہمیشہ یہ کوشش کرتا ہے کہ اللہ ﷻ اور آخرت کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بنا کر انسان کو غفلت میں ڈال دے تاکہ وہ آخرت کی تیاری نہ کر سکے۔ لہٰذا ہمیں اس کے مکر و فریب میں نہیں آنا چاہیئے۔

آیت نمبر۷: ۱: کفر کا کیا انجام بیان ہوا ہے؟ ۱: جو لوگ شیطان کی دعوت قبول کر کے کفر اختیار کرتے ہیں ان کے لئے سخت ترین عذاب ہو گا اس لئے کہ وہ حزب اللہ سے نکل کر حزب الشیطان میں داخل ہو گئے۔ ۲: ایمان اور عمل صالح کے کیا اثرات ہیں؟
۲: ایمان اور عمل صالح کے اثرات: i۔ ایمان لانا گناہوں کا کفارہ ہے۔ یعنی اللہ ﷻ ایمان لے آنے والوں کے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ ii ۔ عمل صالح کی وجہ سے بھی بہت سے گناہ دھل جاتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ ھود، آیت: ۱۱۴ میں بیان ہوا ہے "بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں"۔ iii۔ ان کے نیک اعمال کے برابر نہیں بلکہ ان کی سوچ اور فکر سے بڑھ کر اللہ ﷻ اجر عطا فرمائے گا۔ ۳: "اجر کبیر" سے کیا مراد ہے؟ ۳: یہاں "اجر کبیر" سے مراد جنت اور اس کی نعمتیں ہیں۔ گویا منکرین سخت ترین عذاب میں اور اہل ایمان جنت کی اعلیٰ نعمتوں میں ہوں گے۔

آیت نمبر ۸: ۱: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟ ۱: **شانِ نزول:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! تو اپنے دین کو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کے ذریعے عزت عطا فرما، تو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرماتے ہوئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہدایت عطا فرمائی جبکہ ابوجہل نورِ ہدایت سے محروم رہا۔ پس ان دونوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

علمی بات: اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ ﷻ زبردستی کسی کو گمراہ کر دیتا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص ہٹ دھرمی سے خود گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے، تو اللہ ﷻ اس کو گمراہی میں ہی مبتلا رکھ کر اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے جبکہ ہدایت طلب والوں کو ملتی ہے۔

۲: اللہ ﷻ کا گمراہی اور ہدایت کو اپنی طرف منسوب کرنے کا کیا مقصد ہے؟ ۲: یعنی ہدایت اور گمراہی اللہ ﷻ کے ہاتھ میں ہے جو اس سے خلوص دل سے ہدایت چاہتا ہے اسے ہدایت عطا ہو جاتی ہے اور جو شخص حق پوشی اور ہٹ دھرمی اختیار کرتا ہے اور اللہ ﷻ کا راستہ معلوم ہوتے ہوئے بھی محض ضد اور ہٹ دھرمی سے غلط راستہ اختیار کرتا ہے وہ گمراہ کر دیا جاتا ہے اور اللہ ﷻ اسے گمراہی میں کھلا چھوڑ دیتا ہے۔ اس اصول کے پیش نظر اللہ ﷻ نے گمراہی اور ہدایت کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ ضد، ہٹ دھرمی اور حق سے چشم پوشی آدمی کی تباہی کا سبب ہے۔

۳: شیطان لوگوں کو کیسے گمراہ کرتا ہے؟ ۳: شیطان انسان کے سامنے بُرے اعمال کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے۔ جس سے انسان گناہوں کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ تو اسے نیکی کی بہ نسبت گناہ کرنا آسان لگتا ہے۔ ابتدا میں یہ باتیں ایسے لوگوں پر گراں ہوتی ہیں لیکن آہستہ آہستہ شیطان ان پر اس طرح مسلط ہو جاتا ہے کہ جو کام انہیں بُرے محسوس ہوتے تھے وہی کام ان کے لئے خوبصورت بن چکے ہوتے ہیں اور انسان گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا ہے۔ جب یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی بُرے اعمال نہیں چھوڑ پاتا اور گمراہی میں ہی مبتلا رہتا ہے۔ یہی گمراہی بالآخر جہنم میں پہنچانے کا سبب بنے گی۔

۴: شیطان کن لوگوں کے لئے ان کے اعمال خوبصورت بنا دیتا ہے؟ ۴: شیطان جن لوگوں کے لئے ان کے اعمال خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے قرآنِ حکیم میں چند مقامات پر ان کا ذکر یوں فرمایا گیا: i ۔ ظالموں کے دل سخت ہو گئے اور شیطان ان کے اعمال کو مزین کر دکھاتا ہے۔ (سورۃ الانعام ۶، آیت: ۴۳) ii ۔ اکثر مشرکین کے لئے قتل اولاد کا عمل مزین کر دیا۔ (سورۃ الانعام ۶، آیت: ۱۳۷) iii ۔ اللہ ﷻ کے علاوہ سورج کو سجدہ کرنے والوں کے برے اعمال کو شیطان نے ان کے لئے مزین کر دیا۔ (سورۃ النمل ۲۷ آیت: ۲۴) iv ۔ حد سے تجاوز کرنے والوں کے اعمال ان کے لئے مزین کیئے جاتے ہیں۔ (سورۃ یونس ۱۰ آیت: ۱۲) v ۔ انہوں نے اللہ ﷻ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دیا ان کے لئے بُرے اعمال مزین کر دیئے گئے۔ (سورۃ التوبۃ ۹ آیت: ۳۷) vi ۔ کفار کے لئے ان کی تدابیر کو مزین کر دیا گیا تو انہوں نے اللہ ﷻ کی راہ سے روکنا شروع کر دیا۔ (سورۃ الرعد ۱۳ آیت: ۳۳)

علمی نکتہ: اللہ ﷻ نے ہر آدمی کو یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ سوچے اور حق اور باطل کے درمیان تمیز کر سکے۔ جو آدمی اپنی اس فطری صلاحیت کو استعمال کرتا ہے وہ ہدایت پاتا ہے۔ اور جو شخص اس فطری صلاحیت کو استعمال نہیں کرتا وہ ہدایت نہیں پاتا۔

۵: اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو کیا تسلی دی ہے؟ ۵: نبی کریم ﷺ کافروں کی خیر خواہی اور انہیں دوزخ سے بچانے کے سلسلہ میں کافی فکر مند رہتے تھے، گویا آپ ﷺ کافروں کی فکر میں گھلے جا رہے تھے، آپ ﷺ کی ہر وقت یہ کوشش ہوتی تھی کہ کافر ایمان قبول کر لیں اور عذاب سے بچ جائیں، تو اللہ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کی اس خیر خواہی کا ذکر کر کے بار بار آپ ﷺ کو تسلی دی اور اتنی زیادہ فکر نہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے مخالفین کو تنبیہ کرتے ہوئے اور نبی کریم ﷺ کو اطمینان اور تسلی دلاتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ آپ ﷺ کی مخالفت میں جو کچھ کر رہے ہیں چاہے وہ آپ ﷺ کے خلاف کی جانے والی سازشیں ہوں یا منصوبہ بندیاں، اللہ ﷻ ان سب باتوں کو جاننے والا ہے اور وہ ان باتوں کی انہیں سزا بھی دے گا۔

علمی پہلو: جب کوئی حاکم یا صاحبِ اختیار کسی مفسد آدمی سے یہ کہتا ہے کہ میں تمہاری ہر بات سے باخبر ہوں، تو اس کا مطلب صرف اپنے باخبر ہونے کی اطلاع دینا نہیں ہوتا بلکہ در حقیقت ایک تنبیہ ہوتی ہے کہ تم اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو اس کے بعد تم سے بدترین سلوک ہو گا اور تمہارے کرتوتوں کی تمہیں سزا ملے گی۔ یہاں بھی یہی بات فرمائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۹: ۱: اللہ ﷻ نے حیات بعد الموت کو کس مثال سے سمجھایا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم میں اکثر جگہ کھیتی کی مثال دے کر حیات بعد الموت کو سمجھایا ہے کہ جس طرح زمین مُردہ پڑی ہوتی ہے اس میں کوئی گھاس پھونس اور سبزہ نہیں ہوتا۔ پھر جس وقت اللہ ﷻ بارش کے لئے ہوا چلا کر پانی سے بھرے ہوئے بادلوں سے بارش برساتا ہے تو اُس وقت زمین کی رونقیں بحال ہو جاتی ہیں۔ اس میں ہر طرح کی چیز پیدا ہو جاتی ہے یہی حال مُردہ جسموں کا بھی ہوگا کہ اللہ ﷻ موت کے بعد انہیں دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ ۲: زمین کو زندہ کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: زمین کو زندہ کرنے سے مراد اس کو سرسبز کر دینا اور زمین کی موت سے مراد اس کی سبزی و ہریالی کو ختم کر دینا ہے۔ ۳: قیامت کے روز تمام لوگوں کو کیسے زندہ کیا جائے گا؟ ۳: جب اللہ ﷻ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو عرش کے نیچے سے ایک بارش نازل فرمائے گا جو تمام زمین پر برسے گی۔ اس بارش سے تمام مُردہ جسم سبزے کی مانند اپنی قبروں سے نکلیں گے۔ پس جس طرح زمین پانی سے زندہ ہوتی ہے اسی طرح قیامت کے دن مُردے بھی ایک بارش کے پانی سے زندہ ہوں گے۔ سوائے ایک ہڈی کے انسان کے جسم کا ہر حصہ گل جاتا ہے اور وہ ریڑھ کی ہڈی ہے۔ قیامت کے روز سارا جسم اسی سے جوڑا جائے گا۔ (صحیح مسلم اور صحیح بخاری)

آیت نمبر ۱۰: ۱: "عزت سب کی سب اللہ ﷻ کے پاس ہے" کی وضاحت کریں؟ ۱: جو شخص اللہ ﷻ کا جتنا فرماں بردار ہوگا اسی قدر وہ عزت کا حق دار ہوگا۔ اس کے برعکس جو شخص اللہ ﷻ سے جتنا دور ہوگا اسی قدر وہ ذلیل ہوگا، چاہے دنیا میں وہ بظاہر کتنا ہی باعزت اور صاحب ثروت ہو۔

نوٹ: قرآنِ حکیم میں متعدد مقامات پر یہ بات بیان ہوئی کہ عزت دینے کا اختیار صرف اور صرف اللہ ﷻ کے ہاتھ میں ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا "کیا وہ (منافقین) کافروں کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں پس عزت تو ساری کی ساری اللہ ﷻ ہی کے پاس ہے۔ (سورۃ النساء ۴، آیت: ۱۳۹) اسی طرح سورۃ آل عمران، آیت: ۲۶ میں بیان ہوا کہ "آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اے اللہ ﷻ! بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔"

۲: پاکیزہ کلمات سے کیا مراد ہے؟ ۲: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے کلمہ ایمان یعنی کلمہ طیبہ ہی مراد لیا ہے اور اس کے ساتھ قرآن و سنت کے وہ تمام کلمات طیبات بھی جو اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات ہیں۔ لہٰذا ہر اچھی بات اور اچھا عمل، اللہ ﷻ کا ذکر، دعا، تلاوتِ قرآن، تعلیم و تربیت اور دعوتِ حق وغیرہ سب "کلم الطیب" میں داخل ہیں۔

علمی نکتہ: اس آیت میں کلام کے ساتھ "طیب" کا لفظ آیا ہے طیب اسے کہا جاتا ہے جس سے انسان کے حواس بھی لذت یاب ہوں اور نفس بھی۔ شریعت کی رو سے "الطعام الطیب" اس کھانے کو کہا جائے گا جو حلال اور جائز طریقے سے حاصل کیا جائے۔ جس کی ظاہری شکل بھی خوبصورت ہو اور مزہ بھی خوب ہو۔

۳: پاکیزہ کلمات اور نیک کام اوپر اٹھائے جانے سے کیا مراد ہے؟ ۳: بندہ جب اپنے رب ﷻ کو یاد کرتا ہے تو فرشتے ان کلمات ذکر کو لے کر اللہ ﷻ تک پہنچاتے ہیں۔ اس کی وضاحت میں تین باتیں ہیں: i۔ عمل صالح کلم الطیب (پاکیزہ بات) کو بلند کرتا ہے۔ کوئی کلمہ اپنی جگہ کتنا پاکیزہ ہو، اعلیٰ درجہ میں قبول اسی وقت ہوتا ہے جب اس کے ساتھ عمل بھی نیک ہو، یعنی عمل کا نیک ہونا کلم الطیب کی اعلیٰ درجہ کی قبولیت کے لئے شرط ہے۔ نیک عمل وہ ہے جو خالص اللہ ﷻ کے لئے ہو اور سنتِ رسول ﷺ اور عملِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مطابق ہو اور بسا اوقات انسان کلم الطیب کہتا ہے جس کا اجر اس کو ملتا ہے مگر اعلیٰ درجہ کی قبولیت نہیں ملتی اگر اس کے ساتھ عملِ صالح بھی ہوتا تو اجر کہیں سے کہیں پہنچ جاتا۔ ii۔ پاکیزہ کلمات عمل صالح کو بلند کرتے ہیں۔ یہ اس صورت میں ہے کہ کلم الطیب سے مراد "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہو، یعنی ایمان اور کلمہ توحید کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں، جیسا کہ سورۃ النحل ۱۶، آیت: ۹۷ میں فرمایا گیا: "جو بھی نیک عمل کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یقیناً ہم اسے ضرور زندگی بخشیں گے، پاکیزہ زندگی۔" iii۔ جو بھی عمل صالح ہے اللہ ﷻ اس کو بلند فرماتا ہے، یعنی اسے قبول فرما کر اس کی جزا عطا فرماتا ہے۔ یہاں پر یہ تینوں معنی یہاں مراد ہو سکتے ہیں۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ اللہ ﷻ کی عظمت کا جو ذکر کرتے ہو، یعنی تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰهِ)، تہلیل (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) اور تحمید

(اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے الفاظ کہتے ہو، وہ عرش کے اِرد گرد چکر لگاتے ہیں۔ ان کی ایسی بھنبھناہٹ ہوتی ہے جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ وہ اپنے کہنے والے کا (اللہ ﷻ کے دربار میں) ذکر کرتے ہیں، کیا تم نہیں چاہتے کہ (اللہ ﷻ کے دربار میں) تمہارا ذکر ہوتا رہے؟" (سنن ابن ماجہ، مسند احمد)

علمی نکتہ: مکر کا معنی ہے چال، خفیہ تدبیر۔ اکثر بُری چال کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں جہاں اس لفظ کی نسبت اللہ ﷻ کی طرف کی گئی ہے وہاں اس کا معنی خفیہ تدبیر ہو گا۔

۴: بُری چالیں چلنے والوں سے کون مراد ہے؟ ۴: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کلم الطیب کے بجائے باطل اور خبیث باتیں لے کر اٹھتے ہیں اور مکاریوں اور چالاکیوں سے انہیں غالب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ۵: مکر و سازش کرنے والے بُرے لوگوں کا کیا انجام ہو گا؟

۵: جو لوگ اسلام کے خلاف مکر و فریب اور سازشیں کر رہے ہیں ان کو سخت عذاب ہو گا اور ان کا مکر خود ہی نیست و نابود ہو جائے گا۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: یہاں کن مراحل کا ذکر ہے؟ ۱: انسان کی تخلیق کے مراحل کا مختصراً ذکر ہے۔

۲: انسانی تخلیق کے کن مراحل کا بیان ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے کمال قدرت سے سب انسانوں کے جدِ امجد حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر قطرۂ آب (انسانی نطفہ) سے سلسلۂ نسل جاری فرمایا اور پھر انسانوں میں نر و مادہ کو پیدا فرمایا یعنی مرد اور عورت کے جوڑے بنائے۔

سائنسی تحقیق: کائنات میں تمام جانداروں یعنی جانوروں حتیٰ کہ پودوں کے بھی جوڑے نر اور مادہ کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔

۳: انسان کی عمر کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۳: انسانوں میں سے کون طویل عمر پائے گا، کون کم عمر میں فوت ہو جائے گا اور کس کو کب موت آئے گی۔ اس بارے میں تمام فیصلے اللہ ﷻ کے ہاں پہلے سے طے شدہ ہیں۔

علمی نکتہ: ساری مخلوق کے متعلق اللہ ﷻ کا علم اس قدر وسیع ہے کہ جو بچہ بھی اس دنیا میں آنے والا ہے اس کے متعلق اللہ ﷻ کو خوب معلوم ہے کہ وہ کیا ہے؟ کیسا ہے؟ اس کی عمر کتنی ہو گی؟ اور اس کو کتنا رزق دیا جائے گا؟ ان تمام باتوں کا حساب اور علم رکھنا اللہ ﷻ کے لئے انتہائی آسان ہے اور اس میں اس ذات پاک کے لئے کوئی دشواری نہیں ہے کیونکہ ایک ایک بات لوحِ محفوظ میں لکھ دی گئی ہے۔

عملی پہلو: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت اور عمر میں زیادتی ہو تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے یعنی اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی)

علمی نکتہ: جن احادیث میں بعض اعمال کے متعلق یہ آیا ہے کہ ان سے عمر بڑھ جاتی ہے، اس سے مراد عمر میں برکت کا زیادہ ہو جانا ہے۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی قدرت کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے اپنی قدرت کو بیان فرمایا ہے کہ اس نے دو قسم کے سمندر پیدا فرمائے ہیں، دیکھنے میں دونوں ساتھ ساتھ چل رہے ہوتے ہیں لیکن آپس میں ملتے نہیں۔ لیکن ایک کا پانی میٹھا اور شیریں ہے اور دوسرے کا پانی نمکین اور کھارا ہے۔ ۲: دونوں قسم کے سمندروں میں اللہ ﷻ نے ہمارے لئے کیا فائدے رکھے ہیں؟ ۲: دونوں قسم کے سمندروں میں اللہ ﷻ نے ایسی مچھلیاں پیدا فرمائی ہیں جو کھانے میں بہت لذیذ ہوتی ہیں اور قیمتی پتھر پیدا ہوتے ہیں جنہیں زینت کے لئے بطور زیور استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ ﷻ نے ان سمندروں کا پانی ایسا بنایا ہے کہ ان میں کشتیاں نہیں ڈوبتیں اور سہولت کے ساتھ تیرتی ہوئی ایک علاقے سے دوسرے علاقے چلی جاتی ہیں۔ وہ کشتیاں انسانوں کے لئے رزق تلاش کرنے کا سبب اور ذریعہ بنتی ہیں۔ ۳: اللہ ﷻ کا فضل تلاش کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کا فضل تلاش کرنا قرآنِ حکیم کی اصطلاح ہے جس سے مراد تجارت وغیرہ کے ذریعے روزی کمانا ہے۔ اس اصطلاح میں اس طرف اشارہ ہے کہ انسان کو جو روزی ملتی ہے، ظاہری اعتبار سے انسان اسے اپنی قوت بازو کا کمال سمجھتا ہے، لیکن در حقیقت وہ اللہ ﷻ کا فضل ہے اگر یہ شامل حال نہ ہو تو کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اکثر بڑی بڑی تجارتیں جہازوں کے ذریعے ہوتی ہیں۔ ان سے جو منافع حاصل ہوتا ہے وہ بھی اللہ ﷻ کا فضل ہے۔

عملی پہلو: یہ نعمتیں اللہ ﷻ نے اس لئے دی ہیں تاکہ اس کے بندے ان سے فائدہ اٹھائیں اور اس کا شکر ادا کریں۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: دن اور رات کو ایک دوسرے میں داخل کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ۱: دن اور رات کو ایک دوسرے میں داخل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ﷻ ایک کو کم کر دیتا ہے اور دوسرے کو بڑھا دیتا ہے۔ جیسے موسم گرما میں رات دونوں طرف سے کم ہو کر دن میں داخل ہو جاتی ہے جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے اور موسم سرما میں رات بڑی ہو جاتی ہے اور دن دونوں طرف سے کم ہو کر رات میں داخل ہو جاتا ہے جس سے دن چھوٹا ہو جاتا ہے اور رات بڑی ہو جاتی ہے۔ یہ سب اس کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ ۲: سورج اور چاند کو مسخر کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے سورج اور چاند کو اپنے حکم کے تابع بنایا کہ وہ ہر وقت اس کے حکم کے سامنے سر جھکائے رہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے مقررہ وقت تک یعنی قیامت تک اسی طرح گردش کرتا رہے گا اور اپنے مقررہ وقت پر طلوع اور غروب ہوتا رہے گا۔

علمی نکتہ: زمین، سورج، چاند، ستارے سب کے سب گردش میں ہیں۔ یہ ساری گردش حیرت انگیز طور پر نہایت نظم اور باقاعدگی کے ساتھ ہو رہی ہے، نہ ان میں ٹکراؤ ہوتا ہے اور نہ رفتار میں کوئی فرق پڑتا ہے۔ زمین کی گردش سورج کے گرد اور اپنے محور کے اوپر اتنی صحیح ہے کہ صدیوں کے اندر بھی اس میں ایک سکینڈ کا فرق نہیں آتا۔ ماہرین فلکیات کے اندازے کے مطابق اکثر خلائی گردش کے دوران ایک پورا کہکشائی نظام، جو اربوں ستاروں پر مشتمل ہوتا ہے، دوسرے کہکشائی نظام میں حرکت کرتا ہوا داخل ہوتا ہے اور پھر اس سے نکل جاتا ہے۔ مگر باہم کسی قسم کا ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا۔ اس عظیم اور حیرت انگیز نظام کو دیکھ کر عقل تسلیم کرتی ہے کہ یہ اپنے آپ قائم نہیں ہے بلکہ کوئی غیر معمولی طاقت ہے جس نے اس عظیم الشان نظام کو قائم کر رکھا ہے"۔ وہ طاقت اللہ ﷻ کی قدرت ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی معبود ہونے کے لائق نہیں۔

۳: قطمیر کا کیا معانی ہے؟ یہاں اس لفظ کے استعمال کی کیا حکمت ہے؟ ۳: قطمیر باریک جھلی جو کھجور کے گودے اور گٹھلی کے درمیان ہوتی ہے۔ یہاں اس سے مراد حقیر چیز ہے۔

نوٹ: عرب میں کھجور عام پائی جاتی تھی بلکہ یہ ان کی عمومی غذا تھی، جو صبح شام اُن کے سامنے ہوتی تھی اور قرآنِ حکیم میں عموماً اُن چیزوں کی مثالیں دی جاتی ہیں جن سے لوگ واقف ہوتے ہیں تاکہ بات کو اچھی طرح اس مثال کے ذریعے سمجھ سکیں۔ چنانچہ کسی حقیر چیز کا ذکر کرنے کے لئے قرآنِ حکیم میں کھجور کی جھلی کے لئے لفظ قِطْمِیر استعمال ہوا ہے۔

۴: اللہ ﷻ کے مقابلے میں باطل معبود کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ ۴: اللہ ﷻ جس کی قدرت کے کرشمے سب کے سامنے ہیں وہ خالق و مالک ہے اور اسی کی بادشاہت ہے۔ اس کے سوا جن باطل معبودوں کو پکارا جاتا ہے اور اُن کی عبادت کی جاتی ہے، وہ تو ادنیٰ اختیار بھی نہیں رکھتے۔ وہ ایسے حقیر و ذلیل ہیں کہ کھجور کی گٹھلی پر جو باریک سی جھلی ہوتی ہے وہ اس کے بھی مالک نہیں۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: باطل معبودوں کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۱: مشرکین کے بنائے ہوئے یہ معبود عاجز و بے بس ہیں۔ کسی کی پکار سننے اور جواب دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ روزِ قیامت یہ شفاعت تو درکنار بلکہ ان کے شرک کا انکار کر دیں گے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ وہ رب ہے جو ظاہر و باطن، جلی و خفی ہر چیز سے خوب باخبر ہے۔ اب مشرکین کو یہ خود ہی سوچ لینا چاہیئے کہ کوئی اور ایسی ہستی ہے جو اس خبیر و علیم کی طرح حقائق اور صداقتوں سے انہیں اس طرح آگاہ کر سکے۔ ہرگز نہیں۔ لہٰذا انہیں اللہ ﷻ کے ساتھ شرک سے باز آنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: اللہ ﷻ نے انسانوں کو کس حقیقت سے آگاہ کیا ہے؟ ۱: اپنے وجود اور بقا میں ہر چیز اللہ ﷻ کی طرف محتاج ہے بالخصوص انسان کے متعلق فرمایا "اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔"

(سورۃ النساء ۴، آیت: ۲۸) دوسری جگہ فرمایا: "اللہ ﷻ ہی ہے جس نے تم کو کمزوری کی حالت سے پیدا کیا۔" (سورۃ الروم ۳۰، آیت: ۵۴)

۲: اللہ ﷻ کی کن صفات کا ذکر ہے؟ ۲: اللہ ﷻ بے نیاز اور غنی ہے۔ سب مخلوق اس کی محتاج ہے۔ اللہ ﷻ ہی ان کی ضروریات پوری فرماتا ہے اور ان کو اپنے انعام اور اکرام سے نوازتا ہے، اس کی کوئی حاجت نہیں جو مخلوق کو پوری کرنا ہو، اپنی ذات میں وہ خود محمود ہے، کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے، مگر حمد (شکر و تعریف) کا استحقاق اسی کو پہنچتا ہے۔ اس لئے وہ لائق حمد اور ستائش ہے۔

علمی نکتہ: اللہ ﷻ کی ان دونوں صفات کو ایک ساتھ اس لئے لایا گیا ہے کہ محض غنی تو وہ بھی ہو سکتا ہے جو اپنی دولت مندی سے کسی کو نفع پہنچائے۔ اس صورت میں وہ غنی تو ہو گا مگر حمید نہ ہو گا۔ حمید وہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ وہ کسی سے خود تو کوئی فائدہ نہ اٹھائے مگر اپنی دولت کے خزانوں سے دوسروں کو ہر طرح کی نعمتیں عطا کرے۔ جبکہ اس دنیا میں ہر شخص کی دوسرے سے کوئی نہ کوئی امید اور غرض وابستہ ہوتی ہے خواہ وہ اچھی ہو یا بُری۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: اللہ ﷻ کی بے نیازی اور قادر مطلق ہونے کی دلیل کیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی بے نیازی اور قادر مطلق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو موجودہ انسان اور جنّات کو نافرمانیوں کی وجہ سے اس دنیا سے فنا کر دے اور ان کی جگہ کسی اور مخلوق کو لے آئے جو ان سے بہتر ہو اور یہ کام اللہ ﷻ کے لئے نہایت ہی آسان ہے۔ ۲: نئی مخلوق سے کون مراد ہے؟ ۲: ایسی مخلوق جو اللہ ﷻ کی اطاعت گزار ہو اور اس کی نافرمانی نہ کرے۔

عملی پہلو: ہمیں ہر وقت اللہ ﷻ کی فرماں برداری میں رہنا چاہیئے اور دی گئی مہلت کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی نجات کی فکر کرنی چاہیئے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پہلی قوموں کی طرح خدانخواستہ ہم پر بھی اللہ ﷻ کا کوئی عذاب آجائے۔ جیسا کہ اللہ ﷻ کا ابتدائے نوعِ انسانی سے یہی دستور رہا ہے کہ وہ نافرمان اور سرکش قوموں کو نیست و نابود کر کے ان کی جگہ دوسری قومیں لا آباد کرتا رہا ہے۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: اللہ ﷻ کے کس اختیار کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ مخلوق پر ہر حکم کو نافذ کرنے کا پورا اختیار اور غلبہ رکھتا ہے۔ اللہ ﷻ کی طرف سے جب کسی کو سزا دینے کا فیصلہ صادر ہوتا ہے تو ساری کائنات میں کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو اس کا ہاتھ پکڑ سکے اور اس کے فیصلے کو نافذ ہونے سے روک سکے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: قیامت کے دن کی کس کیفیت کا ذکر ہے؟ ۱: قیامت کے دن نفسا نفسی کا عالم ہو گا۔ ہر کوئی اپنی ہی فکر میں لگا ہو گا۔

۲: گناہوں کے بوجھ تلے دبا ہوا آدمی اس دن کیا تمنا کرے گا؟ ۲: میدانِ حشر میں اگر کوئی گناہگار اپنے گناہوں کے بوجھ کو ناقابلِ برداشت پا کر اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو بھی مدد کے لئے پکارے گا تو وہ بھی بیگانوں کی طرح اس کے قریب سے گزر جائے گا اور اس کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔

نوٹ: ابی رمثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک روز گیا جب مجھ پر آپ ﷺ کی نظر پڑی تو آپ ﷺ نے میرے والد سے پوچھا کیا یہ لڑکا تمہارا بیٹا ہے؟ میرے والد نے جواب دیا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ باپ بیٹے کا تعلق دنیا ہی دنیا کا ہے، آخرت میں نہ بیٹا باپ کے کچھ گناہ بٹا سکتا ہے نہ باپ بیٹے کے۔ یہ فرما کر پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور بیہقی)

نوٹ: اسی طرح آپ ﷺ کا وہ فرمان مشہور ہے جو حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے نصیحت کے طور پر فرمایا تھا کہ جو شخص گناہ کرے گا اس گناہ کا وبال خود اسی کی جان پر ہے گناہوں کے بٹانے میں اولاد کوئی کام نہیں آئے گی۔ (مسند امام احمد، جامع ترمذی، سنن نسائی اور ابن ماجہ)

۳: بلانے پر بوجھ نہ اُٹھانے کا ذکر الگ کیوں کیا گیا ہے؟ ۳: بلانے پر بھی بوجھ نہ اٹھانے کا ذکر الگ اس لئے فرمایا کہ عرب کے ہاں معروف تھا کہ جب کوئی تمہیں مدد کے لئے بلائے تو ہر صورت اس کی مدد کرو۔ اس لئے یہاں فرمایا گیا کہ وہاں بلانے پر بھی کوئی مدد نہیں کرے گا۔

نوٹ: یہ مضمون قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر بیان ہوا ہے کہ "کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا" مثلاً سورۃ لقمان ۳۱، آیت: ۳۳، سورۃ عبس ۸۰، آیات: ۳۳ تا ۳۷، سورہ انعام ۶، آیت: ۱۶۴، سورہ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۱۵ وغیرہ۔

علمی نکتہ: جس شخص نے دوسروں کو گمراہ کیا ہو گا، وہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ دوسروں کو گمراہ کرنے کے گناہ کا بھی بوجھ اُٹھائے گا۔ جیسا کہ سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت: ۱۳ میں بیان ہوا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے اس سے نہ تو گمراہ لوگوں کا بوجھ کم ہو گا اور نہ ہی گمراہ کرنے والوں کے اپنے گناہ میں کوئی کمی واقع ہو گی

کیونکہ دوسروں کی گمراہی کا بوجھ ان پر اس لئے ڈالا جائے گا کہ درحقیقت دوسروں کو گمراہ کرنے کا یہ سنگین گناہ انہی لوگوں کا تھا۔ جس کے سبب اس گناہ کا بوجھ انہیں روزِ قیامت اُٹھانا پڑے گا۔

۴: پیغام حق سے کون لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں؟ ۴: **پیغام حق سے مستفید ہونے کے لئے بنیادی شرائط:** نبی کریم ﷺ کی دعوت و تبلیغ سے مستفید وہی لوگ ہوں گے جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہوں اور اعمال صالح کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی عقل و فکر، سمع و بصر اور قلب و نظر کی صلاحیتوں سے صحیح فائدہ اٹھاتے ہیں اور پیغام حق و ہدایت کو قبول کر کے اپنے باطن کو ایمان و یقین کے نور سے منور کرتے ہیں۔

عملی پہلو: جو کوئی قرآنِ حکیم اور آپ ﷺ کی سنت پر عمل کرتا ہے اور گناہوں کی نجاست سے توبہ کر کے پاک ہوتا ہے تو اس کا آپ ﷺ یا اللہ ﷻ پر کچھ احسان نہیں، اس کے پاک ہونے کا فائدہ خود اسی کو ہے۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: اندھے اور دیکھنے والے سے کون مراد ہے؟ ۱: اندھے سے کافر اور دیکھنے والے سے مومن مراد ہے۔

۲: مومن اور کافر کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے مومن و کافر کے درمیان فرق بیان فرمایا ہے کہ جس طرح اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح کافر و مومن برابر نہیں ہو سکتے۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: تاریکی اور روشنی سے کیا مراد ہے؟ ۱: تاریکی اور روشنی سے کفر و ایمان کی مثال سمجھائی گئی ہے کہ اندھیروں سے مراد کفر ہے نور سے مراد ایمان ہے۔

علمی نکتہ: باطل اور کفر کی صورتیں اور اس کی راہیں بے شمار ہیں، اس لئے اس کے لئے جمع کا لفظ "الظُّلُمٰتُ" استعمال فرمایا گیا، جب کہ حق ایک ہے اور ایمان کا راستہ بھی ایک ہی ہے، اس لئے اس کے لئے لفظ "النُّوْرُ" واحد استعمال فرمایا گیا۔

عملی پہلو: جن لوگوں نے نور حق و ہدایت سے منہ موڑ رکھا ہے انہوں نے گویا اپنی آنکھوں کو پھوڑ دیا اور اپنی صلاحیتوں کو برباد کر دیا ہے۔ ایسے لوگوں کے دلوں میں نور حق و ہدایت نہیں اُتر سکتا۔ سورۃ النمل ۲۷ کی آیات ۸۱:۸۰ اور ۸۲ میں آپ ﷺ سے یہی فرمایا گیا کہ ایسے (دل کے) مُردوں اور بہروں کو آپ ﷺ نہیں سنا سکتے جب وہ پیٹھ دے کر پھر جائیں۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: سائے اور سخت گرم ہوا سے کیا کیا مراد لیا جا سکتا ہے؟ ۱: حق و باطل، ثواب و عذاب، جنت اور جہنم، نیکی کی ٹھنڈک اور گناہ کی تپش یہ سب مراد لیئے جا سکتے ہیں۔ یہ سب متضاد صفات ہیں۔

۲: متضاد صفات کے ذکر سے کیا بات سمجھائی جا رہی ہے؟ ۲: جس طرح یہ سب صفات برابر نہیں ہو سکتیں اسی طرح حق کے راستے پر چلنے والے اور جہالت کے اندھیروں میں بھٹکنے والے کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ دونوں کا انجام بھی یقیناً مختلف ہو گا۔

فکری پہلو: ہمیں سوچنا چاہیئے کہ ایمان کا حاصل رحمت کا سایہ اور کفر و شرک کا انجام جھلساتی لُو ہے۔

عملی پہلو: جب تمام اشیا کے مراتب اور ان کے درمیان امتیاز اور ان کی متضاد صفات و نتائج خوب واضح ہو گئے ہیں، تو ایک دور اندیش اور عقل مند شخص کو اپنے لئے وہی چیز منتخب کرنی چاہیئے جو بہتر اور ترجیح دیئے جانے کی مستحق ہے۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: زندہ اور مُردہ لوگوں کی مثال سے کیا بات سمجھائی گئی ہے؟ ۱: زندہ سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جن کے دل اور ضمیر زندہ ہیں۔ جو بدی کو بدی ہی سمجھتے ہیں اور نیکی کی راہ کے متلاشی رہتے ہیں۔ پھر اس پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں۔ مُردہ سے مراد مردہ دل لوگ یا کافر ہیں۔ ان کے ضمیر اور ان کے دل اس قدر مر چکے ہیں کہ ہدایت کی بات ان کے دل تک پہنچتی ہی نہیں۔ نہ وہ اسے سننا گوارا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کو نصیحت کرنا بے سود ہے۔

۲: کسے دعوت حق نہیں سنائی جاسکتی؟ ۲: جو قبروں میں ہیں۔ ۳: یہاں قبروالوں سے کون مراد ہیں؟ ۳: یہاں قبروالوں سے مراد کفار ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ ان مُردوں کو نہیں سنا سکتے اسی طرح ان زندہ کافروں کو بھی نہیں سنا سکتے جن کی کیفیت مُردوں جیسی ہو۔

علمی نکتہ: سنانے سے مراد وہ سنانا ہے جو مفید و موثر اور نافع ہو، جبکہ یہاں کفار کو مُردوں سے تشبیہ دے کر بتلادیا کہ جس طرح مُردے کو سنانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا تو یہاں پر ان کفّار کو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ وہ آپ ﷺ کی بات سنتے ہی نہیں کیونکہ ان کے دلوں پر کفر اور جہالت کی مہر لگ چکی ہے۔

فکری پہلو: سوچیے کہ جب ایک زندہ اور مردہ برابر نہیں ہوسکتے تو ایک مومن اور کافر کیسے برابر ہوسکتے ہیں۔

عملی پہلو: ہمیں چاہیئے کہ اپنے من کا جائزہ لیں کہ اللہ ﷻ کے احکامات پر بخوشی عمل کرتے ہیں تو ہم زندہ لوگوں سے ہیں اگر ہم اللہ ﷻ کے حکم کو نظر انداز کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہمیں ڈرنا چاہیئے کہ ہمارا شمار قرآنِ حکیم کے الفاظ میں مردہ لوگوں میں نہ ہوجائے۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو کیا تسلی دی ہے؟ ۱: آپ ﷺ کی ذمہ داری صرف لوگوں کو اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرانے کی ہے۔ انہیں ہدایت دینا اللہ ﷻ کا کام ہے۔ نہ ماننے والے کفار کے متعلق آپ ﷺ سے سوال نہ ہوگا کہ یہ ایمان کیوں نہ لائے۔ اس لئے آپ ﷺ ان کے ایمان نہ لانے پر اس قدر رنجیدہ اور غم زدہ نہ ہوں۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: حق سے کیا مراد ہے؟ ۱: حق سے مراد اللہ ﷻ کی نازل کردہ شریعت ہے۔ ۲: اس آیت میں رسولوں کی کیا ذمہ داری بیان کی گئی ہے؟ ۲: اہل ایمان کو اللہ ﷻ کی رضامندی یعنی جنت کی خوشخبری دینا اور نافرمانوں کو عذابِ جہنم سے ڈرانا۔

علمی نکات: i۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کے لئے بشارت اور تسلی ہے کہ تبلیغ و دعوت کے حوالے سے آپ ﷺ کی ذمہ داری لوگوں کو دعوت دینا اور انہیں آنے والے خطرے سے آگاہ کردینا ہے۔ لوگوں سے زبردستی حق منوالینا آپ ﷺ کے ذمہ نہیں ہے۔ ii۔ یہاں اللہ ﷻ نے لوگوں پر اپنی رحمت کا اور اپنے فضل کا بیان فرمایا ہے کہ اس نے لوگوں کو اندھیروں میں بھٹکتا ہوا نہیں چھوڑا کہ ان کے لئے صحیح اور غلط راستے کی نشاندہی کرنے والے نہ ہوں، بلکہ اس سے پہلے جو قوم بھی گزری، اللہ ﷻ نے اس کی طرف کوئی نہ کوئی ڈرانے والا ضرور بھیجا، خواہ وہ نبی یا رسول علیہ السلام ہو، خواہ ان کا نائب ہو یا پھر دین کا کوئی عالم اور مبلغ ہو جس کے ذریعے سے رسول علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت کی باتیں لوگوں تک پہنچ جائیں۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو کیا تسلی دی؟ ۱: اگر کفار آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ ﷺ سے پہلے بہت سے انبیاء ورسل علیہم السلام کو ان کی قومیں جھٹلا چکی ہیں، حالانکہ وہ ان کے پاس بہت واضح معجزات، صحیفے اور کتابیں لے کر آئے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ ان کے جھٹلانے کی بالکل پرواہ اور فکر نہ کیجیے۔

علمی نکتہ: بینات کا لفظ معجزات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور ایسے دلائل کے لئے بھی جن سے نبی علیہ السلام اپنی نبوت کا ثبوت پیش کریں۔

علمی نکتہ: صحیفے اللہ ﷻ کی طرف سے نازل شدہ احکام ہیں جو عام طور پر نصیحتوں اور اخلاقیات پر مشتمل ہوتے تھے۔ تورات کے نزول سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام پر صحائف ہی نازل ہوتے رہے۔ سورۃ الاعلیٰ کی آخری آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحائف کا ذکر ہے۔

۲: کتابِ منیر سے کیا مراد ہے؟ ۲: کتابِ منیر سے مراد وہ مفصل کتب الٰہیہ ہیں جو زندگی کے ہر پہلو میں انسان کو روشنی مہیا کرتی ہیں۔ مثلاً ماضی میں تورات اور اب قرآنِ حکیم۔ ۳: زُبُر اور کِتاب میں کیا فرق ہے؟ ۳: زبر اور کتاب میں فرق: i۔ "زُبُر" جمع ہے "زبور" کی۔ اس کے لغوی معنی جھڑکنے کے آتے ہیں اور ان کو زبور اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں لوگوں کو باطل کی طرف جانے سے روکا جاتا ہے۔ جن میں زیادہ تر اخلاق و آداب اور وعظ و نصیحتیں ہوتی تھیں جیسے زبورِ داؤد (علیہ السلام)، صحفِ ابراہیم (علیہ السلام) وغیرہ۔

کتاب سے مراد ایسی کتابیں ہیں جن میں احکام شریعت کا بیان ہوتا ہے۔ مثلاً تورات اور قرآن حکیم وغیرہ۔ ii۔ صحیفہ مختصر ہوتا ہے اور کتاب تفصیلی۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ ۱: اللہ ﷻ نے انھیں سخت عذاب میں پکڑ لیا۔

علمی و عملی پہلو: قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر سابقہ قوموں کے عبرت ناک انجام کا ذکر کر کے موجودہ لوگوں کو ڈرایا گیا ہے۔ ان آیات کا ایک مقصد تو رسول اللہ ﷺ کو تسلی اور تشفی دینا تھا۔ اور دوسرا موجودہ کافروں اور نافرمانوں کو یہ بتانا کہ مہلت مل جانے سے بے فکر نہ ہو جائیں۔ اپنے وقت معین پر عذاب کا آنا قطعی ہے۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: کس چیز پر غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے؟ ۱: اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کی نشانی پانی پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے آسمان سے بارش نازل فرمائی۔ جس سے سب فیض یاب ہوتے ہیں۔ ۲: آسمان سے برسنے والے پانی کا کیا فائدہ ہے؟ ۲: اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے درخت نکالے، پھر ان درختوں پر پھل لگائے، ان پھلوں کی اقسام بھی بہت ہیں اور رنگ اور ذائقے بھی مختلف ہیں حالانکہ پانی ایک ہی پہنچتا ہے مگر انواع واقسام رنگ اور ذائقے مختلف ہیں فتبارك الله احسن الخالقين۔

فکری پہلو: ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت سے ایک ہی پانی کے ذریعہ مختلف اقسام کے پھل پیدا فرمائے ہیں۔ جن کے رنگ، ذائقے، اور خوشبوئیں ایک دوسرے سے کس قدر الگ تھلگ ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اعلیٰ تخلیق کی طرف دعوتِ فکر دیتے ہیں۔

نوٹ: یہ بات دوسرے مقام پر یوں بیان ہوئی "اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے مختلف ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت کئی تنوں والے اور ایک تنے والے، جنھیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے پھل میں بعض کو بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔" (سورۃ الرعد ۱۳، آیت: ۴)

علمی نکتہ: بارش میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے بے شمار فائدے رکھے ہیں۔ جن میں سب سے بڑا فائدہ اناج، پھل اور سبزیوں کی پیداوار ہے۔ اس کے علاوہ سب جاندار پینے اور دیگر ضروریات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

نوٹ: میٹھے پانی کے فوائد پر تفصیلی نوٹ مطالعہ قرآنِ حکیم رہنمائے اساتذہ حصہ سوم سورۃ الملک ۶۷ کی آیت: ۳۰ اور سورۃ الواقعہ ۵۶ آیات: ۶۹، ۷۰ کے نکات میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳: پہاڑوں کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۳: پہاڑوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کار فرما نظر آتی ہے۔ کہیں خشک، مٹیالے اور سیاہ پہاڑ ہیں اور کہیں پہاڑوں پر بلند و بالا درخت اور سبزہ ہے جو نہایت خوش نما منظر پیش کر رہا ہے۔ کہیں نمک کا پہاڑ ہے اور کہیں سنگ مرمر کا پہاڑ ہے۔ پھر ایک ہی پہاڑ میں کہیں سیاہ دھاریاں دور تک چلی گئی ہیں اور کہیں سفید ہیں اور کہیں سرخ۔ پھر ان سب ٹکڑوں کی تاثیر بھی الگ ہے۔ ان سے مختلف قسم کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

۴: جُدَدٌ سے کیا مراد ہے؟ ۴: یہ جدۃ کی جمع ہے۔ جدہ راستہ اور حصہ کو کہا جاتا ہے بعض پہاڑوں میں سرخ، سفید اور دیگر رنگتوں کا ایک سلسلہ چلا ہوا ہوتا ہے جو دور دور تک چلتا ہے جو گھاٹی کہلاتا ہے۔ یہ قدرت خداوندی کا شاہکار ہے۔

علمی نکتہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جُدَدٌ کی تفسیر معلوم کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس سے پہاڑوں کے راستے مراد ہیں، بنی آدم پہاڑوں پر چڑھتے ہیں، ان کے راستوں میں سفر کرتے ہیں، منافع حاصل کرتے ہیں۔

۵: غرابیب کا کیا مطلب ہے؟ ۵: غرابیب جمع ہے غِرْبِیْب کی، جو بہت زیادہ سیاہ ہو عربی میں اسے غِرْبِیْب کہا جاتا ہے، اور سُوْدٌ کا لفظ اَسْوَدُ کی جمع ہے جو سیاہ کے معنی میں آتا ہے، دونوں لفظوں کو ملا کر مبالغہ کا معنی پیدا ہو جاتا ہے یعنی انتہائی سیاہ رنگ۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: اللہ تعالیٰ کی کس قدرت کا بیان ہے؟ ۱: نباتات و جمادات کی طرح انسانوں، جانداروں اور چوپایوں میں بھی انواع و اقسام اور رنگوں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر گواہ ہے۔ ۲: اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت کس بات کی دلیل ہے؟ ۲: اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی بنائی اس کے مختلف نمونے پیش

فرما دیے تاکہ ان کو دیکھ کر ذہن اللہ ﷻ کی طرف منتقل ہو کہ کوئی ایک ہی بلند و برتر ہستی موجود ہے جس کی تخلیق کا یہ عظیم الشان شاہکار ہیں۔ گویا یہ سب نباتات، جمادات، انسان اور حیوان اللہ ﷻ کی وحدانیت پر دلیل ہیں۔

۳: چوپائے اور جانور ایک دوسرے سے کس لحاظ سے مختلف ہیں؟ ۳: جانور اور مویشی اپنے قد و قامت، عادات و اطوار، رجحانات، خدمات اور انہیں انجام دینے کی صلاحیتوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

نوٹ: انسان بھی شکل و صورت، سیرت و کردار، مزاج اور طبیعت، عادات و اطوار اور صلاحیتوں اور خوبیوں کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

علمی و فکری پہلو: سب مخلوق میں یہ حیرت انگیز اختلاف جو بے شمار اقسام و انواع اور رنگوں پر مشتمل ہے، کیا اس بات کو سمجھانے کے لئے کافی نہیں کہ اس کائنات کو چلانے والا اس کائنات کا خالق و مالک تنہا اور واحد ہے اور اس کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں۔

۴: اللہ ﷻ کا خوف رکھنے والے لوگ کون ہیں؟ ۴: اہل علم یعنی علماء کرام۔ ۵: علماء سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۵: علماء سے مراد اللہ ﷻ کی معرفت رکھنے والے لوگ ہیں یعنی جو لوگ خدا شناس ہوتے ہیں وہ اللہ ﷻ کی عظمت کے تصور ہی سے کانپ اٹھتے ہیں۔ ہر طرف پھیلی ہوئی اللہ ﷻ کی نشانیوں کو جب وہ آنکھیں کھول کر دیکھتے ہیں تو ان کو اس کی صفات کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔

علمی نکتہ: اصل علم وہ ہے جس سے اللہ ﷻ کی خشیت پیدا ہو۔ دین کا علم بھی خشیتِ الٰہی پیدا کرتا ہے نیز کائنات کے عجائبات سامنے آنے پر اللہ ﷻ کی عظمت کا یقین گہرا ہو جاتا ہے اور اس سے خشیتِ الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے۔

۶: حقیقی علم کی کیا خصوصیت ہے؟ ۶: اللہ ﷻ کی عظمت اور صفات کا صحیح اور حقیقی علم خشیت الٰہی پیدا کرتا ہے۔ جو شخص اس علم میں جتنی ترقی کرتا ہے اتنا ہی زیادہ وہ اللہ ﷻ سے ڈرنے والا ہوتا ہے۔

عملی پہلو: اگر ایک انسان کو خشیت خداوندی نصیب ہوئی ہے تو اس کے لئے یہی علم کافی ہے۔ اگر کوئی شخص خود پسندی، غرور و تکبر میں مبتلا ہے تو وہ جاہل کی طرح ہے، خواہ وہ بہت علم رکھتا ہو۔

علمی نکتہ: انسان کے دل میں اگر ایمان موجود ہے تو اس کے اندر لازماً خوفِ خدا بھی ہوگا۔ پھر جس قدر اس کے علم میں اضافہ ہوگا اور اس کی معلومات بڑھیں گی اسی قدر اس کے دل میں اللہ ﷻ کی عظمت اور خوفِ الٰہی بھی بڑھتا چلا جائے گا۔ اگر کوئی شخص بنیادی طور پر صاحب ایمان نہیں ہے تو اللہ ﷻ کی معرفت کے حوالے سے اس کی سمجھ بوجھ سب بے کار ہیں۔

نوٹ: اللہ ﷻ کے رسول ﷺ نے فرمایا ان چیزوں سے اللہ ﷻ اپنی پناہ میں رکھے: i۔ وہ علم دین جو نافع نہ ہو۔ ii۔ وہ دل جس میں اللہ ﷻ کا خوف نہ ہو۔ iii۔ آدمی کی وہ حرص جو کبھی پوری نہ ہو۔ iv۔ وہ دعا جو قبول نہ ہو" (صحیح مسلم، جامع ترمذی)۔

علمی نکتہ: علم کی حقیقت پر حکمائے اسلام کے اقوال: i۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زیادہ باتیں بنانا علم نہیں ہے بلکہ اللہ ﷻ کی خشیت (یعنی ڈرنے) کو علم کہتے ہیں۔ ii۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بکثرت روایت کرنے کا نام علم نہیں، بلکہ علم ایک نور ہے جسے اللہ ﷻ کسی دل میں ڈال دیتا ہے۔ iii۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک قول مروی ہے: اگر دل میں اللہ ﷻ کا خوف پیدا ہو جائے تو انسان کے لئے اتنا علم ہی کافی ہے اور اس سے بڑی جہالت اور کوئی نہیں کہ انسان خدا سے غرور کرنے لگے۔ iv۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ "صحیح معنوں میں فقیہہ اور عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ ﷻ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور خدا کی نافرمانی پر انہیں جری (بہادر) نہ کرے۔ خدا کے عذاب سے انہیں بے خوف نہ کر دے اور قرآنِ حکیم کے بغیر اسے کوئی چیز اپنی طرف راغب نہ کر سکے۔"

۷: اللہ ﷻ سے ڈرنے والوں کے لئے کیا خوشخبری ہے؟ ۷: اللہ ﷻ کے جو بندے خشیت اختیار کریں گے ان کے قصوروں کو وہ اللہ ﷻ غالب اور زبردست قدرت رکھنے کے باوجود معاف فرمادے گا۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: اللہ ﷻ نے اہلِ علم کی کون سی صفات بیان فرمائی ہیں؟ ۱: تلاوت قرآنِ حکیم، نماز قائم کرنا، پوشیدہ اور ظاہری طور اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرنا۔

عملی پہلو: تلاوت کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآنِ حکیم کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرنا، نماز کو قائم کرنے کا مطلب ہے وقت کی پابندی، اعتدالِ ارکان اور خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھنا۔

علمی نکتہ: عموماً زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، قربانی وغیرہ علانیہ کرنا بہتر ہے جب کہ نفلی صدقات کو پوشیدہ خرچ کرنا اچھا ہے۔

علمی نکتہ: اللہ ﷻ کی ذات و صفات کے علم کا سرچشمہ قرآنِ حکیم ہے اور اس سے اللہ ﷻ کی خشیت پیدا کرنے والا علم حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ ﷻ نے یہود کا حال بیان کرتے ہوئے بتایا کہ انھوں نے اس (اللہ ﷻ کی کتاب) کو پس پُشت ڈال دیا۔ (آل عمران ۳، آیت: ۱۸۷) سورۃ مریم ۱۹، آیت: ۵۹ میں فرمایا گیا کہ "پھر ان کے بعد ایسے ناخلف (یعنی اطاعت نہ کرنے) جانشین ان کی جگہ آئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے تو وہ عنقریب گمراہی کو ملیں گے۔" جس کے نتیجے میں وہ اس علم سے محروم ہو گئے جس سے خشیّتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے۔

۲: علم و ایمان والوں کے عمل کو تجارت سے کیوں تشبیہ دی گئی ہے؟ ۲: علم و ایمان والوں کے عمل کو تجارت کے ساتھ تشبیہ اس لئے دی گئی ہے کہ آدمی دنیا میں جو بھی تجارت کرتا ہے، اس میں اپنا سرمایہ، محنت اور قابلیت اس امید پر خرچ کرتا ہے کہ اسے اصل کے ساتھ ساتھ نفع بھی حاصل ہو گا، اس کے باوجود اسے نفع کی امید کے ساتھ خسارے کا بلکہ اصل سرمایہ برباد ہونے کا ڈر بھی رہتا ہے، مگر اللہ ﷻ کے بندے جو اپنے اوقات اللہ ﷻ کے احکام کی تعمیل میں گزارتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اپنے سودے میں سو فیصد نفع کا یقین ہے، خسارے کا یا اصل سرمایہ برباد ہونے کا کوئی خوف نہیں۔

علمی نکتہ: مومنوں کے ساتھ اللہ ﷻ کی تجارت کا قرآنِ حکیم میں دیگر مقامات پر بھی ذکر ہے مثلاً سورۃ التوبہ ۹ کی آیات: ۱۱۱، ۱۱۲، سورۃ الصف ۶۱ کی آیات: ۱۰ تا ۱۲ میں یہ مضمون بیان ہوا ہے۔

عملی پہلو: جو لوگ قرآنِ حکیم اور احادیثِ مبارکہ کو رہنمائی کا ذریعہ بناتے ہیں وہ اللہ ﷻ کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں اور عبادت گزار بن جاتے ہیں اور انسانوں کے حق میں اتنے مہربان ہو جاتے ہیں کہ اپنی محنت کی کمائی سے ان پر خرچ کرنے میں پیچھے نہیں ہٹتے۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کن دو صفات کا ذکر ہے؟ ۱: اللہ ﷻ غفور اور شکور ہے۔

علمی نکتہ: یہ اللہ ﷻ کی طرف سے بدلہ ہے۔ اللہ ﷻ اپنے نیک بندوں کی خطاؤں اور لغزشوں کو خوب معاف فرمانے والا اور ان کی نیکیوں کی اتنی قدر فرمانے والا ہے کہ ان کے حق سے بڑھ کر عطا فرماتا ہے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ اہلِ علم کے اندر یہ حوصلہ پیدا فرما دیتے ہیں کہ وہ اپنے ہر عمل کو مکمل طور پر اللہ ﷻ کے سپرد کر کے بہترین اجر و ثواب کی امید رکھتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: اللہ ﷻ نے وحی کے ذریعے کس بات کی تصدیق فرمائی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے بذریعہ وحی اپنے رسول ﷺ پر قرآن نازل کیا ہے۔ یہ وہ کتاب برحق ہے جو گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔

۲: اللہ ﷻ کے خبیر اور بصیر ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کے خبیر ہونے سے ایک مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ کے علم میں یہ بات تھی کہ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ایک ایسی کتاب کی ضرورت ہے جو رہتی دنیا تک ان کے لئے شمعِ ہدایت بن کر باقی رہے، چنانچہ اس مقصد کے لئے اللہ ﷻ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر قرآنِ حکیم نازل فرمایا۔ دوسرا یہ ہے کہ اللہ ﷻ اپنے بندوں کی ضروریات کی پوری خبر رکھنے والا اور ان کے اعمال کو پوری طرح دیکھنے والا ہے۔ اس نے آپ ﷺ پر یہ کامل کتاب ان کی اور ان کے زمانے کی تمام ضروریات کو مدِ نظر رکھ کر نازل فرمائی ہے۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: قرآنِ حکیم کا وارث بننے کا کیا مطلب ہے؟ ا: قرآنِ حکیم تمام سابقہ کتب کی تصدیق کرنے والی کتاب ہونے کے ناطے تمام آسمانی کتابوں کے مضامین کی جامع ہے۔ قرآنِ حکیم کا وارث بننا گویا سب آسمانی کتابوں کا وارث بننا ہے۔

۲: اس کتاب کا وارث امتِ محمدیہ ﷺ کو کیوں بنایا گیا؟ ۲: اللہ ﷻ نے اس کتاب کا وارث امتِ محمدیہ ﷺ کو اس لئے بنایا کہ یہ اس کی پسندیدہ امت ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے ہر دور میں اسے پڑھا، سمجھا گیا اور بعد والوں تک اسے منتقل کیا گیا اور یہ سلسلہ جاری ہے تا کہ وہ ہر زمانے کے لوگوں تک اس کتاب کا پیغام پہنچا سکیں۔ یہ اللہ ﷻ کا بڑا فضل اور انعام ہے کہ اس نے ساری دنیا میں سے اس امتِ مسلمہ کو قرآن کا وارث بنایا۔

علمی وفکری پہلو: وارث بنانے سے مراد عطا کرنا ہے، اس عطا کو میراث کے لفظ سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح وارث کو میراث کا حصہ بغیر اس کے کسی عمل اور کوشش کے مل جاتا ہے، قرآنِ حکیم کی یہ عظیم دولت بھی اللہ ﷻ کی طرف سے اس کے حبیب مکرم ﷺ کے ذریعے امتِ محمدیہ ﷺ کو اسی طرح بغیر کسی محنت ومشقت کے دے دی گئی ہے جو محض اللہ ﷻ کا فضل وکرم ہے۔

۳: کتابِ الٰہی کا وارث بننے والے مسلمانوں کی کتنی اقسام بیان ہوئی ہیں؟ ۳: جن لوگوں کو اللہ ﷻ نے اپنی کتاب کا وارث بنایا ہے وہ تین قسموں میں تقسیم ہو گئے۔

پہلی قسم ان کی ہے جو ایمان تو لے آئے لیکن اس کے تقاضوں پر پوری طرح عمل نہیں کیا، چنانچہ بعض فرائض اور واجبات میں کوتاہی کی اور بعض گناہوں کا بھی ارتکاب کر لیا، ان کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ ایسے لوگوں کو پہلے اپنے گناہوں کا عذاب بھگتنا ہو گا۔

دوسری قسم درمیانے درجہ کا کہا گیا ہے، اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جو فرائض وواجبات پر تو عمل کرتے ہیں اور گناہوں سے بھی پرہیز کرتے ہیں لیکن نفلی عبادتیں اور مستحب کاموں پر عمل نہیں کرتے اور کبھی مکروہات میں ملوث ہو جاتے ہیں۔

تیسری قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے جو صرف فرائض وواجبات پر اکتفا کرنے کے بجائے نفلی عبادتوں اور مستحب کاموں کا بھی پورا اہتمام کرتے ہیں اور ہر کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ احادیث کے مفہوم کے مطابق مسلمانوں کی یہ تینوں قسمیں آخر کار مغفرت کے بعد اللہ ﷻ کے فضل وکرم سے حسبِ مراتب اور درجات جنت میں داخل ہوں گی۔

عملی بات: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے: رہے وہ لوگ جو نیکیوں میں سابق ہیں، پس وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور رہے وہ لوگ جو مقتصد (متوسط) ہیں تو ان سے بہت آسان حساب لیا جائے گا اور رہے وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے سو ان لوگوں کو میدانِ محشر میں قید رکھا جائے گا، پھر اللہ ﷻ کی رحمت ان سے ملاقات کرے گی اور پھر وہ کہیں گے تمام تعریفیں اللہ ﷻ کے لئے ہیں، جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا بہت قدردان ہے۔ (مسند احمد) سورۃ فاطر ۳۵، آیت: ۳۲

عملی بات: اللہ ﷻ نے تین گروہوں کا ذکر کر کے ان تینوں کے متعلق فرمایا کہ وہ جنات عدن میں داخل ہوں گے۔ جب امتِ مسلمہ کا ہر فرد جنت میں داخل ہو گا یہاں تک کہ گناہ گار لوگوں کو جب جہنم سے نکال کر جنّت میں داخل کیا جائے گا تو کافر اس وقت تمنا کریں گے کہ کاش! وہ کسی درجے کے بھی مسلمان ہوتے تو ہمیشہ جہنم میں نہ رہتے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ ﷻ نے فرمایا "بہت بار چاہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، کاش! وہ کسی طرح کے مسلم ہوتے" (سورۃ الحجر ۱۵، آیت: ۲)

عملی پہلو: اعمالِ صالحہ میں سبقت لے جانے والوں کے لئے اللہ ﷻ کی اجازت کے الفاظ اس بات کی عکاسی کر رہے ہیں کہ انسان نیکی کرتا نہیں بلکہ اس سے اللہ ﷻ کی توفیق سے کرائی جاتی ہے۔ اس لئے انسان کو اپنے عمل پر ناز اور گھمنڈ نہیں کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: دائمی جنت میں کن لوگوں کو داخل کیا جائے گا؟ ۱: جن لوگوں کو کتاب اللہ ﷻ کا وارث بنایا گیا ہے۔

۲: یہاں اہلِ جنت کے لئے کن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: انہیں خالص سونے اور صاف وشفاف موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس خالص ریشم کا ہو گا۔

عملی پہلو: دنیا میں مردوں کے لئے ریشم کے استعمال کی ممانعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جو شخص دنیا میں ریشم کا لباس پہنے گا وہ آخرت میں ریشم کا لباس نہیں پہنے گا۔“ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”اہل جنت کے سروں پر موتیوں کے تاج سجے ہوں گے۔ ان کے ادنیٰ موتی کی روشنی ایسی ہو گی کہ مشرق سے مغرب تک پورے عالم کو روشن کر دے گی۔“ (جامع ترمذی، بیہقی)

۳: اہل جنت کو سونے کے کنگن اور ریشمی لباس عطا کیے جانے سے کیا بات سمجھ میں آتی ہے؟ ۳: دنیا میں پہلے بادشاہوں میں یہ دستور تھا کہ وہ سونے کے کنگن پہنتے تھے جن میں ہیرے اور جواہرات وغیرہ جڑے ہوتے تھے۔ نیز وہ ریشم کا نرم و نازک لباس پہنتے تھے۔ یہی عیش و عشرت کی وہ انتہا تھی جو اس دنیا میں سمجھی جاسکتی تھی۔ اس لئے ان چیزوں کا نام لیا گیا۔ (واضح رہے کہ دنیا میں مردوں کے لئے سونا(gold) استعمال کرنا منع ہے۔) اہل جنت کے لئے سونے کے کنگن اور ریشمی لباس کا ذکر کر کے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جنت والوں کا لباس اور عیش و عشرت اس دنیا کے بادشاہوں اور راجوں مہاراجوں سے کم نہ ہو گا بلکہ اس سے بڑھ کر ہو گا لیکن ان کی عیش و عشرت دنیا میں دائمی نہ تھی اور جنت میں تو دائمی ہو گی۔ یہ بھی یاد رہے کہ آخرت کی ادنیٰ نعمت کا بھی دنیا کی اعلیٰ نعمت سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔

عملی پہلو: ہمیں چاہیے کہ اللہ ﷻ کی طرف سے عطا فرمائی گئی عظیم نعمت یعنی قرآنِ حکیم کی قدر کریں اور اس کے حقوق ادا کریں تا کہ اللہ ﷻ روزِ قیامت ہمیں ان لوگوں میں شمار فرمائے جنہیں جنت کی ابدی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: اہل جنت کی کیا گفتگو نقل کی گئی ہے؟ ۱: وہ جنت میں پہنچ کر اللہ ﷻ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ ﷻ ہی نے ہم سے ہر طرح کا غم دور فرمایا اور اپنے خاص فضل سے ہمارے گناہوں کو معاف فرمایا اور معمولی نیکیوں پر ہمارے وہم و گمان سے بڑھ کر اجر عطا فرمایا اور ہمیشہ رہنے کے لئے ہمیں یہ مقام عطا فرمایا۔ ۲: اہل جنت کس غم سے نجات پانے کا ذکر کریں گے؟ ۲: اس غم سے مراد دوزخ، موت، گناہوں، نیک اعمال کے غیر مقبول ہونے یا احوال قیامت کا غم ہے، غرض انہیں وہاں کوئی غم نہ ہو گا۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: جنت کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۱: ہمیشہ آباد اور پاس رہنے والا گھر ہو گا، کوئی مشقت دینے والا کام نہ ہو گا اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی تھکان محسوس ہو گی۔

علمی نکتہ: ”نصب“ تھکاوٹ و مشقت کو کہتے ہیں۔ تھکاوٹ سے ذہنی و جسمانی کمزوری اور ڈھیلا پن ”لُغُوب“ کہلاتا ہے۔

شانِ نزول: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! (میٹھی) نیند سے اللہ ﷻ ہماری آنکھیں ٹھنڈی فرماتا ہے تو کیا جنت میں بھی نیند آئے گی؟ فرمایا: نہیں، نیند تو موت کی شریک ہے (یعنی موت کا ایک حصہ ہے) اور جنت کے اندر موت نہیں ہو گی۔ سائل نے عرض کیا: پھر وہاں راحت کیسے ملے گی؟ اس بات کو حضور ﷺ نے ناپسند فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں تھکاوٹ نہ ہو گی بلکہ وہاں ہر چیز میں راحت ہی راحت ہو گی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: اہل کفر کا کیا انجام ہو گا؟ ۱: جن لوگوں نے کفر کیا اور توبہ نہیں کی تو ان کے لئے دوزخ کی آگ ہو گی، جہاں نہ وہ مر سکیں گے اور نہ عذاب کی تکلیف میں کوئی کمی ہو گی۔ عذاب کی اسی کیفیت کا بیان سورۃ الاعلیٰ ۸۷ کی آیت: ۱۳ میں بھی بیان ہوا ہے کہ ”پھر نہ وہ اس میں مرے گا اور نہ وہ جیئے گا“۔

علمی و فکری پہلو: دنیا کی تکلیف سے دو طرح چھٹکارہ ہوتا ہے ایک یہ کہ یا تو آدمی تکلیف کی سختی سے مر جاتا ہے جس سے تکلیف کا خاتمہ ہو جاتا ہے یا رفتہ رفتہ تکلیف کچھ کم ہو جاتی ہے دوزخ میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں گی تکلیف تو ایسی ہو گی کہ چاروں طرف سے موت نظر آئے گی۔

نوٹ: موت کی موت کے بارے میں حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ موت کو وہاں ایک مینڈھے کی شکل میں ذبح کر دیا جائے گا یہ موت کی بھی موت ہوگی اس کے بعد کسی کو موت نہ آئے گی۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

آیت نمبر ۳۷: ۱: دوزخ میں ڈالے جانے والے کیا چیخ و پکار کریں گے؟ ۱: دوزخ میں ڈالے جانے والے جہنم سے نکالے جانے اور پھر نیک اعمال کرنے کی مہلت دینے کے لئے چیخ و پکار کریں گے۔

۲: جہنمیوں کی چیخ و پکار کا کیا جواب دیا جائے گا؟ ۲: اللہ ﷻ نے انہیں حق و باطل کی پہچان کے لئے مناسب عمر اور غور و فکر کے لئے عقل اور عمل کے لئے مہلت دی تھی اور ڈر سنانے والوں کو بھیجا تھا۔

علمی و فکری پہلو: جس شخص کو صرف عمر بلوغ ملی اس کو بھی قدرت نے اتنی مہلت اور عقل دی کہ حق و باطل میں امتیاز کر سکے، اگر اس نے حق کو نہ پہچانا تو وہ بھی مستحق ملامت و عذاب ہے، لیکن جس نے لمبی عمر پائی اس پر اللہ ﷻ کی حجت اور زیادہ پوری ہوگئی وہ اگر اپنے کفر و معصیت سے باز نہ آیا تو وہ زیادہ مستحق عذاب و ملامت ہے۔

۳: نذیر سے کون مراد ہے؟ ۳: نذیر وہ شخص ہے جو اپنی رحمت و شفقت کے سبب اپنے لوگوں کو ایسی چیزوں سے بچنے کی نصیحت و تلقین کرے جو انہیں ہلاکت یا نقصان میں ڈالنے والی ہیں، اور ان چیزوں سے لوگوں کو ڈرائے۔ یہاں نذیر سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے نائب علماء کرام ہیں۔

۴: ایک عمر تک مہلت سے فائدہ نہ اُٹھانے والوں کو ظالم کیوں کہا گیا ہے؟ ۴: ایسے لوگ دنیا میں کبھی آخرت کے متعلق غور نہیں کرتے۔ اللہ ﷻ کی عطا کردہ مہلت اور صلاحیتوں کو حق کے سمجھنے اور اُسے قبول کرنے کے لئے استعمال نہ کرنا بھی ظلم ہے۔ اسی بنیاد پر یہ لوگ ظالم کہلائے گئے۔

علمی و عملی پہلو: حقیقت یہ ہے کہ انسان کو بالغ ہونے کے بعد سے جتنے حالات پیش آتے ہیں اس کے اپنے وجود اور گرد و پیش میں جو تغیرات و انقلابات آتے ہیں، وہ سب ہی اللہ ﷻ کی طرف سے نذیر اور متنبہ کرنے والے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ان حالات و واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: یہاں اللہ ﷻ کی عالم الغیب کی صفت سے کیا سمجھایا گیا ہے؟ ۱: یہ سمجھایا گیا ہے کہ جو اللہ ﷻ کل غیب کو جاننے والا ہے اُسی عالم الغیب نے ان غیبی حقائق کے بارے میں جو کچھ بتایا وہ سب حق اور سچ ہے۔ یہ تمام حقائق ایک دن اسی طرح سامنے آئیں گے۔ اس لئے ان کو محض ڈراوا یا خالی دھمکی نہ سمجھا جائے۔ بلکہ ان کو حقائق جان کر آنے والے وقت یعنی قیامت کے لئے تیاری کی جائے۔

۲: اللہ ﷻ نے سینوں کے رازوں کو جاننے کا ذکر فرما کر کیا بات واضح فرمائی ہے؟ ۲: یعنی اللہ ﷻ سے کسی کی کوئی حالت، کیفیت اور کوئی حرکت کسی بھی طرح چھپی نہیں رہ سکتی۔ وہ پوری طرح جانتا ہے کہ جو لوگ دوبارہ دنیا میں جا کر نیک اعمال کرنے کی مہلت مانگ رہے ہیں، وہ اپنے اس قول و قرار میں جھوٹے ہیں۔ ان کو بالفرض اگر دوبارہ مہلت مل بھی جائے تو بھی انہوں نے وہی کچھ کرنا ہے جو اب تک کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الانعام ۶، آیت: ۲۸ میں بھی یہی بات بیان ہوئی ہے کہ "اگر انہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو وہی کام کریں گے جن سے انہیں منع کیا گیا"۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: اس آیت میں کیا بیان کیا گیا ہے؟ ۱: مشرکوں اور کافروں کی گمراہی اور بدحالی بیان کی گئی ہے۔

۲: مشرکوں اور کافروں کو اللہ ﷻ اپنا احسان ذکر کرنے کے بعد کس چیز سے آگاہ کر رہا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا اب اگر تم کفر و شرک اختیار کرو گے تو اس کا وبال تم پر ہوگا۔

۳: اللہ ﷻ کے اس احسان کا لازمی تقاضا کیا ہے؟ ۳: سارے انسانوں پر لازم ہے کہ اللہ ﷻ پر ایمان لائیں، اُس کا شکر ادا کریں، اس کی اطاعت کریں اور اس کی ذات و صفات، نبیوں، کتابوں اور آخرت پر ایمان لائیں۔

۴: اللہ ﷻ نے کس کو اپنا جانشین بنایا؟ ۴: انسان کو۔

۵: زمین میں انسان کو جانشین بنائے جانے سے کیا مراد ہے؟ ۵: مفسرین کرام نے جانشین بنانے کے درج ذیل مفہوم مراد لیئے ہیں: i۔ بعض انسان بعض کے جانشین ہوتے ہیں۔ اس صورت میں تمام انسان مخاطب ہوں گے۔

ii۔ اللہ ﷻ نے اس امت کو ایک ایسی امت بنایا جو پچھلی امتوں کے بعد آئی ہے اور گذشتہ امتوں کے احوال میں اس امت کیلئے عبرت کا سامان موجود ہے۔ iii۔ اللہ ﷻ نے ایک کے بعد دوسرے کو اس کا جانشین بنایا اور زمین کے وسائل استعمال کرنے کا اختیار دیا اور کائنات ارضی پر اس امت کو تسلط عطا فرمایا۔

عملی پہلو: خلیفہ بنانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ جس طرح سابقہ قوموں کو اللہ ﷻ نے دنیا میں عروج اور حکمرانی عطا فرمائی اس طرح امتِ محمدیہ ﷺ کو یہ اعزاز عطا فرمایا۔ اگر انہوں نے اس خلافتِ ارضی کا حق ادا نہ کیا یعنی اللہ ﷻ کی اطاعت و فرماں برداری نہ کی تو ان کا بھی وہی انجام ہو گا جو سابقہ قوموں کا ہوا۔

۶: کافروں کو ان کے کفر کا کیا نقصان ہو گا؟ ۶: ان کے کفر کی وجہ سے ان کے خلاف اللہ ﷻ کے غضب، بے زاری اور ناراضگی میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا۔ اس طرح ان کی تباہی اور بربادی اور بڑھ جائے گی۔

۷: آخرت کے خسارے سے کیا مراد ہے؟ ۷: اللہ ﷻ کی رحمت سے دوری، جنت سے محرومی اور بالآخر جہنم میں جھونکا جانا اور جھلسنا مراد ہے۔

عملی پہلو: اگر کفار کو ان کے کفر کے باوجود زمین میں اختیار ملا ہوا ہے اور مال و اولاد اور دوسری نعمتوں کے ساتھ لمبی عمر ملی ہوئی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اللہ ﷻ ان سے خوش ہے، اس لئے انہیں نعمتیں دیئے جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے ان پر حجت تمام ہو رہی ہے اور ان کے عذر ختم ہو رہے ہیں۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان پائی جانے والی تمام مخلوقات کا مالک کون ہے؟ ۱: اللہ ﷻ جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

۲: اس آیت میں کس حقیقت کی وضاحت ہے؟ ۲: مشرکوں کے خود ساختہ معبودوں کی بے وقعتی اور عجز کا بیان ہے۔

۳: اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو مشرکین سے کیا باتیں پوچھنے کے لئے فرمایا؟ ۳: اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا آپ ﷺ ان مشرکین سے دو باتیں پوچھئے: i ۔ کیا یہ باطل معبود زمین و آسمان کو پیدا کرنے میں اللہ ﷻ کے ساتھ شریک رہے ہیں؟ ii ۔ کیا اِن کے پاس شرک کے جواز کے لئے اللہ ﷻ کی طرف سے کوئی دلیل ہے؟ ۴: مشرکین سے یہ سوال کیوں کیئے گئے؟ ۴: مشرکین مکہ کے دل و دماغ میں عقلی دلیل کے ذریعہ یہ بات ڈالنی مقصود تھی کہ وہ اس بات پر غور و فکر کریں کہ حقیقت میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ باطل معبود کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ سب شیطان کی چالیں ہیں۔

نوٹ: شیطان کی ان ہی چالوں کے بارے میں دوسرے مقام پر یوں فرمایا گیا: "وہ انہیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔" (سورۃ النساء ۴، آیت: ۱۲۰) اور قیامت کے دن شیطان صاف کہہ دے گا: "بے شک اللہ ﷻ نے تم سے وعدہ کیا، سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو میں نے تم سے خلاف ورزی کی۔" (سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت: ۲۲)

علمی پہلو: i۔ مشرکین کے پاس شرک کی نہ کوئی عقلی دلیل موجود ہے، نہ کوئی اور سند۔ ii۔ جس کے پاس واضح عقلی دلیل نہ ہو، وہ دھوکہ فریب سے کام لیتا ہے۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: بتوں اور جھوٹے معبودوں کی انتہائی عاجزی اور بے بسی بیان کرنے کے لئے کون سی دلیل دی گئی ہے؟ ۱: بتوں اور جھوٹے معبودوں کی انتہائی عاجزی اور بے بسی بیان کرنے کے بعد اس آیت کریمہ میں اللہ ﷻ نے اپنی عظیم قدرت کی دلیل پیش کی ہے کہ صرف اس کی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق کیا ہے اور کمال حکمت سے قائم کیئے رکھا ہے۔ لاکھوں سال گزرنے کے باوجود کوئی شے اپنے مقام سے اس کے حکم کے بغیر ایک انچ بھی ہٹی نہیں اور نہ قیامت تک ہٹ سکے گی۔

علمی نکتہ: باطل معبودوں کا زمین و آسمان کی تخلیق میں شریک ہونا تو درکنار، ان کے قائم رکھنے میں بھی کسی کا عمل دخل نہیں ہے۔ اللہ ﷻ ہی زمین و آسمان کو تھامے ہوئے ہے تاکہ وہ اپنے مقام سے ہلنے نہ پائیں اگر وہ اپنی جگہ سے ہل جائیں تو پھر کون ہے جو انہیں اسی جگہ پر لے آئے؟ آسمان کو تھامنا تو درکنار، پوری دنیا کے حکمران اور عوام مل کر بھی زمین کو ہلنے یعنی زلزلہ سے نہیں بچا سکتے۔

۲: اللہ ﷻ نے اپنی صفت حلیم اور غفور کا ذکر فرما کر کیا سمجھایا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ لوگوں کی سرکشی اور تکبر کے باوجود انہیں جو ڈھیل دیتا ہے وہ اس وجہ سے کہ وہ حلیم و غفور ہے۔ وہ قہر اور غضب نازل کرنے میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ لوگوں کے جرائم کے باوجود ان سے درگزر فرماتا ہے اور ان کو مہلت دیتا ہے تا کہ جو شخص بھی اپنی اصلاح کرنا چاہے وہ کرلے۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: کفارِ قریش نے اللہ ﷻ کے نام کی کیا قسمیں کھائی تھیں؟ ۱: حضور اقدس ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے کفار قریش نے غالباً یہودیوں اور عیسائیوں سے بحث کرتے ہوئے جوش میں آکر بڑی بڑی قسمیں کھائی تھیں کہ اگر ہمارے پاس کوئی پیغمبر آیا تو ہم اور ساری امتوں سے زیادہ اس کے حکم پر عمل کریں گے، لیکن جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو انہوں نے آپ ﷺ کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

شانِ نزول: حضرت ابن ابی ہلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی کہ قریش کہا کرتے تھے اگر اللہ ﷻ ہم میں نبی بھیجتا تو کوئی امت بھی ہم سے بڑھ کر اپنے خالق کی فرمانبردار، اپنے نبی کی اطاعت گزار اور اپنی کتاب کو مضبوطی سے تھامنے والی نہ ہوتی۔ اس پر اللہ ﷻ نے سورۃ الصّٰٓفّٰت ۳۷ کی آیات: ۱۶۷، ۱۶۸ اور سورۃ الانعام ۶ کی آیت: ۱۵۷ نازل فرمائیں اور سورۃ فاطر کی یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: کفار نے نبی کریم ﷺ کے خلاف کون سے چالیں چلیں؟ ۱: کفار نے رسول اللہ ﷺ کو صادق اور امین ماننے کے باوجود آپ پر ایمان لانے کے بجائے حق کا راستہ روکنے اور آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے کے لئے بہت بری چالیں اور خوف ناک سازشیں اختیار کیں، جیسا کہ سورۃ الانفال ۸، آیت: ۳۰ میں کفار مکہ کی رسول اللہ ﷺ کے خلاف قید، جلاوطنی یا قتل کی سازشوں اور چالوں کا ذکر ہے۔

۲: تکبر کرنے اور چالیں چلنے والے کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ۲: دوسروں کے خلاف چالیں چلنے والوں کی بُرائی بالآخر اپنے آپ پر ہی آکر رہتی ہے۔ اگرچہ ان چالوں کے نتیجہ میں بعض اوقات جو نقصان یا تکلیف پہنچتی ہے وہ دنیا کا نقصان ہے اور برائی پہنچانے والے کا آخرت کا نقصان ہے جو دائمی عذاب ہے۔ بہر حال دنیوی نقصان آخرت کے نقصان کے مقابلہ میں نہ ہونے کے برابر ہے جس پر صبر کرنے میں اجر بھی ہے اور کامیابی بھی۔

۳: سنت کے کیا معنی ہیں؟ ۳: سنت کے معنی ہیں راہ، روش، عادت، طریقہ وغیرہ۔

۴: سنت اللہ سے کیا مراد ہے؟ ۴: سنت اللہ سے مراد ہے اللہ ﷻ کا قانونِ مکافات، طریقہ مکافات اور اللہ ﷻ کا دستور۔

علمی نکتہ: اللہ ﷻ کے اس قانون میں کفار کے لئے وعید ہے اور رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کے لئے تسلی اور بشارت ہے۔

۵: یہاں تبدیل اور تحویل میں کیا فرق ہے؟ ۵: "تبدیل" سے مراد عذاب کو رحمت سے بدل دینے کے ہیں اور "تحویل" سے عذاب کو مجرموں سے غیر مجرموں کی طرف منتقل کر دینے کے ہیں۔ یعنی یہ ناممکن ہے کہ عذاب مستحق سے ہٹ کر غیر مستحق پر واقع ہو جائے۔

۶: کیا اللہ ﷻ کا یہ قانون کسی کے لئے بدل سکتا ہے؟ ۶: اللہ ﷻ کا یہ دستور جو پہلے سے چلا آرہا ہے کہ وہ مجرموں کو مہلت دیتا ہے، پھر پکڑ لیتا ہے، یہ ہرگز نہیں بدلتا کہ مجرموں کو ہمیشہ مہلت ملتی رہے گی یا انھیں عذاب کے بجائے انعام سے نوازا جائے گا۔

۷: کیا اللہ ﷻ کا قانونِ عذاب ٹل سکتا ہے؟ ۷: ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ ﷻ کوئی کام ہونے کا حکم دے یا کسی قوم پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ کرے اور عذاب نازل نہ ہو، یا کسی قوم پر عذاب کا ارادہ کرے اور وہ اس سے پھیر کر کسی اور قوم پر نازل کر دیا جائے، جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا: "اور جب اللہ ﷻ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرلے تو اسے ہٹانے کی کوئی صورت نہیں۔" (سورۃ الرعد ۱۳، آیت: ۱۱)

علمی نکتہ: **رسولوں کے خلاف سازشیں اور ان کا انجام:** ہر دور میں (معاذ اللہ) رسولوں کے قتل کی کوششیں کی گئیں لیکن اللہ ﷻ نے انہیں ناکام بنایا۔ چند مثالیں یہ ہیں۔ i۔ کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کو قتل کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوئے۔ (سورۃ الشعراء ۲۶، آیت: ۱۱۹) ii۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کو جلانے کی کوشش کی مگر ناکام ہوئے۔ (سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۶۸) iii۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی دھمکی دی مگر ناکام ہوا۔ (سورۃ الشعراء ۲۶، آیت: ۶۵) iv۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دینے کی کوشش کی گئی۔ لیکن اللہ ﷻ نے آپ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔ (سورۃ النساء ۴، آیت: ۱۵۸) v۔ نبی کریم ﷺ

کو قتل کرنے کی سازش کی گئی مگر مکہ کے کافر ناکام اور ذلیل ہوئے۔ (سورۃ الانفال ۸، آیت:۳۰) vi۔ منافقین نے سازشیں کرنے کے لئے مسجد ضرار بنائی جسے مسمار کر دیا گیا۔ (سورۃ التوبۃ ۹، آیت:۱۰۷)

آیت نمبر ۴۴: ۱: کفار مکہ کو کس بات پر غور وفکر کی دعوت دی جارہی ہے؟ ۱: کفار مکہ کو سابقہ قوموں کے حالات اور انجام پر غور وفکر کی دعوت دی جارہی ہے کہ اگر انہوں نے بھی کفر اور نافرمانی کی روش اختیار کیئے رکھی تو ان کا بھی وہی انجام ہوگا جو سابقہ نافرمان قوموں کا ہوا حالانکہ وہ طاقت میں ان سے بڑھ کر تھے۔

۲: اللہ ﷻ کی کیا صفات بیان ہوئی ہیں؟ ۲: اللہ ﷻ علیم اور قدیر ہے۔ اللہ ﷻ کا علم اور قدرت ہر چیز پر حاوی ہے۔ یعنی لوگوں کا ایک ایک عمل اللہ ﷻ کے علم اور قدرت میں ہے اور وہ پورا اختیار اور قوت رکھتا ہے کہ ان کے بُرے اعمال پر گرفت کرے۔ اس کے فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: اگر اللہ ﷻ لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا دنیا میں فوراً ہی دے دیتا تو کیا ہوتا؟ ۱: دنیا دارالعمل ہے دارالجزاء نہیں۔ اگر اللہ ﷻ لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا دنیا میں فوراً ہی دے دیتا تو روئے زمین پر کوئی جاندار باقی نہ بچتا لیکن وہ ایک مقررہ وقت تک ظالموں کو مہلت دیتا ہے پھر جب ان کا وقت آپہنچتا ہے تو اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

۲: انسانوں کو فوری سزا دینے سے دوسرے جاندار کیسے مر جاتے؟ ۲: انسانوں کے جرم کی پاداش میں اگر اللہ ﷻ بارش روک دے تو دوسرے جاندار بھی پانی کی نایابی کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے۔ اسی طرح اگر سیلاب آجائے یا زلزلہ آجائے تو متاثرہ علاقہ میں انسانوں کے ساتھ جانور بھی ہلاک ہو جائیں گے۔ ۳: مجرم انسانوں کو فوری سزا کیوں نہیں ملتی؟ ۳: مجرم انسانوں کو فوری طور پر گرفت نہ کرنے اور انہیں ڈھیل دینے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ ان پر حجت تمام ہو جائے اور قیامت کے دن وہ کوئی بہانہ نہ تراش سکیں۔

۴: مجرم انسانوں کو سزا کے لئے کتنی مہلت دی گئی ہے؟ ۴: مجرموں کو دی گئی مہلت کا ایک وقت مقرر ہے۔ انفرادی طور سے یہ مہلت ہر انسان کی موت کا وقت ہے اور اجتماعی لحاظ سے کسی قوم پر اللہ ﷻ کے عذاب یا قیامت کا وقت ہے۔ اس مقررہ وقت کے بعد مہلت ختم ہو جاتی ہے۔

۵: مہلت کے ختم ہونے پر مجرموں کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ ۵: مقررہ مہلت کے بعد کوئی مجرم نہ اللہ ﷻ سے چھپ سکے گا نہ بھاگ سکے گا۔ اللہ ﷻ کا محاسبہ حق و انصاف پر مبنی ہو گا کیونکہ وہ اپنے بندوں کے ایک ایک عمل اور ان کی ایک ایک حرکت کو خود دیکھ رہا ہے۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) سورت کے آغاز میں اللہ ﷻ کی قدرتوں کی کیا مثال بیان کی گئی ہے؟

(الف) انسانوں کی تخلیق کی (ب) جنات کی تخلیق کی ✓(ج) فرشتوں کی تخلیق کی

(۲) سورۃ فاطر کے تیسرے رکوع میں نبی کریم ﷺ کی کن دو صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے؟

✓(الف) بشیر اور نذیر (ب) صادق اور امین (ج) مصطفیٰ اور مجتبیٰ

(۳) سورۃ فاطر کے چوتھے رکوع میں اہلِ جہنم کی اللہ ﷻ سے کس درخواست کا ذکر ہے؟

(الف) ہمیں موت دے دیجیے تا کہ ہمیں عذاب سے نجات مل جائے ✓(ب) ہمیں جہنم سے نکالیے تا کہ ہم نیک اعمال کر سکیں

(ج) ہمارا عذاب ہلکا کر دیجیے تا کہ ہماری تکلیف کچھ کم ہو جائے

(۴) سورۃ فاطر کے چوتھے رکوع کی روشنی میں جواب دیجیے کہ مشرکین کے رسولوں کا انکار کرنے کی کیا وجوہات بیان کی گئی ہیں؟

(الف) مشرکین کی کفر اور بتوں سے محبت ✓(ب) مشرکین کا تکبر اور سازشیں

(ج) مشرکین کی سرداری اور دولت سے محبت

(۵) سورۃ فاطر کے آخری رکوع کی روشنی میں جواب دیجیے کہ اللہ ﷻ مجرموں کو فوراً سزا کیوں نہیں دیتا ہے؟

(الف) کیونکہ اللہ ﷻ صرف آخرت میں سزا دیتا ہے (ب) تا کہ مجرم دنیا میں مزے کر لیں

✓(ج) کیونکہ اللہ ﷻ توبہ کی مہلت دیتا ہے

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱- سورۃ فاطر کے پہلے رکوع میں انسانوں کو شیطان سے خبردار کرنے کے لئے کون سی تین باتیں بیان کی گئی ہیں؟

۱۔ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے۔ (آیت:۶)

۲۔ تم بھی اسے اپنا دشمن سمجھو۔ (آیت:۶)

۳۔ شیطان کی باتوں میں آجانے والے جہنم میں جانے والے ہیں۔ (آیت:۶)

۲- سورۃ فاطر کے دوسرے رکوع میں اللہ ﷻ کی جن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے پانچ تحریر کریں؟

ا۔ میٹھے اور کھارے پانی والے سمندر۔ (آیت:۱۲)

۲۔ سمندروں سے ملنے والا تازہ گوشت (مچھلی)۔ (آیت:۱۲)

۳۔ سمندروں سے نکلنے والے موتی۔ (آیت:۱۲)

۴۔ سمندروں میں چلنے والی کشتیاں۔ (آیت:۱۲)

۵۔ رات اور دن۔ (آیت:۱۳)

۶۔ سورج اور چاند۔ (آیت:۱۳)

۳- سورۃ فاطر کے دوسرے رکوع میں جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کے بارے میں کیا چار باتیں بیان کی گئی ہیں؟

ا۔ وہ تمہاری دعا نہیں سن سکتے۔ (آیت:۱۴)

۲۔ دعا سُن لیں تو جواب نہیں دے سکتے۔ (آیت:۱۴)

۳۔ قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ (آیت:۱۴)

۴۔ جیسے اللہ ﷻ صحیح باتیں بتاتا ہے وہ نہیں بتا سکتے۔ (آیت:۱۴)

۴- سورۃ فاطر کے تیسرے رکوع میں ایک اللہ ﷻ کو ماننے والے مومن اور مشرک کے لئے کیا تقابلی مثالیں دی گئی ہیں؟ (آیات:۱۹ تا ۲۲)

مومن	مشرک
دیکھنے والا	اندھا
روشنی	اندھیرا
سایہ	دھوپ
زندہ	مردہ

۵- سورۃ فاطر کے چوتھے رکوع میں قرآن حکیم کے اچھے وارثوں کو کون سی چار بشارتیں دی گئی ہیں؟ (آیات:۳۳،۳۴)

ا۔ ہمیشہ رہنے والی جنتیں۔

۲۔ سونے اور موتیوں کے کنگن۔

۳۔ ریشمی لباس۔

۴۔ رنج وغم کا خاتمہ۔

سُوْرَةُ یٰسٓ

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر ا: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۲۳۰) درسی کتاب سے پڑھائیں۔
سبق نمبر ۲: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۲۳۲، ۲۳۴) درسی کتاب سے پڑھائیں۔
سبق نمبر ۳: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۲۳۶، ۲۳۷) درسی کتاب سے پڑھائیں۔
سبق نمبر ۴: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔
(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔
(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ: اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیئے:

ا۔ رسالتِ محمدی ﷺ پر قرآنِ حکیم کی شہادت۔
۲۔ منکرین نبوت کی مذمت اور تنبیہ۔
۳۔ اصحابِ قریہ کی مثال اور ایک نیک آدمی کی نصیحت۔
۴۔ مظاہر قدرت سے قیامت کے برپا ہونے کے دلائل۔
۵۔ منکرین آخرت کے اعتراضات کی تردید۔
۶۔ کافروں کی سنگدلی۔
۷۔ قیامت کا اچانک واقع ہونا۔
۸۔ احوالِ قیامت، اہلِ جنت کا انعام اور اہلِ جہنم کی رسوائی۔
۹۔ اللہ ﷻ کی نشانیوں اور اللہ ﷻ کی قدرتِ کاملہ۔
۱۰۔ قیامت کا اثبات

ربطِ سورت:

ا۔ سورۃ فاطر میں متکبر اور اپنی طاقت پر گھمنڈ کرنے والے لوگوں کے انجام کا بیان ہوا تھا۔ سورۃ یٰس میں اللہ ﷻ کی قدرت، طاقت اور اختیار کی تفصیل مذکور ہے۔
۲۔ سورۃ فاطر کے اختتام پر مجرموں کی پکڑ کا ذکر تھا۔ سورۃ یٰس کے آغاز میں حضور اکرم ﷺ کو منکرین کی مخالفت پر رنجیدہ نہ ہونے کی تسلی دی گئی ہے۔
۳۔ سورۃ فاطر میں زیادہ تر توحید اور رسالت کا مضمون بیان ہوا تھا۔ سورۃ یٰس میں بھی اثباتِ رسالت نیز متکبر اور مجرموں کو اصحابِ قریہ کے قصہ سے نصیحت کی گئی ہے۔ مزید یہ کہ توحید اور وقوعِ قیامت کا بیان بھی ہے۔

آیت نمبر ا: ا: یٰس کے کیا معنی بیان کیئے جاتے ہیں؟ ا: مشہور قول کے مطابق یہ حروفِ مقطعات ہیں۔ حروفِ مقطعات کا علم اللہ ﷻ کے پاس ہے اور یہ اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔

البتہ بعض مفسرین نے اس کے معنی "اے انسان"یا"کامل انسان"یا"اے سردار" بیان کیئے ہیں۔ جس سے مراد سیدنا حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ مزید یہ کہ ایک قول کے مطابق "یٰسٓ" آپ ﷺ کے صفاتی ناموں میں سے بھی ایک نام ہے۔ البتہ اگر کسی کا نام رکھا جائے تو اس کو یاسین لکھا جانا چاہیئے۔ قرآن حکیم میں اللہ ﷻ نے ہر نبی علیہ السلام کو ان کے ذاتی نام سے پکارا ہے جیسے یا آدم (علیہ السلام)!، یا موسیٰ (علیہ السلام)!، یا عیسیٰ (علیہ السلام)! وغیرہ لیکن اللہ ﷻ نے پورے قرآنِ حکیم میں کسی جگہ آپ ﷺ کو ذاتی اسم "یا محمد (ﷺ)!" سے پکار کر خطاب نہیں فرمایا، بلکہ آپ ﷺ کو مختلف صفاتی ناموں سے مخاطب فرمایا گیا ہے جیسے "یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ"، یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ"، یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ، یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ وغیرہ۔

علمی اور عملی پہلو: حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں سورۂ یٰسٓ کو قرآن کا دل فرمانے کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس سورت میں قیامت کے مضامین خاص تفصیل کے ساتھ آئے ہیں اور اصول ایمان میں سے عقیدۂ آخرت وہ چیز ہے جس پر انسان کے اعمال کی صحت کا انحصار ہے۔ خوف آخرت ہی انسان کو عمل صالح کے لئے تیار کرتا ہے اور وہی اس کو ناجائز خواہشات اور حرام سے روکتا ہے۔ جس طرح بدن کی صحت، قلب کی صحت پر منحصر ہے اسی طرح ایمان کی صحت، آخرت پر پختہ یقین پر منحصر ہے۔ ہمیں ہر مشکل اور پریشانی میں اس سورت کی تلاوت کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ اس کے ترجمہ اور مفہوم پر غور و فکر کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ ہر سختی کے وقت سورۂ یٰسٓ پڑھنی چاہیئے، اس کی برکت سے وہ سختی دفع ہوتی ہے، بارہا تجربے میں آیا ہے کہ جب جادو وغیرہ کے کلمات میں اثر ہو سکتا ہے تو اس میں اثر ہونا کیا تعجب کی بات ہے؟ خصوصاً اس کے مطالب عالیہ نفس کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور اللہ ﷻ کی قدرت یاد دلانے میں عجیب تاثیر رکھتے ہیں۔

آیت نمبر ۲: ۱: اس آیت میں قرآنِ کریم کی کیا عظمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: قرآنِ کریم حکمت والی برحق کتاب ہے جس کی اللہ ﷻ قسم فرما رہا ہے۔

علمی بات: عربی زبان میں "قسم" سے گواہی بھی مراد لی جاتی ہے یعنی اگلی آیت میں جو بات کہی جانے والی ہے، اس کی تاکید و توثیق کے لئے اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم کی قسم فرمائی ہے جو حکمتوں کا خزانہ ہے۔

علمی بات: قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر قرآن کی مختلف صفات کے اعتبار سے اس کی قسم اُٹھائے جانے کا ذکر ہے۔ مثلاً کہیں اس کی حکمت، کہیں ذکر و نصیحت اور تو کہیں اس کی بزرگی کی قسم اُٹھانے کا ذکر ہے۔

۲: اس آیت میں قرآنِ حکیم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: اس آیت میں قرآنِ حکیم کی یہ شان بیان فرمائی گئی ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جو حکمت سے لبریز ہے یعنی اس کے مضامین حکمت پر مشتمل ہیں۔ اللہ ﷻ کی ذات "الحکیم" ہے اور اس کا کلام بھی حکمت بھرا ہے اور انسان کی طاقت سے یہ بات بالاتر ہے کہ انسان اتنی پُر حکمت بات خود سے کہہ سکے۔

آیت نمبر ۳: ۱: اس آیت میں آپ ﷺ کی کس شان کا ذکر ہے؟ ۱: اس آیت میں آپ ﷺ کی شانِ رسالت کا بیان فرمایا گیا۔

۲: پچھلی آیت کا اس آیت سے کیا ربط ہے؟ ۲: پچھلی آیت میں اثبات قرآنِ حکیم تھا اس آیت میں اثبات رسالت ہے۔ گویا یہ بات بیان کی جا رہی ہے کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں کیوں کہ اتنا عمدہ کلام صرف ایک رسول ہی وحی کے ذریعہ پیش فرما سکتے ہیں۔ گویا قرآنِ حکیم اس کے پیش کرنے والے پیغمبر ﷺ کی صداقت و حقانیت کی ایک واضح اور قطعی دلیل ہے۔

علمی بات: اس آیت میں اللہ ﷻ نے اپنے عظیم اور پُر حکمت کلام کی قسم کھا کر نبی کریم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ اے حبیب ﷺ! جب آپ ﷺ کا پروردگار خود آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت دے رہا ہے اور وہ بھی قرآن حکیم کی قسم اٹھا کر تو اس کے بعد اگر کوئی بدبخت آپ ﷺ کی رسالت کو ماننے سے انکار کرے تو آپ ﷺ کو رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے۔

آیت نمبر ۴: ۱: آپ ﷺ کے بیان کردہ طریقے کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: آپ ﷺ کا طریقہ انتہائی سیدھا اور اللہ ﷻ کی رضا تک پہنچانے والا راستہ ہے۔ آپ ﷺ صراط مستقیم کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ گویا آپ ﷺ کی سچی اتباع صراطِ مستقیم پر چلنا ہے۔

نوٹ: آیات کا ربط: ابتدائی چار آیات میں اثبات قرآنِ حکیم اور رسالتِ مآب ﷺ کا بیان تھا۔ جبکہ آیات:۵ تا ۱۲ تک قرآنِ حکیم سے فائدہ اُٹھانے والوں اور فائدہ نہ اُٹھانے والوں کا بیان ہے۔

آیت نمبر ۵: ۱: قرآنِ حکیم کو کس نے نازل فرمایا؟ ۱: اللہ ﷻ نے۔ ۲: تنزیل سے کیا مراد ہے؟ ۲: تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا۔

۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کی صفات کا قرآنِ حکیم سے کیا تعلق ہے؟ ۳: i۔ اللہ ﷻ "العزیز" یعنی زبردست ہے اور اللہ ﷻ کا کلام یعنی قرآنِ حکیم بھی غالب ہو کر رہے گا۔ ii۔ اللہ ﷻ "الرحیم" ہے اور قرآنِ حکیم اللہ ﷻ کی رحمت کے حصول کے طریقے سکھاتا ہے۔

علمی بات: ان دو صفتوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ یہ قرآنِ حکیم اس عظیم ہستی ربِ ذوالجلال کا فرمان ہے جس کا اقتدار سب پر چھایا ہوا ہے اس لئے اس کو رد کرنا یا اس سے بے توجہی برتنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ بہت بڑی نافرمانی ہے جس پر اللہ ﷻ کی طرف سے سخت گرفت ہو گی اور اس کے فرمان کو قبول کرنا انسان کو اللہ ﷻ کی رحمت کا مستحق بناتا ہے۔

نوٹ: نزولِ قرآنِ حکیم: قرآنِ حکیم کا نزول دو مرحلوں میں ہوا۔ i۔ سب سے پہلے لیلۃ القدر میں قرآنِ حکیم کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل فرمایا گیا اور پورا قرآنِ حکیم ایک ہی رات میں آسمانِ دنیا پر نازل کیا گیا۔ ii۔ آسمانِ دنیا سے آپ ﷺ کے قلبِ مبارک پر قرآنِ حکیم تھوڑا تھوڑا کر کے ۲۳ برس میں نازل ہوا یعنی ابتدا میں ۱۳ برس مکہ مکرمہ میں نازل ہوا، جو قرآنِ حکیم کی مکی آیات اور سورتیں کہلاتی ہیں۔ پھر جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو اس کے بعد ۱۰ برس میں جو قرآنِ حکیم کا حصہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا، وہ قرآنِ حکیم کی مدنی آیات اور سورتیں کہلاتی ہیں۔ اس طرح کُل ۲۳ برس میں مکمل قرآنِ حکیم آپ ﷺ پر تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا گیا۔

۴: اس آیت میں قرآنِ حکیم کی کیا عظمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۴: قرآنِ حکیم نہایت زبردست اور رحم فرمانے والے اللہ ﷻ کا کلام ہے۔ "قرآنِ حکیم کی عظمت باقی کلاموں پر وہی ہے جو اللہ ﷻ کی عظمت مخلوقات پر ہے۔" (جامع ترمذی، بیہقی، دارمی)

آیت نمبر ۶: ۱: قرآنِ حکیم کے نازل کرنے کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: تاکہ آپ ﷺ اس قوم کو ڈرسنائیں جن کے آباؤ اجداد کو ڈرایا نہیں گیا یعنی ان کی طرف کوئی نبی علیہ السلام نہیں بھیجا گیا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

فکری پہلو: اس مقام پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قوم کے اسلاف پر جو زمانہ ایسا گزرا تھا جس میں کوئی عذابِ آخرت سے ڈرانے والا ان کے پاس نہیں آیا، اس زمانے میں اپنی گمراہی کے وہ کس طرح ذمہ دار ہو سکتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ ﷻ جب کوئی نبی علیہ السلام دنیا میں بھیجتا ہے تو اس کی تعلیم و ہدایت کے اثرات دور دور تک پھیلتے ہیں اور نسلاً بعد نسل چلتے رہتے ہیں۔ یہ آثار جب تک باقی رہیں اور نبی علیہ السلام کے پیروکاروں میں جب تک ایسے لوگ اٹھتے رہیں جو ہدایت کی شمع روشن کرنے والے ہوں، اس وقت تک زمانے کو ہدایت سے خالی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ جب ان نبی علیہ السلام کی تعلیم کے اثرات بالکل مٹ جائیں یا ان میں مکمل تحریف ہو جائے تو پھر دوسرے نبی علیہ السلام کی بعثت ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اسی قانونِ خداوندی کے تحت نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے اثرات ہر طرف پھیلے ہوئے تھے اور وقتاً فوقتاً ایسے لوگ اس قوم میں اٹھتے رہے یا باہر سے آتے رہے جو ان اثرات کو تازہ کرتے رہتے تھے۔ پھر جب یہ اثرات مٹنے کے قریب ہو گئے اور اصل تعلیم میں بھی تحریف ہو گئی تو اللہ ﷻ نے حضور نبی کریم ﷺ کو سید المرسلین، خاتم النبیین ﷺ کے طور مبعوث فرمایا اور دنیائے عالَم کے لئے رشد و ہدایت کا ایسا انتظام فرمایا کہ آپ ﷺ کی ہدایت کے آثار قیامت تک نہ مٹ سکتے ہیں اور نہ ان میں تحریف ہو سکتی تھی۔

۲: آپ ﷺ سے پہلے قریب زمانے میں کون سے رسول دنیا میں گزرے ہیں؟ ۲: حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آپ ﷺ کی آمد سے تقریباً ۶۰۰ برس پہلے دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ ﷺ کی آمد کے درمیان تقریباً ۵۷۰ سال کا وقفہ ہے۔

آیت نمبر ۷: ۱: مشرکین مکہ میں سے اکثر کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: ان پر اللہ ﷻ کی بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔
۲: یہاں کون سا ایمان مراد ہے؟ ۲: یہاں ایمان سے مراد توحید اور ایمان بالآخرت ہے۔ واضح رہے کہ اللہ ﷻ کی ہستی کو تو کفار مکہ بھی تسلیم کرتے تھے مگر بتوں کو شریک ٹھہراتے تھے۔ نیز آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور اسی وجہ سے آپ ﷺ کی رسالت کا بھی انکار کر دیتے تھے۔ ۳: جب کفار کی تقدیر میں یہ بات لکھ دی گئی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے تو پھر وہ کیسے ایمان لاتے؟ ۳: واضح رہے کہ تقدیر میں لکھا ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفار کفر پر مجبور کر دیئے گئے، کیونکہ تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ اللہ ﷻ ان کو ایمان لانے کا موقع بھی دے گا اور اختیار بھی دے گا لیکن یہ لوگ اپنے اختیار اور اپنی خوشی سے ضد پر اڑے رہیں گے اور ایمان نہیں لائیں گے۔ ۴: اللہ ﷻ کی بات یعنی "حق القول" سے کیا مراد ہے؟ ۴: اللہ ﷻ کا فیصلہ ہے کہ اللہ ﷻ سرکش انسانوں اور جنّات سے جہنم کو بھر دے گا۔ جیسا کہ سورۃ ص ۳۸، آیت: ۸۵ میں ابلیس اور اس کے پیروکاروں کے بارے میں یہ بات بیان کی گئی ہے۔

آیت نمبر ۸: ۱: دینِ حق کو قبول نہ کر کے اکڑنے والوں کے لئے کیسے مثال بیان کی گئی ہے؟ ۱: ایسے لوگوں کی مثال ان لوگوں کے مشابہ ہے جن کے گلے میں ایسا طوق پہنایا جائے کہ وہ ان کی ٹھوڑی تک پہنچ جائے اور ان کے سر کو اوپر اُٹھا دے۔ ۲: اس مثال سے کیا مراد ہے؟ ۲: ایسا شخص آیاتِ الٰہی پر غور کرنے سے محروم رہتا ہے اور حق پر غور و فکر کرنے کے بارے میں لاپرواہی برتتا ہے۔ گویا وہ تعصب، ضد، ہٹ دھرمی اور تکبر کا اظہار کرتا ہے اور حق کو جھٹلا دیتا ہے۔

شانِ نزول: ایک دفعہ ابو جہل نے قسم اٹھائی کہ اگر اس نے حضور ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو وہ پتھر سے سر مبارک کو چُور چُور کر دے گا (معاذاللہ)۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے تو یہ ایک بھاری پتھر اٹھا کر حضور ﷺ کی طرف بڑھا۔ جب پتھر مارنے کے لئے اٹھایا تو ہاتھ گردن کے ساتھ لگ کر رہ گیا اور پتھر ہاتھ کے ساتھ چپک گیا، وہاں سے واپس لوٹنے میں ہی سلامتی دیکھی جب اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو سارا ماجرا انہیں بتایا۔ یہ سن کر ولید بن مغیرہ اٹھا اور کہا کہ اے ابو جہل! تم تو ہو ہی بزدل۔ میں جاتا ہوں اور سر پھوڑ کر نہ آیا تو بات ہوئی (معاذاللہ)۔ جب وہ اس بُری نیت سے نزدیک گیا تو اللہ ﷻ نے بینائی سلب کر لی اور وہ اندھا ہو گیا۔ وہ نبی کریم ﷺ کی آواز سن رہا تھا لیکن اس کو نبی کریم ﷺ نظر نہ آتے تھے۔ اس نے بھی واپس آکر اپنا قصہ سنایا تو ایک اور کافر غصہ سے بے قابو ہو کر اٹھا اور کہنے لگا۔ خدا کی قسم! میں ان کے سر کو چور چور کروں گا (معاذاللہ)۔ وہ پتھر لے کر نزدیک پہنچا تو گھبرا کر پیچھے بھاگا اور غش کھا کے منہ کے بل گر پڑا۔ ساتھیوں نے آکر اٹھایا اور پوچھا تم پر کیا بیتی۔ اس نے کہا مت پوچھو جو مجھ پر گزری ہے۔ جب میں ان کے قریب ہوا تو ایک بہت بڑا بیل دم لہراتا ہوا میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ مجھے لات و عزیٰ کی قسم! اگر میں قریب جاتا تو وہ بیل مجھے کچا چبا جاتا۔

آیت نمبر ۹: ۱: قرآنِ حکیم اور رسول ﷺ کی تعلیمات سے فائدہ نہ اٹھانے والوں کی کیا مثال دی گئی ہے؟ ۱: ان کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جن کے سامنے اور پیچھے جہالت کی دیوار کھینچ دی جائے اور اوپر سے غفلت کا پردہ ڈال دیا جائے کہ وہ حق کو نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سُن سکتے ہیں۔
۲: اس مثال سے کیا مراد ہے؟ ۲: ایسے افراد اپنے کفر اور سرکشی کی وجہ سے آفاقی نشانیوں پر غور و فکر نہ کر کے اللہ ﷻ اور آخرت کو پہچاننے سے محروم رہتے ہیں اور نبی کی دعوت کو جھٹلا کر گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک جاتے ہیں۔

علمی پہلو: اللہ ﷻ کی معرفت اور حق کی پہچان کے لئے اگر انسان کو رہنمائی چاہیئے تو اس مقصد کے لئے بے شمار آفاقی آیات ہر وقت ہر جگہ اس کے سامنے ہیں۔ قرآنِ حکیم بار بار انسان کو ان آیات کے مشاہدے کی دعوت دیتا ہے۔ جیسے سورۃ البقرۃ ۲ کی آیت: ۱۶۴ میں بہت سی آفاقی نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہر انسان اپنی ذہنی سطح کے مطابق ان "آیات" یعنی نشانیوں کے مشاہدے سے خالق کو پہچان سکتا ہے جس نے یہ عظیم نشانیاں پیدا فرمائی ہیں۔

علمی بات: جس شب نبی کریم ﷺ نے ہجرتِ مدینہ کا ارادہ فرمایا، کفار مکہ نے چاروں طرف سے آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا تاکہ جیسے ہی آپ ﷺ گھر سے نکلیں گے آپ ﷺ پر یک وقت حملہ کر کے (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کو شہید کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ عین وقت پر ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے یہ آیت مبارکہ پڑھتے ہوئے نکلے۔ محاصرین کی قوت بینائی اللہ ﷻ نے ایسی سلب کی کہ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ ان کے درمیان سے نکل کر (سلامتی اور عافیت کے ساتھ) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر جا پہنچے۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر۱۰ ۱: آیات:۸اور ۹ میں بیان کردہ مثالوں کا کیا نتیجہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے؟ ۱: ایسے مغرور اور بدنصیب لوگ ایمان لانے سے محروم رہتے ہیں۔

علمی بات: یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی شخص اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ کوئی عقلی اور نقلی دلیل سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا اور "میں نہ مانوں" کی خصلت اس میں پختہ ہو جاتی ہے لیکن وہ دل میں حقیقت کو تسلیم کر لینے کے باوجود زبان سے انکار کر دیتا ہے۔ یہی کیفیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس پر کوئی نصیحت اور ہدایت کی بات کارگر ثابت نہیں ہوتی۔ اسی کیفیت کو اللہ ﷻ نے کئی مقامات پر دلوں پر مہر لگا دینے سے تعبیر فرمایا ہے۔

۲: اس آیت میں آپ ﷺ کو کیا تسلی دی گئی؟ ۲: اس آیت میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ خواہ آپ ﷺ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں یہ ایمان لانے والے نہیں۔ گویا آپ ﷺ ان کے ایمان نہ لانے کو اپنے دعوتی عمل میں کوئی کمی نہ سمجھیں اور اس پر غم زدہ نہ ہوں۔

آیت نمبر۱۱ ۱: آپ ﷺ کے انذار یعنی اللہ ﷻ کی ناراضگی اور جہنم سے ڈرائے جانے سے فائدہ اُٹھانے والوں کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۱: آپ ﷺ کے انذار سے وہ لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں: i۔ جو نصیحت کی پیروی کرنے والے ہیں یعنی ہمیشہ نصیحت کی تلاش میں رہیں۔ ii۔ جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرنے والے ہیں یعنی ہمیشہ یہ تصور رکھیں کہ اللہ ﷻ انہیں دیکھ رہا ہے اور وہ تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اللہ ﷻ کی عظمت کا اعتراف و اقرار کریں۔

۲: نبی کریم ﷺ کے انذار سے فائدہ اُٹھانے والوں کو کیا بشارت دی گئی؟ ۲: اللہ ﷻ کی طرف سے انہیں بخشش اور عزت والے اجر کی۔

آیت نمبر۱۲ ۱: اللہ ﷻ کی کس صفت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی قدرت کا ذکر ہے کہ وہی تمام انسانوں کو روزِ قیامت دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

علمی بات: اس آیت کا خصوصی مفہوم یہ بھی ہے کہ اللہ ﷻ کافروں میں سے جن کے دلوں کو چاہتا ہے ایمان کے ذریعہ زندہ کر دیتا ہے جن پر گمراہی کی وجہ سے موت طاری ہو چکی تھی تو پھر وہ حق کو قبول کر لیتے ہیں اور اللہ ﷻ اپنے بندوں کے تمام اچھے اور برے اعمال اور ان کے اثرات کو لکھ لیتا ہے جو ان کے ذریعے دنیا میں جاری ہو جاتے ہیں اور انہیں ان کا ثواب یا گناہ ملتا رہتا ہے۔

۲: انسانی اعمال کیسے محفوظ کیئے جاتے ہیں؟ ۲: اللہ ﷻ کے حکم پر فرشتے یعنی کراماً کاتبین انسانی اعمال لکھتے رہتے ہیں۔

۳: ہر شے کو اللہ ﷻ نے کس چیز میں محفوظ رکھا ہے؟ ۳: لوحِ محفوظ میں۔ یعنی ایک کتاب جو اللہ ﷻ کے پاس ہے اور جس میں تمام الہامی کُتب بھی ہیں اور انسانوں کے تمام اعمال بھی محفوظ کیئے گئے ہیں۔

شانِ نزول: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "بنو سلمہ نے مسجد نبوی کے قریب منتقل ہونے کا فیصلہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ مسجد کے قریب منتقل نہ ہو، کیوں کہ مسجد کی طرف آتے ہوئے تمہارے قدموں کے نشان بھی لکھے جاتے ہیں (یعنی ہر قدم پر ان کا اجر و ثواب دیا جاتا ہے)۔" (جامع ترمذی) ایک اور حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا "موت کے بعد اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین کے۔ i۔ صدقۂ جاریہ۔ ii۔ علم نافع۔ iii۔ صالح اولاد۔" (صحیح مسلم) یعنی ان امور کا اجر مرنے کے بعد بھی انسان کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

آیت نمبر۱۳ ۱: آپ ﷺ کو کن لوگوں کے لئے بستی والوں کی مثال بیان کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے؟ ۱: قریشِ مکّہ کے لئے۔

۲: قریشِ مکہ کو بستی کی مثال کے ذریعے کیا سمجھانا مقصود تھا؟ ۲: اُس بستی کے رہنے والوں نے بھی کفر و شرک پر اسی طرح اصرار کیا تھا، جس طرح یہ لوگ کر رہے ہیں اور اللہ ﷻ کے رسولوں علیہم السلام کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا تھا، جیسا کہ یہ لوگ آپ ﷺ کے ساتھ کر رہے ہیں، تو اللہ ﷻ نے انہیں چیخ کے ذریعہ ہلاک کر دیا، تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کفارِ مکہ کا انجام بھی اسی بستی والوں جیسا ہو۔ ۳: اس آیت میں کن بستی والوں کی مثال بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: اس حوالہ سے مفسرین کی کئی آراء ہیں۔ البتہ جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ وہ عیسائیت کے ایک بڑے مرکز "انطاکیہ" کے رہنے والے تھے اللہ ﷻ نے یہاں ان کی مثال بیان فرمائی ہے۔ انطاکیہ (Antioch) شام میں ترکی کی سرحد کے قریب ایک بڑا تجارتی شہر تھا۔

عملی پہلو: ہمیں اُن پیغمبروں کے زمانے، علاقے اور ناموں کی بحث میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ آیات قرآنی کا مضمون سمجھنے کے لئے اس بستی وغیرہ کا تعین

ضروری نہیں بلکہ واقعہ کو خاص طور پر بیان کرنے کا مقصد قریش مکہ اور دیگر مشرکین کو بتانا ہے کہ اگر انہوں نے بھی تعصب، ہٹ دھرمی اور ضد کو نہ چھوڑا تو ان کا انجام بھی اس بستی والوں سے مختلف نہ ہوگا۔

۴: اس بستی کی طرف کن کو بھیجا گیا تھا؟ ۴: تین رسولوں کو بھیجا گیا۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: اس بستی کی طرف رسولوں کو بھیجنے کی کیا تفصیل بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: سب سے پہلے اللہ ﷻ کے حکم پر دو رسولوں علیہما السلام کو اس بستی کی طرف بھیجا گیا لیکن وہاں کے لوگوں نے انہیں جھٹلایا۔ اس کے بعد اللہ ﷻ کے حکم پر ایک تیسرے پیغمبر علیہ السلام کو بھیجا گیا۔

علمی بات: ایک بستی میں تین رسولوں علیہم السلام کو بھیجنے کی مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ دلیل مضبوط ہو جائے اور اس مثال سے دنیا والوں پر واضح ہو جائے کہ جو قوم ہٹ دھرمی میں مبتلا ہوتی ہے وہ ایک نہیں تین تین رسولوں علیہم السلام کو بھی جھٹلانے میں تامل نہیں کرتی۔

۲: تینوں رسولوں علیہم السلام نے بستی والوں کو کیا دعوت دی؟ ۲: تینوں رسولوں علیہم السلام نے بستی والوں کو دعوت دی کہ ہم اللہ ﷻ کے رسول ہیں اور ہم اللہ ﷻ کی طرف سے تمہاری ہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ ۳: بستی والوں نے تینوں رسولوں علیہم السلام کی دعوت کا کیا جواب دیا؟ ۳: بستی والوں نے ان کی دعوت کا انکار کرتے ہوئے تینوں رسولوں علیہم السلام کو جھٹلا دیا۔ ۴: جھٹلائے جانے پر رسولوں علیہم السلام نے انہیں کس بات سے متنبہ کیا؟

۴: انہوں نے ان لوگوں کو متنبہ کیا کہ ہم خالق کائنات کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ لہٰذا ہمیں جھٹلانے میں جلدی نہ کرو، اور یہ بھی نہ بھولو کہ تمہارا یہ انکار اور ظالمانہ سلوک اللہ ﷻ کے غضب کو دعوت دے سکتا ہے کیونکہ جب بھی قوموں کی طرف عذاب آیا ہے تو اس کا بنیادی سبب رسولوں علیہم السلام کو جھٹلانا ہی رہا ہے۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: بستی والوں نے رسولوں علیہم السلام کی دعوت کا کیا جواب دیا؟ ۱: بستی والوں نے رسولوں علیہم السلام کو جھوٹا قرار دیا (معاذاللہ) اور ان کی دعوت کو رد کر دیا۔ ۲: بستی والوں نے رسولوں علیہم السلام کو جھٹلانے کی کیا وجوہات بیان کی ہیں؟ ۲: i۔ انہوں نے کہا کہ تم ہماری طرح کے انسان ہو۔ ii۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ اللہ ﷻ نے کوئی کلام انسان پر نازل نہیں کیا۔ (معاذاللہ)

علمی بات: ہر دور میں کفار نے انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت کا انکار کیا ہے وہ کہتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی ہم جیسا جیتا جاگتا، چلنے پھرنے والا انسان ہو۔ اس کو تو ایسا ہونا چاہیے کہ جو بشریت اور اس کے تقاضوں سے بلند تر ہو۔ جب کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اکثر بشریت کے اثبات کا جواب ہوتا تھا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا "ان سے ان رسولوں نے کہا ہم تمہاری طرح بشر ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اللہ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس کوئی دلیل لے آئیں۔ (سورۃ ابراہیم، آیت: ۱۱) البتہ انبیاء کرام علیہم السلام تمام انسانوں میں اکمل و اعلیٰ ترین بشر ہوتے ہیں۔

نوٹ: مکہ والے بھی یہی کہتے تھے محمد (ﷺ) چونکہ انسان ہیں، لہٰذا وہ رسول نہیں بن سکتے (معاذاللہ) جیسا کہ اُن کا قول قرآنِ حکیم میں یوں بیان ہوا ہے: "اور وہ کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟" (سورۃ الفرقان ۲۵، آیت: ۷) دیگر جھٹلانے والی قوموں نے بھی یہی کہا ہے: "کیا ہم اپنوں میں سے ایک بشر کی پیروی کریں"؟ (سورۃ القمر ۵۴، آیت: ۲۴)

۳: سابقہ قوموں کا کون سا خیال اور رویہ ہدایت سے محرومی کا سبب بنا؟ ۳: قرآنِ حکیم میں سابقہ قوموں کا یہ رویہ بیان ہوا ہے کہ: "لوگوں کے پاس جب ہدایت آئی تو کوئی چیز انہیں ایمان لانے سے روکنے والی اس کے سوا نہ تھی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیج دیا؟" (سورۂ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۹۴) ہر زمانے میں یہی خیال لوگوں کو ہدایت قبول کرنے سے باز رکھتا رہا ہے اور اسی شامت اعمال کی وجہ سے وہ اللہ ﷻ کی پکڑ اور عذاب میں مبتلا ہوئے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: رسولوں علیہم السلام نے بستی والوں کے جھٹلانے پر کیا طرزِ عمل اختیار کیا؟ ۱: رسولوں علیہم السلام نے بستی والوں کی ہٹ دھرمی کے جواب میں صرف اللہ ﷻ کو گواہ بنا کر اس یقین اور سچائی کا اظہار کیا کہ ہم اسی کی طرف سے بھیجے گئے رسول ہیں لہٰذا ہماری دعوت کو نظر انداز نہ کرو۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: رسولوں علیہم السلام نے اپنی کیا ذمہ داری بیان فرمائی؟ ۱: رسولوں علیہم السلام نے فرمایا کہ ہمارے ذمّہ تو پیغامِ حق واضح طور پر پہنچا دینا ہے یعنی منوانا اور ایمان کے لئے کسی کو مجبور کرنا ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے چاہے تم ہم پر ایمان لاؤ یا ہمیں جھٹلاؤ۔

علمی اور فکری پہلو: واضح رہے کہ یہاں جو بات کہی گئی ہے وہ ان لوگوں کے تعلق سے ہے جو ایمان نہیں لائے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا ہرگز صحیح نہیں کہ پیغمبر علیہ السلام کی ذمہ داری اہل ایمان کے معاملہ میں بھی پیغام رسانی سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے تعلق سے کیسی کیسی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا پڑا، حضرت داؤد علیہ السلام کو خلافت کی ذمہ داریاں سونپی گئیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک شاندار حکومت قائم کرنے کے ساتھ عدالت کے فرائض بھی انجام دیئے اور نبی کریم ﷺ نے تزکیہ وتربیت اور کتاب وحکمت کی تعلیم بھی دی اور عدالتی فیصلے بھی فرمائے نیز کفار کے ساتھ جہاد وقتال جیسی ذمہ داریاں بھی کماحقہٗ ادا فرمائیں۔ مختصر یہ کہ آپ ﷺ نے پورے دین کی تشریح اور وضاحت اپنے قول وعمل سے فرمائی جس کی اطاعت واتباع اہل ایمان کے لئے ضروری ہے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: بستی والوں نے رسولوں کی دعوت کا کیا جواب دیا؟ ۱: انہوں نے رسولوں علیہم السلام اور ان کی دعوت کو اپنے لئے منحوس سمجھا (معاذاللہ) اور دھمکی دی کہ اگر تم دعوت توحید سے باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کردینگے اور ہماری طرف سے تم کو سخت اذیت ناک عذاب دیا جائے گا۔ کفار کی عام طور پر یہی عادت تھی کہ کوئی مصیبت آتی تو اس کو ہدایت کرنے والے انبیاء کرام علیہم السلام وصلحاء کی طرف منسوب کیا کرتے۔ (معاذاللہ)

علمی اور عملی پہلو: اسلام نے بدشگونی اور نحوست کا عقیدہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں احادیثِ نبوی ﷺ بہترین رہنمائی کرتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بدشگونی کوئی چیز نہیں۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم) ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بدشگونی محض ایک وہم ہے جو تمہارے دل میں گزرتا ہے، یہ وہم تمہیں کسی کام سے نہ روکے"۔ (صحیح مسلم) اس لئے ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اکثر جو مصیبتیں آتی ہیں وہ انسان کے اپنے اعمال کی وجہ سے آتی ہیں (سورۃ الشوریٰ ۴۲، آیت: ۳۰)۔ اسلام نے ہمیں اس بات سے روکا ہے کہ ہم دوسروں کو منحوس کہیں یا سمجھیں۔

۲: بستی والوں نے رسولوں علیہم السلام کو کیا دھمکی دی؟ ۲: بستی والوں نے رسولوں علیہم السلام کو دھمکی دی کہ اگر انہوں نے اپنی دعوت ختم نہیں کی اور حق بات بیان کرنے سے باز نہ آئے تو وہ انہیں سنگسار کردیں گے یعنی پتھر مار کر ہلاک کریں گے اور بہت دردناک عذاب پہنچائیں گے۔ (معاذاللہ)

آیت نمبر ۱۹: ۱: رسولوں علیہم السلام نے بستی والوں کے لئے کس شے کو منحوس قرار دیا؟ ۱: ان کے کفر اور ان کے برے اعمال کو۔

۲: رسولوں علیہم السلام نے کفر اور برے اعمال کو منحوس کیوں قرار دیا؟ ۲: کیونکہ یہ اللہ ﷻ کے عذاب کو دعوت دینے والے ہیں اور انسان کو ہلاکت تک پہنچانے والے ہیں۔ ۳: اس آیت میں بستی والوں کے حد سے تجاوز کرنے کو کس شدت سے بیان کیا گیا ہے؟ ۳: بستی والے اتنے بگڑ چکے تھے کہ وہ اصلاح کرنے اور نصیحت کرنے والوں کو اپنے لئے منحوس قرار دے رہے تھے۔ (معاذاللہ)

۴: اس آیت میں بستی والوں کا کیا جرم بیان کیا گیا ہے؟ ۴: وہ اللہ ﷻ کی نافرمانی اور کفر میں حد سے بڑھ جانے والے تھے۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: اس آیت میں کس شخص کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں ایک مردِ صالح کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اکثر مفسرین نے اس کا نام حبیب نجار بیان کیا ہے۔ ۲: اس صالح شخص نے اپنی قوم کو کیسے سمجھایا؟ ۲: جب بستی والوں نے رسولوں علیہم السلام کا انکار کیا تو حبیب نجار شہر کے ایک دور کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اور اس نے اپنی قوم سے کہا کہ رسولوں علیہم السلام کی پیروی کرو اور ان کی تکذیب نہ کرو۔

علمی پہلو: تاریخی روایات میں ذکر ہے حبیب ابن اسماعیل نجار رسول اللہ ﷺ پر آپ ﷺ کی بعثت سے چھ سو سال پہلے ایمان لایا تھا۔ جیسا کہ تبع اکبر کے متعلق ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بشارت سابقہ کتب میں پڑھ کر آپ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ سے بہت پہلے آپ ﷺ پر ایمان لایا تھا۔ اسی طرح ایک

اور بزرگ ورقہ بن نوفل آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی بعثت اور دعوت سے پہلے ایمان لائے۔ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت وبعثت سے پہلے آپ ﷺ پر یہ لوگ ایمان لے آئے تھے یہ معاملہ کسی اور رسول اور نبی علیہ السلام کے ساتھ نہیں ہوا۔

عملی پہلو: وہ لوگ جو دین اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد کررہے ہیں ان کو یہ اصول ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیئے کہ حق وصداقت کی بات اثر ضرور کرتی ہے اس میں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے شاید کوئی ایک شخص حق وصداقت کی بات سن کر اس کو قبول کرلے اور جب وہ اپنا سب کچھ قربان کردے تو اس کی قربانیوں کے نتیجے میں حق وصداقت پر چلنے والوں کی نجات ہو جائے۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: اس صالح شخص نے رسولوں علیہم السلام کے حق پر ہونے کے کیا دلائل بیان فرمائے؟ ۱: اس صالح شخص نے اپنی قوم سے کہا کہ ایک تو رسول تم سے اپنی اس دعوت و تبلیغ پر کوئی اجر نہیں مانگتے اور دوسری دلیل یہ دی کہ وہ راہِ راست پر ہیں ان کی زندگی تمہارے لئے حق اور سچائی پر عمل کا ایک بہترین نمونہ ہے۔

علمی و عملی بات: اتباع سے روکنے والی شے خود غرضی اور لالچ ہوتی ہے جس کا انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت میں دور دور تک قطعاً شائبہ بھی نہ تھا۔ اسی طرح اتباع کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ جس کی اتباع کی جائے کہ وہ خود راہ راست پر ہو اور انبیاء کرام علیہم السلام بلاشک وشبہ اللہ ﷻ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: حبیب نجار نے اپنی قوم کو توحید کے کیا دلائل پیش کیئے؟ ۱: i۔ اللہ ﷻ کی عبادت کیوں نہ کی جائے جبکہ وہ ہمارا خالق ہے۔ ii۔ مرنے کے بعد اسی کی طرف ہم نے پلٹ کر جانا ہے۔

علمی بات: اس آیت کے دو حصّے ہیں۔ اوّلاً حبیب نجار کہتا ہے کہ خالق کی بندگی کرنا تو سراسر عقل وفطرت کا تقاضا ہے۔ نامعقول بات تو یہ ہے کہ آدمی ان کی بندگی کرے جنہوں نے اسے پیدا ہی نہیں کیا ہے۔ دوسرا وہ اپنی قوم کے لوگوں کو یہ احساس دلاتا ہے کہ مرنا آخر تم کو بھی ہے اور اسی اللہ ﷻ کی طرف جانا ہے جس کی بندگی اختیار کرنے پر تمہیں اعتراض ہے۔ اب تم خود سوچ لو کہ اس سے منہ موڑ کر تم کس بھلائی کی توقع کرسکتے ہو۔

عملی پہلو: ہمیں یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ اللہ ﷻ نے ہمیں پیدا کرکے آزاد چھوڑ دیا ہے، اب اس کا کوئی تعلق اور واسطہ ہم سے نہیں رہا، بلکہ ہم سب کو مرنے کے بعد اسی کے پاس واپس لے جایا جائے گا، خواہ ہم چاہیں یا نہ چاہیں۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: حبیب نجار نے اپنی قوم کے سامنے باطل معبودوں کی لاچارگی اور بے بسی کو کیسے بیان کیا؟ ۱: حبیب نجار نے کہا کہ نہ تو یہ باطل معبود رحمٰن کی جناب میں سفارش کرسکتے ہیں اور نہ ہی اللہ ﷻ کی پکڑ سے کسی کو چھڑا سکتے ہیں۔

علمی پہلو: یہاں یہ خیال رہنا چاہیئے کہ جو جو باتیں حبیب نجار اپنی طرف منسوب کررہا تھا وہ بحیثیت انسان منسوب کررہا تھا۔ بظاہر وہ یہ باتیں کہہ تو اپنے آپ کو رہا تھا مگر درحقیقت یہ سب کچھ قوم کو سنا رہا تھا کہ تمہیں اس طرح کی بے بس اور بے اختیار چیزوں کو ہرگز معبود نہ بنانا چاہیئے۔ یہی عیوب کفار مکہ میں پائے جاتے تھے۔ یہ بھی دعوتِ حق کا انتہائی خوبصورت اور پُرحکمت انداز ہے۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: حبیب نجار نے کن لوگوں کو واضح گمراہ قرار دیا ہے؟ ۱: جھوٹے، بے بس اور لاچار لوگوں اور بتوں کو معبود قرار دینے والوں کو۔

۲: حبیب نجار نے اپنی قوم کے سامنے کس بات کا اعلان کیا؟ ۲: حبیب نجار نے اپنی قوم کے سامنے انتہائی دلیرانہ انداز میں بغیر کسی خوف کے اللہ ﷻ پر ایمان لانے کا والہانہ اظہار کیا۔

فکری پہلو: حق کتنا سچّا اور روشن ہوتا ہے، جو حق کے علمبردار کو نڈر اور بے باک بنا دیتا ہے، اس آیت کو پڑھ کر ہی اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ سارا شہر ایک طرف ہے۔ قوم کے تمام رئیس اور سردار ایک طرف ہیں۔ سارے مذہبی پیشوا اور سارے سیاسی حکام آگ بگولا ہیں، سارا ماحول غم وغصہ کی کیفیت سے بھرا پڑا ہے۔ ایسے حالات میں ایک مومن ہی خدائے وحدہ لاشریک کی کبریائی کا اعلان کرسکتا ہے۔

۳: حبیب نجار نے اپنی قوم کو کیا نصیحت کی؟ ۳: حبیب نجار نے قوم کو اپنی بات سننے یعنی اللہ ﷻ پر ایمان لانے کی نصیحت کی۔

علمی پہلو: اس فقرے میں پُر حکمت تبلیغ کا ایک لطیف نکتہ پوشیدہ ہے۔ اس شخص نے ان لوگوں کو یہ احساس دلایا کہ جس رب پر میں ایمان لایا ہوں وہ محض میرا ہی رب نہیں ہے بلکہ تمہارا بھی رب ہے۔ اس پر ایمان لا کر میں نے غلطی نہیں کی ہے بلکہ اس پر ایمان نہ لا کر تم ہی غلطی کر رہے ہو۔

۴: حبیب نجار کے ساتھ اس کی قوم نے کیا سلوک کیا؟ ۴: اس کی قوم اُس پر بہت غصہ ہوئی۔ وہ اپنی قوم کے ایک فرد کی طرف سے اس "اعلانِ بغاوت" کو برداشت نہ کر سکے، چنانچہ اللہ ﷻ کے اس بندے کو اسی لمحے شہید کر دیا گیا۔

نوٹ: بعض مفسرین کرام نے حبیب نجار کے اس جملہ کا مخاطب انبیاء کرام علیہم السلام کو قرار دیتے ہوئے یہ مطلب بیان کیا ہے" آپ جس رب کی طرف دعوت دے رہے ہیں میں اس پر ایمان لے آیا، آپ میرے مومن ہونے کے گواہ رہیئے گا"۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: اپنی قوم کے سامنے اعلانِ حق کرنے والے نیک شخص کو کیا صلہ ملا؟ ۱: اللہ ﷻ نے اس نیک شخص کی روح کو حکم دیا کہ جنّت میں داخل ہو جا۔

علمی پہلو: اس آیت سے معلوم ہوا ہے کہ ادھر اس آدمی کو شہید کیا گیا اور ادھر اس کی روح جنّت میں پہنچ گئی اور اس کی قبر کو جنت کا ٹکڑا بنا دیا گیا۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ حیات برزخ قرآن سے ثابت ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: "قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا"۔ (جامع ترمذی)

عملی پہلو: شہادت کے رتبے پر فائز ہو جانے والے خوش قسمت لوگوں کو جنت میں داخلے کے لئے روز حشر کا انتظار نہیں کرنا پڑتا، بلکہ جس لمحے ایسے کسی مومن کی شہادت ہوتی ہے اسی لمحے اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے ہمیں اللہ ﷻ سے شہادت کی موت کی دعا کرتے رہنا چاہیئے۔

۲: اس آیت میں اس نیک شخص کی کس تمنّا کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۲: حبیب نجار نے تمنّا کی کہ کاش اس کی قوم کے لوگ بھی یہ بات جان لیتے کہ اللہ ﷻ کس طرح اہل ایمان کی عزّت و اکرام فرماتا ہے۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا"شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے سینوں میں جنّت کی سیر کرتی رہتی ہیں اور ان کے محل قندیلوں کی طرح عرش سے لٹک رہے ہوتے ہیں"۔ (صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

آیت نمبر ۲۷: ۱: اللہ ﷻ نے حق کی خاطر جان دینے والے اس نیک شخص پر کیا انعامات فرمائے؟ ۱: اللہ ﷻ نے اس کے تمام گناہ بخش دیئے اور اسے عزّت والا مقام عطا فرمایا۔

علمی پہلو: حضرت حبیب نجار کی مثل ایک صحابی رضی اللہ عنہ: روایت میں آیا ہے کہ حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے پھر انہوں نے اپنے قبیلے کے پاس واپس جانے کی اجازت طلب کی حضور ﷺ نے فرمایا وہ تجھ سے لڑیں گے عروہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور ﷺ اگر وہ مجھے سوتا پالیں گے تو بیدار بھی نہیں کریں گے (وہ میرا بڑا ادب کرتے ہیں) چنانچہ واپس جا کر حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے عروہ رضی اللہ عنہ کا کہنا مانا اور تکلیف دہ باتیں سنائیں۔ جب فجر کا وقت ہوا تو انہوں نے اپنے بالاخانہ پر نماز ادا کی اور توحید و رسالت کی شہادت دی باہر سے کسی ثقفی شخص نے انہیں تیر مارا اور شہید کر دیا حضور ﷺ کو جب ان کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو فرمایا عروہ رضی اللہ عنہ کی مثال سورۃ یٰسٓ میں ذکر کردہ اس شخص (حبیب نجار) جیسی ہے۔ جس نے اپنی قوم کو توحید کی طرف بلایا تھا اور انہوں نے اس کو شہید کر دیا۔ (ابن اسحاقؒ، صحیح بخاری، صحیح مسلم)

آیت نمبر ۲۸: ۱: اس قوم پر کس لشکر کے نہ اتارے جانے کا ذکر ہے؟ ۱: اس لشکر سے مراد فرشتوں کا لشکر ہے یعنی اللہ ﷻ نے ان کے ہلاک کرنے کے لئے آسمان سے فرشتے نہیں اتارے اور نہ ہی اللہ ﷻ فرشتے اتارنے والا تھا۔ ان لوگوں کی ہلاکت اللہ ﷻ کے لئے کوئی بڑا معاملہ نہ تھا۔ ان کو ہلاک کرنے کے لئے ایک فرشتے کی چیخ ہی کافی تھی۔

علمی و عملی پہلو: جب قوموں کی نافرمانی حد سے بڑھ جاتی ہے، غرور و تکبر انتہا کو پہنچ جاتا ہے تب اللہ ﷻ کا فیصلہ آجاتا ہے وہ دنیا والوں کی طرح اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ لشکر بھیج کر کسی قوم پر فتح حاصل کی جائے۔ بلکہ اس کا حکم ہی کافی ہوتا ہے۔ ہمیں اس کی ذات اور قوت پر اعتماد کر کے یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ رب اس قدر طاقت ور ہے کہ اس کے سامنے ساری دنیا کی طاقتیں اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

آیت نمبر ۲۹: ا: رسولوں علیہم السلام کا انکار کرنے والی قوم کا کیا انجام ہوا؟ ا: تفاسیر میں ذکر ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے شہر کے دروازے پر کھڑے ہو کر ایک وہشت ناک چیخ ماری جس کے خوف سے وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ کے عذاب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیئے اور فکر مند ہونا چاہیئے کہ اس کا عذاب کبھی بھی، کسی بھی شکل میں اور کہیں بھی آسکتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "اور اس کے لشکروں کو اس (اللہ ﷻ) کے سوا کوئی جان ہی نہیں سکتا۔" (سورۃ المدثر ۷۴، آیت: ۱۸)

علمی و فکری پہلو: اس آیت میں ان کے مردہ اجسام کو بجھی ہوئی آگ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص زندہ ہے وہ اپنے حواس اور حرکات کے ظہور کی وجہ سے بھڑکتی ہوئی روشن آگ کی مانند ہے اور جو شخص مردہ ہے وہ راکھ کی مثل ہے۔ اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم اپنی اس روشنی کو حق کے اُجالے کو پھیلانے کے لئے صرف کریں تاکہ گمراہی اور جہالت کے اندھیرے ختم ہوں۔

آیت نمبر ۳۰: ا: نافرمان بندوں کے بارے میں کیا اظہار کیا گیا ہے؟ ا: نافرمان بندوں پر حسرت یعنی افسوس کا اظہار کیا گیا ہے۔ حسرت کا معنی ہے بہت زیادہ دکھ اور پشیمانی ہونا، فوت شدہ چیز پر شدید افسوس ہونا۔ ۲: نافرمانوں پر کس کے افسوس کرنے ذکر ہے؟ ۲: مفسرین بیان کرتے ہیں کہ یہاں افسوس کرنے والے فرشتے ہیں یا سب مومنین کو دعوت دی گئی ہے کہ ایسے لوگوں پر افسوس کرو جنہوں نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اُڑایا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حسرت سے مراد ایمان والے بندوں کی طرف سے اظہارِ حسرت نہ ہو بلکہ بطور استعارہ اللہ ﷻ کی طرف سے حسرت کا اظہار ہو یعنی وہ لوگ پیغمبروں پر ایمان نہیں لائے اس لئے قیامت کے دن اللہ ﷻ فرمائے گا کہ آج بندوں کے لئے حسرت، ندامت اور غم ہے۔

علمی پہلو: انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والوں اور ان کی تعلیمات کا مذاق اُڑانے والوں کا ہمیشہ بدترین انجام ہوا۔ جو لوگ آج بھی رسالت اور وحی کی بات سنتے ہی غیر سنجیدہ ہو جاتے ہیں اور اس کو مذاق بنا لیتے ہیں۔ انہیں جان لینا چاہیئے کہ ایک وقت آئے گا جب یہ لوگ اپنی حرکتوں پر حسرت و ندامت کے ساتھ افسوس کریں گے اور فرشتے بھی ایسے لوگوں کے بارے میں کہیں گے کہ یہ کتنے بدنصیب ہیں جو اللہ ﷻ کے قہر و غضب میں ہلاک ہونے والے ہیں۔

آیت نمبر ۳۱: ا: اس آیت میں انسانوں کو کیا درسِ عبرت دیا گیا ہے؟ ا: انسانوں کو سابقہ نافرمان قوموں کے انجام سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ جنہیں اللہ ﷻ نے کفر اور نافرمانی کی وجہ سے ایسا ہلاک کیا کہ وہ لوٹ کر دوبارہ کبھی نہیں آسکیں گی۔

علمی و عملی بات: اس قصّہ کو بیان کر کے اللہ ﷻ نے دراصل کفارِ مکہ کی اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جس طرح وہ مردِ صالح اپنی قوم کا سچا ہمدرد اور خیر خواہ تھا، اسی طرح نبی کریم ﷺ اور ان کے ساتھ اہلِ ایمان یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تمہارے سچے خیر خواہ ہیں لہٰذا آپ ﷺ کی تعلیمات کو ماننے اور اس پر عمل کرنے میں ہی ان کی فلاح اور نجاتِ اُخروی پوشیدہ ہے۔

آیت نمبر ۳۲: ا: بستی والوں کے واقعہ میں ہمارے لئے کیا سبق ہے؟ ا: مرنے کے بعد اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے ہم سب اللہ ﷻ کی جناب میں حاضر کیئے جائیں گے۔ اس احساس کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں ایمان اور نیک اعمال کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیئے۔

عملی پہلو: اس پورے قصّے میں رسولوں علیہم السلام اور حبیب نجار کی گفتگو اور وعظ و نصیحت سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ہر حال میں قوم کو ہمدردی و خیر و خواہی اور صدق و اخلاص کے ساتھ کمال حکمت سے دعوتِ حق پہنچائی اور ہر مرحلے پر انتہائی تحمّل و بردباری کا مظاہرہ کیا۔ آج کے دور میں مبلغین اور دعوت و اصلاح کی خدمت انجام دینے والوں کو اس پیغمبرانہ اسوہ کو خاص طور پر اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ ان کی دعوت زیادہ موثر اور کارگر ثابت ہو کیونکہ تقریر اور

خطابت کے جوش میں غصے کا اظہار، مخالف پر فقرے چست کرنا بڑا کمال سمجھا جاتا ہے، جو فریق مخالف کو اور زیادہ ضد و عناد کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ پس مومن کو ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ وہ ہمیشہ بھلائی اور خیر خواہی کے جذبات ہی سے سرشار رہے، خواہ لوگ اس کے ساتھ کیسا ہی ظالمانہ سلوک کریں۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی قدرت کی کیا نشانی بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ بارش برسا کر ایک خشک اور مردہ زمین کو زندہ اور سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔ ۲: زمین کے آباد ہونے سے انسان کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟ ۲: زمین سے اللہ ﷻ اپنی قدرت سے اناج پیدا فرماتا ہے جو انسانوں اور باقی جانداروں کی خوراک کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنتا ہے۔

سائنسی نوٹ: اللہ ﷻ نے جتنے بھی جاندار پیدا کیئے ہیں ان سب کو زندہ رہنے اور اپنی زندگی گزارنے کے لئے توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے تمام جاندار خوراک کے ذریعے توانائی حاصل کرتے ہیں اور غذائی سلسلہ اور زنجیر (Food Chain) میں خوراک کا آغاز نباتات سے ہوتا ہے۔ جو سبز مادہ سبزینہ (Chlorophyll) کی موجودگی میں سورج کی دھوپ سے خود اپنی غذا بناتے ہیں۔ یہ بنیادی خود پیدا کرنے والے (Primary Producers) یعنی ضیائی تالیف رکھنے والے اجسام (Autotrophs) کہلاتے ہیں۔ ان نباتات کو بنیادی صارفین (Primary Consumers) یعنی چرندے کھاتے ہیں۔ مثلاً: گائے، بکری وغیرہ۔ ان چرندوں کو ثانوی صارفین (Secondary Consumers) یعنی شکاری (Predators) کھاتے ہیں۔ جیسے شیر، چیتا، انسان وغیرہ اور جب یہ مر جاتے ہیں تو ان جانوروں کو (Tertiary Consumers) یعنی (Vultures) گدھ، (Scavengers) مُردار خور دوبارہ مٹی بنا دیتے ہیں اس طرح یہ غذائی زنجیر چلتی رہتی ہے۔ یہ مرنے والے (Tertiary Consumers) یہ بھی زمین کی زرخیزی کا اور کھاد کا باعث بنتے ہیں اور مزید نباتات کی پیداوار کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اللہ ﷻ کی بڑی قدرت اور شان ہے کہ اس نے زمین پر غذائی زنجیر (Food Chain) کو قائم کیا ہوا ہے جسے (Food cycle) بھی کہا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: اللہ ﷻ کی زمین سے حاصل ہونے والی کن نعمتوں کا اس آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: کھجور اور انگوروں کے باغات اور میٹھے پانی کے چشموں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

سائنسی نوٹ: اکثر و بیشتر حیوانات اور نباتات کو زندہ رہنے کے لئے میٹھے پانی کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ دنیا میں ۵/۴ سمندری پانی کا حصہ ہے اور یہ پانی اللہ ﷻ کی قدرت سے ٹنوں کے حساب سے بخارات بن کر بادلوں کی شکل اختیار کرتا ہے اور پھر اللہ ﷻ کی قدرت سے بارش بن کر دوبارہ زمین پر برستا ہے اور سمندر کا کھارا پانی میٹھے پانی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ بارش سے برسنے والا پانی پھر زمین میں جہاں جھیلوں، دریاؤں اور ندیوں کا روپ اختیار کرتا ہے وہیں زمین میں جذب ہو کر چشموں اور کنوؤں کے ذریعہ بھی انسان کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ یہ آبی چکر (Water Cycle) بھی اللہ ﷻ کی قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ سال میں جتنا پانی بخارات میں تبدیل ہو کر بادلوں کی شکل اختیار کرتا ہے اتنا ہی پانی بارش بن کر زمین پر دوبارہ برستا ہے۔ اس طرح پانی کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے رواں دواں ہے۔ اگر یہ پانی ضائع ہو جائے تو رفتہ رفتہ زمین سے پانی ختم ہو جائے اور کوئی جاندار بھی زمین پر باقی نہ رہ سکے گا۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس قدرت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: قسم قسم کے میوے اور میٹھے پانی کا حصول انسان کا کرشمہ نہیں ہے بلکہ اللہ ﷻ کی قدرت کا کمال ہے۔

نوٹ: اللہ ﷻ نے جو کچھ اولاً پیدا فرمایا ہے وہی اصل بنیاد ہیں پھر انسان ان پر محنت کر کے بعض دوسری اشیاء ضرورت تیار کر لیتا ہے۔ مثلاً اللہ ﷻ نے گندم، گنا، چنے اور دودھ پیدا کیا ہے۔ اب انسان ان سے کچھ چیزیں مزید حاصل کرتا ہے۔ مثلاً گندم سے روٹی، اور اس کی قسمیں اور گنے سے گڑ، شکر اور چینی۔ اسی طرح دودھ سے دہی، مکھن، لسی، بالائی اور گھی وغیرہ پھر انہیں چیزوں کے امتزاج سے ہزاروں چیزیں بناتا چلا جاتا ہے۔ اسی کئی انواع و اقسام کے سالن، اچار، چٹنیاں، مربے، مٹھائیاں وغیرہ تیار کر لیتا ہے۔ کئی چیزوں سے اپنی پوشاک وغیرہ کی ضروریات بناتا ہے اور ملبوسات تیار کرتا ہے۔ یہ استعداد اور صلاحیت بھی انسان کو اللہ ﷻ ہی نے بخشی ہے۔ لہٰذا ہر حال میں اللہ ﷻ کا شکر واجب ہوا۔

علمی و فکری بات: یہ مضمون سورۃ الواقعہ کے دوسرے رکوع میں زیادہ زور دار اور موثر انداز میں بیان ہوا ہے۔ وہاں اللہ ﷻ نے اپنی مختلف تخلیقات کا ذکر فرما کر ہر بار یہ سوال کیا ہے کہ ذرا بتاؤ! یہ چیز تم نے بنائی ہے یا اس کو بنانے والے ہم ہیں؟ یعنی اللہ ﷻ۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کی ترجمانی یوں کی ہے:

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟
کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار؟
خاک یہ کس کی ہے؟ کس کا ہے یہ نورِ آفتاب؟

۲: اللہ ﷻ کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد کس چیز کو بجالانے کا حکم دیا گیا ہے؟ ۲: انسان ان نعمتوں کو کھائیں اور اللہ ﷻ کی نعمتوں کا شکر بجالائیں۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: اس آیت میں مخلوقات کے بارے میں کیا حقیقت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے تمام مخلوقات کو جوڑوں کی صورت میں پیدا فرمایا۔

۲: مخلوقات کے جوڑوں کی صورت میں ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: مخلوقات نر اور مادہ کی صورت میں پیدا کی گئی ہیں۔

علمی بات: "اَلْاَزْوَاجَ" کے کئی معنی ہیں، مثلاً: i۔ اس کا اطلاق نر و مادہ پر بھی ہوتا ہے خواہ اس کا تعلق حیوانات، نباتات اور جمادات کی کسی بھی قسم سے ہو۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے" اور ہر چیز سے ہم نے دو قسمیں بنائیں، تا کہ تم نصیحت حاصل کرو" (سورۃ الذاریات ۵۱، آیت: ۴۹)۔ ii۔ زوج کا لفظ آپس میں مماثلت رکھنے والی چیزوں کے لئے بھی آتا ہے، مثلاً ایک جوتا دوسرے جوتے کے لئے زوج ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا کہ "اور دوسری اس کی ہم شکل کئی (ازواج) قسمیں۔" (سورۃ ص ۳۸ آیت: ۵۸)۔ iii۔ ازواج کا لفظ ایک دوسرے کے مخالف اشیاء، جیسے دن رات کا زوج ہے اور رات دن کا، یا سایہ دھوپ کا اور دھوپ سائے کا، یا روشنی تاریکی کی زوج اور تاریکی روشنی کی، گویا یہ زوج کا سلسلہ اتنا وسیع ہے جو نباتات اور حیوانات کے علاوہ بھی تمام اشیاء میں پایا جاتا ہے، خواہ انسان کو اس کا علم ہو یا نہ ہو سکے۔

عملی پہلو: اس آیت کی ابتدا میں اللہ ﷻ نے "سُبْحٰنَ الَّذِیْ" کا لفظ استعمال فرمایا، جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ ﷻ کی ذات ایسی ہے جو ہر قسم کے زوج سے پاک ہے۔ دنیا میں شرک کی جتنی بھی اقسام پائی جاتی ہیں ان میں سے ہر قسم میں اللہ ﷻ کی ذات میں کسی نہ کسی کمی، کمزوری، عیب یا نقص کا الزام ہوتا ہے، اللہ ﷻ نے "سُبْحٰنَ" کا لفظ فرما کر مشرکوں کے ہر قسم کے شرکیہ عقیدے کی تردید فرمادی۔ لہٰذا ہمیں اللہ ﷻ کے ساتھ ہر قسم کے شرک سے بچنا چاہیے۔

۳: اس آیت میں مخلوقات کے جوڑوں کی کیا مثال بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: زمین سے اُگنے والی نباتات جوڑوں کی صورت میں مثلاً سبزیوں اور پھلوں میں کھٹے اور میٹھے ہونا وغیرہ۔ اسی طرح انسان جوڑوں کی صورت میں اور وہ ساری چیزیں جنہیں لوگ نہیں جانتے۔

علمی بات: سائنس کو رفتہ رفتہ مختلف چیزوں کے جوڑوں کا جو ادراک ہو رہا ہے، مثلاً بجلی میں مثبت اور منفی کا اور ایٹم میں الیکٹران اور پروٹان کا، وہ سب قرآنِ حکیم کے اس عمومی بیان میں داخل ہو سکتے ہیں۔

۴: کون سی مخلوقات کے جوڑے ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے؟ ۴: زمین کی تہہ میں اور دریاؤں اور پہاڑوں میں حیوانات، نباتات اور جمادات کی ہزاروں انواع و اقسام ہیں جنہیں لوگ نہیں جانتے۔

۵: اس آیت میں اللہ ﷻ کی پاکی بیان کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۵: اللہ ﷻ کی ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے اور اسی طرح اللہ ﷻ کی ذات ہر قسم کے جوڑے سے پاک ہے اور اللہ ﷻ تنہا اور یکتا ہے۔ مخلوقات جوڑے کی صورت میں ہیں جبکہ اللہ ﷻ واحد اور یکتا ہیں۔

سائنسی نوٹ: آج سائنس بتاتی ہے جس طرح حیوانات میں نر اور مادہ ہوتے ہیں اسی طرح نباتات میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ نر پھول سے زیرہ یا زرگل (PollenGrain) یعنی پھولوں کے نر حصے مادہ پھول کی غیر بار آور حصہ یعنی بیضہ (Ovule) یعنی پھولوں کے مادہ حصوں تک پہنچتے ہیں اور اس پھول کو بار آور (Fertilize) کرتے ہیں تو وہ پھول پھر پھل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس قدرت کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: رات کا۔

۲: دن کے کھینچنے سے کیا مراد ہے؟ اور رات کیسے طاری ہوتی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ دن کو غائب کر دیتا ہے تو یکایک سب جگہ اندھیرا طاری ہو جاتا ہے۔

علمی بات: "سلخ" کہتے ہیں جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کی کھال اتارنا۔ جس سے نیچے کا گوشت ظاہر ہو جائے۔ یوں سمجھ لیں کہ رات کی تاریکی پر دن یعنی نور کی چادر پڑی ہوئی ہے۔ جب رات آتی ہے تو آہستہ آہستہ یہ روشنی اور نور کی چادر اوپر سے اتار لی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ہر طرف سیاہی پھیل جاتی ہے۔ اسکی مثال ایسے ہے جیسے ایک سیاہ چادر بچھی ہو، جسے ایک سفید چمکدار چادر نے ڈھانپ رکھا ہو۔ پھر اوپر والی سفید چمکدار چادر کھینچ لی جائے اور نیچے سے سیاہ چادر نمودار ہو جائے۔

علمی بات: اللہ ﷻ نے قرآن حکیم میں جب دن اور رات کا ذکر فرمایا تو پہلے رات کا ذکر فرمایا۔ اس سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے کہ ایک یہ کہ فطری بناوٹ ہے کہ دن رات کی (یعنی ایک دن یا ۲۴ گھنٹے) کی مدت کا شمار ایک دن سورج غروب ہونے سے لے کر دوسرے دن سورج غروب ہونے تک ہے۔ اور یہ مدت ظاہری طور سے ہمیشہ ۲۴ گھنٹے ہی رہتی ہے خواہ گرمیوں کا موسم ہو یا سردیوں کا اور اس میں ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہیں پڑتا۔

۳: رات اور دن کے پیدا کرنے اور ذکر کرنے میں کیا حکمت نظر آتی ہے؟ ۳: اگر اللہ ﷻ رات اور دن کا انتظام نہ فرماتا تو اس زمین پر نہ کوئی نباتات اُگ سکتی تھی اور نہ ہی کوئی جاندار زندہ رہ سکتا تھا۔ یہ اللہ ﷻ کی رحمت ہے کہ اس نے ہمارے لئے سورج پیدا فرما کر روشنی کا بھی انتظام فرما دیا اور اسی طرح دن کو کام کے لئے اور رات کو آرام کے لئے بنایا۔ اگر انسان رات تو نیند نہ لے تو دن کی معاشی سرگرمیاں انجام نہیں دے سکتا۔ حضور ﷺ نے نیند کو موت اور سو کر اٹھنے کو دوبارہ زندگی سے تعبیر فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں ذکر ہے کہ "نبی کریم ﷺ جب بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ الفاظ فرماتے: "تیرے ہی نام کے ساتھ مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں۔" اور جب بیدار ہوتے تو یہ الفاظ فرماتے: "سب تعریف اللہ ﷻ کے لئے ہے جس نے ہمیں زندگی بخشی، اس کے بعد کہ اس نے ہمیں موت دی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" (صحیح بخاری) ایک اور حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے "نیند موت کا بھائی ہے۔" (بیہقی)

آیت نمبر ۳۸: ۱: اس آیت میں سورج کا ذکر کس طور پر فرمایا گیا ہے؟ ۱: سورج کو اللہ ﷻ کی آفاقی نعمتوں میں سے ایک نعمت قرار دیا گیا ہے جو اللہ ﷻ کے مقرر کیئے ہوئے راستے پر سفر کر رہا ہے۔

علمی بات: سورج بھی اللہ ﷻ کی مخلوق ہے، اس کا وجود، روشنی، اس کا اپنے ٹھکانے کی طرف چلنا مستقل نشانی ہے۔ سورج پابند ہے کہ اپنے محور پر چلے اور اسی رفتار پر چلے جو اس کی رفتار مقرر ہے۔ اس کا جو راستہ اللہ ﷻ کی طرف سے طے کر دیا گیا ہے اس کے خلاف نہیں چل سکتا۔ اس کا ادھر ادھر نہ ہونا یہ سب اللہ ﷻ کی قدرت اور حکمت کی نشانی ہے۔

سائنسی نوٹ: سورج اپنے پورے نظام شمسی (Solar System) کے ساتھ کہکشاں (Milky way Galaxy) کے مرکز کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ زمین اپنے محور کے گرد گھوم رہی ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں ایک چکر مکمل کرتی ہے۔ جس سے دن اور رات بنتے ہیں۔ اسی طرح زمین سورج کے گرد بھی گھوم رہی ہے اور تقریباً ۳۶۵ دنوں میں اپنا سفر مکمل کرتی ہے۔ جس سے سال وجود میں آتا ہے۔ یہ اللہ ﷻ کی قدرت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے کہ سالہا سال سے زمین کی سورج کے گرد یہی گردش (Movement) ہے۔ جس سے دن و رات اور سال کا حساب معلوم ہوتا ہے۔

نوٹ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک دن مجھ سے) سورج چھپ جانے کے بعد فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ ہی خوب جانتے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک یہ چلتے چلتے عرش کے نیچے پہنچ کر سجدہ کرتا ہے اور حسبِ عادت مشرق سے طلوع ہونے کی اجازت چاہتا ہے اور اسے اجازت دے دی جاتی ہے اور ایسا بھی ہونے والا ہے کہ ایک روز یہ سجدہ کرے گا اور اس کا سجدہ قبول نہ ہوگا اور (مشرق سے طلوع ہونے کی) اجازت چاہے گا تو اجازت نہ دی جائے گی اور کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا، چنانچہ سورج (واپس ہو کر)

مغرب کی جانب سے طلوع ہو گا۔ پھر فرمایا کہ (وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا) (سورج اپنے ٹھکانے کو جاتا ہے) کا یہی مطلب ہے کہ (اپنے مقررہ ٹھکانے تک جا کر مشرق سے نکلتا ہے) اور فرمایا کہ اس کا ٹھکانا عرش کے نیچے ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

۲: سورج کے غروب ہوتے وقت عرش کے نیچے سجدہ کرنے اور چلنے کی اجازت طلب کرنے کا مطلب کیا ہے؟ ۲: سورج عرش کے نیچے چل رہا ہے اور ہر وقت اور ہر لمحے اللہ ﷻ کے سامنے سجدہ ریز ہے اور ہر لمحے اس کا آگے چلنا اللہ ﷻ کی اجازت پر موقوف ہے، جب اللہ ﷻ کی طرف سے یہ اجازت نہیں ملے گی، وہ ٹھہر جائے گا اور اللہ ﷻ کے حکم کے مطابق مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہو گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ ﷻ وہ (ذات) ہے جس کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے لوگ۔" (سورۃ الحج ۲۲، آیت:۱۸) سورج کا روزانہ غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع ہونا موت کے بعد زندگی کی واضح دلیل بھی ہے۔

۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کن صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۳: "العزیز" اور "العلیم" یعنی اللہ ﷻ زبردست ہے۔ جس نے اتنا عظیم نظام کائنات میں قائم فرمایا ہے اور اللہ ﷻ ہی ہر شے کو خوب جاننے والا ہے۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: اس آیت میں چاند کے بارے میں کیا حقیقت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: چاند بھی اللہ ﷻ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک ہے جو اللہ ﷻ کی مقرر فرمائی ہوئی منزلوں کو پورا کرتا ہے۔

سائنسی نوٹ: چاند ایک سیارچہ (Satellite) یعنی مدار میں گھومنے والا ہے جو زمین کے گرد گردش کر رہا ہے۔ چاند تقریباً اٹھائیس دن میں زمین کے گرد ایک چکر مکمل کرتا ہے اور سورج کے سامنے آنے کی وجہ سے اس کی شکل گھٹتی رہتی ہے یہاں تک کہ یہ دیکھنے میں ایک کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح خم دار معلوم ہوتا ہے۔ چاند کو دیکھ کر مہینے کے دنوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ پہلی تاریخ کا چاند نہایت باریک ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ بڑھتے بڑھتے چودھویں تاریخ کو مکمل گول شکل اختیار کر لیتا ہے پھر آہستہ آہستہ گھٹنا شروع ہوتا ہے اور پھر کھجور کی خشک ٹہنی کی طرح رہ جاتا ہے جو مڑ کر کمان جیسی ہو جاتی ہے۔

فکری بات: جو ذات برحق مہتاب کی اس حیرت انگیز گردش پر قادر ہے، وہ یقیناً تمام انسانوں کو موت سے ہمکنار کرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے اور ان کے اعمال کا حساب چکانے پر بھی قادر ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا "وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر فرمائیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ ﷻ نے یہ (سب کچھ) حق کے ساتھ پیدا فرمایا۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لئے کھول کر بیان فرماتا ہے جو جانتے ہیں۔ بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ان چیزوں (میں) جو اللہ ﷻ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا فرمائی ہیں، یقیناً ان لوگوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔" (سورۃ یونس ۱۰، آیات: ۵، ۶) اس لئے یہ سوچنا چاہیئے کہ ہزاروں سال سے چاند کا گھٹنا بڑھنا اور طلوع و غروب اسی طرح جاری ہے۔ اتنے زبردست غلبے اور کامل علم والی ذات کے لئے انسان کو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: اس آیت میں نظام فلکی کو کس طور پر بیان کیا گیا ہے؟ ۱: آسمان میں سورج، چاند اور دیگر اجرام فلکی اپنے اپنے مدار (Orbit) میں متحرک ہیں اور نہ سورج کے لئے ممکن ہے کہ چاند کو جا پکڑے اسی طرح نہ دن کے لئے ممکن ہے کہ وہ رات سے پہلے آجائے بلکہ جیسے اللہ ﷻ نے ہر شے کا اندازہ مقرر کیا ہے وہ اپنے اپنے مدار میں تیر رہی ہے۔ یعنی سورج، چاند، ستارے اور سیارے سب اپنے اپنے مدار میں چل رہے ہیں اور اللہ ﷻ کے بنائے ہوئے عظیم نظام کا ایک حصہ ہیں اور اللہ ﷻ کے حکم کے مطابق ہی گردش کرتے ہیں۔

نوٹ: یہ قرآنِ حکیم کا معجزہ ہی ہے کہ وہ سیاروں کے اپنے اپنے مدار میں "تیرنے" کی خبر چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ پہلے اس وقت دے رہا ہے جب عام نظریہ یہ تھا کہ سورج زمین کے گرد گھوم رہا ہے اور جس حقیقت کو پانے میں انسان کو صدیاں لگی ہیں۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے کس شے کو اپنی نشانی قرار دیا ہے؟ ۱: انسانوں کو اٹھائے ہوئے بھری ہوئی کشتی کو۔

علمی نکتہ: قرآنِ حکیم نے یہاں اونٹ یا کسی خاص سواری کا نام نہیں لیا بلکہ اسے مبہم چھوڑا ہے جو ہر اُس سواری کو شامل ہے جو انسان اور اس کے اسباب وسامان کو اٹھا کر منزل مقصود تک پہنچائے مثلاً ہوائی جہاز، بحری جہاز اور اس جیسی دوسری سواریاں جو زیادہ سے زیادہ اسباب لاد کر دور دراز تک پہنچاتی ہیں۔

۲: اس آیت میں ذرّیت یعنی اولاد کا خاص طور پر ذکر کیوں فرمایا گیا؟ ۲: اس کی ایک وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہلِ عرب خاص طور پر اپنی جوان اولاد کو تجارت کی غرض سے سمندری سفر پر بھیجتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان کی سب سے بڑی ذمہ داری اور بوجھ اس کی اولاد ہوتی ہے خاص طور پر اس وقت جب وہ چلنے پھرنے سے قاصر ہو۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: اللہ ﷻ نے انسان کو اور کون سی سواریاں بنانا سکھا دیں؟ ۱: کشتیاں اور پانی کے جہاز کے علاوہ گاڑیاں، بس، ٹرک، ریل گاڑی، ہوائی جہاز، سائیکل اور موٹر سائیکل وغیرہ بے شمار سواریاں ہیں جو اللہ ﷻ نے انسان کو بنانا سکھا دیں۔ ان کے علاوہ وہ جانور بھی ہیں جنہیں انسان اپنی سواری کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جیسے اونٹ، گھوڑے، خچر، گدھے اور ہاتھی وغیرہ۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: اس آیت میں انسانوں پر اللہ ﷻ کے کس احسان کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: اگر اللہ ﷻ چاہے تو انسانوں کو کشتیوں سمیت سمندر میں غرق کر دے اور کوئی ان کی فریاد رسی کرنے والا اور سمندر کی طاقت ور موجوں سے بچانے والا نہ ہو۔ لیکن اللہ ﷻ اپنے فضل و کرم سے انہیں نہیں ڈبوتا اور سلامتی کے ساتھ ساحل تک پہنچاتا رہتا ہے، تاکہ وہ اپنی باقی عمر خشکی پر گزار کر دنیا سے رخصت ہوں۔

فکری پہلو: سمندر میں انسان کے کشتی پر سوار ہو کر سفر کرنے کے منظر کو قرآنِ حکیم نے متعدد مقامات پر اللہ ﷻ کی نشانی کے طور پر پیش کیا ہے اگر کسی نے سمندری سفر کیا ہو تو وہی اس منظر کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ سمندر کے عین درمیان جہاز چل رہا ہے، اوپر دیکھیں تو صرف نیلا آسمان نظر آتا ہے کوئی پرندہ تک نظر نہیں آتا، نیچے دیکھیں تو حد نگاہ تک سیاہ پانی نظر آتا ہے۔ پھر جب سمندر کی موجیں اور تیز ہوائیں جہاز کو ڈگمگا دیتی ہیں تو ہر مسافر سہما سہما نظر آنے لگتا ہے۔ نزدیک کوئی خشکی نہیں، کوئی بستی نہیں، جہاز میں سوار تمام مسافروں کی زندگی کا انجام بس اتنا ہی ہوتا ہے کہ ایک شدید جھٹکا لگے جو جہاز کو الٹ دے تو تمام مسافروں کی لاشیں سمندر کی اتھاہ گہرائیوں تک پہنچ کر دم لیں یا کسی آبی جانور کا لقمہ بن جائیں اور اس حال میں جان دیں کہ ان کے لواحقین کو خبر تک بھی نہ ہو سکے۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس رحمت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: یہ اللہ ﷻ کی رحمت ہے کہ اللہ ﷻ نے انسانوں کو کشتیوں کے ذریعہ سمندر میں سفر کرنے کی طاقت اور ہمت عطا فرمائی۔ ۲: اس آیت میں غرقابی سے بچانے کی کیا وجوہات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۲: i۔ اللہ ﷻ کی رحمت۔ ii۔ زندگی کی مہلت جو اللہ ﷻ نے انسانوں کو دی ہے تاکہ وہ اللہ ﷻ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔

سائنسی تحقیق: سمندر کی سطح پر ایک سوئی رکھی جائے تو وہ پانی میں ڈوب جاتی ہے لیکن ٹنوں وزنی جہاز پانی میں نہیں ڈوبتا۔ اس کی سائنسی وجہ کیا ہے؟ سائنسی تحقیق کے مطابق وہ چیزیں جو پانی سے زیادہ بھاری ہیں وہ ڈوب جاتی ہیں اور وہ چیزیں جو پانی سے ہلکی ہوتی ہیں وہ تیرتی رہتی ہیں۔ گویا اگر کوئی چیز اپنے وزن کے اعتبار سے پانی میں زیادہ جگہ لیتی ہے تو وہ ڈوب جاتی ہے لیکن کوئی چیز اگر اپنے وزن کے اعتبار سے پانی میں کم جگہ لیتی ہے تو وہ تیرتی ہے۔ ایک سوئی اپنی بناوٹ اور وزن کی وجہ سے پانی سے زیادہ کثافت (Density) والی ہوتی ہے اس لئے ڈوب جاتی ہے جبکہ جہاز اپنی بناوٹ کے لحاظ سے پانی میں اپنے وزن کے مقابلے میں بہت ہی کم جگہ لیتا ہے اس لئے پانی پر تیرتا رہتا ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو اپنے گھیراؤ سے زیادہ پانی ہٹاتی ہے وہ تیرتی رہتی ہے۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: آیات: ۴۵ سے ۴۷ تک کن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: مشرکین مکہ یعنی اللہ ﷻ کی رحمت سے محروم رہنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲: اہلِ مکہ کو کس بات سے ڈرایا گیا ہے؟ ۲: سامنے اور پیچھے سے آنے والے عذاب سے۔ ۳: سامنے اور پیچھے سے آنے والے عذاب سے کیا مراد ہے؟

۳: سامنے اور پیچھے سے آنے والے عذاب سے دنیا اور آخرت کا عذاب مراد ہے۔ اہلِ ایمان جب کافروں کو عذابِ الٰہی سے ڈراتے تھے کہ یہ دنیا میں بھی آسکتا ہے اور آخرت میں تو یقینی ہے تو وہ اس سے اعراض کرتے تھے اگرچہ ان کا اعراض اس آیت میں نہیں لیکن اس کے بعد والی آیت میں اعراض کا ثبوت یہاں بھی

ان کے اعراض کو ثابت کر رہا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اے منکرو! آئندہ تم سے تمہارے اعمال کا محاسبہ کیا جانے والا ہے اس کو بھی مدِ نظر رکھو اور ان اعمال کو بھی جو تم کر چکے ہو۔ اگر تم اپنے بُرے انجام سے ڈر گئے اور کچھ سبق حاصل کر لیا تو پھر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اللہ ﷻ تم پر مہربانی فرمائے گا۔

۴: اللہ ﷻ کی رحمت کے مستحق کون لوگ ہوتے ہیں؟ ۴: جو اللہ ﷻ کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

علمی اور عملی پہلو: مفسرین کی ایک رائے کے مطابق سامنے سے آئندہ کے گناہ اور پیچھے سے سابقہ گناہ مراد لیئے گئے ہیں۔ لہٰذا ہمیں گزشتہ گناہوں سے صدقِ دل سے توبہ کرنی چاہیئے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے تا کہ ہم اللہ ﷻ کی رحمت کے طالب بنیں۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: اللہ ﷻ کی نشانیوں کے بارے میں اہلِ مکہ کا کیا طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے؟ ۱: وہ اللہ ﷻ کی نشانیوں سے بے توجہی برتتے تھے۔

نوٹ: اللہ ﷻ کی نشانیوں سے مراد معجزات بھی ہو سکتے ہیں آفاقی نشانیاں بھی اور قرآنِ حکیم کی آیات بھی۔ کیونکہ قرآنِ حکیم کی ہر آیت بذات خود ایک معجزہ ہے اور آفاق و انفس کی آیات بھی۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ اللہ ﷻ کی جب بھی کوئی نشانی مشرکین اور غافل لوگوں کے سامنے آتی یا لائی جاتی ہے تو وہ اس میں غور و فکر کرنا تو در کنار بلکہ اسے توجہ سے سننا یا دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔

علمی پہلو: آدمی کے پیچھے اس کے اعمال ہیں، اور اس کے آگے حساب کتاب کا دن ہے۔ زندگی گویا عمل کی دنیا سے انجام کی دنیا کی طرف سفر ہے۔ یہ بے حد نازک صورت حال ہے۔ آدمی کو اس کا واقعی احساس ہو جائے تو وہ کانپ اٹھے۔ مگر بے حسی اور غفلت کی وجہ سے آدمی نہ غور کرتا ہے اور نہ ہی کوئی نشانی اس کے دل پر پڑے غفلت کے پردے کو ہٹاتی ہے۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: اہلِ ایمان مشرکین مکہ کو کس بات کی تلقین کرتے تھے؟ ۱: اہلِ ایمان مشرکین مکہ کو تلقین کرتے تھے کہ جو رزق اللہ ﷻ نے تمہیں دیا ہے۔ اس میں سے محتاجوں اور غریبوں پر خرچ کرو۔ ۲: مشرکین مکہ کی کیا ہٹ دھرمی بیان کی گئی ہے؟ ۲: مشرکین مکہ مسلمانوں کو جواب دیتے تھے کہ اگر اللہ ﷻ چاہتا تو خود ان کو کھلا دیتا ان پر ہم کیوں خرچ کریں؟ یعنی اگر اللہ ﷻ چاہتا تو انہیں خود غنی کر دیتا اور تم مسلمان ہمیں یہ تلقین کر کے کھلی گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہو۔

علمی بات: اس آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کافروں کو صرف توحید اور اسلام ہی کی دعوت نہیں دیتے تھے بلکہ ان کو اس بات کی ترغیب بھی دیتے تھے کہ وہ اپنے مال کو غربا پر بھی خرچ کریں، ان کی مصیبت میں ان کی غمگساری کریں، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کریں، تو وہ کہتے، کیا ہم انہیں کھلائیں جنہیں اللہ ﷻ چاہتا تو کھلاتا، یہ تو صریح گمراہی ہے کہ ہم سے اللہ ﷻ کی مرضی کے خلاف کرنے کو کہا جاتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے جب ابو سفیان سے پوچھا تھا کہ وہ نبی (ﷺ) تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں، تو ابو سفیان نے کہا، وہ ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

نوٹ: اس آیت کے متعلق بہت سے اقوال ہیں اُن میں سے ایک قول یہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان مسکینوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے، اتفاق سے ابو جہل آپ کو مل گیا اور کہنے لگا کہ اے ابو بکر! کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ اللہ ﷻ ان کو کھانا کھلانے پر قادر ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں وہ بلاشبہ اللہ ﷻ ان کو کھلانے پر قادر ہے۔ ابو جہل نے کہا پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ ﷻ نے ان کو بھوکا رکھا اور کھانے کو نہیں دیا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ اللہ ﷻ کی طرف سے امتحان اور آزمائش ہے۔ کسی قوم کو اللہ ﷻ نے فقر سے آزمایا اور کسی قوم کو اللہ ﷻ نے مالداری سے آزمایا اور فقراء کو صبر کا حکم دیا اور دولت مندوں کو شکر اور سخاوت کا حکم دیا۔ ابو جہل نے کہا اے ابو بکر! خدا کی قسم تو خالص گمراہی میں ہے کیا تیرا یہ گمان ہے کہ اللہ (ﷻ) ان فقیروں کو کھانا کھلانے پر قادر ہے اور باوجود قدرت کے پھر ان کو کھانا نہیں دیتا اور پھر تو ان کو کھانا کھلاتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

آیت نمبر ۴۸: ۱: مشرکین مکہ کے کس سوال کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: مشرکین مکہ اہل ایمان سے پوچھتے تھے کہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا؟ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو بتاؤ۔

علمی بات: مشرکین مکہ کا اس طرح کے سوالات سے مقصود اس کی تیاری نہ تھا، بلکہ محض جھٹلانا اور مذاق اڑانا تھا کہ قیامت وغیرہ کچھ نہیں سب کہنے کی باتیں ہیں۔

نوٹ: دوسری جگہ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: "وہ آپ ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی؟ آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اللہ ﷻ کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں جیسے کہ آپ ﷺ اس کے بارے میں خوب خبر رکھتے ہیں۔ فرما دیجئے کہ اس کا علم تو اللہ ﷻ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۱۸۷)

آیت نمبر ۴۹: ۱: مشرکین مکہ کے قیامت کے بارے میں طنزیہ سوال کا کیا جواب دیا گیا؟ ۱: اللہ ﷻ نے ان کے اس مذاق کا یہ جواب دیا کہ وہ تو ایک چیخ ہوگی جو انہیں اچانک پکڑے گی، جب کہ وہ اپنی عادت کے مطابق خرید و فروخت میں لگے ہوں گے۔

علمی بات: اس چیخ سے مراد پہلا صور پھونکنا ہے جسے زمین پر رہنے والا ہر آدمی سنے گا اور جو جہاں ہوگا اس کے اثر سے وہیں مر جائے گا۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ نے متکبرین کو تنبیہ فرمائی ہے کہ جو لوگ آج اتنی لاپرواہی اور گھمنڈ کے ساتھ اس ہولناک عذاب کے لانے کا مطالبہ کر رہے ہیں اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ان پر عذاب واقع کرنے کے لئے کسی طرح کی کوئی تیاری کرنی پڑے گی جس کی بنا پر اس میں دیر ہو رہی ہے۔ ایسی کسی بات کا اللہ ﷻ کے ہاں کوئی تصور ہی نہیں۔ ان کو جو ڈھیل مل رہی ہے یہ سب ربِّ رحمٰن و رحیم کی مہلت کا نتیجہ ہے۔ ورنہ جب اس کا وقت آجائے گا تو اس کے لئے ایک ایسی ڈانٹ ہی کافی ہوگی جو ان سب کو یک دم دبوچ لے گی جبکہ یہ اپنی فضول بحثوں میں لگے ہوں گے۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: قیامت کیسے واقع ہوگی؟ ۱: قیامت اچانک یک دم واقع ہو جائے گی۔

۲: قیامت کے دن لوگوں کی کیا کیفیت ہوگی؟ ۲: قیامت کے دن لوگوں کو ہرگز مہلت نہیں ملے گی اور نہ وہ کسی کو وصیت کر سکیں گے اور نہ ہی خود اپنے گھروں میں واپس جا سکیں گے۔ یعنی قیامت اس طرح نہیں آئے گی کہ پہلے اس کا اعلان کیا جائے کہ فلاں تاریخ کو اتنے بج کر اتنے منٹ پر دنیا کا نظام درہم برہم کر دیا جائے گا بلکہ لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں گے، قیامت برپا ہونے کا کسی کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ اچانک حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بارگاہِ الٰہی سے حکم ملے گا کہ صور میں پھونکیں تاکہ وہ حکمِ الٰہی کے مطابق دنیا کے خاتمے کا اعلان کر دیں پھر ایک ہولناک کڑک آئے گی جس سے ہر چیز درہم برہم ہو جائے گی۔

نوٹ: حضور نبی کریم ﷺ نے وقوعِ قیامت کا منظر یوں بیان فرمایا ہے: "یعنی قیامت اس حال میں قائم ہوگی کہ دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے۔ انہوں نے کپڑے کا تھان کھولا ہوا ہوگا، اس سے پہلے کہ وہ اس تھان کو لپیٹیں قیامت برپا ہو جائے گی۔ اسی طرح ایک شخص اپنے مویشیوں کو پانی پلانے کے لئے حوض کی لپائی کر رہا ہوگا تو انہیں پانی پلانے سے پہلے ہی قیامت برپا ہو جائے گی۔ ایک آدمی کوئی چیز تول رہا ہوگا اس سے پہلے کہ وہ ترازو اونچا کرے قیامت برپا ہو جائے گی۔ انسان لقمہ منہ میں ڈالے گا اور اسے نگلنے سے پہلے قیامت برپا ہو جائے گی۔" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۵۱: ۱: نفخ یعنی صور پھونکنے سے کیا مراد ہے؟ ۱: گائے کا کھوکھلا سینگ جس میں اگر پھونک ماری جائے تو اس سے ایک زور دار آواز پیدا ہوتی ہے۔

۲: صور میں کون پھونک مارے گا؟ ۲: اللہ ﷻ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام۔ ۳: صور کی کتنی قسمیں ہیں؟ ۳: اکثر مفسرین کرام کی رائے یہ ہے کہ صرف دو نفخات ہوں گے، نفخۂ اولیٰ اور نفخۂ ثانیہ۔ پہلے صور کی آواز سن کر پہلے گھبراہٹ، پھر بے ہوشی اور موت ہو جائے گی اور نفخۂ ثانیہ کے بعد مُردوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ البتہ کچھ مفسرین کرام کی رائے یہ ہے کہ تین نفخات ہوں گے۔ ۱۔ نفخۃ الفزع۔ جب اللہ ﷻ کے حکم پر حضرت اسرافیل علیہ السلام پہلی مرتبہ صور میں پھونکیں گے تو اس دنیا میں ایک عظیم ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر دھنکی ہوئی اُون کی طرح ہوا

میں اڑ رہے ہوں گے، انسان بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے، سمندر بھڑ کا دیئے جائیں گے، جنگلی جانور جمع کر دیئے جائیں گے اور ایک عظیم ہنگامہ ہو گا۔ ii۔ نفخۃ الصعق۔ جب یہ صور پھونکا جائے گا تو تمام جانداروں پر موت طاری ہو جائے گی۔ iii۔ نفخۃ القیام۔ جب اللہ ﷻ کے حکم پر حضرت اسرافیل علیہ السلام صور میں پھونکیں گے تو تمام مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ ۴: اس آیت میں کس نفخہ کا ذکر ہے؟ ۴: نفخۃ القیام کا۔

۵: نفخۃ القیام کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ ۵: تمام لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر میدانِ حشر میں اللہ ﷻ کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔

آیت نمبر ۵۲: ۱: اس آیت میں قیامت کے دن کی کیا شدت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اس دن مجرم کہیں گے کہ ہائے افسوس کس نے ہمیں ہماری خواب گاہوں سے اٹھا دیا؟ یعنی انہیں قبر کا عذاب قیامت کے دن کے عذاب کے مقابلہ میں معمولی محسوس ہو گا۔

علمی بات: قبر کو خواب گاہ سے تعبیر کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قبروں میں ان کو عذاب نہیں ہو گا، بلکہ بعد میں جو ہولناک مناظر اور عذاب کی شدت دیکھیں گے، اس کے مقابلے میں انہیں قبر کی زندگی ایک خواب ہی محسوس ہو گی۔

۲: قیامت کے دن مجرموں کو کیا کہا جائے گا؟ ۲: انہیں کہا جائے گا یہی ہے جس کا وعدہ رحمان نے کیا تھا اور رسولوں علیہم السلام نے تمہیں اس کی سچی خبر سنائی تھی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس طرح یہ بات بیان کی گئی "یہی ہے فیصلے کا وہ دن جس کو تم لوگ جھٹلایا کرتے تھے۔" (سورۃ الصافات ۳۷، آیت: ۲۱)

۳: اس وعدہ سے کیا مراد ہے؟ ۳: قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا، حساب کتاب ہونا، جزا اور سزا پانا۔

علمی بات: یہاں اللہ ﷻ کی صفات میں سے لفظ "الرَّحْمٰن" اختیار کرنے میں اشارہ ہے کہ اللہ ﷻ نے تو اپنی رحمت سے تمہارے لئے اس عذاب سے بچنے کے بہت سامان کیئے تھے اور قبل از وقت اس وعدۂ قیامت کی خبر کو اپنی کتابوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ تم تک پہنچانا بھی صفت رحمت ہی کی وجہ سے تھا۔ لیکن تم نے رحمان کے اس وعدہ کو جھٹلایا اور اس پر توجہ نہ دی۔

آیت نمبر ۵۳: ۱: نفخۃ القیامہ کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: وہ بس ایک زور کی آواز ہو گی۔

۲: نفخۃ القیامہ کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ ۲: تمام لوگ دوبارہ زندہ ہو کر اللہ ﷻ کے حضور پیش ہو جائیں گے۔ قرآنِ حکیم میں دیگر کئی مقامات پر دوبارہ زندہ ہو کر اللہ ﷻ کے سامنے پیش ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا: "پس وہ تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہو گی۔ پس یک لخت وہ زمین کے اوپر موجود ہوں گے۔" (سورۃ النازعات ۷۹ آیات: ۱۳، ۱۴) اور فرمایا: "اور قیامت کا معاملہ نہیں ہے مگر آنکھ جھپکنے کی طرح، یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔" (سورۃ النحل ۱۶، آیت: ۷۷) اور فرمایا: "جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور سمجھو گے کہ تم نہیں رہے مگر تھوڑا۔" (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۵۲)

آیت نمبر ۵۴: ۱: قیامت کے دن انسانوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ ۱: قیامت کے دن کسی انسان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۲: قیامت کے دن انسانوں کو کیا بدلہ دیا جائے گا؟ ۲: قیامت کے دن انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

نوٹ: حساب ہونے پر جس کو جو سزا ملے گی اس میں کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہو گا، نہ کسی کی کوئی نیکی کم کی جائے گی جو لائق ثواب ہو اور نہ کسی کے گناہوں میں کسی ناکردہ گناہ کا اضافہ ہو گا۔ جیسا کہ سورۃ الکہف ۱۸، آیت: ۴۹ میں فرمایا گیا "اور انہوں نے جو عمل کیئے تھے ان کو حاضر پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔"

نوٹ: حدیث قدسی میں نبی کریم ﷺ نے اللہ ﷻ کا قول یوں ارشاد فرمایا کہ: "میرے بندو! میں نے اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے کہ کسی پر ظلم کروں اور میں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔" (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۵۵: ۱: قیامت کے دن اللہ ﷻ کے فرماں برداروں کا کیا حال ہو گا؟ ۱: وہ جنتوں میں اپنے مشغلوں کے ساتھ لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔

علمی بات: "شُغُلٍ" کا معنی ایسا کام ہے جو انسان کو دوسرے کاموں سے روک دے۔ شغل کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اصحابِ جہنم کو پیش آنے والی پریشانیوں سے بالکل بے غم ہوں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس جگہ یہ لفظ "شغل" اس خیال کے دور کرنے کے لئے ہو کہ جنت میں جبکہ نہ کوئی عبادت ہو گی نہ کوئی

فرض وواجب اور نہ کسب معاش کا کوئی کام، تو کیا اس بیکاری میں آدمی کا جی نہ گھبرائے گا؟ اس لئے فرمایا کہ ان کو اپنی تفریحات ہی کا بڑا شغل ہوگا، جی گھبرانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

آیت نمبر ۵۶: ۱: اہلِ جنت کس کیفیت میں ہوں گے؟　　۱: وہ اپنی بیویوں کے ساتھ جنت کے سایوں میں آرام دہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے سکون سے بیٹھے ہوں گے۔

نوٹ: جنت کی نعمتوں کا مزید ذکر مطالعہ قرآنِ حکیم حصّہ دوم اور سوم میں سورۃ النبا ۷۸ اور سورۃ الدھر ۷۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۵۷: ۱: اہلِ جنت کو کون سی مادی نعمتیں حاصل ہوں گی؟　　۱: جنت میں انہیں ہر طرح کا میوہ ملے گا اور ہر وہ شے حاصل ہوگی جس کی وہ خواہش کریں گے یا جو وہ مانگیں گے۔

نوٹ: جنت کی نعمتوں کا ذکر قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر آیا ہے جیسا کہ ایک جگہ یوں ذکر فرمایا گیا "اور تمہارے لئے اس میں وہ کچھ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لئے اس میں وہ کچھ ہے جو تم مانگو گے۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔" (سورۃ حٰمٓ السجدۃ ۴۱، آیات: ۳۱، ۳۲)

نوٹ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "(قیامت کے روز) ایک پکارنے والا (فرشتہ جنتی لوگوں کو) پکار کر کہے گا، تم لوگ ہمیشہ صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے، ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت نہیں آئے گی، ہمیشہ جوان رہو گے کبھی تم پر بڑھاپا نہیں آئے گا اور ہمیشہ مزے کرو گے کبھی رنجیدہ نہیں ہو گے۔" (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۵۸: ۱: اس آیت میں اہلِ جنت کو ملنے والی کس عظیم نعمت کا بطور خاص ذکر فرمایا گیا ہے؟　　۱: اہلِ جنت کو نہایت رحم فرمانے والے اللہ ﷻ کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔ یعنی اللہ ﷻ فرمائے گا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ" (ابنِ ماجہ)

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی اپنی جنتوں کی راحتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے کہ اوپر کی جانب سے ایک نور چمکے گا۔ یہ سب لوگ اپنا سر اوپر اٹھا کر دیکھیں گے تو اللہ ﷻ کا نور دیکھنے کا شرف حاصل کریں گے وہ اللہ ﷻ کا بغیر کسی حجاب اور پردے کے براہ راست دیدار کریں گے اور اللہ ﷻ ان پر نظر کرم فرمائے گا۔ اللہ ﷻ فرمائے گا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ" اے اہلِ جنت تم پر سلام ہو۔ قرآنِ حکیم کی آیت سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ سے یہی مراد ہے۔ اس وقت اہل جنت اس نور کو دیکھنے میں اس طرح محو ہو جائیں گے کہ وہ جنت کی کسی نعمت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے۔ یہاں تک کہ ایک پردہ حائل ہو جائے گا اور نور اور برکت ان اہل جنت کے پاس رہ جائے گی۔ (سنن ابن ماجہ، دار قطنی)

آیت نمبر ۵۹: ۱: قیامت کے دن مجرموں کی کیا کیفیت ہوگی؟　　۱: مجرموں کو مومنوں سے الگ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ، مجوسی اور مشرکین سب الگ ہو جائیں گے جیسا کہ سورۃ یونس ۱۰، آیت: ۲۸ اور سورۃ روم ۳۰، آیات: ۱۴ تا ۱۶) میں بیان ہوا کہ جو جس کی پرستش کرتا تھا اس کے پیچھے چلا جائے گا۔

نوٹ: سورۃ الحدید ۵۷، آیات: ۱۲، ۱۳ میں پل صراط کے سفر کا ذکر ہے۔ جس میں اہلِ ایمان اللہ ﷻ کی توفیق سے اپنے ایمان اور نیک اعمال کی بدولت آگے بڑھ جائیں گے اور منافقین ایمان اور نیک اعمال نہ ہونے کی وجہ سے اندھیرے میں پیچھے رہ جائیں گے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی۔ جس کے اندر کی جانب اہلِ جنت اللہ ﷻ کی رحمت میں ہوں گے اور اس دیوار کی باہر کی جانب منافقین اللہ ﷻ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے اور جہنم واصل ہو جائیں گے۔

آیت نمبر ۶۰: ۱: قیامت کے دن اللہ ﷻ مجرموں کو کیا یاد دلائے گا؟　　۱: قیامت کے دن اللہ ﷻ مجرموں کو اپنا وعدہ یاد دلائے گا۔

۲: اس آیت میں کس عہد کا ذکر فرمایا گیا ہے؟　　۲: وہ عہد جو اللہ ﷻ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ تمام انسانوں سے لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا۔

۳: شیطان کون ہے؟　　۳: شیطان جنّ ہے جو شروع میں اللہ ﷻ کا بہت عبادت گزار تھا لیکن پھر اس نے اللہ ﷻ کے حکم کی نافرمانی کی جس پر اُسے ذلیل کر کے اللہ ﷻ نے اپنی بارگاہ سے نکال دیا۔ اس نے اللہ ﷻ سے اجازت چاہی کہ قیامت کے دن تک اسے مہلت دی جائے تا کہ وہ انسانوں کو سیدھی راہ سے

بہکا کر یہ ثابت کر سکے کہ انسان اس عزت اور شرف کا حقدار نہیں تھا جو اللہ ﷻ نے انسان کو دی ہے۔ اُسے یہ مہلت دے دی گئی لیکن وہ اللہ ﷻ کے نیک بندوں کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔

۴: اس آیت میں شیطان کے بارے میں کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۴: شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان کے جسم میں ایسے گردش کرتا ہے جیسے خون۔ (صحیح بخاری)

۵: شیطان کی عبادت سے کیا مراد ہے؟ ۵: شیطان کی پیروی کرنا جب اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کی جا رہی ہو اور کھلم کھلا اس کے احکامات کی نافرمانی کی جا رہی ہو تو یہ شیطان ہی کی پیروی یعنی اس کی عبادت ہے۔

آیت نمبر ۶۱: ۱: اللہ ﷻ نے انسانوں سے کیا عہد لیا تھا؟ ۱: اللہ ﷻ نے تمام انسانوں سے عہد لیا تھا کہ وہ صرف اللہ ﷻ کی عبادت کریں۔

۲: سیدھا راستہ کیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی بندگی کرنا ہی سیدھا راستہ ہے۔ جس پر اس کے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالح چلتے رہے ہمیں بھی اُن کے راستے کی پیروی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ اللہ ﷻ کے انعام یافتہ بندوں کا راستہ ہے۔

علمی بات: بندے کے لئے اللہ ﷻ کی رحمت اور قرب حاصل کرنے کا آسان ترین اور مختصر ترین راستہ وہ صراطِ مستقیم ہے جو قرآنِ حکیم اور سنت سے پتہ چلتا ہے۔

آیت نمبر ۶۲: ۱: شیطان اور انسان کا کیا معاملہ رہا؟ ۱: شیطان نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا۔

علمی بات: جبل کا معنی ہے پہاڑ اور چونکہ پہاڑ میں بڑائی اور عظمت کا معنی ہے، اس لئے بڑی جماعت کو جبل کہا گیا یعنی ایسی بڑی جماعت جو اپنے بڑے ہونے میں پہاڑ کی مثل ہو۔

۲: عقل سے کیا مراد ہے؟ ۲: عقل کا لغوی معنی ہے روکنا اور منع کرنا، عقل کو عقل اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بُری باتوں سے روکتی ہے، رسی کو بھی عقل کہتے ہیں اور رسی سے باندھنے کو بھی عقل کہتے ہیں 'مقتول کو دیت ادا کرنے والوں کو عاقلہ کہتے ہیں۔ (المفردات) وہ قوت جو علم کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور انسان جس علم کو اس قوت سے حاصل کرے اس کو بھی عقل کہا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عقل کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ عقل ہے جس کا دماغ میں مرکز ہے۔ دوسری وہ عقل ہے جو سن کر حاصل ہوتی ہے اور جب تک دماغ میں عقل نہ ہو اس وقت تک سنی ہوئی باتوں سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، جیسے اگر آنکھ میں روشنی نہ ہو، سورج کی روشنی سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، عقل کے پہلے معنی کی طرف نبی کریم ﷺ کی اس حدیث میں اشارہ ہے کہ اللہ ﷻ نے عقل سے افضل کسی چیز کو پیدا نہیں کیا۔ عقل کے دوسرے معنی کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے: انسان نے اس عقل سے افضل کسی چیز کو حاصل نہیں کیا جو اس کو کسی نیکی کی طرف رہنمائی کرے یا کسی برائی سے روک دے، قرآنِ حکیم میں اللہ ﷻ نے فرمایا ہے: اور ان (قرآنِ حکیم کی مثالوں) کو وہی سمجھتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ (سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت: ۴۳) اس آیت میں عقل کا دوسرا معنی مراد ہے۔

علمی بات: قرآنِ حکیم میں جہاں بھی کفار کے پاس عقل نہ ہونے کی مذمت کی گئی ہے اس سے بھی عقل کا دوسرا معنی مراد ہے نہ کہ پہلا جیسا کہ اس آیت میں ہے: "وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ نہیں سمجھتے" (سورۃ البقرہ ۲، آیت: ۱۷۱)

علمی بات: ہر وہ مقام جہاں عقل نہ ہونے کی وجہ سے بندوں کو مکلف یعنی ذمہ دار نہیں ٹھہرایا گیا وہاں عقل سے مراد پہلا معنی لیا گیا ہے۔

۳: عقل رکھنے والے انسانوں کو کیا کرنا چاہیئے؟ ۳: انہیں گمراہ ہونے والے لوگوں سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور شیطان کو اپنا دشمن سمجھنا چاہیئے۔ شیطان کے فریب سے بچنا چاہیئے۔ اس کی بات ماننے کے بجائے اپنے خالق حقیقی کی خالص عبادت کرنی چاہیئے اور اس کے حکموں کی صدقِ دل سے پیروی کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۶۳: ۱: قیامت کے دن مجرموں کو کیا یاد دلایا جائے گا؟ ۱: انہیں بتایا جائے گا کہ یہی جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ یعنی اس دن جب جہنم کی جلانے والی بھڑکتی ہوئی آگ مجرموں کی آنکھوں کے سامنے ہوگی، تو اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجرموں کو مخاطب کیا جائے گا۔

آیت نمبر ۶۴: ۱: قیامت کے دن مجرموں کو اللہ ﷻ کیا حکم دے گا؟ ۱: مجرموں کو جہنم میں جھونکنے کا حکم دے گا۔

۲: مجرموں کا یہ برا انجام کس وجہ سے ہو گا؟ ۲: ان کے کفر یعنی انکارِ حق کی وجہ سے۔

نوٹ: یہ مضمون قرآنِ حکیم میں دیگر کئی مقامات پر بھی آیا ہے مثلاً سورۃ الرحمٰن ۵۵، آیات: ۳۹ تا ۴۱ میں ارشاد ہوا "پس اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے متعلق پوچھنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ مجرم اپنی پیشانیوں سے پہچان لیئے جائیں گے پس ان کی چوٹیوں اور ان کی ٹانگوں سے پکڑ کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا"۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا: "جس دن انھیں جہنم کی آگ کی طرف سختی سے دھکیلا جائے گا، (کہا جائے گا) یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھ رہے؟" (سورۃ الطور ۵۲، آیات: ۱۳ تا ۱۵)

آیت نمبر ۶۵: ۱: قیامت کے دن مجرموں کے جرائم کی گواہی کون دیں گے؟ ۱: مجرموں کے ہاتھ اور پاؤں۔ ۲: انسان کے اعمال کے گواہ کون کون ہیں؟ ۲: انسان کے اعمال کے گواہ درج ذیل ہیں: i۔ اللہ ﷻ خود تمام انسانوں کے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ ii۔ کراماً کاتبین یعنی دو فرشتے۔ جو ایک ایک لفظ اور ایک ایک عمل لکھتے جا رہے ہیں۔ iii۔ ہمارے اپنے اعضاء، زبان، ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کان اور کھال وغیرہ یہ قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ iv۔ زمین۔ جہاں جہاں انسان زمین پر جو عمل کر رہا ہے زمین بھی اس پر گواہ ہے۔ v۔ انسان خود بھی گواہ ہے کہ کیا کچھ اس نے زندگی میں کیا ہے۔

علمی بات: قرآنِ حکیم میں دوسرے مقامات پر بتایا گیا ہے کہ اُن کی آنکھیں، اُن کے کان، اُن کی زبانیں اور اُن کے جسم کی کھالیں بھی پوری داستان سنا دیں گی کہ وہ ان سے کیا کام لیتے رہے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ النور ۲۴، آیت: ۲۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "جس دن (خود) ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں انہی کے خلاف گواہی دیں گے کہ جو کچھ وہ کرتے رہے تھے"۔

نوٹ: یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک طرف تو اللہ ﷻ فرماتا ہے کہ ہم ان کے منہ بند کر دیں گے اور دوسری طرف سورۃ النور کی آیت میں فرماتا ہے کہ ان کی زبانیں گواہی دیں گی، ان دونوں باتوں میں مطابقت کیسے ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ منہ بند کر دینے سے مراد ان کا بات چیت کا اختیار سلب کر لینا ہے، یعنی اس کے بعد وہ اپنی زبان سے اپنی مرضی کے مطابق بات نہ کر سکیں گے اور زبانوں کی شہادت سے مراد یہ ہے کہ ان کی زبانیں خود یہ داستان سنانا شروع کر دیں گی کہ ہم سے ان ظالموں نے کیا کام لیا تھا، کیسے کیسے کفر اور جھوٹ بولے تھے، کیا کیا فتنے اور فساد مچائے تھے اور کس کس موقع پر انہوں نے ہمارے ذریعے سے کیا باتیں کی تھیں۔

نوٹ: مجرموں کے اعضاء سے ان کے خلاف گواہی طلب کرنے کے متعلق احادیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ مسکرائے، آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں مسکرایا ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ ﷻ کو اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بندہ کی اپنے رب سے اس بات پر ہنسی آئی ہے کہ بندہ کہے گا: اے میرے رب کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی! اللہ ﷻ فرمائے گا کیوں نہیں! بندہ کہے گا آج میں اپنے خلاف اپنے سوا کسی اور کو گواہی دینے کی اجازت نہیں دوں گا اللہ ﷻ فرمائے گا آج تمہارے خلاف تمہاری اپنی گواہی کافی ہو گی، یا کراماً کاتبین کی گواہی کافی ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا تم بتاؤ' پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال کو بیان کریں گے پھر اس کے اور اس کے کلام کے درمیان تنہائی کی جائے گی پھر وہ اپنے اعضاء سے کہے گا، دور ہو، دفع ہو! میں تمہاری طرف سے ہی تو جھگڑ رہا تھا۔ (صحیح مسلم، السنن الکبریٰ للنسائی)

آیت نمبر ۶۶: ۱: اس آیت میں مجرموں کو کس بات سے ڈرایا گیا ہے؟ ۱: مجرموں کو ڈرایا گیا ہے کہ اللہ ﷻ چاہے تو اس دنیا میں بھی سزا دے سکتا ہے۔ ان کی بینائی سلب کر سکتا ہے کہ وہ چاہیں بھی تو گناہوں کے کاموں کی طرف آگے بڑھ ہی نہ سکیں اور انہیں کچھ بھی سجھائی نہ دے۔ مگر مجرموں کو فوری طور پر پکڑنا اور سزا دینا اللہ ﷻ کی مشیت کے خلاف ہے مگر یہ لوگ اس مہلت سے فائدہ اُٹھا کر اپنی اصلاح نہیں کرتے۔

عملی پہلو: جس طرح اللہ ﷻ نے لوگوں کو ظاہری آنکھیں دی ہیں اسی طرح ہر ایک کو باطنی آنکھیں بھی عطا کی ہیں لیکن جن لوگوں کی آنکھوں پر شیطان نے خواہشاتِ نفس اور گمراہی کے پردے ڈال رکھے ہوں انہیں راہِ ہدایت نظر نہیں آتی۔

آیت نمبر ۶۷: ا: مجرموں کو اللہ ﷻ کی کس قدرت سے ڈرایا گیا ہے؟ ا: مجرموں کو ڈرنا چاہیئے کہ اللہ ﷻ ان کی صورتیں بگاڑ اور مسخ کر دیں۔ ان کا حلیہ ہی بگاڑ کر انہیں بندر، خنزیر یا پتھر وغیرہ بنادے اور وہ پھر کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہی نہ رہیں ساتھ ہی اگر اللہ ﷻ چاہے تو ان پر فالج گرا کر ان کو اپاہج بنا سکتا ہے کہ اپنی جگہ سے حرکت کر ہی نہ سکیں، نہ آگے بڑھ سکیں نہ پیچھے جا سکیں بس اپنی جگہ پر ایڑیاں رگڑتے مر جائیں پھر وہ کہاں جا سکتے ہیں؟

آیت نمبر ۶۸: ا: اللہ ﷻ کی قدرت کی کیا مثال بیان ہوئی ہے؟ ا: اللہ ﷻ جسے چاہتا ہے اسے لمبی عمر دے کر بڑھاپے کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ بڑھاپا شروع ہونے کے بعد جوں جوں انسان کی عمر بڑھتی رہتی ہے انسان کے اعضاء ضعیف اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ وہ بچوں کی طرح کمزور اور لاغر ہو جاتا ہے۔

علمی بات: دنیا اور اس کی زندگی ناپائیدار اور زوال پذیر ہے۔ کیا یہ کافر اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جو ذات کوئی بھی صورت بنانے پر قادر ہے وہ صورت بدلنے اور قیامت کے دن اسے دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ قرآنِ حکیم میں سورۃ الحج ۲۲ کی آیت ۵ میں بھی اسی مفہوم کی طرف اشارہ ہوا ہے: "اور تم میں وہ بھی ہیں جو پہلے وفات پا جاتے ہیں اور بعض تم میں وہ ہیں جو ناکارہ عمر (یعنی زیادہ بڑھاپے) تک پہنچا دیئے جاتے ہیں تاکہ بہت کچھ جاننے کے بعد کچھ بھی نہ جانے۔"

نوٹ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اپنی خوشحالی کو فقر و فاقہ سے پہلے، اپنی فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔ (الحاکم فی المستدرک)

عملی پہلو: آنکھوں کی بینائی کو سلب کر دینا یا اعضاء کو ناکارہ کر کے اپاہج بنا دینا اللہ ﷻ کے لئے کچھ مشکل نہیں، ایک تندرست و توانا آدمی بوڑھا ہوتا ہے تو اس کی سب ہی چیزوں میں ضعف پیدا ہوتا ہے، دماغی قوتوں میں، جسمانی توانائی میں غرض وہ اس کمزوری کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جو بچپن میں تھی۔ پس جو اللہ ﷻ بڑھاپے میں قوتیں سلب کر لیتا ہے، کیا جوانی میں نہیں کر سکتا؟ اس لئے بڑھاپے کے آنے سے پہلے آدمی کو چاہیئے کہ جوانی کی قدر کرے اور بڑھاپے کے باعث بہت سے نیک اعمال انجام دینے مشکل یا نا ممکن ہوتے ہیں وہ جوانی کو غنیمت جانتے ہوئے ان کے انجام دینے میں کوتاہی نہ کرے۔

آیت نمبر ۶۹: ا: اس آیت میں مشرکین مکہ کے کس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے؟ ا: مشرکین مکہ (معاذ اللہ) نبی کریم ﷺ کو شاعر کہتے تھے اور قرآن حکیم کو شاعری قرار دیتے تھے۔ ۲: مشرکین مکہ قرآنِ حکیم کو شاعری کیوں قرار دیتے تھے؟ ۲: قرآنِ حکیم کو شاعرانہ کلام کہنے سے ان کی مراد یہ تھی کہ جس طرح ایک شاعر من گھڑت خیالات اور باتوں کو شعر میں ڈھال کر اس سے لوگوں کو متاثر کرتا ہے یہ کلام بھی اسی طرح کے من گھڑت اور بے حقیقت باتوں کا مجموعہ ہے (نعوذ باللہ) ۳: مشرکین مکہ کے اس اعتراض کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ نے فرمایا نبی کریم ﷺ کو اللہ ﷻ نے نہ تو شعر گوئی سکھائی ہے اور نہ ہی یہ ان کے شایانِ شان ہے۔

نوٹ: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی طبیعت ہی ایسی بنائی تھی کہ آپ ﷺ شعر کو موزوں نہیں کر سکتے تھے اور اگر کبھی کسی دوسرے شاعر کا کوئی شعر پڑھتے تو اس کا وزن توڑ دیتے تھے۔ چنانچہ جنگ ہوازن کے اموال غنیمت کی تقسیم کے دوران آپ ﷺ نے انصار کو جمع کر کے کسی اور کا ایک شعر پڑھا اور اس کے پڑھنے میں الفاظ آگے پیچھے ہو گئے تو یہ سن کر ایک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ شعر اس طرح نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں شاعر نہیں اور نہ میرے لئے شعر و شاعری مناسب ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے سچے رسول ہیں اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ یہ آپ ﷺ کی شان کی لائق ہے۔ (صحیح مسلم، جامع ترمذی)

۴: اس آیت میں قرآنِ حکیم کا کیا تعارف کرایا گیا ہے؟ ۴: جو کچھ آپ ﷺ پر نازل کیا جاتا ہے وہ نصیحت ہے اور کھول کر بیان کرنے والی کتاب ہے۔ یعنی یہ کتاب شاعری کی طرح مبالغہ آرائی، خیال آفرینی اور جھوٹ کا پلندہ نہیں ہے۔ جو بات اس میں بیان کی گئی وہ محض حق ہے۔ نہ اس میں مبالغہ ہے، نہ عبارت آرائی ہے۔ نہ بیان حقیقت میں بال برابر زیادتی یا کمی کی گئی ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس میں احکامِ الٰہی، حقائق عالم اور زندگی کی صداقتوں کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۷۰: ۱: قرآنِ حکیم کے نازل فرمانے کی مسلسل کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: تا کہ وہ لوگ جن کے دل زندہ ہیں یعنی جنہوں نے کفر و شرک کی گمراہیوں سے اسے مردہ نہیں کیا۔ جن میں ہدایت کی طلب باقی ہے وہ قرآنِ حکیم سے نصیحت حاصل کر کے اللہ ﷻ کے عذاب سے بچ جائیں اور وہ لوگ جو کفر اور بد اعمالیاں کرتے ہیں ان پر اللہ ﷻ کا عذاب ثابت ہو جائے۔

نوٹ: اسی مفہوم کو دوسری جگہ یوں بیان کیا گیا کہ " آپ تو انہیں صرف خبردار کر سکتے ہیں جو بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو شخص بھی (اپنے نفس کو) پاک کرتا ہے تو وہ اپنے (فائدے کے) لئے اپنے نفس کو پاک کرتا ہے اور اللہ ہی کی طرف واپس جانا ہے۔" (سورۃ فاطر ۳۵، آیت: ۱۸)

آیت نمبر ۷۱: ۱: اس آیت میں تخلیق قدرت کی کس نعمت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: چوپایوں کی نعمت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

۲: اللہ ﷻ کا اپنے ہاتھ سے بنانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: ہاتھ سے مراد قوت اور قدرت کاملہ ہے، یعنی تمام جانور اللہ ﷻ نے صرف اپنی قدرت سے بنائے، ان کی تخلیق میں کسی دوسرے کا ذرہ برابر دخل نہیں ہے۔ ۳: یہاں کس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے؟ ۳: انسان کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ ان سب چوپایوں کا حقیقی خالق اور مالک اللہ ﷻ ہی ہے۔ یہ محض رب کریم کا فضل ہے کہ اس نے ان دیو ہیکل جانوروں کو اپنی قدرت اور حکمت سے وجود میں لا کر انسان کا مطیع اور فرماں بردار بنا دیا۔ لہٰذا انسان غور کرے کہ قدرت کے اس بے پایاں انعام پر کوئی ذمہ داری بھی اس پر عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ قرآنِ حکیم اس سوال کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا اور اس کے نتائج سے آگاہ کرنا چاہتا ہے لیکن احمق لوگ حقیقت کی اس یاد دہانی کو شاعری سمجھتے ہیں۔

عملی پہلو: کسی نعمت کے ملنے کے بعد زبان سے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کہہ دینا بھی اللہ ﷻ کا شکر ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ادائیگی شکر کے لئے انسان پر لازم ہے کہ اللہ ﷻ نے جو نعمت جس مصرف میں خرچ کرنے کے لئے دی ہے اس نعمت کو اس مصرف میں خرچ کرے اور اگر وہ اس نعمت کو اس مصرف میں خرچ نہیں کرے گا تو یہ ناشکری ہے اور اگر اس مصرف کے خلاف اس نعمت کو خرچ کرے گا تو یہ اللہ ﷻ کے احکام کی خلاف ورزی اور سرکشی کی بات ہے۔

آیت نمبر ۷۲: ۱: انسانوں پر اللہ ﷻ کی کس نعمت کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے چوپایوں کو انسانوں کے تابع کر دیا ہے۔

۲: چوپایوں سے انسانوں کو کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟ ۲: کچھ چوپایوں کو انسان سواری کے لئے استعمال کرتے ہیں اور کچھ کا گوشت، دودھ اور کھال وغیرہ انسانی استعمال کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ۳: وہ کون سے چوپائے ہیں جن پر انسان سواری کرتا ہے؟ ۳: اونٹ، گھوڑا، خچر، گدھا، ہاتھی وغیرہ۔

۴: وہ کون سے چوپائے ہیں جو انسان کھاتا ہے؟ ۴: اونٹ، گائے، بکرا اور دنبہ وغیرہ۔

آیت نمبر ۷۳: ۱: چوپایوں میں انسانوں کے لئے اور کیا فوائد ہیں؟ ۱: چوپایوں سے انسانوں کو بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔ مال برداری کرنا، ہل چلانا، پانی کھینچنا وغیرہ۔ اسی طرح جانوروں کے گوبر سے اوپلے بنائے جاتے ہیں جو ایندھن کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، بائیو گیس بنائی جاتی ہے۔ جانوروں کی اُون سے دھاگہ بنتا ہے، کپڑا بنتا ہے، گرم لباس بنتے ہیں۔ جانوروں کی کھال سے چمڑا حاصل ہوتا ہے۔ جس سے جیکٹ، پرس، بیگ اور جوتے وغیرہ بنتے ہیں۔ جانوروں کی چربی سے تیل، گھی اور صابن بنتا ہے۔ جانوروں کی ہڈیوں سے کیلشیم (Calcium) اور فاسفورس (Phosphorus) وغیرہ حاصل ہوتا ہے۔

۲: جانوروں سے حاصل ہونے والا ایک بڑا فائدہ اس آیت میں کیا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۲: جانوروں سے دودھ حاصل ہوتا ہے۔ جو خوش ذائقہ اور صحت بخش ہوتا ہے۔ ۳: دودھ سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟ ۳: دودھ ایک مکمل غذا بھی ہے۔ اسی طرح دودھ سے دہی، مکھن، پنیر اور کھویا وغیرہ حاصل ہوتا ہے۔

علمی بات: مشارب مشرب کی جمع ہے جو مشروب کے معنی میں ہے اور دودھ کی چونکہ بہت سی اقسام ہیں اس لئے جمع کا لفظ لایا گیا۔ مثلاً دودھ سے دہی، لسی اور گھی بنتا ہے۔ یہ بھی جمع لانے کی ایک وجہ ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ مشارب سے برتن بھی مراد ہیں۔ زمانہ قدیم میں جانوروں کے چمڑوں سے مشکیزے تو بناتے ہی تھے پیالے بھی بنا لیتے تھے جس میں دودھ وغیرہ پیتے تھے۔

۴: اللہ ﷻ کی ان نعمتوں پر انسان کا کیا طرزِ عمل ہونا چاہیئے؟ ۴: انسانوں کو اللہ ﷻ کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ نے سوار پر لازم کیا ہے کہ وہ اس نعمت کا شکر گزار ہو اور اپنے اس قول سے اللہ ﷻ کی تسبیح کرنے کی تلقین فرمائی ہے: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ۔ (سورۃ الزخرف ۴۳، آیت: ۱۳)

آیت نمبر ۷۴: ا: اس آیت میں منکر انسانوں کے کس بُرے طرزِ عمل کا ذکر کیا گیا ہے؟ ا: انہوں نے اللہ ﷻ کا شکر ادا کرنے کے بجائے اللہ ﷻ کے سوا دوسروں کو معبود قرار دے دیا۔

عملی پہلو: ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ ﷻ کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہوئے اس کی عبادت اور شکر ادا کریں۔ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے کسی اور کے آگے سجدہ ریز نہ ہوں۔ اپنی حاجات میں اللہ ﷻ عزوجل سے مدد طلب کریں، اس کے آگے ہاتھ پھیلائیں کیونکہ وہی حقیقتاً اور مستقلاً مدد گار ہے۔ سب اسی کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہوا" آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی ہیں سب اسی سے سوال کرتے ہیں وہ ہر آن ایک نئی شان میں ہے"۔ (سورۃ الرحمٰن ۵۵، آیت: ۲۹)

۲: مشرکین نے اللہ ﷻ کے سوا دوسروں کو معبود کیوں بنایا؟ ۲: تاکہ ان کے جھوٹے معبود ان کی مدد کر سکیں۔

آیت نمبر ۷۵: ا: جھوٹے معبودوں کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ا: قیامت کے دن یہ جھوٹے معبود مشرکین کی ہرگز مدد نہیں کر سکیں گے اور یہ مشرک ان معبودانِ باطلہ کی ایک فوج بن کر حاضر کئے جائیں گے۔

نوٹ: اس آیت کا مطلب کئی طرح بیان کیا گیا ہے۔ قیامت میں یہ مشرک ان معبودوں کے ہمراہ گرفتار کرکے لائے جائیں گے یا یہ کہ قیامت میں وہ معبودانِ باطلہ ان مشرکوں کے حریف اور مقابل ہوں گے جو مدد کرنے کے بجائے ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

آیت نمبر ۷۶: ا: اس آیت میں آپ ﷺ کو اللہ ﷻ نے کیا تسلی دی ہے؟ ا: مشرکین مکہ آپ ﷺ کی دشمنی میں جو الزامات لگا رہے ہیں آپ ﷺ ان پر غم زدہ نہ ہوں۔ اللہ ﷻ ان کی ظاہری اور پوشیدہ باتوں سے واقف ہیں۔

نوٹ: اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو رؤف اور رحیم بنایا۔ (سورۃ التوبۃ ۹، آیت: ۱۲۸) اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعٰلمین بنایا۔ (سورۃ الانبیاء، آیت: ۱۰۷) آپ ﷺ نرم دل تھے۔ (سورۃ آلِ عمران ۳ آیت: ۱۵۹) آپ ﷺ اپنی طبیعت اور منصبِ نبوت کی اہمیت کے پیشِ نظر صبح وشام لوگوں کو سمجھاتے، مگر کفارِ مکہ کی حالت یہ تھی کہ وہ سمجھنے کی بجائے آپ ﷺ کی جان کے دشمن بن چکے تھے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کی کیفیت یہ تھی کہ آپ ﷺ لوگوں کی اصلاح کی خاطر دن رات ایک کئے ہوئے تھے۔ رات کو تہجد میں رو رو کر اُمت کے لئے دعائیں مانگتے اور دن کو دعوت الی اللہ دیتے۔ اس صورت حال میں اللہ ﷻ نے کئی بار اپنے حبیب مکرم ﷺ کو تسلی دی کہ آپ ﷺ کا کام لوگوں تک حق پہنچانا ہے زبردستی منوانا نہیں۔ جہاں تک ان لوگوں کی سازشوں اور شرارتوں کا معاملہ ہے آپ ﷺ تسلی رکھیں کہ اللہ ﷻ ان کے علانیہ اور خفیہ کی ہوئی ہر حرکت کو جانتا ہے اور وہ انہیں ناکام ہی چھوڑے گا۔

آیت نمبر ۷۷: ا: اس آیت کا کیا شانِ نزول ہے؟ ا: **شانِ نزول:** مشرکین کے سرداروں میں سے ایک شخص عاص بن وائل ایک پرانی ہڈی لاکر آپ ﷺ کے سامنے اپنے ہاتھ سے اس کو ریزہ ریزہ کرکے کہنے لگا۔ اے محمد! (ﷺ) کیا تمہارا خیال ہے کہ اللہ ﷻ اس ہڈی کو ریزہ ریزہ ہونے کے بعد زندہ کر دے گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہاں اور تمہیں بھی زندہ کرکے اُٹھائے گا اور جہنم میں جھونکے گا۔" اسی بات پر سورہ یٰسٓ کی یہ آخری آیات نازل ہوئیں۔ (بیہقی شعب الایمان، ابن ابی حاتم، ابن جریر) ۲: وقوعِ قیامت کے لئے کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۲: تخلیق انسانی جو کہ ایک حقیر سے نطفے سے ہوتی ہے وہ بھی دلیل ہے جو اللہ ﷻ ایک حقیر قطرے سے انسان کو بنا سکتا ہے وہ انسان کو مرنے کے بعد بھی زندہ کر سکتا ہے۔

نوٹ: اللہ ﷻ نے انسان کو نطفے سے پیدا کرنے کی بات کئی مقامات پر یاد دلائی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا" بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا۔" (سورۃ الدھر ۷۶، آیت: ۲) دوسری جگہ فرمایا:" کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟" (سورۃ المرسلات ۷۷، آیت: ۲۰)

۳: اس آیت میں منکر انسان کی کس کمزوری کو بیان کیا گیا ہے؟ ۳: منکر انسان اپنی پیدائش کی حقیقت کو بھول کر اللہ ﷻ کی ذات اور اس کی قدرتوں کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے (معاذاللہ) یعنی کہ اللہ ﷻ ہے یا نہیں ہے یا اللہ ﷻ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے یا نہیں۔

نوٹ: اس آیت میں بھی نبی کریم ﷺ کو مخصوص انداز میں تسلی دی گئی ہے کہ غور فرمائیں کہ یہ لوگ صرف آپ ﷺ سے ہی جھگڑا نہیں کرتے بلکہ یہ تو اپنے خالق کے ساتھ بھی جھگڑا کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۷۸: ۱: اس آیت میں منکر انسان کی کس کم عقلی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: منکر انسان اللہ ﷻ کے بارے میں مثالیں دینے لگتا ہے اور اپنی تخلیق کو بھول جاتا ہے۔

۲: منکرین آخرت عموماً قیامت اور اللہ ﷻ کے بارے میں کیا کیا اعتراضات کرتے تھے؟ ۲: منکرین اللہ ﷻ اور قیامت کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتے تھے مثلاً وہ کہتے "اللہ ہوتا تو ہمیں کہیں نظر آتا۔" "اتنے بڑے کارخانہ حیات کو ایک ہستی کیسے چلا سکتی ہے"۔ "یہ قیامت کی دھمکیاں مذہبی لوگوں نے لوگوں پر محض اپنا تسلط جمانے اور انہیں ذہنی غلامی میں مبتلا کرنے کے لئے گھڑی ہوئی ہیں۔" "بھلا کبھی قیامت قائم ہو سکتی ہے"۔ "کیا ایسی ان ہونی بات کو عقل تسلیم کر سکتی ہے" وغیرہ وغیرہ۔ (معاذاللہ)

۳: منکر انسان اللہ ﷻ کے بارے میں ایسی مثالیں کیوں دیتا ہے؟ ۳: قیامت کا منکر انسان مخلوق کی طرح اللہ ﷻ کو عاجز سمجھتا ہے کہ جس طرح انسان مردہ کو زندہ نہیں کر سکتا اس طرح اللہ ﷻ بھی نہیں کر سکتا (معاذاللہ)۔ اگر وہ اپنی پیدائش کو یاد رکھتا تو یہ سوال ہرگز نہ کرتا، کیونکہ جو اللہ ﷻ انسان کو ایک حقیر قطرے سے پیدا فرما سکتا ہے، جب کہ اس کا نام و نشان نہیں تھا، اس کے لئے اسے اس کی بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے؟

۴: اس آیت میں منکرینِ آخرت کے کس اعتراض کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۴: منکرینِ آخرت کہتے تھے کہ جب انسان مر کر بوسیدہ ہڈیاں رہ جائے گا تو کون اسے دوبارہ زندہ کر سکتا ہے؟

آیت نمبر ۷۹: ۱: منکرینِ آخرت کے اعتراض کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۱: وہی اللہ ﷻ انسان کو بوسیدہ ہڈیوں سے دوبارہ زندہ اٹھا کھڑا کرے گا۔ جس نے پہلی مرتبہ انسان کو نطفہ سے بنایا۔

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی قدرتِ تخلیق کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ ہر طرح کا پیدا کرنا خوب جانتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا "وہ اللہ وہی ہے جس نے اپنی مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا فرمایا، اور وہی اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا اور یہ اس کے لئے کہیں زیادہ آسان ہے"۔ (سورۃ الروم ۳۰، آیت: ۲۷)

نوٹ: جس اللہ ﷻ نے زمین، آسمان، چاند، ستارے، ہوائیں اور عظیم کہکشائیں وغیرہ ایک حکم سے بنا دیئے اس کے لئے انسان کو بوسیدہ ہڈیوں سے دوبارہ پیدا کرنا کون سا مشکل کام ہے۔

علمی بات: یہاں خلق سے مراد "مخلوق" بھی ہے، یعنی "ہر ہر مخلوق" مطلب یہ ہے کہ اللہ ﷻ ہر ہر مخلوق کو جانتا ہے کہ وہ کہاں ہے اور اس کے فنا ہونے کے بعد اس کے ذرات کہاں کہاں ہیں، سو اللہ ﷻ ہر ذرے کو اس کی جگہ سے جمع کر کے دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں ہمیشہ اللہ ﷻ سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور آخرت کی فکر کرنی چاہیئے۔ ایک حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے پہلے زمانے کے ایک شخص کے بارے میں فرمایا کہ "ایک شخص کو اللہ ﷻ نے مال اور اولاد دی تھی۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا، والد کی حیثیت سے میں نے اپنے آپ کو کیسا ثابت کیا؟ انھوں نے کہا، بہت اچھا۔ اس نے کہا، دیکھو! میں اللہ ﷻ کی راہ میں کوئی نیکی ذخیرہ نہیں کر سکا، تو اس حالت میں اگر میں کہیں اللہ ﷻ کے سامنے پہنچ گیا تو ضرور مجھے عذاب ہو گا۔ تم ایسا کرنا کہ جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو جلا دینا، پھر جب میں جل کر کوئلہ ہو جاؤں تو خوب پیس کر باریک کر دینا اور جب کبھی تیز آندھی آئے تو میری راکھ ہوا میں اڑا دینا۔ چنانچہ اس نے اپنی اولاد سے قسم دے کر یہ عہد لیا (اور پھر وہ دنیا سے رخصت ہو گیا تو) اس کی اولاد نے اسی طرح کیا۔ اللہ ﷻ نے فرمایا "کن" اور (یہ کلمہ کہتے ہی) وہ شخص (زندہ ہو کر) کھڑا ہو گیا۔ اللہ ﷻ نے پوچھا، اے میرے بندے! بتا تو نے یہ کام کیوں کیا تھا؟ اس نے عرض کی، اے اللہ! تیرے ڈر اور خوف کی وجہ سے۔ چنانچہ اللہ ﷻ نے اس کے خوف کا انعام یہ دیا کہ اس پر رحم فرمایا (اور اس کے گناہ معاف فرما دیے)۔" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۸۰: ۱:اس آیت میں اللہ ﷻ کی قدرت کی کیامثال بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱:سبز درخت سے آگ کا پیدا کر دینا۔
۲:سبز درخت سے آگ پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲:یعنی اللہ ﷻ نے پہلے پانی سے سرسبز و شاداب درخت تیار کیا پھر اسی تروتازہ درخت کو سکھا کر ایندھن بنادیا جو ایندھن کے طور پر کام آتا ہے۔ ۳:کیا سبز درخت سے کوئی خاص درخت مراد ہے جس سے آگ پیدا ہوتی ہے؟ ۳:اگر درختوں کے آخری انجام کو دیکھا جائے تو ہر درخت بھی اس کا مصداق ہو سکتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "بھلا تم دیکھو جو آگ تم سلگاتے ہو۔ کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا فرمانے والے ہیں"۔ (سورۃ الواقعہ ۵۶، آیات: ۷۱، ۷۲) البتہ مفسرین نے اس سے کچھ خاص درخت بھی مراد لیئے ہیں جن میں یہ صفت اللہ ﷻ نے رکھ دی ہے کہ درختوں کی شاخوں کے رگڑنے سے آگ پیدا ہو جاتی ہے اور جنگلوں میں اس طرح آگ لگ جاتی ہے۔ مثلاً بانس کا درخت اور کیکر کا درخت گیلا بھی جلتا ہے۔ اسی طرح عرب میں دو سرسبز درخت "مَرْخ" اور "عَفَار" تھے۔ عرب لوگ ان دونوں درختوں کی دو شاخیں مسواک کی طرح کاٹ لیتے تھے جو بالکل ہری تازہ پانی سے بھری ہوتی تھیں، ایک کو دوسری پر رگڑنے سے آگ پیدا ہو جاتی تھی۔ گویا وہ اس سے دیاسلائی (ماچس) کا کام لیتے تھے۔ ہرے بھرے درخت سے آگ کی چنگاری پیدا کر دینا اللہ ﷻ کی قدرت کا بہت بڑا کرشمہ ہے۔

فکری و عملی بات: حیات بعد الموت کے منکرین کو سوچنا چاہیئے کہ جو اللہ ﷻ ایسی متضاد و مخالف صفات کو ادل بدل سکتا ہے کیا وہ ایک چیز کی موت و حیات کے الٹ پھیر پر قادر نہیں؟ یقیناً ہے۔

سائنسی تحقیق: سورج کی روشنی میں درخت کلوروفل (Chlorophyll) کی موجودگی میں اپنی غذا بناتے ہیں اور ان کے تنوں میں لکڑی پیدا ہوتی ہے۔ اس لکڑی میں اللہ ﷻ نے جلنے کی صلاحیت رکھی ہے۔ اسی طرح پانی بھی آکسیجن اور ہائیڈروجن سے مرکب ہوتا ہے اور آکسیجن آگ پکڑنے والی گیس ہے۔ پانی سے بجلی پیدا کی جارہی ہے۔

ماہرین ارضیات کی تحقیق یہ ہے کہ کوئلہ کی تخلیق درختوں سے ہوئی۔ آج سے ہزاروں سال پہلے جب انسانوں کی تعداد کم تھی زمین پر دور دور تک جنگل پھیلے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی جھیلوں اور دریاؤں کے کنارے اونچی اور گھنی کائیاں تھیں۔ زلزلوں کی وجہ سے کائیاں اور جنگلات زمین میں دب گئے اور زمین کے دباؤ اور دیگر کیمیائی تغیرات سے سیاہ ہو کر کوئلہ بن گئے۔ آج ہم زمین سے یہی کوئلہ نکال کر جلاتے ہیں۔ سائنس کے ان انکشافات نے اللہ ﷻ کی قدرت کے کرشموں کے کئی اور نمونے ہمارے سامنے پیش کر دیے ہیں۔

آیت نمبر ۸۱: ۱:وقوعِ قیامت اور موت کے بعد دوبارہ زندگی کے لئے اس آیت میں کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۱: وقوعِ قیامت اور بعث بعد الموت کے اثبات کے لئے تخلیقِ کائنات کی دلیل دی گئی ہے کہ جو اللہ ﷻ اتنی عظیم کائنات کے نظام کو بنا سکتا ہے وہ یقیناً مرنے کے بعد کمزور اور جسمانی لحاظ سے چھوٹے انسان کو دوبارہ زندہ فرما سکتا ہے۔ ۲:اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ ۲:وہ سب کچھ پیدا کرنے والا "اَلْخَلَّاق" اور سب کچھ جاننے والا "اَلْعَلِیْم" ہے۔ یعنی وہ عدم سے پوری کائنات کو بنانے والا ہے، ایک حقیر سے نُطفے سے پہلی مرتبہ انسان کو بنانے والا ہے اور پھر مرنے کے بعد بھی وہ جانتا ہے کہ انسان کو دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا۔

آیت نمبر ۸۲: ۱:اللہ ﷻ کے ارادہ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱:جب بھی اللہ ﷻ کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے یعنی اللہ ﷻ کے لئے کسی بھی شے کو بنانا اتنا آسان ہے کہ بس وہ حکم فرماتا ہے اور وہ شے بن جاتی ہے۔

علمی بات: مقصد یہ ہے کہ تمام انسانوں کی دوبارہ پیدائش بھی فقط اللہ ﷻ کے ارادے کے بعد امرِ کُنْ کی محتاج ہے۔ ادھر اللہ ﷻ ارادہ فرمائے گا تو فوراً تمام انسان زندہ ہو کر اللہ ﷻ کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔

۲: اللہ ﷻ نے اپنے ارادہ کی کمال شان کا ذکر فرما کر کس غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے؟ ۲: یعنی کوئی اس غلط فہمی میں بھی نہ رہے کہ کسی چیز کو پیدا کرنے کے لئے اللہ ﷻ کو کارخانے قائم کرنے پڑتے ہیں یا سرمایہ، میٹریل، لیبر اور مشینوں کا اہتمام وانتظام کرنا ہوتا ہے۔ اللہ ﷻ اپنے کسی ارادے کی تکمیل میں کسی بھی چیز کا ہرگز محتاج نہیں ہے۔

آیت نمبر ۸۳: ۱: قیامت کے واقع ہونے کے تمام دلائل سے کیا نتیجہ اخذ کرنا چاہیئے؟ ۱: اللہ ﷻ کی ذات وصفات کی پہچان یعنی اللہ ﷻ ہر خامی اور عیب سے پاک ہے۔ ہر شے کی حکومت اللہ ﷻ کی قدرت اور قبضے میں ہے۔ مردہ انسانوں کو دوبارہ زندہ پیدا فرمانا بھی اس کی قدرت سے باہر نہیں اور اسی کی طرف بالآخر ہم سب نے پلٹ کر جانا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ ﷻ کی پکڑ سے بچ سکیں تو ہم اللہ ﷻ کی قدرت کا یقین رکھتے ہوئے اصلاحِ احوال کی فکر کریں۔ اللہ ﷻ کے ہر فرمان کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں اور اس اچانک واقع ہونے والی قیامت کی تیاری کریں۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) سورۃ یٰسٓ کے پہلے رکوع کی روشنی میں جواب دیں کہ نبی کریم ﷺ کی نصیحت سے کون لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں؟

(الف) عقلمند اور اللہ ﷻ کی کائنات پر غور کرنے والے ✓(ب) نصیحت پر عمل کرنے والے اور اللہ ﷻ سے ڈرنے والے

(ج) دولت مند اور اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرنے والے

(۲) سورۃ یٰسٓ کے دوسرے رکوع کی روشنی میں جواب دیں کہ پیغمبروں کو نافرمان قوم نے کیا دھمکی دی؟

(الف) قتل کرنے کی (ب) قید کر دینے کی ✓(ج) سنگسار (رجم) کرنے کی

(۳) سورۃ یٰسٓ کے دوسرے رکوع میں انبیاء کرام علیہم السلام کی مدد کے لئے دوڑ کر آنے والے شخص کا کیا انجام ہوا؟

(الف) لوگوں نے اسے اپنا بادشاہ بنالیا ✓ (ب) اللہ ﷻ نے اسے جنت میں داخل فرما دیا

(ج) لوگوں نے اس کی بات مان لی

(۴) سورۃ یٰسٓ کے تیسرے رکوع کی روشنی میں جواب دیں کہ قیامت کے دن جب اللہ ﷻ مجرموں کے منہ بند کر دے گا تو وہ اللہ ﷻ سے کیسے بات کریں گے؟

(الف) اشاروں سے بات کریں گے (ب) لکھ کر بات کریں گے ✓(ج) ان کے ہاتھ پاؤں بات کریں گے

(۵) سورۃ یٰسٓ کے آخری رکوع کی روشنی میں جواب دیں کہ اللہ ﷻ نے درخت سے حاصل ہونے والی کس نعمت کا ذکر فرمایا ہے؟

✓ (الف) آگ (ب) پھل (ج) لکڑی

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجئے:

۱- سورۃ یٰس کے پہلے رکوع میں نبی کریم ﷺ کے ڈرانے سے فائدہ نہ اٹھانے والوں کے کون سے چار احوال بیان کیئے گئے ہیں؟
۱۔ ان کے گلوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے ان کے سر اوپر اٹھے ہوئے ہیں۔ (آیت:۸)
۲۔ اللہ ﷻ نے ان کے سامنے دیوار بنادی ہے یعنی صحیح راستہ نہیں دیکھ سکتے۔ (آیت:۹)
۳۔ اللہ ﷻ نے ان کے پیچھے دیوار بنادی ہے یعنی ماضی سے سبق نہیں حاصل کر سکتے۔ (آیت:۹)
۴۔ اللہ ﷻ نے ان کو ڈھانک دیا ہے یعنی وہ حق کو تلاش نہیں کر سکتے۔ (آیت:۹)

۲- سورۃ یٰس کے دوسرے رکوع میں پیغمبروں کی مدد کے لئے دوڑ کر آنے والے شخص نے اپنی قوم کو جو نصیحتیں کیں ان میں سے پانچ تحریر کریں؟
۱۔ اے میری قوم پیغمبروں کی پیروی کرو۔ (آیت:۲۰)
۲۔ ہدایت کی راہ پر چلنے والے ان پیغمبروں کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتے۔ (آیت:۲۱)
۳۔ ہمارے پاس کوئی عذر نہیں کہ ہم اس اللہ ﷻ کی عبادت نہ کریں جس نے ہمیں پیدا کیا اور جس کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ (آیت:۲۲)
۴۔ میں اللہ ﷻ کے سوا اوروں کو معبود نہیں بنا سکتا۔ (آیت:۲۳)
۵۔ اللہ ﷻ کے مقابلہ میں یہ جھوٹے معبود ہمارے کچھ کام نہیں آسکتے۔ (آیت:۲۳)
۶۔ شرک کرنے والے کھلی گمراہی میں ہیں۔ (آیت:۲۴)
۷۔ میری بات مانو اور ایمان لے آؤ۔ (آیت:۲۵)

۳- سورۃ یٰس کے تیسرے رکوع میں جب کفار سے کہا گیا کہ اللہ ﷻ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرو تو انہوں نے اس کا کیا جواب دیا؟
کیا ہم کھلائیں انہیں جن کو اگر اللہ ﷻ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔ (آیت:۴۷)

۴- سورۃ یٰس کے چوتھے رکوع میں قیامت کے دن صور پھونکنے کا کیا نتیجہ بیان کیا گیا ہے؟ (آیات:۵۱-۵۴)
یکایک سب لوگ اپنی قبروں سے نکل کر دوڑنے لگیں گے اور اللہ ﷻ کے حضور پیش کیئے جائیں گے۔

۵- سورۃ یٰس کے آخری رکوع کی روشنی میں مشرکین اور اُن کے باطل معبودوں کے بارے میں تین باتیں تحریر کریں؟
۱۔ مشرکوں نے کئی معبود بنائے ہیں تاکہ انہیں مدد مل سکے (آیت:۷۴)
۲۔ وہ جھوٹے معبود مشرکین کی کچھ بھی مدد نہیں کر سکیں گے۔ (آیت:۷۵)
۳۔ وہ جھوٹے معبود مشرکین کے مخالف لشکر بن کر تو خود اللہ ﷻ کے سامنے پیش کیئے جائیں گے۔ (آیت:۷۵)

سُوْرَۃُ صٓ

طریقۂ تدریس:

سبق نمبر ا: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۵۸) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۱۶۰، ۱۶۲) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تاکہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سرگرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سرگرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سرگرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ:

اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیے:

۱۔ قرآنِ حکیم یاد دہانی اور نصیحت کا ذریعہ۔
۲۔ گزشتہ قوموں کی ہلاکت کا سبب۔
۳۔ مشرکین کی طرف سے ایک خدا ہونے پر اظہارِ تعجب۔
۴۔ نبی کریم ﷺ کی رسالت پر اعتراض۔
۵۔ سابقہ جھٹلانے والی قوموں کے انجام سے باخبر۔
۶۔ رجوع اور انابت کے حوالہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت کی بہترین مثالیں۔
۷۔ تخلیقِ کائنات کی حکمت۔
۸۔ آخرت میں پرہیزگاروں اور سرکشوں کا انجام۔
۹۔ نبی کریم ﷺ کے نذیر ہونے کی حیثیت سے منکرین کو تنبیہ۔
۱۰۔ تخلیقِ آدم علیہ السلام اور ابلیس کے تکبر کا انجام۔
۱۱۔ پیغمبر ﷺ کی مشفقانہ شخصیت اور قرآن کی نصیحت بھری تعلیم۔

ربطِ سورت

۱۔ سورۃ الصّٰفّٰت میں نو انبیاء کرام علیہم السلام کی خدماتِ توحید اور اعلیٰ کردار کا تذکرہ تھا۔ سورۃ صٓ میں تین مزید انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت اور اعلیٰ صفات کا بیان ہے۔

۲۔ سورۃ الصّٰفّٰت میں جن مضامین کو بیان کیا گیا۔ سورۃ صٓ میں ان ہی مضامین کو مزید وضاحت سے پیش کیا گیا۔

۳۔ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورت کی بنیاد بھی توحید پر ہے۔ قرآنِ حکیم ایک عظیم یاد دہانی اور نصیحت ہے جو سابقہ امتوں کے اعمال و احوال سے آگاہ کرنے کے ساتھ ان کے بُرے انجام سے ڈراتا ہے۔

آیت نمبر ۱: ۱: "صٓ" کے کیا معنی ہیں؟ ۱: "صٓ" حروفِ مقطعات میں سے ہے۔ حروف مقطعات کا علم اللہ ﷻ کے پاس ہے اور یہ اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔

۲: اس آیت میں کس چیز کی قسم کھائی گئی ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم کی۔ ۳: اس آیت میں قرآنِ حکیم کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۳: یہ نصیحت والا قرآن ہے۔

علمی بات: ۱۔ قرآنِ حکیم کی صفت "اَلذِّکْرِ" بیان کی گئی ہے جس کا معنی عزّت و شرف، نصیحت و خیر خواہی اور اللہ ﷻ اور ان تمام چیزوں کا ذکر بھی جن کی انسان کو نجات کے لئے ضرورت ہے۔ یہاں تینوں معانی بیک وقت مراد ہو سکتے ہیں، کیونکہ یہ قرآن ان تینوں صفات کا حامل ہے۔ ۲۔ "ذکر" کے معنی یاد دہانی کے بھی ہیں۔ یاد دہانی کسی ایسی چیز کی کرائی جاتی ہے جو بطور واقعہ پہلے سے موجود ہو۔ قرآن کے ذی الذکر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ان حقیقتوں کو ماننے کی دعوت دیتا ہے جن کو قبول کرنے کی صلاحیت انسانی فطرت میں پہلے سے موجود ہیں۔

آیت نمبر ۲: ۱: اس آیت میں کفار کی طرف سے قرآنِ حکیم کی مخالفت کرنے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۱: تکبر کرنا اور حق کی مخالفت کرنا۔

علمی و عملی بات: قرآنِ حکیم جو نصیحت، خیر خواہی اور یاد دہانیوں سے معمور ہے اور حق و صداقت کا سرچشمہ ہے۔ اس کا انکار کرنے والوں کے تکبر اور مخالفت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بڑی سے بڑی نصیحت بھی اس شخص پر کوئی اثر نہیں کرتی جس کی انانیت اور ہٹ دھرمی نے اس کی پوری شخصیت کو گھیر رکھا ہو۔

۲: تکبر کسے کہتے ہیں؟ ۲: ایک حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے تکبر کا مفہوم یوں بیان فرمایا "جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ ایک شخص پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ ﷻ خوبصورت ہے خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر حق بات کو چھپانا اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔" (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۳: ۱: کفارِ مکہ کو کس بات سے ڈرایا جا رہا ہے؟ ۱: اُن سے پہلے کی کئی نافرمان قوموں کی ہلاکت سے اہلِ مکہ کو خبردار کیا جا رہا ہے۔ جنہیں اللہ ﷻ نے کفر اور ان کے شرک کی وجہ سے ہلاک کر دیا تھا۔ مثلاً قومِ نوح علیہ السلام، قومِ عاد اور قومِ ثمود وغیرہ۔ ۲: کفار مکہ کو پہلی قوموں کی ہلاکت سے کیا بات سمجھائی جا رہی ہے؟ ۲: یہ کہ وہ پہلی ہٹ دھرم، ضدی اور مغرور قوم نہیں ہیں بلکہ ان سے پہلے بھی بہت سی اقوام نے اس قسم کی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا تھا لیکن ان کا تکبر و غرور خاک میں مل گیا اور ہلاکت و تباہی ان کا مقدر بن گئی۔ ۳: عذاب آ جانے پر نافرمان قوموں نے کیا کیا؟ ۳: وہ سب اللہ ﷻ کو پکارنے لگے۔ ۴: عذاب آ جانے پر اللہ ﷻ کو پکارنے کا کیا نتیجہ نکلا؟ ۴: اب اُن کے پاس بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ کیونکہ عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان لانے کو اللہ ﷻ قبول نہیں فرماتا۔

آیت نمبر ۴: ۱: کفارِ مکہ کو کس بات پر تعجب تھا؟ ۱: اُن کو اس بات پر تعجب تھا کہ ایک انسان کو اللہ ﷻ نے رسول بنا کر اُن کی طرف ڈر سنانے کے لئے بھیجا ہے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے نبوّت کو بشریت کے منافی سمجھتے تھے۔ ۲: کفار مکہ کا تعجب کن صورتوں میں قابلِ اعتنا ہوتا؟

۲: i۔ کفار مکہ کا تعجب اس صورت میں شاید کسی درجے میں تسلیم کیا جاتا اگر ان کی طرف ایک اجنبی شخص نے آکر نبوت کا دعویٰ کیا ہوتا جس کے ماضی کا علم نہ ہوتا اور نہ اس کے قوم و قبیلہ کا پتہ ہوتا اور نہ ہی اس کے کردار اور معاملات سے واقفیت ہوتی۔ ii۔ یا پھر آسمان سے کوئی فرشتہ نازل ہوتا تو بھی ان کا تعجب بجا ہوتا کہ بھلا ایسا رسول کس طرح ہمیں راہ راست پر لا سکتا ہے جو انسانی ضروریات، بشری تقاضوں اور اہل و عیال سے پاک ہو۔ ظاہر اسے نہ تو ہمارے مسائل کا ادراک ہو گا اور نہ ہمارے جذبات و احساسات کی پروا اور نہ وہ ہمارے لئے نمونہ عمل اور مشعل راہ بن سکے گا۔

۳: کفار مکہ کا رسول کے متعلق کیا عقیدہ تھا؟ ۳: وہ رسول کو انسان سے ماوراء ایک ناقابل فہم اور طلسماتی شخصیت سمجھتے تھے۔ (معاذاللہ) وہ رسول کے انسان ہونے کو قبول کرنے کو تیار نہ تھے۔ وہ رسول کو بھی ایسی شخصیت سمجھتے تھے جو خیالی ہو، جسے چُھوا یا دیکھا نہ جا سکتا ہو، جو اس کرۂ ارض پر ایک عملی زندگی نہ رکھتا ہو۔ غرض وہ رسولوں کو ایک افسانوی شخصیت کی شکل میں دیکھنا چاہتے تھے اور جس طرح ان کے عقائد تھے وہ رسولوں کو بھی ایسا ہی دیکھنا چاہتے تھے۔

۴: رسولوں علیہم السلام کو انسانوں ہی میں سے بھیجنے کی کیا حکمت ہے؟ ۴: تاکہ رسول انسانوں کے جذبات، احساسات، رجحانات، خیالات، اختیارات، اثرات اور مشکلات سے مکمل طور پر واقف ہوں۔ پھر وہ لوگوں کے سامنے اپنی سیرت و کردار کا کامل نمونہ پیش فرمائیں تاکہ دوسرے لوگ بھی ان ہی حالات و واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال سکیں۔ دوسرا یہ کہ قوم اور رسول کے درمیان انسانی اور سماجی روابط پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا لوگ اس طریقہ کو اپنا سکتے ہیں جس پر رسول ہوتے ہیں۔ اور لوگوں سے بھی یہ مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ اسے اپناؤ۔ اس لئے کہ اس نظام پر ایک شخص نے عمل کرکے دکھادیا ہے جو خود ان میں سے ایک انسان ہے۔

نوٹ: البتہ یاد رہے کہ تمام رسول علیہم السلام اللہ ﷻ کے بھیجے ہوئے اور منتخب کیئے ہوئے، کامل ترین بندے ہوتے ہیں۔ ان پر اللہ ﷻ کی طرف سے وحی آتی ہے اور وہ ہر وقت اللہ ﷻ کی نگرانی میں ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی سیرت لوگوں کے لئے کامل نمونہ ہوتی ہے۔

۵: کفارِ مکہ نے آپ ﷺ کی دعوتِ ایمان کا کیا جواب دیا؟ ۵: کفارِ مکہ نے نبی کریم ﷺ کی دعوتِ ایمان کو رَد کردیا۔ ۶: کفارِ مکہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیا گستاخی کی؟ ۶: کفارِ مکہ نے (معاذ اللہ) آپ ﷺ کو جھوٹا اور جادوگر کہا۔ حالانکہ وہ آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے خود آپ ﷺ کے صادق اور امین ہونے کا اقرار کرتے تھے۔ ۷: کفارِ مکہ آپ ﷺ پر (معاذ اللہ) کیوں ایسے الزامات لگاتے تھے؟ ۷: مشرکینِ مکہ اپنے بغض، دشمنی اور تکبر کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی رسالت کو نہیں مانتے تھے۔ وہ قرآنِ حکیم کے مقابلہ سے عاجز تھے تو ان کے پاس اس طرح کے الزامات کے سوا اور کچھ جواب نہ تھا۔

آیت نمبر ۵: ۱: قریشِ مکہ کس بات کو عجیب قرار دے رہے ہیں؟ ۱: قریشِ مکہ تعجب کرتے تھے کہ کیا بہت سے معبودوں کو چھوڑ کر محمد (ﷺ) نے ایک اللہ ﷻ کو معبود قرار دے دیا ہے۔ ۲: قریشِ مکہ کے نزدیک ایک ہی اللہ ﷻ کا معبود ہونا کیوں تعجب کی بات تھی؟ ۲: ان کے نزدیک اللہ ﷻ کا ایک ہونا عجیب بات اس لئے تھی کہ جب ان کے تین سو ساٹھ بت صرف ایک شہر مکہ کا کام نہیں کرسکتے، تو محمد (ﷺ) کا ایک معبود اللہ ﷻ کیسے ساری دنیا کا کام کرسکتا ہے؟ گویا ان کا خیال تھا کہ دنیا کے مختلف کاموں اور انتظامات کے لئے الگ الگ معبود ہونے چاہئیں۔ (معاذ اللہ)

آیت نمبر ۶: ۱: قریشِ مکہ کے سرداروں سے کون مراد ہیں؟ ۱: ابوجہل، ولید بن مغیرہ وغیرہ۔ ۲: آپ ﷺ کی توحید باری ﷻ کی دعوت پر قریشِ مکہ کے سرداروں نے کیا طرزِ عمل اختیار کیا؟ ۲: وہ یہ کہتے ہوئے مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ لوگو! بتوں کی پرستش پر جمے رہو۔ جیسا کہ قومِ نوح علیہ السلام نے کہا تھا: "تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ کبھی وَدّ کو چھوڑنا اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔" (سورۃ نوح ۷۱، آیت: ۲۳)

عملی پہلو: بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ کافر اور مشرک لوگ ایک دوسرے کو باطل اور شرک پر ڈٹے رہنے کی اتنی تاکید کررہے ہیں، اہلِ حق کو تو اس سے زیادہ حق پر قائم رہنا چاہیئے اور ایک دوسرے کو قائم رہنے کی تاکید کرنی چاہیئے۔

۳: آپ ﷺ کی توحید کی دعوت پر قریشِ مکہ کے سرداروں نے کیا تبصرہ کیا؟ ۳: وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس دعوتِ توحید میں آپ (ﷺ) کی کوئی ذاتی غرض ہے۔ (معاذ اللہ)

نوٹ: قریشِ مکہ آپ ﷺ پر الزام تراشی کرتے ہوئے اپنے پیروکاروں کو بتاتے کہ (معاذ اللہ) محمد (ﷺ) کی دعوت کا مقصد یہ ہے کہ وہ تمہیں تمہارے آبائی دین سے پھیر کر اپنے پیچھے لگا دینا چاہتا ہے تاکہ اس طرح اس کو سرداری اور سربراہی مل سکے۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں قوم کے سرداروں نے کہا کہ یہ تم جیسا انسان ہی ہے یہ تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ (سورۃ المومنون ۲۳، آیت: ۲۴)

آیت نمبر ۷: ۱: قریشِ مکہ کے سرداروں نے توحید کا انکار کرنے کے کیا کیا سبب بیان کیئے؟ ۱: وہ کہتے تھے کہ ہم نے اپنے پچھلے دین میں یہ باتیں نہیں سنیں یعنی توحید کا ذکر نہیں سنا۔ ۲: پچھلے دین سے کیا مراد ہے؟ ۲: پچھلے دین سے مراد مشرکین اپنے گمراہ باپ دادا کا دین لیتے تھے یعنی ان کے باپ دادا وغیرہ میں بھی ایک معبود کا کوئی قائل نہیں تھا یا پھر عیسائی مذہب۔ یعنی انہوں نے نصاریٰ سے بھی یہ بات نہیں سنی تھی کہ وہ ایک خدا کو ہی مانتے

ہوں بلکہ وہ اہلِ کتاب بھی تو تین خدا مانتے ہیں۔ ۳: قریش مکہ کے سرداروں نے آپ ﷺ کی دعوت توحید پر کیا الزام لگایا؟ ۳: وہ کہتے تھے کہ یہ توحید کا نظریہ من گھڑت نظریہ ہے جو آپ (ﷺ) نے خود ہی گھڑ لیا ہے (معاذ اللہ)۔

آیت نمبر ۸: ۱: اس آیت میں "اَلذِّکْرُ" سے کیا مراد ہے؟ ۱: قرآنِ حکیم۔ ۲: مشرکین مکہ کو آپ ﷺ کی رسالت پر کیا اعتراض تھا؟ ۲: مشرکین مکہ کہتے تھے کہ اللہ ﷻ نے ہم بڑے بڑے لوگوں، مالداروں اور سرداروں کو چھوڑ کر آپ (ﷺ) کو رسالت کے لئے کیوں چُنا۔ ۳: مشرکین مکہ کو آپ ﷺ کی رسالت پر یہ اعتراض کس بنیاد پر تھا؟ ۳: حسد اور تکبر کی وجہ سے اور یہ حسد اور تکبر آپ ﷺ سے عداوت کا باعث بنا ہوا تھا۔

علمی بات: اللہ ﷻ نے مشرکین کے اس حسد اور عداوت کا کئی جگہ ذکر کیا اور اس کا رد فرمایا، جیسا کہ سورۃ الانعام ۶، آیت: ۱۲۴ میں فرمایا "اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے (تو) کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہمیں بھی ایسی ہی چیز نہ دی جائے جو اللہ ﷻ کے رسولوں کو دی گئی، اللہ ﷻ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کسے عطا فرمائے۔" اور سورۃ الزخرف ۴۳ آیات: ۳۱، ۳۲ میں فرمایا "اور وہ کہنے لگے کہ یہ قرآن کیوں نہیں نازل ہوا (مکہ اور طائف کی) دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر؟ کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟" اسی حسد اور تکبر کا اظہار قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام پر کیا تھا: "کیا ہم سب میں سے اسی پر نصیحت اُتاری گئی ہے؟ (نہیں) بلکہ وہ بڑا جھوٹا تکبر کرنے والا ہے۔ انہیں کل یعنی قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا تکبر کرنے والا ہے۔ (سورۃ القمر ۵۴، آیات: ۲۵، ۲۶)

۴: اس آیت میں مشرکین مکہ کی قرآنِ حکیم کے حوالے سے کیا رائے بیان کی گئی ہے؟ ۴: مشرکین مکہ کو قرآنِ حکیم کے اللہ ﷻ کے کلام ہونے پر شک تھا۔

علمی و عملی پہلو: "شک" سے مراد ذہن کی وہ کیفیت ہے جس میں آدمی دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو ترجیح نہ دے سکے۔ اللہ ﷻ نے اس جملے میں مشرکین کے دل کی حالت بیان کی ہے کہ ان کے پاس اللہ ﷻ کے ذکر کو جھٹلانے کی کوئی معقول وجہ نہیں مگر وہ حسد و تکبر کی وجہ سے اس پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں، اس لئے وہ اللہ ﷻ کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں۔ اگر حسد و تکبر چھوڑ کر تھوڑا سا غور کریں تو انھیں یقین کی نعمت حاصل ہو جائے گی۔

۵: اس آیت میں اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم کی کیا شان بیان فرمائی ہے؟ ۵: اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم کو اپنی نصیحت قرار دیا ہے۔

۶: اس آیت میں گستاخانِ رسول ﷺ کو کیا وعید سنائی گئی ہے؟ ۶: اُنہیں شدید عذاب کا مزہ چکھنے کی وعید سنائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۹: ۱: مشرکین مکہ کو آپ ﷺ کی رسالت پر اعتراض کرنے پر کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۱: کسی کو نبوت و رسالت کے اعزاز سے نوازنے یا کسی کو اللہ ﷻ کی رحمت سے دور کرنے کا اختیار مشرکین مکہ کو نہیں بلکہ صرف اللہ ﷻ کے پاس ہے۔

۲: اس آیت میں نبوت اور وحی کو کیا قرار دیا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی رحمت کے خزانے میں سے قرار دیا گیا ہے۔

علمی بات: نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے اللہ ﷻ نے فرمایا کہ کیا قریش مکہ آپ ﷺ کے رب کے خزانوں کے مالک بنائے گئے ہیں؟ کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں؟ جب کہ یقیناً ایسی کوئی بات نہیں ہے، تو انہیں آپ ﷺ کے نبوت پر فائز ہونے پر اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ زبردست، سب پر غالب اور بڑا عطا فرمانے والا ہے جس کو جو عطا فرمانا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ ۴: رحمت کے حوالے سے اللہ ﷻ کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۴: اللہ ﷻ اپنی رحمت کے خزانوں کا اکیلا خود مالک ہے، اپنی رسالت کے لئے جسے چاہتا ہے چُن لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم رکھتا ہے۔ اب اگر اس نے اپنی نعمت رسالت کے لئے آپ ﷺ کو چنا ہے تو یہ حسد کیوں کرتے ہیں۔ ۵: اللہ ﷻ کی ان دونوں صفات کے بیان سے کیا بات سمجھائی گئی ہے؟ ۵: "الوھاب" اور "العزیز" سے اللہ ﷻ کی خود مختاری اور بے انتہا بخشش کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ ﷻ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو اس کے لائق سمجھتا ہے عطا فرماتا ہے خواہ غنی ہو خواہ فقیر۔ اس

کی عطا کو کوئی روک نہیں سکتا۔ لہٰذا ان لوگوں کو نہ کوئی اختیار ہے نہ اللہ ﷻ کی رحمت کے خزانے ان مشرکین کے ہاتھ میں ہیں کہ جس کو وہ دنیاوی مال و اسباب کی وجہ سے معزز جانیں، اسی کو نبوت کا عظیم منصب دے دیں۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: آسمانوں و زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے اُس کی حکومت کسے حاصل ہے؟ ۱: صرف اور صرف اللہ ﷻ کو۔

علمی بات: نبوت کا مقام تو بہت اونچا ہے کسی کو نبوت کی نعمت سے سرفراز کرنے کا اختیار تو بہت بڑا اور عظیم الشان کام ہے، مشرکین مکہ کو تو اس مادی دنیا کی معمولی چیزوں کے دینے اور چھیننے کا بھی کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

۲: مشرکینِ مکہ کے توحید اور رسالت پر اعتراضات کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۲: اگر وہ اور اُن کے باطل معبود آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اِن کے درمیان ہے اُس کے مالک ہیں تو آسمان پر چڑھ جائیں اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کو روک دیں۔ (یقیناً وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکیں گے)

۳: آسمانوں تک چڑھ جانے سے کیا مراد ہے؟ ۳: مشرکین کی بے بسی ظاہر کرنے کے لئے ان سے کہا گیا ہے کہ تم تمام اسباب و ذرائع بروئے کار لاکر ربّ العالمین کی رحمت کے خزانوں اور اس کے اقتدار و اختیار میں تصرف تو کر کے دکھاؤ! ۴: اسباب کا کیا مطلب ہے؟ ۴: ہر وہ چیز جو کسی تک پہنچنے کا ذریعہ ہو اسے سبب کہتے ہیں۔ اسباب سے مراد اوپر چڑھنے کے ذرائع مثلاً سیڑھی، رسی مراد ہے۔

علمی بات: یہاں کفار قریش کی انتہا درجہ کی تحقیر، کمزوری اور بے بسی کا بیان ہے۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: اس آیت میں لشکر سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۱: کفارِ مکہ۔ ۲: اس آیت میں کئی لشکروں سے کون لوگ مراد ہیں؟

۲: سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والے اور حق کی مخالفت کرنے والے لشکر۔ ۳: اس آیت میں مشرکین مکہ کو کیا وعید سنائی گئی ہے؟

۳: اِس آیت میں مشرکین مکہ کو بھی سابقہ جھٹلانے والے لشکروں کی طرح شکست و ہلاکت کی وعید سنائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: اس آیت میں جھٹلانے والے لشکروں میں کن کن کی مثالیں بیان کی گئی ہیں؟ ۱: قومِ نوح علیہ السلام، قومِ عاد اور آلِ فرعون۔

۲: فرعون کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۲: میخوں والا فرعون۔ ایک رائے یہ ہے کہ جب وہ کسی کو سزا دیتا تھا تو اُسے چت لٹا کر ہاتھ اور پاؤں میں میخیں گاڑ دیتا تھا۔ دوسری رائے یہ ہے کہ جب لشکر کے ساتھ نکلتا تھا تو خیمے لگانے کے لئے بہت سی میخیں بھی ساتھ رکھتا تھا۔ ایک رائے کے مطابق سلطنت کا استحکام مراد ہے۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: اس آیت میں حق کو جھٹلانے والے کن کن لشکروں کی مثال بیان کی گئی ہے؟ ۱: قومِ ثمود، قومِ لوط علیہ السلام اور اصحاب الایکہ۔

۲: اصحاب الایکہ کون تھے؟ ۲: اہلِ مدین یعنی جنگل والے جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔

۳: ان لشکروں کا انجام کیا ہوا؟ ۳: یہ سب شکست اور ہلاکت سے دوچار ہوئے۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: قومِ نوح علیہ السلام، قومِ عاد، آلِ فرعون، قومِ ثمود، قومِ لوط علیہ السلام اور اصحاب الایکہ کا کیا جرم بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اُن سب نے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔

۲: اِن قوموں کا کیا انجام ہوا؟ ۲: اُن سب پر اللہ ﷻ کا عذاب نازل ہوا۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: اس آیت میں کفارِ مکہ کو کیا سرزنش کی گئی ہے؟ ۱: کفارِ مکہ کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ وہ رسولِ کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی کو پاکیزہ تعلیمات جھٹلا کر گویا اب ایک چیخ اور چنگھاڑ کے انتظار میں ہیں کہ جب تک اسے سن نہ لیں، جس کے بیچ وقفہ نہ ہوگا۔

علمی بات: اس کا مطلب یہ ہے کہ جو روش اختیار کر کے ماضی کی اقوام ہلاکت سے دوچار ہوئیں، وہی روش اب قریش مکہ بھی اپنائے ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی مذکورہ اقوام جیسے انجام سے دوچار ہونے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔

۲: چیخ اور چنگھاڑ سے کیا مراد ہے اور اس کی کیا کیفیت ہوگی؟ ۲: اس چیخ سے مراد نفخہ اولیٰ ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور میں پھونکیں گے جو خاصا طویل اور مسلسل ہوگا اور اس کے درمیان معمولی سا وقفہ بھی نہیں ہوگا اور اس نفخہ کو کوئی طاقت روک نہیں سکے گی۔

علمی بات: مفسرین کرام نے فَوَاق کے کئی معنی بیان کیئے ہیں مثلاً واپس ہونا، بہت ہی قلیل مہلت، پھیرنا، افاقہ (سکون اور ہوش) اور فواق اس وقفہ کو بھی کہتے ہیں جو اونٹنی کو دوہنے اور پھر دودھ اتارنے کیلئے چھوڑ دینے اور پھر دوہنے کے درمیان ہوتا ہے۔ دونوں مرتبہ کے دوہنے کے وقفہ کو فواق کہا جاتا ہے۔ ان سب معنی کا مفہوم یہی ہے کہ نفخ صور کے بعد دنیا میں واپسی نہ ہوگی، نہ صور کی آواز واپس کی جائے گی، نہ پھیری جائے گی، نہ قلیل مہلت ملے گی اور نہ ہی کوئی وقفہ اور آرام ملے گا۔

۴: اس چیخ کا کیا نتیجہ ہوگا؟　۴: ساری مخلوق ہلاک ہوجائے گی اور دوبارہ صور میں پھونکے جانے پر سب قبروں سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: اس آیت میں کفارِ مکہ کی کس ہٹ دھرمی کا ذکر کیا گیا ہے؟　۱: وہ آپ ﷺ کی دعوت کا مذاق اُڑاتے ہوئے اللہ ﷻ سے عذاب کی دُعا کرتے تھے۔ (معاذ اللہ)

علمی بات: "قِطَّا" کا مطلب ہے قلم وغیرہ کا سرا کاٹنا۔ "قِطّ" حصے کو کہتے ہیں، کیونکہ ہر ایک کو اس کا حصہ کاٹ کر دیا جاتا ہے۔ انعام کے لئے کاغذ کا جو ٹکڑا لکھ کر دیا جاتا ہے اسے بھی "قِطّ" کہتے ہیں۔ قِطّ کا لفظ حساب کے رجسٹر (چٹھا) کے لئے بھی بولا جاتا ہے جس میں کسی کاروبار کی آمدن اور خرچ کا سالانہ حساب کتاب لکھا جاتا ہے اور اس سے اس کاروبار کی سالانہ بچت یا نقصان کا پتہ چلتا ہے۔

۲: یہاں قِطّ سے ان کی کیا مراد تھی؟　۲: یہاں قط سے ان کی مراد یہ تھی کہ آخرت کی جزا و سزا جو کچھ ہمیں ملنا ہے وہ یہیں دنیا میں مل جائے۔

علمی بات: نبی کریم ﷺ جب مومنین کے ساتھ وعدۂ جنت فرماتے تو کفار بطور استہزاء کہتے ہمیں تو ہمارا حصہ اس میں سے جلدی دے دو یا پھر کہتے کہ بقول تمہارے اگر ہم عذاب کے حقدار ہیں تو عذاب والا حصہ جلدی لے آؤ۔ جیسا کہ سورۃ الحج ۲۲، آیت ۴۷ میں فرمایا "اور وہ عذاب کو جلدی طلب کرتے ہیں"۔ اسی طرح سورۃ الانفال ۸، آیت: ۳۲ میں ہے کہ: "اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔" مفسرین کے مطابق یہ نضر بن حارث کا قول ذکر کیا گیا ہے۔

شانِ نزول: مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ سے جب یہ سنا کہ قیامت کے دن دائیں اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے اور جو لوگ جنت میں جائیں گے ان کو بڑی نعمتیں ملیں گی تو کفار بطورِ مذاق حضور (ﷺ) سے بولے کہ ہمارے نامہ اعمال تو ہم کو یہاں ہی دکھا دیئے جائیں ہم دیکھ لیں کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے اس کے بدلے ہمارے لئے کیا رکھا ہے؟ تب یہ آیت اتری۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: اس آیت میں آپ ﷺ کو اللہ ﷻ نے کیا نصیحت فرمائی ہے؟　۱: کفارِ مکہ کی باتوں پر صبر کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔

علمی و عملی پہلو: انسانی زندگی میں صبر کرنے کے بہت سے مواقع آتے ہیں، مثلاً اطاعت گزاری کے لئے بھی صبر کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ معاصی سے بچنے کے لئے بھی صبر کرنا پڑتا ہے مصائب و تکالیف میں صبر کرنے سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کو مشرکین کی ساری بیہودگیوں اور کٹ حجتیوں پر صبر کا دامن تھامے رکھنے کی نصیحت فرمائی گئی۔

۲: کفارِ مکہ آپ ﷺ کو کیا کہہ کر تکلیف پہنچاتے تھے؟　۲: کفارِ مکہ آپ ﷺ کو کاہن، شاعر اور ساحر کذاب کہتے تھے (معاذ اللہ)۔

۳: آپ ﷺ کی تسلی کے لئے اس آیت میں کس نبی علیہ السلام کی مثال بیان فرمائی جارہی ہے؟　۳: حضرت داؤد علیہ السلام کی۔ کفار مکہ کے انکار اور ان کی مخالفانہ اور دشمنانہ باتوں کے سننے سے نبی کریم ﷺ کو جو رنج پہنچا تھا اس کے ازالہ کے لئے اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ یاد دلایا۔

علمی و عملی پہلو: حضرت داؤد علیہ السلام کے حالات زندگی سے ایک تو نبی کریم ﷺ اور تمام مومنین کو تسلی دی گئی ہے کہ انہوں نے حضرت طالوت کی حکومت میں صبر کیا آخر اللہ ﷻ نے ان کو حکومت عطا فرمائی نیز وہ طاقت و حکومت رکھنے کے باوجود کس صبر و تحمل کے ساتھ لوگوں کے ناگوار رویئے کو برداشت کرتے، نہایت عدل و مہربانی کے ساتھ ان کے معاملات کے فیصلے فرماتے اور دوسروں کے واقعات سے خود اپنی زندگی کے لئے سبق حاصل کرتے تھے۔ دوسرا سبق

قریش اور تمام سرکش اور ہٹ دھرم لوگوں کے لئے ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو ان لوگوں سے کہیں زیادہ دولت حشمت حاصل تھی لیکن اس چیز نے ان کو غرور و تکبر میں مبتلا نہیں کیا بلکہ وہ اپنے رب کی طرف برابر متوجہ رہتے اور اپنے رب سے توبہ و استغفار کرتے تھے۔

۴: آپ ﷺ کے سامنے حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ کرنے سے کیا بات پتہ چلتی ہے؟ ۴: اس تذکرہ سے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کسی خاندانی بنیاد پر بادشاہت کے مالک نہیں تھے بلکہ آپ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق سے اپنی قوت بازو کے بل بوتے پر جالوت کے مقابلے میں فتح پائی تو اس وقت کے بادشاہ طالوت کے بعد آپ کو حکومت بھی ملی۔ مشرکین مکہ بھی آپ ﷺ کی نبوت پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان کی مالی حالت اچھی نہیں تو یہ نبی کیسے بن گئے، فرمایا گیا آپ ﷺ صبر کریں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح آپ ﷺ کو بھی حکومت اور غلبہ عطا فرمائے گا اور یہ سب لوگ مغلوب ہو جائیں گے۔

۵: بقیہ سورت میں کتنے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر آرہا ہے؟ ۵: بقیہ سورت میں آپ ﷺ کی تسلی کے لئے دس انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر آرہا ہے۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت یسع علیہ السلام، حضرت ذوالکفل علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام۔

۶: اس آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۶: i۔ حضرت داؤد علیہ السلام بہت طاقتور تھے۔ یعنی وہ عبادت میں بڑی قوت اور ہمت کا ثبوت دیتے تھے۔ گویا حضرت داؤد علیہ السلام دین و تقویٰ کی راہ میں بڑے بڑے مجاہدے کرنے، اطاعت اور فرماں برداری کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کی قوت رکھنے والے تھے۔ ii۔ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

علمی بات: حضرت داؤد علیہ السلام بڑی قوت والے تھے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انھیں نبوت کے ساتھ کئی مزید قوتوں سے بھی نوازا تھا: مثلاً i۔ جسمانی قوت جس کے ساتھ انھوں نے جالوت کو قتل کیا جس کا ذکر سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۵۱ میں کیا گیا ہے۔ میدان جہاد میں دشمن کا سامنا ہوتا تو جم کر مقابلہ کرتے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو قلبی شجاعت و قوت بھی عطا فرمائی تھی۔ ii۔ عبادت کی قوت جس کا اظہار تہائی رات کی نماز اور مُستقل ایک دن کے ناغے کے ساتھ روزے سے ہوتا ہے۔ iii۔ قائدانہ قوت جس کا مظہر فلسطین کی سب سے بڑی حکومت تھی جو حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں قائم ہوئی۔ iv۔ صحیح فیصلے کی قوت یعنی ہر بات کا فیصلہ بڑی خوبی سے کرتے اور بولتے تو نہایت فیصلہ کن تقریر ہوتی تھی۔ v۔ حُسن صوت کی قوت و نعمت جس کی وجہ سے پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ساتھ تسبیح میں شریک ہو جاتے تھے۔ vi۔ سخت محنت کرنے کی قوت لوہے کو موم کرنے اور زرہیں بنانے کی قوت جس کے ذریعے سے وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔

عملی پہلو: جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام اپنے تمام معاملات میں نماز، دعا، امید و خوف، ذکر و تلاوت، جہاد اور توبہ استغفار وغیرہ کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہتے اور ہر موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کو سامنے رکھتے۔ ہمیں بھی ہر معاملہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کرتے رہنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو کیا خاص انعام عطا فرمایا تھا؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر ایک خاص انعام یہ فرمایا کہ جب وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تسبیح کرتے تو پہاڑ بھی اُن کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے۔ ۲: پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے نعمت کیسے ہوئی؟

۲: اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک معجزہ رونما ہوا، اور یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے۔

علمی بات: پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح سے ذکر و شغل کا ایک خاص سرور و کیف پیدا ہو گیا تھا جس سے عبادت میں نشاط اور تازگی پیدا ہوتی ہے۔ اجتماعی ذکر کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ذکر کی برکتوں کا ایک دوسرے پر انعکاس ہوتا رہتا ہے اور اطمینان قلبی نصیب ہوتا ہے یوں طبعیت نیکی کی طرف مائل رہتی ہے اور خیر کے کاموں میں ذوق بھی بڑھتا ہے۔

۳: پہاڑوں کے تسبیح کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ۳: پہاڑوں کے تسبیح کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پہاڑوں میں حیات اور نطق کو پیدا فرما دیا تھا اور اس وقت وہ پہاڑ اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے جس طرح زندہ اور عقل و فہم رکھنے والی مخلوق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: حضرت داؤد علیہ السلام پر مزید کس انعام کے عطا فرمانے کا ذکر ہے؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر یہ انعام فرمایا کہ پرندے بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ جمع ہو جاتے تھے اور وہ بھی صبح و شام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے۔

۲: وہ سب اللہ ﷻ کے حضور بہت رجوع کرنے والے تھے۔ ۲: پہاڑوں، پرندوں اور حضرت داؤد علیہ السلام کی کیا مشترکہ صفت بیان فرمائی گئی ہے؟

علمی بات: پہاڑوں اور پرندوں کے علاوہ شجر، حجر، انسان، درندے، کیڑے مکوڑے غرضیکہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ ﷻ کی تسبیح کرتی ہے۔ چنانچہ قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر ارشاد فرمایا گیا۔ جیسا کہ سورۃ الجمعہ ۶۲، آیت: ۱میں ہے کہ "زمین وآسمان کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے"۔ اس طرح سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۴۴ میں ہے "کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے"۔

۳: حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت کے متعلق کیا بتایا گیا؟ ۳: حدیث شریف میں حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت کے متعلق حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے تھے، وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز تھی، وہ نصف شب تک سوتے، پھر تہائی شب قیام کرتے، پھر رات کے (بقیہ) چھٹے حصہ میں سوتے (فرض کیجئے کہ چھ گھنٹے کی رات ہے تو وہ پہلے تین گھنٹے سوتے، پھر دو گھنٹے نماز پڑھتے اور آخری ایک گھنٹہ میں پھر سو جاتے)۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی)

علمی بات: عبادت کے اس طریقہ کو سب سے زیادہ پسندیدہ اس لئے قرار دیا گیا کہ ایک تو اس میں عبادت کے لئے محنت زیادہ ہے، ساری عمر روزہ رکھنے سے آدمی روزے کا عادی ہو جاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد اس میں زیادہ مشقت نہیں رہتی، لیکن ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنے میں مسلسل تکلیف رہتی ہے، دوسرے اس طریقہ سے انسان عبادت کے ساتھ ساتھ اپنے نفس، اہل وعیال اور متعلقین کے حقوق بھی پوری طرح ادا کر سکتا ہے۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: اللہ ﷻ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مزید کیا انعامات عطا فرمائے تھے؟ ۱: اللہ ﷻ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر مزید یہ انعامات فرمائے:

i۔ اُن کی حکومت کو مضبوط کر دیا تھا۔ یعنی ان کی حکومت کے ڈر کو لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا تھا اور اپنی طرف سے نصرت اور فوجوں کی کثرت سے ان کی حکومت کو مستحکم کر دیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ ﷻ نے پہلے کے تمام بادشاہوں سے بڑھ کر حضرت داؤد علیہ السلام کو اقتدار عطا فرمایا تھا۔

ii۔ اللہ ﷻ نے ان کو حکمت عطا فرمائی تھی۔ حکمت سے مراد نبوت، کامل علم اور عمل میں استقامت بھی ہے۔ "حکمت" کے مفہوم میں کتاب اللہ کا علم اور معاملات کی فہم و فراست، عقل وفہم کی سبھی باتیں شامل ہیں۔ جو اللہ ﷻ نے آپ علیہ السلام کو عنایت فرمائی تھی۔ حکمت نبوت ورسالت کا ایک اہم حصہ ہے۔

iii۔ فیصلہ کن بات کرنے اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ یعنی لمبی بات کو مختصر الفاظ میں ایسے طریقہ سے بیان کیا جائے کہ ہر شخص کو پوری طرح سمجھ میں آجائے۔ اس سے گویا حضرت داؤد علیہ السلام کی فصاحت وبلاغت نیز مقدمہ سن کر صحیح، واضح اور دوٹوک فیصلہ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

علمی وعملی بات: اللہ ﷻ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو جو حکومت دی تھی وہ نہایت مستحکم حکومت تھی۔ اس استحکام کا راز حکمت اور فصل خطاب تھا۔ یہی دونوں چیزیں ہیں جو کسی حکمران کو صالح اور منصف حکمران بناتی ہیں۔ اس کے اندر حکمت ہونا اس بات کا ضامن ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جو فائدے کے بجائے نقصان کا سبب بن جائے اور فصل خطاب اس کا ضامن ہے کہ اس کا فیصلہ ہمیشہ منصفانہ فیصلہ ہو گا۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: اس آیت میں کیا قصہ بیان ہوا ہے؟ ۱: دو جھگڑنے والوں کا قصہ بیان ہوا ہے۔ ۲: یہ دو جھگڑنے والے کون تھے؟ ۲: یہ دو افراد تھے جو اللہ ﷻ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی آزمائش کے لئے بھیجے تھے۔ مفسرین کی ایک رائے کے مطابق یہ دو فرشتے تھے۔ ۳: یہ دو جھگڑنے والے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس کیسے پہنچے؟ ۳: وہ دونوں دیوار پھلانگ کر حضرت داؤد علیہ السلام کے کمرے میں داخل ہوئے جس میں وہ عبادت کر رہے تھے۔

۴: یہ قصہ کتنی آیات پر مشتمل ہے؟ ۴: چھ آیات پر یعنی آیات: ۲۱ تا ۲۶ تک۔ ۵: محراب کسے کہتے ہیں؟ ۵: محراب کا لفظ حرب (بمعنی جنگ) سے بنا ہے۔ یہاں اس سے مراد ایسی چھوٹی سی جگہ ہے جہاں اللہ ﷻ کی عبادت کی جائے۔ یعنی نفس اور شیطان سے مجاہدہ کیا جائے۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: حضرت داؤد علیہ السلام ان دو جھگڑنے والوں کو دیکھ کر کیوں گھبرا گئے؟ ۱: کیونکہ وہ دونوں دروازے سے داخل ہونے کے بجائے دیوار پھلانگ کر آئے تھے، دونوں اجنبی تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نہیں پہچان سکے تھے کہ وہ دونوں فرشتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح دو اجنبی آدمیوں کا بے وقت

دیوار پھاند کر بغیر اجازت طلب کئے ہوئے اندر گھس آنا عموماً کسی بری نیت ہی سے ہوتا ہے۔ اس لئے آپ علیہ السلام کو گھبراہٹ سی محسوس ہوئی۔ ۲: قرآنِ حکیم میں انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ شان بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ پھر یہاں حضرت داوٗد علیہ السلام کو خوف کیوں ہوا؟ ۲: ڈرنے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ڈر موذی اشیاء کے تکلیف پہنچانے سے ہوتا ہے اسے عربی میں خوف کہتے ہیں اور دوسرا ڈر کسی بڑے کی عظمت جلالت شان اور رعب کی وجہ سے ہوتا ہے اسے خشیت کہا جاتا ہے۔ (مفردات) خشیت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی کی نہیں ہونی چاہیئے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شان یہی ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا ان پر کسی کی خشیت طاری نہیں ہوتی۔ ہاں خوفِ طبعی موذی اشیاء سے ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں سے یک دم خوف زدہ ہونا ایک فطری عمل تھا۔ (سورۃ طٰہٰ ۲۰، آیت:۶۷) ۳: دو جھگڑنے والوں نے حضرت داوٗد علیہ السلام کے گھبرانے پر کیا کہا؟ ۳: انہوں نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو تسلی دی کہ آپ علیہ السلام ڈریئے نہیں۔ ہم دو جھگڑنے والے ہیں اور ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

۵: دو جھگڑنے والوں نے حضرت داوٗد علیہ السلام سے کس بات کی گزارش کی؟ ۵: انہوں نے حضرت داوٗد علیہ السلام سے گزارش کی کہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادیجئے یعنی ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمادیجئے اور ہماری صحیح معاملے کی طرف رہنمائی فرمایئے۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: حضرت داوٗد علیہ السلام سے کس نے بات کی؟ ۱: مدعی (یعنی دعویٰ کرنے والے) نے۔ ۲: مدعی نے مدعی علیہ (یعنی جس پر دعویٰ کیا گیا) کا کیا تعارف کروایا؟ ۲: مدعی نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ ۳: مدعی نے جھگڑے کی کیا تفصیل بیان کی؟ ۳: مدعی نے کہا کہ میرے بھائی کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس بس ایک ہی دُنبی ہے اور میرا بھائی مجھے کہتا ہے کہ یہ ایک دُنبی بھی مجھے دے دو۔ گویا وہ میری ایک دُنبی بھی چھیننا چاہتا ہے۔

۴: مدعی نے حضرت داوٗد علیہ السلام سے اپنے بھائی کی کیا شکایت کی؟ ۴: اس نے کہا کہ وہ گفتگو میں بھی مجھ پر غالب ہے۔ یعنی وہ جب بات کرتا ہے تو چھا جاتا ہے اور سننے والا یوں محسوس کرتا ہے کہ وہ سچا ہے اور میری دادرسی کرنے کے بجائے الٹا مجھے ہی مجرم قرار دے دیا جاتا ہے۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ اس رعب سے مجھ سے بات کرتا ہے کہ میں جواب دینے کی جرات بھی نہیں کر سکتا۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: حضرت داوٗد علیہ السلام نے مقدمے کا کیا فیصلہ فرمایا؟ ۱: حضرت داوٗد علیہ السلام نے مدعی سے فرمایا کہ تمہارے بھائی نے ایک دُنبی مانگ کر تم پر ظلم کیا ہے۔ ۲: حضرت داوٗد علیہ السلام نے انسانوں کی کس اہم کمزوری کا ذکر فرمایا ہے؟ ۲: آپ علیہ السلام نے مظلوم کو تسلی دیتے ہوئے بہت سے لوگوں کے اس کی طرح مظلوم ہونے کا ذکر فرمایا کہ تم اکیلے مظلوم اور یہ اکیلا ظالم نہیں ہے، بلکہ بہت سے شریک جب مشترکہ کاروبار کرتے ہیں تو اکثر بہت سے شریک ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں۔ ۳: حضرت داوٗد علیہ السلام نے بہت سے لوگوں کی مثال کیوں دی؟ ۳: کیونکہ جب آدمی دیکھتا ہے کہ اس کے ساتھ اور لوگ بھی مظلوم ہیں تو اسے کچھ حوصلہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ مقولہ ہے کہ "اِنَّ الْمُصِیْبَۃَ اِذَا عَمَّتْ طَابَتْ" کیونکہ جب مصیبت عام ہوتی ہے تو قابل برداشت ہے۔

۴: انسانوں کی اس اہم کمزوری سے کون لوگ بچے رہتے ہیں؟ ۴: جو لوگ ایمان لائیں اور نیک اعمال کرتے رہیں۔

۵: دوسروں پر زیادتی نہ کرنے والے لوگ دُنیا میں کتنے ہوتے ہیں؟ ۵: بہت تھوڑی تعداد میں ہوتے ہیں۔

۶: حضرت داوٗد علیہ السلام کو اس فیصلہ میں کس بات کا احساس ہوا؟ ۶: مفسرین نے اِس بارے میں اگرچہ کچھ آراء نقل فرمائی ہیں البتہ محتاط رائے یہی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس بات کو ایک راز ہی رہنے دیا ہے۔ چنانچہ اس حوالہ سے ہمیں کھوج میں نہیں پڑنا چاہیئے بلکہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور رجوع کرنے کے طرزِ عمل سے رہنمائی لینی چاہیئے۔ ۷: یہ احساس ہوتے ہی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُن کی آزمائش کی ہے حضرت داوٗد علیہ السلام نے کیا کیا؟ ۷: انہوں نے فوراً اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے معافی مانگی اور سجدے میں گر گئے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے رجوع کیا۔ لہٰذا ہمیں بھی ہر مشکل گھڑی اور آزمائش اور مصیبت میں فوراً توبہ استغفار کرتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

نوٹ: یہ آیت سجدہ ہے اس کی تلاوت کرنے پر سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: حضرت داؤد علیہ السلام کے معافی مانگنے پر اللہ تعالیٰ نے اُن کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ ۱: اللہ تعالیٰ نے اُن کے قصور کو معاف فرما دیا۔ یعنی اس قصور سے ان کے تقرب اور مرتبہ میں کچھ فرق نہیں آیا۔ ۲: حضرت داؤد علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا مقام و مرتبہ ہے؟ ۲: حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت قرب اور اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اعلیٰ مراتب سے نوازا ہے۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو کیا اعزاز عطا فرمایا؟ ۱: اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو زمین میں خلیفہ بنایا۔
۲: خلیفہ کسے کہتے ہیں؟ ۲: خلیفہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے نائب کو کہتے ہیں۔

نوٹ: اِس کائنات میں اللہ تعالیٰ حاکم ہے اور انسانوں کے لئے خلافت ہے۔ خلافت کی ذمہ داری کا تقاضا ہے کہ انسان حلال حرام، جائز و ناجائز قرار دینے کا حق نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو دنیا میں نافذ کرانے کا اختیار رکھتا ہے۔ انسانوں پر صرف اللہ تعالیٰ ہی حقیقی حاکم ہے۔ انسان انسان پر حقیقی حاکم نہیں بن سکتا۔
۳: اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو کیا حکم فرمایا ہے؟ ۳: لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنے اور نفس کی پیروی نہ کرنے کا حکم فرمایا۔
۴: نفس کی پیروی کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ۴: وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ ۵: اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ۵: اُن کے لئے سخت عذاب ہے۔ ۶: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹک جانے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۶: روزِ حساب یعنی آخرت کو بھلا دینا۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ ہی ہمارا معبود ہے اور ہمیں ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کام کرنا چاہیئے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بجائے اپنے نفس کی خواہش پر چلتے ہیں وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الفرقان ۲۵ آیت: ۴۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کیا آپ نے اُس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا" یعنی اب وہ رب چاہی زندگی چھوڑ کر من چاہی زندگی گزارتا ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں بھی تمام باطل معبودوں میں سب سے بدتر اُس خواہش نفس کو قرار دیا گیا ہے جس کی لوگ پیروی کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: اِس کائنات کے بارے میں کفار کا کیا گمان بیان کیا گیا ہے؟ ۱: کفار کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین یا اس میں جو کچھ ہے سب بے کار یعنی بے نتیجہ پیدا کیا ہے۔ (معاذ اللہ) ۲: کائنات کے بارے میں صحیح تصور کیا ہے؟ ۲: اللہ تعالیٰ نے تمام زمین و آسمان اور جو کچھ اس کے درمیان ہے با مقصد بنایا ہے۔ یعنی اس عالم دنیا کی پیدائش بے شمار حکمتوں پر مبنی ہے۔ ان میں سے سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ، کمال حکمت، وحدانیت اور آخرت کے دن جزا و سزا پر دلالت کرتی ہے۔ جو لوگ ان دلائل و حقائق پر ایمان رکھتے ہیں وہ مومن و پرہیزگار ہیں اور جو ان کا انکار کرتے ہیں وہ کافر و مفسد ہیں۔
۳: اس دلیل سے کیا بات واضح ہوتی ہے؟ ۳: جس اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ہر شے کو با مقصد بنایا ہے۔ تو انسان کا بھی ایک مقصد ہے یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا تاکہ وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکے۔
۴: اس آیت میں کفار کے لئے کیا وعید سنائی گئی ہے؟ ۴: اس آیت میں اُن کے لئے ہلاکت اور جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: اس آیت میں کفار کے کس غلط عقیدے کی نفی کی گئی ہے؟ ۱: کفار یہ خیال کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد متقی اور فاجر سب برابر ہو جائیں گے یعنی مر کر ختم ہو جائیں گے۔ ۲: حیات بعد الموت یعنی آخرت کے بارے میں صحیح عقیدہ کیا ہے؟ ۲: قیامت کے دن متقی اور فاجر برابر نہیں ہوں گے بلکہ متقی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں ہوں گے جبکہ فجار، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب میں ہوں گے۔

علمی بات: تخلیق کائنات کا مقصد اور حکمت خداوندی کا تقاضا یہ ہے کہ زمین میں عدل و انصاف کا بول بالا ہو اور مرنے کے بعد نیکوکاروں کو جزا اور نافرمانوں کو نافرمانی کی سزا دی جائے۔ یہ اسی وقت ممکن ہو گا جب جزا و سزا اور حساب و کتاب کا ایک دن مقرر ہو۔ اسی کا نام آخرت اور یوم قیامت ہے۔
۳: متقی کون ہیں؟ ۳: جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوں۔

۴: فُجّار کون ہیں؟ ۴: جو زمین میں فساد مچائیں یعنی کفر کریں اور اللہ ﷻ کی نافرمانیاں کریں۔

نوٹ: ایمان بالآخرت انسان کے اعمال کی درستگی کے لئے بہت ضروری ہے۔ جتنا آخرت پر ایمان ہو گا اتنا ہی انسان کا عمل درست ہو گا اور جتنی آخرت کے بارے میں غفلت ہو گی اتنی ہی انسان کی زندگی میں نافرمانیاں ہوں گی۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: اس آیت میں قرآن حکیم کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: قرآن حکیم ایک کتاب ہے جو اللہ ﷻ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمائی اور یہ بہت بابرکت کتاب ہے۔ ۲: اللہ ﷻ نے قرآن حکیم کو نازل کرنے کا کیا سبب بیان فرمایا ہے؟ ۲: تاکہ قرآن حکیم پر غور و فکر کیا جائے۔ ۳: اس آیت میں قرآن کو سمجھنے کے کون سے دو درجے بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۳: تَدَبُّر اور تَذَکُّر۔ ۴: تَدَبُّر سے کیا مراد ہے؟ ۴: قرآن پر گہرا غور و فکر کرنا اور اس میں چھپے ہوئے علم و حکمت کے موتی نکالنا یا حلال و حرام کے لئے کوئی دلیل حاصل کرنا تدبر کہلاتا ہے۔ تدبر کے اعتبار سے قرآن حکیم مشکل کتاب ہے اور پوری پوری زندگی لگا کر بھی تدبر کا حق ادا کرنا محال ہے۔ ۵: تَذَکُّر سے کیا مراد ہے؟ ۵: قرآن پر سرسری غور و فکر کر کے جائز و ناجائز، حلال و حرام کو جاننا یا پھر اللہ ﷻ کے امر اور نہی کو پہچان لینا تذکر کہلاتا ہے۔ اس حوالے سے قرآن حکیم بڑی آسان کتاب ہے۔ سورۃ القمر ۵۴ میں چار بار آیا کہ "ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔" ۶: اُولوا الالباب سے کیا مُراد ہے؟ ۶: الباب لُب سے بنا ہے اور انسان کا لُب لباب اُس کی عقل اور شعور ہے۔ اولوا الالباب سے مراد عقل اور شعور رکھنے والے لوگ ہیں۔ سورۃ البقرہ ۲، آیت: ۲۶۹ میں اُولوا الالباب اُن کو کہا گیا ہے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: حضرت داوٗد علیہ السلام کے بعد کس نبی علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام کا۔ ۲: حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر کتنی آیات میں ہوا ہے؟ ۲: آیات: ۳۰ تا ۴۰ تک۔ ۳: حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام میں کیا رشتہ ہے؟ ۳: حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داوٗد علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ ۴: اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے کیا فضائل بیان کیئے گئے ہیں؟ ۴: اللہ ﷻ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنا بہترین بندہ قرار دیا ہے اور اس طرح ان کی صفت بیان ہوئی کہ وہ ہر کام میں اللہ ﷻ کی طرف رجوع فرمانے والے تھے۔

نوٹ: حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں مزید تفصیلات مطالعہ قرآن حکیم حصہ چہارم سورۃ النمل ۲۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: اللہ ﷻ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کس ذریعہ سے آزمایا؟ ۱: نہایت اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کے ذریعہ سے۔

۲: یہ گھوڑے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے کب پیش کیئے گئے؟ ۲: عصر کے وقت۔

۳: یہ گھوڑے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے کیوں پیش کیئے گئے؟ ۳: اُن کے معائنے کے لئے۔

علمی بات: مفسرین کی ایک رائے کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام نے جہاد کی غرض سے گھوڑے رکھے ہوئے تھے جن کی تعداد کم و بیش ایک ہزار تھی۔ انہوں نے ان گھوڑوں کو منگا کر ان کو تھپکی دی اور ان کو دیکھ کر مسرور ہوئے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ مجھے ان گھوڑوں سے جو محبت ہے وہ دنیا کی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے پروردگار کی یاد ہی کی وجہ سے ہے۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی کس بات کا ذکر فرمایا؟ ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ انہوں نے مال کی محبت کو اللہ ﷻ کی یاد کی وجہ سے ترجیح دی یعنی انہوں نے گھوڑوں کو پسند کیا تاکہ وہ جہاد فی سبیل اللہ میں کام آئیں۔ ۲: حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ ۲: حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کو دوڑایا یہاں تک کہ وہ دوڑتے دوڑتے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کو واپس بلوایا اور شفقت سے اُن کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی کس آزمائش کا ذکر فرمایا گیا ہے؟　　۱: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُن کے اقتدار کو محدود کر دیا۔

علمی و عملی بات: اس بارے میں مفسرین کی مختلف آراء بیان ہوئی ہیں البتہ محتاط رائے کے مطابق صرف اتنا یقین رکھا جائے کہ کوئی ایسی خاص آزمائش تھی جس سے آپ علیہ السلام کو گزارا گیا اور اس کے بعد آپ علیہ السلام پہلے سے بھی زیادہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

۲: حضرت سلیمان علیہ السلام نے آزمائش پر کیا عمل کیا؟　　۲: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دُعا کی اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔

عملی پہلو: ہمیں چاہیئے کہ ہم آزمائش کے موقع پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے معافی مانگیں اور اس کی طرف رجوع کریں۔ کیونکہ یہی اصلاح احوال کا صحیح اور عمدہ طریقہ ہے۔ اس سے بندہ اپنے رب کی عنایات اور اس کی رحمتوں سے سرفراز و بہرہ ور ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے کیا دُعا مانگی؟　　۱: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے اپنی مغفرت اور عظیم الشان حکومت کی دُعا مانگی جو اُن کے بعد اس انداز کی کسی کو حاصل نہ ہو۔

۲: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی دُعا میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کس صفاتی نام کا ذکر کیا؟

۲: الوہاب جس کا معنی ہے بہت عنایت فرمانے والا۔ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام بارگاہِ الٰہی میں یہ عرض کر رہے تھے کہ اے اللہ! میں تیرا عاجز بندہ ہوں، تو نے پہلے بھی جو دیا وہ سراسر عطا اور بخشش تھی اور اب بھی جو عطا فرمائے گا وہ صرف تیری ہی عطا ہو گی۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام کی دُعا کا کیا نتیجہ نکلا؟　　۱: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُن کی دُعا کو قبول فرمایا اور اُن کو عظیم الشان اور بااختیار حکومت عطا فرمائی۔

علمی بات: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی میں بھی اور آپ علیہ السلام کے بعد بھی آج تک کسی بھی بڑے سے بڑے دنیادار حکمران کو وہ جاہ و جلال نصیب نہ ہو سکا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو حاصل تھا۔ کیونکہ دنیا میں کوئی حکمران ایسا نہیں گزرا جس نے پرندوں پر حکومت کی ہو، جنات جس کے تابع کر دیئے گئے ہوں اور ہَوائیں اس کے حکم کے مطابق چلتی ہوں۔ بعض لوگ عملیات کے ذریعہ کچھ جنّات کو تابع کر لیتے ہیں یہ اس کے منافی نہیں۔ لیکن ہَوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کے لئے مسخر کی گئی ہو اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔ البتہ ان کا اس عظیم سلطنت سے مقصد دین کو غالب کرنا تھا۔

۲: اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے عظیم اقتدار کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟　　۲: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہَوا کو اُن کے لئے مسخر کر دیا جو اُن کے حکم سے انہیں لے کر نرمی سے چلتی تھی اور اس مقام تک پہنچا دیتی تھی جہاں کا آپ علیہ السلام نے قصد کیا ہوتا تھا۔

علمی بات: دوسرے مقام پر ہَوا کو عاصفۃ یعنی تند و تیز کہا گیا ہے (سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۸۱) جس کا مطلب یہ ہے کہ ہوا فی نفسہٖ تند و تیز ہی ہوتی ہے جو کہ بادبانی جہازوں کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ مگر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ارادے کے تابع تھی یعنی حسب ضرورت تیز اور نرم ہو جاتی۔ مثلاً زمین سے اوپر فضا میں تیزی سے اُٹھاتی تھی اور فضا میں آگے منزل تک نرمی سے لے جاتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہَوا تند و تیز ہو یا نرم، اس کا کام یہ تھا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ضرورت کے مطابق ان کے تجارتی بیڑوں میں اپنی ڈیوٹی انجام دیتی تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جہاں کہیں بھی سفر کا ارادہ فرماتے تھے وہ بے روک ٹوک موسم کا انتظار کیے بغیر ان کے حسب حال اپنی خدمت انجام دیتی تھی یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے سفر کے لئے جیسے چاہتے ہَوا کو ساز گار بنا لیتے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے دور میں سب سے بڑا بحری بیڑا بنایا اور اس کے ذریعہ سے ملک میں تجارت کو فروغ دیا۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظیم الشان حکومت انسانوں اور ہوا کے علاوہ اور کس پر تھی؟　　۱: جنات پر۔

علمی بات: ایک رائے کے مطابق جو جنات آپ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے وہ تو ایمان کی وجہ سے آپ علیہ السلام کے تابع فرمان تھے، لیکن جو آپ علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتے تھے انھیں آپ علیہ السلام کے لئے مسخر کر دیا گیا تھا۔

۲: حضرت سلیمان علیہ السلام جنات سے کیا کام لیتے تھے؟ ۲: آپ علیہ السلام جنات سے جس طرح کی خدمت چاہتے تھے، لیتے تھے۔ ان میں نہایت ماہر معمار بھی تھے اور غوطہ خور بھی۔ معماروں کو بلند عمارتیں اٹھانے پر لگایا گیا تھا اور غوطہ خور سمندر سے قیمتی جواہر اور موتی نکال کر آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

علمی بات: مفسرین کے نزدیک شیطان کے معنی دور ہونے اور غصہ سے جل بُھن جانے کے ہیں۔ شیطان ہر سرکش کو کہتے ہیں خواہ وہ جن وانس سے ہو یا دیگر حیوانات سے۔ جیسا کہ سورۃ الانعام ۶، آیت: ۱۱۲ میں بتایا گیا کہ شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ۔ یہاں شیاطین سے مراد شیاطین جن ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام شیاطین جنات سے انتہائی مشکل اور سخت کام لیا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: اِس آیت میں سرکش جنات کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: یہ بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھے یعنی کچھ جنات کو تو آپ علیہ السلام نے کام پر لگایا ہوتا تھا جبکہ بعض سرکش جنات کو زنجیروں میں باندھ کر رکھا جاتا تھا کہ اچانک ضرورت پڑنے پر ان سے کام لیا جا سکے۔

نوٹ: یہ ضروری نہیں کہ ان کی زنجیریں لوہے کی ہوں بلکہ وہ اپنی خلقت کے مطابق جس طرح کی بیڑیوں میں باندھے جاسکتے تھے ویسی ہی بیڑیوں سے انھیں باندھا جاتا تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنات کو جکڑنے کے لئے کوئی اور طریقہ اختیار کیا گیا ہو۔ جسے آسانی سے سمجھانے کے لئے یہاں زنجیروں سے تعبیر کر دیا گیا ہو۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام پر تمام عنایات کے بارے میں کیا حقیقت بیان فرمائی گئی؟ ۱: یہ سب اُن پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاص عنایت اور عطا تھی یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں اپنے خاص فضل وکرم سے عظیم الشان حکومت، بادشاہت، تسخیر جنات اور مال واسباب سے نوازا۔

۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو مزید کس شے کا اختیار عطا فرمایا تھا؟ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اختیار عطا فرمایا تھا کہ وہ اس بے حساب بخشش مال واسباب میں سے جسے چاہیں احسان کے ساتھ دیں اور جسے چاہیں نہ دیں اور اُن سے کوئی حساب نہ لیا جائے گا یعنی وہ ان خزانوں کے محض منتظم ہی نہیں بلکہ مالک اور خود مختار بھی ہیں۔

عملی پہلو: اب ایک طرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے انعامات علیہ السلام یہ حال ہے کہ بے حساب مال واسباب دے کر فرمایا کہ جیسے چاہو خرچ کرو، آپ علیہ السلام سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔ دوسری طرف حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ وہ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے بیت المال سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتے تھے بلکہ اپنے والد بزرگوار اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے یعنی اپنی محنت سے ٹوکرے بنا کر روزی کماتے تھے۔ ہمیں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور محنت سے جی نہیں چرانا چاہیئے جیسا کہ حدیث شریف میں محنتی شخص کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دوست فرمایا گیا ہے۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کیا مقام ومرتبہ عطا فرمایا؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو اپنے ہاں مقامِ قرب عطا فرمانے کے بعد بلند مراتب سے نوازا اور اچھے انجام کی خوشخبری سنائی یعنی انہیں بہترین ٹھکانا جنت کی ابدی نعمتیں عطا فرمائی گئیں۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: سورۃ صٓ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد کس نبی علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: حضرت ایوب علیہ السلام کا۔

علمی بات: حضرت ایوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ علیہ السلام کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ یعقوب علیہ السلام کی بیٹی "لیا" تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ افرائیم کی بیٹی "رحمت" تھیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ منسا کی بیٹی تھیں اور ان کا نام "لیا" تھا۔ یہ قول زیادہ مشہور ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۲: حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر کتنی آیات میں ہے؟ ۲: آیات: ۴۱ تا ۴۴ تک۔ ۳: حضرت ایوب علیہ السلام نے کس موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پکارا؟

۳: حضرت ایوب علیہ السلام نے دُکھ اور بیماری میں شیطانی وسوسوں سے پہنچنے والی تکلیف اور عذاب کے موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پکارا۔ ۴: حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اپنی بیماری اور تکلیف کی فریاد کی تو کیا یہ صبر کے منافی نہیں ہے؟ ۴: حضرت ایوب علیہ السلام کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے فریاد کرنا صبر کے منافی نہیں ہے، بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے آئی آزمائشوں پر زبان سے نازیبا الفاظ نکالنا، شکوے شکایت کرنا اور لوگوں سے اس کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرنا اور شکایت کرنا صبر کے خلاف ہے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ اپنے نیک اور مقبول بندوں کو آزمائش و مصائب میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب میں انبیاء علیہم السلام مبتلا ہوتے ہیں، پھر صالحین، پھر جو ان کے قریب ہو اور جو ان کے قریب ہو، انسان اپنی دین داری کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے، اگر وہ اپنے دین میں سخت ہو تو اس پر مصائب بھی سخت آتے ہیں۔ (سنن ترمذی، مسند احمد، سنن ابن ماجہ)۔ اس لئے ان پر استقامت اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ نہ کہ لوگوں سے کہا جائے کہ دیکھو اللہ ﷻ نے مجھ پر کتنی مصیبتیں نازل کی ہیں اور مجھے کیسی سخت بیماریوں میں مبتلا کیا ہے اور اس پر بے چینی بے قراری اور آہ و فغاں کا اظہار کر رہا ہو۔ لیکن یاد رہے کہ اللہ ﷻ سے اپنے دل کا حال کہنا اور اپنے مصائب کا ذکر کرنا اور اسی سے دعا اور فریاد کرنا صبر کے خلاف نہیں ہے بلکہ سنتِ انبیاء ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا: میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد صرف اللہ سے کرتا ہوں۔ (سورۃ یوسف ۱۲، آیت: ۸۶)

۵: حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ کی تفصیلات کیا ہیں؟　　۵: مفسرین کرام نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بہت مال دار تھے، ان کے پاس ہر قسم کا مال تھا، مویشی اور غلام تھے۔ زرخیز اور غلہ سے لہلہاتے ہوئے کھیت اور باغات تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد بھی بہت تھی، پھر ایک آزمائش کے طور پر ان کے پاس سے یہ تمام نعمتیں جاتی رہیں اور آپ علیہ السلام کسی سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے مگر حضرت ایوب علیہ السلام ہر وقت اللہ ﷻ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ وہ ان تمام مصائب میں صابر تھے۔ ان کا مرض بہت طویل رہا، بالآخر ان کی بیوی کے سوا ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی اور نہ تھا۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: اللہ ﷻ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دُعا کا کیا جواب دیا؟　　۱: اللہ ﷻ نے اُن کے دُکھ اور بیماری کو دور فرمایا۔

عملی پہلو: ایک حدیث شریف میں حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جو مسلمان کوئی دعا کرتا ہے جو گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ ہو تو اللہ ﷻ اسے ضرور تین چیزوں میں سے ایک عطا فرما دیتا ہے: i۔ جو دعا کی اس کے مطابق اس کو دنیا میں عطا کر دیا جاتا ہے۔ ii۔ یا اس دعا کو اس کے لئے آخرت کا ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے۔ iii۔ یا اس دعا کی وجہ سے آنے والی مصیبت اس سے پھیر دی جاتی ہے (یعنی آنے سے رک جاتی ہے) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا بس تو ہم پھر خوب زیادہ دعائیں کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ ﷻ (بھی) بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔“ (مسند احمد)

۲: اللہ ﷻ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری دور کرنے کا کیا سبب پیدا فرمایا؟　　۲: اللہ ﷻ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو زمین پر پاؤں مارنے کا حکم دیا جس سے ایک چشمہ جاری ہو گیا۔　　۳: اللہ ﷻ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو اِس ٹھنڈے پانی کے چشمے کے بارے میں کیا فرمایا گیا؟　　۳: اللہ ﷻ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو اِس کے پانی سے نہانے اور اِس کے پانی کو پینے کا حکم دیا جس سے اُن کی بیماری جاتی رہی اور وہ پہلے سے بہت صحت مند اور زیادہ حسین ہو گئے۔ ان کی بیوی ان کو ڈھونڈتی ہوئی آئی اور پوچھا: اے شخص! اللہ ﷻ تمہیں برکت دے، کیا تم نے اللہ ﷻ کے نبی علیہ السلام کو دیکھا ہے جو بیمار تھے، اللہ کی قسم! میں نے تم سے زیادہ ان کے مشابہ اور تندرست شخص کو نہیں دیکھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی تو وہ شخص ہوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھلیان تھے، ایک گندم کا کھلیان تھا اور ایک جو کا کھلیان تھا۔ اللہ ﷻ نے دو بادل بھیجے، ایک گندم کے کھلیان پر برسا اور اس کو سونے سے اس قدر بھر دیا کہ سونا کھلیان سے باہر گرنے لگا اور دوسرا جو کے کھلیان پر برسا اور اس کو چاندی سے بھر دیا حتیٰ کہ چاندی باہر گرنے لگی۔

نوٹ: ایک حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ایوب (علیہ السلام) غسل فرما رہے تھے تو اللہ ﷻ نے سونے کی ٹڈیاں آسمان سے برسائیں۔ حضرت ایوب (علیہ السلام) انہیں پکڑ پکڑ کر کپڑے میں ڈالنے لگے۔ اللہ ﷻ نے حضرت ایوب (علیہ السلام) سے فرمایا کہ اے ایوب! کیا ہم نے سب کچھ دے کر تمہیں غنی نہیں کر دیا؟ ایوب (علیہ السلام) عرض کرنے لگے کیوں نہیں، لیکن میں تیری رحمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔“ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۴۳: ۱: اللہ ﷻ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے غم کا کیا مداوا فرمایا؟　　۱: اللہ ﷻ نے انہیں دوبارہ اولاد اور مال و اسباب عطا فرما کر اپنی رحمت سے ان نعمتوں کو دوچند کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو تندرست کرنے کے بعد ان کا حسن و شباب بھی لوٹا دیا تھا اور ان کے ہاں اس کے بعد کئی بیٹے پیدا ہوئے۔　　۲: حضرت ایوب علیہ السلام کے قصے میں کن لوگوں کے لئے نصیحت ہے؟　　۲: عقل رکھنے والوں کے لئے۔

۳: حضرت ایوب علیہ السلام کے قصے میں عقل رکھنے والوں کے لئے کیا نصیحت ہے؟ ۳: نعمت پر شکر ادا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور زیادہ نوازتا ہے اور مصیبت پر صبر کرنے والوں کو اپنی رحمت عطا فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری میں کس بات کی قسم کھائی تھی؟ ۱: حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری کے دوران کسی بات پر ناراض ہو کر اپنی زوجہ محترمہ کو صحت پانے کے بعد سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی۔

علمی بات: آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ بہت نیک اور فرماں بردار خاتون تھیں۔ انہوں نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی اہلیہ کو ایک مرتبہ شیطان نے اس طرح ورغلایا کہ وہ ایک طبیب کی شکل میں ان کے سامنے آیا، چونکہ اُن کا اپنے شوہر کی بیماری پر پریشان ہونا ایک فطری امر تھا اور وہ ان کا علاج کرانا چاہتی تھیں، انہوں نے اس کو واقعی طبیب سمجھ کر اس سے کہا کہ میرے شوہر کا علاج کر دو، وہ تو شیطان تھا، اس نے کہا کہ اس شرط پر علاج کرتا ہوں کہ اگر تمہارے شوہر کو شفا ہو گئی تو تمہیں یہ کہنا ہوگا کہ اس طبیب نے انہیں شفا دی ہے۔ یہ خاتون چونکہ اپنے شوہر کی بیماری سے پریشان تھیں، اس لئے ان کے دل میں اس کی بات ماننے کا میلان پیدا ہوا، اور انہوں نے حضرت ایوب علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو بڑا رنج ہوا کہ شیطان نے ان کی اہلیہ تک رسائی حاصل کر لی ہے اور وہ اس کی بات ماننے کی طرف مائل ہو رہی ہیں۔ اس رنج کے عالم میں انہوں نے قسم کھالی کہ میں صحت مند ہونے کے بعد اپنی بیوی کو سو کوڑے ماروں گا۔

۲: اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو اپنی قسم پوری کرنے کی لئے کیا طریقہ سمجھایا؟ ۲: اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو یہ طریقہ سمجھایا کہ سو تنکوں کا ایک (مٹھا) جھاڑو سا بنا کر اپنی بیوی کو ایک دفعہ مار دیں اور اس طرح ان کی قسم پوری ہو جائے گی اور قسم توڑنے سے منع کیا۔

علمی و عملی پہلو: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شرعی احکام سے بچنے کے لئے حیلوں سے کام لینا جائز ہے۔ حالانکہ یہ ہرگز درست نہیں۔ اس طرح احکام شرعیہ بچوں کا کھیل بن جائیں گے اور غیروں کو دین کا مذاق بنانے کا موقع مل جائے گا۔ نیز جن مقاصد کے لئے یہ احکام جاری کیئے گئے وہ مقاصد فوت ہو جائیں گے اور شریعت میں صرف وہی حیلے جائز ہیں جو آدمی کو اپنی ذات یا کسی دوسرے شخص سے ظلم، گناہ اور بُرائی کو دور کرنے کے لیئے اختیار کیئے جائیں۔ ورنہ حرام کو اس کی روح برقرار رکھتے ہوئے حلال کرنے یا فرائض کو ساقط کرنے کے لئے حیلہ سازی بالکل ناجائز ہے۔ جیسے زکوۃ ساقط سے بچنے کے لئے لوگ حیلہ سازیاں کرتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ ایسا کر کے وہ اپنے رب سے نہیں بلکہ اپنے آپ سے دھوکہ کر رہے ہیں اور اس طرح کرنا حرام ہے کیونکہ اس سے احکام شرعیہ کا ابطال لازم آتا ہے۔

۳: حضرت ایوب علیہ السلام کے کیا فضائل بیان ہوئے ہیں؟ ۳: حضرت ایوب علیہ السلام بہت صبر کرنے والے اللہ تعالیٰ کے بہت اچھے بندے اور ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرمانے والے تھے۔

علمی بات: جب حضرت ایوب علیہ السلام دکھ اور مصیبت پر برسوں صبر کر چکے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کے دکھ اور تکلیف کو دور فرما دے تو ان کے دل میں یہ بات خود ہی پیدا فرما دی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کریں، تا کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو دور فرما دے۔ اگرچہ آپ علیہ السلام نے صبر کا دامن تھاما ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی حاصل کرنے کے لئے اس کی طرف رجوع کیا اور صحت یابی کے لئے دعا مانگی۔ اس طرح مقام صبر سے ترقی کر کے مقام رضا میں پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ نے بھی آپ علیہ السلام کے صبر کی قدر دانی فرمائی۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: اس آیت میں کن انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں حضرت ابرہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ۲: اس آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۲: یہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بہت بڑی قوت صرف کرنے اور دین میں بڑی بصیرت رکھنے والے تھے۔ ۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟

۳: حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ اس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہوئے۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی کیا خصوصی شان بیان فرمائی گئی ہے؟

۱: اللہ تعالیٰ نے انہیں آخرت کے ذکر کے اعتبار سے خصوصی فضیلت دینے کے لئے منتخب فرما لیا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کو ایک خاص صفت کے ساتھ چُن لیا اور وہ خاص وصف یہ تھا کہ وہ ہر وقت آخرت کو یاد رکھتے تھے اور ہر معاملہ میں اسی کو پیشِ نظر رکھتے تھے، دنیا کی ہوس کا ان میں کوئی شائبہ تک نہ تھا اور لوگوں کو بھی وہ ہمیشہ آخرت یاد دلاتے رہتے تھے۔

علمی اور عملی پہلو: فکرِ آخرت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا امتیازی وصف ہے۔ ذِکرَی الدار۔ اس کے لفظی معنی ہیں "گھر کی یاد" اور "گھر" سے مراد آخرت ہے۔ کیونکہ دنیا گھر نہیں بلکہ گزرگاہ ہے۔ آخرت کے بجائے یہ لفظ استعمال کر کے تنبیہ کر دی گئی ہے کہ انسان کو اپنا اصلی گھر آخرت ہی کو سمجھنا چاہیئے اور اسی کی فکر کو اپنے اعمال کی بنیاد بنانا چاہیئے۔ یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ فکرِ آخرت انسان کی فکری اور عملی قوت کو اور زیادہ جلا بخشتی ہے۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: ان انبیاء کرام علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ کی جناب میں کیا مقام ہے؟ ۱: یہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے خاص چنیدہ بندوں میں سے تھے۔

عملی پہلو: یعنی ان سب منتخب بزرگ ہستیوں کو بھی راہِ حق میں ستایا گیا اور طرح طرح سے پریشان کیا گیا۔ مگر انہوں نے راہِ حق میں صبر و استقامت ہی سے کام لیا۔ پس انجام کار کامیابی انہی کو اور ان کے سچے پیروکاروں کو ملی اور ان کے دشمن ہمیشہ کے لئے مٹ کر نیست و نابود ہو گئے۔

آیت نمبر ۴۸: ۱: یہاں اللہ تعالیٰ نے کن انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: حضرت اسماعیل علیہ السلام، الیسع علیہ السلام اور ذوالکفل علیہ السلام۔

۲: حضرت الیسع علیہ السلام کون تھے؟ ۲: آپ علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے اور حضرت الیاس علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ تھے، انہی کی رفاقت میں رہتے تھے، حضرت الیاس علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت الیسع علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی گئی۔ ان پر بھی بہت سی آزمائشیں اور مصیبتیں آئیں جنہیں انہوں نے صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کیا۔ ان کا سلسلہ نسب چوتھی پشت پر جا کر سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ آپ علیہ السلام کا حلقہ تبلیغ شام کا علاقہ تھا۔

۳: حضرت ذوالکفل علیہ السلام کون تھے؟ ۳: بعض مفسرین انہیں حضرت ایوب علیہ السلام کا بیٹا بتاتے ہیں۔ ذوالکفل علیہ السلام حضرت الیسع علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ علیہ السلام کا لقب ذوالکفل اس لئے مشہور ہو گیا تھا کہ آپ علیہ السلام نے کئی مرتبہ لوگوں کی کفالت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی۔ شام کا علاقہ ہی آپ علیہ السلام کی تبلیغ کا مرکز رہا ہے۔ ۴: اس آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کی کیا صفت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۴: یہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام انتہائی نیک تھے۔

عملی پہلو: حضراتِ انبیاء و رسل علیہم السلام کی شان سب سے بڑی اور بلند ہوتی ہے اور وہ مخلوق کے لئے رشد و ہدایت کے مینار ہوتے ہیں کیونکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔ پس فلاح اور نجات ان ہی کی اطاعت سے نصیب ہو سکتی ہے اور ان کی تعلیمات سے روگردانی ہلاکت کا باعث ہے۔

آیت نمبر ۴۹: ۱: ان انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کرنے کی کیا وجہ بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: ان انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر لوگوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔

۲: ان انبیاء کرام علیہم السلام کے ذکر سے کیا حقیقت واضح ہوتی ہے؟ ۲: ان انبیاء کرام علیہم السلام کے ذکر سے معلوم ہوا کہ یقیناً متقین کو آخرت میں بہترین اجر ملنے والا ہے۔

علمی و عملی بات: متقین کے لفظ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات صرف انبیاء کرام علیہم السلام تک محدود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر زندگی گزارنے والے تمام لوگوں کو اچھا ٹھکانا ملے گا۔ اگرچہ ان کے اعمال کے تفاوت سے درجات میں فرق ہو گا۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: متقین کا کیا انجام ہو گا؟ ۱: وہ ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہوں گے۔

علمی بات: "عدن" کے معنی رہنے کے بھی ہیں اور یہ جنت میں ایک محل کا نام بھی ہے اس لئے جنّت عدن کا مطلب ہمیشہ رہنے کے باغات اور دائمی جنتیں بھی ہو سکتا ہے اور عدن کے باغات بھی۔

۲: متقین کا جنت میں کیسے استقبال ہو گا؟ ۲: متقین کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ یعنی اہل جنت بلاروک ٹوک اپنے اپنے گھروں میں آجا سکیں گے، اس کے لئے انہیں کسی سے بھی اجازت لینے یا اطلاع دینے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ جنت میں داخلہ کی صورت یہ ہو گی کہ جب اہل جنت پہنچیں گے تو فرشتے فوراً دروازے کھول دیں گے۔ جیسا کہ سورۃ الزمر ۳۹ کی آیت نمبر ۷۳ میں ذکر ہے۔

آیت نمبر ۵۱: ا: متقی لوگ جنت میں کس کیفیت میں ہوں گے؟ ا: وہ تکیے لگائے ہوئے آرام سے بیٹھے ہوں گے۔

۲: اس آیت میں جنت کی کن نعمتوں کا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۲: متقی جنت میں بہت سے میوے اور مشروب طلب کر رہے ہوں گے۔

۳: یہاں صرف پھلوں کا ذکر کیا گیا ہے اس سے کیا بات سمجھ آتی ہے؟ ۳: صرف پھلوں کا ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اہل جنت کا کچھ کھانا محض لذت کے حصول کے لئے ہو گا، حصول غذائیت کے لئے نہیں ہو گا۔ غذا کی ضرورت تو اس لئے ہوتی ہے کہ اجزاء جسم کی تحلیل شدہ قوت کو بحال کیا جائے اور جنت کے اندر قوت کے تحلیل ہونے اور کمزور پڑجانے کا کوئی احتمال ہی نہیں ہے۔

۴: شراب سے کیا مراد ہے؟ ۴: عربی زبان میں "شراب" کا لفظ اس معنی میں استعمال نہیں ہوتا ہے جس معنی میں اردو زبان اور محاورے میں ہوتا ہے۔ بلکہ عربی زبان میں "شراب" ہر پینے والی شے کو مشروب کو کہا جاتا ہے۔ یعنی شراب سے مراد پینے کی چیزیں ہیں جیسے دودھ، پانی، شہد، یا شراب طہور، نہ کہ دنیا کی شراب۔

آیت نمبر ۵۲: ا: اس آیت میں جنت کی کس نعمت کا ذکر ہے؟ ا: حوروں کا ذکر ہے۔ ۲: اس آیت میں حوروں کی کس صفت کا ذکر ہے؟

۲: ان کی حسن سیرت کا ذکر ہے کہ وہ نیچی نگاہوں والیاں ہوں گی یعنی وہ شرم وحیا کی وجہ سے اپنی نگاہیں نیچی رکھے ہوں گی کہ وہ اپنے شوہروں کے سوا کسی اور کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گی۔ نیز وہ حسن وجمال کے ایسے اعلیٰ درجے اور مرتبے پر ہوں گی کہ ان کے شوہروں کی نظریں بھی ان کے سوا اور کسی کی طرف نہیں اٹھیں گی۔ اس طرح وہ صرف اپنی ہی نہیں بلکہ اپنے شوہروں کی نگاہوں کو بھی محفوظ رکھنے کا باعث ہوں گی۔ وہ ان کے لئے اطمینان اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا بھی ذریعہ ہوں گی۔ اس طرح وہ اطاعت شعار اور فرماں بردار بھی اس قدر ہوں گی کہ اپنے شوہروں کے سامنے نگاہیں بھی نہیں اٹھائیں گی۔ اس لئے قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ کے معنی میں یہ تینوں مفہوم داخل ہیں۔

علمی بات: بیوی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی نگاہ صرف اور صرف اپنے شوہر پر مرکوز ہو یعنی اس کی ساری توجہ کا مرکز اپنا شوہر ہو۔ شوہر کی رضا مندی اس کی منزل ہو اور شوہر کی توجہ حاصل کرنا اس کا اولین مقصد ہو۔ شرم وحیا اور عفت و پاکدامنی عورت کا اصل زیور ہے اور تمام شرفاء اور مہذب افراد کے نزدیک اس کی اعلیٰ صفت شرم وحیا ہی ہے۔ اس کے بغیر ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہو سکتی۔

۳: حوروں کی عمر کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۳: وہ اہل جنت مَردوں کی ہم عمر ہوں گی اور حسن وشباب میں یکساں ہوں گی۔

علمی بات: ہم عمر ہونے میں طبیعت کا میلان اور کشش زیادہ ہوتی ہے۔ مزاجوں میں ہم آہنگی میں ہم عمری کا بہت بڑا دخل ہے۔ آپس میں محبت و پیار کرنے والیاں ہوں گی اور ان میں سوکنوں کی سی رقابت نہیں ہو گی۔ ایک حدیث مبارک میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جنتی جنت میں اس طرح داخل ہوں گے کہ ان کے جسم بالوں سے خالی ہوں گے، وہ نوعمر ہوں گے، گورے چٹے رنگ والے ہوں گے، گھنگھریالے بال سرمگیں آنکھوں والے ہوں گے، ۳۳ سال کی عمر ہو گی، حضرت آدم (علیہ السلام) کی شکل وصورت پر ساٹھ گز لمبے اور سات گز چوڑے ہوں گے۔" (مسند احمد) ایک اور حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ فرمایا "(جنت میں) ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اب تم ہمیشہ تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہو گے اور تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور کبھی نہیں مرو گے اور تم ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہیں ہو گے اور ہمیشہ نعمت میں رہو گے کبھی محتاج نہیں ہو گے۔" (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۵۳: ا: متقین کو جنت میں کس بات کی یاد دہانی کرائی جائے گی؟ ا: متقین کو یاد کرایا جائے گا کہ یہی وہ نعمتیں ہیں جن کا دنیا میں ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔

۲: متقین کو جنت کی نعمتیں کب حاصل ہوں گی؟ ۲: روزِ جزا یعنی قیامت کے دن۔

آیت نمبر ۵۴: ۱: جنت میں متقین کا کیا اکرام کیا جائے گا؟ ۱: اللہ ﷻ متقین سے فرمائے گا کہ یہ ہمارا عطا کیا ہوا رزق ہے۔

۲: جنت کی نعمتوں کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۲: یہ نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔

آیت نمبر ۵۵: ۱: جنت کی ان تمام نعمتوں کے حق دار کون ہوں گے؟ ۱: متقین ان نعمتوں کے حق دار ہوں گے۔

۲: قیامت کے دن سرکش لوگوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۲: ایسے لوگوں کا بہت بُرا ٹھکانا ہو گا۔

آیت نمبر ۵۶: ۱: بُرے لوگوں کے لئے ٹھکانے سے کیا مراد ہے؟ ۱: جہنم۔

۲: اس آیت میں جہنم کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۲: جہنم وہ ہو گی جس میں بُرے لوگوں کو جھونکا جائے گا اور وہ رہنے کی بہت ہی بُری جگہ ہے۔

آیت نمبر ۵۷: ۱: مجرموں سے قیامت کے روز کیا کہا جائے گا؟ ۱: ان سے کہا جائے گا اب اس عذاب کو چکھو۔

۲: اس آیت میں جہنم کے کس عذاب کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: کھولتا ہوا پانی اور پیپ جو جہنمیوں کو پینا ہو گا۔ گویا انہیں کھانے اور پینے کے لئے ایسی چیزیں دی جائیں گی جن سے انسان کی طبیعت کراہیت محسوس کرتی ہے۔ (اللہ کی پناہ۔ اللہ ﷻ ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین)

علمی بات: "غساق" کا معنی بعض مفسرین نے یہ بیان کیا کہ دوزخیوں کے زخموں کی پیپ اور ان کی آلائش مراد ہیں۔ جس میں سانپوں اور بچھوؤں کا زہر ملا ہو گا۔ غساق کے معنی سیال (بہنے والی چیز) اور یہاں مراد وہ پیپ ہے جو دوزخیوں کی کھال اور گوشت سے بہے گی۔

آیت نمبر ۵۸: ۱: اس آیت میں جہنم کے کن عذابوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: بہت سی چیزیں جو کھولتے ہوئے پانی اور پیپ کے علاوہ ہوں گی مثلاً زقوم کے درخت وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۵۹: ۱: آیات: ۵۹ سے ۶۴ تک کیا مضمون بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اہل جہنم کا آپس میں جھگڑا بیان کیا گیا ہے۔ جس وقت فرشتے ان کو یکے بعد دیگرے لا لا کر دوزخ کے کنارے جمع کریں گے، پہلا گروہ سرداروں کا ہو گا، بعد والا ان کی پیروی کرنے والے گمراہ لوگوں کا ہو گا۔

۲: کفار اور مشرکین کے سردار کہاں ہوں گے؟ ۲: جہنم میں۔ ۳: کفار اور مشرکین کے سردار کیا کہیں گے؟ ۳: کفار اور مشرکین کے سردار ایک دوسرے سے کہیں گے کہ یہ تمہارے گمراہ پیروکاروں کی فوج ہے جو تمہارے ساتھ ہی جہنم میں گھسی چلی آ رہی ہے۔

۴: کفار اور مشرکین کے سردار اپنے گمراہ پیروکاروں کے لئے کیا بددعا کریں گے؟ ۴: وہ بددعا کریں گے کہ ہم انہیں خوش آمدید نہیں کہیں گے بلکہ اللہ ﷻ کرے انہیں کوئی کشادہ اور آرام کی جگہ نہ ملے۔

علمی بات: کسی کے آنے کے موقع پر خوش آمدید کی جگہ عرب مرحبا کہتے ہیں۔ رحب کا معنی ہے کشادہ جگہ اور وسعت۔ اس لفظ کو کہنے سے آنے والے کا اعزاز مقصود ہوتا ہے، لیکن بددعا کے موقع پر لا مرحبا کہا جاتا ہے اور اس سے آنے والے کی تذلیل مقصود ہوتی ہے۔

۵: کفار اور مشرکین کے سردار اپنے گمراہ پیروکاروں کے بارے میں کیا کہیں گے؟ ۵: وہ کہیں گے کہ یہ بھی اب ہمارے ساتھ جہنم میں جھلسنے والے ہیں۔

آیت نمبر ۶۰: ۱: گمراہ پیروکار اپنے سرداروں کی بددعا کا کیا جواب دیں گے؟ ۱: وہ کہیں گے کہ تمہیں آرام کی جگہ نہ ملے۔

۲: گمراہ پیروکار جہنم میں اپنے جھونکے جانے اور جھلسنے کا سبب کسے قرار دیں گے؟ ۲: اپنے گمراہ سرداروں کو۔

۳: گمراہ پیروکاروں کا جہنم کے بارے میں کیا خیال ظاہر کیا گیا ہے؟ ۳: وہ کہیں گے کہ جہنم تو ٹھہرنے کے لئے نہایت بُری جگہ ہے۔

آیت نمبر ۶۱: ۱: گمراہ پیروکار اپنے سرداروں کے بارے میں اللہ ﷻ سے کیا التجا کریں گے؟ ۱: گمراہ پیروکار اپنے سرداروں کے بارے میں اللہ ﷻ سے التجا کریں گے کہ وہ ان کے سرداروں کو جہنم میں دگنا عذاب دے۔ کیونکہ وہی ان کو جہنم میں لانے کا سبب ہیں یعنی خود گمراہ ہونے کا عذاب اور دوسروں کو گمراہ

کرنے کا عذاب۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ ﷻ نے فرمایا: "تو بعد والے پہلے والوں کے متعلق کہیں گے اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا پس ان کو آگ کا دگنا عذاب دے۔ (سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۳۸)

آیت نمبر ۶۲: ۱: کفار اور مشرکین جہنم میں کن لوگوں کو تلاش کر رہے ہوں گے؟ ۱: اہل ایمان کو، کہ آج وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں اور ان کا انجام کیا ہوا۔ ۲: کفار اور مشرکین کا اہل ایمان کے بارے میں کیا خیال تھا؟ ۲: وہ اہل ایمان کو بُرے لوگوں میں شمار کرتے تھے۔ (معاذ اللہ)

علمی بات: کفار جن لوگوں کو بُرا خیال کرتے تھے اُن سے مراد غریب اہل ایمان تھے۔ کافر سرداران قریش ان کو حقیر اور کمتر درجہ کے لوگ سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ بیٹھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے کہتے تھے کہ اگر ان لوگوں کو اپنے ہاں سے اٹھا دیں تو ہم آپ کی بات توجہ سے سنیں گے ان مخلص غریب اہل ایمان میں سے چند یہ تھے: سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔

آیت نمبر ۶۳: ۱: کیا کفار اور مشرکین کو اہل ایمان جہنم میں مل جائیں گے؟ ۱: ہر گز نہیں۔ وہ اہل ایمان کو جہنم میں نہیں پائیں گے۔
۲: کفار اور مشرکین اہل ایمان کو جہنم میں نہ پا کر کیا کہیں گے؟ ۲: وہ کہیں گے کہ شاید ہمیں ہی اہل ایمان جہنم میں نظر نہیں آ رہے۔
۳: کفار اور مشرکین کو کس حقیقت کا ادراک ہو گا؟ ۳: انہیں اس بات کا ادراک ہو گا کہ وہ بغیر کسی سبب کے اہل ایمان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۶۴: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے کس کو برحق قرار دیا ہے؟ ۱: اہل جہنم کے آپس کے جھگڑے کو۔

آیت نمبر ۶۵: ۱: اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو اس آیت میں کس بات کا اعلان کرنے کا حکم دیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ ﷺ اعلان فرما دیں کہ میں تو صرف ڈرسنانے والا ہوں۔ یعنی کفر اور شرک کرنے والوں کو اللہ ﷻ کے عذاب اور جہنم سے ڈرانے والا ہوں۔
۳: اس آیت میں آپ ﷺ کو اور کس بات کا اعلان کرنے کا حکم فرمایا گیا؟ ۳: اللہ ﷻ کے سوا کوئی معبود نہیں۔
۴: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا صفات بیان ہوئی ہیں؟ ۴: i۔ وہ اللہ ﷻ واحد یعنی اکیلا ہے۔ ii۔ وہ قہار یعنی سب پر غالب ہے۔

آیت نمبر ۶۶: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا صفات بیان ہوئیں؟ ۱: i۔ وہ اللہ ﷻ تمام کائنات کا رب ہے۔ ii۔ وہ زبردست ہے۔
iii۔ وہ بہت معاف فرمانے والا ہے۔

آیت نمبر ۶۷: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو کس بات کے اظہار کا حکم فرمایا ہے؟ ۱: ایک بڑی خبر قیامت کے اظہار کا حکم فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۶۸: ۱: آپ ﷺ کی دعوت پر کفار کے کس ردعمل کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: کفار اتنی بڑی خبر سے آگاہ ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی دعوت سے منہ موڑے ہوئے ہیں اور غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح اتنی بڑی خبر سے اعراض اور غفلت برتنا ان کی اپنی تباہی کا باعث ہو گا۔ یوں وہ اپنے لئے بڑے خسارے کا سامان کر رہے ہیں۔

عملی پہلو: دعوتِ حق سے اعراض اور روگردانی دنیا و آخرت میں بہت بڑی محرومی اور ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔

آیت نمبر ۶۹: ۱: اس آیت میں فرشتوں کے کس باہمی معاملے کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: فرشتوں کی آپس میں بحث کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

علمی بات: مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ فرشتوں کی گفتگو کو یہاں "اختصام" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے لفظی معنی ہیں جھگڑا یا بحث ومباحثہ۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ فرشتوں کا یہ سوال کوئی اعتراض یا بحث ومباحثہ کے نقطہ نظر سے نہ تھا بلکہ وہ محض تخلیق آدم علیہ السلام کی حکمت معلوم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن سوال وجواب کا ظاہری انداز چونکہ بحث کا سا ہو گیا تھا اس لئے اسے اختصام کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔

۲: فرشتے کس بات پر بحث کر رہے تھے؟ ۲: حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں باہم بحث کر رہے تھے۔ (فرشتوں نے اللہ ﷻ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا کیا تُو زمین میں ایسے انسان کو پیدا کر رہا ہے جو وہاں فساد پھیلائے گا اور خونریزی کرے گا) اس کا ذکر سورۃ البقرہ ۲، آیت: ۳۰ میں بھی ہے۔

آیت نمبر ۷۰: ۱: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کے بارے میں کیا بات بیان ہوئی ہے؟ ۱: i ۔ آپ ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام اور ملاء اعلیٰ کی دیگر باتوں کا علم وحی کے ذریعہ عطا فرمایا گیا۔ ii ۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح طور پر ڈرانے والے ہیں۔

آیت نمبر ۷۱: ۱: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کس سے مخاطب ہے؟ ۱: فرشتوں سے۔ ۲: اس آیت میں کس کی تخلیق کا ذکر ہے؟ ۲: حضرت آدم علیہ السلام کی۔
۳: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کس شے سے تخلیق فرمایا؟ ۳: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق فرمایا۔

آیت نمبر ۷۲: ۱: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو کیا حکم فرمایا؟ ۱: فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا۔
۲: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم کب فرمایا؟ ۲: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل فرمالی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کا خاکی وجود بنا کر انسانی صورت میں ڈھال لیا اور ان میں اپنی طرف سے (خاص) روح پھونک دی تو فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا گیا۔
۳: روح کسے کہتے ہیں؟ ۳: روح ایسی شے ہے جس کی تخلیق کا عمل انسان کے مشاہدے میں نہیں آتا، یہ براہ راست اللہ تعالیٰ کے حکم سے وجود میں آتی ہے۔ یہ وہ لطیف شے ہے جو کسی کو نظر نہیں آتی جو پورے جسم انسانی میں پھیلی ہوتی ہے اور جس کے سبب انسان کا جسم زندہ رہتا ہے، جب وہ نکل جاتی ہے تو بندہ مر جاتا ہے۔ ہر شخص اس بات سے واقف ہے کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ البتہ روح کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل ۱۷ آیت: ۸۵ میں روح کو اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دیا گیا ہے اور اس کے بارے میں فرمایا گیا کہ "تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے"۔
۴: اللہ تعالیٰ نے اپنی روح کیوں فرمایا ہے؟ ۴: جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کے خصوصی شرف کو بیان کرتا ہے تو اس کو اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔ جیسا کہ واقعہ معراج میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو عبدہٗ (اپنا بندہ) فرمایا۔ حالانکہ تمام انسان ہی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ بیت اللہ، اللہ کی اونٹنی وغیرہ

عملی پہلو: روح کا اللہ تعالیٰ سے وہی تعلق ہے جو سورج کی کرن کا سورج سے ہوتا ہے کہ کروڑوں میل دور ہونے کے باوجود بھی اس کا ایک ربط اور تعلق سورج سے رہتا ہے۔ اسی طرح روح بھی اللہ تعالیٰ کی تلاش میں رہتی ہے اور روح کی تسکین بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "آگاہ ہو جاؤ! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے"۔ جس طرح انسان کی دینی و روحانی زندگی کا دارومدار وحی الٰہی پر ہے اسی طرح جسمانی زندگی کا دارومدار روح پر ہے۔ (سورۃ الرعد ۱۳، آیت: ۲۸)

آیت نمبر ۷۳: ۱: اللہ تعالیٰ کے حکم پر فرشتوں نے کیا عمل کیا؟ ۱: سب فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔

آیت نمبر ۷۴: ۱: کس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی؟ ۱: ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی۔
۲: ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کیوں کی؟ ۲: اس نے تکبر کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں میں سے ہو گیا۔
۳: ابلیس کون ہے؟ ۳: ابلیس ایک جن ہے، جس کا اصل نام عزازیل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا بہت عبادت گزار تھا لیکن جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب بنایا اور تمام فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا تو ابلیس نے تکبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی جس کی وجہ سے مردود ہو گیا۔

نوٹ: ابلیس کو اپنے صاحب فضل ہونے کا گھمنڈ ہو گیا تھا۔ تکبر اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں بلکہ بندہ کی عاجزی و انکساری اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

عملی پہلو: نبی کریم ﷺ افضل الرسل، خاتم الانبیاء ہونے کے باوجود عاجزی اور انکساری کا مظاہر فرماتے، لوگوں کے ساتھ انتہائی تواضع کا معاملہ فرماتے، روزمرہ کے کام کاج میں اپنے گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے۔ ساتھیوں کے درمیان رہتے ہوئے امتیازی مقام اور معاملہ پسند نہ فرماتے۔

آیت نمبر ۷۵: ۱: اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کیا سوال پوچھا؟ ۱: اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ تجھے کس بات نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے روکا۔

۲:اس آیت میں حضرت آدم ؑ کی تخلیق کی کیا شان بیان فرمائی گی؟ ۲: اللہ ﷻ نے انہیں اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا فرمایا۔ یہ واحد مقام ہے جہاں ہاتھوں سے تخلیق کا ذکر ہے۔ دیگر اعضاء کی طرح اللہ ﷻ کے ہاتھ بھی اس کی صفات میں داخل ہیں اور یہ ویسے ہی ہیں جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کے مجازی معنی مراد ہیں یعنی اللہ ﷻ کی قدرت اور قوت۔

علمی بات: اللہ ﷻ ہر چیز کو لفظ "کن" سے پیدا فرماتا ہے، لیکن حضرت آدم ؑ کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا: میں نے ان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، ان کی پیدائش کے لئے ماں باپ کو واسطہ نہیں بنایا، ان کو اللہ ﷻ نے بلاواسطہ اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔

۳:اللہ ﷻ نے ابلیس سے کس چیز کی وضاحت طلب فرمائی؟ ۳:اللہ ﷻ نے ابلیس سے کہا کہ کیا تو ناحق تکبر کرتا ہے یا تو اپنے آپ کو اونچے درجہ کا سمجھتا ہے۔

آیت نمبر۷۶: ۱:ابلیس نے اللہ ﷻ کے سوال پر کیا جواب دیا؟ ۱:ابلیس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ ۲:ابلیس نے اپنے تکبر کا کیا کہہ کر اظہار کیا؟ ۲:ابلیس نے کہا کہ اے اللہ! تُو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے خاک سے، یعنی میں اعلیٰ ہوں اور یہ مجھ سے کم تر ہے۔

آیت نمبر۷۷: ۱:ابلیس کے تکبر کرنے کا کیا نتیجہ نکلا؟ ۱: اللہ ﷻ نے اسے اپنی بارگاہِ عالیہ سے نکلنے کا حکم دیا اور وہ مردود یعنی رحمتِ الٰہی سے دور قرار دیا گیا۔

علمی و عملی پہلو: ابلیس کو اس کی سرکشی اور نافرمانی کے نتیجے میں جنت سے نکالا گیا اور ہمیشہ کی لعنت اور محرومی کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا گیا۔ ہمیں اللہ ﷻ سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اپنی سرکشی سے محفوظ اور اپنی بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آیت نمبر۷۸: ۱:ابلیس تکبر کا اظہار کر کے کس نعمت سے محروم ہو گیا؟ ۱:ابلیس اللہ ﷻ کی رحمت سے محروم ہو کر لعنت کا مستحق بن گیا۔

۲:ابلیس پر یہ لعنت کب تک کے لئے ہے؟ ۲:روزِ جزا یعنی قیامت کے دن تک۔

آیت نمبر۷۹: ۱:ابلیس نے اللہ ﷻ کی بارگاہِ عالیہ سے نکالے جانے پر کیا کیا؟ ۱:ابلیس نے اللہ ﷻ سے مہلت مانگی۔ ۲:ابلیس نے اللہ ﷻ سے کس چیز کی مہلت مانگی؟ ۲: قیامت تک، یعنی دوبارہ اُٹھائے جانے تک زندہ رہنے کی مہلت مانگی تا کہ وہ اللہ ﷻ کے بندوں کو سیدھے راستہ سے گمراہ کرنے کی کوشش کر سکے اور موت کی تکلیف سے بچ سکے کیونکہ روزِ قیامت دوبارہ زندہ کیئے جانے کے بعد کسی کو موت نہیں آئے گی۔

آیت نمبر۸۰: ۱:اللہ ﷻ نے ابلیس کے سوال کا کیا جواب دیا؟ ۱:اللہ ﷻ نے اسے ایک مقررہ مدت تک مہلت دے دی۔

آیت نمبر۸۱: ۱:اللہ ﷻ نے ابلیس کو کب تک کی مہلت دی؟ ۱:قیامت کے دن تک جب سب مر جائیں گے۔

آیت نمبر۸۲: ۱:ابلیس نے اپنے عزم کو پختہ کرنے کے لئے کس چیز کی قسم کھائی؟ ۱:اللہ ﷻ کی عزت کی قسم کھائی۔

۲:اس آیت میں ابلیس نے کس ناپاک ارادہ کا اظہار کیا؟ ۲: تمام انسانوں کو گمراہ کرنے کے ناپاک ارادہ کا اظہار کیا۔

آیت نمبر۸۳: ۱:ابلیس کے گمراہ کرنے سے کون سے لوگ محفوظ رہیں گے؟ ۱:اللہ ﷻ کے مخلص بندے۔

۲:اللہ ﷻ کے مخلص بندوں سے کیا مراد ہے؟ ۲: صاحبِ ایمان نیک اعمال کرنے والے جنہیں اللہ ﷻ نے چُن لیا ہو۔

نوٹ: مُخْلِص بندے وہ ہوتے ہیں جن کے عمل، ارادوں اور خواہش میں غیر اللہ ﷻ کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ "مخلصین" وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ ﷻ نے خالص بنایا ہے اور "مُخْلِص" وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ ﷻ کے لئے خالص بنایا ہے۔ مُخْلِص انسان کے اخلاص کو اللہ ﷻ قبول فرما کر اسے اپنے لئے مُخْلَص بناتا ہے۔ پہلے مُخْلِص بنتا ہے بعد میں مُخْلَص۔ گویا مُخْلَص لوگ وہ ہوتے ہیں جنہیں اللہ ﷻ نے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیا اور اللہ ﷻ اپنی رحمت کے لئے خاص ان لوگوں کو کرتا ہے جو اپنے ایمان اور عمل سے اس کے حقدار قرار پاتے ہیں۔ لفظ مُخْلَص سے صرف اس حقیقت کا اظہار ہوا کہ جس کو جو کچھ بھی ملے گا اللہ ﷻ کے فضل و کرم اور اس کی رحمت و عنایت ہی سے ملے گا۔

آیت نمبر ۸۴: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے کس حقیقت کا اظہار فرمایا؟ ۱: حق یہی ہے کہ اللہ ﷻ جو کچھ فرماتا ہے وہی سچ ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۸۵: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کے کس طے شدہ فیصلہ کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ اللہ ﷻ لازماً جہنم کو بھر دے گا ابلیس اور اس کی پیروی کرنے والوں سے۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۱۸ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۸۶: ۱: آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ بے لوث تھی اور آپ ﷺ لوگوں سے اپنی دعوتِ دین پر کوئی صلہ نہیں مانگتے تھے۔ ۲: اس آیت میں اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے بارے میں لوگوں کو کیا اعلان کرنے کا حکم فرمایا؟ ۲: حکم فرمایا گیا کہ آپ ﷺ اعلان فرمادیں کہ میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ ۳: تکلف کے کیا معنی ہیں؟ ۳: کسی کام کو تکلیف کے ساتھ انجام دینا یعنی کسی کام کی انجام دہی کے وقت چہرے پر بناوٹی تکلیف اور ناگواری کے آثار نمایاں کرلینا تکلف کہلاتا ہے۔

عملی پہلو: یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیئے کہ بلند حوصلہ اور عالی ہمّت کی بناء پر کسی بڑے مقصد کے حصول کے لئے دشواری اٹھانے سے غیر اختیاری طور پر چہرے سے تکلیف اور مشقت اٹھانے کے آثار ظاہر ہوں تو یہ پسندیدہ ہے۔ نیک بندے جب اللہ ﷻ کے احکام بجالاتے ہیں تو اس کی مشقت کے آثار ان کے چہروں سے ظاہر ہوتے ہیں اور یہ چیز باعثِ اجر و ثواب ہیں۔

۴: تکلف کرنے والے لوگوں سے کیا مراد ہے؟ ۴: سادہ طرزِ عمل نہ اختیار کرنے والے، تصنع، بناوٹ کرنے والے یعنی اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر کسی دوسرے سے منسوب کرنے والے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے قرآن بنالینے والے، لوگوں کو دکھانے کے لئے اطاعت خداوندی کا اظہار کرنے والے۔ وہ جھوٹے لوگ جو خود سے نبی بننے کا دعویٰ کریں اور اللہ ﷻ کی طرف سے من گھڑت باتیں لوگوں کو سنائیں۔ (معاذاللہ) دونوں مفاہیم پر احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ مثلاً سادگی اختیار کرنے اور تکلفات سے بچنے کے حوالہ سے ایک حدیث شریف میں آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص مہمان کے لئے اپنی طاقت سے زیادہ تکلف نہ کرے۔ کوئی بات اپنی طرف سے گھڑنے کے حوالہ سے آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کوئی علم حاصل کیا ہے وہ اس علم کی تعلیم دے دے اور وہ بات نہ کہے جس کا اسے علم نہ ہو ورنہ وہ متکلفین میں سے ہوجائے گا اور دین سے نکل جائے گا۔

۵: آپ ﷺ نے کفار کے سامنے کس چیز کی تردید فرمائی؟ ۵: آپ ﷺ نے فرمایا میں تکلف سے کام نہیں لے رہا بلکہ تمہارے سامنے حقیقت کا اظہار کرتا ہوں۔ یعنی میں کیوں اللہ ﷻ کی طرف ایسی بات منسوب کردوں جو اس نے نہ کہی ہو یا میں تمہیں ایسی بات کی طرف دعوت دوں جس کا حکم اللہ ﷻ نے مجھے نہ دیا ہو بلکہ کوئی کمی بیشی کئے بغیر میں اللہ ﷻ کے احکام تم تک پہنچا رہا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ انھوں نے فرمایا، ہمیں تکلف اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۸۷: ۱: اس آیت میں قرآن حکیم کی کیا عظمت بیان کی گئی ہے؟ ۱: قرآن حکیم کو نصیحت قرار دیا گیا ہے۔

علمی بات: اس سورت میں قرآن مجید کی مدح تین جگہ آئی اور تینوں جگہ اس کو ذکر سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ شروع میں ذی الذکر سے، درمیان میں "لیتذکر" سے اور آخر میں (آیت) "ذکر للعلمین"۔ گویا یہ بتایا گیا کہ یہ قرآن ہر ایک کے لئے نصیحت ہی ہے۔

۲: قرآن حکیم کن لوگوں کے لئے نصیحت ہے؟ ۲: تمام جہان والوں کے لئے۔ یعنی قرآن کریم کی تعلیمات ابدی ہیں اور ان سے دنیا جہان کے سارے انسان برابر مستفید ہوسکتے ہیں یہ کسی خاص قوم، برادری اور خاندانوں کے لئے نصیحت اور پیغام نہیں بلکہ پوری دنیا کے انسانوں لئے ایک نصیحت اور ایک پیغام ہے۔

آیت نمبر ۸۸: ۱: اس آیت میں کس شے کی حقیقت معلوم ہونے کی خبر دی گئی ہے؟ ۱: قرآنِ حکیم کی تمام خبروں کی۔ یعنی ان تمام باتوں کی حقیقت جلد ہی تم لوگوں پر واضح ہوجائے گی جن کی نبی کریم ﷺ تمہیں دعوت دیتے رہے ہیں۔ گویا اس سے قرآن حکیم کے ساتھ آپ ﷺ کی جملہ تعلیمات بھی مراد ہیں۔

۲: یہ حقیقت کب معلوم ہوگی؟ ۲: کچھ مدت بعد۔ ۳: کچھ مدت سے کیا مراد ہے؟ ۳: اس سلسلے میں مفسرین کرام سے مختلف اَقوال منقول ہیں۔ i۔ موت کی گھڑی۔ ii۔ قیامت کا دن۔ iii۔ اسلام کے غالب و ظاہر ہونے کا وقت۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) سورۃ صٓ کے پہلے رکوع میں قریش کی طرف سے آپ ﷺ پر (معاذ اللہ) کیا تہمت لگائی گئی؟

(الف) آپ ﷺ شاعر ہیں (ب) آپ ﷺ کاہن ہیں ✓ (ج) آپ ﷺ جھوٹے جادوگر ہیں

(۲) اس سورت میں اللہ ﷻ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کس نعمت سے محبت کا ذکر فرمایا؟

(الف) بھیڑوں ✓ (ب) گھوڑوں (ج) اونٹوں

(۳) کس نبی نے بیماری میں اللہ ﷻ کو پکارا تو اللہ ﷻ نے ایک میٹھے پانی کے چشمے کے ذریعہ انہیں صحت عطا فرمائی؟

(الف) حضرت یعقوب علیہ السلام ✓ (ب) حضرت ایوب علیہ السلام (ج) حضرت ذوالکفل علیہ السلام

(۴) سورۃ صٓ کے آخری رکوع کی روشنی میں جواب دیجیے کہ شیطان نے انسانوں سے متعلق اپنے کس عزم کا اظہار کیا؟

(الف) میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا (ب) میں ان سے جھوٹے وعدے کروں گا (ج) میں ان سے گناہ کراؤں گا

(۵) سورۃ ص کے آخری رکوع کی روشنی میں جواب دیجیے کہ آپ ﷺ کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟

(الف) آپ ﷺ بدلہ لینے والوں میں سے نہیں ہیں (ب) آپ ﷺ غصہ کرنے والوں میں سے نہیں ہیں

✓ (ج) آپ ﷺ تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہیں۔

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ سورۃ ص کے پہلے رکوع کی روشنی میں رسولوں علیہم السلام کو جھٹلا کر تباہ و برباد ہونے والی قوموں کی نشاندہی کریں؟

قومِ نوح علیہ السلام، قومِ عاد، آلِ فرعون، قومِ ثمود، قومِ لوط علیہ السلام اور اصحاب الایکۃ۔

۲۔ سورۃ ص کے دوسرے رکوع کی روشنی میں حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے دو جھگڑنے والے کیا مقدمہ لے کر آئے؟

ایک شخص کے پاس ۹۹ دنبیاں تھیں اور دوسرے کے پاس ایک دنبی تھی۔ پہلا شخص مطالبہ کر رہا تھا کہ یہ ایک دنبی بھی اسی دے دی جائے تاکہ اس کے پاس ۱۰۰ دنبیاں ہو جائیں۔

۳۔ اس سورت کے تیسرے اور چوتھے رکوع کی روشنی میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کی دعائیں تحریر کریں؟

(۱) حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے معاف فرما دیجیے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرمائیے جو میرے بعد کسی اور کو نصیب نہ ہو۔ (آیت: ۳۵)

(۲) حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا کی کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور عذاب پہنچایا ہے (اے اللہ ﷻ میری مدد فرما)۔ (آیت: ۴۱)

۴- سورۃ ص کے چوتھے رکوع کی روشنی میں جنت کی کوئی سی پانچ نعمتوں اور جہنم کے کوئی سے تین عذابوں کا ذکر کیجیے؟

جنت اور اس کی نعمتیں:

(۱) ہمیشہ رہنے کے باغات۔ (آیت:۵۰)
(۲) تکیہ لگائے ہوئے جنت میں بیٹھنا۔ (آیت:۵۱)
(۳) انواع و اقسام کے جنتی میوے۔ (آیت:۵۱)
(۴) شراب۔ (آیت:۵۱)
(۵) نگاہوں کو نیچا رکھنے والی ہم عمر بیویاں۔ (آیت:۵۲)
(۶) نہ ختم ہونے والی نعمتیں۔ (آیت:۵۴)

جہنم اور اس کے عذاب:

(۱) کھولتا ہوا پانی۔ (آیت:۵۷)
(۲) پیپ۔ (آیت:۵۷)
(۳) قسم قسم کا عذاب۔ (آیت:۵۸)
(۴) جہنمیوں کا آپس کا جھگڑنا۔ (آیات:۵۹-۶۴)

۵- سورۃ ص کے آخری رکوع کی روشنی میں جواب دیں کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی کیا وجہ بیان کی؟

(۱) میں آدم سے بہتر ہوں۔ تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ گویا اس نے تکبر کی وجہ سے سجدہ نہ کیا۔

سُوْرَةُ الْاَحْقَاف

طریقہ تدریس:

سبق نمبر ا: اس سورت کا شانِ نزول، تعارف، قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۲۳۰) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۲: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۲۳۲، ۲۳۴) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۳: اس سورت کا قرآنی متن اور ترجمہ (صفحہ نمبر ۲۳۶، ۲۳۷) درسی کتاب سے پڑھائیں۔

سبق نمبر ۴: (i) "علم و عمل کی باتیں" وضاحت کے ساتھ طلبہ کو سمجھائیں اور مذاکرہ کے ذریعے ان کو ذہن نشین کرائیں۔

(ii) "ہم نے کیا سمجھا؟" طلبہ کو گھر کے کام (Home Work) کے طور پر دیں تا کہ اُن کی قرآن فہمی کا اندازہ ہو اور بعد میں کمرۂ جماعت (Class) میں خود حل کرائیں۔ (تشریحی نکات کے بعد دیئے گئے "مشقوں کے جوابات" سے استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

(iii) "گھریلو سر گرمی" کرانے کے لئے طلبہ کے گھر والوں کو پابند کیا جائے۔ (کمرۂ جماعت میں مزید سر گرمیاں کرانے کے لئے "مشقوں کے جوابات" کے بعد دی گئی "عملی سر گرمی" سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے)۔

مقاصدِ مطالعہ:

اس سورت کے اختتام پر طلبہ کو مندرجہ ذیل مضامین سے آگاہی حاصل ہونی چاہیئے:

ا۔ قرآنِ حکیم کی حقانیت۔
۲۔ کائنات کی تخلیق کا مقصد اور منکرین کی تکذیب۔
۳۔ کفار کی ذہنیت۔ ۴۔ والدین کے حقوق اور نافرمان اولاد کا حال۔
۵۔ رسالت کے سلسلہ میں شبہات کا ازالہ
۶۔ اہل ایمان کے لیے تسلی اور خوشخبری۔ ۷۔ کافروں کا انجام بد۔
۸۔ قوم عاد کا حال اور ان کے انجام سے عبرت۔
۹۔ جنات کا قرآن سننا اور ایمان لانا۔
۱۰۔ حیات بعد الموت کے سلسلہ میں شبہات کا ازالہ۔
۱۱۔ جہنم کے عذاب سے ڈر۔
۱۲۔ نبی کریم ﷺ کو صبر کی تلقین اور تسلی۔

ربط سورت:

ا۔ سورۃ الجاثیہ میں فرعونیت کی وجوہات یعنی غرور و تکبر، دنیا پرستی اور خواہشات نفس کی پیروی کا ذکر تھا۔ سورۃ الاحقاف میں اس بات کی مزید وضاحت قوم عاد کے متکبرانہ رویوں سے کی گئی ہے۔

۲۔ سورۃ الاحقاف کی ابتداء میں بھی سورۃ الجاثیہ کی طرح قرآنِ حکیم کی عظمت و حقانیت کا بیان ہے۔

۳۔ سورۃ الجاثیہ میں بیان کردہ مضامین کو سورۃ الاحقاف میں بھی پھر یاددہانی کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ گویا اس سورت کے مضامین گزشتہ سورت کے مضامین میں پیوست ہیں۔

آیت نمبر ۱: ۱: اس سورت کا شانِ نزول کیا ہے؟ ۱: **شانِ نزول:** یہ سورت اس وقت نازل ہوئی تھی جب جنات کی ایک جماعت نے حضور نبی کریم ﷺ سے قرآنِ حکیم سنا تھا، معتبر روایات کے مطابق یہ واقعہ ہجرت سے پہلے اس وقت پیش آیا تھا جب حضور اقدس ﷺ طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے اور نخلہ کے مقام پر فجر کی نماز میں قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے۔

۲: "احقاف" کے کیا معنی ہیں؟ ۲: الاحقاف کا واحد "الحقف" ہے، "الحقف" طویل اور بلند ٹیلہ کو کہتے ہیں جو قدرے ٹیڑھا ہو، یعنی ریت کا مستطیل جھکا ہوا ٹیلا۔ یہ عُمان اور حضر موت کے درمیان ایک وادی ہے جس میں اونچے اونچے ریت کے ٹیلے ہیں اور یہ علاقہ قومِ عاد کا مسکن رہا ہے۔ اس سورت میں اس قوم کا ذکر ہے اس لئے اس سورت کا نام احقاف رکھا گیا ہے۔

۳: "حٰمٓ" سے کیا مراد ہے؟ ۳: یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے۔ حروفِ مقطعات کا علم اللہ ﷻ کے پاس ہے اور یہ اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔ ۲۴ سے ۲۶ پارے کے درمیان سات سورتیں ہیں جن کا آغاز حٰمٓ سے ہوتا ہے۔ ان سورتوں کو حوامیم کہتے ہیں۔ اِن حوامیم میں پہلی سورت سُوْرَةُ الْمُؤْمِنْ ۴۰ ہے، جب کہ آخری سورت سُوْرَةُ الْاَحْقَاف ۴۶ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہر چیز کا ایک مغز ہوتا ہے اور قرآن کا مغز "حوامیم" یعنی یہ سات سورتیں ہیں۔

آیت نمبر ۲: ۱: اس آیت میں قرآن حکیم کی کیا عظمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: قرآنِ حکیم اللہ ﷻ کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے۔

علمی بات: قرآنِ حکیم اللہ ﷻ کی طرف سے آپ ﷺ پر بتدریج نازل کیا گیا ہے، کیونکہ "تنزیل" کے مفہوم میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا بھی ہے۔

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا صفات بیان فرمائی گئی ہیں؟ ۲: i۔ العزیز یعنی اللہ ﷻ زبردست ہے، غلبہ والا ہے۔ ii۔ الحکیم یعنی اللہ ﷻ کمال حکمت والا ہے۔

۳: اللہ ﷻ کی ان دونوں صفات کا ذکر فرما کر کفار کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟ ۳: کفارِ مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ قرآن مجید نبی کریم ﷺ کا ذاتی کلام نہیں جیسا کہ معاذ اللہ تمہارا خیال ہے۔ یہ تو اس اللہ ﷻ کا کلام ہے جس کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوتی، لہٰذا تم اس پر ایمان لا کر اپنی آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرو اور اگر تم اس پر ایمان نہ لائے تو اللہ ﷻ سب پر غالب ہے تم اس کی سزا سے بچ نہیں سکو گے۔ نیز اللہ ﷻ کا حکیم ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ انسان اطمینانِ قلب کے ساتھ برضا و رغبت اس کے احکام کی پیروی کرے۔

آیت نمبر ۳: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کے معبودِ حقیقی ہونے کی کیا عقلی دلیل دی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ہی ہے جس نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اِن سب کو پیدا فرمایا ہے اس لئے وہی معبودِ حقیقی ہے۔

۲: یہ کائنات کب تک قائم رہنے والی ہے؟ ۲: ایک وقتِ مقررہ تک قائم رہنے والی ہے۔ یعنی اللہ ﷻ نے کسی چیز کو لامحدود زندگی عطا نہیں کی بلکہ ذرّہ سے لے کر پہاڑ تک، شمس و قمر اور زمین و آسمانوں میں ہر چیز کی ایک مدت مقرر کر دی گئی ہے۔

۳: اس وقتِ مقررہ سے کیا مراد ہے؟ ۳: قیامت کا آنا مراد ہے۔ جب اللہ ﷻ کی طرف سے مقرر کردہ مدت پوری ہو جائے گی تو اللہ ﷻ ہر چیز کو فنا کر دے گا۔ پھر ایک مدت کے بعد حشر کا میدان قائم کرے گا۔ وہاں جن و انس سے ان کی دنیا کی زندگی کے بارے میں پوچھ گچھ کی جائے گی۔ کفار اس دن کا انکار کرتے ہیں۔

۵: قیامت کب آئے گی؟ ۵: قیامت کا واقع ہونے کا حتمی علم صرف اللہ ﷻ کے پاس ہے۔

۶: اس آیت میں کفار کو کس بات سے انکار پر کس چیز سے ڈرایا جاتا ہے؟ ۶: کفار کو توحید سے انکار کی صورت میں آخرت کے عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے۔

۷: اس آیت میں کفار کی کس ہٹ دھرمی کا ذکر ہے؟ ۷: جب کفار کو آخرت سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ بے توجہی برتتے ہیں یعنی منہ پھیر لیتے ہیں۔

علمی بات: قرآنِ حکیم نے متعدد مقامات پر کفار کی اس سوچ کی تردید کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ اللہ ﷻ نے زمین و آسمانوں میں کوئی ایک چیز بھی بے مقصد پیدا نہیں کی ہر چیز کو پیدا کرنے کے مجموعی طور پر دو مقصد ہیں۔ پہلا مقصد یہ ہے کہ ہر چیز اپنے رب کو یاد کرے، اس کی تسبیح کرے اور اس کے حکم کے مطابق کام کرے، دوسرا مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کی خدمت پر مامور رہے اور انسانی زندگی کے لئے ذریعہ اور مددگار رہے۔

عملی پہلو: انسان کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ ﷻ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کرے۔

۸: کفار کی کس روش کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۸: کفار نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا اور اُن کی تعلیمات سے منہ پھیر لیا جس کی وجہ سے وہ جہنم کے مستحق قرار پائے۔

آیت نمبر ۴: ۱: اس آیت میں مشرکین کے باطل معبودوں کی بے بسی کی کیا عقلی دلیل دی گئی ہے؟ ۱: مشرکین سے پوچھا گیا کہ تمہارے پاس عقلی یا کوئی نقلی دلیل ہے کہ وہ باطل معبود جنہیں تم اللہ ﷻ کے سوا پوجتے ہو کیا ان میں سے کوئی ہے؟ جس نے زمین میں کوئی مخلوق پیدا کی ہو، یا انہیں آسمانوں میں کوئی شراکت داری ہو یا پھر سند معتمد کے ساتھ کسی نبی علیہ السلام کا قول ہی پیش کر دو۔

علمی بات: نقلی دلیل دو قسم کی ہو سکتی ہے ایک یہ کہ اللہ ﷻ کی طرف سے پہلے کوئی ایسی کتاب نازل ہوئی ہو جس میں ان معبودوں کو اللہ ﷻ کی خدائی میں شریک قرار دیا گیا ہو، مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ اگر ایسی کوئی کتاب ہے تو لا کر دکھاؤ، نقلی دلیل کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کسی پیغمبر علیہ السلام نے کوئی بات فرمائی ہو اور اس بات پر کوئی علمی سند موجود ہو کہ واقعی انہوں نے ایسا فرمایا ہے، کوئی روایت ہو جس کی بنیاد اس کا علم حاصل ہو، خلاصہ یہ کہ مشرکین کے پاس اپنے عقیدے کے ثبوت میں نہ کوئی آسمانی کتاب ہے اور نہ کسی پیغمبر کا کوئی قول جو مستند طریقہ پر ثابت ہو اور نہ کوئی عقلی دلیل۔

۲: اس آیت میں مشرکین سے باطل معبودوں کے حق میں کیا نقلی دلیل طلب کی گئی ہے؟ ۲: مشرکین سے مطالبہ کیا گیا کہ اگر واقعی اللہ ﷻ کے سوا کوئی اور معبود ہے تو کسی بھی آسمانی کتاب یا کسی نبی علیہ السلام کے قول سے اس کا ثبوت پیش کرو۔

عملی پہلو: شرک کے لئے نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ کوئی نقلی دلیل۔ یہ تو صرف من گھڑت باتیں ہیں جو محض قصوں کہانیوں اور مثالوں سے مزین کر کے انسانوں پر پیش کی گئی ہیں۔

آیت نمبر ۵: ۱: اس آیت میں سب سے بڑا گمراہ کسے قرار دیا گیا ہے؟ ۱: وہ جو اللہ ﷻ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتا ہے۔

۲: اس آیت میں باطل معبودوں کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۲: وہ اپنے پکارنے والوں کی پکار قیامت تک نہیں سن سکتے اور نہ ہی انہیں جواب دے سکتے ہیں، بلکہ حقیقت ہے کہ باطل معبود اپنے پکارنے والوں سے بے خبر ہیں۔

علمی بات: مشرکین بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بیت اللہ شریف میں ۳۶۰ بت نصب کر رکھے تھے۔ اپنے اپنے گھروں میں جو مورتیاں انہوں نے سجا رکھی تھیں وہ ان کے علاوہ تھیں۔ ان کی اس کھلی گمراہی بلکہ حماقت کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا جا رہا ہے کہ اے عقل کے اندھو! تم ان بتوں کی پوجا کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں۔ اور نہ کسی مشکل وقت میں تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ نادان اور گمراہ اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ ﷻ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتا ہے اور ان سے ایسی چیزیں مانگتا ہے جو وہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ جو وہ کہہ رہا ہے وہ اس سے غافل ہیں، نہ وہ دیکھنے اور سننے کی طاقت رکھتے ہیں نہ پکڑنے کی بلکہ وہ بے جان پتھر ہیں جنہیں انہوں نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے۔

آیت نمبر ۶: ۱: تمام انسان کس روز جمع کیئے جائیں گے؟ ۱: قیامت کے روز تمام انسان دوبارہ زندہ کر کے میدانِ حشر میں جمع کیئے جائیں گے۔

۲: قیامت کے روز مشرکین کے معبودوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ ۲: قیامت کے دن مشرکین کے خود ساختہ معبود ان کے دشمن ہوں گے اور ان مشرکین کی عبادت کا انکار کریں گے۔ وہ صاف کہہ دیں گے کہ ہم نے مشرکین کو اپنی عبادت کا نہیں کہا تھا۔

آیت نمبر ۷: ۱: اس آیت میں قرآنِ حکیم کی آیات کی کیا عظمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: یہ آیات اللہ ﷻ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں جو انتہائی واضح ہیں اور حق پر مبنی ہیں۔

۲: کفار قرآن حکیم پر کیا اعتراض کرتے تھے؟ ۲: وہ اسے کھلا جادو قرار دیتے تھے۔ (معاذ اللہ)

علمی بات: کفار مکہ قرآن کو صریح جادو اس لئے کہتے تھے ایک طرف تو وہ اسے خدائی کلام ماننے کیلئے تیار نہ تھے اور دوسری طرف ان کے دل گواہی دیتے تھے کہ کوئی انسان اس جیسا کلام پیش کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ لوگوں کو قرآنِ مجید سے بدظن کرنے کیلئے یہ مشہور کرتے کہ یہ تو واضح جادو ہے (معاذ اللہ)۔

آیت نمبر ۸: ۱: اس آیت میں منکرین قرآن کے کس اعتراض کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: منکرین قرآن کہتے تھے کہ آپ ﷺ نے اس قرآنِ حکیم کو خود سے بنالیا ہے۔ (معاذاللہ) ۲: منکرین قرآن کے اعتراضات کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۲: منکرین قرآن سے کہا گیا کہ اگر (بفرضِ محال) آپ ﷺ نے اسے خود بنالیا ہوتا تو پھر تم میں سے کوئی انہیں اللہ ﷻ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ حکیم اللہ ﷻ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ لہٰذا یہ منکرین کی طرف سے آپ ﷺ پر سراسر الزام اور کذب گوئی ہے جس کا انجام جہنم کا سخت ترین عذاب ہوگا۔ ۳: منکرین قرآن کو کس بات سے ڈرایا گیا ہے؟ ۳: منکرین قرآن کو ڈرایا گیا ہے کہ تم جو فضول اعتراضات وحیٔ الٰہی پر کر رہے ہو اللہ ﷻ کو اس کا خوب علم ہے۔

۴: قرآن حکیم کی سچائی کے حوالے سے کسے گواہ بنایا گیا ہے؟ ۴: آپ ﷺ سے کہلوایا گیا کہ تمہارے اور میرے درمیان اللہ ﷻ بطورِ گواہ کافی ہے۔

۵: اس آیت کے آخر میں اللہ ﷻ کی صفات "الغفور الرحیم" بیان کر کے کس طرف اشارہ کیا گیا ہے؟ ۵: منکرینِ قرآن کو توبہ کی ترغیب دلائی جارہی ہے کہ اگر وہ اِن حرکتوں سے باز آکر سچّی توبہ کرتے ہیں تو اللہ ﷻ خوب بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

آیت نمبر ۹: ۱: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی زبانی نبوت کی کیا حقیقت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: آپ ﷺ سے کہلوایا گیا کہ ان کو بتا دیجئے کہ مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول علیہم السلام آئے۔ توحید کی جو دعوت پہلے انبیاء کرام علیہم السلام نے دی ہے وہی دعوت میں تمہیں دیتا ہوں ان سے بھی معجزات ظاہر ہوئے اور تم نے میرے بھی معجزات دیکھ لئے جو اللہ ﷻ نے مجھے عطا فرمائے۔ اس لئے تمہیں میری رسالت پر ایمان لانے سے ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیئے۔

۲: آئندہ پیش آنے والے حالات کے علم کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کے ذریعے کس حقیقت کا اظہار فرمایا گیا ہے؟ ۲: آپ ﷺ سے کہلوایا گیا کہ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا حالات پیش آئیں گے کیونکہ امور غیبیہ کا علم صرف وحی کے ذریعہ سے ممکن ہے۔ جب تک کسی بھی معاملے میں مجھ پر وحی نہ اُترے مجھے اس کا علم نہیں ہوسکتا خواہ اس کا تعلق میری ذات سے ہو، اُمت کے مومنین یا کافروں سے ہو خواہ وہ معاملہ دینوی ہو یا اُخروی بہر حال وحی کے بغیر اس کا بیان میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کے متعلق ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اللہ ﷻ نے امورِ غیب کا رسول اللہ ﷺ کو بہت بڑا علم دیا تھا جو انبیاء کرام علیہم السلام میں کسی دوسرے کو نہیں ملا۔ ۳: انبیاء کرام علیہم السلام کا اصل کام کیا ذکر فرمایا گیا ہے؟

۳: انبیاء کرام علیہم السلام کا اصل کام اس وحی کی پیروی کرنا ہے جو اِن کی طرف اللہ ﷻ کی طرف سے نازل فرمائی جاتی ہے۔

۴: اس آیت میں نبی کریم ﷺ کا کیا تعارف کروایا گیا؟ ۴: آپ ﷺ بالکل کھلم کُھلا واضح طور پر اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرانے والے تھے۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: اس آیت میں قرآن حکیم کے بارے میں کس حقیقت کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: قرآن حکیم اللہ ﷻ کا سچا کلام ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل فرمایا گیا ہے۔ ۲: بنی اسرائیل میں سے قرآن حکیم کے حق ہونے کی گواہی کس نے دی؟ ۲: ویسے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بذات خود اس کے حق ہونے کی گواہی اور خبر دے چکے تھے مگر آپ ﷺ کے دور میں بھی کئی لوگوں نے یہ گواہی دی۔ مثلاً مفسرین کے مطابق یہودیوں میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور عیسائیوں میں سے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اور نجاشی رحمۃ اللہ علیہ ایمان لائے۔

۳: اس آیت میں کفار کو کس بات کی دعوت دی گئی ہے؟ ۳: ایمان بالرسالت یعنی حضور اکرم ﷺ پر کامل ایمان کی دعوت دی گئی ہے۔

۴: اس آیت میں کفار کو ایمان بالرسالت کی دعوت دینے کا کیا اسلوب اختیار کیا گیا ہے؟ ۴: کفار کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ دیکھو یہ قرآن حکیم اللہ ﷻ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور اس کے حق ہونے کی گواہی علمائے بنی اسرائیل کے پیغمبر دے چکے ہیں اور تم میں سے بھی کچھ لوگ دے رہے ہیں اور وہ ایمان بھی لاتے ہیں جب کہ تم اس قرآن اور رسالتِ مآب ﷺ کا انکار کر کے تکبر کرنے والوں میں سے ہو۔ ۵: تکبر کے کیا معنی ہیں؟ ۵: صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تکبر کہتے ہیں "اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ" "حق سے منہ موڑنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔" گویا قرآن حکیم کو سچ نہ ماننا بھی ایک قسم کا تکبّر کہلائے گا۔ ۶: قرآن حکیم کا انکار کرنے والے کیسے لوگ ہوتے ہیں؟

۶: متکبر اور ظالم لوگ ہوتے ہیں۔ ۷: ایسے متکبر اور ظالم لوگوں کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ۷: اللہ ﷻ انہیں ہدایت نہیں دیتے۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: اس آیت میں کفار کا اہل ایمان سے کس بات پر اعتراض کا ذکر ہے؟ ۱: دین اسلام پر۔

شانِ نزول: حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ کچھ مشرکین نے کہا ہم بہت عزت والے ہیں ہم ایسے اور ایسے ہیں یعنی بڑی شان وشوکت والے ہیں۔ اگر اس دین میں بھلائی ہوتی تو فلاں اور فلاں اسے قبول کرنے میں ہم سے آگے نہ بڑھتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۲: کفار دین اسلام کو کس بنیاد پر غلط قرار دے رہے تھے؟ ۲: وہ کہتے تھے کہ اگر اسلام ایک برحق دین ہوتا تو ہمارے سردار اور مال دار لوگ اسے قبول کرتے جب کہ اسلام کو قبول کرنے والے تو کمزور اور کم درجہ کے لوگ ہیں۔ اس طرح کا اعتراض تقریباً تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت پر کیا گیا۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کو سب سے پہلے معاشرے کے کمزور طبقہ نے قبول کیا۔ ۳: کمزور اور کم درجہ کے طبقہ کی اسلام قبول کرنے کی کیا وجوہات تھیں؟ ۳: اسلام کی دعوت غرباء اور فقراء لوگوں میں مقبول ہونے کی ممکنہ وجوہات غالباً یہ معلوم ہوتی ہیں کہ ایک تو ان کے ناجائز مفادات نہیں تھے، جن کو کوئی خطرہ لاحق ہوتا۔ دوسرے ان کے دل ودماغ میں تکبر اور غرور نہیں سمایا ہوا تھا۔ تیسرے عیاش اور ہوس پرست طبقے کی بہ نسبت ان کا دل زیادہ پاک اور صاف تھا۔ چوتھے یہ کہ دین اسلام عدل کا علمبردار ہے اور اس کی تعلیم میں معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کے لئے بہت زیادہ کشش بھی ہے۔

۴: اس آیت میں قرآنِ حکیم پر مشرکین مکہ کے کس اعتراض کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۴: وہ کہتے تھے کہ یہ پُرانا جھوٹ ہے (معاذ اللہ)۔

۵: مشرکین مکہ قرآنِ حکیم کو (معاذ اللہ) پُرانا جھوٹ کیوں کہتے تھے؟ ۵: کیوں کہ انہیں قرآن حکیم سے ہدایت نصیب نہیں ہوئی تھی۔

عملی پہلو: دنیاوی مال ودولت میں ممتاز ہونا اللہ ﷻ کے نزدیک مقبولیت کی دلیل نہیں۔ اللہ ﷻ کے نزدیک مقبولیت کے لئے تو ایمان واخلاص کی ضرورت ہے اور اس دولت ایمان واخلاص سے وہ جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے۔ اسی طرح وہ مال ودولت آزمائش کے طور پر جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: مشرکین مکہ کے قرآن حکیم پر اعتراض کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۱: ان کو جواب میں کہا گیا کہ قرآنِ حکیم کوئی انوکھی کتاب نہیں بلکہ اس سے پہلے تورات تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی گئی تھی۔

۲: اس آیت میں تورات کے کیا اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۲: تورات اہل حق کے لئے پیشوا تھی اور اللہ ﷻ کی رحمت کا ذریعہ تھی۔

علمی بات: اس آیت میں مشرکین کے اسی قول کی کہ یہ قرآن پرانا جھوٹ ہے (معاذ اللہ) اس کی تردید کی گئی ہے کہ اس کتاب سے پہلے اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تھی جس کو یہ کفار یہود ونصاریٰ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں یعنی تورات اور قرآن اصول شریعت میں متفق ہیں، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن مجید اللہ ﷻ کی نازل کردہ کتاب ہے۔

۳: اس آیت میں قرآن حکیم کے کیا اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۳: قرآن حکیم عربی زبان کی کتاب ہے جو پہلے نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ ۴: اس آیت میں نزولِ قرآن حکیم کی کیا حکمت بیان فرمائی گئی ہے؟ ۴: قرآن حکیم اس لئے نازل فرمایا گیا تاکہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈرایا جائے جو ظالم ہیں اور اس کے ذریعے نیکوکاروں کو خوشخبری دی جائے۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: اس آیت میں محسنین کے کیا اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں؟ ۱: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ ﷻ کو اپنا رب مانا اور پھر اس پر استقامت اختیار کی۔ ۲: استقامت کیا ہے؟ ۲: اس کی وضاحت حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس طرح فرمائی ہے کہ استقامت یہ ہے کہ بندے پر جو بھی فرائض عائد ہوتے ہیں ان کو پوری طرح ادا کرنا اور اس پر قائم رہنا۔

علمی بات: سیدنا سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اسلام کی ایک ایسی بات بتا دیجیے کہ پھر میں اس کو آپ ﷺ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔" (صحیح مسلم)

۳: اس آیت میں محسنین کو کیا خوشخبری دی گئی ہے؟ ۳: محسنین کو مستقبل کا نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ ماضی پر غمگین ہوں گے۔

عملی پہلو: ایمان قبول کر لینے کے بعد حالات کتنے بھی مخالف کیوں نہ ہوں آدمی کو ان حالات کا اس طرح ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے کہ عقیدے اور عمل میں ذرہ برابر بھی فرق آنے نہ پائے۔ اللہ ﷻ نے اور اس کے رسول پاک ﷺ نے جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہو اس کو اسی طرح کرنا اور جس چیز سے منع کر دیا ہو اس سے رک جانا۔ یہ انسان کی اتنی بڑی کامیابی ہے کہ پھر نہ تو ماضی پر کوئی شرمندگی اور پچھتاوا ہو گا اور نہ آئندہ کا کوئی خوف ہو گا۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: محسنین کا کیا انجام ہو گا؟ ۱: وہ اہلِ جنت میں ہوں گے۔

۲: محسنین جنت میں کتنا عرصہ رہیں گے؟ ۲: وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

۳: محسنین کو یہ بہترین انجام کس وجہ سے حاصل ہو گا؟ ۳: ان کے ایمان اور نیک اعمال کے بدلے میں اللہ ﷻ کے فضل سے حاصل ہو گا۔

علمی بات: ایمان پر ثابت قدم رہنے والوں کے لئے اللہ ﷻ کی طرف سے جو اعزاز اور انعام ہو گا اس کے بارے میں سورۃ حمٓ السجدہ ۴۱، آیات: ۳۰ تا ۳۲ میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ ”بے شک جن لوگوں نے کہا اللہ ہی ہمارا رب ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (یہ کہتے ہوئے) کہ نہ تم خوف کرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی اس میں وہ سب کچھ ہو گا جو تمہارے جی چاہیں گے اس میں تمہارے لئے ہر وہ چیز ہے جو تم مانگو گے۔ (یہ) بہت بخشنے والے نہایت رحم فرمانے والے کی طرف سے مہمانی ہے۔ اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہو گی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔“

آیت نمبر ۱۵: ۱: اللہ ﷻ نے انسان کو والدین کے بارے میں کیا تاکید فرمائی ہے؟ ۱: ان کے ساتھ نیکی کرنا اور حسن سلوک سے پیش آنا۔

۲: اللہ ﷻ نے اس آیت میں والدہ کے کون سے احسانات ذکر فرمائے ہیں؟ ۲: ماں کا اپنے بچے کو کئی مہینے تک حمل کی صورت میں اُٹھائے رکھنا پھر بچے کی پیدائش کی تکلیف برداشت کرنا اور پھر دو سال تک دودھ پلانا، یہ سب ماں کے احسانات کے طور پر ذکر فرمائے گئے ہیں۔

علمی و عملی پہلو: آیت میں اگرچہ ماں اور باپ دونوں کے ساتھ احسان کی تاکید کی گئی ہے، مگر ماں کی تین قربانیوں کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے۔ پہلی یہ کہ وہ حمل کی پوری مدت اسے اپنے پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے، اس دوران اس پر کئی ناگوار حالتیں گزرتی ہیں، مثلاً متلی، بے چینی، تھکاوٹ، بیماری کی سی حالت، آئے دن بڑھتی ہوئی کمزوری وغیرہ، دوسری قربانی وضع حمل کا نہایت تکلیف دہ مرحلہ ہے جس میں اس کی جان داؤ پر لگی ہوتی ہے، کتنی مائیں اس مرحلے میں جان سے گزر جاتی ہیں، وہ اپنی اولاد کی امید پر اس مشکل ترین مرحلے کو بھی برداشت کرتی ہے۔ تیسری قربانی دو سال تک اپنا خون دودھ کی صورت میں پلانا نتیجتاً ان تین قربانیوں کی وجہ سے اللہ ﷻ نے ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ رکھا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

نوٹ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، کہنے لگا: ”یارسول اللہ ﷺ! لوگوں میں سے میرے حسن سلوک کا زیادہ حق دار کون ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہاری ماں“ اس نے کہا: ”پھر کون؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تمہاری ماں۔“ اس نے کہا: ”پھر کون؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تمہاری ماں۔“ اس نے کہا: ”پھر کون؟“ آپ ﷺ نے (چوتھی مرتبہ) فرمایا: ”پھر تمہارا باپ۔“ (صحیح بخاری)

۳: حمل ٹھہرنے سے لے کر دودھ پلانے تک کی کتنی مدت بیان کی گئی ہے؟ ۳: تیس مہینے یعنی ڈھائی سال۔

نوٹ: ۱۔ جائز و ناجائز اولاد کی تحقیق کے حوالے سے اس آیت کی بہت اہمیت ہے اور اس آیت میں آغازِ حمل سے لے کر دودھ چھڑانے تک کی مدت کو تیس مہینے قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ لقمان ۳۱ کی آیت: ۱۴ میں دودھ پلانے کی مدت اللہ ﷻ نے دو سال فرمائی ہے چنانچہ یہ چوبیس مہینے بنتے ہیں اس لئے جائز حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ قرار پاتی ہے۔ ۲۔ اس آیت میں حمل کی کم سے کم مدت کا بیان کیا گیا ہے اور دودھ پلانے کی اکثر مدت کا اس میں اشارہ ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ متعین ہے اس سے کم میں صحیح سالم بچہ پیدا نہیں ہو سکتا مگر زیادہ سے زیادہ کتنا عرصہ بچہ حمل میں رہ سکتا ہے، اس میں عادتیں مختلف ہیں۔ یہ متعین نہیں، اسی طرح رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت متعین ہے کہ دو سال تک دودھ پلایا جا سکتا ہے اس سے زیادہ مدت دودھ پلانا حرام ہے۔

۴:اس آیت میں انسانی عقل و شعور کی بلوغت اور پختگی کی کیا عمر بیان کی گئی ہے؟ ۴:اس آیت میں انسانی عقل و شعور کی بلوغت اور پختگی کی عمر چالیس سال قرار دی گئی ہے۔

نوٹ: ا۔ بچے کی جسمانی بلوغت تو چودہ، پندرہ سال کی عمر میں ہو جاتی ہے، لیکن یہاں انسانی عقل و شعور کی بلوغت اور پختگی کا ذکر ہوا ہے اور اس کی کم از کم حد چالیس سال بتائی گئی ہے۔ ۲۔ نیک اولاد جس طرح شعوری عمر سے پہلے اللہ ﷻ کا شکر ادا کرتی رہتی ہے اسی طرح وہ شعوری (یعنی چالیس سال کی) عمر کو پہنچنے پر بھی نعمتوں پر اللہ ﷻ کا شکر ادا کرتی رہتی ہے جو اللہ ﷻ نے اس پر اور اس کے والدین پر فرمائی ہیں اور اللہ ﷻ سے ان کاموں کی توفیق طلب کرتی رہتی ہے جو اللہ ﷻ کو پسند ہیں اور اللہ ﷻ سے اپنی اولاد کی درستگی اور اصلاح کی دعا کرتی رہتی ہے اور اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرتی ہے اور اعلان کرتی ہے کہ وہ اللہ ﷻ کے فرماں برداروں میں سے ہے۔

علمی بات: یہ انتہائی جامع دعاؤں میں سے ایک ہے اور ہمیں یاد کر کے اسے کثرت سے پڑھنا چاہیئے۔ اس میں انسان کے اپنے لئے، اس کے والدین کے لئے اور اس کی اولاد کے لئے دعائیں ہیں۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی اور اللہ ﷻ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کی تین نسلیں آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں مسلمان ہوئیں اور انہیں صحابیت کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے والد بھی وہ خود بھی اور ان کی اولاد بھی اور پھر آگے ان کی اولاد یعنی حضرت ابو صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے بھی ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے۔

عملی پہلو: اگرچہ یہ سب حالات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیان ہوئے مگر حکم عام ہے سب مسلمانوں کو خطاب کرنا مقصود ہے کہ آدمی کی عمر جب چالیس سال ہو جائے تو اس پر آخرت کی فکر اور زیادہ غالب ہو جانی چاہیئے۔ پچھلے گناہوں سے توبہ کرے اور آئندہ کے لئے ان سے بچنے کا پورا اہتمام کرے کیونکہ عادت اور تجربہ یہ ہے کہ چالیس سال کی عمر میں جو اخلاق و عادات کسی شخص کی ہو جاتی ہیں پھر ان کا بدلنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بندہ چالیس سال کی عمر کو پہنچنے تک گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہ کرے اور نافرمانیاں کرتا پھرے۔

آیت نمبر ۱۶: ا:ایسی نیک اولاد کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ا:ایسی نیک اولاد کا اچھا انجام ہوتا ہے۔ اللہ ﷻ ان کے نیک اعمال کو قبول فرماتا ہے ان کے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور انہیں جنت عطا فرماتا ہے۔ یہ اللہ ﷻ کا سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جا رہا ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

علمی و عملی پہلو: والدین کی تابعدار اور شکر گزار اولاد کے لئے بالخصوص "وَعْدَ الصِّدْقِ" کے الفاظ استعمال فرما کر اللہ ﷻ نے یہ پیغام دیا ہے کہ لوگو! اپنے والدین کے فرماں بردار رہنا اور میرا شکر گزار بننے کا صلہ یہ ہے کہ میں تمہاری نیکیوں کو قبول اور غلطیوں سے درگزر فرما کر تمہیں اہلِ جنت میں شامل کروں گا اور یہ میرا سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا ہے۔

علمی بات: محمد ابن حاطب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ میں ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا، اس وقت ان کے پاس کچھ دوسرے حضرات بھی موجود تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کچھ عیب لگائے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ، ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ ﷻ نے فرمایا ہے۔ (آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی) اور فرمایا بخدا اس آیت کے مصداق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ دہرائی۔

آیت نمبر ۱۷: ا: اس آیت میں کس کی بد سلوکی کا بیان ہے؟ ا: اس آیت میں بُری اولاد کی بد سلوکی کا بیان ہے۔

۲: اس بد سلوکی کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۲: ایسا شخص ایمان بالآخرت کا منکر ہے۔

۳: اس شخص کی اپنے والدین کے ساتھ کس بد سلوکی کو بیان کیا گیا ہے؟ ۳: وہ اپنے والدین کو سخت بُرا بھلا کہہ رہا ہے اور اُن سے آخرت کے بارے میں جھگڑا کر رہا ہے۔ انہیں بات بات پر جھڑکتا ہے اگر وہ اس کو ایمان لانے کا کہہ رہے ہیں تو یہ ان کا مذاق اڑاتا ہے ان کو احمق اور بے وقوف سمجھتا ہے۔

علمی بات: اُف کے معنی اصل میں میل کچیل، مکروہ، ناپسندیدہ اور حقیر چیز کے ہیں۔ عام طور پر اس کا معنی تنگ دل ہو کر کچھ کہنے کے ہیں۔ اہلِ عرب کسی چیز سے گھِن ظاہر کرتے وقت اور ہر اذیت رساں چیز کے بارے میں ناپسندیدگی کے اظہار کے لئے اس لفظ کا استعمال کرتے تھے۔

۴: وہ شخص اپنے والدین کو آخرت کا انکار کرنے کی کیا دلیل دے رہا ہے؟ ۴: وہ کہتا ہے کہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں مر کھپ گئیں اور ان میں سے کوئی دوبارہ زندہ ہو کر نہیں آیا۔ تو کیسے ممکن ہے کہ میں بھی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں؟

۵: اس منکرِ آخرت کے والدین اللہ ﷻ سے التجا کرتے ہوئے اسے کیا سمجھا رہے ہیں؟ ۵: اس کے والدین اللہ ﷻ سے التجا کرتے ہوئے اُسے سمجھاتے ہیں کہ تُو ہلاک ہو جائے گا، اللہ ﷻ پر ایمان لے آ اور اس بات پر کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جائے گا اور یہ اللہ ﷻ کا سچا وعدہ ہے جو ضرور پورا ہو کر رہے گا۔

۶: منکرِ آخرت نے اپنے والدین کے سمجھانے پر انہیں کیا جواب دیا؟ ۶: اس نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کے قصّے ہیں جس کا کوئی ثبوت نہیں اور مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: بدکردار اولاد کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ۱: وہ اللہ ﷻ کے عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے۔

۲: منکرینِ آخرت کو اس آیت میں کس چیز کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے؟ ۲: منکرینِ آخرت کو بتایا گیا کہ ان سے پہلے بھی جنات اور انسانوں میں سے جن قوموں نے آخرت کا انکار کیا وہ سب اللہ ﷻ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے اگر وہ ایمان نہیں لائے تو اُن کا انجام بھی انہی کے ساتھ ہو گا۔

عملی پہلو: معلوم ہوا کہ آخرت میں ہر شخص اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے ساتھ اُٹھے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت میں کافر اولاد اپنے مومن ماں باپ کے ساتھ نہ ہو گی، بلکہ کفار کے ساتھ ہو گی۔ قیامت میں ایمانی رشتہ معتبر ہو گا نہ کہ محض خونی رشتہ۔ جیسے کہ کنعان، حضرت نوح علیہ السلام کا نسبی بیٹا تھا مگر کفار کا ساتھ دینے کی وجہ سے ان ہی کے ساتھ ہلاک ہوا، ان ہی کے ساتھ جہنم کا مستحق ٹھہرا۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کے مختلف درجات کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۱: اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کے مختلف درجات ان کے اپنے اعمال کے مطابق ہوں گے۔ جن لوگوں نے زیادہ نیک اعمال کیئے ہوں گے وہ جنت میں اعلیٰ درجوں میں ہوں گے اور جن لوگوں نے زیادہ گناہ کیئے ہوں گے وہ جہنم میں انتہائی نچلے گڑھوں میں ہوں گے۔ ۲: ان درجات کے درمیان اس فرق کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۲: تاکہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جاسکے۔ ۳: ہر شخص کو پورا پورا بدلہ دیئے جانے کی کیا حکمت بیان کی گئی ہے؟ ۳: تاکہ کسی پر کوئی ظلم نہ ہو۔

علمی و عملی بات: اس آیت کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ ﷻ نے اس شخص کا ذکر کیا جو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کے مختلف درجات ہیں۔ لہٰذا جو شخص اپنے ماں باپ کے ساتھ جس مرتبہ اور جس درجہ کی نیکی کرے گا، اس کو وہی مرتبہ اور وہی درجہ آخرت میں اجر و ثواب کا حاصل ہو گا۔

علمی بات: یہی مضمون قرآنِ حکیم میں دیگر مقامات پر بھی متعدد بار استعمال ہوا ہے۔ مثلاً "جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لئے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا تو اسے جزا نہیں دی جائے گی، مگر اسی کی مثل اور اس پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔" (سورۃ الانعام ۶، آیت: ۱۶۰) اور فرمایا "پھر کیا حال ہو گا جب ہم انھیں اس دن کے لئے جمع کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (سورۃ آلِ عمران ۳، آیت: ۲۵)

آیت نمبر ۲۰: ۱: اس آیت میں قیامت کے دن کفار کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اس آیت میں قیامت کے دن کفار کو جہنم کی آگ پر پیش کیئے جانے کا حال بیان کیا گیا ہے۔ ۲: کفار کو ان کی دنیوی اچھائی کا صلہ کس طرح دیا جاتا ہے؟ ۲: کفار کو ان کے اچھے کاموں کا صلہ اللہ ﷻ دنیا میں صحت اور مال و دولت وغیرہ کی صورت میں دے دیتا ہے اور آخرت میں ان کا کچھ حصّہ نہیں ہے۔ ۳: قیامت کے دن کفار کا کیا انجام ہو گا؟

۳: وہ ذلت والے عذاب میں ہوں گے۔ ۴: اس آیت میں کفار کے اس بُرے انجام کے کیا اسباب بیان کیئے گئے ہیں؟ ۴: ان کے ناحق غرور و تکبر کی وجہ سے، حق بات سے منہ موڑنا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی کرنا ان کے برے انجام کے سبب کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: اس آیت میں کس کی مثال پیش کی گئی ہے؟ ۱: قومِ عاد کی مثال پیش کی گئی ہے۔ ۲: قومِ عاد کی برادری کے فرد سے کون مُراد ہیں؟ ۲: حضرت ھود علیہ السلام جنہیں رسول بنا کر قومِ عاد کی طرف بھیجا گیا تھا۔ ۳: قومِ عاد کس علاقے کی رہنے والے تھے؟ ۳: قومِ عاد ریت کے اونچے اونچے ٹیلوں والے علاقے یعنی احقاف کے رہنے والے تھے۔ ۴: حضرت ھود علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ کس معاملے کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۴: حضرت ھود علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب سے ڈرا رہے تھے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ ۵: حضرت ھود علیہ السلام کے علاوہ اور کن ڈرانے والے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۵: حضرت ھود علیہ السلام سے پہلے اور بعد میں آنے والے انبیاء کرام علیہم السلام کا اجمالی ذکر فرمایا گیا ہے جنہوں نے اپنی اپنی قوموں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تھا۔ ۶: ان تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی اپنی قوموں کو کیا مشترکہ دعوت تھی؟ ۶: ان تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی قوم کو صرف ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دی تھی۔ ۷: حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم پر کس خوف اور اندیشے کا اظہار کیا تھا؟ ۷: حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم پر اس خوف اور اندیشے کا اظہار فرمایا تھا کہ تم پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عذاب ایک بڑے دن آنے والا ہے۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: حضرت ھود علیہ السلام کی قوم نے ان کی دعوت کا کیا جواب دیا؟ ۱: ان کی قوم نے جواب دیا کہ کیا تم ہمیں ہمارے معبودوں کی عبادت سے برگشتہ یعنی ان سے پھیرنا اور بہکانا چاہتے ہو۔ ۲: اس آیت میں قومِ عاد کے کس رویہ کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: قومِ عاد نے ڈھٹائی کے ساتھ حضرت ھود علیہ السلام سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب کا مطالبہ کیا کہ اگر تم سچے ہو تو پھر ہم پر عذاب لا کر دکھاؤ۔

علمی و عملی پہلو: عاد اپنے زمانہ کی ایک بڑی تہذیب وتمدن کی مالک قوم تھی، اس نے وہی جواب دیا، جو آج کی ظاہری طور پر مہذب اقوام کی زبان پر چڑھا ہوا ہے کہ تم نیا دین لے کر آگئے ہو، اور ہمیں اپنے باپ دادا کی روایات، دین اور ان کے طور طریقوں سے پھیرنا چاہتے ہو۔ بھلے اُن کے باپ دادا گمراہ ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دین میں اتنی سختی نہیں اور دین ان تمام کاموں کی ممانعت میں سختی نہیں کرتا۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: حضرت ھود علیہ السلام نے قوم کے عذاب کے مطالبے کا کیا جواب دیا؟ ۱: حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا کہ عذاب کا علم تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے۔ ۲: حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی ذمہ داری کے بارے میں کیا فرمایا؟ ۲: حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا میرے ذمہ تو تم تک پیغام پہنچانا ہے جو میرے رب نے مجھے دے کر بھیجا ہے۔ ۳: حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کے بارے میں کیا تبصرہ فرمایا؟ ۳: حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں جاہل قوم دیکھ رہا ہوں (یعنی تم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پیغام سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اس پر مختلف اعتراضات کر کے اپنے کفر و شرک پر قائم ہو جو کہ صریح جہالت ہے)۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: قوم عاد پر عذاب کے آثار کس شکل میں ظاہر ہوئے؟ ۱: قوم عاد پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عذاب بادل کی صورت میں آیا جو ان کے میدانوں کی طرف چلا آرہا تھا۔ ۲: عذاب کے بادلوں کو دیکھ کر قوم عاد نے کس بات کا اظہار کیا؟ ۲: قوم عاد نے بادلوں کو جب اپنی طرف آتے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو بادل ہیں اور یہ ہم پر بارش برسائیں گے۔ ۳: اس آیت میں ان بادلوں کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۳: قوم عاد کے تصور کے برعکس یہ بادل رحمت کے نہیں بلکہ عذاب کے بادل تھے جسے وہ اپنے رسول حضرت ہود علیہ السلام سے مانگنے میں جلدی کرتے تھے۔ ۴: قوم عاد پر عذاب کس صورت میں نازل ہوا؟ ۴: انتہائی سخت آندھی کی صورت میں دردناک عذاب آیا تھا۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب کی کیا شدت بیان کی گئی ہے؟ ۱: قوم عاد پر آندھی کا عذاب اس شدت کا تھا کہ اس نے ہر چیز کو تباہ و برباد کر دیا۔ ۲: قوم عاد کے کافروں کا کیا انجام ہوا؟ ۲: وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب سے ایسے ہلاک ہوئے کہ صبح کو ان کے ویران گھروں کے سوا کوئی چیز نہ دکھائی دیتی تھی۔ ۳: قوم عاد پر آنے والی آندھی کی کیا کیفیت تھی؟ ۳: یہ آندھی انتہائی شدید تھی جو ۸ دن اور ۷ راتوں تک مسلسل چلتی رہی اور جس کے نتیجے میں سارے کافر ہلاک ہو گئے، جیسا کہ سورۃ الحاقہ ۶۹، آیت: ۶ اور ۷ میں بیان ہوا ہے۔

عملی پہلو: قرآنِ حکیم میں بار بار تاریخ انسانی کی نافرمان قوموں کی مثالیں دی گئی ہیں تا کہ ہم ان کے انجام سے عبرت حاصل کریں اور کفر و شرک کا طرزِ عمل اختیار نہ کریں جس کی وجہ سے سابقہ قومیں اللہ ﷻ کو ناراض کر بیٹھیں اور تباہ و برباد ہوئیں۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: اہل مکہ کے مقابلے میں قوم عاد پر اللہ ﷻ کے کن احسانات کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے قوم عاد کو مال و اسباب اور اولاد کے ساتھ ساتھ مضبوط و توانا جسم دیئے تھے جو اہل مکہ کو نہیں دیئے گئے۔

۲: اس آیت میں انسانوں کو کان، آنکھیں اور دل دیئے جانے کا کیا مقصد بیان فرمایا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے حق کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کے لئے ہمیں کان آنکھیں اور دل عطا فرمائے ہیں، جیسا کہ سورۃ الحاقہ ۶۹، آیت: ۳۶ میں بیان ہوا ہے۔ ۳: کیا قوم عاد نے کانوں، آنکھوں اور دل سے کچھ فائدہ اٹھایا؟

۳: نہیں۔ وہ اللہ ﷻ کی آیات کا انکار کر کے ان اعضاء سے فائدہ اٹھانے سے محروم رہے۔ ۴: قوم عاد کا کیا انجام ہوا؟

۴: وہ جس عذاب کے لانے میں عجلت میں تھے اسی عذاب میں مبتلا کر کے بُرے انجام سے دوچار کئے گئے۔

۵: قوم عاد پر عذاب کی کیا وجوہات بیان کی گئی ہیں؟ ۵: i۔ اللہ ﷻ کی آیات کا انکار کرنا۔ ii۔ عذابِ الٰہی سے ڈرانے پر مذاق اڑانا۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: قوم عاد کے علاوہ کن بستیوں کے ذکر سے اہل مکہ کو عبرت دلائی گئی ہے؟ ۱: نافرمان قوموں کی وہ بستیاں جو اہل مکہ کے آس پاس تھیں۔

۲: اہل مکہ کے آس پاس ہلاک ہونے والی کون سی قوموں کی بستیاں مراد ہیں؟ ۲: قومِ ثمود اور قومِ لوط علیہ السلام کی بستیاں۔

۳: اس آیت میں سابقہ نافرمان قوموں کے عبرت ناک انجام کو بار بار کر بیان کرنے کی کیا حکمت بیان کی گئی ہے؟ ۳: تا کہ توحیدِ باری تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے منکر عبرت حاصل کریں اور اللہ ﷻ کے ساتھ کفر و شرک سے باز آجائیں۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: اس آیت میں باطل معبود گھڑنے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۱: مشرکین اللہ ﷻ کے سوا کئی جھوٹے اور خود ساختہ معبود گھڑتے ہیں تا کہ وہ ان معبودوں کے ذریعہ اللہ ﷻ کا قرب حاصل کر سکیں۔ ۲: کیا یہ باطل معبود اللہ ﷻ کا عذاب آنے پر مشرکین کی کچھ مدد کرتے ہیں؟

۲: ہرگز نہیں! بلکہ وہ سب ایسے غائب ہو جاتے ہیں کہ ان کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ ۳: اس آیت میں باطل معبودوں کے بارے میں کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۳: یہ مشرکین کے محض جھوٹ اور من گھڑت تصورات ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ ان کے دل و دماغ کا فتراء ہے۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: اس آیت میں کس واقعہ کا ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: آیات: ۲۹ تا ۳۲ تک جنات کا ایک ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا گیا ہے۔

علمی بات: "جن" کا معنیٰ ہر چھپی ہوئی چیز مختصر یہ کہ "جن" ایک پوشیدہ مخلوق ہے جس کی اصل آگ ہے۔

۲: جنات کے ایمان لانے کا یہ واقعہ کیوں نقل فرمایا گیا ہے؟ ۲: اس واقعہ کو ذکر کر کے کفارِ مکّہ کو اس بات پر عار دلائی گئی کہ جنّات جو غرور و تکبر میں تم سے بڑھ کر ہیں وہ قرآنِ حکیم کی صداقت پر ایمان لا کر غرور و تکبر سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ پس تمہارے لئے کون سی چیز مانع ہے جو تمہیں اس کی تصدیق سے روکے ہوئے ہے۔ ۳: جنات کا آپ ﷺ پر ایمان لانے کا کیا پس منظر ہے؟ ۳: جب قرآنِ حکیم کی وحی کا نزول شروع ہوا تو آسمانوں پر عالم بالا کی حفاظت سخت کر دی گئی۔ جنات نے محسوس کیا کہ اب پہرے سخت ہیں اور انہیں آسمانوں تک جانے نہیں دیا جا رہا تو جنات کو تشویش ہوئی اور انہوں نے محسوس کیا کہ زمین پر کوئی بڑا واقعہ پیش آیا ہے۔ چنانچہ بہت سارے جنات زمین پر پھیل گئے یہ بات معلوم کرنے کے لئے کہ آسمانوں پر پہرے سخت کرنے کی آخر کیا وجہ ہے؟

شانِ نزول: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وادئ نخلہ میں نمازِ فجر میں قرآنِ حکیم تلاوت فرما رہے تھے۔ اس وقت کچھ جنات اوپر جا رہے تھے قرآنِ حکیم سن کر نیچے اتر آئے اور جب قرآنِ حکیم سنا تو کہنے لگے کہ خاموش ہو جاؤ، اسے توجہ سے سنو۔ اس پر اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۴: اس واقعہ میں جنات کی جس جماعت کا ذکر کیا گیا ہے وہ کون تھے؟ ۴: یہ اہلِ نصیبین جو یمن کا علاقہ ہے اس میں سے کچھ جنات تھے جن کی تعداد دس سے کم تھی۔ کل نو یا بعض روایات کے مطابق سات تھے۔ جو زمین میں پھیل کر معلوم کرنا چاہتے تھے کون سا اہم واقعہ رونما ہوا کہ آسمانوں پر پہرے

بٹھائے گئے ہیں اور انہیں آسمانی خبریں سننے سے روک دیا گیا ہے۔ **۵: ان جنات نے آپ ﷺ کو کہاں پایا؟** ۵: آپ ﷺ طائف سے واپسی پر وادیٔ نخلہ میں فجر کی نماز ادا فرما رہے تھے اور یہ موقع تھا کہ جنات کا آپ ﷺ کے پاس گزر ہوا اور انہوں نے آپ ﷺ سے قرآنِ حکیم سنا اور ایمان لائے۔

۶: جنات کے ایمان لانے کے واقعہ کی کیا تفصیل ہے؟ ۶: آپ ﷺ وادیٔ نخلہ میں جب فجر کے وقت نماز میں قرآن حکیم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اس موقع پر اللہ ﷻ نے جنات کو آپ ﷺ کی طرف متوجہ کیا اور وہ آپ ﷺ سے قرآنِ حکیم سننے لگے اور اللہ ﷻ کے فضل سے وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔

علمی بات: مختلف روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جنات کے قرآن کریم سننے یا آپ ﷺ سے ملاقات کرنے کے متعدد واقعات مختلف اوقات میں پیش آئے اس لئے ان میں کوئی تعارض نہیں ہو گا۔

۷: آپ ﷺ کو نماز میں قرآنِ حکیم کی تلاوت فرماتے ہوئے پا کر جنات نے آپس میں ایک دوسرے سے کیا کہا؟ ۷: انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ خاموش ہو کر توجہ سے سنو۔

عملی پہلو: ادب قرآن کا ایک اہم تقاضا خاموشی سے تلاوتِ قرآن کو سننا ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ "جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم فرمایا جائے۔" (سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۲۰۴) قرآنِ حکیم کو ادب اور خاموشی سے سننے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں غور و فکر کریں اور اللہ ﷻ کی رحمت و برکت اور تعلیمات سے مستفید و فیض یاب ہوں۔

۸: جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو جنات نے کیا کیا؟ ۸: جنات قرآنِ مجید سن کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انہیں اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرانے لگے اور اسلام کی طرف دعوت دینے لگے۔

علمی و عملی بات: i۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب انسانوں میں سے کفار کا ایک گروہ قرآنِ حکیم کو رد کر رہا تھا۔ (معاذ اللہ) مگر عین اسی وقت دوسرا گروہ جنات میں سے قرآنِ حکیم کو قبول کر رہا تھا اور انتہائی جذبے اور دلچسپی کے ساتھ کہ اسی وقت وہ اس کا مبلغ بھی بن گیا۔ ii۔ جنات نے ایک مرتبہ قرآنِ حکیم سنا تو نہ صرف ایمان لے آئے بلکہ قرآنِ حکیم کے مبلغ بھی بن گئے۔ ہم پر قرآنِ حکیم کا کتنا اثر ہوتا ہے؟ ہمیں بھی سوچنا چاہیئے اور اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔ iii۔ ایک طرف طائف والوں نے حضور اکرم ﷺ کی دعوت کو رد کر دیا تو دوسری طرف اللہ ﷻ نے جنات کو قبولِ حق کی توفیق عطا فرما دی۔ ایک داعیٔ دین کو استقامت کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھنا چاہیئے اللہ ﷻ جہاں سے اور جیسے چاہے قبولیت کے لئے افراد عطا فرما دیتا ہے۔

آیت نمبر ۳۰: **۱: جنات نے اپنی قوم میں واپس پلٹ کر انہیں واقعہ کے بارے میں کیا بتایا؟** ۱: جنات نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے۔ **۲: جنات نے اپنی قوم کو قرآن حکیم کے کیا اوصاف بیان فرمائے؟** ۲: i۔ جنات نے اپنی قوم سے کہا کہ قرآن حکیم پہلے نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔ ii۔ وہ حق کی طرف رہنمائی دینے والا ہے۔ iii۔ وہ سیدھا راستہ دکھانے والا ہے۔

آیت نمبر ۳۱: **۱: جنات نے اپنی قوم کو اسلام کی کیا دعوت دی؟** ۱: جنات نے اپنی قوم سے کہا کہ اے ہماری قوم! اللہ ﷻ کی طرف بلانے والے پر ایمان لے آؤ اور ان کی بات مان لو۔ **۲: جنات نے اپنی قوم سے ایمان لانے کے کیا ثمرات بیان فرمائے؟** ۲: جنات نے کہا کہ اگر تم ایمان لاؤ تو اللہ ﷻ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے گا۔

علمی بات: امام مالک، امام ابو یوسف، اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ مسلم انسانوں کی طرح مسلم جنات بھی جنت میں داخل ہوں گے، کیونکہ دخول جنت اور ثواب کا سبب ایمان، اطاعت اور اعمال صالحہ ہیں اور ان سے بھی ایمان و اطاعت ثابت ہے۔ امام ضحاکؒ سے مروی ہے کہ وہ بھی جنت میں داخل ہو کر کھائیں پئیں گے۔

عملی پہلو: اس واقعہ کے ذکر سے مقصود یہ تھا کہ جن لوگوں اور جن کی زبان میں یہ کلام اترا اور جن کی اصلاح احوال کے لئے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ نے دن رات تکلیف اٹھائی وہ اس کلام کو سننے کے روادار نہیں تھے بلکہ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ کے ساتھ نہایت بد سلوکی کا رویہ اختیار کرتے تھے یعنی قریش مکہ۔

جبکہ جنات کا یہ حال ہے کہ ان میں جو سلیم الفطرت ہیں اگر وہ سر راہ بھی قرآنِ حکیم کی کچھ آیتیں سن لیتے ہیں تو سن کر تڑپ اٹھتے ہیں اور اپنی قوم کے اندر اس کتابِ مقدس کے داعی بن کر لوٹتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خرابی ان کفار و مشرکین کے اندر ہے کہ ان کے دل آپ ﷺ کے لئے بغض و عناد سے بھرے ہوئے ہیں اور اسی وجہ سے آپ ﷺ پر نازل فرمائی جانے والی کتاب کا انکار کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: جنات نے اپنی قوم سے آپ ﷺ کی کیا صفت بیان فرمائی؟ ۱: آپ ﷺ اللہ ﷻ کی طرف بلانے والے ہیں۔

۲: جنات نے آپ ﷺ کی دعوت پر ایمان نہ لانے والوں کو کن برے نتائج سے ڈرایا؟ ۲: جنات نے ان سے کہا کہ وہ نہ تو اللہ ﷻ کی پکڑ سے زمین میں بچ سکیں گے اور نہ ہی ان کا کوئی مددگار ہوگا جو انہیں اللہ ﷻ کے عذاب سے بچا سکے گا۔

۳: اس آیت میں آپ ﷺ کی دعوت کو نہ ماننے والوں کا کیا انجام بیان کیا گیا ہے؟ ۳: یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

۴: قرآنِ حکیم میں جنات کا آپ ﷺ سے قرآن سننے کا ذکر سورۃ الاحقاف کے علاوہ اور کس سورت میں بیان فرمایا گیا ہے؟ ۴: جنات کا آپ ﷺ سے قرآن حکیم سننے کا ذکر سورۃ الجن ۷۲ میں بھی آیا ہے۔

نوٹ: جنات کے بارے میں مزید وضاحت مطالعہ قرآنِ حکیم حصہ سوم کے رہنمائے اساتذہ میں سورۃ الجن ۷۲ کی تشریحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: اس آیت میں کس بات کی دلیل پیش فرمائی گئی ہے؟ ۱: اس آیت میں قیامت قائم کیئے جانے کی عقلی دلیل پیش فرمائی گئی ہے۔

۲: اس عقلی دلیل کی تفصیل کیا ہے؟ ۲: لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ بے شک وہ اللہ ﷻ جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور اتنی عظیم کائنات کو پیدا کرنے میں اسے کوئی اکتاہٹ نہیں ہوئی جیسا کہ اس کے برعکس یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ چھ دنوں میں اللہ ﷻ نے زمین و آسمان وغیرہ کو پیدا کیا اور ساتویں دن اپنی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے اور اپنے آپ کو تازہ دم کرنے کے لئے آرام کیا (معاذ اللہ) اُن کی محرف شدہ تورات میں درج ہے "اس لئے کہ چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کر کے تازہ دم ہوا"۔ (تورات، کتاب خروج، باب ۳۱، آیت: ۱۷) معلوم ہوا کہ اللہ ﷻ اس پر بھی قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے جو کہ کائنات کو بنانے کے مقابلے میں آسان تر کام ہے۔ وہ اللہ ﷻ ہر چیز پر بڑی قدرت اور دسترس رکھنے والا ہے۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: اس آیت میں کن لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۱: منکرین آخرت کا حال بیان کیا گیا ہے جب انہیں جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

۲: اس موقع پر منکرین آخرت سے کیا بات پوچھی جائے گی؟ ۲: ان سے پوچھا جائے گا کیا یہ جہنم اور اس کا عذاب برحق نہیں ہے؟

۳: منکرین آخرت جہنم پر کھڑے ہو کر اس سوال کا کیا جواب دیں گے؟ ۳: وہ کہیں گے کیوں نہیں! اللہ ﷻ کی قسم یہ جہنم اور اس کا عذاب برحق ہے۔

۴: اس موقع پر منکرین آخرت کو کیا حکم دیا جائے گا؟ ۴: ان سے کہا جائے گا کہ اب اس عذاب کا مزہ چکھو جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: اس آیت میں آپ ﷺ کو کن خصوصی امور کی طرف متوجہ فرمایا گیا؟ ۱: پہلا یہ کہ آپ ﷺ ایسے صبر فرمائیں جیسے آپ ﷺ سے پہلے اولوالعزم رسولوں علیہم السلام نے صبر فرمایا۔ دوسرا یہ کہ آپ ﷺ نافرمانوں اور ایمان نہ لانے والوں کے بارے میں عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ فرمائیں۔ آپ ﷺ ان کی مخالفت کی پروا بالکل نہ کریں اور اپنا فریضۂ دعوت انجام دیتے رہیں۔

۲: اولوالعزم رسولوں علیہم السلام سے مراد کون سے رسول علیہم السلام ہیں؟ ۲: ان حضرات سے حضرتِ نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرتِ موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مراد ہیں۔ مفسرین کی ایک رائے یہ بھی ہے کہ اولوالعزم رسول علیہم السلام اٹھارہ ہیں۔ جن کا ذکر سورۃ الانعام ۶، آیات ۸۲ تا ۸۶ میں ہے وہ یہ ہیں: (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۲) حضرت اسحاق علیہ السلام (۳) حضرت یعقوب علیہ السلام (۴) حضرت نوح علیہ السلام (۵) حضرت داؤد علیہ السلام (۶) حضرت سلیمان علیہ السلام (۷) حضرت ایوب علیہ السلام (۸) حضرت یوسف علیہ السلام (۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۱۰) حضرت ہارون علیہ السلام (۱۱) حضرت زکریا علیہ السلام (۱۲) حضرت یحییٰ علیہ السلام (۱۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۱۴) حضرت الیاس علیہ السلام (۱۵) حضرت اسماعیل علیہ السلام (۱۶) حضرت الیسع علیہ السلام (۱۷) حضرت یونس علیہ السلام (۱۸) حضرت لوط علیہ السلام۔

۳: کفار کے بارے میں جلدی نہ کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی ان پر اللہ ﷻ کا عذاب نازل ہونے کی دعا کرنا یا ان کی شکست پانے کی خواہش میں جلدی کرنا۔

۴: کفار کے انجام کے بارے میں کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۴: قیامت کے دن وہ عذاب دیکھ کر رہیں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

۵: قیامت کے دن کفار کو دنیا کی زندگی کیسی محسوس ہوگی؟ ۵: آخرت میں عذاب کی شدت دیکھ کر انہیں دنیا کی ساری زندگی اتنی مختصر محسوس ہوگی جیسے وہ صرف دن کا کوئی حصہ تھا جو وہ دنیا میں گزار آئے ہیں۔ ۶: اس آیت میں آپ ﷺ کو کیا تسلی دی گئی ہے؟

۶: اللہ ﷻ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے ذمہ صرف نصیحت کا پہنچا دینا ہے زبردستی منوانا نہیں ہے۔

۷: ہلاکت کن لوگوں کا مقدر ہے؟ ۷: آپ ﷺ کو جھٹلانے والے اور آپ ﷺ کی دعوت و تعلیمات کو رد کر کے ایمان نہ لانے والوں کے مقدر میں دنیا و آخرت میں ہلاکت ہے۔

مشقوں کے جوابات

ہم نے کیا سمجھا؟

سوال ۱: صحیح جواب پر درست کا نشان (✓) لگائیں:

(۱) سورۃ الاحقاف کے پہلے رکوع کی روشنی میں جواب دیجیے کہ قیامت کے دن کون لوگ مشرکین کے دشمن ہوں گے؟ (آیات: ۵-۶)

(الف) جنات (ب) اہلِ ایمان ✓ (ج) ان کے جھوٹے معبود

(۲) سورۃ الاحقاف کے دوسرے رکوع کی روشنی میں جواب دیجیے کہ کافروں کو ان کی اچھائیوں کا بدلہ کہاں ملے گا؟ (آیت: ۲۰)

✓ (الف) صرف دنیا میں (ب) صرف آخرت میں (ج) دنیا و آخرت میں

(۳) سورۃ الاحقاف کے تیسرے رکوع کی روشنی میں جواب دیجیے کہ قوم عاد نے عذاب کے بادل کو آتے دیکھ کر کیا کہا؟

(الف) اللہ ﷻ ہمیں معاف فرمادے (ب) بھاگو عذاب آرہا ہے ✓ (ج) یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا

(۴) سورۃ الاحقاف کے آخری رکوع کی روشنی میں جواب دیجیے کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کس بات کی حکم فرمایا؟

(الف) اللہ ﷻ کی راہ میں جہاد کیجیے (ب) اللہ ﷻ کی راہ میں مال خرچ کیجیے ✓ (ج) اللہ ﷻ کی راہ میں صبر کیجیے

(۵) سورۃ الاحقاف کے آخری رکوع میں کس کے ایمان لانے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے؟

✓ (الف) جنات۔ (ب) فرشتے۔ (ج) قوم عاد۔

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجئے:

۱- سورۃ الاحقاف کے پہلے رکوع میں مشرکین کے باطل معبودوں کی مذمت میں بیان کئے گئے کوئی پانچ دلائل تحریر کریں؟ (آیات: ۴-۶)

i۔ مشرکین کے معبودوں نے زمین میں کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ (آیت: ۴)

ii۔ آسمانوں میں ان کی کوئی شراکت داری نہیں ہے۔ (آیت: ۴) iii۔ کسی آسمانی کتاب میں ان کا تذکرہ نہیں ہے۔ (آیت: ۴)

iv۔ ان کے پاس کوئی علمی سند نہیں ہے۔ (آیت: ۴)

v۔ وہ اپنے پکارنے والوں کو قیامت تک جواب نہیں دے سکتے۔ (آیت: ۵)

vi۔ وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ (آیت: ۵)

vii۔ قیامت کے دن وہ معبود مشرکوں کے دشمن ہوں گے۔ (آیت: ۶)

۲- سورۃ الاحقاف کے پہلے رکوع کی روشنی میں منکرین قرآن کے دو اعتراضات اور ان کے جوابات تحریر کریں؟

اعتراض ۱: (معاذ اللہ) قرآن صریح جادو ہے۔ (آیت: ۷)۔

اعتراض ۲: (معاذ اللہ) آپ ﷺ نے قرآن خود سے بنالیا ہے۔ (آیت: ۸)

آپ ﷺ سے کہلایا گیا کہ بفرض محال اگر میں نے قرآن کو خود سے بنایا ہوتا تو میں اللہ ﷻ کی پکڑ سے نہ بچ پاتا۔ اللہ ﷻ ہی بہتر جانتا ہے جو بے کار باتیں تم قرآن کے لئے بناتے ہو۔ اللہ ﷻ ہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ کے طور پر کافی ہے۔ (آیت: ۸)

اللہ ﷻ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (آیت: ۱۰)

۳- سورۃ الاحقاف کے دوسرے رکوع میں نیک اولاد کی کیا دعا بیان کی گئی ہے اور ان کا کیا انجام ذکر کیا گیا ہے؟ (آیات: ۱۵-۱۶)

دعا: اے میرے رب مجھے توفیق دیجئے کہ میں شکر کروں تیری نعمت کا جو تُو نے انعام فرمائی مجھ پر اور میرے والدین پر اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جسے تُو پسند کرے اور اصلاح کر دیجئے میرے لئے میری اولاد کی۔ یقیناً میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور بے شک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

انجام: اللہ ﷻ ایسے لوگوں کے نیک اعمال قبول کرتا ہے، ان کے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور انہیں جنت میں داخل فرماتا ہے۔

۴- سورۃ الاحقاف کے تیسرے رکوع کی روشنی میں جواب دیجئے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت کا ان کی قوم نے کیا جواب دیا؟ (آیت: ۲۲)

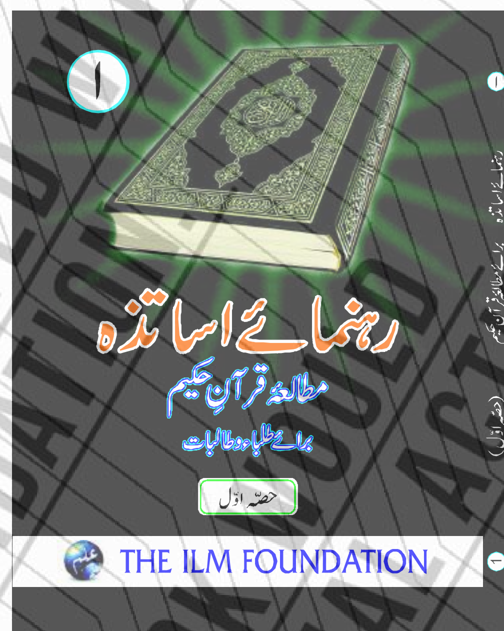
قوم نے کہا کہ تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دو لہٰذا وہ عذاب جس کا تم ہم سے وعدہ کر رہے ہو لے آؤ۔

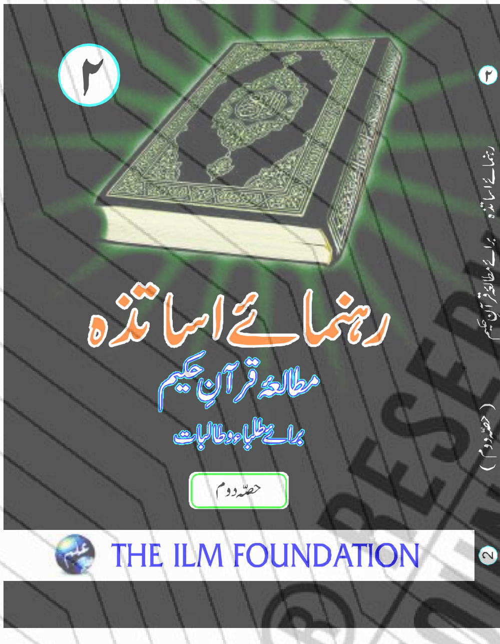
۵- سورۃ الاحقاف کے آخری رکوع میں جنات نے اپنی قوم سے قرآن حکیم کا جو تعارف کرایا اس سے متعلق کوئی تین باتیں تحریر کریں؟ (آیت: ۳۰)

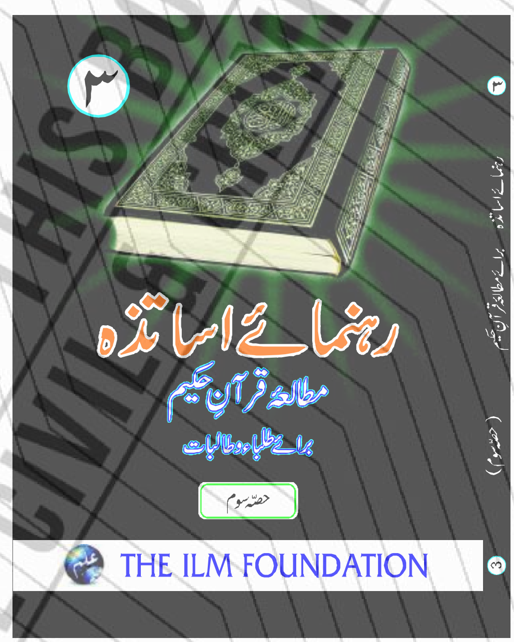
i۔ قرآن مجید ایک کتاب ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی۔ ii۔ قرآن مجید اپنے سے پہلے آنے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔ iii۔ قرآن مجید رہنمائی کرتا ہے حق کی طرف۔ iv۔ قرآنِ مجید رہنمائی کرتا ہے سیدھے راستہ کی طرف۔

یادداشت

''رہنمائے اساتذہ'' مطالعۂ قرآنِ حکیم برائے طلباء وطالبات کے شائع شدہ حصے









یہ کتاب رضائے الٰہی کی خاطر بلاہدیہ فراہم کی جاتی ہے۔

Code: N-1003-3-18